

تم جدهر خ کرو،ا دهر ہھے اللہ کھے ذاھے جلوہ گرہے ۔ (البقرہ: ۱۱۵)

So whichever direction you turn to, there is the presence of Allah (al-Baqra: 115)



بسم اللثما الرحنق الرحيم

سر پر ست: داعی اسلام شخ ابوسعید شاه احسان الله محمدی صفوی حفظه (للمی مدیر: ابوسعد حسن سعید صفوی

مرتبين

ذیثان احدمصباحی ،غلام مصطفیٰ از ہری ،ضیاءالرحمن میمی ،مجیب الرحمن میمی

معاونين

شوكت على سعيدى، رفعت رضا نورى، حما درضا مصباحي

مجلسمشاورت

پروفیسرشمس الرحمان فاروقی (اله آباد) سیدضیاءالدین رحمانی (جده) ڈاکٹر سیرشیم الدین احم^{منع}می (پیٹنه) مولا ناعبیداللدخان اعظمی (اعظم گڑھ) پروفیسرقمرالهدی فریدی (علی گڑھ) نوشادعالم چشتی (علی گڑھ)

احمد جاوید (لا ہور) پروفیسر مسعودا نورعلوی (علی گڑھ) پروفیسر اختر الواسع (نئی دہلی) پروفیسر سیوملیم اشرف جاکسی (حیدر آباد) پروفیسر معین الدین جینا بڑے (نئی دہلی) مفتی ضیاءالدین فیش بندی (حیدر آباد)

شاەھنى اكىۋى خانقاە عالىدعارفىد سىدىرادال

سلسلهٔ مطبوعات نمبر (۲۱) ©جمله حقوق بحق ناشر محفوظ

الاحسان (شاره نمبر-۹)

كتابى سلسله:

حسن سعيد صفوى

ترتیب:

ذيثان احد مصباحي، غلام مصطفى از هرى، ضياء الرحن عليمي ، مجيب الرحن عليمي

سال اشاعت:

فروری ۱۹۰ ۲ء/جمادی الاخریٰ ۴ ۴۴ ۱۵

ذ خامت:

۲۵۱۰ صفحات

ناشد: شاه في اكيدي، خانقاه عاليه عارفيه، سيدسراوال، كوشامي (يويي)

.

قیمت فی شارہ: Rs. 400 اور سرکاری اداروں کے لیے: Rs. 500 پیرون مما لک: 50 گ

Alchsaan (An Annual Journal on Islamic Spirituality)

Published by: Shah Safi Academy, Khanqah-e-Arifia Saiyed Sarawan, Kaushambi, U.P.(India) 212213 Ph:9312922953 / 9026981216-Email:alehsaan.yearly@gmail.com

اهل قلم کی رائے سے اداریے کااتفاق ضروری نہیں!



انتسا ب

نا شرعلم صديث، امام فقه وتصوف شيخ عبد الحق محدث دهلوى فرس امرهٔ (يدائش: ۹۵۹ هـ/ ۱۵۵۲ و وفات: ۱۵۲۲ هـ/ ۱۹۳۲ و

كهنام

جن کے دم قدم سے سرز مین ہند پر حدیث وفقہ ،اخلاق وتصوف اور سیرت وسوائح کو ایک نئی زندگی ملی اور جنہوں نے فقہ وتصوف کے پیچ بڑھتی خلیج کوئم کرتے ہوئے مرج البحرین کافریضہ ادا کیا۔ عمریست که آوازهٔ منصورکهن شد من از سرنو زنده کنم دارورس را

مشمولات

بادەوساغر

09-26

10	شيخ ابوسعيد صفوى	غزل
11	احمد جاوید (لا ہور)	غزل
12	ذيشان احرمصباحي	ابتدائييه

بادة كهنه

27-58

نوشتہ نامہ بیخقیق وتعارف سید نظام الدین الہدیہ خیر آبادی/حسن سعید صفوی 28 فقہااور صوفیہ کے مابین متفق علیہ اصول شیخ عبدالحق دہلوی/حمادر ضامصباحی 39

تذكير

59-84

60	فتينخ ابوسعيد صفوى	وحدت الوجوداور وحدت الشهود كي تعبير جديد
64	احمد جاويد (لا مور)	مذهبي معاشر بے كااخلاقی احتساب
74	امام الدين سعيدي	توكل كى حقيقت ومعنويت

تحقيقوتنقيد

87-419

احمد جاوید (پیٹنه)	اكيسوين صدي مين تصوف كي اہميت ومعنويت
محمدذك	غیرمسلموں کے ساتھ حسن سلوک: بنیا دی تصورات
ڈاکٹرمشاق تجاروی	كلام صوفيه كى رمزيت اور معنى آفريني
ضياءالرحمان عليمي	حافظا بن جوزی کی صوفیہ پر تنقیدات کاعلمی جائزہ
ذيثان احرمصباحي	بياع مزامير كافقهي ونثرعى مطالعه(قسط:١)
عاطف الاكرت	شیخ محمد عبدہ کی زندگی میں تصوف کے اثرات
ڈاکٹر مجیب الرحمٰن ملیمی	خانقاه مظهر به مجدد به نقشبندیه، د ملی (قسط:۱)
نوشادعالم چشتی	محافل ميلا د كامذ هبي، تاريخي اور ثقافتي مطالعه
ذيثان احرمصباحي	صوفی ادب:ایک مختصر تاریخی تجزییه
	محمد ذکی و اکثر مشاق تجاروی ضیاءالرحمٰ علیمی فریشان احمد مصباحی عاطف الاکرت و اکثر مجیب الرحمٰ علیمی نوشادعالم چشتی

زاويه

421-534

422	اداره	آئينهٔ حیات
424	رفعت رضا نوري	شیخ عبدالحق محدث د بلوی: حیات وخد مات
462	پروفیسرقمرالهدی فریدی	شيخ عبدالحق محدث د ملوى: مينار پر محقيق وتصنيف
469	ڈاکٹرعارف نوشاہی	الفتوحات المكيه والفيوضات المدنيه: تعارف وتجزيه
482	پروفیسر مسعودانو رعلوی	زِادامُتَقَين: تعارف وتجزيه
489	غلام مصطفیٰ از ہری	يحميل إلا يمان:اعتقاد يات اسلام كي معتدل تفهيم
518	محرحما درضامصباحي	مرج البحرين: تعارف وتجزيه

مكتوبات

535-559

© ڈاکٹر عارف نوشاہی ۞ مولا ناسیر مبطین حیدر برکاتی ۞ پروفیسر کنورمجمہ یوسف امین ۞ مفتی انوار عالم رضوی ۞ پروفیسر قمرالہدیٰ فریدی ۞ احمدجاوید۞ نوشاد عالم چشتی ۞ ارشاد عالم نعمانی ۞ محمد ناصر مصباحی ۞ سلمان عبدالصمد ۞ مولا نامنصور عالم برکاتی علیمی ۞ محمد ثا قب ملیمی ۞ محمد ناصر ۞ اختر تابش سعیدی ۞ محمد عاصم

'' ہمیں جو کچھ بھی دینی تعمتیں میسر آئی ہیں ، ان کااصل سبب تصوف ہے'' ——————— بإده وساغر

بخ.ل

اعجاز جنوں ہے مستی میں سر دریا میں، تن کشتی میں آں وم سے تا ایں وم آوم سرشار ہے بانگ الستی میں امواج کی صورت ہر عالم معدوم ہے بحرِ ہستی میں شرمنده ثريا، ماه فجل وہ اوج ہے میری کپتی میں وه حسن سرایا، رشک قمر لغزيده قدم يول مستى ميں آتا ہے، سنجالو جان و جبر اک وهوم ہے ساری بستی میں

اے جان سعید ایمان سعید آغوش میں آجا مستی میں

000

بخ ک

یہ جو داغِ عدم ہے، بیہ دھو کیجے آج ہونا میسر ہے، ہو کیجیے اب یہ ول کچھ نہیں چاہتا آپ سے اب اسے اک نظر دیکھ تو لیجے خود کو اینے لیے ڈھونڈ دیجے میاں اور اینے لیے خود کو کھو لیجے خارِ سر تیز ہے وصل بھی، ہجر بھی كوئي سا ايك دل ميں چھو ليجيے یہ خودی بوجھ ہے، بے خودی بوجھ سے آج دونوں کو اک ساتھ ڈھو کیجیے آپ ہیں، آپ ہیں، اور اس بات پر چاہے ہنس دیجے، چاہے رو لیجے کیول من وتو میں ہیں آپ بکھرے ہوئے تو كو من، من كو تو ميں سمو ليجي آخری دن کے بعد آخری رات ہے آخری بار جی بھر کے سو کیجے کیسا مواج ہے یہ سراب پر آب آج خود کو اسی میں ڈبو کیجے 000

التكائبه

تصوف کے اصولی وفر وعی مسائل ومباحث پر گفتگوکرتے ہوئے ہم بہت دورنگل جاتے ہیں اور بسااوقات اتنادورنگل جاتے ہیں کہ ہم حقق ، فقیہ ، مکت خق اور قبق انظر ہوجاتے ہیں اور تحقیق وتحیص کے اس پورے سفر ہیں جو ہم نہیں ہوتے ، وہ صوفی نہیں ہوتے ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ بیہ ہے کہ مسائل ومباحث تصوف کی تحقیق و تحصی کے اس سفر میں بسااوقات ہماری نظر تصوف سے اٹھ جاتی ہے ۔ اس مرض کا مداوا بھی کہی ہے کہ ہم تحقیق مسائل تصوف کے ہر موڑ پر حقیقت تصوف کو اپنی نگا ہوں سے اور اس کی بنیاد صدیث جر نیک کا مید صد ہے: تگا ہوں سے اور اس کی بنیاد صدیث جر نیک کا مید صد ہے: دیں تصوف کی حقیقت اور اس کی بنیاد صدیث جر نیک کا مید صد ہے:

''الله کی بندگی ایسے کرو، گویاتم اسے دیکھ رہے ہواورا گرتم اسے نہیں ویکھتے تو وہ تو تہہیں دیکھ ہی رہاہے۔''

مذکورہ بالاعبارت صدیث جبرئیل میں وار دلفظ' الاحسان' کی تفسیر ہے،تصوف جس کی متبادل اور متعارف تعبیر ہے محققین فرماتے ہیں کہاس تفسیر کے دو حصے ہیں:

الف: حالت عبادت میں بیا حساس کہتم القد کود کیورہ ہو۔اس کوکیف مشاہدہ کہتے ہیں۔

ب: حالت عبادت میں بیا حساس کہ اللہ تم کود کیور ہاہے۔اس کوکیف مراقبہ کہتے ہیں۔
حقیقت تصوف کے فقط یہی دو مدارج ہیں۔اول درجہ اعلیٰ ہے اور ثانی درجہ ادنیٰ۔اگران
دونوں احوال میں سے آپ ہر لمجے کس ایک حال سے سرشار ہیں تو اس کے معنی بیے ہیں کہ آپ کو حقیقت
تصوف حاصل ہے،اگر چہ آپ بیعت نہ ہوں،اگر چہ آپ کے ہاتھوں میں تبہجے نہ ہو،اگر چہ آپ صاحب
اورادووظا کف نہ ہوں۔اوراگر عرب سے فاتحہ تک اور چا درسے گاگر تک کے جملہ مراسم ومظاہر موجود ہیں
اورادووظا کف نہ ہوں۔اوراگر عرب ہیں تو آپ بھی لین کہ آپ کو تصوف کے سواسب کی حماصل ہے۔

اللّٰد تعالیٰ ہمیں حقیقت تصوفٰ ہے آشااور اس نعمت سے سرفر ازر کھے ۔ تقریباً ت ومظاہر تصوف کے اوقات بھی اور تحقیقات و تدقیقات تصوف کے دوران بھی ۔ آمین ۔

تصوف دانش کا دشمن نہیں ہے، کیکن عشق سے اسے خاص عشق ہے۔ یہاں دل ہریاں اور چشم گریاں کی ہڑی قیمت ہے۔ صوفیہ کا مشرب عشق ہے، اس کی ابتداعشق مرشد سے ہوتی ہے، پھر عشق رسول اور عشق خداسے گزرتے ہوئے بندہ تمام مخلوقات خداسے محبت شروع کردیتا ہے۔ مشاکخ چشت کے یہاں عشق مرشد کا رنگ بطور خاص بہت گہرا ہے۔ یہاں نینا ملتے ہی چھاپ جلک کا چھن جانا ضروری ہے۔ مرشد سے مسترشد کی نگا ہیں ملیں اور اس کے بعد بھی اس کی اناور اس کا انفراد باقی رہا تو گویا نگا ہیں ملی بی نہیں۔

مستر شدسب سے پہلے اپنے مرشد میں فانی ہوتا ہے۔ گویہ بظاہرالٹی گذگاہے کہ اطاعت خداور سول کے بجائے ایک بندہ کسی دوسر سے بندے کا غلام کیوں بنے اوراس کی مشیت میں اپنی خودی کوفنا کیوں کر ہے؟ لیکن دفت نظر کے بعد بیرواضح ہوتا ہے کہ بیراہ سیر إلی اللہ کی سب سے آسان راہ ہے۔

بندے کی غلامی تصوف کا پہلاسبق ہے، یہ بات توسب کومعلوم ہے، لیکن ہر بندے کی غلامی تصوف میں جائز بلکہ واجب ہے جو پیچے معنوں میں خدا کا بندہ ہو۔ یہ دوسری بات عام طور پرلوگوں کومعلوم نہیں ہوتی، جس کے سبب تصوف کے تعلق سے عام لوگوں کوا جنبیت یا بدگمانی پیدا ہوجاتی ہے۔ جب آپ کی تلاش وجستجو اور تحقیق و بحث کے بعد کوئی ایسا تخص مل جائے جو واقعی خدا کا بندہ ہو، جس کا جینا مرنا صرف خدا کے لیے ہو، تو آپ بھی اس کی غلامی میں لگ جائے، غلامی ایسی ہو جسے فنائیت کہا جائے، جس کے بعد خود بہ خودوہ ساری چیزیں آپ کی ترجیحات ہیں۔

بدگیفیت بہتمام و کمال پیدا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ شخ سے عشق ہو، عشق کے بعد بندگی بندگی نہیں رہ جاتی ، زندگی بن جاتی ہے۔ عشق کی آگ جس قدر تیز ہوتی ہے، بندے کی انا، ہوں اور ا تباع نفس اسی تیزی سے خاکستر ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد مستر شدمر شد کے آئیے میں اتر کر یکبارگی آئیئہ حق میں اتر جاتا ہے۔ یہ بات بالکل الی ہی ہے جیسے پانی صاف ہواور اس کا تموج رک جائے توسطے زمین نمایاں ہوجاتی ہے، یا جیسے ایک آئیئے کو دوسرے آئیئے کے بالمقابل کر دوتو دوسرے آئیئے کی صورت پہلے آئیئے میں جلوہ گر ہوجاتی ہے، یا جیسے آئیئے کا ایک رخ آفاب کی طرف ہواور دوسر آ آپ کی گا ایک رخ آفاب کی طرف ہواور دوسر آ آپ کی ٹاہول کی طرف ہوتا ہے۔ یہ مشکل ہوتا ہے، جیسے آفاب پر نظر کرنا ہوتا ہے۔

•••••

فنافی اللہ ہونے کے لیے فنافی الرسول ہونا ضروری ہے اور فنافی الرسول ہونے کا سہل ترین راستہ فنافی الشیخ کا راستہ ہے۔ یہ فنائیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب شیخ سے عشق ہو۔ ان تناظرات کی تفہیم کے بعد سے جھنا مشکل نہیں ہوگا کہ آخر کیوں اہل تصوف کے یہاں عشق کی اتن اہمیت ہے۔ جب بات عشق کی آئی تو سے بھتے میں بھی تامل نہیں ہوگا کہ جس سے عشق ہوتا ہے، اس کی ہرچیز پیاری ہوتی ہے۔ اس سے منسوب ہرشے سے پیار ہوتا ہے۔ شہر کیلی سے بے رغبتی کے ماتھ عشق کی آئی کا وعوی محض ایک ہوس کا فریب ہے۔ اس لیے مدعیان عشق کو یہ بات سجھنا چاہیے۔ ساتھ عشق کی آئی گئی تو سلطان عشق حضرت سلطان جی کے عاشقوں کو دیکھ لیں:

الف: امیر خسر وجن کا شار تاریخ ہند بلکہ تاریخ عالم کے عباقرہ (Geniuses) میں ہوتا ہے، آپ سلطان المشائح کے عاشق بلکہ ان کے عاشقوں کے سلطان ہیں۔ خود مقام مجبوبی پر فائز شھے۔ ایک مخص نے کہا: حضور جس نظر سے آپ خسر وکود کھتے ہیں وہی ایک نظر مجھ پر بھی ڈال دیں۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگ خسر وکوہ کھتے ہیں وہی ایک نظر مجھ پر بھی ڈال دیں۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگ خسر وکوہ کھتے ہیں وہی ایک نظر میں آئے تو وفات ہو وفت امیر خسر و خطۂ بنگالہ گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو وفات ہو ایس آئے تو وفات کے وقت امیر خسر و خطۂ بنگالہ گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو وفات کے وقت امیر خسر و خطۂ بنگالہ گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے دی

جامه دران،چشم چکان ،خون دل روان

ب: مولانا وجیہ الدین یوسف سلطان المشائ کے اولین خلفا میں سے ہیں۔مولانا برہان الدین غریب انہی کے واسطے سے بارگاہ مجبوب اللی میں پہنچے تھے۔سیر الاولیا میں ہے کہ ایک بارآ پ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں جارہے تھے،اسی اثنا میں خیال گزرا کہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں سر کے بل چلنا شروع کردیا اور ایسی حالت طاری ہوگئی کہ بالکل بے خود ہوگئے۔

ی: ایک واقعہ مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہ کا بھی دیکھیے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے انہیں حافظ حدود شریعت وآ داب طریقت لکھا ہے۔ وہ فقہ واصول اور خو و بلاغت کے مرتبهٔ امامت پر فائز تھے، اس کے باوجودا پنے شیخ مخدوم شاہ مینا قدس سرہ، جوعلم ظاہر میں بظاہران سے کم درجہ کے حامل تھے، کی محبت واطاعت کا بیحال تھا کہ ایک باراو نچی ایڑوالا جوتا پہن لیا اور پھر فوراً ہی ریہ کہہ کراسے اتار دیا کہ بیمیرے شیخ کی سنت کے خلاف ہے۔

.....

ضرورت مرشد،اطاعت مرشد اور فنائیت فی المرشد بیدامورصرف عوام کے لیے خاص نہیں ہیں، بلکہ علاکے لیے بھی ضروری ہیں۔اگر چیلم کتاب وسنت اورعمل وتقویٰ، ہدایت ونجات کے لیے کافی میں الیکن قابل غور ہے کہ کتاب اللہ نے ایمان اور تقویٰ کے بعد وسیلہ الی اللہ طاش کرنے کا حکم دیا ہے: یَا اَیُّیْ الَّذِینَ آمَنُوا النَّهُ وَالنَّهُ وَالْبَتَعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ -اب جن اہل علم کے زدیک توسل بالصالحین جائز ہے، گویا انہیں علم وتقویٰ کے بعد بھی مرشد کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں دوسری بات وہ ہے جسے مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہ نے جمع السلوک میں لکھا ہے کہ کا اللہ ہوں کے بعد اگر چہ عقلاً مرشد کی حاجت نہیں رہ جاتی ہیک عملاً اس کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اس پرامت کا توارث وتواتر ہے۔ یہی فطرت کا اصول ہے۔ یہی سنت الہیہ ہے۔ خدا چاہتا تو براہ راست لوگوں کو ہدایت دے دیتالیکن میں ہدایت، اس نے خاص بندوں کے وسیلے سے رکھی۔

دوسری بات میہ ہے ک^{علم} ہالکتاب والسنۃ الگ شے ہے اورعمل بالکتاب والسنۃ الگ شے۔ بیداس وفت بہآ سانی پیدا ہوجا تا ہے جب کس صالح کی صحبت ومعیت میسر آ جائے ،ورن^{علم} کے بعد بھی فجو راور بےعملی معلوم ومشاہد ہے۔

تیسری بات بیہ ہے کہ علم بالکتاب والسنۃ کے بعد بھی مرشد ومر بی کی حاجت اس لیے ہے کہ پیملم آدمی کو بسااوقات انااور خود سری کی طرف دھیل دیتا ہے۔ اس انااور خود سری سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو بسااوقات انااور خود سری کی طرف دھیل دیتا ہے۔ اس انااور خود سری سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کسی صالح بندے کے سامنے سپر انداز رہے۔ بیسپر اندازی اسے تواضع کی دولت بخشی گی دولت میں علم و مضل کے آفتاب وہ او تاب ہوتے ہوئے بھی اکابر علیا، خاک نشیں صوفیہ کے سامنے جبیں سائی کرتے مصل کے آفتاب وہ اور شس تبریزی اور مولانا نظام الدین فرنگی محلی اور شاہ عبدالرزاق ہانسوی کے واقعات ہماری علمی تاریخ کے استثنائی واقعات نہیں ہیں۔ ان نظام والدین فرنگی محلی اور شاہ عبدالرزاق ہانسوی کے واقعات ہماری علمی تاریخ کے استثنائی واقعات نہیں ہیں۔ ان نظام والدین دی سے ہماری روایت بھری پڑی ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ بھی ہمارے سامنے ہیں جن کے لیے علم ، تجاب اکبر ثابت ہوا اور انانیت اور خود پسندی میں ایسے ڈوب کہ سواد اعظم کی جمعیت کو منتشر کردیا۔ اس سیاق میں حیرت ان پر ہوتی ہے جوعلم وتقوئی کی راہ میں چندقدم چلتے ہی ایسے قانع ہوجاتے ہیں جیسے خود ہی مولائے روم بھی ہوں اور خود ہی شمس تبریزی بھی۔ بیروش حلم کی جگہ کبر ، تواضع کی جگہ خود سری ، توسع کی جگہ تشد داور امن کی جگہ جنگ کی کیفیت پیدا کردیتی ہے۔ المحقصر! بیٹ بچے بھی ہو، تصوف کا منہج منہیں ہے، تصوف کا منہج سے استحد اللہ تعدد کا منہج بقول ذہیں شاہ تا ہی ہیں ہے:

دیوانہ بن جانے سے بھی، دیوانہ ہونا اچھا ہے دیوانہ ہونے سے اچھا، خاک در جانانہ بن جا خاک درجاناناں کیا ہے اہل دل کی آگھ کا سرمہ شمع کے دل کی ٹھنڈک بن جا،نوردلِ پروانہ بن جا

تصوف کا کام جوڑ ناہے، توڑ نانہیں۔اس سیاق میں حضرت مولا نا کا پیشعراہل تصوف کا دستورالعمل ہے:

تو براے وصل کردن آمدی نے براے فصل کردن آمدی

لیکن موجودہ متصوفین سے اس تناظر میں دوسوالات مسلسل کیے جارہے ہیں۔ان میں دسال کیے جارہے ہیں۔ان میں جو سے ایک سوال نارواہے، جب کہ دوسرایقیناً رواہے۔نارواسوال بیہے کہ موجودہ متصوفین میں جو حضرات اپنے اس اصول پر قائم ہیں، انہیں صلح کلی کا طعنہ دیا جارہا ہے اوراس روش سے بازآنے کی دعوت دی جارہی ہے ۔حقیقت بیہے کہ اہل تصوف کو ترک صلح کل کی دعوت وسیح تناظر میں ترک تصوف کی دعوت ہے۔نامساعد حالات واشخاص کے ساتھ صبر ورواداری اورخدمت و محبت ترک تصوف کی حدوجہد، قانون کی جگہ اخلاق کی حکمرانی ہی اہل تصوف کا طرم امتیاز ہے۔اگر بیہ حضرات بھی اس روش کو ترک کر کے قانون اور فقیم بانہ روش اختیار کرلیں تو پھروہ حقیقت میں صوفی رہے ہی نہیں، وہ تو فقید بن گئے۔

عام متصوفہ سے ایک دوسراسوال جے میں روا کہتا ہوں ، یہ کیا جارہا ہے کہ کیا واقعی آج وہ وصل کا کام کررہے ہیں؟ صوفیہ آج امت کو جوڑنے کا کام کررہے ہیں یا توڑنے کا کام کررہے ہیں؟ بالحموم صوفیہ نے خدمت ، محبت ، برداشت ، رواداری اور صلح وآشی کا اپنامشرب باقی رکھا ہے ہیں؟ بالحموم صوفیہ نے کیسویں صدی کے دوسرے میں خاص طور سے بیظا ہرہ سامنے آیا ہے کہ اہل تصوف مائل به تشدد ہوگئے ہیں ، اگر چہ بیہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ یہ بھیا نک منظر جو ہماری نگا ہوں کے سامنے ہے ، وہ اچا نک پیدا نہیں ہوگیا ہے ، اس کی جڑیں چھپلی صدی سے بھاری نگا ہوں کے سامنے ہے ، وہ اچا نک پیدا نہیں ہوگیا ہے ، اس کی جڑیں پیچسلی صدی سے پیوست ہیں ، تاہم یہ بات اپنی جگہ واقعہ ہے کہ موجودہ حالات میں متصوفین کے اندر تشدد کا رجحان بیوست ہیں ، تاہم یہ بات اپنی جگہ واقعہ ہے کہ موجودہ حالات میں متصوفین کے اندر تشدد کا رجحان کی حوصلہ شکنی ضروری ہے اور خود متصوفین پرواجب ہے کہ وہ ای کہ جہاں تشد دہو وہاں تصوف کے لیے کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی ۔ سے تصوف کا جانا ہے ؛ کیوں کہ جہاں تشد دہو وہاں تصوف کے لیے کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی ۔

ابل تصوف مائل بہ تشدد کیوں ہوئے ہیں؟ یہ ایک بڑا سوال ہے جس کا جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے پس پر دہ عوامل ومضمرات کی دریافت کے بعد ہی اس مرض کا علاج ممکن ہوسکے گا۔ ہمارے نز دیک اس کے چنداساب ہیں: الف: مارکسزم کی عالمی سطح پرشکست وریخت کے بعد سرمایہ دارانہ نظام عالمی مقتدرہ پر جلوہ نما ہوتا ہے۔اس مسلم دنیا میں اپنے من کی حکمرانی کے لیے رصد کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے لیے اسے وہابیت سے متاثرہ جھے سے افراول جاتے ہیں۔رفتہ رفتہ یہی افراواس کے حق میں آزار بن جاتے ہیں اور اب اسے ایک متبادل جھے کی تلاش ہے، جو وہابیت سے اپنا صدسالہ انتقام لے سکے۔اب یہ جھاجب اپنے بال و پر نکالتا ہوا از سرنومیدان میں آرہا ہے، جذبہ انتقام اور جوش رومی طبحاً سے مائل بہتشدد کیے جارہا ہے۔

ب: اسلامی مکاتب فکر میں خار جی فکر کی خاصیت اپنی رائے پرختمی اصرار اور دوسروں کا کلی رووا نکار ہے، جو بالآخر تکفیر امت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اہل تصوف کوصدی و وصدی سے پچھ اس فتم مسلسل نے مصوفین کے بیان مسرکولبریز کردیا اور بالآخر وہ بھی رقمل کا شکار ہوکراسی روش پرچل پڑے۔ مصوفین کے بیان مسرکولبریز کردیا اور بالآخر وہ بھی رقمل کا شکار ہوکراسی روش پرچل پڑے۔

سطویان کے پیائے مسلم مخالف طاقتوں کو معلوم ہے کہ مسلم امت کواس کے پیغیبر نے '' نبیان مرصوص''
بنادیا تھا۔ آئییں یہ بھی معلوم ہے کہ اس بنیان مرصوص کواس وقت تک فتح نہیں کیا جاسکتا ، جب تک
اس کے اندر گہر سے شگاف نہ پیدا کر دیے جا تھیں۔ اس مقصد کے پیش نظر مسلم مخالف قوتیں ہر عبد
میں اپنا کام کرتی رہیں ۔ موجودہ عہد میں جوانہوں نے نیا کیا ہے وہ یہ ہے کہ اہل تصوف جن کا اب
تک کا شغل ، امت کی کہنہ دیوار کی مرمت واصلاح رہا ہے، آئییں بھی تفریق ، تنفراور انہدام داخلی
کے عمل میں مشغول کردیا۔ اب اس کے مظاہر صاف طور سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

د: مرورا یام کے سبب ، نور چراغ مصطفوی سے دوری ہوتی جارہی ہے۔ اس دوری کے ساتھ اہل تصوف کے دلوں کا چراغ بھی مرحم ہوتا جارہا ہے۔ ہرکام میں شہل پسندی کے بڑھتے رجمان کے سبب صوفیہ کے اپنے کام ، عشق وجنوں میں بھی شہل پسندی آئی ہے۔ اب ان کے بیہاں بی شخرف فکر رائخ ہوتی جارہی ہے کہ شمع عشق کوفر وز ال رکھنے کے لیے اشک ندامت بہانے اور خون ول نچوڑنے کی حاجت نہیں ہے ، بلکہ محرم کا مالیدہ ، ربیع الاول کا جلوس ، ربیع الثانی کا توشہ اور رجب کی دیگ ہی کی حاجت نہیں ہے ، بلکہ محرم کا مالیدہ ، ربیع الاول کا جلوس ، ربیع الثانی کا توشہ اور رجب کی دیگ ہی کا فی ہے۔ اس انداز سے عشق کی جب پرورش ہوگی توعشق کے علاوہ سب کچھ باتی رہے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ دلوں سے جب عشق نکاتا ہے تو لاز مااس کی جگہ نفر ت ، دوئی اور شدت پیندی لے لیتی ہے۔ ان سارے اسباب وعوامل کا نتیجہ کیا نکلا ؟ ان کا نتیجہ بیدنکلا کہ سلم امت کا بنیان مرصوص اوٹ کر بھھر گیا۔ شیعہ۔ سنی منافرت پہلے سے قائم تھی ، وہانی ۔ صوفی سردوگرم جنگ پہلے سے بیا ٹوٹ کر بھھر گیا۔ شیعہ۔ سنی منافرت پہلے سے قائم تھی ، وہانی ۔ صوفی سردوگرم جنگ پہلے سے بیا

تھی،ابخوداہل تصوف بھی داخلی سطح پر حچوٹے چھوٹے موضوعات ومسائل پر دست وگریباں ہو

گئے ۔ گڑے مردے اکھاڑ دیے گئے اور جو نتیوں میں دال بٹی جانے لگی۔

.....

سرپرست مجلہ الاحسان واعی اسلام شخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محری صفوی حفظہ (اللہ ورود اسی مشن کے لیے وقف عصر حاضر میں احیائے تصوف کے مشن پر مامور ہیں۔ان کا شب وروز اسی مشن کے لیے وقف ہے۔ اس کے لیے سوچنا بمنصوبہ بندی کرنا،افر اوسازی کرنا،افراط وتفریط کے بچ اعتدال کی راہ در یافت کرنا،تصوف کی حقیقت،مبادیات،مسائل اور مراسم کے فروق کو واضح کرنا، گڈیڈ مفاہیم کی تصحیح کرنا،تصوف میں ورآئے بگاڑ کی اصلاح کرنا اور تصوف کے فقد ان کے سبب اہالیان شریعت میں پیدا کچ روی، بے اعتدالی، وین سے دوری، مقاصد شرع سے لا پروائی اور اہداف امت سے بین پیدا کچ روی، بے اعتدالی، وین سے دوری، مقاصد شرع سے لا پروائی اور اہداف امت سے بین نیزی جیسے امراض کی تشخیص اور ان کے علاج کے لیے علمی وملی کوشش کرنا اور ان تمام مراحل میں تدریخ، حکمت اور امکانات پر نظر رکھنا شیخ کی دعوت کے امتیاز ات و خصائص ہیں۔

شیخ کی دعوت کے مختلف رنگ کودرج ذیل نمایاں خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف: حقیقت احسان کی دعوت: شیخ کا ماننا ہے کہ تصوف، احسان سے عبارت ہے اور احسان؛ ایمان واسلام میں مزید بہتری، حسن اور کمال پیدا کرنا ہے۔ بیدسن اس وقت پیدا ہوگا جب ہم اسلام اور ایمان کے بنیادی نقاضوں پر بداحسن وجوہ عمل کریں۔ ایمان باللہ، ایمان بالسرسول اور ایمان بالآخرۃ سے سینے کوآباد کریں، تمام محرمات قطعیہ سے بچیں اور فرائض وواجبات بالرسول اور ایمان والم میں جس قدر نکھار آتی جائے گی تصوف کا اجالا بھیلتا جائے گا۔

ب : شیخ کی وعوت کا بنیا دی نکته احکام ایمان و کفر میں متکلمین کے اصولوں کوزندہ کرنا اور ان کی پاسداری کرنا ہے، تا کہ امت عصر حاضر میں تکفیر وتضلیل میں عجلت پیندی اور سہل انگاری کے مرض سے نجات پائے۔ اس طرح وہ فقہا کے اصول واحکام اور مدارج احکام پرلوگول کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ دین بحیثیت مجموعی اگرچہ ایک کل حقیقت ہے، لیکن فقہا نے فرض ، حرام ، واجب ، مکروہ تحریکی ، مستحب ، مکروہ تنزیبی اور مباح کی جو درجہ بندی کی ہے، وہ بہت فرض ، حرام ، واجب ، مکروہ تحریک اسلام عصر حاضر اہم ہے۔ اس سے احکام وین میں اہم فالا ہم کی ایک ترتیب بن گئی ہے۔ اہل اسلام عصر حاضر میں جو بہت زیادہ تصادم اور تنزل کا شکار ہیں ، اس کی وجہ بیٹیں کہ ان کی نظر احکام پر نہیں ہے، ملکہ اس کی وجہ بیٹیں کہ ان کی نظر درجات احکام پر نہیں ہے۔ وہ واجب کوچھوڑ کر مستحب کے لیے جو ام کا ارتکاب کررہے ہیں۔

ج: شیخ کی ترجیحات میں نُصوف کی حقیقت پر اہل تصوف کو متوجہ کرنا ، مراسم تصوف کے جواز کے ساتھ مقاصد تصوف پر نظر رکھنا ، عشق اللہی ، عشق رسول اور عشق مرشد کی شمع روثن کرنااور اطاعت کے روغن سے اس کی بقا اور حفاظت کا سامان کرنا بھی شامل ہے۔ شیخ چاہتے ہیں کہ اس

زاویے سے اہل تصوف بھی سوچیں اور دوسر ہے بھی اسی زاویے سے تصوف کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ جب بیشمع روثن ہوگی تو پوری امت میں ہی نہیں، پوری دنیا میں اجالا بھیلے گا؛ محبت کا اجالا ،اطاعت کا اجالا ، تواضع اور انکسار کا اجالا ،امن وامان کا اجالا اور ہدایت اور انسانیت کا اجالا۔

•••••

حضرت شیخ نے اپنے ان مقاصد کوزمین پرا تارنے کے لیے ایک ساتھ عشقی علمی 'تعلیمی ، تربیتی اوراخلاقی انقلاب چھیڑر کھا ہے۔

ان کی خانقاہ اور ان کی عرفانی مجالس تربیت ان کے شقی انقلاب کا گہوارہ ہیں۔ان کا جامعہ عارفیہ، ان کے تعلیمی انقلاب کا مرکز ہے، جب کہ خانقاہ میں قائم شاہ ضی اکیڈی ان کے علمی انقلاب سے عبارت ہے۔ مجلہ الاحسان اکیڈی کا اہم علمی استعارہ ہے۔ بیخانقاہ عارفیہ کا ترجمان اور تصوف کا عام رسالہ ہیں، بلکہ شیخ کے وسیح احیائی انقلاب کا علمی بخقیقی اور دعوتی آرگن ہے۔ شیخ کی کلی سرپرتی عام رسالہ ہیں ایک علمی ٹیم کے ساتھ یہ مجلہ اپناعلمی و تحقیقی سفر جاری رکھے ہوا ہے۔ اپنے مشن میں بیہ مجلہ کتا کا میاب ہے اور اپنی منزل سے ہم کنار ہونے کے لیے اسے مزید کیا کچھ کرنا ہے، اس سلسلے میں ایس ایک علم کے گراں قدر مشوروں اور ان کی توجیہات و ہدایات کا انتظار ہے گا۔

.....

مجلہ الاحسان خلاف معمول ایک ماہ کی تاخیر سے قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ خانقاہ عالیہ عارفیہ میں ہرسال ۲۱ررئچ الثانی کومحبوب سجانی اورمحبوب الہی کے عرس کی مناسبت سے یوم غزالی کے نام سے طلبہ جامعہ عارفیہ کا ایک وینی علمی تغلیمی مسابقاتی ہفتہ منعقد ہوتا ہے۔اسی موقع پرمجلہ الاحسان کی رونمائی عمل میں آتی ہے۔افسوس کہ اس بارہم وقت پراسے نہیں لاسکے۔

بہرکیف!ہمیں اس کا بہت زیادہ افسوں اس لیے نہیں ہے؛ کیوں کہ تاخیر کے سبب بی مجلہ
'' دیر آید درست آیڈ' کا مصداق بن گیا ہے۔اس عمومی تحسین سے صرف راقم کا مقالہ مشنیٰ ہے؛
کیوں کہ وہ دیر سے نہیں آیا تھا اور جب دیر سے نہیں آیا تھا تو غالب گمان یہی ہے کہ درست بھی
نہیں آیا ہوگا۔فیصلہ قارئین کے حوالے۔

اس بارمجله ۲ مختلف ابواب پرمشمل ہے؛ بادہ وساغر، بادۂ کہنہ، تذکیر، تحقیق وتنقید، زاوییہ اور کمتوبات ''بادہ وساغ'' میں دوغزل شامل ہیں۔ ایک سر پرست مجله حضرت داعی اسلام شخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ کی ، جب کہ دوسری اقبال اکیڈمی لا ہور کے سابق چیئر مین جناب احمد جاوید صاحب کی بہلی غزل کامطلع ہے: اعجاز جنول ہے مستی میں سر دریامیں ،تن شتی میں دوسری غزل کا مقطع ہے:

كيسامواج بيراب برآب آج خودكواس مين دلو ليجي

مطلع سے مقطع تک ہرشعرعشق وجنون ،شعریت ورمزیت اور فنیت وصوفیت کا اعلیٰ شہ کار ہے۔امید ہے کہ قارئین ہرشعر سے حظ وافر اٹھا ئیں گے۔ بڑوں کے کلام پراس سے زیادہ کلام کرنا ،اپنے سرکوتن سے جدا کرانے اور اسے موج بحر بلامیں ڈبونے کے ہم معنی ہے۔

''بادہ کہن' میں مخدوم گرامی حضرت حسن سعید صفوی نے مخدوم سید نظام الدین شیخ البدیہ خیرا بادی قدس سرہ کے ایک مختصر رسالۂ تصوف'' نوشۃ نام'' کوایڈٹ کر کے تعارف، ترجمہ اور تحقیق کے ساتھ شامل کیا ہے۔ گذشتہ شارے میں موصوف محترم نے شیخ علم الدین سہرور دی نبیرہ حضرت بہاء الدین ذکر یا مانانی کے ایک مختصر رسالہ'' وکر بالحبہ'' کوایڈٹ کر کے مجلہ الاحسان میں ایک نئی طرح ڈالی متحی ۔ اہل علم نے اسے کافی سراہا تھا، اب اس کی دوسری کڑی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تصوف کے مجمع اس کے دوسری کڑی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تصوف کے مجمع سے دوسری کر میں کے کہ قارئین کو پہندا کے گا۔

اس کالم میں دوسری تحریر شیخ عبدالتی محدث دہلوی کی'' فقہا اور صوفیہ کے مابین متفق علیہ اصول'' کے زیرعنوان ہے۔ یہ تحریر شیخ کی معر کہ آرا کتاب مرج البحرین سے لی گئے ہے۔ ترجمہ، تحقیق اور تحشیہ کا کام شاہ صفی اکیڈمی کے جواں سال اسکالرمولا نا حمادرضا مصباحی نے انجام دیا ہے۔ موصوف قابل مبارک بادبیں کہ انہوں نے پوری کتاب پراپنا کام ممل کر لیاہے، جوعنقریب اکیڈمی سے شائع ہوکر منظر عام پرآیا چاہتی ہے۔

لا ہور کی ہے۔ یہ تحریر دراصل ان کی ایک علمی مجلس کا بیانیہ ہے جسے انہوں نے ریکار ڈرکی مددسے نقل کرا کے مجلہ الاحسان کے لیے بھیجا ہے۔ علم وادب، فکر وفن اور تصوف وفلفہ کے حوالے سے ان کی شخصیت منفر داور نمایاں ہے۔ جمعہ کومنعقد ہونے والی ان کی علمی مجلس بھی انتہائی منفر داور دل آویز ہوتی ہے۔ پیش نظر بیانیہ میں انہوں نے مذہبی معاشر ہے کا جوا خلاقی احتساب کیا ہے، وہ بھی ایک ساتھ دل ود ماغ دونوں کواپیل کرتا ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس کالم کی آخری تحریر مولانا امام الدین سعیدی کی ہے۔انہوں نے توکل کی حقیقت و معنویت کو آسان کیکن عالمیانہ لب ولہجہ میں پیش کیا ہے۔ چوں کہ موصوف کی شخصیت خود بھی توکل کی آئینہ دار ہے،اس لیے مضمون میں سادگی کے ساتھ گہرائی پیدا ہوگئ ہے۔موصوف حضرت داعی اسلام کے تربیت یافتہ اور جامعہ عارفیہ کے سابق استاذ ہیں اور فی الوقت جامعہ چشتیہ ردولی، لیونی میں تدریبی واصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

'' تحقیق و تنقید'' کا کالم الاحسان کا سب سے اہم کالم ہوتا ہے۔اس بارجی بیکالم حسب سابق شایان شایان شان ہے۔اس میں کل ۹ رمقالات شامل ہیں۔ پہلا مقالدادو کے معروف صحافی اور صاحب نظر قالم کار جناب احمد جاوید صاحب کا ہے، جوروز نامہ انقلاب پٹنہ کے دیریئر نٹ ایڈیٹر ہیں اور اس سے قبل روز نامہ ہندوستان ایکسپر لیس اور ہفت روز ہؤی دنیا، دبلی کے مدیر اور کالم نگار ہو پی اور اس سے قبل روز نامہ ہندوستان ایکسپر لیس اور ہفت روز ہؤی حیار دبلی کے مدیر اور کالم نگار ہو پی سے ووفی دل اور سلم د ماغ بھی رکھتے ہیں۔ پیش نظر ان کی فکر انگیز علمی تحریر'' اکیسوی صدی میں تصوف کی اہمیت و معنویت' میر سے دعو ہیں۔ پیش نظر ان کی فکر انگیز علمی تحریر کے دریعے انہوں نے نہا ہی ہے کہ تصوف کو بھی احتساب نفس اور اصلاح احوال نہیں کے مرف مخالفین تصوف کو دعوت فکر دی ہے، بلکہ مدعیان تصوف کو بھی احتساب نفس اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ تصوف اکیسویں صدی کے زہر کا تریاق ہے ہیکن افسوس کہ اس کی فرونظر کو بھی مہمیز افسوس کہ اس کی گرونظر کو بھی مہمیز افسوس کہ اس کی کو شش کی ہے، جو مسلمانوں کے تمام ترصوفیانہ مراسم کو الف سے یا تک شرک و بدعت قرار دیتے نہیں تھتے ، لیکن دوسری طرف' یوگا'' جیسی ہندو تہذ ہی علامات کو پشم سریر سجار ہے ہیں۔ دیتے نہیں تھتے ، لیکن دوسری طرف' یوگا'' جیسی ہندو تہذ ہی علامات کو پشم سریر سجار ہے ہیں۔ دیتے نہیں تھتے ، لیکن دوسری طرف' 'یوگا'' جیسی ہندو تہذ ہی علامات کو پشم سریر سجار ہے ہیں۔

صوفی تَخَلَقُوا بِأَحَلَاقِ اللهِ كَامَظْمِ ہُوتا ہے۔اس لیے وہ پوری خلق خدا كَا خيرخواہ ہوتا ہے۔وہ زمین کی تواضع اختیار کرتا ہے اور سب کواپنی پلکول پر بٹھا تا ہے، بارش کی سخاوت اختیار کرتا ہے اور بلاتفریق سب کوسیراب کرتا ہے۔اس کے پاس کل ایک ہی تلوار ہوتی ہے،اخلاق کی تلوار، جس کے سامنے ہرمغرور کی پیشانی جھکتی نظر آتی ہے۔صوفیہ کا یہی طرۂ امتیاز ہے،جس کے سبب ان

کے سے کد سے میں ہمیشہ خاتی خدا کا ہجوم رہا ہے۔اس وصف کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھاجا تارہا،
اس عہد میں بھی جب یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی اور معاشر سے پر فقہا کا کلی کنٹرول تھا۔ آج
جب کہ نہ مسلمانوں کی حکومت رہی اور نہ ہی فقہا کا کنٹرول، دوسری طرف حربی کفار کے تعلق سے
فقہا کے فقاوی سے متعلق غیر مسلموں کے سوالات آج بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ بیودت تھا کہ اس
حوالے سے صوفیہ کی رواداریوں اور خوش خلقیوں کو بطور مثال اور بصورت جواب پیش کیا جاتا،
مگرافسوں کہ ایسے حالات میں بھی ہمار سے ذہبی اشرافیہ کے ایک مخصوص طفقے کی طرف سے مسلسل
صوفیہ کے مشرب صلح کل کی مذمت ہورہی ہے۔ صلح کلیت کو صلالت و بد دینی کے متباول کے بطور
استعمال کیا جارہا ہے۔(۱) ایسے پر آشوب ماحول میں ضرورت تھی کہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن
سلوک اور معاملات کے تعلق سے اسلام کے بنیادی نقطہ نظر کو کتاب و سنت اور فقہ سیرت کی روشنی
میں بلاکم وکا ست پیش کیا جاتا ۔ جامعہ عارفیہ کے فاضل استاذ مولانا مجمد ذکی قابل مبارک باد ہیں،
میں بلاکم وکا ست پیش کیا جاتا ۔ جامعہ عارفیہ کے کوشش کی ہے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ اس بحث
کیشنہ پہلوؤں کی نشان دہی فرمائیں تا کہ یہ بحث آگے بڑھے اور مکمل ہو۔

'' کلام صوفیہ کی رمزیت اور معنی آفرینی' کے عنوان سے جامعہ ملیہ اسلامیہ ہیں دراسات اسلامی کے استاف الاحسان کے دیرینہ قلم کارڈاکٹر مشاق تجاروی صاحب نے داد تحقیق دی ہے۔ صوفیہ کی مصطلحات سے نا آشاحرفیت پہندنا قدین تصوف کے علاوہ ارباب زبان وادب کے لیے بھی اس مخضر مقالے میں بہت کچھ ہے۔ آخر میں مقالہ نگار نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:
''اس کاوش نا تمام کا حاصل ہے ہے کہ صوفیہ کرام کے روحانی تجربات کی تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لیے جو اہمیت ہے ، وہ اپنی جگہ کیکن زبان و بیان کے اندر

(۱) پر حضرات اپنے مدعا کے اثبات میں کہتے ہیں کہ صلح کل ؛ حق اور باطل کی سیجائی اور ایمان اور کفر کی ہم نوائی کا نام ہے۔ پر حضرات اپنی اس غلط تعبیر کوصوفیہ کے مشرب صلح کل کے خلاف بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کے مان استدلال کے جواب میں وہی کہیں گے جوسید ناعلی مرتضلی نے خوارج کے استدلال : إن الحق کھ إِلَّا لِللّه کے جواب میں کہا تھا: کَلِيمَةُ حَقِي اُدِيدَ بِهِ البَناطِلُ بِبات برحق ہے، مراد باطل ہے۔ صوفی نہ نہ کہ اباحت پہند کفر اور ابل باطل کے ساتھ اخلاق اور دوا داری کے ساتھ ضرور پیش آتا ہے باطل کو ہرگز دوست نہیں رکھتا ، ہال! اہل گفر اور ابل باطل کو ہی اس نظر اور یہی ورحقیقت مشرب صلح کل ہے۔ صوفیہ ایسا اس لیے کرتے ہیں کیوں کہ وہ اہل گفر اور اہل باطل کو ہی اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ وہ خاتی خدا ہیں اور ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ العَداقُ کُلُفِهم عَیالَ اللهٰ (پوری مخلوق اللہ کا کنہ ہے) اور اس لیے بھی کے مائے میں کہ وہ انشین ہوتے ہیں۔

وسعت پیدا کرنے میں بھی ان تجربات اور ان کے اظہار نے مؤثر کردار ادا کیا ہے۔اگر اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو اس سے زبان اور اظہار ادا کے بہت سے گوشے، نئے مفاہیم کی صورت میں جلوہ گر ہول گے۔''

اس صحت مند، عالمانه، تبجزیاتی اورفکرانگیزتحریر پرتجاروی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔اردو د نیامیں اس موضوع پر مزید بحث ونظر کی ضرورت ہے۔ کاش! کوئی صاحب اس بحث کوآ گے بڑھا نمیں۔ مجلهالاحسان کے امتیازی قلم کارفاضل گرامی محترم مولانا محدضیاءالرحمات یمی کی عالمیانہ تحریریں اول روز سے قابل ذکر رہی ہیں۔تصوف کے علق سے حافظ ابن جوزی، ابن تیمید، ابن قیم اور قاضی شوکانی کے مواقف ورجحانات کو یکے بعد دیگرےان کے بنیادی مصادر سے پیش کر سے ہیں،جس پر انہیں تحسین و تنقید ہر دوکا سامنار ہاہے۔اب انہی شخصیات پر دوبار ہ کھے رہے ہیں اور تصوّف کے خلاف ان حضرات کی تحریروں کا محققانہ تنقیدی جائزہ لے رہے ہیں۔ تازہ شارے میں حافظ ابن جوزی کی تلبيس ہلیس کی تلبیسات کوموضوع بنایا ہے اور متعدد داخلی وخار جی جہات سے اس کے علمی ،فنی متنی اور نفسیاتی تجزبیرکی کوشش کی ہے۔اللہ کرے کہان کا بیبلسلہ بھی حسب سابق بہسن وخو لی کمال آشنا ہو۔ ساع مزامیر کا مسکله اگر چه ایک فروعی مسکله ہے، مزیدیہ که بازار میں اس پر متعدد کتابیں موجود ہیں،مگراہام غزالی کی احیاءالعلوم اورعلامہ زرادی کی کشف القناع کے سواکوئی اور کتاب مجھے نظرنہیں آئی جس میں اعتدال وانصاف کے ساتھ اصولی اورعلمی جہت سے اس مسئلے کی تفہیم کی گئی ہو،خُصوصاً اردومیں جو کتابیں ہیں ،ان سے صرف کسی ایک فریق کی وکالت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری طرف عوامی اور' نیم عوامی' علقے میں اس مسلے پر بہت زیادہ شور وغوینا اور تشدد ہے۔ انہی وجوہات کے پیش نظر چندسالوں قبل راقم السطور نے اس موضوع پرایک مفصل تحقیقی کتاب لکھنے کا آرادہ کیا اور اس کی ابواب بندی کی۔اللہ کا شکر ہے کہ الاحسان کے ہر شارے کے لیے اس کا ایک باب نیار ہوجا تا ہے۔اس سے پہلے کئی جہتوں نسے کھھ چکا ہوں اور مزید لکھنا باقی ہے،اس باراس کا فقہی اور شرع مطالعه حاضر ہے۔ مزامیر چوں کہ مزمور (نغمہ) اور مز مار (آلہ نغمہ) دونوں کی جمع ہے، اس لیے پیشُ نظرشارے میں ہم نے ساع مزامیر بمعنی ساع نغمہ کی فقہی وشری تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے۔اس تحقیق میں ہم کہاں تک کامیاب ہیں،اس کا فیصلہ اہل نظر فرما نمیں گے،البتہ عام قار نمین ئے گزارش ہے کہ ہاع اوات نغمہ کی فقہی وشرع تحقیق کے لیے الگلے شارے کا انتظار فرمائیں ۔

ڈاکٹر عاطف الاکرت استاذ نقد وبلاغت، شعبۂ عربی، جامعہ از ہر، مصر کامقالہ ''اثر التصوف فی حیاۃ الامام محمد عبدہ '' کے عنوان سے مجلہ الاحسان عربی کے چوتھ شارے میں شاکع ہوا۔ کئی جہتوں سے بیمقالہ بہت ہی اہم تھا، اسی لیے مولانا ساجد الرحمٰن شبر مصباحی استاذ جامعہ عارفیہ نے اس کارواں ترجمہ کیا، جسے شامل اشاعت کیا گیاہے۔ شیخ مجم عبدہ کوجد یدمصر کے علمی وانقلابی معمار کے بطور دیکھا جاتا ہے۔ ان کے انقلابی رجحانات اور تجدد پیندی کے سبب عام طور سے آئیس مخالف تصوف بھی سمجھا جاتا ہے، کیکن پیش نظر مقالہ طرفین کو اپنے نقطہ نظر کی اصلاح کی دعوت دیتا ہے، خصوصاً شیخ مجمہ عبدہ کا میہ جملہ: ''جمیس جو کچھ بھی دین فحمتیں میسر آئی ہیں، ان کا اصل سبب تصوف ہے''

حضرت مجدوالف ثانی کے بعدسلسلۂ نقشبند پیمجدویہ میں جوشخصیت تعلمی وروحانی ہروو اعتبارے سب سے زیادہ نمایاں ہوکرسا منے آتی ہے، وہ حضرت مرزامظہر جان جاناں کی شخصیت ہے، جن کے بعداس سلسلے کی ایک نمایاں شاخ مظہر پید کے نام سے ظہور پذیر ہوئی ۔ حضرت مرزا صاحب کی قبر پُر انوار پرانی وہ بلی کی عنگ گلیوں میں منبخ انوار وتجلیات ہے فقیر کا تجربہ ہے کہ خانقاہ کے اندرقدم رکھتے ہی لگتا ہے کہ پرانی ولی ہے جوئی، ہنگا می اور عاجلانہ ماحول سے نکل کر بہت وور کسی و پرانے کے سکوت وسکون کے ماحول میں آگئے ۔ مرزا صاحب کے جانشینوں میں حضرت میں اسک و پرانے کے سکوت وسکون کے ماحول میں آگئے ۔ مرزا صاحب کے جانشینوں میں حضرت نیام علی وہوی، شاہ ابوالحین منہ وارشاہ ابوالحین زید فاروقی، جس کو بھی دیکھیے'' این خانہ ہمہ آقیاب است'' کا مظہر ہے ۔ اس عالی، قدیم، علمی اور زید فاروقی، جس کو بھی دیکھیے'' این خانہ ہمہ آقیاب است'' کا مظہر ہے ۔ اس عالی، قدیم، علمی اور میں کہ بہائی قسط ہے، جو ۲ ہم صفحات پر محیط ہے، دوسری قسط ان شاء اللہ قار تین الگے شارے میں ملک کی بڑی قدیم ملاحظہ فرما تئیں گے ۔ مولانا مجیب صاحب الاحسان کے اول شارے سے ہی ملک کی بڑی قدیم مالاحظہ فرما تیں گئری کی جو بیں ۔ ان کا پیسلسلہ کافی مفید ہے ۔ پہلے شارے میں خانقاہ صفویہ میں خانقاہ صفویہ می کی طرف سے کتابی شکل میں شائع ہو پچی ہے۔ ان کے وارک تاریخ کلی علی تاریخ کی اراپ شا الگ کتابی شکل میں شائع ہو پچی ہے۔ ان کے دان کا ۔ ان شاء اللہ دی گئر میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر سے کتابی شکل میں شائع ہو پکی ہے۔ ان کے دان کے دورک تاریخ کیورک کیا ہو پکی ہو پکی ہو پکی ہے۔ ان کے دورک تاریخ کیورک کیا ہو پکی گئر سالموں کو بھی اکیورک کیا ہو پکی گئر الی کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر سے سے کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ دیا گئر میں شائع کیا جائی گئر کیا کیا گئر کیا گئر کیا گئر کیا گئر کے کو کیا گئر کئر کیا گئر کیا گئر کیا گئر کیا گئر کیا گئر

محتر منوشادعالم چشتی کا مقالہ 'محافل میلا دکا مذہبی ،تاریخی اور ثقافتی مطالعہ 'زینت شارہ ہے۔علامہ نعیم الدین مرادآ بادی کے استاذ مفتی محمد گل خان قادری نے میلا دوقیام کے موضوع پر 'خدید قالعقبی فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ ''کے نام سے مدلل و فاضلانہ کتاب کھی ہے،جس کی اشاعت حال ہی میں چشتی صاحب کی تحقیق ونقذیم کے ساتھ مل میں آئی ہے۔ ان کی نقذیم خودو قیع مستقل کتاب ہے۔قارئین الاحسان کے لیے اس کی تلخیص شامل مجلہ ہے۔ مفل میلاد کا انعقاد چوں کہ اہل تصوف کے مراہم محبت میں سے ایک رہم ہے، جواس وقت پوری دنیا میں اہل تصوف کا نشان امتیاز بنا ہوا ہے۔ یہ موضوع گذشتہ ایک رہم ہے، جواس سے زائد مدت سے زیر بحث ہے۔ اس مقالے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اس بحث کے تاریخی اور ثقافتی مضمرات تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس سے مخطوط ومستنفید ہوں گے۔

'' حقیق و تنقید'' کے کالم میں آخری مقالہ'' صوفی اوب: ایک تاریخی تجزیہ' خود راقم الحروف کا ہے۔ دراصل یہ ہمار سے تحقیقی مقالے'' شیخ سعد خیر آبادی اور فقہ وتصوف میں ان کی خدمات' کے ایک باب کے خمن میں کھا گیا تھا کیکن بہت مفصل ہونے کی وجہ سے تھیس میں صرف اس کے چند نکات ہی شامل ہوسکے مفصل مقالہ پہلی بار نذر قارئین ہے۔ عہد تدوین سے ایتدائی دسویں صدی ہجری تک صوفی اوب کا یہ تاریخی تجزیداس جہت سے منفرد ہے کہ راقم کی دائست کی حد تک اس موضوع پراس انداز ہے اب تک اتنا مفصل نہیں لکھا گیا ہے۔

'' زاویہ''ہر بارکسی بڑنےصوفی کی علمی اوراصلاحی خد مات کے لیے وقف ہوتا ہے۔اس باریہ قرعہُ فال گیار ہویں/ستر ہویں صدی صدی کے ممتاز محدث، فقیہ اورصوفی شیخ عبدالحق دہلوی کے نام ٹکلا ہے۔اس میں ۲ روقع مقالات شامل ہیں، جن میں پہلے دومقالے سوانمی نوعیت کے ہیں، جب کہ آخر کے چارشیخ کی مختلف کتا بوں کے تعارف وتجزیبہ پرمشمل ہیں۔

پہلامقالہ مولاً نارفعت رضانوری کی نوک قلم سے معرضٌ وجود میں آیا ہے، جو مفصل معلوماتی اوردل چسپ ہے۔ ابتدائی شارول سے بھی ہر باروہ کسی شخصیت کی حیات وخد مات پر نفصیل سے لکھتے ہیں اورخوب لکھتے ہیں۔خداکر ہے کہ ان کا پیسلسلہ قائم رہے۔ دوسرامقالہ پروفیسر قمر الہدیٰ فریدی صاحب کا ہے جوشنے محقق کی تحقیقی قصنیفی جہات سے پردہ اٹھایا ہے۔

تیسرا مقالہ ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب کا ہے۔ مخطوطہ شناسی کے حوالے سے نوشاہی صاحب کا نام استعارہ اور استناد بن چکا ہے۔ بزم الاحسان میں ان کی بیر پہلی علمی تحریر ہے۔ اگر چیہ بید مقالہ اس سے پہلے اشاعت پذیر ہوچکا ہے، تاہم الاحسان کے لیے انہوں نے اسے دوبارہ ایڈٹ کیا ہے اور بہت کچھاضا فہ کیا ہے۔ بزم الاحسان میں آپ کا خیر مقدم کیا جا تا ہے۔ امید کہ بیسلسلہ فیض یول ہی جاری رہےگا۔

چوتھا مقالہ پروفیسر مسعود انور علوی کا ہے۔علوی صاحب شعبۂ عربی علی گڑھ کے سابق چیئر مین ہیں، حال ہی میں فیکلٹی آف آرٹ کے ڈین ہیں۔ مجلہ الاحسان اور خانقاہ عار فیہ کے قدیم کرم فرماؤں میں سے ہیں۔ شیخ محق کی کتاب زاد آستین کا خود ہی اردوتر جمہ کیا ہے اور شاکع فرمایا ہے۔ اس جہت سے مذکورہ عنوان پر کھنا یقیناً آپ کاحق تھا، جسے آپ نے ادا فرمایا ہے۔ رفیق گرامی مولا ناغلام مصطفی از ہری کے ملمی تحریروں کا قار کین الاحسان کو ہمیشہ انتظار رہتا ہے۔ اس باراگر چہ انہوں نے شیخ محقق کی ایک کتاب پیمیل الایمان کے تعارف و تجزیہ کو اپنا موضوع بنایا ہے ، مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنی ندرت بیانی اور نکتہ شبنی سے اس کے اندروہ تمام علمی اور فکری جہات پیداکردی ہیں جن کی قار کین کومختر م موصوف سے تو قع ہوتی ہے۔

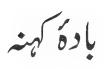
اس کالم کا آخری مقاله ' مرج البحرین: تعارف وتجوییه ' مولانا حماور ضامصباحی صاحب کا ہے۔ کا ہے۔ انہوں نے بھی موضوع کاحق ادا کیا ہے اور کالم کو اعتبار بخشاہے۔

مکتوبات کا کالم بھی حسب سابق اپناعلمی رنگ و آبنگ لیے ہوا ہے۔ پروفیسر کنور محمد یوسف امین کا مکتوب بطور خاص اہم ہے۔ انہوں نے مجلہ الاحسان کومسلمانوں کا کامل ترجمان اور معرضا س بتایا ہے۔ مدارس کوعلوم حق کا واحد محفوظ مسکن قرار ویا ہے جہاں سے حق کے طالبین آج بھی اسے دریافت کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی جدید علم کی ظلمت و جہالت سے انسانیت کی حفاظت کے لیے انہوں نے اہل مدارس کوفلسفہ تعدید محصوصاً فلسفہ اسلامی کی تدریس کی طرف متوجہ کیا ہے اور فلسفہ کجدیدہ جسے وہ انتہائی ناقص فلسفہ خیال کرتے ہیں، تہذیب و تحشیہ کے بعداس کے ضروری حصی کی تدریس کو بھی الے حسوساک کیا ہے۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی نے مجلہ الاحسان کے تمام شاروں کو دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی پر مکتوب'' تصوف پرعلمی جمقیقی و دعوتی مجلہ'' کی تائید و توشیق کی ہے۔ سید سبطین حیدر مار ہروی نے الاحسان کو حلقۂ اہل سنت کے علمی خلاکی بحمیل قرار دیا ہے۔ یہی بات دوسر لے نقطوں میں پروفیسر قمرالہدی فریدی نے بھی کہی ہے۔ جائیں بودہ کل کے جواں سال فکشن نگار جناب سلمان عبدالصمد نے الاحسان کو مشورہ دیتے ہوئے کھا ہے کہ''الاحسان احیائے تصوف کا کام کر رہا ہے تواسے چاہیے کہ (فکشن) نثر اور تصوف کے متعلقات وابعاد پر بھی تجزیاتی مضامین کھوائے۔''ہم محترم موصوف کے اس مشورے کو خصرف ہر مروچشم قبول کرتے ہیں، بلکہ آگے بڑھ کر اس کے لیے پہلی درخواست خودا نہی کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ دیگر مرکا تیب بھی بہت اہم ہیں۔ اس سیاق میں ہم مفتی انوار عوان میں ہے ہرائے کا نام بنام شکریادا کرتے ہیں۔

.....

پیش نظر شارے کے مشمولات پر اہل نظر کی آرا کے ساتھ الاحسان کی مزید بہتری کے لیے ان کی تنجاویز اور توجیہات کا بھی انتظار رہے گا۔ اللہ کریم سے دعاہے کہ بیسلسلئوریو نہی روز افزوں رہے، اس کے سر پرست اعلیٰ کا سایئہ کرم ہمارے سرول پر قائم رہے، مجلس ادارت کو تحقیق وجستو کی توفیقات خیرکی ارزانی ہو، صاحبان قلب ونظر متحقین کی رفاقت وحمایت شامل حال رہے اور اس کاروان نور کی جلومیس بیر معاصی بھی علم، ہدایت، شفاعت اور نجات کی بھیک پاتارہے۔



تحریر: مخدوم سیدنظام الدین شخ الهدیه خیر آبادی ترجمه و تحقیق جن سعید صفوی

نوشة نامه بخقيق وتعارف

دسویں صدی ہجری مے ممتاز دمعروف عارف و عالم مخدوم شیخ اللہ دیہ خیر آبادی علوم دینیہ کے ہتر عالم اورفنون عقلیہ کے بہر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ طریق رشد و ہدایت کے رہبر کامل وکمل تھے۔آپ کی شخصیت اہل علم کے لیے غیر معروف نہیں ہے۔جلال الدین محمد اکبر کے دربار سے آپ کو دعوت، دربار اکبری میں آپ کی حق گوئی و بے باکی، آپ کے صاحبزادے شیخ ابوائعتی خیر آبادی کافیضی سے مکالمہ وغیرہ کتب سیروتاریخ میں جلی حروف سے رقم ہے۔

عہدا کبری اوراس کے بعد تالیف ہونے والے اکثر تذکروں میں آپ کے احوال مذکور ہیں۔ ہم یہاں پر بالا جمال آپ کی سیرت کے چند گوشوں پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر آپ کے رسالے کی تلخیص (جودستبروز ماندہے محفوظ رہ گئی) کومع تر جمہ و تحقیق پیش کریں گے۔

آپ کا نام نامی سید نظام الدین بن سید میرن سنٹر بلوی ہے۔سلسلہ نسب سیدمحمد صدر الدین بھکری بن سیدمحمود مکی کے واسطے سے جناب رسالت مآب سائٹیڈیلیٹم تک پہنچتا ہے۔(مکمل شجرۂ نسب تذکرۃ المخد ومین ،ص ۱۳۸ پر مذکور ہے۔)

آپ کی ولا دت قصبہ سٹر لیہ میں ہوئی۔سال ولا دت آپ کا محقق نہیں ہے البتہ بیضرور ہے کہ آپ کی ولا دت نویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی۔مفتی سید بٹم الحن رضوی خیرآ بادی (ف۱۹۸۸ء) نے ۸۸۲ھ کوسال ولا دت قرار دیاہے۔(تذکرۃ المخد ومین مص۱۳۰)

کم سنی میں آپ اپنے والد سید میرن کے ہمراہ خیر آباد میں شیخ الاسلام مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی (۹۲۲ ھے/۱۵۱۹ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے ہی آپ کا عرفی نام اللہ دیا/الہدیدرکھا، جس سے آپ کی شہرت ہوئی۔حضرت مخدوم صاحب کی ہدایت پر آپ نے طلب علم کے لیے پنجاب کا سفر کیا اور

تحصیل علم میں آپ نے طویل عرصہ گزارا۔مفتی سید نجم الحن خیر آبادی'' رسالہ حالات اکا بر خاندان''سے ناقل ہیں:

تابت سال تحصيل علم كردند_(تذكرة المخد ومين من ١٣٨)

افضل العلما قاضى ارتضاعلى صفوى گو پاموى (• ١٢٥ هـ ١٨٥٨ء) رقم طرازېين: "زبدة الكالمين مخدوم سيد نظام الدين عرف شخ الهديد نود الله برهانه و جعل بحبو بة الحجنان مكانه كه درايام ظفوليت بمعيت والد بزرگوار تودسيدميرن در حضور بندگى مخدوم شخ سعد قدس سره رسيده به طقة ارادش درآمد و بموجب اشارت پر بشارت بان حضرت برائے حصيل علم به ملک پنجاب رفت " (فوائد سعديه مي ٢١)

سننجل اورملتان (پنجاب) میں آپ کے تحصیل علم کے لیے قیام کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ کے اساتذہ میں صرف شخ عزیز اللہ تلئبی (۹۳۳ھ) کا نام معلوم ہوسکا۔ نزہۃ الخواطر میں ہے:

وسافر للعلم الى سنبهل فقر أعلى العلامة عزيز الله التلنبى و على غيره من العلماء فى بلاد أخرى, ورجع الى خير آباد وتصدر للتدريس فدرًس وأفتى وصار من أكابر العلماء فى حياة شيو خه الكرام, وقصده الطلبة من

الأقطار البعيدة وتخرجو اعليه (نزبة الخواطر:١٠٣٠٠/٣١)

طلب علم کے لیے سنجل گئے اور وہاں علامہ عزیز اللہ تلئی سے علم حاصل کیا اور دوس و دوسرے شہروں میں علما سے تحصیل علم کے بعد خیر آباد واپس ہوئے اور درس و تدریس اور افتا کی مندلگائی، یہاں تک کہ اپنے مشائخ کرام کی حیات میں ہی اکابر علما میں شار ہوئے ۔ طلبہ دور دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فائز المرام ہوتے ۔

آپ کے شیخ ارادت مخدوم شیخ سعدالدین خیر آبادی ہیں اورخلافت واجازت اپنے پیر
ومرشد کے مرید وخلیفه خاص شیخ الاسلام مخدوم عبدالصمد شاہ حفی (۹۳۵ه هر/ ۱۵۳۸ء) سے حاصل
ہوئی۔ فوائد سعد بیداور بحر زخار میں ہے کہ قطب العالم مخدوم شیخ سعدالدین خیر آبادی نے اپنے
وصال کے قریب مخدوم شاہ صفی سے وصیت فرمادی تھی کہ اللہ دیا کی واپسی پرانہیں تعلیم وتلقین
کر کے خرقہ خلافت پہنادینا۔ واپسی کے بعد آپ کی حضرت مخدوم شاہ صفی سے ملاقات کا واقعہ بھی
بہت دلچسپ ہے۔ بحر زخار اور فوائد سعد سے ہردو کتب میں جزوی اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔
ملخصاً بیش ہے:

تحصیل علوم وفنون کے بعد جب آپ کو مخدوم شاہ صفی کی قدم ہوی کا شرف حاصل

ہوا،اس روز مخدوم شخ سعدالدین کاعرس تھا۔حضرت شاہ عفی نے فرمایا کہتم عرس کی محفل میں شرکت کرو۔ مخدوم اللددیا نے عرض کیا کہ وہاں گانے کی محفل ہے، اس بدعت میں شریک نہ ہوسکوں گا۔اس پرحضرت شاہ صفی نے فرمایا کہ میں آگے جاکر قوالوں کورو کے دیتا ہوں تم میرے پیچھے آؤ، چنانچیر مخدوم صاحب نے جاکر قوالوں کوروک دیا، وہ آلات مزامیر چھوڑ کر کنارے ہو گئے۔ان کے پیچھے مخدوم الله دیا پہنچے، آپ کے پہنچتے ہی ڈھول اور تنبورہ خود بخو د بجنے لگا۔حضرت سید اللہ دیا پیمنظرد بگھ کر ماسواسے بے خبراور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پرمعلوم ہوا کہ مخدوم شاه صفى تومجمكوال كے ليے روانہ ہو گئے، چنانچرآپ نے وہاں كا قصدكيا، مجمكوال پہنچنے پر معلوم ہوا کہ آپ لکھنؤ کے لیے نکل جگے، چنا نچہ آپ لکھنؤ پہنچتے ہیں اور وہاں بھی ملاقات نہ ہوسکی، اب وہال سے صفی پور کا قصد کیا اور یہال بھی آپ کو مخدوم صاحب کی زیارت نه ہو تکی معلوم ہوا کہ خیر آباد چلے گئے۔ان دنوں وہاں روضہ تعمیر ہور ہاتھا (بحرز خار کی روایت میں مسجد کی تعمیر کا ذکر ہے۔ جمع وقطبیق کی صورت میں ہر دو درست ہو سکتے ہیں۔) چنانچہآ پ نے بھی مزدوروں کی طرح کیکن بغیر اجرت اینٹ گارہ اٹھانا شروع کر دیا۔حضرت مخدوم جب تشریف لائے اورآپ کے اس حال کامشاہدہ کیا تو بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا: ''شما بنا بے خود متح کم کر دید' (تم نے اپنی بنیاد پختہ کرلی)اس کے بعدایک اربعین (چلہ) حجرہ میں بیٹھنے کوفر ما یا اور آپ کو واصلین حق کے زمرے میں شامل کر دیا اور درجه کمال تک پہنچادیا۔اس کے بعدآ ب کوخر قۂ خلافت عطافر مایا۔

(فوائدسعدیه،ص:۲۱–۲۲، بحرزخار:۱/۲۲۲)

فضل وكمال

آپ کے فضل و کمال کی شہاد تیں آپ کے معاصرا کا برسے مروی ہیں۔ہم یہاں اختصار کے پیش نظر چندایک پراکتفا کر رہے ہیں:

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی(۵۲+۱ھ) اخبار الاخیار میں حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآ بادی رحمة الله علیہ کے ذکر خیر میں فر ماتے ہیں:

''از مریدانِ شیخ سعدخیرآبادی، شیخ الله دیا خیرآبادی است که به غابیت من ومعمر و متبرک بود، در به کامی که به امر والی عهد درین دیارتشریف آورده بود به غابیت تعظیم و تکریم محضوص گشته بعضی آثار عظمت و کرامت از وی بهظهور سیده بهم دراین سال که نهمه ونو د وسهاست، از عالم رفت _رحمة الله عليه_

(اخبارالاخيار،تېران،ص۸۲ س؛ دېلى،ص: ۱۹۴)

شیخ سعد خیر آبادی کے مریدین میں سے شیخ انتد یا خیر آبادی بھی ہیں جو بہت عمر دراز
اور متبرک شخصیت متھے۔جس زمانے میں بادشاہ (اکبر) کے حکم سے اس دیار میں
تشریف لائے تھے، بڑی تعظیم و تکریم سے نوازے گئے تھے۔ آپ سے بعض
کرامتوں کا ظہور بھی ہوا تھا۔اسی سال ۹۹۳ ھ میں عالم فانی سے رخصت ہوئے۔
(۲) عہد اکبری کے معروف مورخ ملا عبد القادر بدایونی اپنی مشہور زمانہ کتاب منتخب
التواریخ میں رقم طراز ہیں:

''شیخ الله دیه خیر آبادی ازعلما ہے معتبر بود به درابتداے احوال سالها بدرس و افاد ه گزرانیده وارادت وارشاد از شیخ صفی غلیفهٔ شیخ سعد داشت ''

(منتخب التواريخ: ٢٨،٢٧/٣)

ا کبر کے دریارمیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بادشاہ کے بہاں تشریف آوری اور بادشاہ کی طرف سے آپ کی تعظیم و تکریم کوذکر کر دیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو ملخصاً بہال پیش کر دیا جائے۔ بحر زخار اور فوائد سعد سیان دونوں کتابوں میں وحدت مضمون اور اختلاف الفاظ کے ساتھ بیوا قعہ مذکور ہے۔

جس زمانے میں اکبروین بیزار ہوگیا تھا، ملک کے اکابر علما و مشائخ کو اپنے وربار میں طلب کرر ہاتھا۔ چنانچ آپ کی بھی خدمت میں شاہی فرمان پہنچا۔ آپ اپنے فرزندسید ابوالفتح کے ساتھ آگرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع فیضی کو پہنچ تو اس نے باوشاہ سے آپ کی تعظیم و تکریم نہ کرنے کے لیے کہا۔ لیکن جس وقت آپ باوشاہ کے دربار میں پہنچ، باوشاہ باوشاہ ہوکر کھڑا ہوگیا اور کمال تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ آپ نے بیٹے بی باوشاہ کو بہت سی پندونصائح کی اور تروی وین متین اور بدعات کے قلع قبع کے لیے ترغیب و تر ہیب فرمائی اور بغیار نہ نواز قبول کیے اس جگھ آئے۔ فیضی نے باوشاہ سے اتی تعظیم و تکریم کے بارے میں دریافت کیا۔ باوشاہ نے کہا کہ ایسا معلوم ہور ہا تھا کہ شنخ کے دائیں بائیں دوشیر موجود ہیں۔ میں دریافت کیا۔ باوشاہ نے کہا کہ ایسا معلوم ہور ہا تھا کہ شنخ کے دائیں بائیں دوشیر موجود ہیں۔ اگر کھڑا نہ ہوں گا تو مجھے ہلاک کردیں گے۔ چنانچہ دوسرے روز فیضی آپ کی خدمت میں پہنچا اور این گھر میں عشائیہ کی وعوت دی۔

(فوائدسعديه:۲۲،۲۲)

تلامذه وخلفا

آپ کے خلفا اور اساتذہ کی صحیح تعداد نہیں معلوم ہوسکی ۔ دستیاب اشخاص کے اسا درج کیے جاتے ہیں:

(۱) مخدوم سیدابوالفتح رضوی خیرآ بادی (۱۱ * ۱ هد): آپ کے خلف اکبر، مرید و خلیفه اور جانشین ہیں۔علوم ظاہری میں کامل وست گاہ رکھتے تھے۔صاحب نزبہة الخواطر رقم طراز ہیں: ''قو أالعلم علیٰ و الدہ و تفنن فی الفضائل علیہ و أخذ عنه الطويقة'' آپ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور گونا گوں فضائل حاصل کیے۔ (نزبہۃ الخواطر: ۲/۲۲)

(۲) مخدوم سیدرکن الدین خیرآ بادی ثم بلگرامی: مخدوم صاحب کے حقیقی برادرزادے، مریدوخلیفہ جن کامزار بلگرام میں ہے۔نزمۃ الخواطر میں ہے:

"الشيخ العالم الصالح ركن الدين بن نصير الدين الحسينى الرضوى الخير آبادى, أحد المشايخ الصوفية قرء العلم على عمه الشيخ نظام الدين الخير آبادى ثم لبس منه الخرقة" (7/4)

(٣) شيخ عبدالرحيم بلكرا مي ،نبيره قاضي عبدالمنتخب بلكرا مي (مآثر الكرام ،ص: ١٤)

(۳) مفتی صدر جہاں پہانوی (ف ۱۰۲۰هم/۱۰۲۵ه): اکبر کے دربار کے مشاہیر علما میں سے ہیں۔سادات تر مذی میں سے تھے،علوم عربیہ میں ماہر کامل تھے، جہال گیر کے استاد بھی رہے۔اس نے آپ سے چالیس احادیث یاد کی تھیں۔ (نزہۃ الخواطر:۲/ ۵۴۳)

مشاهيراخلاف

آپ کے سلسلۂ اولا دمیں بڑے بڑے کاملین روز گارگز رہے ہیں۔ان میں چند کے اسما ذکر کے جاتے ہیں:

(۱) مخدوم سیر ابوالفتح خیرآبادی (۱۱ ماره) (۲) مخدوم سید عبد الله خیرآبادی (۳) ملا حاجی سید صفت الله محدث خیرآبادی (۴) حضرت سید محمد مشاق عرف حصیدا میال کھیروی (۵) حضرت سیدعبدالرحیم خیرآبادی (بانی موضع رحیم آباد) (۲) حافظ سید محمطی خیرآبادی (مریدو خلیفه اجل حضرت سلیمان تونسوی) (۷) حافظ سید محمد اسلم خیرآبادی رحمهم الله ـ

وفات

آپ نے طویل عرصے تک رشدوارشاد کا فریضہ انجام دیا۔عمرسوسال یااس سے متجاوز ہوئی۔ ۷رزیج الاول ۹۹۳ھ/۸مارچ۱۵۸۵ء کوخالق حقیقی کا قرب خاص عطاموا فوائد سعد بیرمیں ہے: "ان صفرت عمر درازیافت، وفاتش جفتم ربیع الاول سهٔ نهصد ونود وسه ومزارش در خیر آباد است به یوزاد و یتبوک به وشیخ فیضی بعد ششش ماه از وفات گذبذ عالی بر مرقد مبارکش بناساخته به "فوائد سعد بین" ۲۳)

اخبار الاخیار میں شیخ محدث نے بھی یہی سال وصال لکھا ہے۔ مزار مبارک خیر آباد میں ہے۔ فیضی نے اس پر عالی شان گنبد اور اس کے پہلو میں مسجد و خانقاہ تغییر کرائی جواب تک موجود ہے۔ فیضی نے ہی تاریخ وفات بھی کہی جولوح مواجہہ پر منقوش ہے:

قطعه تاريخ

درداکه زین جہان شدسوے جنان سریع قطب جہان کہ بود براے بشر شفیع شیخ شیوخ ملت دین، آقاب شرع رضت حیات برد به آن منزل رفیع تاریخ فوت شیخ بجستم زفکر، گفت گوبادب که فاتو افی سابع دبیع (۹۹۳) آتانے آپ کے بعد بھی آپ کے اخلاف والا تبارآپ کے نقش قدم پرگامزن رہے اور اس آستانے کوم جعیت خاص وعام حاصل ہوئی۔ خیرآ باد واطراف میں آپ "چھوٹے مخدوم صاحب" اور قطب العالم مخدوم شیخ سعد الدین خیرآ بادی" بڑے خدوم صاحب" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ تالیفات

آپ كى تالىفات ميں سے صرف دوكتا بوں كاعلم موسكا:

(۱) ملفوظات: دورآ خربیس خیرآ بادی مشهور ومعروف شخصیت مفتی سید نجم الحسن رضوی خیرآ بادی بن مولوی حافظ سید نجم الحسن رضوی خیرآ بادی بن مولوی حافظ سید نخر آلجادی بن مولوی حافظ سید نخر آلجادی با کست بیس) نے اہل خاندان سے ایک خخش محفوظ کے تلف ہونے کا واقعہ کھوں سید نجم الحسن راوی بیل کہ ان کے جداعلی مفتی حافظ سید نبی بخش سے ایک بیرونی عالم (جو خیرآ بادکی ایک مسجد میں قیام پذیر شخص) مخدوم صاحب کا ملفوظ بغرض مطالعه لے گئے پھروہ صاحب مع ملفوظ خبرآ بادکو تیر باد کہد گئے اور اس طرح اس اہم جزوسے محروی ہوگئی۔

(۲) نوشته نامه: حفرت مخدوم نے سالکین وطالبین کی تربیت کے لیے ایک دستورالعمل تحریر کیا تھا جس کا نام '' نوشتہ نامه ' تھا۔ یہ اہم رسالہ بھی اہل خاندان سے ضائع ہوگیا البتہ کسی بزرگ نے اس کی تعلیم کی تھی وہ محفوظ رہ گئی۔ اس تعلیم کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر جامع رہی ہوگی ملخص حالت میں پرتج پرتصوف کے ایک متن مثین کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مخدوم کی اب تک معلوم تحریرات تعلیم کی شکل میں ہمار ہے سامنے ہے۔ اللہ تعالی مفتی سید جم الحن رضوی رئو کو لائم کر ضبح بھر کو اللہ کا مختص کو تعلیم معلوم تحریرات تعلیم کی تعلیم میں ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیم مقبیم کو تعلیم کرنے کے ساتھ الاحسان کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

بسمر الله الرحن الرحيم

الحمد لله رب العالمين حمدا يوافى نعمه و يكافى مزيدة و الصلوة على رسوله محمدو آله. اما بعد. بدانكه مقصود از تربيت و تلقين آن است كه تزكيهٔ نفس اماره و تصفيهٔ دل حاصل شود، و آن را شرائط است:

اول آنکه در قلع اوصاف ذمیمه(۱) کوشد و امور معالیه [را] دوست دارد، اِنَّ اللهُ یُجِبُ مَعَالِی الاَّمُورِ. (۲) و استغفار و توبه طهارتِ خود داند. دوم آنکه ریاضت را شعار خود سازد در خوردن و آشامیدن

وغیره و ما لایعنی گفتن و کردن، و از صحبت خلق که مفید و مستفید نباشد پر هیزیدن.

سوم آن که ملاحظهٔ صورت مرشد که برزخ است همیشه با خود دارد.

چهارم آنکه دوام بر ذکر جلی و خفی بودن. جلی آن است که در خلوت خانهٔ خود مستقبل قبله مربع بنشیند و از نر انگشت و انگشت و سطی پای راست رگ کیماس که در زانوی چپ است بگیرد و سه بار استغفار و سه بار درود گفته در شام و سحر بذکر جهر باواز بلند بکلمهٔ ''لا اله الا الله'' مشغول باشد و از طرف [چپ] نفی را بکشد جانب راست اندازد، و ضرب اثبات بر دل جانب چپ کند.

⁽۱) اوصاف ذمیمه این است: حسد، غضب، بغض، کذب، تکبر، حقد، حرص، بخل، جبن، جهل، غیبت و نمیمه نعوذ بالله منها. ازین همین [همه] بلاها پر هیز باید، و دنیا همه اگرچه بلا است چون بفایده است قلبل است. فل مَتَاعُ الدُّنیَا قلِیلٌ. منه (ترجم) بری خصاتین بیهین: (۱) حد (۲) غصه (۳) و شمن (۳) جموث فل مَتَاعُ الدُّنیَا قلِیلٌ. منه (ترجم) بری خصاتین بیهین: (۱) حد (۲) غصه (۳) و شمن (۳) جموث (۵) غرور (۲) کینه (۵) لوی (۸) کینوی (۹) برولی (۱۰) جبل (۱۱) غیبت (۱۲) چغل خوری (وغیره) ان سب سے الله کی پناه ۔ ان تمام بلاؤل سے پختاج اسے ۔ اگر چه دنیا تو سر اسر بلا ہے لیکن اگر چھونا کدہ ہے جگی تو وہ جگی کی بیات کم ہے ۔ (الله تعالی کا ارشاد ہے:) کہدو کہ دنیا کی لوئی تھوڑی ہے ۔

⁽٢) حديث أبى بكر الأزدى عن الحسين بن على عليهما السلام (رقم الحديث: ٢٦)؛ الجامع لأخلاق الراوى و آداب السامع (رقم الحديث: ٣٩)؛ الألباني/السلسلة الصحيحة: ٨٦ ١ ٨٠

چنانکه حداد پتک را بقوت بازوی خود بر سندان می زند. و نزد نفی کردن خطرات شیطانی و نفسانی نفی کند بلکه همه خطرات.

و معنى لا اله الا الله در شريعت لا معبود الا الله و در طريقت لا مطلوب و لا مقصود و لا محبوب الا الله. و در حقيقت لا موجود الا الله تصور كند و نيز با اسم الله سر صفات را كه ملحوظ دارد از السميع البصير العليم اين را اراده مى گويند. و ذكر بى اراده چندان تأثير ندارد، باقى كيفيات و كميات ذكر تعلق به حضور دارد.

و خفی آن است که همیشه در وهم خود نشسته و خاسته و خفته الله الله گویان باشد و نیز آنست که نفس را بند در تا حد تنگی نفس در ذکر باشد همین تفکر است. در خبر است: تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیرَ مِن عِبَادَةٍ سَنَةٍ، (') و همین ساعت است که در خبر است: الدُنیاسَاعَةُ فَاجعَلهَا طَاعَةً، (') و به این طریق ذکر رود، صفا یابد ان شاء الله تعالی.

و نیز سبب صفا دوام مراقبه، و آن اینست که نقش اسم الله بخط زر طلا در دل خود ملحوظ داشته باشد، گویا دل منقش به این نقش است و مشتعل به شعلهٔ نور وی است.

هنيئاً لأربابِ النعيم نعيمهم وللعاشق المسكين ما يتجزَّع والحمد لله رب العالمين. (٣)

بسمالله الحمن الرحيم

تمام ترحمد الله تعالی کے لیے ہے جوسار کے عالم کارب ہے، الی حمد جواس کی نعمتوں کے مقابل اور اس کی زیادتی کے مماثل ہو، اور صلاۃ وسلام اس کے رسول ہمارے آقاومولی محمر سی تنظیم آپیر ہم اور آپ کی آل پر ہو۔ اما بعد؛ جان لو کہ تربیت اور تلقین کا مقصد سے ہے کہ نفس امارہ کو پاکی اور ول کو صفائی حاصل ہو وائے۔ اور اس کے لیے پھی شرطیں ہیں:

(۱) پہلی شرط بہ ہے کہ بری خصلتوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔اور عمدہ اخلاق کو دوست رکھے۔ کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عمدہ اخلاق کو پسندفر ما تاہے۔اوراستغفار و توبہ کو اپنی طہارت جانے۔(۱)

(٢) دوسری شرط بیہ ہے کہ کھانے پینے میں، لا یعنی گفتگو کرنے میں اورلوگوں کی الیمی

(۱) وارث الانبیاء والمرسلین مخدوم شخ سعدالدین خیر آبادی نے مجمع السلوک میں حما ئدوذ مائم کوتفصیلا بیان کیا ہے، ایک مقام پرفر ماتے ہیں:

سلوك عبارت است از آراستن اخلاق تاساخته شود براى رسيدن به حضرت الوهيت، يعنى از اخلاق ذميمه بيرون آيد ودر اخلاق حميده درآيد. والأخلاق الذميمةهي حبّ الدنياو حب النساءو حب الجاه, والحقدو الحسدو الكبرو البخلو الغضب والعجب والكذب والغيبة والنميمة والحرص والظلم والرياء والأمل والنظر في عيب الخلق, وقلة الرحم و ترك النصيحة والتعلق بالمخلوقين, والعداوة والطمع والرعونة وكثرة الأكل, والشهوة وغيرها؛ فإن من ابتلاها نفسه لا يعتبر عند الله عمله.

و الأخلاق الحميدة: العلم و الحلم و الحياء و الرضاء و العفو و الرأفة و النصيحة و التواضع و الممروءة, و المداراة و المحبة و الشجاعة و السخاوة و العدل و التقوى و الزهد و الورع و التوكل و الإخلاص و الصدق و غيرها. (مجمع السلاك: ٣٥٠ ب)

 صحبت ہے جس کا مقصد فائدہ رسانی یا حصول فائدہ نہ ہو، ان چیزوں سے پر ہیز کرے اور اس ریاضت کواپنا شعار بنائے۔

(۳) تیسری شرط میہ کے تصور شیخ جو کہ برزخ ہے ہمیشہ قائم رکھے۔

(۳) چوتھی شرط کہ ہے کہ ذکر جلی وخفی پر مداومت کرے۔ ذکر جلی ہہہے کہ اپنے خلوت خان میں چہارزانو قبلہ رخ ہوکر بیٹے اور دائیں پیر کے انگو شے اور درمیانی انگلی ہے رگ کیاس کو، جو بائیں زانو میں ہے، کپڑے اور تین بار استغفار اور تین بار دروو پڑھے اور صبح شام کلمہ لا الله الاالله ک ذکر میں بلند آواز سے مشغول رہے۔ (اسی طرح) بائیں جانب سے نبی (لا) کو صبح کر دائیں جانب ختم کرے اور اثبات (الااللہ) کی ضرب بائیں جانب قلب پر لگائے، جس طرح لوہار بازو کی قوت سے گھن پر ہتھوڑے کی ضرب لگاتا ہے۔ اور نفی کرتے وقت شیطانی ونفسانی خطرات کی نفی کرے۔

شريعت بين "لا اله الا الله" كم معنى بين: "لا معبود الا الله" (الله كسواكوئى معبود نبيس)، طريقت بين اس كم معنى بين: "لا مطلوب و لا مقصود و لا محبوب الا الله" (الله كسواكوئى مطلوب نبيس)، ورفقيقت بين كلمه توحيد كم معنى بير تصور كرك له لا موجود الا الله (الله كسواكوئى موجود نبيس) اوراسم" الله" كساتها سكاسا المسميع البصير العليم كولمحوظ ركح، اس كواراده كمت بين - ذكر بغير اراده كاتن تا ثير نبيس ركتا باقى ذكركى كيفيت وكميت حضور سيمتعلق بين -

ذکرخفی میہ کے دخیال میں ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے سوتے 'التداللہ'' کہتارہے۔ نیز ذکرخفی میہ کے کنفس کومجبوں کردے اورنفس کی تنگی (قید) ذکر میں ہوتی ہے، یہی نفکر ہے جس کے بارے میں حدیث وارد ہے: تفکر ساعة خیر من عبادة سنة (ایک گھڑی کا نفکرسال بھر کی عبادت سے بہتر ہے) ای ساعت کے لیے حدیث میں وارد ہے: المدنیا ساعة فاجعلها طاعة (دنیا گھڑی بھر کی ہے، اس کوطاعت میں بسر کرو) اس طریقے سے ذکر کروگے توان شاء المتدصفائی حاصل ہوگی۔

صفائی کا دوسرا طریقہ دوام مراقبہ ہے۔اس کا طریقہ بیہ ہے کہ کلمہ کہ جلالت''اللہ'' کو سنہرے حروف سے قلب پرنقش خیال کرے گویا کہ دل اس نقش سے مقش ہے اوراس کے نور کے شعلے سے شعلہ زن ہے۔

هنیناً لأربابِ النعیم نعیمهم و للعاشق المسکین مایت جزَع (صاحبان نعمت کوان کی نعمت مبارک! بے چارے عاشق کا حصرتو وہ تم ہے جس کا وہ گھونٹ پیتا ہے۔) والحمد للّذرب العالمین!

مصادر ومسسراجع

ا – اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث د ہلوی، ت: د کترعلیم اشرف خان، تهران، انجمن آثار ومفاخر فرهنگی، ۱۳۸۳ ش؛ مطبع محیتیا ئی، دبلی، ۱۳۳۲ ه

۲ – بحرز خار، وجیبالدین اشرف، آذرمیدخت صفوی، دبلی نو، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۲۰ ۲ ء

ساتذكرة المخد ومين مفتى سيدجم الحن رضوى خيراً بادى، تاشر: شيخ حامدعلى مينائي عار في بكصنو، باراول:١٩٨١ء

۴-فوائدسعديه، قاضى ايونلي مجمدار تضاصفوي گويا موي بكهنو، مطبع منثى نول کشور، ۲ • ۱۳ هـ/ ۱۸۸۵ء

۵ – مَا ثِرَ الكرام، ميرغلام على آ زاد بككرا مي ، آگره مطبع منيدعام، ۲۸ ۱۳۱۸ هـ/ ۱۹۱۰ -

٢ - منتخب التواريخ ، ملاعبد القادر بدايوني ،مطبوعه كلكته

ے - نزبہة الخواطر، سيدعبرالحي حشي رائے بريلوي، لبنان، دارا بن حزم، ٢٠ ١٣ هـ/ ١٩٩٩ء



شخ عبدالحق محدث دہادی ترجمہ وتخرتئج:محمر ممادر ضامصیاحی

فقهااورصوفيه كے مابين متفق عليه اصول وقواعد

قاعدہ:ا-نق۔ ساری محناوق کے لیے عسام ہے جب کہ تصوف صرف مقدر بین کے ساتھ دسناص ہے

حکم فقدسب کوعام ہے یعنی ساری مخلوق کوشامل ہے، چاہے وہ عوام ہول یا خواص۔ سب محکم فقد سب کو اللہ مقد کا مقصد شریعت کے مراسم قائم کرنا اور دین و ملت کاعلم بلند کرنا ہے۔ فقد کی بنیا علم پرہے، اس لیے فقہ کے اصول وقواعد بلا تفریق وتخصیص سب کے لیے ہیں، افر ادواشخاص کے اختلاف کی وجہ سے ان کاحکم نہیں بدلتا ہے۔ اس کے برخلاف تصوف اہل قرب اورخاصانِ بارگا و الہی کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ تصوف بندہ اور رب تعالی کے درمیان ایک معاملہ ہے جس کی بنیا وہی ذوق اور حال پرہے۔ تصوف کے احکام ایسے جزئیات ہیں جو وجد و حال اور ذوق کے بدلنے کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے فقیہ کاصوفی پرحکم لگا نا اور ان پر انکار کا اظہار کرنا آج تک جاری ہے، کین صوفی کا فقیہ پر انکار کرنا درست نہیں ہے۔ صوفی کو احکام کے باب میں فقیہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تا کہ ان پڑمل کر سکے اور حقائق احوال میں شریعت کی میں فقیہ کی طرف رجوع نہیں کرے گا، تصوف فقہ کا محتاج ہوا و فقہ کا محتاج ہوا و نقہ کا محتاج ہوا و نقہ کا محتاج ہوا دیا وہ جسے کہا گیا:

"كُن فَقِيها صُوفِيا وَ لِاتَكُن صُوفِيا فَقِيها" فقيرِ صوفى بنو، صوفى فقيرنه بنو

یعنی فقاہت، شریعت پڑل اوراپنے ظاہر کی حفاظت کی وادی پہلے طے کرو،اس کے بعد تصوف، حقیقت اور تصفیر باطن کے منازل طے کرو کیوں کہ ایسا کرنا ہی عمل اور قال و حال کے

اعتبارے اسلم اور اکمل ہے۔

صوفی فقیه نه بننایغنی پهلے حقیقت ، توحید اور باطنی وجدو ذوق کے ساتھ تعلق قائم نه کرو کیول کراس کے بعد پھر ظاہر کی حفاظت اور شریعت کی اتباع میں استحکام نہیں ہوگا چنال چہ کہا گیا ہے:
''وَلا یُقدمُ الباطنُ علی الطاهرِ وَلا یَکتَفی بالظاهرِ عَنِ الباطنِ''

باطن کو ظاہر پر مقدم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی باطن کوچھوڑ کرصرف ظاہر پر اکتفا کرنا

ورست ہے۔

اس میں اس بات کی تاکید کی ہے کہ مرید کواپنے باطن حقیقت کو ظاہر شریعت پر مقدم نہیں کرنا چاہے کہ ہیں معاذ اللہ وہ باطنیہ کی روش پر ہوکر الحاد کی طرف نہ چلا جائے ، اور باطن کو چھوڑ کرصرف ظاہر پر اکتفاجی نہ کرے، کہیں خشک فقیہ بن کر نہ رہ جائے اور محض اپنی فقاہت پر الڈا نہ رہ ہ جائے جس کی وجہ سے انوار و اسرار سے محروم ہوجائے ۔ فقہ سے تصوف کی طرف رجوع کرنازیادتی طلب کا باعث ہے اور اس سے ترقی اعلی اور مرتبہ کمال تک رسائی کا اشتیاق بڑھتا ہے۔ جب کہ باطنی ذوقی اور حقیقت کے غلبہ کی وجہ سے تصوف سے فقہ کی جانب پلیٹ کرآنا دشوار ترین مرحلہ ہے۔ پہلے شریعت اور فقاہت کی رہی کو مضبوطی سے تھام لے۔ اس کے بعد حقیقت و تصوف کی باندیوں کو چھوئے۔ فقاہت اسلام ہے، کلام ایمان ہے، اور تصوف احسان ہے چنال چیات جہ کرئیل میں انہیں تین مقامات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

'ألإحسان أن تعبد ربك كأنك تراه

احسان بیہ ہے کہتم اینے رب کی اس طرح عبادت کروگو یا تم اسے دیکھر ہے ہو۔ (صحیح بخاری، باب قولہ: إن الله عندہ علم الساعة (۲/۱۱۵، ۲-۷۷۷)

قالَ الإمامُ مالك رضي الله عنه:

''من تُصَوُّفَ وَلَم يَتَفَقَّه فَقَدتَزندَق وَمَن تَفَقَّهَ وَلَم يَتَصَوَّف فَقَدتَفَسَق وَمَن جَمَعَ بَينهمافَقَدتَحَقَق''

امام ما لک رضی الله عنه فرمات ہیں: جوصوفی ہوااور فقیہ نہ ہواتو وہ زندیق ہے، جو فقیہ ہوااور صوفی نہ بناوہ فاسق ہےاور جوصوفی اور فقیہ دونوں ہووہی محقق ہے۔

حاصل بیہ ہے کہ فقیم بھی اور ذوقِ صریح مرحبہ کمال ہے، دونوں میں سے ایک کا دوسر سے سے میں کے بغیر کا فی سے جدا ہونا تنزلی و انحطاط اور نقصان کا باعث ہے جس طرح علم طب اس کے تجربہ کے بغیر کا فی نہیں ہے اس طرح تصوف فقہ کے بغیر اور فقہ تضیر کا فی نہیں ہے اس طرح تصوف فقہ کے بغیر اور فقہ تصوف کے بغیر کا فی نہیں ہے۔

قاعدہ: ۲-صوفیہ بے حب دمحت اط ہوتے ہیں اور فقہا کے مختلف اقوال میں سے احوط اور اسلم قول یومسل کرتے ہیں

اصل اورقاعدہ میں اختلاف وانتشار فرع میں اختلاف کاموجب ہے، دونوں میں علت کی وحدت (ایک ہونے)اوردلیل کی تحقیق مطلوب ہے، فرع کا تعلق اس کے اس اصل سے مضبوط کرنا چاہیے جس اصل پراعتاد ہوتا ہے اورجس کی طرف رجوع کیاجا تا ہے، تا کہ نتیجہ اور کام مين جدو جهد پيدا هو اور كاميا بي مل سكے علم فقه هو، يا كلام هو، يا تصوف هو، سب مين امام اور شخ ایک ہی ہوناچاہیے،اور پہ جوروایت منقول ہے کہ: ''الصوفی لامذھب له'' پی قول صرف اور صرف مذہب واحد کے مختلف روایات میں سے احوط اورسب سے اولی روایت کو لینے کے اعتبار سے درست سے کہاس احوط روایت کی اتباع کوصوفیہ نے لازم جانا ہے۔اگر چہ جمہور ائمہ اس قول کے خالف ہیں ،سارے ائمہ طریقت اور اساطین امت فقہاکے مذہب کے تابع رہے ہیں۔ چناں چے سیدالطا کفہ جنید بغدادی امام ابوثور کے مذہب کے تابع تھے، شیخ عبدالقاور جیلانی جنبلی المسك ، شيخ شبلي ماكلي المسلك ، شيخ جرايري حنفي المسلك اورشيخ محاسبي شافعي المسلك رہے ہيں، قدست اسرارہم ورضی اللّٰعنہم اجمعین ،اور بی ول جوصوفیہ کی طرف منسوب ہے کہ فروع میں صوفیہ محدثین کے تابع ہواکرتے ہیں اس کامطلب یہ ہے کہ صوفیدا پنے مذہب کی اس روایت پرعمل کرتے ہیں جس روایت کونص حدیث کےموافق یاتے ہیں وہ بھی اس صورت میں اس روایت پر ان کاٹمل ہوتا ہے جب کہ وہ روایت احتیاط اورز ہدوورع کےمخالف ومعارض نہ ہواورا گرعلا کے مذا ہب میں جمع ونطبیق احوط اور اولی ہوتو بیصورت بھی جائز ہے کیکن رخصتوں کی متابعت صوفیہ کے یبهاں بالکل جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

قاعدہ : ۳۰ - کتاب وسنت ہی جمت ہے اور صرف سشارع ہی متبوع حقیقی ہے

فرع کا اعتباراس کی اصل اور قاعدہ کے ساتھ کیا جائے گا، اصل اور قاعدہ کتاب وسنت ہے، جو بھی بات ہو چاہے اس کا قائل صوفی ہو یا فقیہ ہو یا متعلم اگر وہ قول اصل اور قاعدہ کے موافق ہے تواس کو قبول کیا جائے گا ، اور اگر وہ قول تا بل ہے تواس کور دکیا جائے گا ، اور اگر وہ قول قابلِ تاویل ہے تواس کور دکیا جائے گا ، اور اگر اس قول میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے تواگر اس قول کا قائل علم و دیانت میں کا مل ہے تو تسلیم کیا جائے گا (تر دید و تقلید سے احتر از کیا جائے گا۔) ہر طرح سے اصل اور قاعد کے الحالف کوئی نہیں ہوتا ہے کیوں کہ فاسد کا فسادات کی طرف را جع ہوتا ہے صالح کی صلاح میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے ۔غالی صوفیہ، خشک فقہا اور مطعون متعلمین پر

اہل ہوا کا تھم لگا یاجائے گا،ان میں سے کسی کا کوئی بھی تول وفعل مقبول ومسلم نہیں ہے بلکہ ان کے قول کورد کرنالازم ہے اور ان کے افعال سے اجتناب لازم ہے۔ فدکورہ بالاحضرات سے منقول کسی قول یا کسی فعل کی وجہ سے اس میں تر دو توقف کرنا جو یقین سے ثابت ہے اور فدہب حق کو ترک کرد ینا جائز نہیں، چاہے جو بھی ہو ہرآ دمی کے پیچھے نہیں چلا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہر شخص کی بات قابل ساعت ہے منبوع حقیقی شارع علیہ السلام ہیں، ان کے علاوہ سب کے سب ان کے تابع ہیں، کتاب وسنت جمت ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہیں انہیں کی طرف راجع ہیں۔ واللہ اعلم

قاعدہ نمبر: ۳ صوف ہے کلام میں اگرایدااشکال اورابہام ہو جو بغیر کی غور وفکر اور تکلف کے اسباب کسی کلام میں اگرایدااشکال اورابہام ہو جو بغیر کی غور وفکر اور تکلف کے لازم آرہا ہو تو اس کا تھم وہی ہے جو پچھلے قاعد ہے میں فرکر ہو چکا اورا گراشکال واببام تفکر وتامل کے بعد بہ تکلف لازم آرہا ہے اور ظاہر کلام درست اور واضح ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیوں کہ غور وفکر کے بعد کسی بھی کلام کا اشکال واعتر اض سے خالی ہونا نا در بات ہے۔ اورا گرکسی کلام میں اعتر اض وعد مِ اور متعاول و میں اشکال واعتر اض بھی تو تنگی عبارت اور وسعتِ معنی کی وجہ سے لازم آتا ہے اور بھی فساواصل اور مقصد میں کسی قسم کاخلال ہونے کی وجہ سے لازم آتا ہے۔صوفیہ صافیہ کی کوشش کرتے ہیں اتنا ابہام ہوا کرتے ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلق قسم اول سے ہی ہے کیوں کہ ان کا مقصد اور مقصود نہیاں وجہ سے ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا مقصد اور مقصود میں اشکال اور پیچیدگیاں بڑھتی جاتی ہیں لیکن متکرین یہ کہتے ہیں کہ صوفیہ کے کلام میں خلل ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں صوفیہ اور متکرین وونوں معذور ہیں۔کین صوفیہ کے معتقدین اگران کے اس طرح کے کلام سے بیس بھیں گونو کہ اور تسلیم کیا جائے۔واللہ اس معاملہ میں صوفیہ اور تسلیم کیا جائے۔واللہ اس مے کہ ان کے کلام کو انہیں کے سپر دکرد یا جائے اور تسلیم کیا جائے۔واللہ اعلی ۔

قاعدہ نمبر:۵-صوفب صافب عسلم اور حسال دونوں طسرح سے گفت گو منسر ماتے ہیں

علم کی بنیاد بحث و تحقیق پر ہے جب کہ حال کی بنیاد تسلیم و تصدیق پر ہے۔عارف اگر علم کی حیثیت سے بحث کر نے توعلم کے ان اصول کی طرف نظر کرنالازم ہوگا جو کتاب وسنت اور آثار سلف سے ثابت ہیں کیوں کہ علم کا اعتباراس کی اصل اوراس کی دلیل سے ہوتا ہے اور اگر عارف حال کی جہت سے کلام کرنے ان کے اس حال کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کیوں کہ ان کے جہت سے کلام کرنے ان کے اس حال کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کیوں کہ ان کے

اس حال تک رسائی اوراس کی حقیقت کاعلم اس کے مثل صاحب حال شخص کو ہی میسر ہوگا،حال کا اعتبار ان کے ذوق و وجدان پر ہوگا اوراس حال کاعلم اس صاحب حال کی مدو ہے ہی جانا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجودان کے اس حال کی اتباع اورا قتد آنہیں کی جائے گی ہاں اگر کوئی ایساشخص ہے جن کا حال اس صاحب حال کے حال جیسا ہے تو کوئی بات نہیں ۔مشائخ طریقت میں سے ایک بزرگ نے اپنے مرید سے فرایا: 'یابئے بَوِ و الماءَ فَإِنَّ المماءَ البار دَین جو جالشکو مِن صمِیم اللقلبِ'' اے میرے بیٹے پانی کو ٹھنڈ اکر کے پیو کیوں کہ ٹھنڈ اپانی پینے سے ول کے اندر سے شکر کی اوائیگی ہوتی ہے۔ مرید نے عض کیا کہ: پھر آپ سری سقطی قدرس مرہ کے بارے میں کیا فرمات کیاں جن کے بیالے پر دھوپ آتی تھی اوروہ اسے دھوپ سے نہیں اٹھاتے شے اور سے فرماتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے فس کی خاطر کوزہ کو دھوپ سے اٹھا وی ۔ شخ نے جواب فرماتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے فس کی خاطر کوزہ کو دھوپ سے اٹھا وی ۔ شخ نے جواب ویا دوہ صاحب حال تھان کے اس حال کی اقتد ادر سے نہیں۔ واللہ اعلم۔

قاعدہ :۱-غلبہ حال کی کیفیات سے باہر آنے کے بعد صاحبانِ وجبدوحال پراحکام شرعب کی قصف اواجب ہے صاحبِ حال كاوجدوحالُ جب أيسے مقام پر بينج جائے كه ان كا اختيار باقى نه رہ جائے اورخود پروه قابونه پاسکة واليي صورت ميں وه معذور بين اوراسے مجنون كاحكم ديا جائے گا،جس طرح مجنون شخص سےاحکام تکلیفیہ اورافعالِ شرعیہ کااعتبارسا قط ہو جاتا ہےاسی طرح ایسے صاحبِ حال شخص ہے بھی ان افعال واحکام کا عتبارسا قط ہوجائے گاجس کا وجد وحال ورست ہو اور تکلیف اوراختیار کا شائیہ بھی نہ ہو۔اس حالت میں جواحکام وافعال بھی اس سے فوت ہول کے اس کوان کی قضا کرنا ضروری ہوگا کیوں کہ اسباب کی مباشرت اورسبب بنانے میں کسب واختیار کے وجود کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ حالتِ نشہ میں اگر جیرصاحبِ نشہ کا اختیار اور اس کی قدرت باقی نہیں رہ جاتی ہے،لیکن چوں کہ بیحالت اس پراسی کے اختیار اور ارتکاب سے طاری ہوئی تھی اس لیے اس پر فوائت کی قضاوا جب ہے، صرف مجنونِ اصلی کا حکم اس سے ستثنی ہے (کیوں کہ مجنون اصلی کا جنون اس کے اختیار اور کسب سے نہیں ہے اس لیے عقل آنے کے بعد اس پر فوائت کی قضا واجب نہیں ہے)عذراورر فعِ مواخذہ کے باوجو دصاحب حال کے اس فعل کی اتباع اورا فتذاجائز نہیں ہے۔مثلاً جلاد کے پاس شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ کے وجد کی حالت،حضرت ابوحمزہ قدس سره کا کنواں میں تھہرے رہنا شیخ شبلی قدس سرہ کا اپنی داڑھی کوحلق کر دینا، نئے کیٹر وں کو بھاڑ دینا، د نانیر کی تھیلی کوسمندر میں ڈال دینااوراس جیسی دوسری حکایات میں ان مشائخ کے ظاہرِ اعمال سے بیرواضح ہوتاہے کہ وہ افعال واقوال ان سےغلبۂ وجداورغلبۂ حال میں صادر ہوئے ہیں۔ ساع میں وجداور قص کرنائھی غلبۂ حال ہی کے باب سے ہے۔ان افعال کاصدوراگران سے ایک حالت میں ہونہ ہی اختیار کا کوئی شائبہ ایک حالت میں ہونہ ہی اختیار کا کوئی شائبہ ہو اوراس کے صبرو شبات سے بالکل باہراور ضبط کرنابالکل ناممکن ہوتو الیمی حالت میں وہ شخص معذور ہے اور تحقیق اور صحت کی صورت میں انکار میں مبالغہ اور اعتقاد میں تعصب سے کام لیے بغیر اس کا حال سلم ہوگا۔

نی کرنیم ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ایک مجنونہ عورت آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے جنون اور مرگی کی شکایت کی اور آپ سے اس نے اپنے ستر کے کھل جانے اور مرگی کی حالت میں سرز دہونے والی حرکتوں کا شکوہ کیا ، تو آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ چاہوتو اپنی اس آزمائش اور مشقت پر صبر کرلو اور صبر کے بدلے میں مہمیں جنت مل جائے اور چاہوتو میں اپنے رب تحالی سے تمہاری شفا کے لیے دعا کردوں جس سے اس آزمائش کی زندگی سے تم کو نجات مل جائے گی، وہ عورت صبر کرنے پر اور اس کے بدلے میں جنت جانے پر راضی ہوگئی۔

(بخاری، باب فضل من یصر عمن الریح، جلد: ۷، من: ۱۱۲)

نبی کریم صلی التدعلیہ وآلہ وسلم کااس عورت کو جنون پرصبر کرنے اور شفاطلب کرنے کے ماہین اختیار دینااوراس عورت کا جنون پرصبر کرنے کو اختیار کر لینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھنہ کہنااس بات پرواضح دلیل ہے کہ وہ ناشا کستہ افعال جواس سے سرز دہوتے تھے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ عورت اس حال میں معذور ہے۔ واللہ اعلم۔

قاعدہ: ۷-فضیلت وکمال کا ثبوت احکام سشرعیہ اور حدودِ سشرعیہ کے سقوط کو مستلزم نہیں ہے۔

کسی کے لیے بھی نضیات و کمال کے ثابت ہونے سے بید لازم نہیں آتا ہے کہ اس سے احکام شرعیہ اور شرعی حدود کے عائد ہونے سے بید لازم آتا ہے کہ اس سے بید لازم آتا ہے کہ اس سے بید لازم آتا ہے کہ اس سے اس کی خصوصیت کی نفی ہوگئ یا اس سے اس کی فضیلت کا اٹکار ثابت ہوگیا۔ شریعت کا کوئی بھی حق اگر اس پر عائد ہوتا ہے تو اس پر اسے عائد کیا جائے گا۔ اس طرح شریعت کا کوئی حدا گر اس پر جاری کہ ہوتا ہے تو اسے اس پر جاری کیا جائے گا، ہاں! اس کے ساتھ ساتھ بیشر طضرور ہے کہ حقوقی شرع کے نفاذ وقیام میں توسط واعتدال کی رعایت کرے اور حدویہ شرع کے اجرامیں مبالغہ اور افراط و تفریط سے کام نہ لے اور ایمانی حرمت، اسلامی عزت اور اس کو تغیر حق تعالی کی جانب منسوب کرنے کی حدسے تجاوز نہ کرے۔ کی بیشی اور افراط و تفریط کے بغیر حصاتھ اس پر حدقائم کیا جائے جس

طرح تھم ہوا ہے۔ بعض حضرات نے جوبعض بارگاہ الهی کے مقرب اربابِ کمال اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پراحکام و صدود کو جاری کرنے میں اس حدتک حدِ اعتدال سے تجاوز کیا ہے کہ اس سے ان مشاکخ کو اس قدر نقصان کی تجاجس کی تلافی اس کے بعد ناممکن ثابت ہوئی اور پہ نقصان حق قائم مشاکخ کو اس قدر نقصان حق قائم کرنے کی وجہ سے ہوا۔ ارتکابِ معصیت اور اقامتِ حدود مرببر خصوص اور مقامِ ولایت کے منافی نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کی معصیت حدِ فسق تک نہ بہتی ہوا گئے جب تک کہ اس کی معصیت حدِ فسق تک نہ بہتی ہوا ہے گئاہ پر مصر نہ ہو جائے اس کی ولایت میں کوئی حرف نہیں آئے گا۔ پہنی جائے یا جب تک وہ اپنے گئاہ پر مصر نہ ہو جائے اس کی ولایت میں کوئی حرف نہیں آئے گا۔ پہنی جہاں چہ ایک صحابی سے جب کسی معصیت کا ارتکاب ہو گیا اور لوگ ان پر زبانِ طعن در از کرنے کے لائے تو آپ سے جب کسی معصیت کا ارتکاب ہو گیا اور لوگ ان پر زبانِ طعن در از کرنے کے حضرت منصور حلاج نہ وہ اللہ اور اس کے درول سے وی کہ دونر سے منصور حلاج کوئی کہ محاب کہ میں خود یہ بیان دیا کہ قدر خواجی کا مسلمانوں کے لیے میر نے ان کو مارنے اور ایک کمی مدت تک کوئی جی کا مسلمانوں کے لیے میر نے لگا سے زیادہ انہم اور مسلحت سے زد دیک تر نہیں ہے تاکہ کہ خورت حلاج نے دول کی خورات کی ایک ایک کی معاونت خود کی ہے۔ واللہ اعلم۔ دین کی خیرت حلاج نے دول اور کی کے دول ایک کا میانہیں ہے کہ حضر سے صور خور کی ہے۔ واللہ اعلم۔ دین کی خیرت حلاج نے خود افراد کر کے اپنے قبل کی معاونت خود کی ہے۔ واللہ اعلم۔ دین کی خورت حلاج نے خود افراد کر کے اپنے قبل کی معاونت خود کی ہے۔ واللہ اعلم۔

ُ قاعدہ: ۸۔بشریت یک تقص سے کوئی بھی شخص پاک نہیں ہے اور صمت صرف انبیا کے ساتھ حناص ہے۔

کسی کے تعلق سے بھی مطلقاً کامل ہونے کا اس طرح عقیدہ بنالینا کہ سی بھی طرح کا کوئی بھی فقص اورکوئی بھی کمی اس کی ذات کو لاجی نہیں ہوسکتی ہتقیص وا نکارگومتلزم ہے سی بھی خص کے تعلق سے کمالِ مطلق کا اعتقادر کھنا جائز نہیں ہے ،کوئی بھی آ دمی بشریت کے نقص سے پاک نہیں ہے اور عصمت توصرف انبیا کے ساتھ خاص ہے ، ولایت کے لیے عصمت شرط نہیں ہے ، معصیت اور خطا کا ارتکاب اس پراصرار کیے بغیر مقام قرب اور مرتب کو لایت کے منافی نہیں ہے ، چنال چہ حضرت سید الطا کفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے بوچھا گیا کہ: '' کھل یکو نبی العاد ف '' کیا عارف سے زنا کا صدور ہو سکتا ہے ؟ آپ نے تھوڑی دیر توقف کے بعد فرمایا : وَکَانَ آمُرُ اللهِ قَدَرًا مُقَدُدُورًا اللهِ قَدَرًا مُقَدُدُورًا اللهِ قَدَرًا مُقَدُدُورًا اللهِ قَدَرًا مُقَدُدُورًا اللهِ مِن اللهِ عَلَیْ اللّٰ عَلَیْ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللّٰ عَلَیْ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللهِ عَلَیْ اللّٰ اللّٰ اللّٰ اللّٰ اللهِ اللهِ اللّٰ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

⁽۱) اسنن الکبری کلبیبرقی ، جزء ۸ ص/۵۴۲ : حدیث نمبر:۹۹ ۱۷ ا امام بزار نے اس حدیث کومند بزار میں سیدناعمر سے روایت کیا ہے (مسند بزارج:۱،ص: ۳۹۳ / ۲۲۹)

طرح رقم ہوگیاہے کہ اس سے گناہ کا ارتکاب ہوگا تو ہوکررہے گا، پھر توبہ کر کے اس گناہ سے رجوع کر لے گا۔ خطا اور معصیت سے بندہ ہلاک نہیں ہوتا ہے بلکہ توبہ نہ کرنے میں بندہ کی ہلاکت ہوتی ہے چنال چہ حضرت آدم اور ابلیس کی مثال اس سلسلے میں موجود ہے۔ کتاب الحکم کے مصنف حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ جنید بغدادی سے بیسوال کیاجا تا کہ: '' آئیتَعَلَقٰ بھم مَا العَادِ فِ بِغَیرِ الله ''کیاعارف کا تعلق غیر اللہ کے ساتھ ہوسکتا ہے؟ تو آپ نفی میں جواب دیتے کیوں کہ ماسوااللہ سے بندہ کا تعلق معرفت وولایت کے منافی ہے اگر غیر اللہ کے ساتھ اس کا تعلق ہوگا تو نہ تو معرفت رسے گی اور نہ ہی وہ عارف رہے گا۔ واللہ اعلم۔

قاعدہ: ۹ کسی ناپسندیدہ المسرے بیخے کے لیے یافتنہ وف و کے خون سے سی بھی حسرام کام کاار تیکا بے حب نزنہ میں ہے۔

کسی بھی مکروہ اورنا پینڈیڈہ چیزیا کسی ایسے مباح چیز کو وفع کرنے کے لیے جس میں فتنہ وفساد کا اندیشہ یا گمان ہواور وقوع فتنہ کا تقین نہ ہو، کسی حرام کام کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً اگرکوئی شخص گمنام رہنے اور لوگوں کی نظر ہے گرے رہنے کی نیت سے ایسے ممنوع کا موں کا ارتکاب کرے جوعلما کے زد یک بالاتفاق حرام ہیں تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اوراگر وہ ممنوع کام علما کے ماہین مختلف فیہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اہلِ تجربہ اور اہل معرفت کے نز دیک اگراس کام کو کرنے میں کوئی مصلحت یا کوئی اچھام تفصد ہوتو ایسی صورت میں بھی اس کے نز دیک اگراس کام کو کرنے میں تھ جائز ہے ا۔: پہلی شرط یہ ہے کہ جس مذہب کی وہ تقلید کرتا ہے وہ فعل اس مذہب کی وہ تقلید کرتا ہے وہ فعل اس مذہب کی وہ تقلید کرتا ہے وہ فعل اس مذہب کے خواز میں دونوں فریق کا اختلاف قوی ہو جھش کسی غریب قول یا کسی ضعیف فعل کے جواز وعدم جواز میں دونوں فریق کا اختلاف قوی ہو جھش کسی غریب قول یا کسی ضعیف فی ہو ہو ہو کی کرنا کسی بھی طرح درست نہیں ہوگا۔

اس مقام پر غالی صوفیہ کا پائے ثبات لغزش کرجا تا ہے بفس کے خلاف کسی بھی اندیشہ کی بنیاد پروہ مصلحت پر عمل کرتے ہیں اوراس سلسلے میں بعض ارباب احوال سے منقول حکایات کو اپنی سند مانتے ہیں لیکن میلوگ (محققین صوفیہ) ان غالی صوفیہ کی اس بات کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کو خسل خانہ میں چوری کے واقعہ اوراس جیسی دوسری حکایات کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ کہ اس مر و عارف نے خود کولوگوں کی نظروں سے گرانے اور از دحام خلق سے نجات پانے کے لیے چوری کی تھی جوشریعت میں بالا تفاق حرام ہے؟

عنسل خانہ میں چوری کا قصہ پیہ کہ ایک برزرگ اپنے زمانے میں زہدوور ع اور تقوی و پر ہیز گاری سے خوب مشہور ہو گئے جس کی وجہ سے وہ مرجع خلائق ہو گئے، جب انہوں نے اپنے پاس لوگول کا بچوم، ان کا خوب آمدورفت، اوراپن بے پناہ تعظم و تکریم ملاحظہ کی تو انہوں نے لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹانے اوران کے بچوم سے نجات پانے کے لیے ایک حیلہ کیا، چنال چہوہ فسل خانہ میں گئے وہاں انہیں ایک خفس کا کپڑ ارکھا ہوا ملاء انہوں نے اسے زیب تن کرلیا اور گزرگاہ عام پر آکر کھڑے وہاں انہیں ایک خفس کا وہ گپڑ اتھا جب وہ فسل خانہ سے نکلا اور اپنے کپڑ ہے کو تلاش کرتے کھڑے بہر آپاتو و یکھا کہ وہ بزرگ اپنی گرڑی کے نیچ اسے بہنے ہوئے ہیں، اس خفس نے اس بزرگ کو پکڑ کر مار ااور انہیں ذکیل کیا، پھر پورے شہر میں ہے بات بھیل گئی کہ شیخ چوری کر کے ذکیل ہوگی بھر دوبارہ کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا۔

اس کا جواب میہ ہے کہ اس بزرگ کا اس کپڑے کو اٹھا کر پہنیا، آیسی چوری نہیں ہے جو شریعت میں بالا تفاق حرام ہے اورجس کی وجہ سے حد جاری کرنالازم ہوتا ہے، کیوں کہ محفوظ مال کو خفیہ طریقے سے لینے کا نام چوری ہے اور جمام جائے حفاظت میں داخل ہی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ میہ باجا سکتا ہے کہ ان کا ایسا کرنا دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ہے بدالگ بات ہے کہ کپڑے وغیرہ میں عرفی اجازت شائع وائع ہے۔ اگر سی نے اپنے سی مسلمان بھائی کا کپڑ ایہ سوچ کر پہن لیا کہ اس کی اجازت ہوگی ہی، یا اس کے حسنِ خلق پر اعتاد کرتے ہوئے کہن لیا تو اس میں کیا برائی ہے؟ ہاں یہ بہتر ضرور تھا کہ اس کا بیغل صاحبِ مال کی صراحة یا دلالة اجازت سے ہوتا۔ زیادہ سے نودہ اس کا بیغل مکروہ ہوگا حرام نہیں ہوگا۔

اس پروہ (اس جواب پراعتراض کرتے ہوئے وہ غالی صوفیہ) یہ کہتے ہیں کہ پھراس واقعہ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ کہایک مریدنے بایزید بسطا می قدس سرہ کی بارگاہ میں آکر اپنی ننگ وتی ،ننگ حالی اور پریشانیوں کاشکوہ کیا، تو آپ نے اس سے فرما یا کہ اس کاحل بہت آسان ہے، اگرتم اسی وقت ایک درہم خرچ کرو گئوتم بھرا پنی واڑھی حلق کر کے شہر کے مشہور و خرید کرتو برہ میں ڈال دواوراس تو برہ کوا پنی گردن پراٹی الو، پھرا پنی داڑھی حلق کر کے شہر کے مشہور و معروف لوگوں کے پاس جا وَ، اور جو جو بچے تمہاری گردن پرایک تھیٹر مارے اسے تم ایک اخروث دو، اگریہ کام تم کرو گئوتم بہیں اس آفت سے جات مل جائے گی اور تمہاری پریشانی حل بہوجائے گی۔ اس مرید نے کہا: سبحان اللہ! مجھ جیسا کوئی بھی آ دمی میکام کیسے کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ سبحان اللہ تم سے خواف اس بارگاہ میں تمہارا کوئی کام نہیں ہے۔ اس کا ذکر تمہارا مقصد نہیں، یہاں سے چلے جا وَ، اس بارگاہ میں تمہارا کوئی کام نہیں ہے۔

اس کاجواب یہ ہے کہ سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کی یہ باتیں حقیقت میں نہیں تھی، بلکہ ان باتوں سے اس مرید کا امتحان لیناان کا مقصد تھا کہ اس کے اندر کتنی خوداعتادی ہے

اور وہ کس قدر مشقت برداشت کرسکتا ہے۔ور نہ تو بایزید بسطامی کاان باتوں کا حکم دینااور پھرممل میں لانے کے لیے کہناعقل سے بعید بات ہے۔

پھراس مقام پرغالی صوفیہ میں کہ آگر سی شخص کالقمہ حلق میں اٹک جائے اور پانی موجود نہ ہواور جان جائے تک کی نوبت آ جائے تو الی صورت میں تمام علمائے شریعت کا اتفاق ہے کہ اس شخص کے لیے شراب پی کرلقمہ کو حلق سے اتار نا جائز ہے جب کہ شراب کی حرمت متفق علیہ ہے۔ پھرونیوی زندگی تو فنا ہوجائے گی اس فانی زندگی کی حفاظت کے لیے جب سی حرام کام کا ارتکاب جائز ہے ، تو اطاعت میں خلوص پیدا کرنے اور مولی تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لیے جوابدی زندگی کا سبب ہے سی حرام کام کا ارتکاب کیوں کر جائز نہیں ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسلہ کولقہ ملق سے اتار نے کے مسلہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ وہاں شراب نہ پینے سے زندگی ہی ختم ہوجائے گی جس پر وجود و بقا کا دار و مدار اور سارے کمالات کی خصیل موقوف ہے۔ اورا گراییا نہیں کرئے قتلِ نفس پر مدد کرنا لازم آئے گا جو شریعت میں بالا تفاق حرام ہے، اس کے برخلاف جاہ وشہرت حرام شری نہیں ہے اس سے تو صرف بندہ کے کمال میں اضافہ ہوتا ہے اور ان مشائخ سے توشہرت وجاہ طلی بھی متیقن نہیں ہے۔ اور جو افعال وحرکات ملامتی محققین سے سرز دہوتے ہیں وہاں نہ توشر عاکسی حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہے اور نہ ہی سی مکروہ کام کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مقصد عبادات کو چھپانا ہے اور بعض ایسے افعال کو ظاہر کرنا جن میں بظاہر عیب معلوم ہو جو حقیقتِ حال سے آگاہ ہونے سے پہلے غیر مشروع کے ممکن ہے کہ ان افعال کے صدور میں ملامتی حضرات کی نیت نفس سے کنارہ کئی ہو، اپنے احوال کو مخلوق سے چھپانا ان کا مقصد نہ ہو؛ کیوں کہ بید حضرات توصرف اپنی تعظیم کے اندیشہ کی وجہ سے اپنے احوال کو مخلوق سے چھپاتے ہیں کہ کہیں ان کے احوال پر مطلع ہونے کے بعدلوگ ان کی تعظیم کرنا نہ شروع کردیں۔ پھر بات وہی لازم آئی کہ اس سے کنارہ کش ہوجائے۔ در حقیقت بیرحال اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو مشہور اصطلاح کے مطابق بہ درجۂ اتم ملامتی ہواور فعل وترک اور وجود وعدم ہر اعتبار سے اس کی نظر مخلوق سے بالکل ہے جائے۔

شخ ابولعباس مرى رضى الله عنه فرمات بين: 'من أداد الظهور فَهُوَ عبدُ الظهورِ وَ من أدادَ الظهور وَ فَهُوَ عبدُ الظهورِ وَ من أدادَ الخِفاءَ فَهُوَ عبدُ الله سواء عليهِ أظهَرَ أو أخفى "جواپناحوال كوظا مركرنا چاهوه الله رب العزت كى صفت 'الظاهر " كا مظهر ب اورجو اپناحوال كو پوشيره ركهنا چاهه وه الله كى صفت 'الباطن " كا مظهر ب اورجو بنده الله رب العزت كى ذات كا مظهر موتا

ہے،اظہارواخفا سےاس کوکوئی فرق نہیں پڑتا ہے،خواہ وہ اپنے احوال کوظاہر کرے یا پوشیدہ رکھے دونوں اس کے لیے برابرہے۔

قاعده: ١٠ حق كي موافقت مقصود ہے، نہ كرمحت الفت نفس.

حق کی موافقت ہی اصل مقصود ہے،نفس کی مخالفت مقصد اصلی نہیں ہے،ا گرنفس حق کے موافق ہوجائے اورخواہشات شریعت کے تابع ہوجا عیں تو یہ کمال کا اعلیٰ ورجہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ عليه وآله وسلم كاس تول ميں اسى بات كى طرف اشارہ ہے: "حتى يَكونَ هو اهُ تبعًا لِما جئث به'' (۱) کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی چیزوں کےموافق نہ ہوجا ئیں۔اسی طرح کی روایت حضرت عمر ہن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہے بھی مروى ب،آي فرمات يين: 'إذاوافق النفس الحق فذالك شَهَدً بالزبد "(٢) يعنى جب نفس حق کے موافق ہوجائے تو بیابیاہی ہو گیا جیسے مسکد میں شہداور دودھ میں شکر مل گیا ہو۔ مثلاا گرکسی کے والدین اس کوحلوہ کھانے کا تھکم دیں اور جو کی روٹی کھانے سے منع کریں تو اس کے لیے حلوہ کھانا اورحلوہ کی لذت سے لطف اندوز ہونا جو کی روٹی کھانے سے زیادہ ٹفع بخش اور بہتر ہوگا۔

کچھ لوگ اس قدرمبالغه اوراغراق کی حد تک نفس کی مخالفت کرتے ہیں کہ خالفت نفس کی وجہ سے حق کی مخالفت ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے بہت ساری عبادتیں اور کچھ وہ سنن ونوافل فوت ہونے لگتے ہیں جن سے فس کولگا و ہوجاتا ہے اور نفس جن کاعادی ہوجاتا ہے۔ اگر چ معالجة نفس کے باب میں بیجھی نفع بخش اورمؤثر ثابت ہوتا ہے لیکن بیراستہ اختیار کرنے سے یوری جدو جہداورسعی وکاوژن ختم ہوجاتی ہےجس کی وجہ سےاس راہ کاراہ گیرمقصود کے مخالف کسی دوسری راہ

مثائخ شاذلیہ کا میر طریقہ رہاہے کہ وہ حضرات اپنے مریدوں اورطالبوں کی تربیت و ہدایت ان کی طبیعت کےموافق ان کے آرام اورراحت کا خیال رکھتے ہوئے کرتے ہیں،ان کو ان کی پہلی حالت سےزوروز بردی کر کے نہیں نکالتے ہیں، ریاضت ومجاہدہ کرانے میں سختی سے

⁽۱) مندفر دوس میں حضرت عبد اللہ ابن عمر و سے ان الفاظ میں مروی ہے'' لایؤ من احد کم حتی یکو ن هو اه تبعالمها جئت به''(ج:۲/۱۱/۲۱) نیز امام نو وی نے شرح اربعین میں اس حدیث کوحسن هیچے کہا ہے (ا/ ۱۳۵) قواعد التصوف میں اس قاعدہ کے تحت بیرحدیث نہیں ہے،وضاحت کے لیے ثیخ نے اس کا اضافہ کیا ہے،اسی طرح حلوہ والی مثال اوراس کے بعدمشائخ شا ذلیہ کےطریقے کا ذکر آخر تک شیخ کا ہی اضافہ ہے۔ (۲) احياء علوم الدين (۱۸۶/۳)

کامنہیں لیتے ہیں، مریدوں اورطالبوں کی مزاج وطبیعت کے موافق اورادووظائف میں انہیں مشخول کرتے ہیں اوران کے ساتھ دفق وراحت کا برتاؤ کرتے کرتے دھیرے دھیرے بہآسانی انہیں مغزلِ مقصودتک پہنچادیے ہیں۔ اور بید حضرات مشاکخ شاذلیہ بیفر ماتے ہیں: کہ اس راہ میں جس کی سیراس کی طبیعت اور شاکلہ کے مطابق ہوتی ہے، بہت آسان اورا قرب طریقے سے بارگا و اللہ تک اس کی رسائی ہوجاتی ہے اور جس کی سیراس کے شاکلہ اور طبیعت کے موافق نہیں ہوتی ہے تو طبیعت کی خالفت کی وجہ سے اس کی رسائی مشکل تو طبیعت کی خالفت کی وجہ سے اس کی رسائی مشکل ہوجاتی ہے۔ حصا حب کتاب الحکم شخ ابن عطاء اللہ اسکندری فرماتے ہیں: ''لاتا خند فون الأذ کا دِ ہوجاتی ہے۔ صاحب کتاب الحکم شخ ابن عطاء اللہ اسکندری فرماتے ہیں: ''لاتا خند فون الأذ کا دِ اختیار کر و جن کو اختیار کرنے سے نفسانی قوتیں اللہ کی محبت میں تمہاری مد کریں۔

سلسلة شافرليد كامام ومنتمي قطب الوقت شيخ ابوالحسن شافرلى قدس سره فرمات بيل كه:

''الشيخ مَن دلّك على دا حَتِك ''شيخ وه ہے جوتم بارى آسانى كا خيال ركھتے ہوئے تم بارى رہنمائى كرے دنيز حديث پاك:''ئيسر واو لا تُعسِر وا''(ا) (آسانيال فراہم كرو، ختيال نه كرو) كامعنى علما ومشائخ نے اس طرح بيان كيا ہے:''دُلُو هم على الله ولا تذكُو هم على غيره فإنَّ مَن دَلَك على اللّه فقد اَتعبَك و مَن دَلَك على العَمَلِ فَقَد أَتعبَك و مَن دَلَك على الله فقد اَتعبَك و مَن دَلَك على الله فقد اَتعبَك و مِن دَلَك على الله فقد اَتعبَك عنوں كہمِس على الله على جانب تم بارى رہنمائى كى اس نے تم بارے ساتھ خيانت كى ، جس نے تم بيس رياضت و مجاہدہ كى ختيوں ميں ڈال ديا اس نے تم بيس تھا وٹ اورغم واندوہ ميں مبتلا كرديا اورجس نے الله رب العزت كى جانب تم بارى رہنمائى كى وہى حقيقت ميں تم بارا خيرخواہ اور بہى خواہ ہے۔

رب العزت كى جانب تم بارى رہنمائى كى وہى حقيقت ميں تم بارا خيرخواہ اور بہى خواہ ہے۔

تا عدہ: اا – الفاظ ومعانى كى رعايت ليت لازم ہے۔

قاعدہ: اا – الفاظ ومعانى كى رعايت ليت لازم ہے۔

لفظ میں جس طرح معنی کی رعایت کرناضروری ہوتا ہے اور الفاظ کا جامہ روح معنی کے بغیر معتبر نہیں ہوتا ہے اس طرح لفظ کی ادائیگی میں ایسی رعایتیں ہونالازم ہے جومعنی کوسامع کے ذہن میں اتار دیں جس سے فہم سامع پروہ معنی بالکل واضح ہوجائے معنی کی صحت اور اس کے ربط وضبط کے بارے میں پہلے دل میں غور وفکر کرنا چاہیے، پھراس کی ادائیگی کے وقت زبان کو ثقالت سے محفوظ رکھے تاکہ لفظاً ومعنی ہر طرح سے اپنے مقصود کو پورے کمال کے ساتھ بیان کر سکے۔ گفتگو میں کسی قسم کا اشکال ہوتا ہے تو اس

⁽١) محيح بخارى، بابقول النبي صلى الله عليه وسلم: يسروا و لا تعسرواج: ٨٠/٨

ہے منتکلم کا ذہن إدھراُ دھر بھٹکنے لگتا ہے۔اسی طرح الفاظ کوصاف صاف ادا کرے ورنہ سامع کواس کامعنی سجھنے میں دشوار بوں کا سامنا کرنا پڑے گا اوراس کا ذہن اِ دھراُ دھر بہکنے لگے گا۔ بسااوقات معنی مقصود کی ادائیگی اور حقیقت کو اچھی طرح واشگاف کرنے کے لیے محقق کامل کے پاس بھی الفاظ کی کمی ہوتی ہےجس کی وجہ سے کلام میں اشتباہ وایہام ہونے لگتا ہےاوراس اشتباہ کی وجہ سے وہ لوگوں کے مابین مختلف فیہ ہوجا تا ہے پھرظا ہر پرست اورعبارت پرست لوگ اس پر کفرو بدعت اورنسق كاحكم لگاويتے ہیں۔ چنال چیہ جماعتِ صوفیہ بالخصوص متاخر ین صوفیہ کے ساتھ اس نعلق سے جووا تعات بھی پیش آئے ان میں سے اکثر وا قعات کلام میں ابہام واشکال ہی کی وجہ سے رونما ہوئے مجھی اشخاص ووا قعات کو عام حکم کا درجہ دینے سے بھی پیرنقصان پیش آتا ہے، چناں چیکسی لفظ کا کوئی معنی کسی آ دمی کے نز دیک معتبر ہوتا اور وہی معنی کسی دوسرے آ دمی کے نز دیک غیر مقبول اور نامعتبر قرار پاتا ہے۔اسی طرح لفظ اور معنی کے ایک ہونے کے باوجود کسی لفظ کامعنی ایک وقت میں کسی آ دمی نے نز دیک مستحسن ہوتا ہے، پھروہی معنی دوسر بے وقت میں اس شخص کے نز دیک فتیج مانا جاتا ہے۔جس طرح متعلم کے احوال میں تبدیلی کی وجہ سے تھم بدل جاتا ہے اس طرح سامع کے احوال بدلنے ہے بھی تھم میں تبدیلی کا اعتبار ہوگا (اس لیے منظم کوسامع ۔ سے مخاطبت کے وقت اپنی گفتگو کو ابہام واشکال سے پاک صاف رکھنا بہت ضروری ہے) نبی کریم صلى الله عليه وآله وسلم كاليفرمان اسى كى طرف مشير في: "حَدِثُو االنَّاسَ بِما يَعوفُونَ أَثُويدُونَ أَن يُكَذِّبُو االله وَ رَسُولُه ''() لوگوں ہے ایسی زبان میں باتیں کروجس ہے وہ اچھی طرح آشا ہیں۔ کیاتم اپنی ناقابل فہم گفتگوسے میر چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرویں۔ سیدالطا کفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ ہے کسی نے بوچھا کہ ایک مسئلہ کے بارے میں آپ سے کئی لوگ سوال کرتے ہیں، آپ ہر خض کو الگ الگ جواب دیتے ہیں، یہ کیا ہے؟ ا يك مسلَّد مين توتكم ايك بى موتاج؟ آپ فرمايا: "ألجوَاب على قدرِ السائل" جواب حالِسائل كےمطابق ہوناچاہي، چنال جيني كريم صلى التدعليه وآله وسلم فرمايا سے: ''أُمِرِ ناأن نُكَلِّمَ النَّاسَ على قدرِ عُقُولِهِم ہمیں سیجکم ہواہے کہ ہم لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق گفتگو کریں۔

(مندالفرون، دیلمی،ج:۱٫ص:۱۱۳)

⁽ا) صحیح بخاری، باب من خص بالعلم قو ما دون قوم، کراهیدهٔ أن لایفهموا (ج:۱،۳۷:۱،۳۰) بخاری کا انتخاری کا انتخاری کا افاظ اس طرح بین: "حدثوا الناس، بما یعرفون أتحبون أن یکذب الله و رسوله"

قاعدہ: ۱۲-بات چیت اور معاملات مسیس کت اب وسنت کی پیسروی واجب ہے۔

اپنی نگاہ کو صرف حقیقت ہی پر جمائے رکھنا طریقت میں نخل ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ سے شطحیات ، مفوات ، موہمات اور مہمات صادر ہوئے ، پھر زبانِ شریعت سے ان کی تر دیدگی گئی اوران پرانکارواعتراض کیے گئے ، الہذا گفتگو میں احتیاط سے کام لینا واجب ہے تا کہ کتاب وسنت کے علاوہ کہیں اور سے کوئی بات نہ لے ، اس طرح الفاظ کو پوری بیداری کے ساتھ صاف و شفاف لہجہ میں اواکرے تا کہ مقصود بالکل واضح ہوجائے ، ورنہ تو منکر جو دلیل سے استدلال کر رہا ہے وہ اپنے انکار میں معذور ہوگا اور اس انکاری وجہ سے اس پرکسی قسم کی ملامت یا عتاب نہیں کیا جائے گا۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسااوقات صوفیہ کی گفتگو سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا تھااوراتی پرایک زمانہ گزرجاتا تھا باوجوداس کے کہوہ نکتہ اپنے حسن ولطافت کی وجہ سے پنی زبانِ حال سے مجھ سے پیفریاد کرتا تھا کہ مجھے قبول کرو پھر بھی میں اسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا تھا جب تک کہ اسے کتاب وسنت کے موافق نہیں یا تا تھا۔

ہروہ صوفی جس کا برتا و مخلوقِ خدا کے ساتھ مشروع طریقے پرنہ ہو جس طرح اس کی توجہ حقیقت کی جانب رہتی ہے، اس طرح سے وہ مخلوق کی جانب متوجہ ہوتا ہو، بندوں کی طرف ملاحظہ کرنے کا جو دستوراور شریعت اللہ رب العزت نے وضع کیا ہے اوران کے ساتھ جسیا محاملہ کرنے کا اس نے حکم فر مایا ہے اس کے مطابق اگر اس کا عمل نہ ہوتو وہ اپنے اعمال میں غلط روی کا شکار ہوجا تا ہے، یا تو اس کے احوال میں شطحیات صادر ہونے لگتے ہیں یا پھر اس کے اقوال میں شطحیات اشکال وابہام پیدا ہونے لگتے ہیں جا کرتا ہے یا دونوں کو ہلاکت میں گرا دیتا ہے یا دونوں کو ہلاکت کے گڑھے سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ کسی عارف نے کیا ہی خوب فر مایا ہے:

''مَن عامَلُ الحَقَّ بِالحَقِيقَةِ وَالنَحلَقَ بِالشَّرِيعَةِ فَهُوَ صِدِّيق وَمَن عَامَلُ الحَقَّ بِالشَّرِيعَةِ فَهُوَ صِدِّيق وَمَن عَامَلُ الحَقَّ بِالشَّرِيعَةِ وَالخَلقَ بِالشَّرِيعَةِ فَهُوَ مُؤْمِن منيِّي' جس كامعامله الله رب العزت كساته حقيقت سے اور مخلوق كساته الله على الله

قاعدہ: ۱۳ شبہہ اوراس کال کے معت اما ۔ میں او قف محمد ود ہے۔
جن مقامات میں اشکال یا کی شیم کا کوئی شبہہ ہواور وہال کوئی دلیل یقینی موجود نہ ہوتو وہال توقف کرنامحود ہے، اس کے بر خلاف جن مقامات میں دلیلِ قطعی یقینی موجود ہو وہال توقف سے کام لینا مذموم ہے۔ اس کا دار و مدار سن خلن پر ہے اوراپنی دلیل کے خالف دوسرے دلائل پر اپنی دلیل کوتر جے دینے پر سے موقوف ہے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ ایک ہزار کافر کو اسلام کے سی شبہہ کی وجہ سے کفر سے خارج کر کے اسلام میں داخل کرنا درست ہے گین کی ایک مون کو گفر کے سی شبہہ کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دے کر گفر میں داخل کرنا درست ہے گین کی ایک مون کو گفر کے سی شبہہ کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دے کر گفر میں داخل کرنا درست ہیں ہے۔ در حقیقت اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی بنیا داس گئے ہیں ہے۔ در حقیقت اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی بنیا داس گئے ہیں کہ اجتہا داور دلیل کے اقتضا سے قبول وانکار جو بھی خاس ہوائلہ کے سپر دکر دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کی وہ جماعت لوگوں کے مابین ہمیشہ مختلف فیہ رہی ہے جن حاس ہمیات و موہمات صاور ہوتے ہیں۔ ان صوفیہ کے تعلق سے پچھ لوگ انکار کی روش اختیار کرتے ہیں اور ان کے مکر ہوجاتے ہیں جب کہ ایک دوسرے گروہ کے لوگ ان کے سلط میں توقف کرتے ہیں۔ دونوں جماعت اپنی اپنی دیل کے مطابق حق ہوجانب ہیں۔

مشائخ طریقت میں سے کی بزرگ سے پوچھا گیا کہ: '' آ ماتھوں فی إبن العَوَبِي'' شُخُ کی الدین ابن عربی کے تعلق سے آپ کی کیارائے ہے؟ ان کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، ان کے متعلق آپ کا کیا اعتقاد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: '' ھُوَ أَعَوَ فُ بِکُلِ فَنَ مِن اُھلِ کُلِ فَن '' وہ جانے تھے، لوگوں نے کہا: '' ھَاسَتَلْنَا کُ عَن ھلَدَا'' آپ سے ہماراسوال اس تعلق سے نہیں ہے، ان کے علم ومہارت اور فضل و کمال کے بارے میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہم تو آپ سے ان کے عقیدے کے بارے میں سوال کررہے ہیں کہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہم تو آپ سے ان کے کیاعقا کہ تھے؟ فرمایا: '' اختلیف فید مِن الکفو الی الگھلبَانِیّة '' ان کے علق سے قرب قطبیت تک لوگوں کا اختلاف ہے، ایک جماعت ان کو کا فرما نی ہے، جب کہ دوسری ہماعت ان کوقطب ما نتی ہے۔ پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کس طرف ہیں افراط اور آپ کے نزد یک ان کے تعلق سے کون ساقول رائ جے جو فرمایا: '' اسلِم قسلِم'' میرامذہب سلیم ہے، اور سلامتی آئی میں ہے کہ تعلیم کیا جائے نہ تو ما نے میں غلوکیا جائے اور نہ ہی نہ مانے میں افراط سے کام لیاجائے۔ اس لیے کہ تو میں بہت خطرہ ہے اور اگر قطبیم میں مبالغہ سے کام لیاجائے تو یہ تی خطرہ ہے اور اگر قطبیم میں مبالغہ سے کام لیاجائے تو یہ تی کہ کے کہ تھی میں مقصد کی حقیقت تک نارسائی کی بنا پرکوئی دوسراراستہ اختیار کرلیں۔ کیسی سے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ توام الناس ان کے مہمات و موہمات کی اتباع کرنے کئیں جس کے منتیج میں مقصد کی حقیقت تک نارسائی کی بنا پرکوئی دوسراراستہ اختیار کرلیں۔

قاعدہ: ۱۲ صوفیہ صافیہ کی جماعت پراعتراض و انکار کے

صوفیه صافیه کی جماعت پراعتراض وا نکار کے یا خچ اسباب ہیں:

(۱) پہلاسبب صوفیہ کا اپنے بلند وبالا مقام ومرتبہ، اپنی عظمت شان، رفعتِ کمال اور اپنے حال کی یا کیزگی کی طرف نظر کرنا ہے کہ جب وہ رخصت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرتے ہیں یا آ واب میں سے کسی اوب کی بچا آ ور کی میں کمی کرتے ہیں یا وین کے کسی حکم میں تساہلی برتے ہیں یا عیب و نقص کی کوئی صفت ان کے اندر آ جاتی ہے توان پر اعتراض واز کار کیا جاتا ہے، کیوں کہ جو چیز جتی زیادہ یا کیزہ اور طیف ہوتی ہے اس میں عیب وقص اتنا ہی زیادہ واضح اور صاف و کھتا ہے، چناں چہ اگر سفید کپڑے برسیاہی کا صرف ایک نقط لگ جائے تو وہ دور سے ہی نمایاں معلوم پڑتا ہے۔

جولوگ مذکورہ بالاسب کی وجہ سے صوفیہ کی تر دیدوا نکار میں سبقت کر نتے ہیں،ان کے لیے اس اعتراض یاا نکارکواپنے دل سے دفع کرنے کا طریقہ بیرے کہ وہ بیس بھے لیس کہ کمالِ مطلق کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شخص بشریت کے نقص سے پاک ہے، عصمت تو صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے۔ کسی بھی لغزش یا غلطی کا سرز دہونا بلکہ بغیراصرار و تکرار کے کسی بھی معصیت اور خطاکا صاور ہونا مرجبہ کمال اور درجہ کولایت کے منافی نہیں ہے۔

(۲) صوفیہ صافیہ پر ردوا نکار کا دوسر اسبب ان کے دفیق علوم اور لطیف اشارات ہیں جن کو کوئی بھی آ دمی بآسانی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ بیا بیک نا قابلی انکار حقیقت ہے کہ سب سے اضل ، اوق اور سب سے زیادہ لطیف علم علم تصوف ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت ، ذوق سمجے اور کشف صرح پر ہے۔ چنال چہ سید الطا گفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: جس علم کے ذریعے ہم اپنی اصحاب سے گفتگو کرتے ہیں پوری روئے زمین میں اگراس علم سے افضل اور بہتر کوئی علم ہوتا تو میں اس علم کی تحصیل کے لیے سفر کرتا اور اس کو طلب کرنے کی کوشش کرتا۔ جودت طبع ، قوت عقل، قیل وقال اور بحث و مباحثہ کی مددست تو کسی بھی علم کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ جودت طبع ، قوت عقل، قیل وقال اور بحث و مباحثہ کی مددست تو کسی بھی علم کو حاصل کرنے ہوتا ہو گئی ، جودت طبع اور فطر سے سلیمہ کے باوجود محابلہ کہ نشس ، تصفیہ باطن اور اپنے بر کو ماسوا اللہ سے خالی کرنا بھی شرط ہے۔ صوفیہ کے اقوال وافعال پر اعتراض یاا نکار کی وجو محال گر لعنت و استعداد کی کمی ، حوصلہ کی تئی ، معرفت کا فقد ان اور ضعف ایمان ہے۔ اس کے باوجود محراگر لعنت و وافعال میں تو قف اور تسلیم سے کام لیا جائے ، خداقر ارکر بے خدائی اضاف یہی ہے کہ صوفیہ کے اقوال وافعال میں تو تف اور تسلیم سے کام لیا جائے ، خداقر ارکر بے خدائی انکار کرے۔

(٣) صوفيہ کے اقوال وافعال پراعتراض واقع ہونے کا تیسر اسب بیہ ہے کہ تصوف کے

دعویداروں کی کثرت ہوگئی۔ بناوٹی، مکار، ریا کار، وظیفہ خوراورا پنے مطلب کی تحصیل کے لیے عوام کی نظر میں صوفی بننے والے جھوٹے اور جاہل لوگ اس میں بہ کثرت داخل ہو گئے جس کی وجہ سے اشتباہ ہونے لگا۔ اب اگر محتقین صوفیہ میں سے کوئی صوفی حق کا دعوی بھی کرتا ہے تو وہ ظاہر بینوں کی نگاہ میں جھوٹے اور مکاروعویداروں کی طرح نظر آنے لگتا ہے۔ اب ایسے مقام پرولیل و بینوں کی نگاہ ہے۔ اب ایسے مقام پرولیل و برہان کی ضرورت پڑتی ہے جس سے باطل کو حق سے ممتاز کیاجا سے اور بسااوقات تونفس الامر میں دلیل بھی موجود ہوتی ہے کہ وہ اس دلیل کو سمجھ کر دلیل بھی موجود ہوتی ہے کہ وہ اس دلیل کو سمجھ کر حق کو باطل سے الگ کر سکے۔ لہٰذا ایسے مواقع پر بھی توقت نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس دلیل کو سمجھ کر حق کو باطل سے الگ کر سکے۔ لہٰذا ایسے مواقع پر بھی توقف اور تامل ہی بہتر ہے۔

ب کے کہیں عوام الناس گمراہی میں میں میں کا بیات کے کہیں عوام الناس گمراہی میں مبتال نہ ہوجا عیں الحاداور ہے دین ان کے اندرنہ آجائے اور ظاہر شریعت پران کا اعتبار ہی ختم نہ ہوجائے ، جیسا کہ اکثر جاہل اور خشک لوگ مشاہدہ میں آتے ہیں ، اسسب کی بنیاد پر صوفیہ پرا نکار کیا جاتا ہے کیکن اس سبب سے اس طریقہ کے اصل یاعلم تصوف کے وجود کا انکار لازم نہیں آتا ہے بلکہ یہاں توکسی مصلحت یا حکمت کی بنیاد پر صوفیہ کا انکار کیا گیا ہے جوایک الگ بحث ہے۔

(۵) صوفیہ پرردوانکارکا پانچوال سبب یہ ہے کہ حق کا اعتراف کرنے جق دلانے ، اور عدل و انصاف کی راہ پر ثابت قدم رہنے میں ہم آ دی کواس کے مقام و مرتبہ کے حساب سے بخل اور لا کچ میں سے حصد ملا ہے۔ چول کہ صوفیہ کاتعلق اور ان کی توجہ تقیت کی طرف ہوا کرتی ہے اور حقیقت کے ظہور و غلبہ کی وجہ سے ان کے اندر سے بخل ، لا پی اورو میراعتبارات ختم ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے صوفیہ این غلبہ کی وجہ سے ان کے اندر سے بخل ، لا پی اور میراعتبارات ختم ہوجاتے ہیں ، ان کی ایک مخصوص شان زرگی میں اور زندگی کے بعد بھی نیک نامی سے مشہور ہوتے رہتے ہیں ، ان کی ایک مخصوص شان اور ایک خاص امتیاز ہوتا ہے ، لوگوں کے قلوب کی طرح ان کے وقو کی ان کے قلوب ان کو تسلیم کرتے ہیں ، وہ مرجع خلائق ہوجاتے ہیں اور انہیں وہ عزت اور وہ غلبہ حاصل ہوجا تا ہے جوفقہ ہا اور علم کے ظاہر کو بھی حاصل نہیں ہوتا ہے ۔ عام لوگوں کے قلوب کی طرح ان کے دلول میں بھی حسد ، جلن اور رشک پیدا ہونے لگتا ہے پھر وہ لوگ صوفیہ کی تسقیص کرنے لگتے ہیں تا کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی محبت کو شتم کے تو گان نظم خوا انکار میں معذور بلکہ ماجور ہوں کے لیک ایک دلوگوں کے دلوں سے ان کی محبت کو شتم کے لیک ایک ناس قتم کے لوگ انکار میں معذور نہیں ہوں کے بلکہ بیلوگ محروم اور خائب وخاسر ہوں گے لیک میلوگ می وم اور خائب وخاسر ہوں گے لیک میلوگ فقہ ہا اور علم نے ظاہر جوز یو رتصوف سے عاری اور تو جہ الی اللہ سے خالی ہوا کرتے ہیں وہ فقہ ہا اور علمائے ظاہر جوز یو رتصوف سے عاری اور تو جہ الی اللہ سے خالی ہوا کرتے ہیں وہ فقہ ہا اور علمائے خالم ہوز یو رتصوف سے عاری اور تو جہ الی اللہ سے خالی ہوا کرتے ہیں وہ

تو خارج از بحث ہیں لیکن عارفین اور پر ہیزگار بندوں کا ذکر جمیل اور حسنِ شہرت ہمیشہ باقی رہنے کا اصلی سبب ریہ ہے کہ فقیدا پنے نفس کی ایک صفت کی طرف منسوب ہوتا ہے جس سے اسے شخف رہتا ہے وہ صفت اس فقید کی عقل اور سمجھ ہے، وہ صفت اس کی حس اور حیاتِ ظاہری کے نتم ہوجانے سے ختم ہوجاتی ہے جب کہ عارف اور عابر شخص کواس می اور ہاقی رب سے نسبت رہتی ہے جس کے صفات ازل سے ابدتک باقی رہیں گے پھروہ کیسے مرسکتا ہے جس کا تعلق بغیر علتِ نفس کے اس ذات سے قائم ہوگیا ہوجومی لا یموت ہے:

ہرگزند میردآل کہ دل زندہ شد بعثق شبت است برجریدہ عالم دوام ما جس کوند میردآل کہ دل زندہ شد بعث شبیل مرتا ہے، صفحہ عالم پر ہمارا دوام شبت ہے۔

یکی وجہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہادکر کے شہادت سے مشرف ہونے والے کوسی اور معنوی دونوں قسم کی زندگی سے سرفراز کیاجا تا ہے کیوں کہ اس نے حسی اور معنوی دونوں طرح سے اعلائے کلمة الحق کیا ہے: چناں چہ اللہ تعالی کافرمان ہے 'وَلا تَحْسَدُتَی الَّذِیْنَ قُتِلُو آفِی سَدِیْلِ اللهِ اَمْوَا اَلَّہِ اَللَٰ اللّٰہِ اَمُوَا اَللّٰہِ اَمُوا اللّٰہِ اِللّٰہِ اَمُوا اللّٰہِ اَمُوا اللّٰہِ اَمُوں اللّٰہِ اَمُوں ہیں اور وہ حیاتِ معنوی ہمیشہ ان حضرات کا ذکر جمیل ان کی برکت اور کرامت کا چہ چاہے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

قاعدہ: 10 صوف ہے کے دوسے اسے موفی النّا سِ اُحیاء'' لوگ مر گئے لیکن بیلوگ آبھی تک لوگوں میں زندہ ہیں۔

قاعدہ: 10 صوف ہے کے دوسے اللہ کے سے مان کی والی کت ابوں کے مطالحہ کے شرائط۔

علااورفقہانے جو کتابیں صوفیہ کے ظاہری اقوال کی تر دیدوا نکار بیں تصنیف کی ہیں، وہ اس اعتبار سے توفع بخش ہیں کہ ان اقوال کو اشتباہ اور غلط مواقع میں استعال کرنے سے وہ کتابیں لوگوں کو باز رکھتی ہیں، کیکن ان سے کچھ نقصان بھی ہیں۔ ان کتابوں سے استفادہ چند شرا کط کی رعابت پر موقوف ہے:

(۱) کیملی شرط میہ ہے کہ اپنے احوال پر قیاس کر کے دیکھے، پھراس کو اپنے نفس پر مواخذہ اور انکار کا سبب بنائے ، زبان آور کی طلاقت سانی اور مجلس آرائی کے ذریعے کسی پر حکم نہ لگائے اور ان با توں کو صرف اس راہ کے ایسے سالک ہی سے بیان کرے جو عقل مند، ذبین سلیم الطبع، مشکل با توں کو سیحھے والا، کلام کے موقع وکل سے اچھی طرح آشنا، صدق و تحقیق کے مقام پر ثابت قدم، پر ہیز گار اور مختاط ہو۔ جو مریدین حضرات مشائے سے بے انتہا عقیدت رکھتے ہیں گیکن ان باتوں کو سیحھے کی قوت ان کے اندر نہیں ہے ان سادہ دل اور خالی الذہن مریدین کے سامنے یہ باتوں کو سیحھے کی قوت ان کے اندر نہیں ہے ان سادہ دل اور خالی الذہن مریدین کے سامنے یہ باتوں کو سیحھے کی قوت ان کی عقیدت اور تعلق کو کمزور نہ کرے۔

ہاں! وعظ ونصیحت کےمواقع میں اگر مشائخ کے ان اقوال پر تنبیہ کرناضروری ہوتومحض اقوال پر اعتراض کرے، قائل کانام نہ لے۔اپنے بیان کے دوران ان مشائخ صوفیہ کی رفعتِ شان اور جلالتِ حال کا تذکرہ بھی کرے۔ کیوں کہ مشائخ کی لغزشوں اوران کی خطاوں پر پردہ پوشی کرنا ضرور باتِ وفت میں سے ہےاورا پنی سعادت وخوش بختی کا ذریعہ ہے کیان دین کو بچانا جملکتِ اسلام کی حفاظت کرنا اورشریعت کی پاسداری کرنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔ جود بن الہی پر قائم رہے گاوہ اجروثواب کا مستحق ہے اور جواللہ کے دین کی مددکر کے گا اللہ کی جانب سے اسے مدد ملے گی۔ حق با توں کے سلطے میں انصاف سے کام لینا لازم ہے۔ نفس اوراس کی خواہشات کی پیروی کرنا ممنوع ہے۔ جس دیا نت اور نصیحت میں کسی نفسانی خواہش یا کسی نفسانی غرض کی آمیزش ہووہ باطل اور فاسد ہے۔ دیا نت اور نصیحت میں کسی نفسانی خواہش یا کسی نفسانی غرض کی آمیزش ہووہ باطل اور فاسد ہے۔ دیا نت اور نصیحت میں کی میں اس کے دیا تحسید کے مضور ایک میں دیا لیا کہ دیا تحسید کی مضور ایک میں دیا لیا کہ دیا تحسید

(۲) دوسری شرط میہ کہ مشائخ سے اپنی عقیدت کو مضبوط کرے اور ان کے ساتھ حسنِ طن رکھے۔مشائخ کے موجات و مبجمات میں سے کوئی چیز در پیش آئے تو اس کے تعلق سے میہ کہد کران کی کمالی عزت اور دفعتِ شان کو بے غبار کرے کہ ان چیز وں کا صدوران حضراتِ مشائخ سے ہوہی نہیں سکتا ہے یا پھران میں تاویل وظیق سے کام لے اور پول کیج کہ بیا فعال واقوال ان سے فرطِسکر اور وجد و حال کے غلبہ کی وجہ سے صادر ہوگئے ہیں، وہ حضرات معذور ہیں۔

(۳)مشائخ کے ردوا نگار میں کھی گئی کتابوں سے استفادہ کرنے کی تیسری شرط ہیہے کہ یہ یقین جانے کہاُن کتابوں کے صنفین نے جومشائخ کے اقوال وافعال کی تر دید کی ہےان کا ردو ا ٹکار صرف سد ذریعہ اور سیر باب فتنہ کے لیے ہے تا کہ عوام الناس اوراس راہ کے دعو پیدارلوگ حقیقت تک رسائی اورمقام صدق پرمتمکن ہوئے بغیران مشائخ کی پیروی میں انہیں کے جیسا نہ کرنے لگیں، کیوں کہا تباغ اورتقلید توشریعت کے ظاہری احکام میں کی جائے گی، احوال ومواجید اور اذواق میں کسی کی تقلید کرنا درست نہیں ہے۔ فقہامیں سے جن حضرات نے جماعت صوفیہ کا شدت سے روکیا ہے ان میں ایک نام ابنِ جوزی کا ہے جوایک عظیم فقید اور محدث تھے۔انہوں نے کہا ہے کہ صوفید کی تر دید سے میرامقصد سد ذریعہ اور سدِ فتنہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ صوفیہ کے اقوال وحکایات سےخودانہوں نے اپنی کتابوں کوزینت بخشیٰ ہے اوران کے اقوال واُفعال کو دلیل واستشہاد کے طور پرجگہ جگہ میش کیا ہے۔اس کے باوجود انہوں نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ووتعلمبيسِ المبيس' ميں کچھ مقامات پر صوفيه كار دكىيا اور ردوا نكار ميں مبالغه سے كام ليا ہے اور انہوں نے قسم کھا کر بیہ بات کہی ہے کہ ردوا نکار سے میرامقصدا ظہارعلم بحقیقِ سنت،مواضع بدعت سے لوگوں کو بچیا نااوران پر تنبیه کرناہے،ان مشائخ پر طَعن وتشنیج اوران کی تنقیص میرامقصَد نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب میں جوسخت لب ولہجہ اپنایا ہے اس سے بیظ امر ہوتا ہے کہ ان کا ا ٹکارقوی ہےاورمشائخ کے اقوال وافعال سے ان کا اختلا ف لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے۔اگر انصاف کی نگاہ ہے دیکھا جائے تو شیطان کی گزرگا ہوں کی معرفت اور بدعت و جہالت کے خاتمہ کے لیے

یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے سخت الفاظ، تر دیدوا نکار میں تشدداوران کے طعن وشنیع کی شدت سے وحشت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے محققین مشائخ نے اس کتاب اوراس جیسی دیگر کتابوں کو پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اس جیسی کتابوں کی تلاش وجنچو کرنے سے تاکید کے ساتھ منع کیا ہے تاکہ مشائخ اورار باب احوال کی تنقیص نہ کرنے لگے اوران کے تعلق سے کوئی سوئے طن کا شکار نہ ہوجائے۔ جس طرح محققین نے اس جیسی کتابوں کے مطالعہ سے منع کیا ہے اس طرح مشائخ صوفید کی بعض ان کتابوں سے بھی منع کیا ہے ہی طرح مشائخ صوفید کی بعض ان کتابوں سے بھی منع کیا ہے جن میں اسرار وحقائق اوراحوال ومواجید کو بغیرسی تو قف و تامل کے صراحت کے ساتھ ذکر کردیا گیا ہے۔ مثلاً: فصوص الحکم وغیرہ۔

(٣) ان كتابوں كے مطالعہ كى چوشى شرط جو مذكورہ بالا تينوں شرطوں كا خلاصہ ہے ہيہ ہے كہ اپنى كم علمى ، كم عقلى اور بے بى كا اعتراف كرے كہ ان كا قوال واشارات كو اللہ ہى جانے ۔ ان كا فعال واقوال كو آئيس پرچپور دے ۔ خودكو اور اپنے تصرف كو چي ميں نہ لائے ۔ انصاف كى بات توبيہ ہو كى جن مقامات ميں سمجھ ميں نہ آئے ان جگہوں ميں اس احتال كے ساتھ كہ انہوں نے يہ چيزم ادلى ہو گى توقف كرنے يا انكار كرنے ہے آ دمى منكر نہيں ہوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے بلكہ به انكار تو حقیقت ميں خود اى آ دمى بوتا ہے كہ دين اور شريعت واضح ہے ، اس كے موافق چوا ور اى كے مطابق كا مرو اگر تم ہے كى شرى مسئلہ كے بارے ميں دريا فت كيا جائے تو شريعت كے مطابق جواب دواور اگر مشائخ ہيں ہے كہ دين اور شريعت ہے اور كو بات آ جائے تو تو فافل اور چشم بوشى سے كام لو به يون كي ميں ہے كام اور ہوں كے خواب کا باعث ہے جب كہ ان كى تصديق كرنا اور ان سے مقیدت رہونا كى تھيدت كے مطابق وي في نئيل الصّو آبی ہے جب كہ ان كى تھيد يق كو باب كا باعث ہے دو اللہ المها دى وَ مِنهُ التّو فِيقُ لِنَيل الصّو آبی رہے در اللہ تھى در تى كو منه التّو فيقُ لِنَيل الصّو آبی در تى كے در اللہ تھى در تى كى بدایت اور تو فیق دینے والا ہے ۔ (مسرح البحہ دین سے ماخوذ)

مصادرومسراجع

۱-احیاءعلوم الدین ، ابوحا مدگهرین مجمد غزالی (۵۰۵ هه) دارالمعرفیة ، بیروت ۲- اسنن الکبر کی ، احمد بن حسین بن علی ابو یکر بیهتی (۵۸ هه) دارالکتب العلمیه ، بیروت ، لبنان ، ۲۲ ها هه سات رح الاربعین النووییة ، قتی الدین ابوافق ابن وقیق العید (۲۰ که ۵) مؤسسة الریان ، ۲۲ ۴ ها هه سم صبح بخاری ، محمد بن اساعیل بخاری ، (۲۵ ۲ هه) دارطوق النجاق ۲۲ ۲ ۱۳ ها هه ۵-مند الفردوس ، ابوشجاع ثیر و به بن شهر داربن ثیر و به دیلمی ، (۴۰ هه ۵) دارالکتب العلمیة ، ۲۰ ۴ ۱۳ هه ۲ مکتبة العلوم والحکم ، مدینه منوره ، ۲۰ ۴ ما و ۲ مند بزار ، ابو بکراتمد بن عمر و معروف به بزار ، (۲۶ هه) مکتبة العلوم والحکم ، مدینه منوره ، ۲۰ ۲ م



وحدت الوجو د اوروحدت الشهو د کی تعبیر جدید

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو عام طور پر ایک فلسفیانہ پیچیدہ اور نا قابل فہم مسکلہ سمجھا جا تا ہے، جب کہ اس کی تفہیم بہت ہی عام فہم الفاظ میں به آسانی کی جاسکتی ہے۔ وحدت کامعنی ایک ہونا اور وجود سے مرادموجود حقیقی اور موجود بالذات۔ اب وحدت الوجود کے معنی ہوئے، موجود حقیقی اور موجود بالذات صرف ایک ہے۔ یہ توعین ایمان ہے۔ یہ وہی ایمان ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے: قُلُ هُو اللّٰهُ أَحَدٌ كہدو كہ وہ اللّہ صرف ایک ہے۔

اب اسی طرح وحدت الشهود کودیکھیے! وحدت کامعنی آیک ہونا اور شہود کامعنی نظر آنا۔ یعنی نظر صرف ایک ہی ذات پر رکھنا۔ کا کنات میں جو پچھ ہور ہا ہے، اس کا فاعل حقیقی اور مد برحقیقی صرف اور صرف ایک ذات یعنی اللّد کو بچھنا۔ بید تقیقت احسان ہے۔ اسی کا ہمیں حکم ویا گیا ہے:

فَأَیْکَا تُوَلُّوا فَفَدَّ وَجُهُ اللَّهِ جَہاں دیکھو، وہیں جلوہ الٰہی ہے۔وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ یَشَاءَ اللَّه تمہاری مشیت کے پس پردہ مشیت الٰہی کار فرما ہے۔ اَن تَعبْدَ الله کَانَکَ تَوَ اُهُ۔ اللّٰہ کَا عبادت اس طرح کرو، گویاتم اسے دکیجرہے ہو۔

اب دونوں باتوں پرغور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وحدت الوجود حقیقت ایمان اور کمال ایمان ہے، جب کہ وحدت الشہود کمال بندگی ،کمال سالک ،انعام الٰہی حقیقت سلوک اور حقیقت احسان ہے۔

معاملہ بیہ ہے کہ ہمیں بی تھم ہے کہ ہم اس بات پرایمان لائیں کہ اللہ کے سواکوئی معبود نہیں ۔ لااللہ اللہ اللہ اب جب کہ ہم نے اسے الہ مان لیا تو لازی طور پراسے موجود بھی ماننا ہوگا اوراس شان سے اسے موجود ماننا ہوگا کہ اس کے وصف وجود میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوگا ، کیوں کہ اگر دوسرا شریک ہوتو وہ بھی الہ ہوگا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ لاموجود الا اللہ سے ایمان کی ابتدا ہورہی ہے۔

مزیداس ایمان کے کئی ایک مدارج اور مراتب ہیں۔اسے آسان تفہیم کے لیے توحید شریعت، توحید طریقت اور توحید حقیقت میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھران تینوں قسموں میں سے ہر ایک کے تین درجات ہیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

ا - جب كه جم نے اللہ كوا پنا معبود مان ليا تو لازى طور پر جم پرفرض ہے كه اسے اپنا ما لك جى مانى بنا ما لك جى مانى بنا ما لك جى مانى بوسكتا ـ اب مانى كه معبود وہى جو جمارا ما لك جو ، جو جمارا ما لك نه جو وہ جارا مالك جى مان ليا ـ اس طرح لا الله جب كه جم نے اللہ كوم عبود مانا تو كو يا كه لازى طور پر جم نے اسے اپنا مالك جى مان ليا ـ اس طرح لا الله كا قرار معنوى طور پر لا مالك الا الله كا قرار جى ہوكيا ـ وَيلّاء مُلْكُ السّمَا وَاتِ وَالْدُونِ فِي اللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيدٌ وَ مَن وَ آسان كى ملكيت الله بى ہے اور يقيناً الله جرشے پرقا در ہے ـ وَاللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيدٌ وَ مَن وَ آسان كى ملكيت الله بى ہے اور يقيناً الله جرشے پرقا در ہے ـ

۲-اب جب کہ ہم نے اللہ رب العزت کو اپنا ما لک مان لیا اور اپنے حق میں اس کے مملوک ہونے کا اقرار کرلیا تو اس سے ریجی لازم آیا کہ جب ہمارا مالک وہ ہے تو حاتم بھی وہی ہملوک ہونے کا اقرار کرلیا تو اس سے ریجی لازم آیا کہ جب مالا اللہ کا اختیار ہوتا ہے۔اس لیے کہ کسی پرحاتم وہی ہوتا ہے جو مالک ہو۔ مالک کو اپنے مملوک پرتصرف اور حکومت کا کئی اختیار ہوتا ہے۔اس طرح گویالا اللہ الا اللہ کا اقرار لازمی اور معنوی طور پر لاحا تھم الا اللہ کا خرات کے اللہ للہ کا قرار لازمی اور معنوی طور پر لاحا تھم الا اللہ کا تحرار اللہ کا قرار الازمی اور معنوی طور پر لاحا تھم الا اللہ کا تحرار اللہ کی افرار ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ إِلَّا لِلّٰہِ اللہ اللہ کا اللہ کا اللہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ إِلَّا لِللّٰہِ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کی افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ إِلَّا لِللّٰہِ کا اللہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ اِلّٰہ لِلّٰہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ إِلّٰ لِللّٰہ کا اللّٰہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ اِلّٰہ لِلّٰہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ اِلّٰہ لللّٰہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ اللّٰہ کا افراد ہے۔ حکم اللہ کا اللہ کہ بیا ہوں اللہ کا اللہ اللہ اللہ اللہ کا افراد ہے۔ حکم اللہ کا افراد ہے۔ حکم ربی ہے: إِن الْحُدُمُ اِلّٰہ کا اللّٰہ کا اللہ کی اللہ کی اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کی افراد ہے۔ حکم اللہ کا کو اللہ کی افراد ہے۔ حکم اللہ کا اللہ کا اللہ کا کو اللہ کی افراد ہوں کی کو اللہ کا کہ کو اللہ کی کا کو اللہ کا کہ کو اللہ کی کو اللہ کی کو اللہ کی کو اللہ کی کا افراد ہوں کی کو اللہ کی کے اس کی کو اللہ کی کے اللہ کی کو اللہ کی کو

س-اب یہ طے ہوجائے کے بعد کہ اللہ کی ذات ہی مالک وحاکم ہے، ہمیں اپنے تعلق سے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوگا کہ ہمیں اس کی اور صرف اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔
اس لیے کہ حاکم کی ہی اطاعت کی جاتی ہے، خصوصاً ایساحا کم جوحا کم مطلق اور مالک کل ہو، مطاع مطلق بھی اس کو ہونا چاہیے۔ اس سے یہ بیجھنے میں ذرا تامل نہیں ہوگا کہ ہمارا مطاع صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ آپ سے گویا اللہ اللہ کا اقر ارمعنوی طور پر الامطاع الا اللہ کا اقر ارمعنوی طور پر الامطاع الا اللہ کا اقر اربھی سے۔ کیوں کہ اصل مطاع صرف اللہ کی ذات ہے، رہے رسول اور امیر تو ان کی اطاعت ، اطاعت ، اطاعت اللہ کا سبب ہے، گویا مقصود وہاں بھی اطاعت اللہ عنے اور ان کے ماسوا کی اطاعت باطل ہے۔ اللہ کا اللہ قاً فُولِی الْأُمْرِ مِنْکُمْ کا کہی پیغام ہے۔

چوں کہ اطاعت کا اعلیٰ درجہ عبادت ہے۔ گویا لامطاع الا اللہ، لا الہ الا اللہ کے معنی میں ہوا اور بید درجہ شریعت کی توحید ہے۔ لینی لا الہ الا اللہ سے توحید شریعت کی ابتدا ہوئی اور اس پر انتہا بھی۔اس کے بعد توحید طریقت کی ابتدا ہوتی ہے:

۱٬۵٬۴ - پرتینوں باتیں واضح ہوجانے نے بعد کہ ہمارا مالک حقیقی ، حاکم کل اور مطاع مطلق صرف اور صرف الله کی ذات کریم ہے، اب سیجھنے میں ہمیں دیز نہیں لگے گی کہ الی صورت میں ہمیں محبت اسی سے کرنی چاہیے، قصد اسی کا کرنا چاہیے اور طلب اسی کی کرنی چاہیے۔ اپنے ما لک، حاکم اور مطاع کوچھوڑ کرکسی غیر سے محبت، غیر کا قصداور غیر کی طلب، اس کی ملکیت، حکومت اور اطاعت کے تقاضول کے خلاف ہے۔ سچ پوچھیے تواپنے ما لک سے محبت، حاکم کا قصداور مطاع کی طلب ہونی ہی چاہیے، بلکہ مقام محبوبی، رتبہ مقصودی اور منزل مطلوبی صرف اور صرف اسی کو سز اوار ہے۔ یہاں پہنچ کر بیعقدہ کھاتا ہے کہ ہمارا محبوب حقیقی، مقصود حقیقی اور مطلوب حقیقی؛ ہمارا وہی معبود ہے، جو ہمارا مطلقاً ما لک، حاکم اور مطاع ہے۔ گویا لا المہ الا الله کے اقر ارواعتراف نے ہمیں اس اعتراف واظہار تک پہنچادیا:

لامحبوب الاالله لامقصود الاالله لامطلوب الاالله

یہاں توحید طریقت کی تکمیل ہوجاتی ہے۔اباس کے بعد توحید حقیقت کی ابتدا ہوتی ہے۔

2-لاالله الا الله کے ذریعے ملکیت ،حکومت ،اطاعت ، محبت ،قصد اور طلب کے یہ ۲ ر

عقد سے کھلنے کے بعد بند سے پر روش ہوتا ہے کہ صحیح معنوں میں اس پوری کا ئنات میں فاعل وہی

ذات والاصفات ہے۔ فَعَالٌ لِمَا يُویں اس کی شان ہے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاء اور یَخْکُمُ مَا يُویدُاسی

کوزیبا ہے۔اس کے کارخانۂ قدرت میں جو پچھ ہے سب اس کے چاہنے اور کرنے سے ہے۔اس
حقیقت کے کھلتے ہی بندہ پکار الحقا ہے۔ لافاعل الاالله۔اس کا ئنات میں صرف اللہ کا ہی عمل دخل
ہے۔اس کے علاوہ جو پچھ جھی ہے فاعل مجازی اور عامل صوری ہے۔

۸-اذعان وابقان کے اس مرتبے پر فائز ہونے کے بعد بندہ پر روش ہوتا ہے کہ پوری کا نئات میں خدا کی حکم رانی اور صرف اور صرف اس کے دست قدرت کی جلوہ نمائی ہے۔وہ جدهررخ کرتا ہے،اسے دست قدرت کی کار فر مائی اور ذات رب کی بخلی نظر آتی ہے۔ بندہ اب حقیقی معنول میں فَاَیْنَمَا تُولُّوا فَکَمَّ وَجُهُ اللّهِ کے مقام رفیع پر فائز ہوجا تا ہے۔ یہی دراصل وحدت الشہود کا مقام ہے، جے بحض افراد غلط نہی سے وحدت الوجود سجھے لیتے ہیں۔اور پھر اسی کے بعد سے وحدت الوجود کے تعلق سے غیرول کو مید گمان گزرتا ہے کہ صوفیہ ہر شے کو خدا سجھے ہیں۔نئو ذُباکہ۔

9 - جب پوری کا ئنات میں ہر طرف اللہ کی جلوہ سامانی، اس کی حکمرانی اور اس کے دست قدرت کی کرشمہ سازی نظرآنے گئی ہے تو بندے کو پھر اس حقیقت کی از سرنو معرفت حاصل ہوتی ہے کہ موجود حقیقی صرف اور صرف ایک ہے۔ باقی جو پچھ ہے، تکس ہے ظل ہے، ظہور ہے، اس کی مشیت واراد ہے اور اس کے امروقعل کے تالع ہے، آئی ہے اور فانی ہے۔ بیمقام وحدت الوجود ہے۔ بیمال پہنچ کر جب بندے کی نگاہ ظاہر سے باطن، مجاز سے حقیقت، بیل سے متجلی، فانی سے باقی اور عارضی سے حقیقت، بیل سے متجلی، فانی سے باقی اور عارضی سے حقیق اور ذاتی پر پڑتی ہے تو پیار اٹھتا ہے: لا موجود الا اللہ۔

اس طرح سے ایمان کی ابتدا بھی وحدت الوجود اور ایمان کی انتہا بھی وحدت الوجود۔ ابتدا ہے ایمان بھی وحدت الوجود اور کمال ایمان بھی وحدت الوجود۔

اس طرح سے ہم و کیھتے ہیں تو وحدت الوجود کی تفہیم بہت آسان کگتی ہے۔اس میں کچھ بھی فلسفہ بیانی نہیں، یہ توعین تقاضائے قرآنی ہے۔ جولوگ وحدت الوجود کی فلسفیانہ تعبیر کرتے ہیں، وہ جانیں، میں فلسفی نہیں، میرے نز دیک وحدت الوجود کی بیقر آنی تفہیم سہل بھی اور ہرطرح کی واخلی غامضیت اور خارجی اعتراضات سے پاک بھی ہے۔

مدارج توحيد/مقامات لااله الاالله

 1- とのはというには、
 → とのでは、
 → とのでは

ترتيب: ذيثان احمد مصباحي

مذهبى معاشر بكااخلاقي احتساب

بسمالله الرحمن الرحيم الحمد لله وحده و الصلاة و السلام على من لا نبي بعده_

عَنُ أَبِي عَمْرٍ و سُفُيان بن عبدالله رضي الله عنه قال: قُلْتُ: يار سولَ اللهِ قُلْ لي في الإسلام قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَ ك. قال: قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ, ثُمَّ اسْتَقِمْ. رواه مسلم.

جناب ابوعمر وسفیان بن عبداللدروایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ساتھ آلیکی ہے ۔ گزارش کی کہ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی کافی نصیحت فر ما دیجیے کہ آپ ساتھ آلیکی کے بعد مجھے کسی اور سے پچھ بوچھنے کی ضرورت ندر ہے۔ آپ ساتھ آلیک نے فر مایا: اللہ پر ایمان لاؤ، پھراس پر جم جاؤ۔ بیرحدیث مسلم میں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﴿ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الللهُ اللهُ الله

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی نے ایر ارشاد فرمایا: اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دین کی راہ چلواوراس پر مضبوطی کے ساتھ جے رہواور یہ مجھاوکہ کوئی تض محض اپنے عمل کے سبب نجات نہیں پاسکتا ہے ابدرام نے عرض کیا کہ کیا آپ صلیفی آیا ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مار میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالی مجھا ہے فضل ورحمت کے سائے میں ڈھانپ لے۔ (مسلم) بان! میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالی مجھا ہے فضل ورحمت کے سائے میں ڈھانپ لے۔ (مسلم) ان دونوں حدیثوں کو ملادی بہت ضروری اور بنیا دی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ایک توہمیں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنا ہے اور اربی پوری زندگی کو ایک ایسے بندے کے طور پر گزارنا ہے جواللہ کو اپنا حاکم اور معبود مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے تصدیق نہیں کرتے کہ ہم اللہ کو اپنا حاکم اور معبود مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے

ایمان میں اسی قدرسچائی کم ہے۔ یعنی اپنی زندگی کو اس کے ایک ایک کمیے اور اس کے ایک ایک مقصد کے ساتھ اللہ کے حکم اور مرضی کے تا بع نہ رکھنا گو یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تعلق کوسچانہ رکھنے کے برابر ہے۔ جس نے بھی اللہ کو مان لیا کہ وہ مجھ پر اور اس ساری کا کئات پر حاکم ہے، تو اللہ کو اس طرح ماننے کے بعد اس پر بیفطری طور پر لا زم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر جو ایمان اسے نصیب ہوا ہے، اس کی ساری زندگی یعنی اس کے سارے اعمال ، اس کی تمام خواہشات ، اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے تا بع ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان لاتے ہی مجھ پر جو پہلی ذمہ داری عاکد ہوجاتی ہے وہ یہ ہے کہ میرا عمل اللہ کے مطابق ہو۔ میں اپنے ہراس عمل کور د میرا عمل اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ میں اپنے ہراس عمل کور د کروں گا، اس پر تو بہ کروں گا، جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہم کے خلاف ہے یا جس کا سبب اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی تھم نہیں ہے۔ اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر میں اپنی ہراس خواہش کو اپنے دل سے نکال کھینکوں گا، جس کے بارے میں خود مجھے تقین کے ساتھ بتا ہے کہ اس طرح کی خواہش رکھنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ ان دو پہلووں سے، ان دو چیزوں کے بارے میں ہوشیار رہتے ہوئے، جس نے بھی اپنی زندگی گزار کی، اس نے گویا ایمان لانے کا حق ادار رہتے ہوئے، جس نے بھی اپنی زندگی گزار کی، اس نے گویا ایمان لانے کا حق اداکر دیا۔ اس نے گویا مسلمان ہونے کی سب سے بنیا دی ذمہ داری اداکر دیا۔

یہ بات بظاہر خیالی اور رو مانوی سی گئی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کو طبیعت سے کھر چ دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ جدیدیت نے انسان اور اس کے احوال و مقاصد کے بارے ہیں جو تصورات بنائے ہیں، اُن کو اندھا دھند قبول کر لینے کے منتج میں آج یہ چیز بہت غیر مانوس لگنے گئی ہے کہ انسانوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ شخصیت میں توع کے تمام عناصر کو کسی ایک ہی نقط میں سمیٹ کر دکھا نمیں۔ ہم چونکہ دین کے ساتھ اپنے تعلق کو پچھر تمی صورتوں اور چند بے لچک سطی تصورات تک محدود رکھنے کے عادی ہو چکے ہیں، اس لیے دین کے دریت کر دہ تصورانسان اور شعور مقاصد سے اسنے دور جا پڑے ہیں کہ خود ہمیں اپنے دین کے مذیادی ترین مطالبات ہی شعور مقاصد سے اسنے دور جا پڑے ہیں ، نا قابلِ عمل محسوس ہوتے ہیں۔ چوں کہ اِن مطالبات کی سندیعنی اِن کامتن اتناقطعی اور دوٹوک ہے کہ اُس کا انکار تو دور کی بات ہے، جو لفظوں میں نقب لگا کر سندیعنی اِن اسلاء البدا ہم نے دل میں ایک چور پال لیا ہے، جو لفظوں میں نقب لگا کر انہیں معنی سے خالی کر دیتا ہے۔ ہم نے قائق اور مقاصد کے ساتھ ہم آ جنگی کا تقاضا کرنے والے انہیں معنی سے خالی کر دیتا ہے۔ ہم نے تھا تق اور مقاصد کے ساتھ ہم آ جنگی کا تقاضا کرنے والے انہیں معنی سے خالی کر دیتا ہے۔ ہم نے تھا تو اور دی کا سازینہ براکھا ہے۔ احکام کے وہ معانی جن کی بنیاد پر وجود اور شعور کی تکھیل کا ممل چاتا ہے ، وہ اللہ اور ہمارے بی میں سے غائب ہو گئے بنیاد پر وجود اور شعور کی تھیل کا ممل چاتا ہے ، وہ اللہ اور ہمارے بی میں سے غائب ہو گئے بنیاد پر وجود اور شعور کی تھیل کا ممل چاتا ہے ، وہ اللہ اور ہمارے بی میں سے غائب ہو گئے

ہیں۔ یہی سبب ہے کہ دین ہمارے اندر کوئی ملندی ، کوئی اٹھان نہیں پیدا کرتا اور بس ایک ٹمٹما تی ہوئی روشنی بن کررہ گیاہے ، جسے لا تعلقی کی دھندنے لپیٹ میں لے رکھاہے۔

اس صورت حال میں بہت ضروری ہو چاہے کہ دین کواس کے حقائق ومقاصد کے ساتھ کسی کی بیشی کے بغیر پیش کیا جائے اور اللہ کے ساتھ اس فطری اور معیاری تعلق کو بحال کرنے کی سنجیدہ کوشش کی جائے جس کے بغیر ہم پرخود ہماری حقیقت کا انکشاف ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہماری شخصیت میں سکڑنے کاعمل رک سکتا ہے۔ اُنب و کھتے نہیں کہ ہم کتنی تیزی ہے محضٰ ایک حیوانی وجود بنتے جا رہے ہیں جس کے لیے صرف جسم اور جسمانیت حقیقی ہے، باقی سب کہانیاں ہیں۔ رسول الله صابعة البيلم نے وین کواس طرح نہیں پیش فرمایا کہ تمہاری ساری زندگی ، تمہاری ساری شخصیت اور تمہارے تمام حالات اس کا موضوع نہیں ہیں۔رسول الله صابع اللہ عن کرآئے تھے،اس دین کا اولین مطالبہ اور رسول اللہ سالیتی آلیکی کا اس دین کو ماننے اور عمل کرنے کا اسوہ بیر ہے کہ میرے تمام حالات،میرے سارے احوال اور میرے کل افعال اور اعمال اس دین کے تالع ہوں گے، ورنہ میں ان کی تر دید کرنے کا ،ان سے چھٹکارا پانے کا ،ان سے نجات پانے کا ،ان پر توبہ کرنے کا پابند ہوں۔ بددین ہمارے کچھ اجزا سے مخاطب نہیں ہے۔ بددین کہتا ہے کہ اپنے آپ کوکل کاکل میرے سپر دکرو۔ ایسانہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے صرف ہاتھ پاؤں بنائے ہوںِ، ذہن اور قلب نہ بنایا ہو۔جس طرح اللہ نے مجھے پورے کا پورا بنایا ہے، میں پورے کا پورا اللہ کی مخلوق ہوں، اسی طرح میں پورے کا پورا اللہ کا بندہ ہوں۔اس لیے میری اور آپ کی وو ذمہ داریاں ہیں۔رسول الله سال قالیکی کی بیرمیراث بدایت ہے کہ ہم اس مزاج وین کو مجھیں اور خود کو اس كے مطابق بنانے كى جرمكن كوششوں ميں مرتے وم تك كريں!

ہماری دو فرمہ داریاں کیا ہیں؟ دین کے تعلق سے ہماری فرمہ داریاں ہے ہیں کہ ہم، ہماری زندگی اور ہمارے دائر و اختیار میں آنے والا ماحول اللہ کے حکم سے متصادم ندرہے، یہ پہلی فرمہ داری ہے۔ دوسری فرمہ داری ہیہ ہے کہ میں، میری طبیعت، میرا دل، میرا د ماغ اور میرے اختیار سے پیدا ہونے والا ماحول، یہ سب کا سب اللہ کی مرضی کے مطابق رہیں۔ میرے افعال اللہ کے حکم کے تابع رہیں، میری خواہشات اللہ کی مرضیات سے نسبت رکھنے والی ہوں۔

بندگی، سببِ وجود ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے جینے مرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے جینے مرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ہماری ہر حیثیت جب تک اس بندگی سے تصدیق نہیں یائے گی، وہ حیثیت شیطانی ہے، وہ حیثیت ہماری ہر حیثیت شیطانی ہے، وہ حیثیت

نفسانی ہے، وہ حیثیت مصر ہے۔ ہماری تمام حیثیتیں اگر بندگی کے اصول سے، بندگی کی کسوٹی پر، پر کھ کر کھری ثابت ہوتی ہیں تو ہماری ہر حیثیت قابلِ قدر ہے۔ اسی طرح اگر ہماری کوئی پیچان، بندگی کی پیچان سے تصادم کی حالت میں ہے تو ہم اپنی اس پیچان سمیت شیطان کے بندے ہیں، ہم اپنے نفس کے بندے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول الند صابقہ ایہ ہمیں کوئی اختیاری چیز دے کرنہیں گئے کہ جب چاہوجیب سے نکال کروین کا حکم دیکھ اوا درجب چاہواس کتاب احکام کو بند کر کے طاق پر رکھ دو۔ یہ دین اس طرح نہیں آیا ہے۔ اس دین کا مطالبہ ہے کہ میں تمہارے پورے وجود کا واحد سانچا ہوں اور تمہاری کیا مجال ہے کہ تم اس میں ڈھلنے سے انکار کر دو۔ اس مطالبے کو اس کی پوری خدائی شان اور اوری شکوہ کے ساتھ مجھیں گئے تو پھر مسلمان ہونے کے مل میں آسانی پیدا ہوگی، شادگی پیدا ہوگی۔ پھر ایمان کی حدواریاں تم پر کھلنے لگیں گی۔ جب تم یہ کہو گے کہ میں اللہ کا بندہ ہونے کے علاوہ نہ کوئی معنویت رکھتا ہوں، نہ کوئی ہستی رکھتا ہوں، نہ کوئی ہستی رکھتا ہوں، نہ کوئی قدرو قیمت رکھتا ہوں۔ جیسے ہی تم نے دل اور دماغ معنویت رکھتا ہوں، نہ کوئی ہستی رکھتا ہوں، نہ کوئی اور اشتر اک کے ساتھا س کو مان لیا اور اس کو اپنامقصد ہستی بنالیا تو اس وقت ایمان کی گرائیاں تم پر اللہ منکشف کرے گا۔ اس کے ذریعے سے اسلام کی وسعتیں تہمیں اللہ تعالیٰ نصیب کرے گا وراسی کی بدولت تمہیں اللہ تعالیٰ نصیب کرے گا وراسی کی بدولت تمہیں اللہ تعالیٰ بناتھ تی چھا دے گا۔ لاکھ کہتے رہو میں اللہ سے سے تعلق میں کی بدولت تمہیں اللہ تعالیٰ حیاب کی دیتا ہوں ، لیکن اگر اللہ کا تعلق میں اللہ تعالیٰ بناتھ تی کی لہ توں پر غالب لذت نہیں ہے، تو وہ کیا تعلق ہے؟

تم کہتے ہومیرا بیٹے نے تعلق ہے، بالکل ٹھیک، کیوں کہ بیٹے کی محبت تمہارے اعصاب میں ارتعاش رکھتی ہے۔ تم کہتے ہو تہہیں دولت سے تعلق ہے، تم اس میں بالکل سچے ہو، کیوں کہ دولت کا آنا تمہیں خوثی سے بے حال کرتا ہے اور جانا تمہیں چار پائی پر چینک دیتا ہے۔ تو دعوے میں تم بالکل سچے ہو؛ کیوں کہ اس تعلق کی تمہارے حواس تصدیق کرتے ہیں۔ تمہارے احساسات اس کی تائید کرتے ہیں۔ اب سوال ہیہ کہ کیا تمہیں اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ بھی اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ بھی اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ بھی کہا تھا اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ ایسا تعلق رکھتے ہوجس کی تصدیق، احساسات وجذبات سے بھی کہا تھی تمہیں بار ہا ہے موس ہوتا ہوکہ یا اللہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا، یا اللہ میرے او پر کوئی سایہ نہیں ہے، جو بھی میرے او پر سابیہ ہو وہ آپ کی رحمت کا سابیہ ہے، یا اللہ میری کوئی مزبل ایسی نہیں ہے، جو بھی میرے دل کو چینی ہو، سواے آپ کی، یا اللہ کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس پر میں از جو کہا اور جس پر رسول میان تا تیا کہ کی رہمائی میں چاوا کے دکھا یا۔

اگراللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق تمہارے احساسات وجذبات کا واحد موجب نہیں ہے، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت جمہیں محبت محسوں کرنے والے نظام کے ساتھ حاصل نہیں ہے، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خشیت تمہیں گناہ سے بھگانے کا سب سے مؤثر ذریعے نہیں ہے، آنو پھر اللہ سے تعلق توخض ایک ٹوٹے پھوٹے جیوانی حافظ کے ساتھ ہے۔ جیوانی حافظ اس طرح کہ رہا ہوں کہ اللہ پرایک بہت ہی کمزور فیکلی کی بنیاد پر میں کہ اللہ پرایک بہت ہی کمزور فیکلی کی بنیاد پر میں نے اللہ پرایک الراسے حافظ میں رکھ لیا ہے اور اس کا کوئی بھی اثر میرے احساسات، میرے نے اللہ پر نہیں پڑ رہا۔ میں مل اور جذبات کی سطح پر حیوان ہوں اور میر اایک سکڑا ہوا انسان ہے جو معطل ہے، اس معطل اور بے اثر اور بے مصرف انسان نے اللہ کو مان رکھا ہے، باقی میں سارے کا ساراحیوان ہوں۔

اگرہماری پہیفیت ہے توہمیں اس کیفیت پرشرم کرنی چاہے،غیرت کھانی چاہے اور توبہ کرنی چاہے، بہانے ہیں بنانے چاہیے۔آدی اپنی سب سے بڑی دولت سے محروم رہنے کا بھی بہانہ بناسکتا ہے؟ یعنی بھی زندگی میں تم نے بیسو چا کہ اولا دسے محبت میں بھی میں کوئی ایسا بہانہ گھڑلوں کہ تھوڑی دیر کے لیے اس سے فارغ ہوجاؤں کبھی تم نے کوئی ایسا حیلہ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے کہ دولت اور مال کی کشش میر سے اندر پچھوقفہ دے دے دے ،کوئی ایساراستال جائے کہ دولت اور مال کی کشش دو چاردن بعد آیا کر ہے نہیں! کیوں نہیں؟ کیوں کہ تم ان کے ساتھ تعلق میں سیچ ہو۔اور تم اللہ کے تعلق کو ساری عمر معطل اور بے تا ثیرر کھنے میں کا میاب ہو۔ اس لیے کہ تہمیں اللہ سے کوئی تعلق دراصل ہے ، یہ نہیں۔آ دئی اپنے خودسا ختہ بڑے بڑے نور احتیار کھا جو بھی کبھی سے اسات کی سطح پر متاثر ہوجا تا ہے۔اگر تم نے اللہ کواس تصور کی طرح بھی نہیں رکھا جو بھی کبھی ہمارے اللہ کواس تصور کی طرح بھی نہیں رکھا جو بھی کبھی ہمارے اساسات کی سطح پر متاثر توجا تا ہے۔اگر تم نے اللہ کواس تصور کی طرح بھی نہیں رکھا جو بھی کبھی ہمارے اساسات کی سطح پر متاثر توجا تا ہے۔اگر تم نے اللہ کواس تصور کی طرح بھی نہیں رکھا جو بھی کبھی ہمارے اساسات کی سطح پر دیتا ہے تو تم نے اللہ کواس تعلق رکھا ہے؟

متہیں قرآن شریف و کیو کرفخر کا احساس ہوتا ہے؟ تنہیں قرآن شریف طاق پر رکھا و کیو کر اللہ کی حضوری کا پیغام سنائی ویتا ہے؟ تنہیں نماز پڑھتے ہوئے اپنے آپ کا سرسے پاؤں تک بندہ ہونامحسوں ہوتا ہے؟ اب ہوش کرنا چا ہے۔ اب لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اپنی شانِ بے نیازی کا ظہار کر رہا ہے کہ بھاڑ میں جاؤ ، تم نے کیا سمجھ رکھا ہے کہتم میری کوئی ضرورت ہوا تم منافق ، تم وغا باز ، تم غدار ، تم بھلا میری ضرورت ہو سکتے ہو؟ اب بھاڑ میں جاؤ ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دستے قہر کوشیر کی طرح اپنے او پر پڑنے سے بچپانا ہوتو ابھی سے اپنی بندگی کو خالص کرو اور اسے رسول اللہ صلی تنافی کے مطابق اپنے اندر کی و نیا اور اپنے باہر کی و نیا پرحتی المقد و رنا فذر کھو۔

صحابی پوچورہ ہیں کہ یارسول اللہ صابی اینہ ایسے میں ایسا حرف خرار شادفر ماد یجیے لینی مسلمان ہونے کی کوئی الیں ذمہداری مجھے بتاد یجیے کہ میں اسے سنوں اور اس پر پوراعمل کروں اور آپ کے بعد لینی آپ کا بدار شاوس کر مجھے بھی پیضر ورت نہ پڑے کہ میں کسی اور سے بیسوال کروں ۔ یعنی میرے اس سوال کا کامل اور حتی اور قطعی اور آخری جواب آپ ارشاد فر ما دیجیے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ سابی ایسی اس پر خرما یا کہ اللہ پر ایمان لا نا اور اس پر جم جانا ۔ جم جانے کا مطلب ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا وہ وہ حال آز ماکش کا ہوتو بھی ثابت قدم رہنا اور وہ حال آسانی اور آرام کا ہوتو بھی اس پر جے رہنا ۔ یعنی اپنی سارے وجود اور اس وجود کی تمام تفصیلات سے اللہ کی تصدیق کا ماحول پیدا کیے رکھنا ، ورنہ ہلاک ہوجا و گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ خدا کے لیے میں بھی تو بہ کروں، آپ بھی تو بہ کریں، میں بھی عزم کروں، آپ بھی عزم کریں۔ ہم اللہ کے ساتھ بہت زیادہ کھیل چکے ہیں۔ اب ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی رخصت دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ ہمیں اپنے بدترین وشمنوں کے پاؤں میں روند نے کے لیے ڈال دے گا۔ جب سے ہمارا دور زوال شروع ہوا ہے، ایک تقسیم عمل میں آئی ہے۔ زوال شروع ہونے کے ابتدائی آثاریہ سے کہ مذہبی طبقہ نماز روزے میں چاق چو ہند تھا، مخلص تھالیکن لوگوں کی حاجت روائی نہیں کرتا تھا۔ اسے خالق کا خوف تو تھا، مخلوق کو تواس نے ہٹا ہوتا جارہا تھا۔ یہ ہمارے زوال کی ابتدا ہے۔ اب مذہبی طبقے کا بیحال ہے کہ مخلوق کو تواس نے ہٹا ویا ، خالق کے حقوق بھی اخلاص کے ساتھ، نوف کے ساتھ ویا ، خالق کے حقوق بھی اخلاص کے ساتھ ، استخفار کے ساتھ ، شوق کے ساتھ ، خوف کے ساتھ یور نے نہیں کررہا۔ اب زوال کھمل ہوجائے گا۔

دوسری طرف جولوگ ہیں انہوں نے کہا کہ تخلوق سے محبت ہے تو خالق کو الگ سے محبوب بنانے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے خالق کے نام کا تکلف بھی چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا کہ بس مقصد زندگی ہی ہے کہ سوشل ورک کرو۔ اب پوری امت اس میں دھنسی ہوئی ہے کہ جولوگ اللہ کے سابی ہیں، ان کے ہاتھ میں تلوار ابوجہل کی دی ہوئی ہے اور جولوگ مخلوق کے خادم اور مخلوق کے عاشق ہیں ان کی خدمتِ خلق کی لازمی شرط یہ بنتی جارہی ہے کہ اللہ کا قولاً فعلاً حالاً انکار کرو۔ ہم اس میں چھنسے ہوئے ہیں۔ اگر اس پرہم اجتماعی تو بہ کے آ ہنگ میں، رسول اللہ صلاحیٰ آئی ہے کی وراشت میں چھوڑ اہوا عزمِ استقامت دوبارہ بحال نہیں کریں گے تو ہمیں اللہ تبارک وقعالی جہنم کے کوں کی خوراک بنادے گا۔

پہلے کہا جاتا تھا کہ بازار میں اچھا ماحول نہیں ہوتا، مسجد میں اچھا ماحول ہوتا ہے۔اب مسجد اور بازار دونوں میں اچھا ماحول نہیں ہوتا تو کیا مطلب ہے؟ بیکوئی اسلام نے سکھایا ہے مجھے کہ سجد کا ماحول بھی بگاڑلو۔ اپنی گردن چاہے جتنی زور سے پیڑو گاس کی تکلیف بہرحال کم ہے، اس گرفت سے جواللہ کے دستِ قہر کی ہوگی۔ اپنی گردن کو اپنے ہی پنج سے دبالو درنہ پھروہ ہاتھ تمہاری گردن کی پڑے گاجس کا دباؤتم برداشت نہیں کرسکو گے۔ بہرحال توجہ اس طرف کرنی تھی کہ مسلمانوں کے کام آؤ، سب انسانوں کے کام آؤ، سب انسانوں کے کام آؤ۔ اسلام کی حفاظت اپنے کردار سے تفاظت کرو، کیوں کہ ابھی ہماری علمی ترقی میں دیر ہے۔ فوری طور پر انسانوں کے ساتھ عاجزانہ خیر خواہی کا رویہ اختیار کرو۔ ورنہ تم زمین پر کالک کے دھبے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ سب انسانوں کے کام آؤ۔ اللہ نے اسلام کوفیضِ عام بنایا ہے۔ جو بھی اس دین کو ماننے والا ہوگا، وہ ہر ایک کے لیے فیاض ہوگا۔ وہ مسلم، غیر مسلم، انسان، جانور، پیڑ پودے، سب پر اللہ کی شوقت کا مظہر بن کررہے گا۔ بید دفطری اصولِ بقابیں کہ اللہ سے بڑٹے رہو، وفاداری کے ساتھ، مخلوق سے متعلق رہو نیز خواہی کے ساتھ۔ یہ مسلم انوں کے لیے اجتماعی بقائی واحد صورت ہے۔

اب آپ دیکھ لیجے! اللہ سے جڑے رہوو فاداری کے ساتھ ہیہ ہمارے لیے کتااجبی اور جھوٹا ہو چکا ہے، اور خلوق سے تعلق رکھو، عاجزانہ خیرخواہی کے ساتھ ، لینی ان کے سرپرست نہ بنو، ان کے خادم بنو۔ اس شرطِ معاشرت کو پوراعالم اسلام کس درجے پر پورا کر رہا ہے؟ ہم دعوے دار ہیں غلبے کے، ہم دعوے دار ہیں فوقیت کے اور ہم پورے عالم اسلام میں ایک محلہ رسول اللہ ساتھ آپی ہے اصولِ معاشرت پر بنا ہوانہیں دکھا سکتے۔ الی صورت حال میں اللہ بنی اسرائیل کی طرح ہماری بھی خوش فہیوں کا بردہ چاک کرسکتا ہے۔ بنی اسرائیل کو تو بیشارت دی تھی اللہ نے کہ ہم نے تہمیں ساری دنیا سے افضل کیا۔ اللہ نے ان کی حرکتوں پر وہ بیشارت واپس لے لی اور انہیں افضل سے اردل کرویا۔

ایک طریقہ عرض کرتا ہوں اور خدا کر ہے ہم اس کو اپنا مسلسل عمل بنا تھیں۔استعفار میں جی گنا چاہیے۔شکر میں دل کو نہال رہنا چاہیے۔شکر اور استعفار کے لیے احساسات اور جذبات کی تمی نہ ہو۔اللہ سے استعفار اس طرح کروکہ اس کے دست بخشش کی تھیک محسوں کر لو اور اللہ کا شکر اس طرح کروکہ گو یا اللہ کوعطا کرتے ہوئے دیکھنے کے عمل سے گزرر ہے ہو۔شکر اور استعفار کو خالص کر کے اپنے احساسات میں داخل کر واور دنیا میں دوسروں کو شریک رکھو۔ اپنی دنیا میں دوسروں کو شریک نہر کھنے والا آخرت میں فلاح پانے کی قابلیت کھو بیٹھتا ہے، استحقاق کھو بیٹھتا ہے۔ دنیا میں دوسروں کو شریک رکھو۔ اپنے وسائل ، اپنے اختیارات ، ان سب کو دوسروں کے فائدے کے لیے استعمال کرواور دوسروں کے فائدے کے لیے استعمال کرواور دوسروں کے فائدے کے گو اتبادات ، ان سب کو دوسروں کے فائدے کے گوارا کرواور دوسروں کے فائدے کے کو تنہیں ہوتی جو میں خود بھوکار ہرآپ کو کھلا و بتا ہوں۔

یہ جو ماڈرن Gadgets ہیں، موبائل فون وغیرہ، اِن کی طرف سے بہت مختاط اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ ہمیں Dehumanize کر سکتے ہیں، بلکہ کررہے ہیں۔ ان سے اپنی تنہائی کی بھی حفاظت کرواور اپنی مجلس میں بھی انہیں دراندازی نہ کرنے دو۔ یہ سب وہم ہے کہ آپ نیٹ سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ آوئی، استاد سے علم حاصل کر تا ہے۔ ایسی معلومات جن کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار آپ کے پاس نہیں ہے، وہ معلومات جہل مرکب ہیں۔ جہل مرکب، لین Compound Ignorance اس جہالت کو کہتے ہیں جس کے بارے میں اس جہالت میں بہتل شخص کو بیخوش فہمی ہوتی ہے کہ میلم ہے۔

ا پئی تنہائی کی حفاظت کرو، اپنی معاشرت کی حفاظت کرو۔ ایک موبائل فون تمہاری تنہائی کو غارت کررہا ہے، تمہاری معاشرت کوتباہ کررہا ہے۔ چارآ دمی بیٹے ہیں اوروہ چاروں موبائل پر گئے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے بڑے اچھے دوست ہیں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ باپ بیٹھا ہواور بیٹھا ہواور کہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے بڑے اچھے دوست ہیں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ استاد بیٹھا ہواور شاگرد کا ایک دھیان اپنے فون کی اسکرین پر ہو کہ اس نے جراً اپنے استاد کی وجہ سے اسے ساکندٹ تو کرد یالیکن اس کی طرف تو جہ کو اور بڑھا دیا۔ کسی کی برترین تو ہین ہے کہ آپ اس سے ملاقات کریں اور اس دور ان میں آپ اپنے فون کی طرف متوجہ رہیں۔ چھوٹا ہو یا بڑا، یہ اس کی ملاقات کریں اور اس دور ان میں آپ اپنے فون کی طرف متوجہ رہیں۔ چھوٹا ہو یا بڑا، یہ اس کی رکھتا، یعنی دانستہ نہیں رکھتا۔ میں اس کواکر ام کے خلاف جھتا ہوں اور مسلمان کا اکر ام کرنا واجب ہے۔ اس کے لیے فل کوتوڑ اجا سکتا ہے۔ اور آپ ایک اتن سی چیز سے مسلمانوں کی مسلسل تو ہین کے جارہے ہیں اور پھر بجیب بجیب بحرے میں گزر گئے۔ ارے! تم نے اسکرین پرتین گھنٹے گویا تین منٹ میں گزر گئے۔ ارے! تم نے اسکرین پرتین گھنٹے گویا تین منٹ میں گزار لیے۔ میں گرار بیا کہ دونہیں ہوتا۔

اور تیسراکام یہ کہ روز توبہ کیا کرودل لگا کر، کیوں کہ توبہ اللہ کوخوش کرنے کا Shortest ہے۔ توبہ جس کو کرنی آئی ہے وہ اللہ کو بھی خوش رکھتا ہے، پھر اس کے جواب میں، اس کے صلے میں اللہ اسے خوش رکھتا ہے۔ توبہ سے حاصل ہونے والا اظمینان و نیا کی سی بھی نیکی سے میسر نہیں آسکتا۔ توبہ سے دل جس طرح شانت ہوجا تا ہے، دل جس طرح جنت کے جھونکے کالمس محسوس کر لیتا ہے، ویسا کوئی عمل نہیں ہے۔ توبہ میں سنجیدہ ہوجا و، لوگوں کے کام آنے والے بنو، اللہ کے کام میں کھینے والے بنو، اللہ کے کام میں کھینے والے بنو۔ ان بنیا دول پر قدم رکھو گے تو بہ مقاطیس ہیں، یہ تہمارے قدم ملخ نہیں دیں گے۔ میں قشم کھا کے کہ سکتا ہول کہ میں نے گذشتہ دس پندرہ برس میں شاید ہی کوئی شخص ایسا

ہماری مسلم معاشرت بیتھی کہ اذان کی آواز آتے ہی گویا کا ئنات پر سکتہ چھاجا تا تھا۔ اب اذان ہور ہی ہے، وہ تحض جو پانچے وقت کا نمازی ہے وہ بھی اپنی کاروباری یا فضول گفتگو ککورو کنا گوارانہیں کرتا۔ اس کے اندر فوراً نماز کی تیاری کی طرف متوجہ ہونا تو دور کی بات ہے، اذان کا جواب وینا جو داجب کے درجے میں ہے، اُس کی طرف سے غافل ہے۔ اب جو تحض اذان سے غافل ہے۔ اب جو تحض اذان سے غافل ہے۔ اب دو کے سوااس کو غافل ہے، کیا وہ نماز پر مائل ہوسکتا ہے؟ اذان یا تو 'الارم' ہے یا' زلز لہ' ہے۔ ان دو کے سوااس کو محسوس کرنے کا کوئی تیسرا زاویہ ہے ہی نہیں۔ اذان یا تو میری غفلت کے ماحول میں زلز لے کی طرح آتی ہے اور جھے بیدار کرتی ہے یا الارم کی طرح گوجتی ہے کہ بس اب بہت ہوچکا، اللہ کی طرف چلو۔

نماز اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ تعلق کی بہت بڑی کسوٹی ہے۔ اِس سے پتا چلتا ہے کہ ہمار اتعلق باللہ سچا ہے یانہیں؟ اِس عظیم ترین عمل کی دوبنیادیں ہیں، اذان اور وضو۔ اِن دونوں کا ہم نے بیرحشر کررکھا ہے کہ وضوصرف ہاتھ یا وَل دھونارہ گیا ہے، اور وہ بھی اسراف، بے پروائی اور غفلت کے ساتھ ۔ اذان سننے اور اس کا جواب دینے کی روایت اتنی کمزور پڑگئی ہے کہ علما کی مجلس غفلت کے ساتھ ۔ اذان سننے اور اس کا جواب دینے کی روایت اتنی کمزور پڑگئی ہے کہ علما کی مجلس

میں بھی اِس کا رواج کم رہ گیا ہے۔جوبے چارہ اذان کا جواب دینے کا عادی ہے، وہ اِن مجلسوں میں چھپ چھپا کراذان کا جواب دیتا ہے۔ اسے بینحیال رکھنا پڑتا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ بھائی! یہ بہت بڑا بحران ہے، یہ بہت بڑی مشکل ہے۔ جواللہ کو ماننے والا ہے، وہ خود کواورا پنے فوری ماحول کواس <u>غلبے س</u>ے،اس بحران سے نکلنے کی کوشش میں خرچ کر دے گا اور جوال*ند کونہیں* مانتا وہ تماش بینوں کی طرح و کیھنارہے گا۔اب لوگ مشورہ بھی اس طرح کرتے ہیں کہ ایک شاگر واپیے استاد کے پاس،ایک مریدا پئے شنخ کے پاس پہنچا ہے تووہ اپنی قابلِ اصلاح خامی کا بھی ذکراس طرح کرے گا کہ گویا اسے شاباش وی جائے۔ جہاں پینفسیاتی ساخت بن چکی ہے، اس روی سامان پرتم دین کی عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہو؟ خودکو دلدل بنا کر دین کے معمار بننا چاہتے ہو؟ ایک دوسری تعلیم رسول الله سال الله سال الله سال الله من این جانے والی دوسری حدیث میں بد ارشاد فرمائی ہے کہ دین میں اعتدال اختیار کرو۔اس کا مطلب سیے ہے کہ ایسی دین داری اپنے ذہے نہ لےلوجسے نبھا یا نہ جا سکے اور اٹنے نیک بھی نہ بن جاؤ کہ برائی کومٹانے کی بجائے تم بروں کا خاتمہ کرنے لگو۔ پھر میر کہ جوآ دمی دین میں میاندروی برتتا ہے، اعتدال سے رہتا ہے، وہ نفس میں پیدا ہوجانے والےسب سے بڑے بگاڑ سے ان شاءاللہ محفوظ رہتا ہے اوروہ بگاڑ ہے تکبر۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جولوگ بہت زیادہ دین، دین کرتے ہیں، ان میں ایک خود پسندی اورخود نمائی اور تکبرے ملتی جلتی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔اس نصیحتِ مبار کہ کا خلاصہ بیہے کہ اگر تکبر سے پچناہے،اگرلوگوں کی بدخواہی سے بچناہےتوا پنے اعمال کواعتدال کے ساتھ انجام دو۔ (جعة المبارك، ٢١ جولا كي ٢٠١٧ء)

000

توكل كي حقيقت ومعنويت

توكل كامفهوم

توکل کالفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں۔اوراصطلاح صوفیہ میں دنیوی واخروی امور کو ادر کو اندر کا بیتی اس کا کنات میں ہونے والے تمام افعال اللہ تعالی کی مشیت، قدرت اور اسکی حکمت سے ہور ہے ہیں ۔ توکل در حقیقت توحید ہی کا ایک لازمی حصہ ہے کیونکہ توحید صرف کلمہ طیبہ زبان سے پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ توحید کا مفہوم بہت ہی وسیع ہے چنا نچہ جب لاالہ الااللہ کہاتو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کا کنات میں نہ کوئی عبادت کے لائق ہے نہ اس کو توحید کہا جا تا کا کنات میں کسی کے پاس قدرت ہے سارے تصرفات اللہ ہی کے لیے ہیں اس کو توحید کہا جا تا ہے اور اس کا ایک لازمی تقاضا توکل بھی ہے۔

اللہ تعالی نے اگر چہ اسباب پیدا کرر کھے ہیں لیکن وہ اسباب فی نفسہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ان اسباب میں قوت پیدا کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ اب توکل کا معنی بیہ ہوا کہ اللہ تعالی پر بھر وسہ رکھنا نہ کہ اسباب و ذرائع پر ، اگر چہ اسباب اختیار کرنے کا ہمیں شریعت ہی نے حکم ویا ہے کیکن انسان اسباب کو اختیار کرتے ہوئے بیٹ کوظ رکھے کہ اسباب میں در حقیقت کوئی تا ثیر نہیں بلکہ اس میں قوت وینے والی ذات کوئی اور ہے۔ لہذا اصل رجوع اللہ ہی کی طرف کرنا ہے۔ بلکہ اس میں خص کو بیماری لاحق ہوجائے تو اب بیماری کا علاج کرنا تو نبی کریم صل اللہ ہی کی صفت بھی ہے، کیکن ایک مسلمان کے دوا کھانے میں اور ایک کا فر کے دوا کھانے میں فرق ہوتا ہے کیونکہ کا فرجو خدا پر ایمان نہیں رکھتا اس کا سارا بھر وسہ اسی دوا پر ہوتا ہے لیکن جب مومن دوا کھا تا ہے تو بیجا نتا ہے تو بیجا تیا ہے تو بیدوا در اصل کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس دوا کے اندر موثر کوئی اور ہے اور جب تک وہ نہ ہے کہ یہ دوا در اصل کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس دوا کے اندر موثر کوئی اور ہے اور جب تک وہ نہ ہوتا ہے تو بیدوا بھی فائدہ نہیں پہنچا ساتی۔

كتاب وسنت كى روشنى ميس

﴾ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَ كَّلُوا إِنْ كُنْتُهُ مُؤُمِنِين (ما ئدہ: ۲۳) اگرتم مومن ہوتو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔

اس آیت میں ایمان سے مربوط کر کے توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (طلاق: ٣) جوالله پر بھروسه كرتا ہے تو الله اس كے ليے كافى ہے۔

ایک مقام پرمتوکلین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشادفر ما تاہے: إنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُهُتَةِ ﷺ الْمُتَةِ ﷺ
 الْمُتَةِ ﷺ

﴿ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِ خَدِيتَوَ كُلُونَ (شورى:٣٦) جو كچھاللّدكے پاس ہےوہ زیادہ بہتر اور ہا فی رہنے والا ہے، ایمان والوں کے لیے اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں کے لیے۔

لَوْ أَنَكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكَّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَزِزْقُ الطَيْنَ تَغُدُو
 خِمَاصًا وَتَرُو خِبِطَانًا (مندامام احمد، حدیث: اے ۲۰) اگرتم الله پراس طرح توکل کروجیسا که توکل کرنا چاہیے تو وہ تہمیں ضرور رزق عطا کرے گا جیسے پرندہ کورزق عطا کرتا ہے کہ وہ شخ کوخالی پیٹ نکاتا ہے اور شام کوشکم سیر ہوکر لوٹنا ہے۔

﴿ مَنِ انْقَطُعَ إِلَى اللّهَ عَزَ وَجَلَ كَفَاهُ اللّهَ كُلَّ مَنُونَةِ ، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِب وَ مَنِ انْقَطَعَ إِلَى اللّهُ نْيَا وَ كَلَهُ اللّهَ إِلَيْها (شعب الايمان، حديث: ١٢٨٢) جو الله كى طرف لو لگا تا ہے الله اس كے ليے ہر ضرورت ميں كافى ہوتا ہے اور اسے اس كے كمان سے زيادہ رزق عطا كرتا ہے اور جودنياكى طرف متوجہ ہوتا ہے الله اسے دنيا كے حوالے كرديتا ہے۔

حقیقت توکل، صوفیہ کے نز دیک

حضرت شيخ سرى مقطى قدس سره فرماتے ہيں: الإنبِحالاع مِنَ الحولِ وَ الْقُوَّةِ -الله كَ سواتمام طاقت وقوت سے امیزختم كرلينا -

سیدالطا کفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں: حَقِیقَهُ التَّوَ کُلِ أَن یَکُونَ بِلَهِ تَعَالَی کَمَالَم یَزَل ۔ توکل کی حقیقت سے کہ بندہ اللہ کے لیے ایسا ہوجائے جیسے کہ وہ تھا ہی نہیں تو ذات کم یزل اس کے لیے ہمیشہ کے لیے ہوجائے گی۔ جیسے کہ وہ تھا ہی نہیں تو ذات کم یزل اس کے لیے ہمیشہ کے لیے ہوجائے گی۔
(التعرف کمذہب اہل التصوف ۔ ص ۹۵ ۔ دارا مقطم للنشر والتو زیعے)

(التعرف لمذہب اہل التصوف _ص 9۵ _ دارا تسلم للنشر والتوزیع) حضرت سہل بن عبداللہ تستری قدس سر ہ فرماتے ہیں : اَن یَکُونَ العَبدُ بَینَ یَدَی اللّٰهِ عَزَّ ججۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ نے اپنی کتاب احیاءالعلوم کے اندر توکل پر بڑی طویل گفتگو فرمائی ہے منجملہ انہوں نے اولاً جس بات کا ذکر کیا ہے وہ توکل کے درجات ومراتب ہیں۔ آپ فرمانے ہیں توکل کے تین درجات ہیں:

۔ اول:اللہ تعالیٰ اوراس کی کفایت وعنایت پراعتماد کے سلسلے میں اس طرح ہوجیسے وکیل پراعتماد کی حالت ہوتی ہے۔

ووم: دوسرا درجہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مالت اس طرح ہوجس طرح کہ بچے کا حال اس کی ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ بچہ ماں کے سوانہ کس کو جانتا ہے اور نہ کسی دوسرے سے فریا دکر تا ہے اور اعتاد بھی صرف اسی پر کرتا ہے جب وہ اسے دیکھتا ہے تو بہر صورت اس کے دامن سے لیٹ جا تا ہے، اسے نہیں چھوڑ تا اور ماں کی عدم موجودگی میں جب اسے کوئی حاجت در پیش ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کی زبان پر ماں ہی کا لفظ آتا میں جب اسے کوئی حاجت در پیش ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کی زبان پر ماں ہی کا لفظ آتا ہے۔ تو جان لو کہ جس شخص کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو، وہ اسی کی طرف دیکھے اور اسی پر اعتماد کرے۔ وہ اس کا اس کا اس کا اس کا استیاق رکھتا ہے۔ اگر الیہا ہے تو وہ شخص حقیقت میں متوکل ہے۔

سوم: تیسرا در جہ سب سے اعلی ہے۔ وہ یہ کہ بندہ اللہ کے سامنے اس طرح ہوجائے جیسے میت، عنسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے گویا کہ وہ اپٹے آپ کومر وہ خیال کرے اور بیرجان لے کہ قدرت از لیداسے حرکت و بے بہس طرح عنسل دینے والے کا ہاتھ میت کوحرکت ویتا ہے۔ یہی وہ بندہ ہے جس کا یقین اس بات پر مستحکم ہوجا تا ہے کہ قدرت ، ارادہ علم اور دیگر تمام صفات کا مالک صرف اللہ تعالی ہے۔ (ملخصا ؛ از احیاء العلوم ، ص ۱۲۰ – ۱۲۲۱ ، مطبع وارا بن حزم)

ثمرات واثرات

√ توحیدخالص کی دلیل: الله تعالی کا ارشاد ہے: فَاعْبُدُهُ وَتَوَکَّلُ عَلَیْه (مود: ۱۲۳) الله کی عبادت کرواوراس پرتوکل کرو۔

بلاشبہاللہ کی ذات پرمطلق توکل کرناایمان باللہ کے عقیدے کا ایک اہم حصہ ہے۔اس کے بغیرایمان مکمل نہیں ہوتا۔ بندہ کئی جہتوں سے اس عمل کا شدید محتاج ہے اور یہی فطرت کا نقاضا بھی ہے ؛ کیوں کہ بندہ خودا پنی ذات کے حوالے سے کسی بھی شے کا مالک ومخارنہیں ۔ سارے امور صرف اور صرف اللہ سجانہ کے دست قدرت میں ہیں ۔

> حصول ہدایت و کفایت: حدیث میں ہے: إِذَا حَوَ جَالَوَ جُلُ هِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللّهِ تَوَكَّلُتُ عَلَى اللّهَ ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوْقَ إِلَّا بِاللّهَ ، قَالَ: يُقَالُ حِينَوْذِ: هُدِيتَ ، وَ كُفِيتَ ، وَ وُقِيتَ ، وَ وُقِيتَ ، وَ وُقِيتَ ، وَ كُفِيتَ ، وَ وُقِيتَ ، وَ كُفِي وَ وُقِيتَ ، وَ كُفِي وَ وُقِي ؟ فَتَتَنَحَى لَهُ الشَّيَاطِينُ ، فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانَ آخَرُ: كَيْفَ لَك بِرَ جَلٍ قَدُهُدِي وَ كُفِي وَ وُقِي؟ جَبِ آدمی ایخ اور یہ پڑھے: اللہ کے نام سے، میرا پوراتوكل الله بی پر ہے اور تمام طاقت وقوت الله بی کی طرف سے ہے، رسول الله صَابِي مِنْ فَرَما یا کہ اس وقت فرشتے کہتے ہیں اب تجھے ہدایت دے دی گئی، تیری کفایت کردی گئی اور تو بچالیا گیا۔ بین کرشیطان اس سے جدا ہو جا تا ہے تواس سے دوسرا شیطان ابتا ہے کہ تیرے ہاتھ سے یہ آدمی کیسے نکل گیا کہ اسے ہدایت دے دی گئی، اس کی جانب سے کفایت کردی گئی اور وہ تیری گرفت سے نے نکا الداوود وہ می ان کی جانب سے کفایت کردی گئی اور وہ تیری گرفت سے نے نکا اللہ الوداؤد۔ ۵۰۹۵)

حبت اللي كاحصول: التد تعالى كا ارشاد ہے: فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَ كُلُ عَلَى اللهَ إِنَّ اللهَ يَحِبُ الْمُتَوَ كَلِينَ (آل عمران - ۱۵۹) جب تم كسى بات كا پخته ارداه كرلوتو اب الله پر بھروسه ركھو، بيشك الله توكل كرنے والے كوا پنى محبت عطافر ما تاہے۔

٧ ايمان ميں اضافہ: اللہ تعالى كا ارشاد ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَكَ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتُ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتُهُمْ إِيمَا قَاوَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (انفال:٢) حقيقت ميں ايمان والےوہ بيں كہ جب ان كے پاس الله كا ذكر كياجا تا ہے تو ان كے دل خوف سے بھر جاتے ہيں اور جب ان پر الله كى آيتيں تلاوت كى جاتى ہيں تو ان كا ايمان ہڑھ جا تا ہے اوروہ اينے رب پر بھروسہ كرتے ہيں۔

٧ بلا صاب جنت مين واظه: حَيْ بَخَارى مِن هِ عَرِضَتْ عَلَيْ الأَمْمُ ، فَرَأَيْتُ النّبِيّ وَمَعَهُ الرّبُكُ وَ الرّبُكُ وَ النّبِيّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدْ ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَا دُعَظِيمْ ، فَظَنَنْتُ أَنَهُمُ أُمَّتِي ، فَقِيلَ لِي : هَذَا مُوسَى عَلَيْهِ السّلامُ وَقُوْمُهُ ، وَلَكِنِ انْظُرُ إِلَى الأُفْقِ ، فَنَظَرْتُ ، فَإِذَا سَوَا دُعَظِيمْ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الأُفْقِ الآخرِ ، فَإِذَا سَوَا دُعَظِيمْ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الأُفْقِ الآخرِ ، فَإِذَا سَوَا دُعَظِيمْ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الأُفْقِ الآخرِ ، فَإِذَا سَوَا دُعَظِيمْ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الأُفْقِ الآخرِ ، فَإِذَا سَوَا دُعَظِيمْ ، فَقِيلَ لِي : انْظُرْ إِلَى الأَفْقِ الآخرِ ، وَلاَ عَذَابٍ ، فَقِيلَ لِي : هَذِهِ أُمَّنَك ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدُخُلُونَ الْجَنَةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ، وَلاَ عَذَابٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَهُمُ اللّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللّهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهُ وَسَلّمَ ، وَقَالَ وَلاَ اللّهِ صَلّى اللهَ عَلَيْهُ وَسَلّمَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَهُمُ الّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ الللهِ صَلّى اللهَ عَلَيْهُ وَسَلّمَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَهُمُ الَّذِينَ وَلِدُوا فِي الإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللهَ ، وَذَكُو وا أَشْيَاءَ ، فَحَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهَ عَلَيْهُ وَسَلّمَ ، فَقَالَ : مَا الّذِينَ تَحُوطُونَ فِيهِ ؟ ، فَأَخْبَرُ وهُ ، فَقَالَ : مَا الَّذِي تَحُوطُونَ فِيهِ ؟ ، فَأَخْبَرُ وهُ ، فَقَالَ : مَا الْذِي تَحُوطُونَ فِيهِ ؟ ، فَأَخْبَوْ وهُ ، فَقَالَ : مَا الْذِي تَحُوطُونَ فِيهِ ؟ ، فَأَخْبَوْ وهُ ، فَقَالَ اللهَ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ مُ اللهُ عَلَيْهُ مَا اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ وَلَا اللهُ عَلَى الْعَلَهُ اللهُ عَلَيْهُ مَا اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ مَا الْمُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ مَا اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ مَا اللّهُ عَلَيْهُ مَا الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْمُ الْعَلَهُ مُ الْعُلَا اللهُ عَلَيْهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ الْعَلَهُ اللهُ عَلَيْهُ الْعَلَهُ الْعَلَالُ اللهُ عَلَيْهُ الْعَلَهُ الْعَلَى الْعَلَهُ الْعَلَا اللهُ عَلَى الللهُ عَلَهُ الْعَل

: هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَعَلَى رَبِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنِ ، فَقَالَ : ادْعُ اللهَّ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ ، فَقَالَ : أَنْتَ مِنْهُمْ ؟ ، ثُمَّ قَامَ رَجُلُ آخَوْ ، فَقَالَ : ادْعُ اللهَّ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ ، فَقَالَ : سَبَقَّك بِهَا عُكَاشَة _ ' (بَحْ ارى: ٥٠ ٧٥)

رسول الله سالطنائية بنے ارشا وفر ما يا: مير ےسامنے تمام امتيں پيش كى گئيں ۔ نبي اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے ایک ایک دودوامتی گزرتے رہے، اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا، پھرمیر ہے سامنے ایک بڑی بھاری جماعت پیش کی گئی۔ میں نے سوچا کہ ید میری امت کے لوگ ہیں ۔ کہا گیا کہ بیموسی علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا اوھرو میکھیے ا میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھوادھر دیکھو! میں نے ویکھا کہ ایک جماعت عظیم ہے ۔ مجھ سے کہا گیا کہ بیآ پ کی امت ہے اور اس میں ستر ہزار بلا حساب وکتاب جنت میں جائمیں گے۔اس کے بعد آپ اٹھے اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔آپ کے جانے کے بعدلوگ بلاحساب وعذاب جنت میں داخل مونے والوں کے بارے میں غور وخوض کرنے لگے۔کسی نے کہا اس سے مراد اصحاب رسول صلّ نشیّ ہیں۔کسی نے کہا ان سے مراد وہ لوگ ہیں جواسلام میں پیدا ہوئے اور تھی ترک نہیں کیا۔ دوسر بےلوگوں نے اور بھی آ را پیش کیس ۔ اسی اثنا میں رسول القد صابقاتیہ با ہرتشریف لائے اور پوچھا: تم لوگ کیا باتیں کر رے تھے؟ کس چیز میں غور وخوض کررہے تھے؟ لوگوں نے بوری بات بتائی تو آپ نے فر مایا کہ بیروہ لوگ ہوں گے جوجھاڑ پھونک نہ کرتے ہیں نہ کراتے ہیں، نہ ہی فال ویکھتے ہیں، بلکہ آیے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔اس پر عکاشہ بن محصن نے عرض کیا: یارسول اللد! وعافر ما نمیں کہ میں تھی ان میں سے ہوجاؤں۔ نبی کریم صلیقاتیہ نے فرمایا کہ ہاں! اس کے بعد دوسرے صحافی کھٹرے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللّٰد صابعۃ آپینٹم دعا فرما نمیں کہ میں بھی ان میں سے ہوجا وَں تو نی کریم سالیفیالیتی نے فرما یا کہ عکا شتم پر سبقت لے گئے۔

احوال توكل اقوال مشائخ كي روشني ميس

امام غزالی نے توکل کے عنوان کے تحت کئی باب اور نصلیں درج کی ہیں۔ان میں ایک فصل جو بہت ہی اہم ہے وہ ہے احوال توکل اقوال مشائخ کی روشنی میں ۔ یہ فصل اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ توکل کی کیفیات کیا کیا ہیں اور اس کی نوعیت کیسی ہوا کرتی ہے۔اس فصل میں ایک جہت سے توکل کی تفہیم و توقیح ہے تو دوسری جہت سے توکل کے نتیج میں پیدا ہونے و الے مختلف احوال و کیفیات کا ذکر ہے۔احوال مشائخ کے سلسلے میں ان کے اقوال میں بظاہر تناقض ومنافات نظر آتی ہے مگر دراصل وہ اختلاف نہیں بلکہ ان کے اپنے اپنے احوال ہیں جوان کے مقام ومرتبہ کے نظر آتی ہے مگر دراصل وہ اختلاف نہیں بلکہ ان کے اپنے اپنے احوال ہیں جوان کے مقام ومرتبہ کے

اعتبار سے صادر ہوتے رہتے ہیں ۔جس پرجس درجۂ حال کا غلبہ رہاوہ اسی کے اعتبار سے توکل کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ ذیل میں امام غزالی کی بیان کردہ فصل کا خلاصہ ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوموی دیلی قدس سره فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بایزید بسطا می قدس سره سے
پوچھا کہ توکل کیا ہے؟ توانہوں نے فرمایا کئم توکل سے کیا ہجھتے ہو؟ پہلے اسے بیان کرو! میں نے عرض
کیا :ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں آ جائیں تب بھی
تمہارے باطن میں کوئی حرکت نہ ہو، بین کر حضرت بایزید نے فرمایا: بال بیات توکل کے قریب ہے
لیکن میرے اعتبار سے توکل بیہے کہ اہل جنت جنت میں نعموں سے لطف اندوز ہوں اور دوز فی
دوز خ میں عذاب جھیل رہا ہواوراس وقت متوکل اگر دونوں میں تمیز کر بے تو توکل سے باہر ہوجائے گا۔
امام غزالی دونوں قول پر تبصره کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو بچھا بوموی نے بیان کیا

امام عزای دولوں تول پر بھرہ کرتے ہوئے فرمائے ہیں کہ جو چھ ابوموی نے بیان کیا ہے وہ توکل کے اعلی ترین احوال کی خبر ہے اور جو پچھ بایزید نے فرمایا وہ علم کی سب سے معزز نوع ہے جواصول توکل میں سے ایک اصل ہے اور اس کا نام علم حکمت بھی ہے۔ جو پچھ اللہ تعالیٰ نے کیا وہی مناسب ہے کیونکہ اصل عدل اور حکمت کے اعتبار سے اہل جنت اور اہل دوز نے میں کوئی فرق نہیں ۔'' ھذا اَغمض اَنوا عِ العِلمِ وَ وَ رَائَهُ سِر القَدرِ وَ اَبو یزید قَلمایَت کلم الا عَن اَعلی المقاماتِ و اَقصی الدر جات، یہ نہایت ہی باریک علم ہے اور اسکے بعد تقدیر کا راز ہے اور حضرت بایز یدعام طور پر اعلی مقام اور بلندر ین درجات کی بات ہی کرتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ توکل کیا ہے تو آپ نے فر مایا۔ار باب سے علیحد گی اختیار کرنااوراساب سے امید مقطع کر لینا۔

حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ فرماتے ہیں :سکون کے بغیراضطراب اوراضطراب کے بغیرسکون کا نام توکل ہے۔

امام غُزالی نے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اضطراب کے بغیر سکون سے بیہ مراد ہے کہ دل کو وکیل کے ساتھ سکون حاصل ہوتا ہے اور اس پر اس کا اعتماد ہے ۔ سکون بلا اضطراب کا مطلب سیہ ہے کہ وہ اس کے سامنے فریا دکررہا ہے جیسے بچیا پنی ماں کے سامنے ہاتھوں سے التجا کرتا ہے۔ (ملخص، ازاحیاء العلوم، ص: ۱۹۲۳ – ۱۹۲۳ مطبع دارا بن حزم)

شرا ئطاتوكل

(۱) یقین واذعان کی حد تک اعتاد صرف ذات رب العالمین پر ہو، غیر پر بالکل خیال نہ جائے کہ یہاں سے ہمارا کام بن جائے گا فلال سے ہمارا مسکد حل ہوجائے گا۔اللہ تعالی کارشاد ہے: ویلاّء غَیْبُ السَّمَا وَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَیْهِ یُوْجَعُ الْأَمْرُ کُلُّهُ فَاَعْبُدُهُ وَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (ہود: ۱۲۳) اور اللہ ہی کے لیے ہے چپی ہوئی چیزیں آسانوں کی اور زمین کی۔اورسارے اموراس کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔تو آپ اس کی عبادت کیجیے اور اس پر بھروسہ رکھیے۔اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جوتم لوگ کرتے ہو۔

پیانچھار ماسوائے حق تعالی سے توکل کی نفی کرتا ہے کہ بندہ اپنے دینی ودنیاوی حوائج میں غیراللہ پر تکبہ کرے۔

برن (۲) اس بات کامستگام اعتقادر کھے کہ صرف اللہ تعالی ہی بندہ کے مقاصد ومطالب کو پورا کرنے والا ہے اور سارے اموراسی کی تدبیر وقضا اور ارادہ سے موجود ہوتے ہیں۔قرآن میں ہے: ومّا لَدَا أَلَّا نَتُو کُلُ عَلَی اللّهِ وَقَلُ هَدَانَا شُبُلُکَ وَلَنَصْبِدَیَّ عَلَیٰ مَا آذَیْتُهُو کَا وَعَلَی اللّهِ وَقَلُ هَدَانَا شُبُلُکَ وَلَنَصْبِدَیَّ عَلَیٰ مَا آذَیْتُهُو کَا وَعَلَی اللّهِ وَقَلُ هَدَانَا سُبُلُکَ وَلَنَصْبِدَیَّ عَلَیٰ مَا آذَیْتُهُو کَا وَعَلَی اللّهِ وَقَلُ هَدَانَا سُبُلُکَ وَلَمَانِ مِی اللّه تعالی پر حالا تکہ اس نے وکھائی ہیں ہمیں ہماری (کامیابی کی) راہیں اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری اور یت رسانیوں پر پس توکل کرنا جا ہیں۔

(٣) جب متوکل صدق دل سے اللّہ کی طُرف متوجہ ہوتو نیت خالص ر کھے اور یقین ہونا چاہیے کہ وہ جس ثنی کی طلب رکھتا ہے وہ اللّہ ضرور پورا کرے گا۔ قر آن میں ہے: وَمَنْ یَتَوَ کَّلْ عَلَیٰ اللّہ وَفَهُوَ حَسْبُهُ (طلاق: ٣) جواللّٰہ پر بھروسہ کرتا ہے اللّٰہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔

(۳) کسی سبب کوموژ حقیقی نه سمجھیں کیونکہ کسی بھی سبب میں تاثیر پیدا کر کے حوائج و ضروریات پوری کرنے والی ذات اللہ رب العالمین کی ہے۔ لہذا بیع عقیدہ فاسد ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ سبب ہی خودا پنے اندرتاثیر کا حامل ہے۔ ہاں! بیجی عقلی فتور ہے کہ اسباب کی باکلیے فی کردی جائے ۔ سیجے راہ یہ ہے کہ اسباب اختیار کرے اور توکل واعتماد صرف مسبب الاسباب لیعن ذات رب العلمین پررکھے۔

اسباب کے اعتبار سے متوکلین کے درجات

امام غزالی نے متوکلین اور اسباب کے عنوان سے ایک فصل قائم کی ہے جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ اسباب، ان کی نوعیت، ترک اسباب اور اخذ اسباب کے مسائل پرنفیس گفتگو فرمائی ہے۔
اختصار کے ساتھ اس کا خلاصہ بیان کیاجا تاہے۔ اسباب کے اعتبار سے متوکلین کے تین ورج ہیں:
اول: یہ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ اور ان جیسے بزرگوں کا مقام ہے یعنی وہ لوگ جو
زادراہ کے بغیر جنگلوں میں پھرتے ہیں مجھن فضل الہی پر تکیہ کیے ہوے ہوتے ہیں اس طرح کہ
ان کا اعتقاد یہ جو تاہے کہ اللہ رب العالمین ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ صبر و برداشت کی قوت عطا
فرمائے گایا نہیں جنگل میں کوئی سبزی وغیرہ کھانے کوئل جائے گی، کیوں کہ جو شخص زادراہ لے کر

چپتا ہےا*س کے لیے بھی بیمکن ہے کہ*اس کا توشہ گم ہوجائے یا وہ راستہ بھٹک کر بھوک کی حالت

میں مرجائے۔توبیصورت دونوں حالتوں میں ممکن ہے۔ دوم: انسان اپنے گھریامسجد میں بیٹھ جائے کیکن کسی گاؤں یا شہر میں ہو، ایسا شخص بھی متوکل ہے کیونکہ وہ بظاہر کسب اور اسباب کو چھوڑ ویتا ہے اور پوشیدہ اسباب کے اعتبار سے اپنے معاملہ کی تدبیر میں اللہ کے فضل پر بھروسہ کرتا ہے۔ لیکن شہر میں بیٹھنے کی وجہ سے وہ ایک گونہ اسباب سے علق رکھتا ہے کیونکہ شہر میں رہنا بھی کسب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ہاں اس کی نظر اس ذات کی طرف ہو جس نے شہروالوں کواس کے پاس رزق پہنچانے کے لیے مخرکیا ہے شہر ایوں کی طرف بالکل توجہنہ ہو۔ سوم: كونَيُ خَصْ باہر جا كركمائے تواس كوشش كى وجہ سے وہ توكل سے نہيں نكلے گا جبكہ اس كاعتماد واطمینان اپٹی کفایت وقوت اور پونجی پرینہ ہو کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اسباب کو ایک لحظہ میں ہلاک کروے بلکہاس کی تو جہاس گفیل ووکیل پر ہوجوان تمام چیزوں کی حفاظت فرما تاہے اور اسباب فراہم کرتا ہے بلکہ اپنی قوت اور پونجی کواللہ تعالی کی قدرت کے مقالبے میں اس طرح سمجھے جیسے حکم صادر کرنے والے بادشاہ کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ اس وقت لوگوں کی نظر بادشاہ کے قلم پرنہیں ہوتی بلکہ اس کے ارداب پر ہوتی ہے کہ وہ قلم ہے کس بات کا حکم صادر کرے گا۔ (احیاء العلوم ص ١٦٢٩_١٦٢٩) توكل اوراساب كا فلسفه

اسباب اختیار کرنے اور اسباب ترک کرنے کے معاملہ میں دوانتہائی قسم کے لوگ ہیں؟ ایک طبقہ وہ جو بالکلیہ ترک اسباب کا قائل وعامل ہے یہ جہالت و یا گل پن ہے۔ دوسراوہ طبقہ ہے جو بالکلیہ اسباب ہی پر تکلیہ کرتے ہیں بیلحدین ومنکرین کا طریقہ ہے۔ محققین صوفیہ اور فقہا کا اس سلسلہ میں جومعتدل نظریہ ہےوہ یہ کہ اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔امام رازی آیت کریمہ: فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوِّكِلِين كَاتْفِير كرتْ موحَ فرمات بين :ليسّ التوكل ان يهمل الانسان نفسه كما يقوله بعض الجهال والالكان الامر بالمشاورة منافياللامر بالتوكل بل التوكل هو ان يراعي الانسان الاسباب الظاهرة ولكن لا يعول بقلبه عليها بل يعول على عصمة الحق (تفير الفخر الرازي، ج:٩، سورة آل عمران: ١٥٩)

توکل پنییں کہانسان اپنے آپ کو برکارر کھے جیسا کہ بعض جہال کہتے ہیں نہیں تو مشاورت كاتكم ديناتوكل تيحكم كےمنافی ہوجائے گابلكةوكل يہے كدانسان اسباب ظاہرى كى رعايت كرے لیکن اس کاول ان اسباب پر بالکل تکمینه کرے بلکہ حق تعالی کی کفالت وضانت پر بھروسہ کرے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ کسب وسعی کے ترک کا نام توکل نہیں بلکہ کسب وسعی اختیار كرنے كا تحكم خوداللدرب العزت نے ديا ہے۔قرآن ميں ہے:

٧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِنْدَ كُثْمَ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا بَحِيعًا (نسا: ١٧) اےمسلمانو!اپنے بجاؤ كاسامان لےلو پھرگروہ درگروہ سب كےسب التصفے ہوكرنكو۔

﴿ وَأَعِذُوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِن قُوَةٍ وَمِن رِّبَاطُ الْحَيْلِ تُوهِبُونَ بِهِ عَدُوَ اللَّهِ (انفال: ٢٠) ثم ان كم مقابل ك ليه اپني طاقت بحرقوت كى تيارى كرواور هوڙوں كے تيار ركھنے كى كماس سے ثم اللہ كو ثمنول كوخوف زوہ ركھ سكو۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (جمعه: ١٠)
 ترجمه: پھرجب نماز ہو چئے تو زمین میں پھیل جاؤاوراللہ کافضل تلاش کرو۔

امام غزالی لکھتے ہیں: لبعض علمانے فرمایا ہے: مَن طَعَنَ فِی الْحَوَ کَاۃِ یَعنِی فِی الْسَعیِ وَ الْکَسَبِ فَقَد طَعَنَ فِی السَّنَةِ ہِے جس نے سعی وکسب کومطعون جانا گویا اس نے سنت میں طعن کیا۔ (احیاءالعلوم، ص: ۱۷۴۰، مطبع دارا ہن حزم)

وراصل یفرق ہمیشہ لمحوظ رکھنا چاہیے کہ تو کل الگ شی ہے اور سعی وکسب الگ شی ہے دونوں کو خلاط کر کے نہیں دیونیا چاہیے تو کل کا مکان وکل، قلب ہے اور سعی وکسب کا کل، اعضا و جوار ح ہیں یعنی تو کل اعمال قلب سے متعلق ہے اور کسب وکوشش اعمال جوارح سے متعلق ہے دونوں میں کہی فرق ہے۔ تو کل دل میں ہوتا ہے اور سعی وکسب اعضا و جوارح سے صادر ہوتا ہے لہذا دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ درست ہے، دانشمندی یہی ہے کہ جس کا جو عمل ہے اس کو ہروئے کا رالا یا جائے اور فطرت کے خلاف راہ اپنانے سے گریز کیا جائے ۔ مولا ناروم اپنی متنوی میں لکھتے ہیں:

مظر است کے خلاف راہ اپنانے سے گریز کیا جائے ۔ مولا ناروم اپنی متنوی میں لکھتے ہیں:

(مثنوی معنوی ، دفتر اول ،ص: ۹۴۸)

کوئی انسان اگریہ کے کہ میں شادی نہیں کروں گالیکن میں اللہ تعالی پر بھروسہ کرتا ہوں کہوہ مجھے اولا دعطا کرے گا اس طرح کوئی کسان میہ کہے کہ میں بھیتی نہیں کروں گالیکن اللہ تعالی پر توکل کرتا ہوں کہ وہ میرے کھیت میں غلہ اگا دے گا تو ایسا شخص پاگل ہے متوکل نہیں۔

کسب، توکل کےخلاف نہیں، یہ انبیا ہے کرام کا بھی طریق رہا ہے بلکہ خودقر آن میں اللہ رب العزت نے اپنے نبیوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچنے کے لیے اللہ تعالی نے کشتی بنانے کا حکم دیا حالانکہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ بغیر کشتی کے نوح علیہ السلام کو نجات عطا کر دیتا ۔ مگر فرما تا ہے : وَاصْنَعِ الْفُلُكَ بِأَعْيُنِكَا وَوَحْيِكَا (ہود: ۲۷) ایک شتی ہاری گرانی اور وی سے تیار کرو۔

بلاشبہ توکل ایک ایساا مرہ جو ہرمشکل کی تنجی ہے۔ رب کا ئنات پر توکل ضروری ہے گر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ پہلے ہم خود بھی کوشش کریں، کیونکہ بیبھی قانون قدرت ہے۔ یہ بات برحق ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچتا لیکن اس درجہ کے حصول سے پہلے بندے پر کسب وعمل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔اسباب کا انکار ہویا اسباب پر انحصار ، دونوں ہی خالق کا کنات کی سنت ومشیت کے خلاف رویے ہیں۔

توکل کی کیفیت کیسے پیدا ہو؟

توکل کی کیفیت کا حصول کیسے ہو؟ کیا اس کے لیے پچھ ضروری امور ہیں جن کو اپنانے سے توکل پیدا ہوسکتا ہے؟ سواس سلسلے میں محققین صوفیہ دعلمائے ربا نین نے جولوازم و تدابیر بیان کی ہیں، ان میں سے بعض اہم ہدایات درج ذیل ہیں:

(۱) رب تعالی کی صفات کی معرفت: بندہ پرضروری ہے کہ وہ اپنے رب کے اساء وصفات کو جانے اور پہچانے ،اللہ کی قدرت ، کفایت ، قیومیت ، قدرت ، علم ،حیاۃ اور رزاقیت جیسی صفات پرغور وفکر کریں اور ان صفات کے توسط سے اپنے رب کے کمالات کی معرفت حاصل کرے کیونکہ جب تک وہ اپنے رب کی صفات کمالیہ سے آشانہیں ہوگا تو اس کے لیے یہ یقین مشکل ہوگا کہ وہ اپنا محاملہ بالکلیہ اپنے رب کے حوالے کرد ہے جس قدر رب تعالی کے قادر ، علیم و خبیر ہونے پراعتقاد کامل ہوگا اس قدراپنے رب پرتوی بھر وسہ کریگا جب اس کی رزاقیت اور مد برکا نات ہونے کے اوپراؤ عان وابقان ہوجائیگا تو جب بھی وہ اپنا محاملہ اس کے حوالہ کریگا تو اس کم عقاد کے ساتھ کریگا کہ اس نے اپنا معاملہ سی اور کے حوالہ نہیں کیا ہے بلکہ اس ذات کے حوالے کیا ہے جو ہرشی پرغالب ہے سب سے قوی ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ جو چا ہتا ہے کرتا

(۲) اعتقادتو حید میں رسوخ: جس بندہ پر جس قدر تو حید غالب ہوگا اس کو اس قدر تو کل سے حصہ ملے گا۔ چونکہ تو کل کی بنیا د تو حید پر ہے اس لیے اس ذات قدیر کے بارے میں جس قدر بیدا بیمان قو می ہوتا جائیگا کہ وہی اکیلا میر می فریاد سننے والا ہے اس کے علاوہ کا نئات میں کوئی نہیں جس کی طرف رجوع کیا جائے اپنی حاجت رکھی جائے ،صرف وہی ہے اور اس کا نہ کوئی ہمسر ہے نہ شریک نہ ساتھی نہ مقابل۔

الله تعالى كا ارشاد ہے:فإن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَةَ إِلَّا هُوَّ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (توبہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اگریدلوگ آپ سے منہ پھر لے تو آپ ن سے کہدد یجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے۔اس کے سواکوئی معبور نہیں اور میں نے اس پر بھر وسد کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ (٣) حسن طن: جب بھی اللہ پر تو کل کیا جائے تواس کے ساتھ حسن طن رکھا جائے حسن ظن بیکداس میں کوی تر دونہ ہوکہ جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے کیونکہ اگراس کا قلب اس تر دد میں رہے کہ ہوگا کہ نہیں ہوگا تو اس مذبذب کیفیت کے ساتھ وہ اللہ پر کامل یقین نہیں رکھ پائےگا اور اللہ کے ساتھ حسن طن کامعنی یہی ہے کہ بیتذبذب اور قلبی اضطراب ختم ہوجائے کسی دن منفی وا قعہ پیش آ جانے پاکسی دن مثبت وا تعہ آ جانے سے لا پرواہ ہو۔اس کا صرف اللّہ کی ذات پر ہی بھروسہ ہو۔اس کا حال اس انسان کی طرح ہوجس کوکسی بادشاہ نے ایک ہزار درہم دیا اورا تفاق سے وہ کھو گیا تو با دشاہ اس سے پیے کہ پریشان مت ہویہ جو کھو گیا ہے اس سے بڑھ کرکئی گونہ میرے پاس ہے جب مانگنے آؤگے تواس سے بڑھ کردینگے،اب اس شخف کو باوشاہ کی اس بات پر کیسااظمینان حاصل ہوگا۔ظاہر ہےوہ سکون کی نیندسویئے گا۔رب تعالی جوتمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے بلکہ اس کی بارگاہ میں کوئی بادشاہ ہی نہیں کیونکہ سب اس ك محتاج ب-والله الغنى وانتم الفقراء -اوراس باوشاه مطلق في ايك بارنهيس كي بارايخ کلام میں فرمایا کہ میری طرف لولگاؤ۔ مجھے سے مانگو۔ مجھے ہی کافی جانو ،کیامیں تمہارے لیے کافی نہیں، میں تہہیں تمہارے گمان سے کہیں زیادہ رزق دوں گا، زمین وآسان کےخزانوں کی ساری تنجیاں میرے پاس ہیں ۔اس کے جب ایسے ارشادات موجود ہیں تو پھرغم کیسا ،تر دو کیوں،اندیشہ س لیے؟

حدیث قدی ہے: اللہ فرماتا ہے: اناعند ظن عبدی ہی۔ (بخاری۔ ۵۰۰۵)۔ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہول ۔ مطلب میہ کہوہ میرے بارے میں حبیبا گمان قائم کریگاوہ مجھے ویساہی پائیگا۔ (م) تفویض و سلیم: بنده اپنه دل میں اس بات کوراسخ کرلے که میری جوبھی حاجت ہے وہ میں مکمل طور سے اپنے رب کے حوالے کرتا ہوں اور دل کواس مسلد سے فارغ کرلے که اب جو پچھ بھی ہوگا وہ میرے رب کی مشیت سے ہوگا کسی عربی شاعر نے بہت فیمتی نصحت کرتے ہوئے بیا شعار کے ہیں:

اذا المتليت فثق بالله وارض به ان الذي يكشف البلوى هو الله اذا قضى الله فاستسلم لقدرته ما الأمرءى حيلة فيما قضى الله (ادب الدنياوالدن: ١٩٥٧)

ترجمہ: جب توکسی آ زمایش میں مبتلا ہوتو اللہ پر بھر وسدر کھا وراس کے فیصلے سے راضی رہ کیونکہ جوذات مصیبت دورکرتی ہے وہ اللہ ہی ہے۔ جب اللہ کا فیصلہ ہوجائے تو اس کی قدرت کو تسلیم کر کیونکہ سی بھی انسان کے لیے قضائے الہی میں کوئی حیلے نہیں رہتا۔

مصادر ومسراجع

ا _القرآن الكريم

۲ – احیاءالعلوم، ابوحا مدمجمه بن مجمد الغزالی (۵+۵ هه)، دارالمعرفة ، بیروت

٣-التعرف كمنذ بب ابل التصوف، اليوبكر محد بن الى اسحاق كلاباذى (١٨٠٠ ه) ، وارالمقطم للنشر والتوزيع ، قاهره

٣-الرسالة القشيريي،عبدالكريم بن بوازن قشيري (٣٦٥ هه)، دارالمعارف، القاهرة

۵ - تفسيرالفخرالرازي، اما مفخرالدين رازي (۲۰۲ هـ)، المكتبة الشاملة)

٢ _ سنن الي دا وُود، الوداود سليمان بن الاشعث از دى (٢٧٥ هـ)، المكتبة العصريية، بيروت

۷ - سنن التربذي ،محمد بن عيسي التربذي ٢٥٩ هـ) مصطفى البابي ،مصر، ٩٥ ١١ هـ

٨- شعب الإيمان، احمد بن الحسين خراساني بيه قي (٨٥ م ه) ، مكتبة الرشدللنشر والتوزيج إياض ، ١٠٠ ١٣ ه

9 صحیح بخاری، محمد بن اساعیل ابوعبدالله بخاری (۲۵۲ هه)، دارطوق النجاة ، ۱۳۲۲ ه

• ا_مثنوي معنوي مولا ناروم

١١ _مسندا بن خنبل، ابوعبدالله احمد بن مجمد بن حنبل شيباني (١٣٦هـ)، دارالحديث، قامره١٦ ١٣ هـ



خصوصيات

- آسان زبان مين اسلامي افكارونسيالات كالمول نسزاند
- گھے کے ہے۔ فسرد کی فسکری اور دوسیانی تشکین کاسیامان
 - سفروحنسركابهترين تحي

ثا^{ه ع}نی اکسیڈی کی ایک منف دوجیت کشس

اردوزبان كامحسبوب ومتبول مابهنات اطفر را التقسور باليك دبان مصلات في والمسادق الارشات ساق المين كو محتوظ كربائ وقسارين كي افساديت كي فيشش اقسور سال كه انتسام پرتسام شمسارول كاليك فويسورت مجسند تسيار كسيام با تاجيد

> محسلات مسل كرنے كے ليے دابلات كريں۔ +91-9312922953 / +91-9935791673



اكيسو بي صدى مين تصوف كي الهميت ومعنوبيت

ہرزمانہ اور ہرصدی کا پنا کوئی ظاہرہ (Phenomenon) ہوتا ہے: پیچیلی صدی صنعتی انقلاب کی صدی صنعتی انقلاب ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ اس عہد کا آغاز ا ۲۰۰۰ء سے مانیں کیونکہ ماہ وسال کا بدلنا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس صدی کو افغیار معلومات (Explosion of knowladge) کا عہد بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم لوگ جس دور میں جی رہے ہیں، مواصلات کے وسائل و ذرائع کی ترقی نے ایک طرف دوریاں مطاوی ہیں تو دوسری طرف اطلاعات کی یلغار نے انسان کا ذہنی سکون غارت اور معاشر ہے کا امن تباہ کردیا ہے، لوگوں کے اخلاق واطوار کی بہت ہی خوبیال چھین کی ہیں۔

 ہے اور سوشل میڈیا نے ساج کو بدترین قسم کی خانہ جنگیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔اس ماحول اور ایک ایسی دنیا میں تصوف کی اہمیت ومعنویت کیا ہے،اس نکتے پرغور وفکر کرنے سے پہلے ہمیں بید میصنا ہوگا کہ تصوف کیا ہے؟ کیونکہ اس سلسلے میں بہت سی اصل و بےاصل با تیں رائج ہیں۔

کسی نے کہا کہ لفظ صوفی'صوف' (جھیڑکی اون) سے مشتق ہے کہ صوفی موٹے اونی كبرً بينخ تصحُّوسي نه اس كوُصفا ' (صاف ہونا) ہے شتق مانا۔ ایک طُبقهُ صفهُ ہے شتق مانتا ہے جبکہ کچھ دوسر بے لوگ 'صف' ہے جس کے معنیٰ قطار اورسلسلہ کے ہیں کسی نے کہد یا کہ بیہ . اسلام کی زمین میں عجمی بیودا ہے تو بہت سے لوگ اسی مفروضہ کو لے اڑے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیہ اس علمٰ (Science) کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارے ہیں۔جس کی اس کےجس پہلو پر نظرتهی اس نے وہی سمجھا۔ ابور بیحان البیرونی نے اپنی کتاب ُ الہندُ میں جس مقام پرموجودات عقلی وحسی کی نسبت ہندؤں کےعقائد پرروشنی ڈالتے ہوئے یونانی حکماء ویدانت اوراسلام کی تعلیمات میں مماثلت کا جائزہ لیا ہے، وہیں لکھاہے کہ صوفی بونانی لفظ ہے اور حکمت کا مرادف ہے(ا)۔اس کا مشاہدہ ہے کہ جب اسلام میں ایک جماعت نے وہی رائے اختیار کی جو حکما کی تھی تُوان کا نام وہی رکھ دیا گیا جو حکما کا تھا جبکہ اس کے معاصر مصنف اور تصوف کے امام ابوالقاسم القشیری کے مطابق بدلفظ ۸۲۲ء کے آس یاس دیکھنے میں آیا۔ بدوہ زمانہ تھا کہ جب معاشرے کے سب سے با کردار، سیح، ذی علم اور عابدوز اہد حضرات کے لیے کوئی مناسب ومعتبر لقب نہیں رہ گیا تھا؛ رسول صَابِنَهُ لِلَّهِمْ كَوْرُ مانے میں بیشاخت صحابی كالفظ تھا، پھر تابعین اور ان كے بعد كی نسل كے ليے تنع تابعین کالفظ اختیار کیا گیا۔ان کے بعد زاہدین وخلصین کے لیےلفظ صوفی اختیار کیا گیا (۲)۔اس رائے کی تائیرابونفر بشرابن الحارث الحافی (۲۷۵-۴۸۰) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جس کا دل اللّہ کی جانب مخلص (صاف) ہو۔ (طبقات سلمی رعبدالرحن اسلمی رباب ۴) . ان حوالوں اورا قتباسات کی روشنی میں دو با تیں متعین ہوتی ہیں۔ایک تو یہی کہ لفظ صوفی پہلے استعال میں آیا اور بیملت کے ذی علم وحکمت، با کردار عابدو زاہد افراد کے لیے استعال ہوتا تھا، دوسری میر کہ تصوف اس سے مشتق ہے نہ کہ وہ تصوف سے جو بعد میں اس علم کے لیے بولا گیا جس کوصو فیوں نے فروغ دیا؛ یا جن میں ان کا اختصاص معروف ومشہورتھا۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ علم کیا ہے؟ اس کا موضوع کیا ہے؟ اور اس کی ضرورت کیوں ہے؟ دراصل جس طرح

⁽۱) کتاب الهند (ارد و) رحصه اول رباب ۳ رص ۳ سرتر جمه سیداصغ علی رنا شرانجمن ترقی ارد و (بند) و بلی را ۱۹۴۳ (۲) رساله قشیر به را بولقاسم قشیری (متوفی ۲۰۷۱ء)

وقت کے ساتھ قرآن وحدیث سے اسلامی علوم (Sciences) کے دیگر شعبوں اور شانوں کا فروغ ہوا اور ان کے اور ان کے اولین فروغ ہوا اور ان کے اور ان کے اولین متن وجود میں مدون ہوئے اور ان کے اولین متن وجود میں آئے اسی طرح اور ان ہی ایام میں حدیث، تقسیر، فقہ، کلام، تاریخ ، سیرت اور علم اساء الرجال وغیرہ کی طرح تصوف نے بھی ایک باضا بطاع کی صورت اختیار کی ۔ ائمہ تصوف بھی انکہ حدیث وفقہ کے معاصرین شخے جس طرح محدثین، مفسرین، فقہ اور شکلین نے مجالس درس قائم کییں، صوفیہ نے بھی درس ویے اور ان کی مجالس درس میں بھی علم کی بیاس بجھانے والوں کی ولی ہی کثرت ہوا کرتی تھی بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ۔ یہاں تک کہ ان کی مجالس میں بڑے ولی بڑے ائمہ حدیث و فقہ حاضر ہوتے اور مجلس کی جو تیوں پر بیٹھنے میں فخر محسوں کرتے ۔ میں بہاں صرف ایک مثال پیش کروں گا:

بغدادمين حضرت ابونصر بشربن حارث بن عبدالرحمن بن عطا الهاشم المروزي كي مجالس کے حاضر باشوں میں امام احمد بن حنبل (رحمة الله عليه) شامل تھے۔بشر ننگے پیرر ہا کرتے تھے اس لیے الحافی (ننگے پیر) کے نام سے مشہور تھے۔کسی نے امام احمدسے یو چھا' آپ خود امام حدیث وفقہ ہیں، آپ اس ننگے پیررہنے والے کی مجلس میں کیوں جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا'ان کے پاس وہ علم ہے جومیرے پاس نہیں ہے'۔طبقات صوفیہ (جوطبقات سلمی کے نام سے مشہورہے) میں امام ابوعبدالرحمن اسلمی نے کتاب کا چوتھا باب بشرالحافی پر باندھاہے۔امام ذہبی نے اساءالرجال کی اپنی مشہور کتاب سیرالاعلام النبلاء میں بتایا ہے کہ بشر کتنے بڑے محدث وفقیہ تنھے۔ وہ حدیث وفقہ میں امام مالک ، امام شریک اورامام حماد بن زید (جوامام ابوحنیفہ کے شاگرو اورامام بخاری کے استاد تھے) کے شاگر و تھے۔ دار قطنی نے لکھا کہ بشر نے صحیح حدیث کے سوا پچھ روایت ٰ بی نہیں کی ۔نہ صرف میہ بات یا در کھنے کی ہے کہ اتنے بڑے محدثین وفقہانے اس علم کو فروغ دیااوراس کے تعلق سے آمام احمد جیسے عظیم محدث وفقیہ نے فرمایا کہ وہ ان کے پاس نہیں ہے، پیجی یا در کھنا چاہیے کہ اس طرح کتب تصوف بھی صدیوں مدارس کے نصاب میں شامل رہی ہیں جس طرح حدیث ، فقہ اورتفسیر کی کتابیں شامل ہیں اوراجھی بہت دن نہیں ہوئے کہ فارغین مدارس جب تک عملی تربیت کے لیے ایک مدت کسی صوفی کامل کی خدمت میں نہ گزار لیتے معتبر عالم وفقینہیں مانے جاتے تھے۔تصوف کی ان کتابوں میں امام ابولقاسم قشیری کا رسالہ قشیریی، شیخ سہرودری کی عوارف المعارف، امام غزالی کی احیاءعلوم الدین اور کیمیائے سعادت، مولا نا جلال الدين رومي كي مثنوي مولوي معنوي ، قطب الدين دمشقي كا' رساله مكيهُ اوراس كي شرح مجمع السلوک (شیخ سعدالدین خیرآ بادی) بہت مشہور ہے۔

اب بیسوال عین فطری ہے کہ تصوف اگرایک مستقل علم ہے تو دوسر ہے علوم سے اس کا اختصاص وامتیاز اور اس کا موضوع کیا ہے؟ قرآن کی زبان میں بیر تزکیفش ہے(ا)۔ حدیث میں اس کے لیے احسان کا لفظ آیا اور اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی: الاحسان ان تعبد الله کا نک تر اه (۲)۔ امام قطب الدشقی رسالہ مکیہ میں اس علم کو علم سلوک کا نام ویتے ہیں اور اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

السلوك عبارة عن تهذيب الإخلاق ليستعدللو صول (سلوك اخلاق كو آراستہ کرنے کا نام ہے تا کہ انسان بارگاہ البی میں جاضری کے لاکق ہوجائے۔)(") اس موضوع سے بحث تو فقها محد ثين مفسرين متكلمين اور دوسر علما بھي كرتے ہيں ليكن تغلیمات تصوف اورصوفیہ کے طریقوں کی کیا اہمیت ہے، اس کی ایک بہت بڑی مثال امام محمد غزالی ہیں۔ دنیا کے ایک سب سے بڑے دار العلوم کا شیخ الشیوخ اور منقولات ومعقولات کا اپنے دور کا ایک سب سے بڑاامام اگر بیجسوں کرے کہ وہ اپنے آپ کوضائع کررہاہے اور اصلاح احوال کے لیےوہ ان علوم کی خدمت ترک کر کے تصوف کی راہ پر چال پڑے اوراس علم کوسارےعلوم کامغز جانے تواس کے معنی کیا ہیں۔مولانا جلال الدین رومی کی مثال بھی جارے سامنے ہے۔اپنے وقت کے ایک سب ب بڑے محدث وفقیہ نے خواجہ شس تمریز میں کیا یا یا اور مثنوی معنوی مولوی کیوں لکھا؟ مخدوم جہال شیخ شرف الدین بیچیلمنیری اس کی ایک اور مثال ہیں جوعلم حدیث وفقه میں شیخ شرف الدین ابو توامہ (رحمة الله علیما) کے شاگر و خاص تھے جنھوں نے ہندستان میں صحیحین کا درس جاری کیا۔ مکتوبات صدی میں حضرت مخدوم اس علم کی ضرورت و ماہیت اور اس کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہیں: "انسان دوجو برمختلف سے پیدا ہوا ہے۔ایک علوی اور دوسراسفلی جس طرح جو ہرسفلی یعنی جسم جوآب وآتش وخاک وباد سے بناہے،مرض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسى طرح جو ہرعلوى ليعنى ارواح كوجھى بيارياں لاحق ہوتى ہيں جس طرح امراض سفلى کے لیے اطبابیں کہان کے علاج سے مرض دور ہوجا تا ہے جبحت حاصل ہوتی ہے اور ہلاکت سے آدمی کے جاتا ہے۔اس طرح امراض علوی کے لیے بھی اطبابیں جن کے

(۱) سورة الجمعه رآيت ۲

⁽۲) صحیح بخاری رکتاب الایمان رحدیث ۴۴ (ابوذرغفاری ،انس بن ما لک، زیدابن ارقم، شداد بن اوس اور دوسرے صحابہ سے اس مضمون کی احادیت کتب احادیث میں کثرت سے مروی ہیں) مریب میں میں میں میں دورہ ہے تنابہ استان میں میں میں میں میں استان میں استان میں استان میں میں استان میں میں م

⁽٣) مجمع السلوك (شرح رساله مكيه) رشيخ سعدالدين خيراً بإدى رتر جمه ضياءالرحمن عليمي رجلداول رص ١٩٦

علاج سے جملہ امراض باطنی اگرچہ وہ محسوس نہیں ہوتے اور عقل میں نہیں آتے مگر سب کے سب دفع ہوجاتے ہیں اور جو ہر علی کے سب دفع ہوجاتے ہیں اور جو ہر علوی کے امراض کے طبیب انبیا ہیں۔ان امراض وعلل کے طبیب انبیا ہیں۔ان کے بعد مشائخ ہیں کیونکہ یہی لوگ انبیا کے خلیفہ ہیں۔ائی مقام کی بات ہے کہ المشیخ فی قومہ کا لنبی فی امته '' (مکتوبات صدی رمکتوب ۱۵ مراض ۱۵ میں ا

''اہل طریقت کے بہاں تصوف کی تین قسمیں ہیں۔ صوفی ، متصوف اور مشتہہ۔ صوفی وہ ہے جواپئی ہستی فنا کر چکا اور اللہ کے ساتھ باقی ہے۔خواہشات نفسانی کے قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے۔ متصوف کی شان یہ ہے کہ ریاضت و مجاہدہ میں اس لیے مصروف و سرگرم رہتا ہے کہ صوفیوں کے مراتب حاصل کر سکے اور قدم بدقدم ان کی راہ چل کر اپنے معاملات ان کے ساتھ درست کرنا چاہتا ہے۔ اور مشتہ کی حالت یہ ہے کہ اس میں صورة توصوفیوں کے اکثر عادات ہوں گرمعنی نہیں۔ روزہ نماز، در ودوظائف، ذکر واشغال یا اور کوئی عمل وہ اس غرض ہوں گرمعنی نہیں کرتا کہ اللہ ان تمام آرایشوں کا مقصد جاہ طلی اور حظوظ نفسانی ہے۔ بع۔ بدنام کنند کا کونام چند'۔ (کتوبات صدی رکھتوب ۲۲ س ۱۷۵)

تصوف کے اصول وفروع پرایک بہت ہی مقبول ومعتبر متن اور آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم شیخ قطب الدین وشقی (رحمۃ الله علیه) کی تصنیف 'رسالہ مکیۂ میں مصنف نے علوم صوفیۂ پرایک مستقل فصل قائم کی ہے۔ہم یہاں اس بحث کا خلاصہ کتاب کی مشہور شرح 'مجمع السلوک' (شیخ سعد الدین خیر آبادی متوفی ۲۲۴ھ) سے نقل کررہے ہیں۔شیخ وشقی کھتے ہیں:

علوم الصوفية علوم الاحوال والاحوال مواريث الاعمال ولايوث الاحوال الآمن صحح الاعمال و لهذاقالوا لاوارد لمن لاوردله (صوفيه كعلوم احوال كعلوم الإمال كورست كرنے كعلوم احوال كعلوم الإمال كاثمره بين اوراعمال كورست كرنے كا بعدى كوئى تخص صاحب احوال ہوسكتا ہے اورائى ليے صوفيہ نے كہا كہ جس كے بعدى كوئى تخص صاحب احوال ہوسكتا ہے اورائى ليے صوفيہ نے كہا كہ جس كے باس اورائيس، اس كے ليے واردات نہيں)۔

شیخ سعد خیرآ بادی (رحمة الله علیه) لکھتے ہیں: الله تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِیمَا لَکَهُورِیَةُهُمْ سُبُلَمَا (عَلَبُوت: ۲۹) جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرنے والے ہیں ہم انہیں ضرورا پنی راہ دکھادیتے ہیں یعنی جب تک سالک عمل (مجاہدہ) نہیں کرے گا، اسے حال حاصل نہیں ہوگا۔ (مجمع السلوک، جلداول، میں ۳۳)

تصوف کی اہمیت ومعنویت کوآج سائنس اور سوشل سائنسز کی مختلف شاخوں کے درمیان علم نفسیات (Psychology) کی مثال سے زیادہ آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے جوانسان کے ماحول، اس کےنفس،اس کی شخصیت، شعور ولاشعورا ورشہوات وخواہشات یہاں تک کہ خواب سے بحث کرتا ہے۔ قانون کا موضوع عدل وانصاف اور جرم وسز اہے،سیاسیات حکومت وانتظامیہ اوراس کےاصول وفروع سے بحث کرتی ہے؛اورعمرانیات کاموضوع ساج اوراس کی ساخت وارتقا ہے۔اسی طرح حیاتیات، کیمیا،طبعیات اور میڈیکل سائنسز کا موضوع مادے،ا جسام،اس پراثر انداز ہونے والےعوامل اوراس کی صحت ہیں نفسیات کوشروع میں ان علوم (Sciences) کے بالمقابل كوئي مستقل علم (Science) بھی تسلیم نہیں کیا جاتا تھالیکن وقت نے اس کی اہمیت و معنویت کو ثابت کردیا۔ آج نیچرل سائنس اور سوشل سائنس؛ علوم (Sciences) کے دونوں شعبےاس کی اہمیت وافادیت تسلیم کرتے ہیں ۔کوئی قانون داں یا ماہرسیاسیات وعمرانیات سپر نہیں کہتا کہ سی شخص کی اصلاح کے لیے ماہرنفسیات رنفسیاتی معالج کی مدد کیوں لی جاتی ہے یا کسی طبیب ومعالج کواعتراض نہیں ہوتا کہ کسی مریض کونفسیاتی معالج کے پاس کیوں لے جایا گیا بلکہ ا کثر وہ خود ہی ایسا کرنے کامشورہ دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے پیشہ ورانہ تجربات میں بار ہااپنے آپ کو ایسے مریضوں کی اصلاح یا علاج پر قادر نہیں پاتے تصوف بھی انسان کے قلب،روح، ذہمن اور نفس سے بحث کرتا ہے اور موجودات کی معرفت پرزور دیتا ہے، اس لیے اسے شریعت کے الم کے مقالع میں حقیقت کاعلم، معرفت، باطن، عرفان اور روحانیت جیسے نام ویے جاتے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ جونسبت جحول'، وکیلوں ،قوانین کے نفاذ کی ذمہ دارایجنسیوں ، ان کے حکام اور ماہرین (ایکسپرٹس) کی ان ماہرین ومعالجین نفسیات اور اصلاح خانوں کے ساتھ ہے جہاں عدالتیں قابل اصلاح مجرموں کو بھیجا کرتی ہیں وہی نسبت قاضیو ں مفتیوں محدثوں مفسروں اورفقیہوں کی شیوخ تصوف وطریقت کے ساتھ ہے توکسی کوکوئی حیرانی نہیں ہونی چاہیے۔اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو تصوف کی علمی اور اصولی اہمیت بھی ہے، عملی اور اصلاحی ومعالجاتی اہمیت ومعنویت بھی؛ اور بیہ صلاحیت ہم اسلامی جامعات ومدارس میں رائج کسی اورعلم وفن میں نہیں یا تے۔

اس واقعہ کا ایک پہلواور بھی ہے۔ اسلام اپنے مانے والوں سے اللہ کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے اور قیقی معنوں میں بیدامر خالص بالنفس ہے، اطاعت کے کسی بھی درجے میں بیخطرہ ہروقت موجودر ہتا ہے کہ بندہ خداکی اطاعت کر رہا ہے یا اپنے نفس کی پیروی۔ خدا جوغیب مطلق ہے، اس کو ایک عام آدمی اپنے لیے جس طرح بھی متصور کرے گا، اپنا ہی بنایا ہواہت ہوگا نہ کہ ذات واجب الوجود۔ قدرت نے انسانی ذہن کی ساخت الیسی بنائی ہی نہیں، اس میں بیصلاحیت رکھی ہی

نہیں کہ اس نے جس کونہیں دیکھا اس کومتھوروستحضر کر لے جبکہ کمال بندگی اللہ کا استحضار ہے،خدا کو اسپے حواس پرحا کم اورائیے ذہن وضمیر کواس کا محکوم بنانا۔ اسی لیے اللہ نے رسول ساتھ آلیہ آور پھراولو الامرکی اطاعت کا نظم کیا کیونکہ اس کے بغیراللہ کی اطاعت حقیقی معنوں میں متصور ہی نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ اسپے نفس کی پیروی ہوگی نہ کہ اللہ کی اطاعت۔ ارشا وفر مایا:

يَا أَيِّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا الله وَأَطِيعُوا الرِّسُولَ وَأُولِي الاَمْرِ مِنْكُمْ فِإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي اللّهِ وَالْهِ وَالْمِيوُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُونَ بِالله وَالْيَوْمِ لَتَنَازَعْتُمْ فِي هَنْيَ وَكُمْ وَالله وَالْيَوْمِ اللّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُونَ بِالله وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا -اسايمان والوا الله، ي كما اطاعت كرويتى الله والامركى اطاعت كياكرو الرَّمْ كسى چيز ميس رسول كى اطاعت كياكرو الرَّمْ كسى چيز ميس تنازع مين پر جاوَتُوالرَمْ الله اور يوم آخر پر تَجَى هُو ايمان ركھتے ہو، اس كوالله اور رسول پر پيش كرو، يمي بهتر اور سب سے اچھى صورت ہے۔ (سورة نياء - آيت ۵۹)

خلافت راشدہ کے زوال کے بعد جب امت اس بحران میں مبتلا ہوئی کہ وہ کس کی اطاعت کرے کہ جو اللہ کی اطاعت ہونہ کہ اپنے نفس یا کسی اور کی پیروی۔ تو بیا ہل تصوف سے جنھوں نے مسئلے کاحل پیش کیا۔ سوال بی بھی تھا کہ کیا قوت نافذہ کے بغیر کوئی امارت منعقد ہوسکتی ہے جنھوں نے مسئلے کاحل پیش کیا۔ سوال بی بھی تھا کہ کیا قوت نافذہ کے بغیر کوئی امارت منعقد ہوسکتی ہے یا کوئی جماعت کسی کی اطاعت بے سیاہ وسلاح بھی کر سکتی ہے تو انہوں نے رسول اللہ مالی تھی اور دور دراز ندگی کو نمونہ بنایا، پھر آپ سی شائی آئی ہے کے مقرب اصحاب کی سیرت مبار کہ میں موجود تھی اور ایسا انہوں نے کسی سے تکراؤ کے بغیر کیا۔ اس طرح امت نے طاکفوں اور حلقوں میں منظم ہوکر خود کو اس بحران سے بچایا جس کے بغیر اسلام اپنی کامل صورت میں قائم نہیں ہوتا اور ان اولیا کے امراوران کے خلفانے لوگوں کے دول پر حکومت کی ؛ اور سلسلہ درسلسلہ ہونر کر رہے ہیں۔ الشیخ فی قو مہ کا کانہی فی امته۔

(مکتوبات صدی رمکتوب ۱۹ رص ۱۵۲)

اکیسویں صدی کے اس عہد جمہوریت میں جب ریاستیں خودکوشہر یوں کی آزادی، ساج کے امن اور سرحدول کے دفاع تک محدود کرتی جارہی ہیں، اقتدار کے عدم ارتکاز کا مسلسل فروغ ہورہا ہے اور ہر شعبے کی نجکاری ہورہی ہے، مفکرین کی اکثریت اس پر شفق ہے کہ اچھی ریاست وہی ہے جو لوگوں کی زندگی میں کم سے کم اور غیر محسوس ہو؛ اور میثاتی مدینہ میں سلم وغیر مسلم قبائل کو دیے گئے افتیارات وانتظامات (Provision) کی طرز پر مقامی حکومتوں (Communities) کو اختیارات منتقل کردیے گئے ہیں،

95 صوفیہ کے کسی ٹکراؤ کے بغیراور کسی جبر سے پاک اس طریقیۃ عمل کی اہمیت ومعنویت از خود آنکھول پر روشن ہوکر دنیا یے سامنے آگئ ہے کہ آپ آپ خطقوں اورا پنی بستیوں کوازخود دارالاسلام بنائیں، آپ كاكسى سے كوئى تكراؤ نہيں ہے۔انہوں نے چۇتفى پانچويى صدى ججرى ميں جب اس زمانے كى غالب طاقتیں اور ریاشیں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہی تھیں، اس بحران کاحل دریافت کیا اوراس فكرومل كوايك تحريك كي صورت وي _ بيايك نوع كاغير محسوس سيلف رول ، كميوني گورنمنث اور سوراج تھا جومسافروں،مریضوں اور بھوکوں کی امداد سے بلوں،سڑکوں،سرایوں کی تعمیراورلوگوں کی تعلیم و تربیت تک کی ذمدداریاں لیتا تھا۔ ماحول بہاں تک تبدیل ہوااورصورت حال نے الی کروٹ لی کہ اس میں ریاست یا بلفظ دیگرسرکاریں تک تعاون کرنے لگیں بعض سلاطین نے تو مشائخ کی بالا دی تک تسلیم کرگیں۔خود ہندوستان کے عہدوسطی کی تاریخ میں اس کے شواہد بکھرے پڑے ہیں۔ تصوف پر گفتگو کرتے وفت عموماً اس کے ان دونوں پہلوؤں کو پس پشت ڈال دیا جا تا ہے۔ پھراس مضمون کوموضوع بنانے والوں کے دور جحانات سامنے آتے ہیں،ایک اس کے خودسا ختہ وکیلوں کا گروہ ہے اور دوسرا مخالفوں کا ، دونوں گروہ کے اکثر افراد سلاسل طریقت اور خانقاہوں میں رائج مراسم ^نیا پھرصوفیہ کی تبلیغی خدمات کوموضوع بناتے ہیں اور اس پر بہت زور ڈ التے ہیں کہ ہندوستان اور ان جیسے کئی مما لک میں اسلام صوفیہ کے ذریعے پھیلا۔ان کا مقصد تصوف کومعتوب ومطعون کرنا یا کچراس کی ایک مبالغه آمیزتصویر بنانا ہوتا ہے۔نہ تو جائز و ناجائز اورحلال وحرام کی بحث میں اس کو تھسیٹنے والے پیلحوظ رکھتے ہیں کہاس علم کا اصل موضوع حلال و حرام (شریعت) کوقبول کرنے کے قابل ذہن وجمعیة بنانا ہے نہ کفقہی مباحث اور مناظرہ ومجاولہ؛

تصوف کو معتوب و مطعون کرنا یا گھراس کی ایک مبالغد آمیز تصویر بنانا ہوتا ہے۔ نہ تو جائز و ناجائز الحوال و حرام کی بحث میں اس کو گھسٹنے والے پہلی فظ رکھتے ہیں کہ اس علم کا اصل موضوع حلال و حرام (شریعت) کو قبول کرنے کے قابل ذہمن و جمعیۃ بنانا ہے نہ کہ فقہی مباحث اور مناظرہ و مجاولہ؛ اور نہ صوفیہ کی کرامت اور ان سے منسوب عقل حیکراو سنے والے واقعات پرغیر معمولی زور د سنے والے پہذیال کرتے ہیں کہ پہ اصلاح احوال کا علم ہے، ذہنوں کی پاکیزگی اور نفس کا تزکیہ اس کا موضوع ہے نہ کہ عقلوں کو حیر ان اور ذہنوں کو مبہوت کرنے کا کوئی فن ۔ بغور دیکھیں تو بہاس صدی کی بڑی ٹریجٹری ہے کہ ان دونوں گروہ نے اس موضوع کو ہائی جیک کیا ہوا ہے۔ کہاں تو تصوف کا منہ جمناظرہ و مجاولہ اور جنگ و جدال کے بالمقابل حکمت و موعظت اور امن و خیر خواہی ہے اور منہ خواں بیر یہ بہو سے تصوف کی اصل تصویر دیکھنے اور حیج سیاق و سباق میں اس کو سمجھنے کے لیے ہم سیاں اگر تاریخ سے سلمہ روشانہ یا ور سلم سلم کے دیم مثالیں سامنے رکھیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم سلاس تصوف میں سے دونوں طریقے ہمارے زمانے سے میں آسکتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم سلاس تصوف میں بید دونوں طریقے ہمارے زمانے سے میں آسکتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم سلاس تصوف میں بید دونوں طریقے ہمارے زمانے سے تاور کیا دور بی تصویر کے ہیں، بڑے وسیع حلقوں میں رائج و مقبول ہیں اور ان کی خدمات ہر حلتے میں قدر نیا دہ قریب کے ہیں، بڑے وسیع حلقوں میں رائج و مقبول ہیں اور ان کی خدمات ہر حلتے میں قدر نیا دہ قریب کے ہیں، بڑے وسیع حلقوں میں رائج و مقبول ہیں اور ان کی خدمات ہر حلتے میں قدر

کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں، متصوفین و مخالفین کسی کو مجال اٹکارنہیں کہ پیرروشان بایزیدانصاری ، ان کے خلفا بالخصوص دیوان شاہ ارزانی اوراسی طرح شیخ المشائخ خواجہ مجمد باقی، مجد دالف ثانی شیخ احمد فاروقی سر ہندی اور ان کے مریدین وخلفا (رحمتہ اللّه علیهم) نے عہد مغلیہ کے فتنوں سے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کرنے میں غیر معمولی تاریخی کر دارا داکیا۔

بادشاہ اکبر(۱۵۵۱–۱۲۰۵ء) اوراس کے بیٹے جہائیبر کا زمانہ (۱۵۰۵–۱۹۲۱ء) اور برصغیر کی تہذیب و ثقافت میں جو ہری تاریخ کا ایک عبوری دور (Transit Period) اور برصغیر کی تہذیب و ثقافت میں جو ہری تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ یہ زمانہ کئی اعتبار سے بیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی انتشار اور معاشرتی بہوئے، چینی پھیلانے والی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہر ے اثرات مرتب ہوئے، یہاں تک کہ اکبر (۱۵۵۱–۱۹۰۵ء) اوراس کے ساتھیوں کے زیراثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جانے گئی اور شعائر اسلام کو مٹایا جانے لگا۔ ان حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آگئیں۔ ایک وہی جے شیخ عبدالحق محدث و ہلوی نے جماعت شوم اور مجدوالف ثانی نے علمائے سوکہا ہے۔ دوسری جماعت علم الحق محدث و ہلوی نے جماعت شوم اور مجدوالف ثانی نے علم الے سوکہا ہے۔ دوسری جماعت علم الے حق کی تھی۔ ان میں بعض نے باضا بطہ کوار بی اٹھا تمیں، مجاہدین کی جماعت منظم کمیں اور مدیدان جنگ میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان بدلے اور بگڑے ہوئے نہ بی ومعاشرتی حالات کا جائزہ لے کر ذہنی وفکری انقلاب برپا کرنے کی کوششوں کا آغاز کہا اور بعض نے دونوں محالات کا جائزہ لے کر ذہنی وفکری انقلاب برپا کرنے کی کوششوں کا آغاز کہا اور بعض نے دونوں محالات کا جائزہ لے کر ذہنی وفکری انقلاب برپا کرنے کی کوششوں کا آغاز کہا اور بعض نے دونوں محالات کا جائزہ لے کر ذہنی وفکری انقلاب برپا کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا اور بعض نے دونوں محالی میں انہ جائے کی کوششوں کا آغاز کیا اور بعض نے دونوں محالی میں اس کے اور بعض نے ایک کیکھوں کیا اور بعض نے دونوں محالات کا جائزہ کے کر ذہنی وفکری انقلاب برپا کرنے کی کوششوں کا آغاز

اکبر کے آخری دور (۱۵۹۹ء) میں افغانستان سے حضرت خواجہ محمد باقی (رحمۃ القدعلیہ) دبلی تشریف لائے ،ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی ، دین دار امراء اور علماء ومشائخ سے روابط قائم کیے، حالات کا جائزہ لیا اور نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری ، حضرت شیخ احمد فار وقی سر ہندی ، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور بعض دیگر افراد کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز کیالیکن صرف چار سال بعد آپ کا وصال (۱۲۰۹ء) ہو گیا۔اب اس تحریک کی قیادت حضرت شیخ احمد فار وقی سر ہندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے سنجوالی ۔ بیا یک مماز عالم دین شیخ عبد الاحد کے فرزند تھے۔تصوف سر ہندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے سنجوالی ۔ بیا یک موشاہ عبد القدوس چشتی گنگوہ ہی کے مرید وخلیفہ تھے، میں سلسلہ چشتیہ کی تعلیم اپنے والد سے پائی جو شاہ عبد القدوس چشتی گنگوہ ہی کے مرید وخلیفہ تھے، سلسلہ قادر بیر کی شخ سکندر کی تی اور سلسلہ نقشیند رہے کی تعلیم خواجہ محمد باقی سے حاصل کی ۔ آپ نے موجہ اس ماہ ماہ داء النہ ، افغانستان اور مصر وعرب کے علم اور بزرگی کی شہرت کا عالم بیتھا کہ روم، شام ، ماوراء النہ ، افغانستان اور مصر وعرب کے علم اومشائخ آگر آپ سے مستفید ہوتے تھے۔ اس عہد کے مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ معاشر سے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ وار فع حیثیت کو برقر ار رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا تھا۔ آپ نے اپنی پوری قوت سے یہ کی اعلیٰ وار فع حیثیت کو برقر ار رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا تھا۔ آپ نے اپنی پوری قوت سے یہ کی اعلیٰ وار فع حیثیت کو برقر ار رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا تھا۔ آپ نے اپنی پوری قوت سے یہ کی اعلیٰ وار فع حیثیت کو برقر ار رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا تھا۔ آپ نے اپنی پوری قوت سے یہ

جدوجہد کی اور ثابت کیا کہ: 'بعثت کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی ، عقل جمت ہولی ہوتی ، عقل جمت ہونے میں نامکمل اور تا ثیر و تحمیل کے درجے کوئیں پہنچی ، جمت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے'(ا) نبوت کے اثبات میں ایک معرکۃ الآراء رسالہ اثبات النبو ق' تالیف کیا، جس کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں پر اس حقیقت کوروش وراسخ کیا کہ صرف بعثت سے ہی انسانی معاشر ہے کی ذہنیت کواعتدال پر رکھا جا ساتھ ہے ۔ اس عہد کے فتوں میں سب سے بڑا فتہ علائے سو تھے۔ دولت و منصب کی ہوس نے ان کے ضمیر کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ با دشاہ کی خوشنو دی موسل کرنے کیلئے ہر شم کے فتوے دینے کیلئے تیار ہوجاتے تھے۔ اکبر کو سجرہ کر کے کا جواز قاضی حاصل کرنے کیلئے ہر شم کے فتوے دینے کیلئے تیار ہوجاتے تھے۔ اکبر کو سجرہ کر کے کا جواز قاضی مونی کہ یہ فضیلت اسے کیوں نہ حاصل کو کئی کہ ایک موجود گی میں اس کے بیٹے خسر و کو تخت شین ہوا۔ اس کی تخت شینی آ سانی سے نہیں ہوئی کہ یونکہ اکبر اپنی موجود گی میں اس کے بیٹے خسر و کو تخت شیں کر اچ کا تھا۔ جہا تگیر کی تخت شینی میں نواب مرتضی خان فرید بخاری کا کلیدی کر دار تھا۔

اکبراوراس کے حوار یوں کی جماعت شوم کے مقابلہ میں حضرت مجددالف ثانی نے دین دارامراءاورعلائے حق کاایک گروہ تیارکیا جے آپ خود جرگہ ممدانِ دولت اسلام کانام دیتے ہیں۔ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کااظہار کیا کہ جتنا جلدی ممکن ہودین دار طبقے کو نئے بادشاہ کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علائے سؤاور مسلمانانِ ہندو مزاح 'نئے بادشاہ کے مزاح میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا عہدا کبری میں ان کوسامنا کرنا پڑا تھا۔ باوشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے عہدا کبری میں ان کوسامنا کرنا پڑا تھا۔ باوشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے نیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو وسلیہ بنایا۔ نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی موثر شخصیت خان اعظم مرزا عزید اللہ ین کی تھی جوا کبرکا رضاعی بھائی تھااوراعلیٰ منعدد مکا تیب کھے ہیں۔ایک مکتوب میں اسے کھا ہے کہ اسے باوشاہ کا جوقر ب حاصل ہے اسے غنیمت جانے ، اور سے کہ میں اور تا عبد جہانگیری کے ایک متازر کن سلطنت خان جہان لودی کو تھی اس سے محروم ہیں (۲)۔ اسی طرح عبد جہانگیری کے ایک متازر کن سلطنت خان جہان لودی کو تھی تا ہونے کہ اس نے خطوط کی جون میں آپ نے اسے جہانگیری کے ایک متازر کن سلطنت خان جہان لودی کو تھین کی۔ ان

⁽ا) مکتوبات امام رتبانی ار ۲۹۹ (۲) مکتوبات امام رتبانی ۲۵/۱

امرائے سلطنت کےعلاوہ مرزاعبدالرحیم خان خاناں،مرزاداراب بن خان خانان،خواجہ جہان اور قلیح خان اندجانی کو آپ نے خطوط لکھ کر جہا گلیر کے سامنے کلمہ حق کہنے اورا کبرکے زمانہ میں اسلام اور سلمانوں پر جوآفتیں ٹوٹیس ان سے آگاہ کرنے کیلئے کہااوراس طرح ان کی مددسے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کیلئے نرم گوشہ پیدا کیا۔

بعض امرانے جہانگیرکوشیخ کے خلاف بھڑ کا یا اور یقین ولا یا کہوہ باغی ہیں جس کی علامت یہ ہے کہ وہ یا وشاہ کی تعظیم بجالانے کے خلاف ہیں۔ چنانچی آپ کو دربار میں طلب کیا گیا۔ آپ نے بادشاہ کو تعظیمی سجدہ نہ کیا۔ جب بادشاہ نے وجہ روچھی تو آپ نے کہا: 'سجدہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔ بیاللہ کاحق ہے جواس کے سی بند نے کونہیں دیا جا سکتا'۔ بادشاہ نے ہر ممکن کوشش کی کہشنخ جھٹ جائیں لیکن شیخ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ان ہی امراء نے بادشاہ کو آپ کے قبل کامشورہ دیا۔آپ کے غیر معمولی اثر ورسوخ کی وجہ سے بیتو نہ ہوسکا ،البتہ گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیے گئے لیکن آپ نے قلعہ کے اندر سے بھی اپنا کام جاری رکھا۔وہاں کئی غیر مسلم مسلمان اورکئی مسلمان تا ئب ہو گئے۔قلعہ میں متعین فوج میں بھی آپ کو کافی اثر ورسوخ حاصل ہو گیا۔ یہاں تک کہونت نے کروٹ لی اور جہانگیر خود بھی تائب ہو گیا۔ کیسویں صدی کئی معنول میں عبدوسطی کے اس دور سے غیر معمولی مما ثلت رکھتی ہے،علمائے سوکہیں یا دانشوران مفاد پرست، اس عبد جمہور کے بہت سے اکبرو جہانگیر کواینے نرغوں میں لے رکھا ہے۔ضرورت ہے کراصفیائے امت آٹھیں، ان کے ذہنوں کو بدلیں، انہیں راہ راست پر لائیں، ہرشیخ احمد فاروقی ا پے حلقوں اور اپنے دائروں میں بیکام کرے، بہت سے امیر مرتضیٰ فریڈ بخاری پیدا ہوں۔ ڑان یال سارتراورالبرٹ کامیوکانام کس نے نہیں سنا۔ یہ دونوں بیسویں صدی کے ان مشہور مفکرین ومضنفین میں ہیں جضوں نے اکیسویں صدی کونتقل ہونے والی دنیا کوذہنی وفکری طور یرسب سے زیادہ متأثر کیا۔عالمی جنگوں کے بعد کے بوروپ میں اقوام مغرب کوان حالات و کیفیات

پرسب سے زیادہ متأثر کیا۔ عالمی جنگوں کے بعد کے پوروپ میں اقوام مغرب کوان حالات و کیفیات سے نکالا جن میں وہ مبتلار بتیں توان کی کئی تسلیں تباہ ہوجا تیں۔ انہوں نے اس کام کے لیے جس فلفہ کوکام میں لایا وہ ہے فلفہ وجودیت۔ سارتر کار جحان ساج میں انقلاب لانے کے لیے طاقت کے استعال کی جانب تھا، ابتدا میں کامیواس کے ایک سعادت مند تنتیج کی طرح نظر آتا تھالیکن پھراس کی فکرنے ایک کروٹ کی، اس نے 'باغی' ککھی۔ وہ اپنی اس مشہور کتاب کے مقدمہ میں دعوی کرتا ہے کہ جرائم و سفا کی کی دوقت میں ہیں۔ پہلی قسم کو اس نے شہوائی جرائم (Crimes of) کانام دیا ہے۔ آسان گفظوں میں کوئی شخص کسی کی محبت میں اندھا ہوکرا پنے اور محبوب کے درمیان آنے والی رکاوٹوں کومٹانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے لیکن اس کا میہ جرم ایک

بڑے تناظر میں ایک فرداور اس کے قربی افراد تک محدود رہتا ہے۔ سفاکی اور جرائم کی دوسری قشم کونطقی جرائم (Crimes of Reasion or Crimes of logic) کانام دیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس نوعیت کے جرائم اور سفاکی ان لوگوں میں ہوتی ہے جو بڑی سوچ بچار ور نیک مقاصد کے ساتھ سمان کوسدھار نے کے کام میں مصروف نظر آتے ہیں۔ خبط پار سمائی میں معمولات کوسدھار نے کی ضد میں گرفتار ہوگو کسی معاشر میں سانصاف قائم کرنے کے لیے جو سفاکی اختیار کرتے ہیں ، پورے پورے ملکوں اور معاشروں کو ہلاکر رکھ دیتی ہے (ا)۔ آپ آئ ادا کان کے جنگلوں اور افریقنہ کے صحراؤں سے دنیا کے خوشحال ترین شہروں اور عالیشان مجارتوں تک نگاہ ڈالیس ، یو نیورسٹیوں اور مدرسوں میں تیار ہونے والی فوجوں کو دیکھیں ، لکیر کی دونوں طرف خبط پارسائی میں مبتلا اور دنیا کوسدھار نے کی ضد میں گرفتار لوگوں نے ملکوں اور قوموں کوسر باندوسر خرو کرنے ، دین کو بچانے یا مذہب و ثقافت کی حفاظت کرنے کے نام پر جوسفا کی اور جو ہولئا کیاں برپا کی ہیں یازبانی کا می جارجیت کے جو بازار گرم کرر کھے ہیں سی سے ختی نہیں ہیں۔ تصوف انسان کے ذہن و ضمیر پر جو پہلا کمل کرتا ہے ، وہ ای مرض (خبط پار سائی) کا علاج ہے۔

سارتر اور کامیو کے عہد اور ان صوفیہ کے حالات زندگی میں جُن سے مشہور سلاسل تصوف منسوب ہیں غیر معمولی مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ مولا ناروی کوہی لے لیجے، وہ بلخ میں پیدا ہوئے تو وسط ایشیا، ہندوایران اور عرب ممالک کے حکمر ان خوزیز جنگوں میں مبتلا سے متکولوں کے حملوں کے باعث آٹھ نوسال کی عمر میں ان کو اپنے والد کے ساتھ یہاں سے ہجرت کرنا پڑی، خوازم اور عراق و حجاز میں رہے اور چر وہاں سے بھی انا طولیہ کے دور در از خطہ کا سفر کیا۔ اپنے وقت کے ایک عراق و حجاز میں رہے اور خود عالم و محدث، تو نیہ میں ایک عرصہ حدیث و فقہ کا درس دیا، پھر اصلاح بڑے عالم کے بیٹے اور خود عالم و محدث، تو نیہ میں ایک عرصہ حدیث و فقہ کا درس دیا، پھر اصلاح بڑے عالم کے بیٹے اور خود عالم و محدث، تو نیہ میں ایک عرصہ حدیث و فقہ کا درس دیا، پھر اصلاح الحوال کی جانب متوجہ ہوئے بہاں تک کہ مثنوی مولوی معنوی کا تھی ۔ البرٹ کا میو ۱۹۱۳ء میں المجریا میں پہلے بیلی جنگ عظیم (آغاز ۲۸ ارجولائی المجریا میں المال کیا ہو کہ ایک دادی اور ایک اپائچ پچپا شامل تھا۔ فرانس پر نازی قبضے کے دور ان کا میو پیرس آگیا جواس وقت الحیریا میں سے کھر والوں نے گھر لیا جن کے جواب ڈھونڈ نے کے کامیو پیرس آگیا جواس وقت الحیریا میں پچھسوالوں نے گھر لیا جن کے جواب ڈھونڈ نے کے نول میں نے گھر لیا جن کے جواب ڈھونڈ نے کے کیا اس نے لیاری دنیا کی تاریخ کھڑگال ڈالی۔ سب سے زیادہ تو جہ اس نے انقلا ہیوں کی اس

⁽ا) باغی (The Rebal) رالبرك کامپورمقدمه (Introduction)

وحشت و ہر بریت پرمبذول کردی جوانقلاب فرانس کے دنوں میں اس کے ملک کے چیے پیر مسلط تھی۔اس نے بہت غوروفکراور گہری تحقیق کے بعد ْباغیٰ ککھا۔ ژان پال سارتر اور اس کے دوسرے معاصرین کو بیر پیندنہیں آئی۔اس پرخوشحالی اور شہرت و مقبولیت با کر گمراہ ہوجانے اور استحصالی طبقہ کی خوشنودی کے لیے الیں تحریریں لکھنے کا الزام تک عائد کمیا گیا۔ان کا خیال تھا کہ لوگوں کو کسی نیک مقصد کے لیے جدو جہد کرنے سے دورر کھنے کے لیے ایسی تحریریں کھوائی جارہی ہیں لیکن کامیونے ہمت نہیں ہاری، اپنے موقف سے قدم چیھیے نہیں ہٹایا، اپنی سوچ پر نہ صرف قائم رہا بلکہ باضابطہ تحریک چلائی۔ ۱۹۴۳ء میں اس نے فرنچ کمیٹی فار پوروپین فیڈریشن (CFFE) قائم کی تھی۔اس نے پوری قوت سے اقوام بوروپ کو یہ باور کرانے کی جدوجہد کی کہ بوروپ معاشی ترقی، جمهوریت اورامن کی راه پرجب ہی آ گے بڑھ سکتا ہے کہ قومی ریاستیں ایک فیڈرنیش بن جا تیں۔۲۲ تا۲۵ رمارچ ۵ ۱۹۴ء کو پوروپین فیڈریشن موومنٹ کی پہلی کانفرنس ہوئی تھی اور پیہ ۔ ۱۹۵۷ء میں اس وقت غیر متحرک ہوئی جاب چرچل کا بورو پین انٹیگریشن کا آئیڈیا آیا اور مقبول ہوا۔ کیا پوروپ کے ذہن وفکر کو بد لنے اوراس کو دوعالمی جنگوں کے بعد کی دنیا میں نجات دیدہ و دل کی راہ دکھانے کی جو ذ مہ داری سارتر ، کامیو اور ان کے معاصرین ومتاً خرین ادیبوں اور دانشوروں نے ادا کی ، وہی ذمہ داری ہمارے ادبیوں اور مفکروں نے بھی ادا کی؟ یا جو کام عہد وسطی میں رومی ،غزالی ،خیام ،ابن عربی اوران کے تبعین نے کیا ، بیسویں اورا کیسویں صدی میں وہی کام ہمارے او بیوں ، شاعروں اور مفکروں نے کیا؟ پیفرض آج کے صوفیہ پر بھی واجب الاوا ہے اور ہمارے دوسرے اویوں اور مفکروں پر بھی۔ آپ اس پر بھی غور بیجیے کیہ وہ جو ہر کیا تھاجس نے سارتر ، کامیواوران کے ہمراہیوں کو بیطافت دی جو بوروپ کوعالمی جنگوں کی ہولنا کیوں سے نکالنے میں کامیاب ہوئی۔ یوروپ کی نئینسلوں کوجس سے وہ آ ب حیات میسرآیاجس نے بازار پر قبضے کی جنگ اور مادیت کی بلغار سے صنحل اور بے^دس دنیا میں جبتی جاگتے ،محسو*س کرنے اور* سو چینے مجھنے والے انسان کا احیا کیا۔ بلاشبہ وہ طلسم فلسفہ وجود بیت کھا۔ اسی فکرنے وہ انقلاب بریا کیا جس نے انسانی سوچ کی ٹئی راہیں تراشیں۔ ہمارے یہاں ان کےمقلدین کی کمی تونہیں تھی ّ لیکن بیدرآ مدی مال مجھی ہماری سوچ اور ہمارےخون کا حصہ نہیں بن سکا، بنا تو بہت محدود پیانے پر بنا یا پھراس فکروفلنفے کواپنانے کے بجائے سہولت کے مطابق اس کے بعض اجزا کواپنا یا ،کل کو ا پنانے کا حوصلہ نہیں کریائے۔ پھراس کواپنے ماحول، اپنی اساس اوراپنی ارضیت کے سانچوں میں رکھ کرپیش کرنے کے بجائے ان الفاظ واستعارات اور پیانوں میں پیش کیا گیا جواجنبی تھے، یمال کے مذاہب وثقافت سے بغاوت لگتے تھے۔

وجودیت کیاہے؟ انسان اپنے جذبات وخیالات کا خودخالق ہے اور اپنے رویوں کا خود ذمہ دار_سارتر نے اپنی تصنیف ُ وجود وعدم' (۱۹۴۳ء) میں فلسفهٔ ستی یا وجودیت کی وضاحت کی تھی۔ ' گو ہر شخص اپناوجو در کھتا ہے لیکن کسی دوسر ہے کواس کے کردار ،اس کی منزل اوراس کی زندگی کی سمت متعین کرنے کا قطعی کوئی حق نہیں ہے۔ بیچق واختیار صرف اسی فروکو ہے اور اس حق کے استعمال کی کلی ذمہ داری بھی اس شخص کو حاصل ہے ۔ یہ وہ سوچ تھی جولوگوں کواپنے وجود کومحسوں کرنے اور دوسروں کے وجود کوشلیم کرنے کا حوصلہ ویتی تھی جس فلسفہ وحدت الوجوداً وروحدت الشہود نے عہد وسطی کی تاریخ وتہذیب کی سمت متعین کرنے میں طاقتور کر دارا دا کیا اور جنگ وجدال کی ماری ہوئی دنیا کونجات دیدہ و ول کی راہ دکھائی کیا تھا؟اس میں اورجد پدفلے وجودیت میں کیافرق ہے؟ شایدہم نے اس پرغورنہیں اور کیا تواس کے تلتے کسیجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی۔ بشمتی سے عالم اسلام میں علین اسی وقت ایسی تحریکیں منظم کی گئیں جو کھل کرمنطق وفلسفہ اورجد پدعلوم کی مخالفت کرتی تھیں ،قر آن وحدیث کے منافی بتاتی تھیں۔فقہ اور تصوف دونوں ان کے نشانے پر تھے۔وہ بہ ظاہر تقلید کے خلاف تھیں، مجتهدین اورمشائخ کی پیروی ان کے نز دیک گناه ظیم تھا، نْعره توغور فکر اور اجتهاد کا دروازه کھو لنے کا لگاتی تھیں لیکن وہ بدترین قشم کےعدم تعقل اور تقلید جامد کو پوری طاقت سے بڑھار ہی تھیں غور وفکر کا سیہ ایک اور پہلو ہے،اس کےعوامل ومحرکات اور نتائج کا گہر امطالعہ کیا جانا چاہیے کیکن اس واقعہ کا سب سے ہلاکت خیز پہلو ہے ہے کہ بوری امت مسلمہ صوفی سلفی مکاتب فکر میں بٹ کر ذہنی طور پر باہم وست وگریبال ہوگئ حتی کہاس وقت گھر کھر میں بیآ ویزش جاری ہے اور کم وبیش ہرمسلک ومشرب کے اندرآپ بینضادم دیکھ سکتے ہیں۔اکیسویں صدی کاسب سے بڑا چیلنجاس آویزش اوراس نوع کے تصاومات کو دور کرنا اور ان میں تطبیق کی دریافت ہے اور تصوف کی اہمیت ومعنویت ہیہے کہ اس نظام فکرے اسی طرح آج بھی بیکام لیا جاسکتاہے جس طرح اس نے عہد وسطی میں مناظروں، مجادلوں اور جنگوں کی ماری ہوئی دنیا کومنافر توں اور مقاتلوں کے دلدل سے تکالا۔

جس وقت سرز مین حجاز میں ایوگ کے اڈے کو لائنس جاری کیے جارہے ہوں اور عالم اسلام میں اس پر بحث چل رہی ہو کہ بیہ ہندو مذہب وثقافت کی علامت اور شرکیہ اعمال وسکنات کا مجموعہ ہے یا حض ایک ورزش جس کی طبی افادیت ہے اور ریہ کہ بیمذہبی عبادت ہے یا ایک ریمیڈی اور تھیرا لی ؟ تصوف کوغیر اسلامی ، بدعت اور کفروشرک کہنے والوں سے اس سوال پر بیہ تعتقوتم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا مراقبہ، تصور، توجہ، ضرب وانفاس اور ذکر وفکر کے دوسر سے طریقے بھی پچھر بمیڈی یا تھیرا لی کا پہلور کھتے ہیں یا نہیں ؟ افسوس سے چیزیں مسلمانوں کی زندگی اور ان کے گھروں سے فکل رہی ہیں ابور بحان رہی ہیں۔ ابور بحان رہی ہیں۔ ابور بحان

البیرونی نے ایک ہزارسال قبل لکھا تھا کہ ہندوؤں کو اپنے جن علوم (جیوتش، نجوم، ریاضی، تواعد، شاستر اور یوگ) پر بڑانازہے، ان کی مثال تھجور کی تھلیوں اور گو بر کے ڈھیر یا سنگریزوں میں پڑے موتیوں کی ہے، ان میں کہیں کوئی منطقی ربط (Rationalization) نظر نہیں آتا۔ ان کے پاس بر ہان (دلیل عقلی قطعی) کی قسم کا کوئی ذریعہ استدلال نہیں ہے' (ا) عبرت کی جاہے کہ گو بر میں سنے موتی تو چہک آٹھیں، چمکدار ہیرے جو اہر ماند پڑجا تمیں۔ مصاورو مسراجع

مصادرومسرا

ا ـ القرآن الكريم ٢ ـ با في (The Rebal) رالبرك كامپورمقدمه (Introduction)

٣-رسالة شيربيرا بولقاسم قشيري (متوفى ٢٤٠١ء)

۳ - میچی بخاری، امام محمد بن اساعیل بخاری

۵-طبقات ملمی رعبدالرحن اسلمی

٢- كتاب الهند (اردو) ترجمه سيدا صغرعلى رناشرانجمن ترقى اردو (مبند) دبلى را ١٩٣٢

2- مجمح السلوك رشيخ سعدالدين خيراً بإدى رتر جمه ضياء الرحمن عليمي ناشر شاه صفى اكيثر مي، الهاآباد

٨ - مكتوبات امام رتاني مجد دالف ثاني شيخ احد سر مندي

٩- مكتوبات صدى، ترجمه: سيدشاه بنجم الدين فردوى رمرتب: پروفيسرنعيم ندوى فردوى ، ايچ ايم سعيد تمپنى ،

ادب منزل، يا كتان چوك، كراچي

000

غیر سلمول کے ساتھ سن سلوک: چند بنیا دی تصورات

اسلام دین وعوت ہے۔اسلام نے مسلمانوں کومحض اسلامی احکام کی بجا آوری کا مکلف نہیں بنایا بلکہ ان احکام کی تبلیغ واشاعت کی ذمہ داری بھی ان کے سپر دکی ہے۔ چنانچے مسلمانوں کے لیے جس طرح دین کے احکام وفرامین پرازخود مل کرناضروری ہے دیسے ہی پنجی ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ حتی المقدوران احکام کودوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں عملی لحاظ سے دعوت دین کی بیذ مہ داری جس طرح مسلمانوں کے درمیان انجام دی جائے گی ، ویسے ہی غیرمسلموں کے درمیان بھی اس فمدداری کواحس طریقے سے نبھا یا جانا ضروری ہے۔اس لیے کدرسول التدسی فیالیم صرف مسلمانوں کی طرف مبعوث نہیں کیے گئے تھے بلکہ آپ کی بعثت تمام انسانیت کی طرف ہوئی تھی جس میں ہر نسل، ہر علاقے اور ہر رنگ کے لوگ شامل ہیں۔ چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے روے زمین کے جملہ مسلمان داعی کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ تمام عالم کفر مسلمانوں کے لیے مدعوکی حیثیت رکھتا ہے جن تک حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ وین کا پیغام پہنچا نامسلمانوں کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ مدعوتک دین کا پیغام پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ داعی کے تعلقات مدعو کے ساتھ خوش گوار ہوں ۔ دا عی کا اعلی کر دار ، بہترین سیرت اورحسن سلوک مدعوکواس قدرمتا ثر کرچکا ہو کہوہ ہ داعی اوراس کے دین کے بارے میں ایک بہتر راے قائم کرنے پر مجبور ہوجائے۔ مدعوکومعاملاتی سطح پرمتا ژکیے بغیرا پنی وعوت کو ہر گز مؤ ژنہیں بنا یا جاسکتا ۔اس کیے کہ میمکن ہی نہیں ہے کہ مدعو ، داعی کی بدکرداری ، بداطواری اور بدسلوکی ہے نالاں بھی ہو، اوراس کی دعوت قبول کرنے کے لیے آسانی سے آمادہ بھی ہوجائے۔ لبذا بے حدضروری ہے کہ سلمانوں کے تعلقات غیر مسلموں کے ساتھ بہترین نوعیت کے ہوں ۔مسلمان اپنی خوش اخلاقی اوراعلی کرداری سے غیرمسلموں پر ایسے اثرات قائم کریں کہ وہ اسلام کی طرف کشش محسوس کرنے لگیں۔ اورا گرابیہانہ بھی ہوتو کم ازنم ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کے معترف ضرور ہوجائیں۔

ایک غلط پروپیگنٹرہ

پچھلے چندسالوں میں ایسی کئی تنظیمیں منصۂ شہود پر آئیں ہیں جنہوں نے اسلام کے نام پر
ایسے غیر اسلامی افعال انجام دئے جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بیتظمیں حقیقت
میں کچھ بھی ہوں مگر انہوں نے اپنے ظاہر سے خود کومسلمان ہی ثابت کیا۔ جس کی وجہ سے بعض
لوگوں کوعنادا یا پھر غلط نہی کے طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبان کھولنے کا موقع مل گیا۔
چنانچہ انہوں نے ان شظیموں کے ظالمانہ اور دہشت گردانہ اقدامات کو اسلام کی طرف منسوب کرنا شروع کردیا۔ اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اسلام ہراس شخص کے ساتھ جومسلمان نہ ہو،
ظلم و ہر ہریت اور تشددوا نتہا پہندی سے پیش آنے کی تعلیم ویتا ہے۔ ان کا بیدوکوی سراسر جھوٹ اور

اسلام نے ہمیشہ پرامن لوگوں کے ساتھ محبت ورواداری اور توسع واعلی ظرفی کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی ہے۔ اسلام اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتا کہ پرامن لوگوں کی جان ومال یاعزت وآبرو پر دست درازی کی جائے۔

آنے والے صفحات میں کتاب وسنت اور آثار وروایات کی روشنی میں بیرثابت کیاجائے گا کہ دین اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد جبر وتشد داورظلم وانتہا پیندی پرنہیں بلکہ حسن سلوک پررکھی گئی ہے۔ مذہبی آزادی، عدل وانصاف، توسع ورواداری، بقائے باہمی، حسن سلوک اور خیرخواہی وہ بنیادیں ہیں جن پر مسلمانوں کو پرامن غیر مسلموں کے مقابلے میں کاربند رہنے کے لیے مہمیز کیا گیا ہے۔ البتہ جولوگ مسلمانوں سے ان کے دین کی بنا پر جنگ کررہے ہوں اور ان کو صفحہ ستی سے مٹانے کے لیے کوشاں ہوں، ایسے لوگوں کے شرکو دفع کرنے نیز اپنے جان و مال اور عزت و آبروکی حفاظت کے بیش نظر اسلام نے قوت واستطاعت کی شرط کے ساتھ جہادوقال، دفاع اور فوجی آپریشن کی تعلیمات بھی دی ہیں۔

حربی کفار کے مخصوص احکام سے قطع نظر ہم ذیل میں ان بنیادی تصورات پرروشنی ڈال رہے ہیں جوہمیں اسلام نے پرامن غیرمسلموں کے ساتھ معاملات کے سلسلے میں عطا کیے ہیں۔

(۱) رحمت ومهر بانی

ہم جس خداوند عالم کے پرستار ہیں وہ نہایت رحیم وکریم ہے۔انسان ہو کہ جانور،مومن ہو کہ کا فر،اس کی رحمت سب کومحیط ہے۔خاکدان گیتی پر بسنے والاکوئی ذی روح ایسانہیں ہے جو اس کی عنایتوں اورنواز شوں سے فیض یاب نہ ہو۔ الله ورسول کواہل ایمان سے بھی یہ مطلوب ہے کہ وہ بھی اپنے اندر رحمت ومہر بانی کی صفت پیدا کریں اور بلاتفریق تمام خلق خدا کے ساتھ رحمت وشفقت سے پیش آئیں۔اس سلسلہ میں نبی کریم صلّ تنالیہ ہے سے متعددار شادات منقول ہیں جن میں سے چند قار ئین کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔

امام ترمذی، امام ابودا و داورامام احدین حتبل روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو - رضي الله عنهما - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمهم من في السماء. (سنن الي واوو: ١٩٢١م ١٩٢٣)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر اللہ تعالی رحم فرما تا ہے۔ (اے لوگوں) زمین والوں پر رحم کرو! آسان والاتم پر رحم کرے گا۔

اس حدیث میں قابل تو جدلفظ ''من' ہے۔ عربی قواعد کے اعتبار سے لفظ ''من' عموم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مصداق روئے زمین کی تمام مخلوق ہوگی۔اور حدیث کا مطلب میہ ہوگا کہ اے لوگو! (متثنیات کو چھوڑ کر)روے زمین پرجس قدر مخلوق بشمول غیر مسلمین موجود ہے تمام کے ساتھ رحمت ومہر بانی کے ساتھ بیش آؤ۔

علامه علی قاری رحمه الله نے مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح ووضاحت کے طور پر علامہ طبیبی رحمہ اللہ کا بیقول نقل کمیا ہے:

قال الطيبي: أتى بصيغة العموم; ليشمل جميع أصناف الخلق فيرحم البرو الفاجرو الناطق والبهم والوحوش والطير (٨/٣١١٣) "ذنبي كريم صالين اليليم في صيغه عموم استعال كياب تاكداس حكم مين مخلوق كي تمام الواع واقسام شامل ہوجائیں۔ چنانچیر اس حدیث کے تقاضے کے طور پر) نیک وبد، ناطق وبے زبان، چرندو پرندسب پررتم کیا جائے گا۔''

امام بخاری نے اپنے شہرہ آ فاق مجموعہ احادیث میں ایک باب'' باب رحمۃ الناس والبھائم'' کے عنوان سے قائم کیا ہے۔جس میں آپ نے انسانوں اور جانوروں کے ساتھ رحمت وشفقت سے پیش آنے کے سلسلہ میں چھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ان حدیثوں پرشار سبخاری علامہ ا بن بطال مالکی نے نہایت خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ تبصرے کی اہمیت وا فادیت کے پیش نظر علامہ ا بن حجر عسقلانی نے بھی اختصار کے ساتھ اسے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ہم پہلے بخاری شریف کے اس باب کی طوالت سے بیخے کے لیے محض تین اُحادیث نقل کریں گے۔ بعد اُزاں علامہ اُبن بطال مالکی کے تبصر ہے کو قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ, قَالَ: قَامَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلاَّةٍ وَقُمْنَا مَعِهُ, فَقَالَ أَغْرِ ابِيُّ وَهْوَ فِي الصِّلاَّةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمْحَمَّدًا، وَلاَ تَرْحَمُ مَعَنَا أَحَدًا. فَلَمَا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَ ابِيِّ: لَقَدْحَجَزْتَ وَاسِعًا مِيْرِيدُرَ حُمَةَ اللهَ (صحح البخاري: ٢٠١٠) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللّہ صافعتاً لیے آبار کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ووران نماز ایک اعرابی نے کہا: اے اللہ! مجھ پر اور محمد (سالنفائيلة) بررحم كراور بهار ب ساتهك اور پررحم نهكر جب نبي كريم صلى الله عليه وللم في سلام پهيرا توديبهاتى سے فرمايا كتم نے ايك وسيع چيز كوتنگ كرديا۔اس سے آپ كى مرادالله كى رحمت سے تھى۔

عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِم غَرَسَ غَرْسًا، فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانَ أَوْ دَابَةُ، إِلَّا كَأَنَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ (صَحِحَ البخاري: ٢٠١٢)

نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اگر کسی مسلمان نے کوئی پودالگایا۔ پھراس پودے ہے کسی جانور یاانسان نے کچھ کھا یا توبیاس کے لیے صدقہ ہوگا۔

تيسري حديث

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لاَ يَرْحَمُ لاَ يُوحَمْ (صَحِحَ البخارى: ٣٠١٣) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو (مخلوق پر) رحم نہیں کرتا۔ اس پر(خالق کی طرف سے)رخمنہیں کیاجا تا۔

اب علامه ابن بطال مالكي رحمه الله كاتبعره پرا هيه - آپ فرمات بين: في هذه الأحاديث الحض على استعمال الرحمة للخلق كلهم كافرهم و مؤ منهم ولجميع البهائم و الرفق بها. وأن ذلك مما يغفر الله به الذنوب ويكفر به الخطايا فينبغي لكل مؤمن عاقل أن يرغب في الأخذ بحظه من الرحمة ويستعملها في أبناء جنسه وفي كل حيوان فلم يخلقه الله عبثًا , وكل أحدمسئول عما استرعيه وملكه من إنسان أو بهيمة لاتقدر على النطق وتبيين مابها من الضر وكذلك ينبغي أن يرحم كل بهيمة وإن كانت في غير ملكه ألاترى أن الذي سقى الكلب الذي وجده بالفلاة لم يكن له ملكًا فغفو الله له بتكلفة النزول في البئر وإخراجه الماء في خفه وسقيه إياه، وكذلك كل مافي معنى السقى من الإطعام، الاترى قوله عليه السلام: (مامن مسلم غرس غرسًا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة) . مما يدخل في معنى سقى البهائم وإطعامها التخفيف عنها في أحمالها وتكليفها ماتطيق حمله فذلك من رحمتها والإحسان اليها, ومن ذلك ترك التعدي في ضربها وأذاها وتسخيرها في الليل وفي غير أوقات السخرة وقدنهينافي العبيدأن نكلفهم الخدمة في الليل فإن لهم الليل ولواليهم النهاري والدواب وجميع البهائم داخلون في هذا المعنبي. (شرح فيح البخاري لابن بطال: ٩/٢١٩)

ترجمہ: ان تمام احادیث میں اس امر پر ابھارا جارہا ہے کہ تمام مخلوق پرخواہ مومن ہویا کافر رحم کیا جائے اور تمام جانوروں کے ساتھ نرمی اور رحم دلی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ یہ احادیث اس امر پر بھی دلالت کر رہی ہیں کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالی گناہوں کو بخش ہے اور خطا کول کو مٹا تا ہے۔ چنانچے ہر عقل مند صاحب ایمان کو چاہیے کہ وہ رحمت وہ ہربانی سے اپنا حصہ لینے کی کوشش کرے اور خصرف انسانوں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت وہ ہربانی کے ساتھ پیش آئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالی نے جانوروں کو بھی عبث پیدا نہیں کیا ہے۔ اور اگر سی شخص کو سی انسان یا کسی جانور جونہ بول سکتا ہے نہ اپنی تکلیف کا اظہار کرسکتا ہے، کی حفاظت و گرانی کی ذمہ داری یا ملکیت بول سکتا ہے کہ وہ ہرجانور پر رحم کرے اگر چے وہ اس کی ملکیت ہیں نہ ہو۔ کیا آپ عرض کو چاہیے کہ وہ ہرجانور پر رحم کرے اگر چے وہ اس کی ملکیت ہیں نہ ہو۔ کیا آپ

نہیں ویکھتے کہ وہ خص جس نے جنگل میں ملے ایک (پیاسے) کتے کو جواس کی ملکیت میں نہیں تھا، پانی پلا یا تو اللہ تعالی نے اس مشقت کے عوض جواس نے کنویں میں اتر کر موزے میں پانی بھر کر کتے کو پلا نے میں اٹھائی تھی، اسے بخش ویا ہے بہی فضیلت اس فعل کی بھی ہوگی جو پانی پلانے کے معنی میں ہے، جیسے کھانا کھلانا ۔ کیا آپ نی کریم اس فعل کی بھی ہوگی جو پانی پلانے کے معنی میں ہے، جیسے کھانا کھلانا ۔ کیا آپ نی کریم جانور کا این نہیں و کیھتے ''اگر کسی مسلمان نے پودالگا یا پھراس پودے سے کسی جانور یا انسان نے پھر کھا یا تو یہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔'' جانوروں کو کھلانے پلانے ہی کے معنی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان کے بوجھ میں تخفیف کی جائے اور ان پر اتنا ہی کہ جوجھ ڈالا جائے جینے کی وہ استطاعت رکھتے ہوں۔ یہ بھی ان پر رحم اور مہر پانی کی بوجھ ڈالا جائے جینے کی وہ استطاعت رکھتے ہوں۔ یہ بھی ان پر رحم اور مہر پانی مار نے اور تکلیف پہنچانے میں زیادتی نہ کی جائے دریادتی کا یہ پہلورات کے وقت یا کام کے اوقات کے علاوہ کسی اور وقت میں ان سے کام لینے کے سلسلہ میں بھی مدنظر رکھا جائے جمیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ہم غلاموں سے رات کے وقت کوئی کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست خدمت لیں۔ رات کا وقت خاص ان کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست خدمت لیں۔ رات کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہی اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست کے لیے ہے اور دن کا وقت ان کے سر پرست

علامہ ابن بطال ماکلی رحمّۃ اللّہ علیہ نے بخاری شریف کی مذکورہ بالا احادیث پر جوّفصیلی تبصرہ کیا ہے اس سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں۔

ا بنام خلق خدا پراگر چینیر سلم ہی کیوں نہ ہو، رحم کرنا چاہیے۔

۲ محض انسان ہی نہیں بلکہ جانو روں کے ساتھ بھی رحمت ومہر بانی سے پیش آناچاہیے۔ ۳ مخلوق کے ساتھ رحمت ومہر بانی کے ساتھ پیش آنے پراللہ تعالی گناہوں کی بخشش

فرمادیتاہے۔

سم۔ جانوروں پران کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا، ان کے ساتھ بے جاز دوکوب نہ کرنااور ان کے آرام کے اوقات میں ان سے کام نہ لینا نیز ان کو کھلانا پلانا، بیتمام امور رحت ومہر بانی کے مفہوم میں داخل ہیں۔

۵ مملوک ہو یاغیرمملوک ہرجانور کے ساتھ رحم کرنے پراللہ کی طرف سے اجریلے گا۔ مذکورۃ الصدر احادیث اور ان کی شرح ووضاحت کے طور پرشار حین حدیث کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان سے بیہ بات بخو بی واضح ہوجاتی ہے کہ ایک مسلمان صحیح معنی میں اس وقت مسلمان ہوگا جب کہ وہ بلاتفریق تمام خلق خدا کے ساتھ رحمت ومہر بانی کے ساتھ پیش آئے۔ جس شخص کے دل میں رحم نام کی کوئی چیز نہ ہو، ایسے شخص کورسول اکرم سلائٹائیلینی نے بدیخت قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ سلائٹائیلیلی فرماتے ہیں: لاتنزع الوحمة الامن قلب شقی. (سنن التر مذی: ۱۹۲۳) ترجمہ: رحم اس کی دل ہے نکالا جا تا ہے جو بدبخت ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظررہے کہ کفار نے ساتھ جہاد وقال کرنے نیز ان کے ساتھ شدت وغلظت سے پیش آنے کا جو تھم قرآن مجید میں دیا گیا ہے وہ حربی کفار سے متعلق ہیں۔علاوہ ازیں بیچکم بھی اس وقت ہے جب کہ مسلمان حالت قوت میں ہوں اور ان کواس بات کا غالب گمان ہوکہ وہ متحارب کفار کے فساد کو دفع کرلیں گے۔

(۲)عدل وانصاف

کسی بھی محاشر ہے میں امن وامان قائم کرنے کے لیے پہلے عدل وانصاف کا قیام از حد ضروری ہے۔عدل وانصاف کے قیام کے بغیر کوئی بھی محاشرہ ہرگز ایک ترقی یافتہ محاشرہ نہیں بن سکتا۔ بلکہ واقعہ بیہ کہ جن محاشروں میں ظلم وزیادتی کوفر وغ دیا جا تا ہے، وہ بالآخر رو بہ زوال ہو کرتباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔ بریں بنا اسلام میں عدل وانصاف کے قیام پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں برصورت عدل وانصاف پرقائم رہنا ہے اگر چاس کی زوخوہ ہم پر، ہمارے والدین پراور ہمارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ اللہ تعالی فرما تا ہے: بَیَا آئیهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّ اَمِینَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَهُ وَ لُو عَلَی مضوطی ہے جم جانے والے اورخوشنودی مولا کے لیے بچی گواہی دینے والے بن جا والا اعدل وانصاف پر قی ہو۔ مضبوطی ہے جم جانے والے اورخوشنودی مولا کے لیے بچی گواہی دینے والے بن جا والا کر چاس کی زوخو تہماری اینی ذات پر، یا تہمارے والدین اورتمہارے رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ مضبوطی ہے جم جانے والے اورخوشنودی مولا کے لیے بچی گواہی دینے والے بن جا والا وات بی گوئی ہو۔ مضبوطی ہے جم جانے والے اورخوشنودی مولا کے لیے بچی گواہی دینے والے بن جا والا وات ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ مضبوطی ہے جم جانے والی اس ماسلہ میں خصوصی ہدایت دیتے ہوئے فرما تا ہے: واذا صادر کرے۔ چنانچہ اللہ تعالی اس ساسلہ میں خصوصی ہدایت دیتے ہوئے فرما تا ہے: واذا حکمت جد بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء: ۵۸) تر جمہ: جبتم لوگوں کے درمیان فیصلہ کروتو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام نے صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی عدل اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اسلام کا نظام عدل سب کے لیے عام ہے حتی کہ وہ غیر مسلم بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں جومسلمانوں سے شدیدترین دشمنی رکھتے ہوں۔ چنانچہ التد تعالی نے اس سلسلہ میں

کھی خصوصی ہدایات دیتے ہوئے فرمایا: وَلا يَخِرِ مَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمِ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرُبُ لِلتَّقُوى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدة: ٨) ترجمہ: اور کسی قوم کی دُمنی کھی تعصیں اِس پرندا بھارے کہ انصاف سے پھرجاؤ۔ انصاف کرو، بیتقوی سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک، اللہ تھارے ہم کم ل سے باخبر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ناصرالدین بیناوی تحریر فرماتے ہیں:

والمعنى لا يحملنكم شدة بغضكم للمشركين على ترك العدل فيهم فتعتدوا عليهم بارتكاب ما لا يحل، كمثلة وقذف وقتل نساء وصبية ونقض عهد تشفياً مما في قلوبكم. اغبلوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَقُوى أي العدل أقرب للتقوى، صرح لهم بالأمر بالعدل وبين أنه بمكان من التقوى بعد ما نهاهم عن الجور وبين أنه مقتضى الهوى، وإذا كان هذا للعدل مع الكفار فما ظنك بالعدل مع المؤمنين. (تفير البيضاوى: ٢/١١) آيت كريمه كمعنى بيهي كه (الم ملمانو!) مشركين (كمه) ك تعلق سيتمهارك اندر جوشد يدبغض موجود بوه تهمين الل بات پر نه ابحارك كمتم عدل ترك كردواور ترام چيزول كم مرتكب بوكران پر زيادتي كريمشو مثلاتم الي عدل ترك كردواور ترام چيزول كم مرتكب بوكران پر تيادتي كريمشو مثلاتم الي واول كوتلي ديني كي خاطران كي لاشول كو بگاڑ و،ان پر جھوئي تهمت لگاؤ،ان كي ورتول اور پچوئي تهمت لگاؤ،ان كي ورتول اور پچوئي تهمت لگاؤ،ان كي

علامہ ناصر الدین بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر اس خاص آویزش کے تناظر میں کی ہے جو عہد نبوی میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان موجودتھی۔ چنا نچہ علامہ بیضاوی کے مطابق مسلمانوں کو تھم دیا گیا کہ اگر چہ مشرکین مکہ کی انتہا پسندی اور زیادتی کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں ان کے تعلق سے شدید بعض پیدا ہوگیا ہے ، کیکن خبر دار! ان کا پیغض بھی انہیں عدل کے تقاضوں سے منحرف نہ ہونے و سے۔ چنا نچہ مسلمان ان ان پر جھوٹی تہمتیں نہ لگائیں، اگر مسلمانوں اوران کے درمیان جنگ ہوجائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھائیں، اور اگر کوئی مشرک قبل ہوجائے تو غیظ وغضب میں آکر اس کی لاش کو نہ بھاڑیں۔ اس طرح اگر کوئی معاہدہ ہوگیا ہوتو بہر قیمت اپنے معاہدے کی یاسداری کریں۔

بیاسلام کا شاندار نظام عدل ہے جس کا اطلاقی نہ صرف بید کہ آپنوں بلکہ پرایوں پر بھی کیساں طور پر ہوتا ہے۔اس نظام عدل کے مطابق مسلمانوں کو نہ صرف بیر کہ مسلمانوں بلکہ ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے پیش آنے کا حکم ہے جومسلمانوں کی تباہی وہربادی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے ہوں۔غور کرنے کی بات بیہے کہ جب مسلمانوں کومحارب غیر مسلموں کے ساتھ عدل کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے تو وہ غیر مسلمین جو مسلمانوں سے سلح وآشتی کے تعلقات رکھتے ہوں،ان کے ساتھ انہیں بدر جداولی عدل کے ساتھ پیش آنا ہوگا۔

غیر مسلموں کے ساتھ عدل کے حوالے سے کتب حدیث میں ایک بڑی حمرت انگیز روایت نقل کی گئی ہے۔ سنن وارقطنی مراسیل الی واؤو ، شرح معانی الآثار اور مشدا بی حنیف میں عبدالرحمان بن بیلمانی سے مروی ہے بنانَ النّبِيّ صَلّی اللّهٔ عَلَيْهِ وَسَلّمَ أُتِي بِرَجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدُ قَتَلَ مُعَاهَدًا مِنْ أَهُلِ اللّهِ مَا وَدَوْرَ مَعَالَى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ أُتِي بِرَجُلِ مِنَ اللّهُ مَلِمِينَ قَدُ قَتَلَ مُعَاهَدًا مِنْ أَهُلِ اللّهِ مَا وَدَوْر مَعَالَى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ أَنَا أَوْلَى مَنْ وَفَى بِلِهَ مَتِه (شرح معانی الآثار: هما مندالی حدیث ، کتاب الحدود، قم الحدیث)

تر جمہ: نبی کریم طابعالیّا پینے کے سامنے ایک مسلمان کولا یا گیا جس نے ایک ذمی کولل کردیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس مسلمان کا سربھی تن سے جدا کردیا گیا۔ آپ سٹاٹھالِیّا ہم نے (اس موقع پر) فرمایا: میں اس کے ذِمہ کو پورا کرنے کا زیادہ حِق رکھتا ہوں۔

ذمی اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو کسی مسلم ریاست میں ٹیکس کی ایک مخصوص رقم وے کر مستقل طور پرسکونت پذیر ہو۔ مسلم ریاست کا مستقل شہری بن جانے کے بعداس کی جان ومال کو سخفظ فراہم کرنا مسلمانوں کی ایک اہم ذمہ داری بن جاتی ہے۔ عہد نبوی میں ایک ذمی کے آل کا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، چنانچہ نبی کریم صافی آیا، نے عدل وانصاف کی ایک اعلی مثال قائم کرتے ہوئے بطور قصاص مسلمان کوئل کرنے کا حکم صادر فرمادیا۔ مبتاز فقیہ وجبتدا مام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کسی مسلم نے کسی غیر مسلم ذمی کوئل کردیا تو بطور قصاص اس مسلمان کوئل کردیا تو بطور قصاص اس مسلمان کوئل کرا جائے گا۔

(m) زېبي آزادي

عقیدے کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ قلب انسانی جس فکر وخیال سے مطمئن ہوتا ہو ہے۔ اس کو قبول کرکے اپنا عقیدہ بنا تا ہے۔ اور جس نظریے سے انسان کا دل مطمئن نہیں ہوتا وہ اسے یکسر مستر دکرتا ہے۔ اس ظاہرے کے پیش نظر اسلام نے ہمیں فروغ دین کے لیے دعوت و تبلیغ کا نظام دیا ہے۔ جس کے مطابق دائی حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دیگر مذاہب مثلا یہودیت، نصرانیت، ہندومت اور بدھمت وغیرہ کے پیروکاروں کے سامنے دین کی دعوت تو پیش کرسکتا ہے، لیکن اسے اس بات کی قطعا اجازت نہیں ہے کہ وہ پہلے سے اپنے مذاہب پرعمل کررہے ان غیر مسلموں پرزورز بردی کرکے انہیں داخل اسلام کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے

کہ اسلام میں کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے ول کی گہرائیوں سے اسلام کی صدافت کامعتر ف نہ ہوجائے مخص ظاہری طور پر لایا گیاایمان جویقین واذ عان کی کیفیت سے عاری ہواسلام کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

عدم اکراہ کے اس اصول کو قر آن مجید میں اللہ تعالی نے بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔فر مان خداوندی ہے:

لَا إِكْرَاكَا فِي الرِّينِ قَلْ تَبَيَّنَ الرُّشُكُمِنَ الْغَيِّ فَمَنَ يَكُفُرُ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنَ بِاللَّهُ مَنَ يَكُفُرُ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنَ بِاللَّهُ فَقَدِاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَيُؤْمِنَ بِاللَّهُ فَقَدِاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرة:٢٥١)

ترجمہ: دین میں کوئی زبرد سی نہیں، بیٹک ہدایت گمراہی سے واضح طور ً پرممتاً زہو پیکی ہے، سوجوکوئی معبودانِ باطلہ کاا نکار کردےاوراللہ پرایمان لے آئے تواس نے ایک ایسامضبوط حلقہ تھام لیاجس کے لئے ٹوٹنا (ممکن) نہیں، اوراللہ خوب سننے والا جانے والا ہے۔

امام نسفی مدارک التزیل میں اس آیت کی شرح ووضاحت نیز سبب نزول بیان کرتے ہوئے ماتے ہیں:

أي لا إجبار على الدين الحق وهو دين الإسلام وقيل هو إخبار في معنى النهي ورُوي أنه كان لأنصاري ابنان فتنصر افلز مهما أبو هما وقال والله لا أدعكما حتى تسلما فأبيا فاختصما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الأنصاري يا رسول الله أيدخل بعضي في النار وأنا أنظر فنزلت فقال الأنصاري يا رسول الله أيدخل بعضي في النار وأنا أنظر فنزلت فخلاهما (تفير النفي: ا/ ۲۱۱) آيت كمعنى يه بين كروين تن جوكردين اسلام خاس برمجور نهيس كيا جاسكا كها كيا به كريها يك فريه بين كروين تن جوكردين اسلام وايت مين آيا به كدايك انصاري صحافي كوو بيون في (اسلام كه بجائي) عيسائي مذهب قبول كرايا - چنان پيان وانون كي يتجهي پر گئے - اور انہوں في الله كيا ته الله كان الله كورسول الله من بين بي والدى بات مانے سے ساف اثكار كرديا - بعد ازال وه دونوں اس معا ملكورسول الله سائي آية بي كي خدمت ميں بھى لے گئے - (رسول الله على يا ته بي الله كي يو چينے پر) صحافي في عرض كيا: كيا ميرى آنكھول كے سامنے ميرے بى الله كيا بي نام جنم ميں داخل ہوجا كيل في انجوائي وقيوليت اسلام پرمجوركر ناترك كرديا - بي ورض كيا: كيا ميرى آنكھول كے سامنے ميرے بى كيا بي نام جنم ميں داخل ہوجا كيل في انجوائي وقيوليت اسلام پرمجوركر ناترك كرديا - بي ورسول الله عرب الله في الله بيا نام جنم ميں داخل ہوجا كيل في المون يا نول وقيوليت اسلام پرمجوركر ناترك كرديا - كيا ويول الله عرب الله وقي الله الله كيا تهوركول تا اسلام پرمجوركر ناترك كرديا - كيا بيا ويول تهوركول بيا ويول بيا و

اس سلسله میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے بھی ایک ولچیپ واقعہ علامہ ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ الطبقات الکبری میں ذِکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

عَنْ أُشَقَّ قَالَ: كُنْتُ مَمْلُو كَالِعُمَرَ بُنِ الْخَطَّابِ وَأَنَّا نَصْرَ انِيْ ، فَكَانَ يَعْرِضُ عَلَيَ الْإِسْلامَ وَيَقُولُ: إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ اسْتَعَنْتُ بِكَ عَلَى أَمَانَتِي فَإِنَّهُ لا عَلَيَ الْإِسْلامَ وَيَقُولُ: إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ اسْتَعَنْتُ بِكَ عَلَى أَمَانَتِي فَإِنَّهُ لا يَحِلَ لِي أَنْ أَسْتَعِينَ بِكَ عَلَى أَمَانَةِ الْمُسْلِمِينَ وَلَسْتَ عَلَى دِينِهِمْ. فَأَبَيْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: لا إِكْرَاهَ فِي الدِينِ فَلَمَّا حَضَرَتُهُ الْوَفَاةُ أَغْتَقَنِي وَأَنَا نَصْرَ انِيُ عَلَيْهِ فَقَالَ: الْأَمْتِ حَيْثُ شِنْتَ (الطبقات الكبرى: ٢٠٢/ ٢٠٢)

اسق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا نصرانی غلام تھا۔ وہ ججھے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہا گرتم اسلام قبول کر لیتے تو میں تم سے اپنی امانت کے سلسلہ میں مدد لیتا۔ اس لیے کہ میر کے لیے جائز نہیں ہے کہ میں تم سے مسلمانوں کی امانت کے سلسلہ میں کوئی مددلوں، حالانکہ تم ان کے دین پر نہیں ہو۔ میں حضرت عمر کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیتا تو حضرت عمر فرما یا کرتے ''لاا کو اہ فی اللہ ین'' دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے آزاد کردیا اور فرما یا کہ تم جہاں جانا چا ہو جا الانکہ میں اس وقت نصر انی ہی تھا۔

ته مرابع من با تین معلوم ہوتی ہیں: اس روایت سے کئی با تین معلوم ہوتی ہیں:

اول: پیرکه حضرت عمرنے ایک نفرانی غلام کواینے یہاں خدمت پر رکھا۔

دوم: یہ کہ آپ نے مسلمانوں کے اہم امور میں اس کی مدد لینے کے لیے اس کے سامنے اسلام پیش تو کیالیکن روے زمین کے ایک وسیع ترین خطے کا فرماں روا ہونے نیز اس شخص کے غلام ہونے کے باوصف آپ نے بھی اسے اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔

سوم: بیرکہ آپ نے اپنے آخری وقت میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی ایک اعلی مثال قائم کرتے ہوئے اسے آزاد بھی کردیا۔

حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کی لاعلمی پر جواس قدر توسع وروا داری رکھنے والے دین کے بارے میں بڑی آسانی کے ساتھ کہد سیتے ہیں کہ اسے بزورشمشیرلوگوں کے دلوں میں اتارا گیا۔ حقیقت میہ ہے کہ عدم اکراہ کے اس اسلامی اصول کی مسلم حکومتوں نے ہمیشہ پاسداری کی ۔ اور اپنی غیرمسلم رعایا کوآزادی کے ساتھ اپنے مذہب پرعمل کرنے کی اجازت دی اور انہیں کبھی بھی اسلام قبول کرنے پرمجبوز نہیں کیا۔

(۴) ذہبی مقدسات سے عدم تعرض

اسلامی عقیدے کے مطابق خدائے بزرگ وبرتر صرف اللہ تعالی ہے۔ وہی تمام صفات کمال کا جامع ہے۔ اس کا نئات میں موجود کمال کا جامع ہے۔ اس کا نئات میں موجود سامان زیست بھی اسی کا عطا کردہ ہے۔ زندگی وموت کی باگ ڈوربھی اسی کے قبضہ اختیار میں ہے۔ لہذا وہی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت و پرستش کی جائے۔ اس کے علاوہ کوئی شے اس امرکی مستق نہیں کہ اسے درجہ الوہیت عطاکیا جائے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالی کی عبادت و پرستش کاحکم دیا گیا ہے اور معبودان باطلہ کے سامنے سربسجود ہونے سے ختی سے منع کیا گیا ہے۔ رہے وہ جھوٹے خداجن کی معبودیت عقل وُقل ہر دولحاظ سے قابل تر دیدہے، تواگر چیوہ فی الواقع خدانہیں ہیں لیکن اللہ تعالی فی برا بھلا کہنے اور گالی گلوج کرنے سے منع فرمایا ہے۔اللہ تعالی فرما تاہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَلُعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهُ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَلُوًا بِغَيْرِ عِلْمِهِ (الانعام: ۱۰۸) ترجمہ: اور (اے مسلمانو!)تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دوجتہیں ہیر (مشرک لوگ) اللہ کے سوالو جتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جوابًا) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشام طرازی کرنے لگیں گے۔

ممانعت کی ایک وجہ توخود قرآن مجید میں بیان کردی گئی ہے۔ وہ یہ کی عیر سلم اپنی جہالت وناوانی کے باعث اللہ تعالی کی عظمت و کبریائی سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔ پس اگر مسلمان ان کے خداؤں کو گائی بیس گے تو وہ بھی جواب میں اللہ تعالی کی شان میں نازیبا الفاظ استعال کرنے لکیں گے۔ ممانعت کی ایک دوسری وجہ یہ بھی بھی میں آتی ہے کہ سلمان اس دنیا میں دعوت حق کے نتہا مین ہیں۔ اگروہ غیر مسلموں کے فرہی مقدسات کو برا بھلا کہیں گے تو اس کے نتیج میں غیر مسلم مسلمانوں سے تنفر ہوکر دین حق سے دور ہوجا تھیں گے۔ حالا نکہ انہیں دین سے قریب کرنا اور ان تک وین کی دعوت پہنچانا خود مسلمانوں کی فرمہ داری ہے۔ علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:
مسلمانوں سے تنفر ہوکر دین حق سے دور ہوجا تھیں گے۔ حالا نکہ انہیں دین سے قریب کرنا اور ان کو میں دائی نو کہ میں الگؤؤ آئانِ بِأَنَّهَا جَمَادَاتُ لَا تَنْفَعُ وَ لَا تَصُنُونِ یَکُفِی فِی الْکُمُونِ فِی الْکُمُونِ فِی الْکُمُونِ فِی الْکُمُونِ فِی الْکُمُونِ فِی اللہ کُلُونِ کُلُونِ فِی سے تا کہ وہ ایس چیزوں میں مشغول الله فائد کے وی کی تاویب کی گئی ہے تا کہ وہ ایس چیزوں میں مشغول نہ ہوجن سے حصول مقصود میں کوئی فائدہ نہ ماتا ہو۔ (ان بے جان ہتوں پر سب وشتم نہ ہوجن سے حصول مقصود میں کوئی فائدہ نہ ماتا ہو۔ (ان بے جان ہتوں پر سب وشتم نہ ہوجن سے حصول مقصود میں کوئی فائدہ نہ ماتا ہو۔ (ان بے جان ہتوں پر سب وشتم نہ ہوجن سے حصول مقصود میں کوئی فائدہ نہ ماتا ہو۔ (ان بے جان ہتوں پر سب وشتم

کرنا بھی بے سود ہے)اس لیے کہ ان کی الوہیت مطعون کرنے کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ محض جمادات ہیں جن میں نفع ونقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں ہے۔اس کے ساتھ انہیں سب وشتم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امام رازی کے اس قول سے مزید ایک بات یہ جھی سامنے آئی کہ اگر وائی وین کومشرکین کے سامنے ان کے شرک کی خرابی واضح کرنی ہوتو اسے چاہیے کہ وہ تہذیب وشائنگی کے ساتھ محض ایسے حقائق بیان کرد ہے جن سے شرک کی خرابی واضح ہوجاتی ہو۔ مدعوا پنی زبان پر ہرگز ایسے الفاظ نہ لا ہے جن سے مدعو کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہو ور نہ اس کی وعوت پہلے مرحلے میں ہی ناکام ہوجائے گی اور مدعو اسلام سے قریب ہونے کے بجائے مزید دور ہوجائے گا۔ حضرت امام کے قول سے ایک دوسری بات یہ جھی میں آتی ہے کہ معبوا دان باطلہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بھی موقع وکل کا خیال ضرور رکھا جائے۔ اس لیے کہ بسااوقات بات سے ہوتی ہے کین موقع وکل کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے خاطب ہدایت تو حاصل نہیں کرتا ،البتہ اپنی گرائی پر مزید مصر ہوجا تا ہے۔

غیر مسلموں کے خداوک کوسب وشتم سے رو کئے میں ایک حکمت یہ بھی شمجھ میں آتی ہے کہ کر دارض کے بہت سے خطوں میں مخلوط معاشر ہے پائے جاتے ہیں جہاں پر مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ زندگی بسر کرر ہے ہوتے ہیں۔ایسے علاقوں میں کسی گروہ کے مذہبی جذبات کوٹھیں پہنچانا بسا اوقات بڑا نقصان وہ ثابت ہوتا ہے۔ چشم زدن میں بڑے بڑے فسادات بر پا ہوجاتے ہیں اورد کھتے ہی دیکھتے تھے مامہ الناس کا ایک بڑا جانی ومالی نقصان ہوجا تا ہے۔ چنا نچے سورہ انعام کی ہیں کر میمہ بقاے امن کے حوالے سے بھی بڑی حامل ہے۔

(۵) پرامن بقاے باہمی

دین اسلام پرامن بقاہے باہمی کا داعی ہے۔ وہ خصرف بیر کہ سلمانوں بلکہ غیر مسلموں پر بھی ظلم وزیادتی کونا جائز تھراتا ہے۔ اسلام ہرگزاس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ امن کے ساتھ رہ رہے اہل کفر پرظلم وزیادتی کی جائے یا ان کو جائی وہالی نقصان پہنچایا جائے۔ بلکہ اسلام نے تو اپنے ماتحت رہنے والے غیر مسلموں کوسوا چودہ سوسال قبل ایسے حقق ق عطا کیے ہیں جنہیں پڑھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور اسلام کے توسع وروا داری پر اش اش کراٹھتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدر نے نقصیل ذیل میں حاضر خدمت ہے۔

حضور صلی التدعلیہ وسلم جب مکه مکرمہ سے ہجرت کرے مدینه منورہ تشریف لے گئے تو

آپ نے وہاں پر خصرف ایک اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی ، بلکہ خار جی فتنوں کی سرکو ہی اور داخلی امن کو برقر اررکھنے کے لیے اہل اسلام اور دیگر غیر مسلم قبائل کے ساتھ ایک معاہداتی دستور کھی ترتیب دیا۔ اس معاہداتی دستورکو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میثاق میں اس امرکی صراحت ہے کہ اہل مدینہ خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم انہیں ایک سیاسی وحدت تسلیم کیا جائے گا۔ سب کواپنے فد ہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوگی اور کسی پر بھی ذرہ بر ابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ میثاق کی چند دفعات بیرہیں۔

ا_انهمامةواحدةمن دون الناس

(تمام ونیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل وہ (مسلمان اور باقی غیرمسلم اہل مدینہ اور لواحقین)ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہول گے۔

۲۔ واند من تبعنا من یھو دفان لدالنصر والاسو قغیر مظلو مین ولا متناصر علیهم اور یہود یوں میں سے جولوگ ہماری (ریاست مدینہ) اتباع کریں گے آئیں مداور (جائی ومالی) مساوات حاصل ہوگی، ندان پرظم کیا جائے گا اور ندان کے ظاف کی کی ناحق مدد کی جائے گ۔
سے وان یھو دبنی عوف امد مع المؤ منین للیھو ددینھ موللمسلمین دینھم اور بنی عوف (یونہی دیگر یہودی قبائل) کے یہودی موثین کے ساتھ ایک قوم ہیں۔
یہود یوں کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہے۔

٣_وانهلاياثمامرؤ بحليفه ، وإن النصر للمظلوم

ترجمہ: کوئی فریق یا جماعت اپنے کسی حلیف کی وجہ سے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گی اور مظلوم کی مدو کی جائے گی۔

۵_وانبينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم

اوران میں باہم حسن مشورہ اور خیر خواہی ہوگی ، اور و فاشعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔ ۲ ۔ و ان بینھ ہوالنصو علی من دھے پیثر ب(سیر قابن ہہشام:۲/۸۰۱)

کسی بیرونی حملے کی صورت میں ریاست مدینه کا دفاع آمداد باہمی کے تحت ان (یہودیوںاورمسلمانوں) کی مشتر کہذمہداری ہوگی۔

معاہداتی دستور کی ان دفعات کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ملی ٹیڈیسیٹر نے ریاست مدینہ میں امن وامان قائم کرنے کی غرض سے یہود بوں کے ساتھ صد درجہ اہمیت کے حامل نکات پر معاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں رہنے والے یہود بوں کو نہ صرف میر کہ ذہبی آزادی دی گئی بلکہ ان کے جان ومال کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا گیا۔اجماعی معاملات میں سیاسی وحدت ، باہمی تھیج وخیر خواہی اس دستور کی اساسات قرار پائیں ۔ چنانچہ تیسری شق میں صاف صراحت کی گئی ہے کہ اہل اسلام اور یہودی مذہب کے اعتبار سے جدا جدا ہیں، کیکن سیاسی ، ماجی اور دفاعی اعتبار سے وہ ایک قوم ہیں۔ مذکورہ بالا دفعات کو پڑھنے کے بعد بجاطور پریہ کہا جاسکتا ہے کہ مدینے کا معاہداتی دستور آج بھی دنیا بھرکے لیے بقا ہے باہمی کی ایک بہترین مثال ہے۔

اس دستور سے قطع نظرا ہل معاہدہ غیرمسلموں کو جانی و مالی تحفظ و پینے کے سلسلہ میں نبی کریم سلانٹائیل سے متعددا حادیث بھی مروی ہیں۔ ذیل میں چندا حادیث پیش کی جارہی ہیں۔ بہا

و عن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَو حُرَاثِحَةَ الجَنَّةَ ، وَإِنَّ ريحَهَا تُوجَدُمِنْ مَسِيرَ قِأَرْ بَعِينَ عَامًا (صَحِحُ البخاري:٣١٢٦)

ترجمہ: حضور نبی کریم ملی ایک سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کسی مسلم نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو تل کر یا تو وہ جنت کی خوشبو جھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت پر بھی موجود ہوگی۔

دوسري حديث

أَلَا لَا تَحِلُ أَمُوالُ المُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا (منداَحد، ١٢٨١٨)

خبردار! سواے حق کے معاہدین (غیرمسلم شہریوں) کے مال سے پچھ بھی لینا حلال بں ہے۔

تيسري حديث

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا ، أَوِ انْتَقَصَهُ ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سَنْ الْي داوُد: ٣٠٥٢)

ان تمام احادیث سے بیہ بات واضح ہے کہ اگرغیر مسلموں کے ساتھ اہل اسلام کے درمیان معاہدہ امن طے پاجا تا ہے تواس کے بعد اہل اسلام کے لیے قطعا جائز نہیں کہ وہ عہد شکنی کے مرتکب ہوکران کی حق تلفی کریں یاان کے جان ومال پر دست درازی کریں۔

خمروخنز يركى قيمت كي صانت

اسی نوعیت کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے بھی بڑے واضح انداز میں اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر سلموں پرظلم وزیادتی سے منع کیا ہے۔ چنانچے فقہ خفی کی معروف کتاب ہدا ہی میں ہے:

إِذَا أَتَلَفَ الْمُسْلِمُ تَحْمُوَ اللَّهِ مِي أَوْ خِنْزِيرَهُ ضَمِنَ قِيمَتَهُمَا، فَإِنْ أَتْلَفَهُمَا لِمُسْلِم لَمْ يَصْمَنُ (الحداية فَى شرح بداية المبتدى ٢٠٠/٣٠) ترجمه: الرّسي مسلم نے ذمی کی شراب یا خزیر کوتلف کردیا تو وہ ان وونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر اس نے بیدونوں چیزیں کسی مسلمان کی تلف کیس، تو اس پرضامن ہوگا۔ لیکن اگر اس نے بیدونوں چیزیں کسی مسلمان کی تلف کیس، تو اس پر

كسى قشم كاكوئي ضان عائدنېيس ہوگا۔

ذمی اور مسلم کے درمیان اس فرق کی وجہ دراصل میہ ہے کہ ذمی کے مال کو دین میں ویساہی تحفظ حاصل ہے جیسا کہ ایک مسلمان کے مال کو حاصل ہے۔ خنز پر اور شراب کو چونکہ از رو بے شرع مسلمانوں کے قتی میں مال تصور ہی نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا اگر کسی غیر مسلم یا مسلم نے کسی مسلم کی شراب یا خنز پر کوتلف کر دیا تو از رو بے شرع اس پر کسی قسم کا ضمان عائد نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ میہ دونوں چیزیں از رو بے شرع غیر مسلم کے قتی میں مال کی حیثیت رکھتی ہیں لہذا ان کوتلف کرنے پر مسلمان سے ان کی قیمت وصول کرائی جائے گی۔

ذمی کی غیبت بھی ناجائز ہے

اسلامی شریعت میں نمیب کو ایک بدترین گناه قرار دیا گیا ہے۔اس گناه کی شاعت شریعت کی نظر میں اس در جے کوئینی ہوئی ہے کہ قر آن مجید نے نمیبت کرنے کومرده بھائی کا گوشت کھانے جیسا قرار دیا ہے۔لیکن دل چسپ بات سے ہے کہ صرف مسلمان کی نمیبت کرنا ہی حرام نہیں بلکہ غیر مسلم ذمی کی نمیبت کرنا بھی شریعت کی نظر میں ناجا کز وحرام ہے۔ردالمحتار میں ہے:

(وَتَحْرُمُ غِيبَتْهُ كَالمُسْلِمِ) لِأَنَّهُ بِعَقْدِ الذِّمَّةِ، وَجَبْ لَهُ مَالَنَا فَإِذَا حَرْمَتْ غِيبَةُ الْمُسْلِمِ حَرْمَتْ غِيبَتُهُ بَلْ قَالُوا: إِنَّ ظُلْمَ الذِّمِّي أَشَدُ

(ردالحتار۵۷۱/۲)

ذمی کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے۔اس لیے عقد ذمہ کے بعداس کے لیے بھی وہی کچھ واجب ہوجا تا ہے جو ہمارے لیے واجب ہے، چنانچہ جب ایک مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے تو ذمی کی غیبت کرنا بھی حرام ہوگا۔ بلکہ فقہانے تو یہاں تک کہاہے کہ ذمی پر کیے گئے ظلم کی حرمت شدید ہے۔ مذکورہ بالا دلائل اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اگر اہل کفر آ مادہ جنگ وقتال نہ ہوں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ امن کے ساتھ زندگی بسر کررہے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمان بھی امن کے ساتھ زندگی بسر کریں گے اور ان کے ساتھ ہرگز کسی قشم کی زیادتی نہیں کریں گے۔

(۲) بہترین انداز دعوت

اسلام کی نشر واشاعت کا انھار محض وعوت و تبلیغ پر ہے۔اس لیے کہ صحت اسلام کے لیے جس درجے کا ایمان مطلوب ہے اسے نہ لا کچ دے کر خریدا جا سکتا ہے اور نہ جبر واکراہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں پیوست کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی کسی غیر مسلم تک دین کی دعوت پہنچار ہا ہوضروری ہے کہ وہ آ داب تبلیغ سے آشا ہو۔ایک غیر تربیت یافتہ مبلغ، دین کے لیے وشمنان دین سے بھی زیادہ ضرور رسال ثابت ہوسکتا ہے اگر اس کا اسلوب وعوت، آ داب وعوت و شمنان دین ہے۔ سے عاری ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں آ داب وعوت کو باضا بطہ طور پر موضوع بحث بنا کر بتایا گیا ہے۔کہ مبلغ کو دعوت کے دوران کن چیزوں کی یا بندی کرنی ہے۔اللہ تعالی فرما تا ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادُلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ الْحَسَنَإِنَّ رَبَّكُ هُوَ أَعْلَمْ بِاللهِ وَهُوَ أَعْلَمْ بِالْمُهْتَدِينَ (الْحَل: ١٢٥)

ا سے پیغبر!اپنے رب کی طرف وعوت دیتے رہیے حکمت اوراچھی نصیحت کے ساتھ۔اور ان کے ساتھ اس انداز سے بحث کیج جو بڑا اپندیدہ ہو۔ یقیناً آپ کا پرورد گارخوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اوروہ اُن کوچھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔

اس آیت کریمه میں وارد ہونے والا لفظ حکمت سے مرادوہ مضبوط اور پختہ دلائل ہیں جن سے حق آ قاب نصف النھار کی مانندروش ہوجائے اور شبہات کی تاریکیاں نمود صبح کے مثل منتشر ہوجائیں۔علامہ ناصرالدین بیضاوی لفظ حکمت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:و هو المدلیل المموضح للحق الممزیح للشبھة. (تفسیر البیضاوی: ۲۲۵/۳) ترجمہ: حکمت سے مراد وہ دلیل ہے جوتن کو واضح کرنے والی اور شبہات کو دورکرنے والی ہو۔

مفسرین نے موعظت حسنہ کی تفسیر میں متعددا توال نقل کئے ہیں۔ایک قول کے مطابق موعظت حسنہ سے مراد الیمی زم گفتگو ہے جس میں شدت وغلظت نہ ہو۔ چنانچے علامہ بغوی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

و قيل هُوَ الْقَوْلُ اللَّيِنَ الرَّقِيقُ مِنْ غَيْرِ غِلْظَةِ وَ لَا تَعْنِيفِ. (تَفْير البغوى - ٥٢/٥) ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ موعظت حسنہ سے مرادوہ زم گفتگو ہے جس میں غلظت اور سختی نہ ہو۔ مذکورہ بالا اتوال کی روشیٰ میں بیرواضح ہوا کہ داعی دین کو چاہیے کہ دعوت کاعمل انجام دیتے ہوئے اپنی دعوت مضبوط دلائل اور نرم لہج کے ساتھ مخاطب کے سامنے پیش کرے۔اور اگر بھی دینی مسائل کولے کر بحث ومباحثہ تک نوبت پہنچ جائے تواس وقت بھی تہذیب وشائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے، بلکہ مجادلے میں بھی اسلوب گفتگو مہذب اورشا اُستہ ہو۔

فرعون کی سرکشی اورظم وزیاد تی سے کون واقف نہیں ہے؟ یہ وبی شخص ہے جس نے اقتدار کے نشخ میں چور ہوکر انا دبکہ الاعلی کا نعرہ بلند کیا تھا۔ بنی اسرائیل کو بے در لیے قتل کرنے کے احکام صادر کرنے والا بھی یہی تھا۔ اس کی سرش حدسے متجاوز ہو چکی تھی لیکن جب اللہ تعالی نے حضرت موسی وہارون کواس کے پاس دعوت حق پہنچانے کے لئے جھیجا توفر مایا: اذْ هَبَا إِلَی فِرْ عَوْنَ فَوْ مَوْنَ وَهُو لَا لَهُ قَوْلًا لَهُ قَوْلًا لَهُ قَلْهُ لَا لَيَمْ اَلَعَلَمُ مَتَذَذَ وَلَوْل اس سے نرم (انداز بیس) گفتگو کرنا شاید وہ نسیحت وہ سرکشی میں حدسے گزر چکا ہے سوتم دونوں اس سے نرم (انداز بیس) گفتگو کرنا شاید وہ نسیحت قبول کرلے یا (میر سے غضب سے) ڈرنے لگے۔

فرعون جیسے ظالم و جابر کوبھی نرمی و ملاطفت کے ساتھ حق پہنچانے کا جوتھم دیا گیاہے اس کی وجہ یہی ہے کہ صرف نرم گفتاری میں بید طاقت موجود ہے جو بڑے سے بڑے سنگ دل کوبھی پیملا کرحق قبول کرواسکتی ہے۔ جب کہ ترش روئی ہخت کلامی اور کرخنگی مدعوکو باطل پر پختہ تو کرسکتی ہے لیکن اس سے مدعوکے باطن کے تبدیل ہونے کی تو قعنہیں کی جاسکتی۔ الاما شاء اللہ

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک بڑے ہے کی بات تحریر کی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: الْقَوْلُ اللَّيِنُ هُوَ الْقَوْلُ الَّذِي لَا خُشُو لَةَ فِيهِ، __فَإِذَا كَانَ مُوسَى أُمِرَ بِأَنْ يَقُولَ لِفِرْعَوْنَ قَوْلًا لَيَمًا، فَمَنْ دُونَهُ أَخْرَى بِأَنْ يَقْتَدِيَ بِذَلِك فِي خِطَابِهِ، وَأَمْرِ هِبِالْمُعْرُو فِ فِي كَلَامِهِ (تَفْيرالقرطبى: ١١/ ٢٠٠) مِن كَهَا بُول: قول لين سے مرادوہ تول ہے جس میں سختی نہ ہو۔ (یہاں یہ بات قابل توجہہے کہ) جب موی علیہ السلام کواس بات کا حکم دیا گیاہے کہ وہ فرعوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں توان سے کم رتبہ خص کے لئے زیادہ مناسب ہے کہ وہ بھی بھلائی کا حکم دیتے ہوئے انہی کالب ولہجہ اختیار کرے۔

چنانچے ہرمبلغ 'پرلازم ہے کہ وہ ایسا نرم خو اورشیر "یں گفتار ہو کہ لوگ اس کی نصیحتیں س کر اپنے باطن میں قبول حق کا داعیہ محسوں کرنے لگیں۔شدت وغلظت اورخشونت وکرخنگی ہے مبلغین کواحتر از کرناچا ہے کہ اس سے لوگ باطل پر پختہ ہوتے ہیں ان کے باطن نہیں بدلا کرتے۔

حرف آخر

گذشتہ صفحات میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے سلسلہ میں جو بنیادی تصورات پیش کئے گئے ہیں ان سے بیصاف ظاہر ہے کہ اسلام دنیوی معاملات میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ پرامن غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ کسی غیر مسلم پرمحض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ظلم وزیادتی کا جواز فراہم نہیں کرتا۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے اندر رحمت ، مہر بانی اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کریں اور ان جذبات کے ساتھ وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ پرامن کفار کے ساتھ وہ پیش آئیں۔ جہاں تک سوال ان کے کفریہ عقائد واعمال کا ہے تواس کے لیے وہ اپنے رب کی بارگاہ میں خود جواب وہ ہوں گے۔ بید نیامحض وار العمل حیا مال کا ایک پہلویہ بھی ہے کہ مسلمان اس و نیا میں دو جو تو کر کا ایک پہلویہ بھی ہے کہ مسلمان اس و نیا میں دعوت حق کے تنہا علم بردار ہیں اور سارا عالم کفران کا مدعو ہے۔ اگر اہل اسلام کے تعلقات اہل کفر کے ساتھ خوش گوار وہوں گار ہوں گے۔ اندوں کے تواس سے ان کی ہدایت کے امکانات میں جس کھی اضافہ ہوگا۔

مصادر ومسسراجع

ا_قرآن مجيد

۲ – التفسير المظهري، محمد شاءالله ياني يتي، مكتبة الرشد به، پاکستان، ۱۴۱۲

٣-الطبقات الكبرى، ابوعبدالله محمد بن سعد (• ٢٣٠)، دار الكتب العلمية ، بيروت، • ١٩٩

٧- المراسيل، ابوداودسليمان بن الاشعث سجية ني (٧٧ ٢ هه)، مؤسسة الرسالة ، بيروت ٨ • ١٨٠

۵ - انوارالتنز بلواسرارالتاویل، ناصرالدین عبدالتدین عمرشیرازی بیضاوی (۲۵۸ هه)، داراحیاءالتراث

العربي، بيروت، ١٨ ١٨

۲ - تفییرالبغوی،ابوثمهٔ سبین بن مسعود بغوی (۵۱۰) دات طبیهٔ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۷

۷- تفسير الرازي، ابوعبدالله محد بن عمر رازي (۲۰۲ هـ)

٨-تفسيرالنسڤى ،ابوالبركات عبدالله بن احمدشفى ، (١٠ ٧ هـ) دارالكلم الطبيب ، بيروت ، ١٩٩٨

9 - روالمحتار، محمدامين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين حنى (١٢٥٢ هـ)، وارالفكر، بيروت، ١٩٩٢

• ا _ سنن أبي داود، أبوداودسليمان بن الاشعث سجستا في (٢٧٥ هـ)، المكتبة العصرية ، بيروت

اا _ سنن التريذي، محمه بن عيسي التريذي، (٩ ٢ ٢ هـ) دارالغرب الاسلامي، ١٩٩٨

۱۲ – سنن الدارقطنی ، ابوالحن علی بن عمر دارقطنی (۳۵۸ هه) مؤسسة الرسالة ، بیروت ۴۰۰۴

٣١ - سيرة ابن بهشام، عبدالملك بن بشام (٢١٣ ه) ، شركة الطباعة الفنية المتحدة

١٨- شرح صحيح البخاري، ابن بطال الوالحسن على بن خلف (449 بهير)، مكتبة الرشد، رياض، ٣٠٠٠

10-شرح معانی الآ ثار، ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (۲۳ س) عالم الکتب، ۱۹۹۳ ۲۱-شعب الایمان، ابو بکر لیجیستی (۲۵ س)، مکتبة الرشد للنشر والتو زلیج، ریاض، ۲۰۰۳ ۲۱- صیح البخاری، محمد بن اساعیل بخاری، (۲۵ س)، دار طوق النجاق، بیروت ۱۳۲۲ ۱۸- مرقاق المفاتیج، علی بن سلطان هروی (۱۳ امه هد)، دار الفکر، بیروت ، ۲۰۰۲ ۱۹- مندا بی حنیفة ، ابوحنیفه نعمان بن ثابت (۵۰ س) الآواب، ممر ۲۰ - مندا جمد بن خنبل، ابوعبد الله احمد بن محمد بن شرح بن سال (۳۲ س)، دار الحدیث، قابره، ۱۹۹۵ ۲۰ - بدایة فی شرح بدایة المبتدی، ابوالحس برهان الدین، علی بن ابی بکر، فرغانی، مرغینا فی (۵۹ س)

كلام صوفيه كى رمزيت اورمعنى آفرينى

تصوف ایک ذوتی اور وجدانی علم ہے۔ صوفیہ کرام راہ سلوک میں مختلف تجربات سے دو چار ہوتے ہیں۔ فی سے موتی ہیں۔ ان پر مختلف واردات اور کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ ان پر مختلف واردات اور کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ سے بیس سے گزرتے ہیں۔ ان پر مختلف واردات و کیفیات اور احوال و مقامات ایک الیی دنیا یا دنیاؤں کے ہوتے ہیں جس کو یا جن کو اشاراتی زبان میں لا مکانی اور لا زمانی دنیا کہا جاتا ہے۔ وہ دنیا اس عالم مرتگ و بوسے ماور الله ہوتی ہے۔ وہ عالم اس دنیا ہے کون و مکان سے بلند ہوتا ہے۔ اس پر دنیا عالم کا اطلاق محض زبان کے عجز کا اظہار اور زبان کی محدودیت کا شکوہ ہے۔ بعض صوفیہ کے نزدیک وہ دنیا لا مکانی ولا زمانی تونہیں ہوتے۔ وہ ایک دائر ہوتی ہیں ہوتے۔ وہ ایک دائر ہوتی وحدت نظارہ کے بیان سے قاصر ہوتی وحدت کی دنیا ہوتی ہے۔ عالم کثرت کی پروردہ زبان اس وحدت نظارہ کے بیان سے قاصر ہوتی ہیں۔ ہوشنے ہیں ، اس لیے بیدونوں با تیں درست ہوسکتی ہیں۔ اور مختلف ہوسکتے ہیں۔

صوفیہ کرام اپنے سفرسلوک میں اس دنیا میں پہنچتے ہیں جہاں وقت کا حجاب اٹھ جاتا ہے، جہاں مکان کی قیدختم ہوجاتی ہے، جہاں گفتگو حرف وصوت کی مختاج نہیں ہوتی اور معنی کو لفظ کے لباس کا احتیاج نہیں ہوتا الیکن جب وہ اس دنیا سے واپس آتے ہیں (بیذ ھاب اور ایاب وقت کا مختاج نہیں ہوتا) تو اس دنیا کے مشاہدات کو بیان کرنے کے لیے صوفیہ کے پاس صرف وہی زبان ہوتی ہے جو وقت اور مکان کی دنیا میں پابنداسی عالم رنگ و بو میں وضع کی گئی ہے، جس کا مقصد صرف اس عالم آب وگل میں ترسیل وابلاغ ہے اور اس زبان کا بیعالم ہے کہ بیز بان خود اس عالم کے حقائق کو بین جہاں بیز بان صرف زبان ہے جا نیکہ اس میں اس عالم کے حقائق کو اس ملفوظی زبان میں ادا کرنامشکل ہے۔

ایک بات واضح رہے کہ صوفیہ کا یہ سفر حقیقی معنوں میں کسی موجود یا خارجی چیز کا سفرنہیں ہے،

بلکہ بیا یک طرح کی دروں بینی اور ایک طرح کا ذہنی سفر ہے، جس کا اثبات بعض صوفیہ نے واضح الفاظ

میں کیا ہے۔ اس سفر میں وہ جن مشاہدات اور تجر بات سے دو چار ہوتے ہیں، وہ مشاہدات ، مرئیات
اور تجلیات اتنی سحور کن اور خیرہ کردینے والی ہوتی ہیں کہ اس سے دو چار ہونے والا شخص اس میں مہہوت
اور ششدررہ جاتا ہے اور پھر جیسے جیسے اس کا مشاہدہ وسیع ہوتا ہے اور ان لام کانی حقائق کا اور اک جتنا
زیادہ ہوتا جاتا ہے، اس کے الفاظ حتم ہونے لگتے ہیں، بلکہ الفاظ کے اشارے اسے بھی تنگ ہوتے جاتے ہیں کہ وہاں زبان ترسیل کا ذریعہ نہیں رہ پاتی ۔ نفری نے کہا ہے: سک لَمَا اتَسَعَتِ المُروَّ يَهُ فَا اَقْتَ الْمِعَارَةُ (یعنی مشاہدہ جتنازیادہ وسیع ہوتا ہے، الفاظ کی قباتی ہی تنگ ہوجاتی ہے۔)(ا)

سیمشاہدات استے ماورائی ہوتے ہیں کہ اس مقام پر عبارت تجاب بن جاتی ہے (۲) اورا پنی

جاہیت میں علم وجہل دونوں ہی دیدار کے لیے تجاب کا کام کرتے ہیں (۳) اور نفری نے ہی ایک

دوسرے موقع سے بیعبارت نقل کی ہے: 'المحوف یَعجوزُ اَن یُخبِو عَن نَفسِه فَکَیفَ یُخبِو عَنِی '

دوسرے موقع سے بیعبارت نقل کی ہے: 'المحوف یَعجوزُ اَن یُخبِو عَن نَفسِه فَکَیفَ یُخبِو عَنِی '

(لفظ تو در ماندہ ہے کہ اپنے ہی معنی بیان کر سکے، وہ میرے بارے میں کیااطلاع دے سکتا ہے۔) (۳)

دبان کی ان تنگنا سُیوں کے باوجودان مراحل سے دو چار ہونے والوں کے سامنے اور کوئی

راستہ بھی نہیں کہ وہ وہی زبان استعمال کریں جے وہ جانتے ہیں اور جسے دوسرے بیصے ہیں۔ اس

لیے وہ لا مکال اور لا زماں کے حقائل کو زمان ومکان کی اس وصفی اور ملفوظی زبان میں بیان کرنے

میکوشش کرتے ہیں۔ یعنی حسیات سے بلندونیا کی واردات کو عالم محسوسات کے لیے شکیل دی گئی وزبان میں بیان کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی گفتگو مرموز اور بسااوقات غیر واضح ہوجاتی ہے۔ عام قاری اس عبارت کا کوئی حتی مفہوم شعین نہیں کریا تا یا کہنے والے کی مراد کے بر خلاف معنی اخذ کرتا قاری اس والی کو جو بیں۔ اس لیے ان کی گفتگو میں نے درکھنے کی وجہ سے صوفیہ کرام مطعون بھی ہوتے تے اور بسااوقات محض اس زبان کو جو محمل میں نے درکھنے کی وجہ سے صوفیہ کرام مطعون بھی ہوتے رہیں۔ ہے اور بسااوقات قری اس زبان کو جو محمل میں نے درکھنے کی وجہ سے صوفیہ کرام مطعون بھی ہوتے درہے ہیں۔

دراصل صوفیہ جن کیفیات سے دو چار ہوتے ہیں، ان کوصرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اس جو ہیں۔ اس جہاں سے آشنا ہیں جس کے وہ حقائق ہیں۔ وہاں اول تو کوئی زبان ہی نہیں چونکہ زبان توخفی چیز ول کے بارے میں شرح کا کام کرتی ہے اور وہاں تو ہر چیز آئینہ ہے۔ اگران مشاہدات کے لیے کوئی متعین زبان ہوگی بھی تو اس سے بیسالکین واقف نہیں ہوتے۔ اس لیے وہاں کے حقائق کو بیان کرنے کے لیے کسی بھی ظاہری یا باطنی مشابہت یا مما ثلث کے شائبہ کی بنیاد پر اس عالم رنگ و بیان کرنے کے لیے کسی بھی ظاہری یا باطنی مشابہت یا مما ثلث مراد کے لیے صرف اشارہ یا تمثیل ہوتا بلکہ مراد کے لیے صرف اشارہ یا تمثیل ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی مراد کو بھی ناور ان کے کلام کو محمل حسن پر اتار ناضر دری ہے۔

صوفي کوخود بھی ہمیشہ اس کا احساس رہا کہ جوالفاظ وہ استعمال کرتے ہیں ان الفاظ کے قالب ان معنی کے تحمل نہیں ہیں، جووہ مراد لیتے ہیں۔اس لیےصوفیہ دراصل لفظ کے ذریعےاس کے معنی مراد نہیں لیتے بلکہ معنی کے معنی مراد لیتے ہیں، کہ لفظ جس حقیقت کی کشود کرتا ہے، وہ حقیقت مطلوب نہیں ہے، بلکہ اصل حقیقت تو اس کے درون میں مخفی ہے اور اس تک رسائی کے کیے لفظ صرف ایک وسیلہ یا اشارہ کا کام کرتا ہے۔اس حقیقت کوعیاں و کیھنے کے لیے لفظ کی قبا کو جاک کر کے بطون معنی میں مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے اوراسی لیے بعض صوفیہ نے بید عوت دی ہے کہ پیکر ملفوظات کی وادی سے گزر کرہی وہ علم حاصل ہوتا ہے جو کممل طور پر کامل ہے۔ جہاں یکتا ئیت ہے حق کی بھی اور ہر چیز کی۔وہ کا ئنات ایسی ہےجس کا امتیاز کیتائی ہے،وحدت ہے،فرق وامتیاز سے بلندی ہے،جب کہ ہماری ہیہ ونیا یا کا کنات زوج زوج ہے۔ یہال علم کے ساتھ جہالت اور عدل کے ساتھ ظلم وابستہ ہے اور اس تضاد کے ذریعے ہی ہم معانی کا تعین کرتے ہیں۔اس لیے اس کے حرفی پیکر بھی اسی طرح کے متضاد صفات کے حامل معانی پرولالت کرتے ہیں، جب کے صوفیہ کے تجربات اس سے ماورا ہوجاتے ہیں۔ صوفیہ کرام کی گفتگومرموز تھی۔عام آ دمی کے لیے اس کافہم مشکل تھا۔اس لیےان کے اس کلام کواشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔خورصوفی بھی اس کواشارات ہی کہتے ہیں۔ابوملی روذ باری نے فرمایا كه "بهارا بيلم حض اشارات بين، اگران كوملفوظي زبان كا جامه بيبنا يا جائے تو ان كامفهوم خفي موجا تا ہے۔''(۵)اس کا مطلب یہی ہے کہان حقائق کو برہنہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ چوں کہوہ حقاً تَق ملفوظی زبان کی قیدسے بلند بیں۔ ابو بمر کلا باذی نے اس کیے ان علوم کوعلوم خواطر ،علوم مشاہدات اورعلوم مکاشفات کیہا اور لکھا ہے: اسے علم اشارہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ دلوں کے مشاہدات اور باطنی کیفیات کی تشریح تحقیقی طور پزئیس ہوسکتی،اس کی طرف اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔(۲)

تصوف کے اولین شارح اور مصنف ابونصر السراج نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الملمع فی المتصوف میں لفظ اشارہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ اشارہ کا مطلب ہے کہ شکام خودتو اس بات سے آگاہ ہولیکن اس بات کے لطیف ہونے کی وجہ سے وہ اس کوالفاظ کا جامہ نہ پہنا سکے۔(2) اشارہ کے متر ادف ایک اور لفظ متفتر مین صوفیہ کی اصطلاحات میں استعال ہوا ہے اور وہ ہے رمز واشارہ کو بعض صوفیہ نے الگ الگ بھی بیان کیا ہے اور بعض نے متر ادف معنی میں رکھا ہے۔ لیکن اپنے مفہوم کے اعتبار سے بید دونوں الفاظ قریب قریب متر ادف ہی ہیں۔ ابونصر السراج نے رمز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے '' ظاہری الفاظ کے تحت ایسے باطنی معنی رکھ دینا جے صرف رمز شاس صوفیہ ہی سمجھ سکیے '' (۸) اور اسی طرح کی بات اشارہ کے بارے میں کہی ہے، جس کا تذکرہ او پر آیا ہے۔

صوفیہ کی اس مرموز گفتگو کا ادراک اس دور کے دیگر اہل علم کوبھی تھا اور وہ محسوں کرتے تھے کہ صوفیہ جس زبان میں گفتگو کرتے ہیں وہ عسیر الفہم ہے۔ عام انسان پر اس کا مفہوم پوری طرح واضح نہیں ہوتا۔ان میں سے کچھلوگوں نے اس زبان پر اعتراضات بھی کیے۔ مثلاً ایک مشہور صوفی ابوالعباس بن عطاسے کسی نے خاص اس زبان کے بارے میں سوال کیا:

''صوفیو! شمیں کیا ہوگیا ہے۔ تم نے یہ کیسے الفاظ وضع کر لیے ہیں جوعام لوگوں کے لیے غیر مانوس ہیں اور عام رائج الوقت زبان کوترک کرئے تم نے نامانوس زبان استعال کرنی شروع کر دی ہے۔ ایساتم کیوں کرتے ہو؟ کیا حقائق کی پردہ پوٹی کے لیے یا اپنے مسلک کے عیوب پر پردہ وُلگ کے لیے؟

ابوالعباس نے جواب دیا' چونکہ ہمارے مز دیک میٹلم ایک نایاب علم ہے، اس لیے ہم نے غیرت کھاتے ہوئے ایسا کیا ہے، تا کہ ہماری جماعت کے سواکوئی اور اس کا مزانہ چکھ سکے۔ اس کے بعد انھوں نے یہ اشعار کیے:

آخسَنُ مَا اَظُهَرَهُ و نُظُهرُهُ بَادِی عَقِ لِلْقُلُوبِ نَشْغُرهُ لَا بَادِی عَقِ لِلْقُلُوبِ نَشْغُرهُ لَا بَابِی عَمِه ہَا اور ہم نے بھی ظاہر کیا اور وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے امور ہیں جنسیں ہم دلوں پر واضح کر دیتے ہیں۔

یُخبِرُنی عنی وَغنهُ اُخبِرُهُ اَکْسُوهُ مِن رَوْنقه مَا یَسْتُرُهُ لَا اللہ مِجْھے میری حقیقت بتا دیتا ہے اور میں اسے اس کے متعلق خبر دیتا ہوں اور میں اس کو اللہ مجھے میری حقیقت بتا دیتا ہے اور میں اسے اس کے متعلق خبر دیتا ہوں اور میں اس کو اللہ عالی کے متعلق خبر دیتا ہوں کہ

عَنْ جَاهِل لَا يَسْتطيعُ ينشره يَفْسِدُ مَعْنَاهُ إذَا مَا يَعْبُرهُ اس كى وجه سے وہ ایسے جاہل لوگوں سے پوشیدہ ہوجا تا ہے جواسے ظاہر نہیں کر سکتے ہیں اور اگر بیان کرنا چاہیں تواس کا مفہوم لگاڑ دیتے ہیں۔

فلا یطیق اللفظ بل لا یعشرہ ثم یوافی غیرہ فیخبرہ چنانچہوہ ایک لفظ بھی کہنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں کہہسکتا۔ پھر اوروں کے پاس جاتا ہے جواسے بتاتے ہیں۔

فَيظُهِرُ الْجَهْلَ وَيَهْدُوْ رَمزهٔ وَيَدُرْسُ الْعِلْمُ وَيَعْفُوْ اَشَوْهُ السَّرَهُ السَّرَةُ السَّرَةُ السَّرَةُ السَّرِحُ وهِ جَهِالتَ كَا اطْهَارَكُرَتَا ہے جِس سے اس كے رمزكا وجود ظاہر ہوجاتا ہے علم مث جاتا ہے اور اس كانشان تك باقی نہيں رہتا۔ اور انھوں نے بيا شعار بھی پیش كے:

إِذَا أَهُلُ الْعِبَارَةِ سَائَلُوْنَا اَجَبُنَا هُمْ بِاَعْلَامِ الْإِشَارَةُ جَبِاللَّهِ الْمِشَارَةُ جَبِاللَّهُ الْمِعَارِتِ مَا الْكُواشَارُول سے جُوابِ دیتے ہیں۔
انشِیز بِهَا فَنَجُعَلُهَا غُمُوْضًا تَقَصَّوْ عنه تَوْجَمَةُ الْعِبَارَهُ مَا اُسْرُمُورْ سے اشارہ کرکے (معانی کو) مشکل بناویتے ہیں جس کی وضاحت کرنے ہم ان رموز سے اشارہ کرکے (معانی کو) مشکل بناویتے ہیں جس کی وضاحت کرنے سے اس عبارت کا ترجمہ بھی عاجز ہوتا ہے۔

و نَشْهَدُ هَا و تَشْهَدُ ناسُرُوْراً لَهُ فِی کُلَ جَارِحَةِ اِشاره ہم اسے دیکھتے ہیں اور وہ میں خوش ہو کر دیکھتا ہے اور اس کا ہرعضواس سرور کو برا پیجنتہ کر رہا ہوتا ہے۔

تَرَى الأَقْوَالَ فِي الأحوال اَسُرىَ كَاسُوِ الْعَارِفِيْنَ ذوى الْخَسَارَهُ تو دَيكِهِ گاكه اقوال احوال كه اس طرح قيدى بين جس طرح عارفين الل خساره لوگوں كوقيد كرليتے ہيں۔(٩)

صوفیہ کے رمزواشارے ریاضی کی طرح بے رنگ وکیف نہیں ہوتے ، بلکہ معنی کے اظہار میں اپنی محدودیت کے باوجود وہ نہایت لطیف پیرامیہ ہوتا ہے اور الفاظ وعبارت نہایت خوب صورت ہوتا ہے اور الفاظ اف بیان کیے جاتے ہیں کہ سننے یا پڑھنے والا بھی مبہوت ہوکررہ جاتا ہے۔ ایک عظیم صوفی قناد نے صوفیہ کے رموز و اشارات کی خوبی اس شعر میں بیان کی ہے: (۱۰)

اذا نطقوا اعجز ک مر می رموزهم و ان سکتوا هیهات منک اتصاله "درجب وه بات کرتے ہیں توان کے اسرار کی حقیقی گرہ کھتی نہیں اور اگر وہ چپ ہوجا کیں تواس کا وصال ناممکن ہوجا تاہے۔"

صوفیہ نے اپنے ان اشارات ورموز کا انکشاف صرف اپنے حلقے میں کیا ہے۔ چنا نچہ ایترائی عہد کے صوفیہ اپنے اشارات یا تو اپنی محفلوں میں بیان کرتے تھے یا صرف اپنے خطوط میں کیا اور ندا پنی تصنیفات میں ۔ ابوالنصر میں کلھا کرتے تھے۔ ندانھوں نے ان کا اظہار عوام میں کیا اور ندا پنی تصنیفات میں ۔ ابوالنصر السراج نے لکھا ہے کہ 'جب کوئی شخص ہمارے مشائخ کے رموز سے واقف ہونا چاہے ، اسے ان کے مکا تبات اور مراسلات کا مطالعہ کرنا چاہیے ؛ کیوں کہ ان کے رموز ان مکا تبات ومراسلات ہی میں یا ہے جا تے ہیں ، ان کی تصنیفات میں نہیں ۔ ' (۱۱)

بہمی بھی بھی ایسا بھی ہوا کہ صوفیہ کے بیہ باہمی مکا تبات عام لوگوں کے ہاتھ لگ گئے اور ان لوگوں نے ان اشارات کو نہ بچھنے کی بنیاد پر ان کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔حضرت جہنید بغدادی بہت بڑے صوفی تھے۔ عام طور پر علما ومحدثین بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ انھوں نے اصفہان میں اپنے کسی دوست کو خط کتھا۔ وہ خط کسی نے راستہ میں کھول لیا اور اس کی نقل پورے شہر میں تقسیم کر دی۔ اس کے بعد حضرت جنید بغدادی پر لوگوں نے طعن وشنیع شروع کی جس کی وجہ سے خود حضرت جنید بہت پریشان ہوئے اور اس کے اثرات کو زائل ہونے میں ایک عرصہ لگ گیا۔ حضرت جنید نے ایک خط میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

'' مجھے تھارے خط کا جواب لکھنے سے صرف اس بات نے روکا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے خط کا مضمون تھاری لاعلمی سے کی اور کے ہاتھ لگ جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت ہوئی کہ میں نے اصفہان کے پچھ لوگوں کو ایک خط لکھا تھا۔ کسی نے اسے کھول کر اس کی نقل لے لی۔ اس خط کی بحض با تیں پچھ لوگوں کی سجھ میں نہ آسکیں اور میں انھیں اس المجھن سے ذکا لتے تھک گیا۔ مجھے اس سے ان کی خاطر بہت رخج اٹھانا پڑا۔'(11)

صوفیہ کرام شروع میں ان لطائف و اشارات کوعوام کی نظروں سے چھپانے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔صرف اصحاب حال کے سامنے ہی زبان کھولتے تھے یاار باب قلوب کوخطوط کے ذریعہ بتاتے تھے۔ ابو بکر شبلی دسویں صدی کے ایک عظیم صوفی ہیں۔ اگرچہ وہ تصوف کے طریقہ صحو کے پیروکار تھے لیکن ان پر احوال و واردات کا نزول بہت زیادہ تھا۔ انھوں نے ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی کو ایک خطالکھا۔ اس میں اپنے واردات کا اظہار کھاے الفاظ میں کیا تھا۔ یہ خطالمع فی التصوف میں موجود ہے۔ حضرت جنید بغدادی پریہ خط بہت شاق گزرا۔ یہ خطان کے خطالم می فی التصوف میں موجود ہے۔ حضرت جنید بغدادی پریہ خط بہت شاق گزرا۔ یہ خطان کے پاس بدھ کے روز آیا تھا۔ انھوں نے ایک ہفتہ تک اسے اپنے پاس رکھا پھر اس کا جواب لکھا:

'' اے ابو بکر! مخلوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ہماری تو یہ حالت ہوتی مشکی کہ ایک کلمہ کو لیتے پھر اسے سونگھتے اور اس کی تعریف کرتے اور تہہ خانوں میں کھی کہ ایک کلمہ کو لولتے تھے اور تمہارا حال سے ہے کہ اکا برخلق کے سامنے بے لگام ہوگئے ہو۔ گئوت کے ہزار درج ہیں اور جو پچھتم نے لکھا ہے وہ تو پہلے درج کے کھی مشکل بات ہے۔'' (۱۳)

ا کابرصوفیدا پنے ان اشارات کواس لیے نہیں چھپاتے تھے کہ ان کے اشارات کسی خرابی یا کفر وزندقہ پر بنی تھے۔ ان کا مقصد صرف بیہ ہوتا تھا کہ عوام ان الفاظ کو تھے طرح نہ مجھ پانے کی وجہ سے کسی تشویش میں مبتلانہ ہوجا نمیں۔ بیدراصل مخلوق پر شفقت کی وجہ سے تھا۔ حضرت جنید بغدادی نے اور پر کے خط میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ایک اور خط میں ککھا ہے:

'' مخلوق کے ساتھ نرمی اختیار کرنی چاہیے، ان کے سامنے الی یا تیں لا ناجنمیں وہ جانتے ہی نہیں، ان پر مہر یا تی نہیں کہلائے گی اور نہ ہی ان کوالیہ کلام سے خطاب کرنا چاہیے جے وہ مجھ ہی نہ سکیں۔ اللہ تھاری حفاظت کرے اور تم کواور ہم کواپئی حفاظت میں رکھے تم اپنی زبان قابو میں رکھواور اپنے زمانے کے لوگوں کو پہچانو ۔ لوگوں سے الی با تیں کر وجنمیں وہ جانتے ہوں اور جن امور کو وہ نہیں جانتے انھیں ترک کر دو۔ ہم نے اکثر ویکھا ہے کہ لوگ جن چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ لہذا تمہارا ممل ایسا ہونا چاہیے کہ اور وں کے لیے رحمت ہونہ کہ ذمت۔ اگر خدانے تجھے تیری ذات کے لیے مصیبت بنار کھا ہے تو تجھے چاہیے کہ تو جب مخلوق اگر خدان کے پاس جائے اور ان کے باس جائے اور ان کے باس جائے اور ان کے مام ومر تب کے اعتبار سے ان سے گفتگو کرے۔'' (۱۲)

صوفیہ کی اسٹنگ لفظیات کو استعمال کرنے کی امام قشیری نے ایک اور تاویل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صوفیہ نے اپنے لیے خصوص اصطلاحات اس لیے وضع کیس تا کہ ان کے علوم ومعارف صرف انہی کے درمیان رہیں اور دوسر بے لوگ ان کے چےمفہوم سے آگاہ نہ ہوسکیس۔ انھوں نے اپنی کتاب الرسالة القشیر بیدیں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے باب فی تفسیر ایک الله الفاظ تدور بین ہذہ الطائفة و بیان مایشکل منھا' (۵)

ابوبکرالکلاباذی نے بھی اس سے ملتی جاتی بات کہی ہے۔ لکھتے ہیں: جب حالات ایسے ہو گئے توصوفیہ کرام نے اپنے علم کے لیے اصطلاحات وضع کر لیں اوران کواپنے علم کے لیے اشارہ بنالیا۔ جواس علم سے واقف ہوتا وہ ان کو سمجھ لیتا اور جوواقف نہ ہوتا ،اس سے وہ علوم خفی رہتے۔ (۱۲)

ابتدائی عہد کے اکابر صوفیہ کے بعد تصوف میں بھی با قاعدہ تصنیف و تالیف کا آغاز ہو گیا تھا اور بعض علما نے بورے فن تصوف پر شرح و بسط کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلی باضابطہ کتاب ابونصر السراج کی المع فی التصوف، پھر ابو بکر کلا باذی کی التعرف لمذہب اہل التصوف اور اس کے بعد کی کتابوں میں امام قشیری کی الرسالۃ القشیریہ، ابوعبدالرحمن اسلمی کی طبقات الصوفیہ اور ابونیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء خاص طور پر اہم ہیں۔ اس عہد کے صوفیہ زیادہ متنقیم الاحوال تھے۔ ان کے یہاں ان مشاہدات کا اظہار کم ہے۔ اس لیے مذکورہ بالاکتابوں میں اصطلاحات اور فنی انفرادیت تو ملتی ہے اشاراتی اور رمزیہ گفتگو کم ملتی ہے۔ تصوف کی اکثر کتابوں میں کلا اعدہ آغاز ذوالون مصری نے کیا تھا۔ کتابوں میں کلاوں میں کلاوں میں کلاوں میں کتابوں میں کلاوں میں کلووں میں کا کروں میں کلاوں میں کلاوں میں کلاوں میں کلاوں میں کلاوں میں کلاوں میں کلووں میں کلاوں کلاوں میں کلاوں کلاوں میں کلاوں کا کا خواد کا خواد کی کا خواد کا کا خواد کلاوں کلاوں کا خواد کا خواد کر کا خواد کو کا خواد کر کا خواد کی کا خواد کی کا خواد کا خواد کی کا خواد کا خواد کا خواد کا خواد کی کا خواد کا خواد کی کا خواد کا کا خواد کی کا خواد کی کا خواد

علامہ جامی نے لکھا ہے کہ ذوالنون مصری سے پہلے کے مشائخ نے ان واردات کا زبان سے اظہار نہیں کیا، سب سے پہلے ذوالنون مصری نے ان کا اظہار کیا۔ ان کے بعد حضرت جنید بغدادی کا زمانہ آیا توانھوں نے واردات کو کھنا شروع کیا اور پھر ابو بکر شبلی کا زمانہ آیا توانھوں نے برسر منبران کا اعلان کرنا شروع کردیا۔ (۱۷)

ذوالنون مصری نے ایک جگہا پنی ان واردات کا ذکراس طرح کیا ہے کہ میں نے راہ سلوک میں یعنی روحانی طور پرتین سفر کیے۔اوران تین اسفار میں تین علوم مجھے حاصل ہوئے۔ پہلے سفر میں میں نے جوعلم حاصل کیا اس کو خاص وعام سب نے قبول کیا۔ووسرے سفر میں جوعلم حاصل کیا اس کو خواص نے قبول کیا۔تیسرے سفر میں جوعلم حاصل کیا اس کو نہ عوام نے قبول کیا اور نہ خواص نے قبول کیا اور نہ خواص نے بہلاعلم تو بہا علم تو بہا علم تھا۔اس کو خاص و عام دونوں نے قبول کیا۔دوسراعلم توکل، معاملہ اور مجبت کاعلم تھا، اس کو خواص نے قبول کیا۔اور تیسراعلم علم حقیقت تھا جس کو لوگوں کے قلب و ذہمن قبول نہیں کر سکے۔اور انھوں نے مجھ کو چھوڑ دیا اور مجھ پر تنقیدیں کرنے لگے۔

صوفیہ کی جرائت گفتار میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اس طرح کی مرموز گفتگو کا انتہائی نقط شطحات ہیں۔ شطح ایک نامانوس لفظ ہے۔ اس سے مراد صوفیہ کی وہ عبارتیں اور ان کے وہ دعاوی لیے جاتے ہیں جو وہ حالت سکر کے زیر اثر کرتے ہیں اور جن میں جناب باری تعالی عزاسمہ کے بارے میں ایسے جملے کیے حالت سکر کے زیر اثر کرتے ہیں اور جن میں جناب باری تعالی عزاسمہ کے بارے میں ایسے جملے کیے جاتے ہیں جن کا ظاہر گستا خانہ ہوتا ہے۔ صوفیہ نے شطحات پر تفصیل سے تفقگو کی ہے اور شطح اور غیر شطح جاتے ہیں جن کا ظاہر گستا خانہ ہوتا ہے۔ صوفیہ نے شطحات پر تفصیل سے تفقی صوفی بھی وجد اور سکر کا اظہار کرکے اول فول کہنے گئے سے ۔ اور ایسااس لیے ضروری تھا کہ بہت سے نقلی صوفی بھی وجد اور سکر کا اظہار کرکے وہ کو فول کہنے گئے سے ۔ صوفیہ کے مطابق شطح چا ہے قابل قبول نہ ہولیکن اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ چونکہ شطح کا صد در اس وقت ہوتا ہے جب سالک اپنے حواس میں نہیں ہوتا اور جو اپنے ہوش میں نہ ہو اس پر مواخذہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ ابونھر سراج نے کتاب المع میں شطحات پر ایک مستقل باب قائم کیا اس برمواخذہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر ایک میں شطحات پر ایک مستقل باب قائم کیا تصوف کے نامورا۔ کالرکارن ار نیسٹ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب کسی ہے۔ اس کتاب کسی ہے کہ کتاب کسی ہے۔ اس کتاب کسی ہے کسی ہے کسی ہے۔ اس کتاب کسی ہے کسی ہے کہ کتاب کسی ہے۔ اس کتاب کسی ہے کسی ہے کسی ہے کی ہو کے کسی ہے کسی ہے کی ہے کہ کتاب کی ہے کہ کسی ہے۔ اس کتاب ہے کہ کسی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کہ کسی ہے کی ہے کہ کی ہے کہ کسی ہے کہ کتاب کی ہے کہ کسی ہے کہ کسی ہے کہ کی ہے کی ہے کہ کی ہے کی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کہ کی ہے کی ہے کہ کی ہے کی ہے ک

صوفیہ کی طرف سے جب شطحات کا صدور ہونا شروع ہوا تو ابتدامیں یہ مسکہ بہت پیچیدہ ہوگیا تھا اور عوام ان الفاظ کے صدور کی بنا پر صوفیہ کو بہت مطعون کرنے لگے تھے۔ غالباً انہی وجو ہات کی بنا پر حضرت جنید بغدادی جیسی شخصیت نے ابویزید بسطامی کے شطحات کی شرح میں ایک مستقل کتاب کھی جس کا ایک حصہ کتاب المع میں موجود ہے۔ (۱۸)

شطحات کے علاوہ بعض صوفیہ نے اپنے اس پورے سفر کوجس میں سالک زمان و مکان کی کا کات سے گزر کرعالم برزخ اور عالم مثال تک پہنچتا ہے، سفر ناموں کی شکل میں بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح کی کتابوں میں نفری کی الممو اقف اور ابن عربی کی الاسو اء و المعو اج بہت مشہور ہیں۔ صوفیہ کی اس مرموز زبان ، مشکل الفاظ اور شطحات کی فتح وکشا دکرنے کی کوشش بہت سے لوگوں نے کی ہے۔ صوفیہ کے ان مرموز ات واشار ات کی تقسیم بندی کی جائے تو ان کوبڑی آسانی سے تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر وصحی یونس نے القضایا النقدیة فی النشو المصوفی میں تقسیم بندی کی ہے۔ (19)

ان کے مطابق صوفیہ کے بیہ مرموزات یا تو ذہنی ہیں یا حسی ہیں یا مجازی ہیں۔ ذہنی مرموزات کا جہاں تک تعلق ہے تو دراصل ان کی عبارت مرموزہیں ہوتی لیکن اس عبارت میں جو بات کہی جارہی ہے وہ فہم وادراک سے بالاتر ہوتی ہے۔ مثلاً ابویز بسطامی کی ایک عبارت ہے:
میں ایک مرتبہ بلند ہوا حتی کہ میں اپنے رب کے سامنے گھڑا ہوگیا۔ میر بے رب نے مجھ ہے کہا کہ میں ایک مرتبہ بلند ہوا حتی کہ علی ایک عبارت ہے:
اب ابویزید! میری مخلوق تجھ کو دیکھنا چاہتی ہے۔ تو ابویزید نے کہا کہ مولی چرتو مجھے این وحدانیت سے مزین کروے کہ تیری مخلوق مجھے دیکھتے تو کہے کہ ہم نے تجھے دیکھا اور وہ تو خود ہی ہے۔ اور میں وہاں نہ ہوں۔ ابویزید کہتے ہیں کہ میرے رب نے ایسا ہی کیا۔ پھر مجھے کھڑا کیا، نیست بخشی اور بلند کیا۔ پھر کہ کے کہ کا کہ میری گلوق کی طرف جاؤ، تو میں وہاں سے ایک قدم مخلوق کی طرف چاؤ، تو میں وہاں سے ایک قدم مخلوق کی طرف چاؤ، تو میں دوسرا قدم اٹھا یا ہی تھا کہ میں بے ہوش ہوگیا۔ تو میرے رب نے آ واز دی کہ میرے طرف چاپ کواپس کردو، چوں کہ ومیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ '' ۲۰)

ابویزید نے اس میں اپنے ایک روحانی تجربہ کا ذکر کیا ہے، جس میں خدا ان کے ساتھ ہم کلام ہوا۔ واضح رہے کہ اکا برصوفیہ کی وضاحت موجود ہے کہ بیتج بہ حقیقی نہیں ہوتا بلکہ غایت عشق کا ایک مقام ہے، جہاں سالک ذہنی طور پر ایسی کیفیت سے دو چار ہوتا ہے، ور نہ اللہ جل و علا کی ذات وراء الوراء ہے۔ سیدنا کلیم اللہ کے لیے جہاں تی قرآنی کا فیصلہ ہوا، اس ورگاہ میں اوروں کی کیا مجال۔ ابویزید بسطا می کو ایک ذہنی تجربہ ہوا تھا، اس کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا، جیسا کہ خود ان کے شطحات ان کے الفاظ میں منقول ہیں۔ ان کے تجربے کا بیربیان اپنے اظہار میں واضح ہے، اس کی زبان سادہ ہے۔ لیکن اس کے اطلاقات کو سجھنا ممکن نہیں ہے ، اگر چی عبارت واضح ہے۔

. دوسری قشم رمزحسی کی ہے۔ بیرعام طور پرایک لفظ میں مرموز ہوتا ہے۔ یعنی صوفیہ کرام عالم محسوسات کے کسی ایک لفظ کے ذریعہ اپنے روحانی تجربہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔اس تجربہ کے اظہار میں لفظ اپنے حسی محمول کے لیے تو واضح ہوتا ہے لیکن اس کی تکوین اور اس کے معنی کی گیرائی عام آ دمی کی فہم سے بالاتر بلکہ بسا اوقات خلاف ہوتی ہے۔ مثلاً ابویزید بسطامی فرماتے ہیں:

'جب میں مقام وحدانیت پر پہنچا تو میرے لیے تو حید کے مشاہدہ کا پہلالمحہ تھا۔ میں محض اپنی عقل کے سہارے اس میں دس سال چلتا رہا، حتی کہ میری عقل در ماندہ ہوگئ۔ (پھر مجھے اس ذات کی طرف سے رہنمائی ملی) اور میں پرندہ بن گیا، جس کا جسم احدیت کا تھا اور جس کے یز دیمومت (جیشگی) کے تھے۔'(۲۱)

اس عبارت میں جسم فنا کا استعارہ ہے اور پر بقا کا استعارہ ہے۔ احدیت سے اس ذات کی مکنونیت کی طرف اشارہ ہے اور دیمومت سے مراداس کی تجلیات کا ظہور ہے۔ پرندہ ایک حسی وجود ہے، سالک نے اسپے تجربے کو اس کے ذریعے بیان کیا ہے۔ لیکن سالک نے جس پرندہ کا ذکر کیا ہے، اس کا کوئی وجود نہیں اور حسی پرندہ سے اس کا تعلق نہیں۔ بس سالک اپنے تجربہ کو بیان کرنا چا ہتا ہے، در ماندگی میں اس کی زبان سے پرندہ نکا لے کین وہ کوئی واضح مشابہت اور مثالیت کا حامل نہیں ہے۔ اس لیے اس پرندہ کو دیمومت اور احدیت سے جوڑ کر بتا دیا کہ وہ اڑنے والا پرندہ نہیں، پچھاور ہے۔

بعض صوفیہ نے اس طرح کے تجربات کے اظہار کے لیے پروانہ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ بعض نے چراغ کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ اس طرح تارہ، چاند، باول وغیرہ کے حسی اشارے میں اپنے مشاہدات کا بیان کیا ہے۔صوفیہ کی مرموز گفتگو میں سب سے زیادہ استعمال رمزحسی کا ہے۔

تیسری قسم رمزمجازی ہے۔ صوفیہ کے یہاں اس کی بھی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں۔اس کا مطلب بیہ ہے کہ صوفیہ اپنے جربات کے اظہار کے لیے کوئی ایسالفظ استعال کرتے ہیں جومعروف تو ہولیکن اس کا کوئی حسی وجود نہ ہو، مثلاً بعض صوفیہ راہ سلوک کے بعض مقامات کے اظہار کے لیے لفظ تیہ استعال کرتے ہیں۔ بیا یک طرح سے وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں سالک سفر کا آغاز تو کردیتا ہے کیکن نشان منزل سے ہنوز نا آشنا ہوتا ہے۔

نصوف میں باضابطہ فی تصنیف کا آغاز ہوا تو ان تصنیفات میں صوفیہ کی اس مرموز گفتگو اور اشارات ولطائف کے لیے بھی ایک گوشہ مختص کیا گیا ہے اور جو چیز اب تک خطوط یا ان کی مجلسوں تک محدود تھی، وہ صفحہ قرطاس پر سفر کرنے لگی۔ان مصنفین نے صوفیہ کے ان خطوط اور ملفوظات کوفال کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تشریح بھی کی۔ امام قشیری نے صوفیہ کے ذریعہ استعمال ہونے والے مخصوص الفاظ کو ایک خاص معنی دینے کی کوشش کی۔ انھوں نے تمہید میہ رکھی کہ جس طرح ہرفن کے ماہرین کی کچھ مخصوص اصطلاحات ہیں۔ان کا مقصدا پنے مسلک کی انفرادیت اور نااہلوں سے ان اسرار کی حفاظت ہے۔انھوں نے لکھا ہے:

''یہ بات تو ہم سب کومعلوم ہے کہ ہرفن کے علیا خاص قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جنھیں دوسر نے فن کے علما اس طرح استعمال نہیں کرتے ۔ وہ آپس میں خاص اغراض کی بنا پران الفاظ کے معنی پراتفاق کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیکہ اس طرح مخاطب کو سمجھانے میں آسانی ہوتی ہے۔ یعنی جب بیالفاظ ہو لے جائیں گے توصوفیان کا مفہوم پوری طرح سمجھ لیس گے۔ یہ لوگ آپس میں خاص قسم کے الفاظ اس لیے بھی استعمال کرتے ہیں تا کہ ان کے معانی صرف وہ اجمالاً سمجھیں اور دوسر بے لوگ جو اس طریقے سے اختلاف رکھتے ہیں ان سے وہ معانی ومطالب پوشیدہ رہیں۔ کیوں اس لیے کہ ان کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ ان کے اسرار نا اہلوں میں شائع ہوں ، اس لیے ان الفاظ کے حقائق نہ تو کسی قسم کے تکلف سے جمع کیے گئے ہیں اور نہ کسی تصرف ان الفاظ کے حقائق نہیں جنھیں اللہ تعالی نے پچھلوگوں کے دلوں میں القاکر دیا ہے اور حقائق نہیں جنھیں اللہ تعالی نے پچھلوگوں کے دلوں میں القاکر دیا ہے اور حقائق کی پی چھلوگوں کے اسرار (قلوب) منتی کر لیے ہیں۔ '(۲۲)

زبان کے ساتھ بہت سے مسائل ہیں۔ عام گفتگو میں بھی زبان اپنے منطوق کی پوری غماز نہیں ہوتی، بلکہ منطوق کی بیار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی بات کو سجھنے میں مختلف لوگوں کی مختلف آرا ہوسکتی ہیں اورانسان کے احوال وظروف کے اعتبار سے ایک ہی عبارت ایک سے زائد معنی کی مختمل ہوسکتی ہے۔ قدامہ بن جعفر نے نقد النفر میں ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ'' ظاہر باطن کا مختاج ہوتا ہے اور باطن ظاہر کا مختاج ہوتا ہے، اس لیے ہر باطن کا ظاہر ہی اس کے باطن کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (اور باطن میں تعدد یا درجہ بندی ممکن باطن کا ظاہر ہی اس کے باطن کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (اور باطن میں تعدد یا درجہ بندی ممکن ہائے کہ اگر اندتعالیٰ تمام اشا کی کو ظاہر کردیتا تو تمام انسانوں کا علم مساوی ہوجا تا۔'' (۲۲۳)

زبان جن معنی کے لیے وضع ہوتی ہے، اُن کے لیے بھی پوری طرح نماز نہیں ہوتی تواہیے معانی و مفاہیم جو زبان کی گرفت سے ماورا ہیں، ان کے لیے زبان کمل دلیل اور بیان کیوں کر ہوسکتی ہے۔ اس لیے تصوف کے موضوع پر کھنے والوں نے صوفیہ کے ذریعے استعال کیے گئے الفاظ کی وضاحت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ بیکوشش دوطرح کی ہے۔ ایک توصوفیہ کی مخصوص اصطلاحات کا بیان ہے۔ وہ اصطلاحات عام طور پر فنی مباحث ہیں اور ان کی ایک حد تک

وضاحت ہوسکتی ہے۔ چنانچہالمع فی التصوف اور الرسالة القشیریه میں ایسے متعدد الفاظ کا مصداق متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور امام قشیری نے ان الفاظ کی تشریح سے قبل ایک طویل تمہید لکھی ہے، جس کا تذکرہ او پر آیا ہے۔

دوسری وہ عبارتیں ہیں جن میں کسی تجربہ کا اظہار ہے۔ صوفیہ میں سے بعض نے ان عبارتوں کی وضاحت بھی کرنے کی سعی کی ہے۔ لیکن اس کی کوئی جامع کتاب نہیں ہے، بلکہ کتابوں میں مختلف عبارتوں کی اپنے فروق وفہم کے مطابق وضاحت کی ہے۔ غالباً اس سلسلے کی سب سے پہلی کوشش حضرت جنید بغدادی نے کی تھی۔ انھوں نے ابویزید کے شطحات کی تفسیر لکھی تھی۔ اس کے پچھنمو نے ابو نصر سراج نے المح فی التصوف میں جمع کر دیے ہیں۔ صوفیہ نے ان عبارتوں اور تجربات کی وضاحت کے پچھاصول متعین کیے ہیں۔ صوفیہ کے ان اشارات کے عبارتوں اور تجربات کی وضاحت کے پچھاصول متعین کے ہیں۔ صوفیہ کے ان اشارات کے بارے میں پہلا اصول تو یہ ہے کہ وہی اشارات قابل قبول ہیں جونصوص شرعیہ کے موافق ہوں۔ مثلاً: رویم نے کہا '' کہا گوئی شریعت کے موافق ہوں۔ جوعلم یعنی شریعت کے موافق ہوں) اس لیے کسی صوفی کے وہ تجربات جوشریعت کے خلاف ہوں، وہ قابل قبول نہیں ہوں گے۔

صوفیہ جس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جو حقائق ان پر منکشف ہوتے ہیں، ان میں تعدد بھی ہے اور درجہ بندی بھی ہے۔خود صوفیہ کواس کا ادراک تھا۔ ابوجعفر صیدلانی فرماتے ہیں کہ حقائق کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ حقائق ہیں جوشر یعت کے تابع ہیں ۔ووسری قسم وہ حقائق ہیں جو علم یعنی شریعت کے تابع ہیں ۔ دوسری قسم ان حقائق کی ہے جو جو اسمعلم سے چھلک جاتے ہیں۔ ابو بکر شبلی فرماتے ہیں: زبان تین طرح کی ہوتی ہے؛ اول لسانِ علم ، دوم لسانِ حقیقت اور سوم لسانِ حق ۔لسان علم وہ ہے جو واسطوں سے پہنچی ہے، لسان حقیقت وہ ہے جس کوالند تعالیٰ بغیر واسطہ کے دلول میں اتار تا ہے اور لسان حق کے لیے اس نے کوئی طریقہ نہیں رکھا ہے۔ (۲۵)

صوفی کرام کی مخصوص زبان اوران کے اشارات ورموز کی دنیا بہت وسیع ہے۔اس مخضر مضمون میں اس زبان کی حقیقت کو سیمھنے کی طرف کچھا شارے کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔اس کا وش ناتمام کا حاصل یہ ہے کہ صوفیہ کرام کے روحانی تجربات کی تزکیہ نفس اوراصلاح باطن کے لیے جواہمیت ہے، وہ اپنی جگہ لیکن زبان و بیان کے اندروسعت پیدا کرنے میں بھی ان تجربات اوران کے اظہار نے مؤثر کردارادا کیا ہے۔اگراس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو اس سے زبان اورا ظہارادا کے بہت سے گوشے، نئے مفاہیم کی صورت میں جلوہ گرہول گے۔

حواشي

ا محمد بن عبدالجبارالنفري: المواقف والمخاطبات بتحقيق آربري، مكتبه تثني القاهره ١٩٣٥ ص ٥١

۲_ایضاص۵۱

٣-ايضاص ٥٣

هم_ابضاص ۵۳

۵ اللمع في التصوف بتحقيق ذا كترعبد الحليم محمود اورط عبدالباقي سرور، دارلكتب الحديثه، • ١٩٦٧ بم ١٣٣٠

٢- ابو بكر الكلاباذى:التعرف لمذهب ابل التصوف يتحقيق ذاكرٌ عبد لحليم محمود اورطه عبدالباقي

سرور، دارلکتب الحدیثه، ۱۹۲۰، ص ۸۷

2-اللمع في التصوف بص سها سم

المع في التصوف بص ١٦٣ م

9-التعرف لمذبب إبل التصوف ١٨٩ اردو ١٣٣٧

•ا _المع في التصوف ص١٣ ٣

اا –المع في التصوف ص مهام

رف ل ۱۱ است. الله الله المست

۱۲ –المع في التصوف بص ۱۲ س

۱۳ – المع في التصوف جن ۴ • ۳

سما –المع في التصوف بص ١٣ س

۱۵ – ابوالقاسم القشيري: الرسالة القشيرية تحقيق معروف مصطفى رزيق ، المكتبه العصرية بيروت ٢٠٠١ ص ٥٣

١٧-التعرف لمذبب ابل التصوف ٨٨

ے اے بدالرحمن جامی: نفحات الانس بخفیق محمود عابدی طبع اصفهان ،ص ۲۸

١٨ - المع في التصوف، ٣٥٣

91 ـ دْاكْرْ وْحْي يِنْس: القضا يالنقد به في الشر الصوفي ، دْشْق ٢ • • ٢ ، ص ٩٨

٢٠ ـ المع في التصوف بص ٢١ ٣

٢١ - السهلجي: النورمن كلمات البي طيفور مرتب عبدالرحمن بدوي بشطحات الصوفيه، الكويت طبع دوم ١٩٧٨، ص ١٣٩

۲۲_الرساله، ص ۵۳

٣٣ - قدامه بن جعفر: نقد النثر تحقيق طحسين اورعبدالحميد العيادي طبع قاهره ١٩٣٣، ص ١٨٢

٣٨ - اللمع في التصوف ٢٨٦

۲۵_نفحات الانس م

مافظ ابن جوزی کی صوفیہ پر تنفیدات کالمی جائزہ [تلبیس ابلیس کے آئینے میں]

یوں تو نا قدین صوفیہ کی فہرست طویل ہے کیکن جن کی تنقید ہمہ گیراور جن کی تنقید کے اثر ات بعد کے تمام نا قدین پر نمایاں ہیں ان میں سب سے اہم شخصیت حافظ ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن ابن جوزی منبلی (۵۱۰۔ ۵۹۷ھ) کی ہے۔

ان کی مشہور تالیف تلبیس ابلیس ہے،جس میں انہوں نے اپنی شخفیق کے مطابق پوری اسلامی سوسائٹی کے خلاف ابلیسی سیاست اور اس کی دسیسہ کار پول سے متعلق گفتگو کی ہے اور اس کے دسویں باب میں جو اس کتاب کا سب سے طویل باب ہے،صوفیہ پر شیطانی تلبیسات کا مختلف پہلوؤں سے حائز ہلیا ہے۔

نا قدین اورمنگرین دونوں نے بنیادی حوالے کے طور پر استعال کیا ہے۔ تلبیس اہلیس میں ان کی تنقید ہمہ گیر، پخت اور جذبات کو مشتعل کردینے والی ہے۔ان کی دوسری تنقیدی تحریروں میں تلبیس اہلیس سے اضافی اور امتیازی کوئی نئی بات نہیں۔

تلبيس ابليس _ تعارف وتجزيه

نام وانتشاب

حافظ ابن جوزی کے سواخ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس کتاب کا نام تلبیس ابلیس ہے اور سید ان کی ہی تالیف ہے کیوں کہ خود مؤلف نے اس کتاب کا ذکر اس نام سے اپنی دیگر تصانیف

مثلالمنتظم فی تاریخ الملوک والاً مم(۱)،صیرالخاطر(۲)،صفة الصفوة (۳) میں کیاہے، دوسری بات بیہ ہے کہ انہوں نے خود کلبیس میں بھی اپنی بعض دیگر تصانیف مثلا لمنتظم کا ذکر کیا ہے۔ (باب:۵،الاسم الثامن،التعلیمیة فصل فی ذکر نبذة من مذاہبہم ،ص:۱۰۸)

ایبالگتا ہے کہ ابن جوزی کو اس موضوع پر اس نام سے کتاب لکھنے کا خیال امام غزالی سے آیا کیوں کہ سب سے پہلے اس نام سے اس موضوع پرتصنیف کی بات امام غزالی کے ذہمن میں آئی جس کا ذکر پہلے تو انہوں نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں کیا (م) اور پھر بعد میں انہوں نے منہاج العابدین الی رب العالمین میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے تلبیس میں انہوں کے نام سے کتاب کھی ہے۔ (العقبة الثالثة ،ص: ۱۳۵)

موضوع

کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہی ہے کہ اہلیس ،اللہ کے بندوں کی مختلف جماعتوں پڑنہیں و فریب کے جال ڈال کر کیسےان کو اپنا شکار بنا تا ہے،مؤلف کے بقول تلہیں ہی ہے کہ شیطان باطل کو حق کی صورت میں آ راستہ کر کے پیش کرتا ہے جب کہ غرور و فریب دراصل ایک قسم کی جہالت ہے جس کی وجہ سے انسان غلط کو چے سمجھ بیٹے شاہ ہادراس کی وجہ بیہ و تی ہے کہ شیطان بندے کے قلب میں شبہہ ڈال دیتا ہے۔ (دیکھیں:الباب الرابع فی معنی اتعلیس والغرور، ص:۸۸)

ابواب بندي

اس کتاب میں تیرہ ابواب ہیں جن میں ابتدائی چار ابواب تلبیس اہلیس کے موضوع پر مرض ومقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ پہلے باب میں سنت و جماعت کا وامن مضبوطی سے مقامے رہنے سے متعلق احادیث و آثار اور اقوال اسلاف کو پیش کیا گیا ہے دوسرے باب میں بدعت اور اہل بدعت کی مذمت کی گئ ہے، تیسرے باب میں اہلیسی فتنوں اور شیطانی مکاریوں سے ہوشیار رہنے کی وعوت دی گئ ہے، چوشے باب میں تلبیس وغرور کے مفہوم کی وضاحت کی گئ

یانچویں باب میں عقائد کے حوالے سے تلبیسات اور سوفسطائیہ، وہریہ، نیچر ہی، شوید،

⁽۱)ج:۱۲،۹۵۰:۸۸۲

⁽۲)ص:۳۲۵

⁽۳)ج:۱،ص:۳

⁽٣)ج:٣٦ص:٢٩، بيان تسلط الشيطان بالقلب

فلاسفه، باطنیه، بت پرستوں، مصابیوں مجوسیوں، یہودونصاری، خوارج اورروانض پرتلبیسات کا تذکرہ کیا گیا ہے، چھٹے باب میں محدثین، فقہا، قرا، شعرا، اد با، اہل لغت، قصہ گو اور واعظین پر تلبیسات کا تذکرہ کیا گیا ہے، تلبیسات کا ذکر کیا گیا ہے، تلبیسات کا ذکر کیا گیا ہے، آمھویں باب میں عبادات، طہارت و نجاست، وضو، اذان، نماز، تلاوت، قرآن ، روزہ اور حج میں تلبیسات کو، یوں ہی غازیان وین، واعیان اسلام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں میں تلبیسات کو بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھیں ص: ۹۹۔۱۳۵)

نویں باب میں زاہدوں اور عابدوں پر شیطانی تلبیسات کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے، دسویں باب میں پوری طرح صوفیہ کوموضوع شخن بناتے ہوئے ان کے مختلف معاملات واحوال پر نقد وجرح کی گئی ہے،لیکن اس باب کی ابتدا میں اہل حق صوفیہ کی عظمتوں کا اعتراف کیا گیا ہے۔ تلبیس کا یہی حصہ اور اس جھے میں صوفیہ پر کی گئی ابن جوزی کی تنقیدات کا مطالعہ ہماری تحقیق کا موضوع ہے۔ (دیکھیں: ۱۲۵۔ ۱۲۵)۔

گیار ہویں باب میں کرامات کی راہ سے دین داروں پرتلبیسات کا تذکرہ کیا گیا ہے، بار ہویں باب میں عوام پرتلبیسات کا ذکر ہے اور تیر ہویں باب میں سارے لوگوں پر طول امل کی راہ سے شیطانی مکروفریب کا بیان ہے۔ (دیکھیں: ۳۹۵سے-۳۹۹)۔

غرض وغايت

کتاب کے مقد ہے ہیں تالیف کتاب کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے،اس کا اجمال سے ہے کہ نبی کر یم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث کی برکت سے وہ نور پھیلا کہ صحابۂ کرام نفس و شیطان کے شرو فریب سے محفوظ رہے لیکن جب درسگاہ نبوت کی فیض یا فتہ نسل ختم ہوگئ تو تار کی چھاگئ، ہوا پرسی کی وجہ سے بدعات عام ہوئیں اور لوگ فرقوں میں بٹ گئے، چنا نچے شیطان اپنی فریب کاریوں میں مصروف ہوگیا اور لوگوں کی جہالت کی جہالت کی جہالت کی جگھا کا سویراطلوع ہوجا تا تو وہ ذلیل وخوار ہوجا تا، چنا نچہ میرے ول میں شیطان کی مکاریوں اور اس کی فریب کاریوں کا پر دہ چاک کرنے اور اس کے شرکوواضح کرنے کا خیال پیدا ہوا کیوں کہ شرسے واقف کرانے کا فائدہ بیہ وتا ہے کہ لوگ اس شرسے محفوظ رہتے ہیں۔ (ص:۲۰) کیوں کہ شرسے واقف کرانے کا فائدہ بیہ وتا ہے کہ لوگ اس شرسے محفوظ رہتے ہیں۔ (ص:۲۰)

وقدوضعت هذا الكتاب محذر امن فتنه, و مخو فامن محنه, و كاشفاعن مستوره, و فاضحا له في خفي غروره, و الله المعين بجوده كل صادق في مقصوده _ (ص: ۷)

قدرو قيت

جہاں تک کتاب کی قدرو قیت کی بات ہے تواس میں کوئی شہد نہیں ہے کہ ریا کتاب بندگان حق پر ہونے والی اہلیسی تلبیبات اور شیطانی مکاریوں کے موضوع پرسب سے جامع كتاب ب،مزيد كتاب كابيدس بيكهاس مين موضوع ير تفتلو كاارتكاز ب، چنانچه مباحث كي تکراراور بے جااطناب وتطویل نہیں ہے بلکہ شروع سے لے کر آخر تک مختلف فرقول کے حوالے سے شیطانی تلبیسات پر ہی کلام کیا گیا ہے اور خمنی باتوں کوزیر بحث لانے سے گریز کیا گیا ہے۔ ایک اورخوبی یہ بھی ہے کہ اس میں بدعتی جماعتوں کے ردیر احادیث وآثار کی روشنی میں قابل قدر موادموجود ہے، یوں ہی ہمیں اس اعتراف میں بھی کوئی باک نہیں کہ انہوں نے کلیاتی طور پرجن شیطانی تلبیسات کا ذکر کیا ہےان میں کافی حد تک سچائی اور واقعیت کے عناصر بھی موجود ہیں بیا لگ بات ہے کہ ان کلیات کے انظبا قات اور جزئیاتی تمثیلات میں ان سے بہت زیادہ خطائیں ہوئی ہیں اوران تلبیات کےمطالع سے اہل سنت کی مختلف جماعتیں مثلا محدثین، فقہا، منظمین اور صوفیہ خذما صفااور دع ما کدر کے اصول بر ممل کرتے ہوئے اپنے اپنے احتساب کاعمل انجام دے سکتی ہیں۔ کتاب کی اسی قدر و قیمت کی وجہ سے ہر زمانے میں علا کی مختلف جماعتوں نے اس کتاب سے نہ صرف میر کہ استفادہ کیا بلکہ اپنے بعض تحفظات کے ساتھ کتاب کی قدر وقیمت کا اعتراف کیااوراس کی افادیت کے پیش نظر ہی حافظ ابن حجرعسقلانی نے مختصر تلبیس اہلیس کے نام ہے اُس کی ایک تلخیص بھی تیار کی ۔ (دیکھیں بُظم العقیان فی اعیان الاعیان ،سیوطی) كتاب كے نقائص

جہاں تک کتاب کے سلبی گوشوں کی بات ہے تو محققین نے اس پر بھی گفتگو کی ہے، اگر متمام ابواب کو پیش نظر رکھ کر کتاب کے سلبی پہلوؤں پر بحث کی جائے تو ہر ہر باب کے حوالے سے تفصیلی تنقید سامنے آسکتی ہے، صوفیہ کے حوالے سے ان کی تنقیدات کی کمزور بوں کو ہم آئندہ صفحات میں مستقل عنوان کے تحت بیان کریں گے، سردست ہم یہاں پر صرف کتاب کے عمومی سلبی زاو یوں کو بنیا دی وکات کی شکل میں پیش کرتے ہیں:

ا ۔ مختلف فنون سے تعلق رکھنے والے اہل علم مثلا محدثین ، فقہا ، متکلمین اور صوفیہ کے ساتھ شدت کاروبیا پنایا گیاہے ، اس رویے کو کتاب میں جا بجامحسوں کیا جاسکتا ہے۔

شدت کارو میا پنایا گیاہے،اس رویے کو کتاب میں جاٰبجامحسوس کیا جاسکتا ہے۔ ۲۔ دوسروں کی کتابوں سے اقوال واعمال اور آ رانقل کرتے وفت تحقیق نہیں کی گئ ہے بلکہ مراجع پرآئکھ بند کرکے اعتاد کر لیا گیاہے،اس ظاھرے کوخصوصا ابن عقیل سے نقل کروہ باتوں کے خمن میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ سالل سنت کی مختلف جماعتوں کے آ رااورا قوال وافعال کوشیطانی تلبیسات قرار دیئے میں مؤلف کو بہت زیادہ غلط فہمیاں اور اوہام ہیں جس طرح ان کو احادیث پروضع کا حکم لگاتے وقت بہت زیادہ اوہام ہیں۔

یہ چند بنیادی اور اجمالی سلبی پہلو ہیں جنہیں یہاں نکات کی شکل میں پیش کردیا ہے اور خاص بات سے ہے کہ ان سلبی پہلو ول کوان محققین نے بھی ذکر کیا ہے جو صوفیہ پر تنقیدی شدت کی وجہ سے اس کتاب کی بڑی یذیرائی کرتے ہیں اور مؤلف کی بڑی مدح سرائی کرتے ہیں۔

تلبيس ابليس كاال تصوف ناقدين

چوں کہ انہوں نے متعدد ادیان وفرق، لوگوں کے مختلف طبقات اور علما کی بہت می جماعتوں کو شیطانی تلبیسات میں گرفتار قرار دیتے ہوئے ان پر تنقید کی ہے اس لیے بالعموم علما کی جماعتوں نے ان کی اس کتاب کے ہر ہر حرف کو بھی قبول نہیں کیا بلکہ ان سے بید سن ظن رکھتے ہوئے کہ انہوں نے جن جماعتوں پر تنقید کی ہے اس کا مقصود اصلاح ہی ہوگا کتاب ہے جموع طور پر اتفاق کیا اور ساتھ ہی کتاب کے نقائص پر گفتگو کی اور مختلف جماعتوں کی طرف مختلف عقا کد، اقوال، افعال اور آرا کے انتساب اور ان کی فہم میں مؤلف سے جوخطا ئیں ہوئی تھیں ان کو بھی واضح کیا، کیان صوفیہ پر ان کی خصوصی نواز شات رہیں اور کتاب کا نصف سے زائد حصہ صوفیہ پر شیطانی تلبیسات کے بیان اور ان پر نقد وجرح میں صرف کیا، اب گفتگو چوں کہ سب سے زیادہ صوفیہ سے متاب پر نقد و صوفیہ سے سے نیادہ خطا غیں بھی صوفیہ کے حق میں ہی صوفیہ سے ہی متعلق تھی اس لیے مؤلف سے سب سے زیادہ خطا غیں بھی صوفیہ کے حق میں ہی صوفیہ سے کہا دیا ور کتاب کیا علمی کمزور یوں کو واضح کیا۔

اہل تصوف علما جنہوں نے ابن جوزی کا جزوی یا کلی طور پرردکیا ہے ان میں سے چند کے اساورج ذیل ہیں:

ا ـ علامه عزالدين بن عبدالسلام مقدى (وفات: ١٤٨هـ)

انهول فقليس الميس نامى كتاب كسى اورلبيس الميس پران فقول ميس اپنار يمارك ديا: فانى لما اطلعت على كتاب "تلبيس ابليس" رأيته بئس الجليس، قائد يشتمل على تنقيص أولياء الله و القدح فى علو مراتبهم و زكى مناصبهم واتهام أن الشيطان تسلط عليهم تسلطا غواء واضلالا والله تعالى يقول: ان عبادى ليس لك عليهم سلطان (ص: ١٠)

جب میں تلبیس اہلیس کا مطالعہ کیا تو اسے بدترین ساتھی پایا۔ااس کے اندرولیاءاللہ کی تنقیص شان کی گئی ہے۔ ان کے مراتب بلند پر جرح کیا گیا ہے اور ان کے مقامات رفیع کا انکار کیا گیا ہے۔ساتھ ہی ان پر بیۃ ہمت لگائی گئی ہے کہ شیطان ان پر مسلط ہوکر، اس نے ان کو گمراہ وبددین کردیا۔حالال کہ اللہ تعالی فرما تا ہے کہ ہمارے خاص بندول پر شیطان کا زورسرے سے چاتا ہی نہیں۔

٢_عبدالله بن اسعد يافعي (١٩٨ ـ ٢٨ ٧ هـ)

انہوں نے اپنی کتاب روض الریاضین کے خاتے میں 'الفصل الاول فی الجو اب عن الکار وقع من بعض الفقهاء المصنفین علی الفقر اء'' کے عنوان سے ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس میں انہوں نے خاص طور سے ابن جوزی کا نام لیا ہے اور صوفیہ پر ان کے بعض اعتراضات ذکر کر کے جوابات دیے ہیں۔(ا) یوں ہی انہوں نے اپنی کتاب نشر المحاسن الغالية فی فضل المشائخ الصوفیة أصحاب المقامات العالیة میں بھی تلبیس المیس پر تنقید کی ہے۔ فضل المشائخ الصوفیة أصحاب المقامات العالیة میں بھی تلبیس المیس پر تنقید کی ہے۔ (دیکھیں: مقدمہ تحقیق تلبیس المیس، وُ اکر احمد بن عثمان المرزید، ص: ۱۵۸)

٣ عبدالرحن ثعالبي جزائري مالكي (٨٧ ـ ٨٧ ـ ٨٥ هـ)

مشہور ماکمی فقیہ مفسر و پینکلم شیخ عبدالرحمن ثعالبی جزائری نے اپنی کتاب ریاض الصالحین و تحفة المعتقین میں ابن جوزی کی جانب تلبیس البیس کے انتساب میں اپنے شک کا اظہار کیا اور اس میں واردصوفیہ پر تنقیدات کا اجمالی طور پر رداکھا۔

جزائری لکھتے ہیں: میرے علم میں ایک کتاب آئی ہے جس کا نام اس کے مؤلف نے تلبیس اہلیس رکھا ہے، اس میں پہلے تو مؤلف نے تختلف قسم کی گفتگو کی پھر ان کبار علما پر نکتہ چینی کرنے لگے جوعلم ظاہر و باطن کے جامع ہیں، چنا نچہ انہوں نے غزالی، بحاسی اور ابوالقاہم قشری پر نکتہ چینی کی، حافظ ابو نعیم اور ان کی کتاب حلیۃ الاولیا پر طعن کیا، ابوعبد الرحمن سلمی پر طعن کیا۔ ان حمیدی شخصیات پرجن کے علم وضل پر سب کا انفاق ہے، صاحب تلبیس کا طعن نا قابل قبول ہے، جیسی شخصیات پرجن کے علم فضل پر سب کا انفاق ہے، صاحب تلبیس کا طعن نا قابل قبول ہے، حمیدی شخصیات پرجن کے علم میں عبر نی خاتم علمائے افریقہ (قاضی تونس اور خطیب جامع زیتونہ، متوفی ۱۵ میں غور وفکر کیا تو اس کتاب کو اپنے متاب کیا گھیس کی جانب کو گھیس کی ہیں ہے ہیں ہے ہیں ہے کہا گئی ہے) اور پھروہ کتاب و ہیں پڑی رہی کہی نے اس کی جانب کوئی النفات نہیں کیا۔

اس کتاب کی نسبت کا تب نے (این)جوزی کی جانب کی ہے،ان شاءاللدیدوہ جوزی نہیں ہوں گے جو''المور دالعذب فی المو اعظ و الخطب'' کے مؤلف ہیں اور جنہوں نے وعظ اور حکایات صالحین کے موضوع پر متعدد کتابیں کھی ہیں،اس کتاب کی نسبت ان کی جانب ہر گزنہیں کی جاسکتی بلکہ بیکتاب توان کی شخصیت سے متناقض ہے؛ کیوں کہ جن عالی مراتب اولیا کے تذکر ہے ے اس شخص نے اپنی کتب ومواعظ کومزین کیا ہے انہیں اولیا کا اس نے اپنی تلبیس میں زبرد تی رد کھا ہے۔ میں نے جب اس شخص کے کلام میں غور کیا تومعلوم ہوا کہ اس کا کلام ظاہر بیفر نے کے طریقے پر ہے جھے یقین ہو گیا کہ پی تخص ظاہر بیفر نے ستعلق رکھتا ہے اوراس شخص کو تصوف کا کوئی ذوق نہیں ہے،اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم کو اور اس کے مؤلف کو معاف فرمائے،ہم کو اور آپ کواپنے اولیا کی عنیب جوئی سے محفوظ رکھے۔اگر بندے کو وہ روحانی فتوحات حاصل نہ ہوں جو اللہ نے اپنے ان نیک بندول کوعطا کیے ہیں تو کم از کم ان کے بارے میں حسن اعتقادر کھے اور جن ربانی علوم ومعارف کا وہ تذکرہ کرتے ہیں ان کی تصدیق کرےا ورانہیں تسلیم کرے، چنانچے مذکورہ بالا کتاب سے بہرصورت دورر ہیں،میرے یاس بعض طلبہ نے جب بیرکتاب دیکھی تو میں نے ان کواس کتاب سے دورر ہنے کی تلقین کی اور ان کواس کتا ب کی وجہ سے آنے والی فوری مصیبت سے ڈرایا ، کیوں کہ ایک رات یا ایسے ہی کچھوفت گزراہوگا کہ صاحب تلبیس پر مصیبت اتری اوران کوقید خانے میں ڈال ویا گیااورانہوں نے ایسی مشقت اٹھائی کہ پوری زندگی میں ایسی مشقت نہیں اٹھائی تھی۔ (دیکھیں: مخطوطه كتاب، اورمقدمة مشيخة ابن الجوزي، ص: ٢٥٠٢٢)

٧١مام احمدزروق فاسي (٢٨٨ -٨٩٩هـ)

انہوں نے اپنی کتاب قواعدالتصوف میں ایک مقام پراصولی گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ دین کی حفاظت لوگوں کی عزتوں کی حفاظت پر مقدم ہے اور اسی بنا پر حدیث پر جرح و تعدیل ، گواہی ، حکم شریعت کے نفاذیا جن احکام میں دوام مقصود ہوتا ہے ان کوواقع کرنے کے لیے ، فریاد رسی کے لیاورلوگوں کوا پیے مقامات سے بچانے کے لیے جہاں کسی کے مقام ومر ہے سے دھو کہ کھا کر غلط باتوں کی بیروی کا امکان ہوا ہے تمام اغراض و مقاصد کے لیے عیوب ظاہر کرنا جائز ہے ، اورشا پداسی لیے ابن جوزی نے صوفیہ پر تنقید کی لیکن طعن و تشنیع میں حدسے گزرجانا کسی اور چیز کی غمازی کرتا ہے ، اسی وجہ سے محققین نے ان کی کتاب تلبیس کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، ورنہ ان کی کتاب تلبیس ابلیس کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، ورنہ ان کی کتاب تلبیس المجس سے آگاہ کرانے والی اور سے گریز کی غرض سے گرہی کی را ہوں سے آگاہ کرانے والی اور سنت کی جانب رہنمائی کرانے والی سب سے نفع بخش کتاب ہے۔ (قاعدہ: ۲۱۲)

نام البیس البیس کالیا ہے، لکھتے ہیں: حذر الناصحون من تلبیس ابن الجوزی (قاعدہ: ۲۱۵)
یہاں امام زروق کی لطافت تعبیر ملاحظہ کریں کہ انہوں نے تلبیس اہلیس کا ذکراس طرح
کیا ہے کہ کتاب کا نام بھی آگیا ہے اور کتاب کے اندر موجود جس نقص کی بنا پر ناصحین نے اس
کتاب کے مطالعے سے منع کیا ہے اس کی جانب بھی اشارہ ہوگیا ہے۔

ان دونوں مقامات کے علاوہ اور بھی مقامات پرانہوں نے تکبیس اہلیس کے حوالے سے ابن جوزی کا تنقیدی طور پرذکر کیا ہے

۵-امام عبدالوباب شعرانی (۸۹۸-۱۹۷۵)

انہوں نے اپنی کتاب اعتر اضات ابن الجوزی علی حجة الاسلام الغز الی میں امام غزالی کا بالخصوص اور دیگر صوفیہ کا بالعموم دفاع کیا، اس کتاب کا ایک نسخه مکتبہ ولی الدین آفندی میں کتاب نمبر ۱۲۸۴ کے تحت محفوظ ہے، یہ آٹھ صفحات کا رسالہ ہے جس کی کتابت ۱۹۸۹ ھ میں ہوئی ہے: موئی ہے:

فهذه كلمات اعترضها ابن الجوزى على الغز الى وغير همن الصوفية في كتابه تلبيس ابليس_

یے کلمات امام غزالی اور دیگر صوفیہ پر ابن جوزی کے اعتراضات سے متعلق ہیں۔(۱) ۲۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۹۔۱۰۵۲ھ)

انہوں نے اپنی کتاب مرج البحرین میں امام زروق کے بعض قواعد کی شرح کرتے ہوئے کتاب کی افادیت کے اعتراف کے ساتھ امام زروق سے متی جاتی تقید کی ہے، ان کی گفتگو کا ضلاصہ یہ ہے کہ ابن جوزی نے صوفیہ پر جو تنقید کی ہے اس کا مقصود سد ذرائع ہے، اس کی دلیل ہے ہے کہ تقید کے باوجود انہوں نے اپنی کتابول میں صوفیہ کے واقعات و حکایات اور ان کے اقوال وافعال کو مقام مدح میں ذکر کہا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے۔ رہا انگ بات ہے کہ ان کی تنقیدات میں اسلوب کی شدت اور لب و لبجے کی کرفتگی اس بات کا بتادیا ہے۔ رہا انگ بات ہے کہ ان کا اختلاف صرف نفظی نہیں بلکہ معنوی ہے، اس لیے حققین نے اس کتاب اور اس طرح کی دوسری کتابوں کے مطالع سے منع کیا ہے۔ تاکہ قاری ان کتابوں کے مطالع سے منع کیا ہے۔ تاکہ قاری ان کتابوں کا مطالعہ کر کے مشائخ اور صاحبان احوال سے بدگمانی کا شکار ہونے اور ان کی تنقیص کی آفت میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہے۔ (مرج البحرین، وسل: ۱۳ متاب قاعدہ: ۱۵ ملخصاً)

⁽١) ديكيمين: نوادرالمخطوطات العربية في تركيا، رمضان ششن، ج:٥٦١، ١٥٨، بحواله مقدمة تحقيق تلبيس الميس م ١٥٨٠

ودرنظرانساف آن کتاب درمعرفت مداخل شیطان وحیم مادهٔ بدعت و جہالت بے نظیر است،غیر آنکه خثونت الفاظ وتشرید انکار وتغلیظ طعن نشنیع وی موش ومشوش است ـ (مرج البحرین، وصل: ۱۳، قاعده: ۱۵)

نگاہ انصاف سے دیکھیں تو یہ کتاب شیطان کی چالوں کو بیجھنے اور بدعت و جہالت کا قلعہ فی محمد کی مسلوب کی مختل کے اندرالفاظ کی سختی ، اسلوب کی شدت اور طعن و تشنیع میں حدت ، بہت زیادہ وحشت ناک اور بے کیف ہے۔

ابن جوزی کے اصولی اعتراضات

تکبیں اہلیس کے باب دہم کے مقدمے سے درج ذیل اصولی اعتراضات سامنے آتے ہیں: ایصوف ابتدا میں زہر کلی کا نام تھا بعد میں تصوف کی جانب منسوب افراد نے رقص وساع کی احازت دے دی۔ (ص:۱۵۲)

۲۔حضرت جنبید بغدادی اور حضرت رویم ہے منقول ہے کہ برے اخلاق سے نکلنے اور اچھے اخلاق میں داخل ہونے کا نام تصوف ہے، نیز بیر کہ ساری مخلوق تو رسوم پرستی میں گئی رہی اور گروہ صوفیہ حقائق کی تلاش میں سرگرداں رہا،سب نے اپنے نفس سے ظاہر شرع کی درتی جاہی کیکن اس نے اپنے نَفْس ہے حقیقت تقویٰ اور مداومت صدق کا مطالبہ کیا۔اواکل صوفیہ کا یہی حال تھاالبتہ بعد میں شیطان نے چند چیزوں میں ان پر تلبیس کی یہاں تک کمتاخرین پراس نے پوراغلبرحاصل کرلیا۔ (ص: ۱۵۸) سلەمتىقد مىن صوفىيە كتاب وسنت پراعتمادكىيا كرتے تھے، بعد میں كمعلمي كےسبب شبيطان نے انہیں وام فریب میں گرفتار کرلیا، جنید بغدادی سے منقول ہے کہ ہمارا بیلم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہےاور جوقر آن وحدیث اور فقہ کاعلم نہ رکھتا ہواس کی اقتد اُنہیں کی جائے گی۔ (ص: ١٩٢) ہم لِعض مشائخ سے جوغلطیاں صادر ہوئی ہیں اگر واقعی صحیح ہیں تو ہم ان کاردکریں گے ورنہ ہم ایسے قول سے دورر ہنے کی تا کید کرتے ہیں، باقی رہے وہ لوگ جوصوفیہ میں سے نہیں ہیں بلکهان کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں توان کی غلطیاں بکثرت ہیں۔(ص: ۱۶۳) ۵۔اللّہ گواہ ہے کہ ہمارامقصود صرف شریعت مطہرہ کو پاک کرنا اوراس کی خاطرِ لوگوں کو غیرت دلا نااورعلمی امانت ادا کرنا ہے۔اورعلما ہمیشہ سے غلطی کرنے والوں کی غلطیاں واضح کرتے رہے ہیں، اس سے ان کا مقصود حق واضح کرنا ہوتا تھا نہ کہ سی کے عیب کا اظہار۔۔۔ کیوں کہ اطاعت صرف احکام شریعت کی ہوتی ہے لوگوں کی نہیں، بسااوقات اولیاء اللہ ہے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اوران کا مقام ومرتبہان کی لغزشوں کے اظہار سے مانغ نہیں۔(ایضا)

فہم تصوف کے چنداصول ومقدمات

ابن جوزی کی صوفیہ پر کی گئی تنقیدات میں اساسی واصولی کمزوریوں کے تجزیے سے پہلے ان اصولی مقد مات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔اگر یہ اصولی مقد مات پیش نظر ہوں توصوفیہ کے اعتقادات و آرااوران کے اقوال وافعال کے محامل ومعانی اور گہر ہے اسرار ورموز تک بآسانی رسائی ہوسکے گی اور ابن جوزی کی تنقیدات میں پائی جانے والی بنیا دی کمزوریاں خود بخو دواضح ہو جائیں گی ، وہ مقد مات درج ذیل ہیں:

(1) صوفیهٔ کرام کااس بات پراجماع ہے کہ وہ علما جن کا اختلاف رحمت ہے وہ ایسے علما ہیں جو کتاب اللہ کومضبوطی سے پکڑ کر اللہ کے رسول ضلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی نیوری کوشش میں لگے ہوئے ہیں اورا تباعِ رسول کی اس مہم میں وہ صحابۂ کرام کے نقوشِ قدم کواپنے لیے رہنما تصورکرتے ہیں _ان صفات کےمصداق تین گروہ ہیں: (۱)محدثین(۲)فقہا(۳)صوفیہ_ محدثین نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث جو اساسِ دین ہیں ،کی حفاظت کا کام انجام دیا، اس طرح وہ دین کے محافظ کہلائے۔فقہانے محدثین کاعلم رکھنے کے ساتھ،ان احادیث کی فہم حاصل کر کے عقائد،احکام وحدود کے استنباط کی خدمت انجام دی،اس طرح وہ دین کے حاکم وامیر مظہرے اور رہے صوفیہ تو وہ لفظ و معنیٰ دونوں کحاظ سے ان دونوں گروہوں کے ساتھ ہیں۔لہذا جوصوفی احکام شرع اور حدودِ دین کاعلم نہ رکھتا ہواس کے لیے ان محدثین وفقہا کی جانب رجوع ضروری ہے،لیکن صوفیہ کا امتیازیہ ہے کہ محدثین وفقہا کےعلوم کے ساتھ ان کوعکم احوال ومقامات بھی حاصل ہے۔جس طرح ظاہر کومحاس سے آ راستہ کرنے اور معائب سے پاک کرنے کاعلم دوسرول کو حاصل ہے، اسی طرح قلب وباطن کو فضائل سے منور کرنے اور رذائل سے ستھرا بنانے کافن صوفیہ کو حاصل ہے، اس طرح بیصوفیہ دین کے اعوان و انصار بن کرسامنے آئے۔(۱) اور اس فن سے کسی کوفر ارنہیں جس طرح صوفیہ کوفقہ وحدیث وعقیدہ ہے دوری کی گنجائش نہیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و ذر و ا ظاهو الاثم و باطناہ لے ظاہری اور باطنی دونول گناه ترک کردو_(انعام:۱۲۰)

(٢) صوفيه يرعلادرج ذيل اسباب كى بنايرا تكاركرتي بين:

الف_ چوں کہ علما کی نگاہوں میں ان کا کمال وعلوشان اور صفا ہے حال ہوتا ہے اس لیے جب وہ صوفیہ کورخصت پر عامل ، خلاف ادب کا مرتکب اور کسی بھی امر دین میں ذرا بھی متسابل پاتے ہیں، یاان سے کسی قسم کی خطا کا صدور ہوجا تا ہے تو وہ ان پرا نکار میں جلدی کرتے ہیں، اس لیے کہ صاف ستھرے انسان کے اندرادنی عیب بھی جلدی ظاہر ہوجا تا ہے، اور جب تک اللہ تعالی کسی کواپٹی عصمت وحفاظت میں نہ رکھے کوئی بھی عیب سے یا کنہیں رہ سکتا۔

ب۔ چوں کہ اس جماعت کے علوم میں وہ دفت اور اشارات میں وہ لطافت ہے جو ہر شخص کے لیے قابل فہم نہیں اس لیے وہ اٹکار میں جلد بازی کرجاتے ہیں ، کیوں کہ جس چیز کا انسان کوعلم نہیں ہوتا وہ اس کا اٹکار کر ہی بیٹھتا ہے۔

۔ ج۔مدعیان تصوف وطریقت کی کثرت اوراس کی آٹر میں اغراض کی تکمیل کرنے والوں کی کثرت۔

و۔ چوں کہ صوفیہ کے بیہاں خاص اہتمام علم باطن کا ہوتا ہے تو کہیں عوام ظاہر شریعت کی بیروی کیے بغیرعلم باطن کی تحصیل کی کوشٹس میں گمراہ نہ ہوجائے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ پیش بھی آیا ہے۔ ھے۔ بغض وحسد اورکس کی عظمت کے اعتراف کے جذبے کا فقد ان۔

ابتدا کے چارجذبات میں سے کسی بھی جذبے سے انکار کرنے والے معذور و ماجور ہیں جب کہ آخری سبب کی بنا پر انکار کرنے والا معذور نہیں بلکہ محروم اور گھائے میں ہے اور ہلاکت کی کھائی میں گرنے والا ہے۔ (شیخ زروق ، قواعد التصوف ، قاعد ہ: ۲۱۵)

(۳) صوفیہ نے دومیں جو کتا ہیں کھی گئی ہیں ،اگر چہان کے نقصا نات بہت ہیں کیکن ان کا ایک فائدہ یہ ہے کہانسان ان کتابوں کے مطالع سے شیطانی راہوں ،نفسانی گھاٹیوں اور غلطی کے مقامات سے اجتناب کرسکتا ہے ،کیکن ایسی کتب سے استفاد ہے کی تین شرطیں ہیں :

الف۔ تنقید کرنے والے کے ساتھ حسن ظن رکھے کہ انہوں نے اپنے اجتہا د سے اچھی نیت رکھی ہوگی اور ان کامقصود فتنے کا سد باب رہا ہوگا اور اسلوب کی کرخنگی بطور مبالغہ ہے جبیسا کہ ابن جوزی کے یہاں پایا جاتا ہے۔

ب۔صوفیہ نے حوالے سے حسن طن رکھتے ہوئے جن باتوں کی بنا پرصوفیہ پرطعن ہوتا ہوتوان کے بارے میں یہ یقین رکھے کہ ان مطاعن کی نسبت ان حضرات کی جانب غلط ہے یا ان کی صحیح تاویل کرے، یا ان کو غلبۂ حال پر محمول کرے یا ان کے علاوہ کوئی اچھا کپہلو تلاش کرے،اس لیے کہ ولی معصوم نہیں ہوتا،اس سے بھی زلات وہفوات کا صدور ہوتا ہے۔

ج۔ جو باتیں قابل اُعتراض ہوں ان کوخود تک محدود رکھے بلکہ ان باتوں سےخود اپنے لیے عبرت ونصیحت حاصل کرے، دوسرے جوسالکین راہ نہ ہوں ان سے نہ بتائے کیوں کی ان باتوں کی بنا پرصوفیہ سے بدگمان ہونے کا امکان ہے۔ (۳) کتاب وسنت کے عمومی مواعظ واحکام سے کوئی شخص بھی بغیر کسی رہنما کے استفادہ کرسکتا ہے لیکن اگر کتاب وسنت کی تفقہ مطلوب ہے تواسے کسی رہنما کی نگرانی حاصل کرنی ہوگی، ورخه انسان یضِلُ بِه کَوْئِیوَ البقرہ: ۲۷)(ا) کے زمرے میں آسکتا ہے اور امام سفیان بن عیدینہ کے قول: الحدیث مِصَلَةً إِلَّا لِلْفُقَهَاءِ (۲) کے مطابق اسے گرہی ہاتھ آسکتی ہے بلکہ کسی فقیہ کی گرانی کے بغیر فقہ وفتاوی کی کتابیں بھی گرہی کا ذریعہ ہوسکتی ہیں چنانچہ جب قرآن وسنت اور کتب فقہ و فتاوی کے مطابع کے ضروری اصول سے ناوا قف عام انسان خود سے بغیر کسی رہنما کے استفادہ کرنا چاہتا ہے قوہ ہو دوخود گراہیوں کے دلدل میں چنس جاتا ہے۔

اسی طرح تصوف اور کتب صوفیہ کی صحیح معرفت کے لیے مشائخ صوفیہ کی رہنمائی اوران کی صحبت بے حدضروری ہے لیکن بیزوانے کی ستم ظریفی ہی کہی جائے گی کہ فہم نصوف اور نقد نصوف کے لیے تصوف کی کتابوں کے مطالعے کوہی کافی سمجھ لیا گیا اور مشائخ کی رہنمائی اوران کی صحبت کو درخوراعتنانہیں سمجھا گیا۔

اس کا نقصان یہ ہوا کہ حامیان تصوف بھی دین وشریعت سے دور اور جادہ مستقیم سے منحرف ہوئے اور منکرین تصوف نے تو اپنی کی فہمیوں اور بد کمانیوں کی بنا پراسے دین و مذہب سے خارج ہی قرار دے دیا اور تصوف کی جانب تہتوں کا ایک طومار باندھ دیا۔ اس ضرورت کی جانب متنبہ کرتے ہوئے شخ الشیوخ شہاب الدین سہر وردی کے پیر و مرشد شخ ابوالنجیب ضیاء الدین سہروردی (سام ۲۵ ھے) آ داب المریدین میں فرماتے ہیں:

ثم إن كل من أشكل عليه شيء من العلوم الثلاثة فعليه أن يرجع فيه إلى أثمتها, فمن أشكل عليه شيء من علوم الحديث و معر فة الرجال يرجع فيه إلى أثمة الحديث لا إلى الفقهاء ومن أشكل عليه شيء من علوم الأحوال والرياضات إلى أئمة الفقهاء, ومن أشكل عليه شيء من علوم الأحوال والرياضات و دقائق الورع و مقامات المتوكلين يرجع فيه إلى أئمة الصوفية لا إلى غيرهم, فمن فعل غير ذلك فقد أخطأ الطريق وسلك المضيق.

اگرکسی شخص کو مذکورہ بالا تنیوں علوم (حدیث، فقہ اور نصوف) کے کسی مسئلے میں کوئی

⁽۱) اسی قر آن سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

⁽۲) حدیث فقها کےعلاوہ دوسروں کے لیے گمراہ کن بھی ہوسکتی ہے۔الفتاوی الحدیثیہ ،مطلب فی فضل الفقہ علیٰ غیرہ

اشکال در پیش ہوتو اس پر لازم ہے کہ وہ ان علوم کے ائمہ کی جانب رجوع کرے، چنانچیا گرکوئی علوم حدیث اور رجال حدیث کی معرفت ہے متعلق کسی مسلے میں الجھ جائے تو اس کو ائمہ حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے فقہا کی طرف نہیں، جو شخص کسی فقہی بار کی میں پھنس جائے تو اس کو فقہا کی بارگاہ سے تعلق قائم کرنا چاہیے اور جس پر علوم احوال، علوم ریاضت، وقائق ورع اور مقامات متوکلین سے متعلق کوئی مسلم جل نہ ہوتو اس کو ائمہ صوفیہ کے در پر دستک وین چاہیے کسی اور کے در پر انہیں، جودوسری راہ اختیار کرے گا وہ جھٹک جائے گا اور اپنے آپ کوئی و دشواری کی راہ پر ڈال دے گا۔ (آ داب المریدین، فصل: الکلام علی فروع الدین واحکامہ میں۔ ۱۹)

(۵) فقہ ظاہر کے ساتھ بینوش قسمتی رہی کہ اصول فقہ کے نام سے اس کے ثابت شدہ اصول مدون ہو گئے، چنانچہ ایک فقیہ جب قر آن وسنت کا مطالعہ کرتا ہے تو تفقہ کے پچھ اصول وضوابط اس کے پیش نظر ہوتے ہیں، وہ مانتا ہے کہ قر آن وسنت کے نصوص عام بھی ہیں اور خاص بھی ،اس میں اس میں اور امثال وحکم وغیرہ بھی ،اس میں مواعظ وقصص بھی ہیں اور امثال وحکم وغیرہ بھی، چنانچہ وہ قر آن وسنت کے مطالع کے وقت اصول فقہ کو مدنظر رکھتا ہے۔

یوں ہی جب وہ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے یا اس کے حسن وعیب پر کلام کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں پچھا حکام رانچ ہیں تو پچھمر جوح ، پچھ ظاہر الروایۃ تو پچھنا در الروایۃ ، پچھفتی بہتو پچھاس کے برعکس ، یوں ہی جن کتب فقہ میں سیمسائل درج ہوتے ہیں ، وہ ان کتابوں اور ان کے مولفین کے درجات کوجانتا ہے اور اس طرح کے بہت سے اصول اس کے سامنے ہوتے ہیں جن کی روثنی میں وہ اپنا مقصود حاصل کرتا ہے۔

اس کے برخلاف فقہ باطن کے ساتھ معاملہ بیر ہاکہ فقہائے باطن اپنے اصول کی روشنی میں تزکیہ فنس اور اصلاح وارشاد میں لگے رہے اور خود کو ممل (Practice) سے زیادہ جوڑ کر رکھا، جس کا نتیجہ بیہ ہواکہ ان کے اصول کو کسی ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا، بیا لگ بات ہے کہ وہ اصول متفرق طور پر کتب تصوف میں موجود رہے، لیکن اس اعتراف کے ساتھ کہ نظری اور عملی دونوں طرح کے تصوف کی مطابق کی محبت ناگزیر ہے، فہم تصوف اور مباحث تصوف پر نفذ ونظر کے لیے آئے کا مل کی صحبت ناگزیر ہے، فہم تصوف اور مباحث تصوف پر نفذ ونظر کے لیے ان بکھرے ہوئے اصولوں کا علم بھی ضروری ہے جن سے مجمح فہم حاصل ہو سکے تا کہ کسی شنج کے لیے ان بکھرے ہوئے اصولوں کا علم بھی ضروری ہے جن سے مجمح فہم حاصل ہو سکے تا کہ کسی شنج کے لیے ان بکھر نے بورف کا مطالعہ کرنے والے غلط رخ پر نہ چلے جا نمیں۔

ویسے بھی پیتجربہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی مشائخ کی صحبتوں کے بعد فن تصوف کی صحیح فنہم حاصل کر کے اور صوفیہ کے احوال ومقامات کی کم از کم نظری معرفت حاصل کر کے اصلاح احوال کی غرض ہے تصوف پر کلام کیا یاعلی الاقل فہم تصوف کے اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے اس پر نقتر وجرح کیاان کی تنقید میں اعتدال رہااور جماعت صوفیہ کوان کی تنقیدات سے بہت فائدہ پہنچا۔ ایسے لوگوں میں ایک نمایاں نام امام غزالی کا ہے جونہ صرف صوفی تھے بلکہ تصوف میں داخل ہونے والےنظری عملی انحرافات کے بہت بڑے نا قد بھی تھے اوران کی تنقیدات سے

جماعت صوفيه كوبرا فائده پهنچا_

چنانچداحیاءالعلوم جہاں صوفیہ کاعملی دستور ہے، وہیں منحرف تصوف پر تنقیدات کا ایک شاہ کاربھی ہے۔ فہم اصول کی اسی ضرورت کی صراحت کرتے ہوئے صاحب آ واب المریدین فرماتے ہیں:

ولايصح لاحدان يسلك طريق الصوفية حتى يعلم عقائدهم وأدابهم في ظاهرهم وباطنهم واصطلاحاتهم في كلماتهم ويفهم اطلاقاتهم في محاوراتهم حتى يصح له أن يحذوحذوهم ويقفواثرهم في افعالهم واقوالهم فانه من كثرة المدعيين جهل حال المحققين وفساد المفسدين الفاسدين اليهم يعودو لايقد حفي صلاح الصالحين

صوفیہ کی راہ کے سالک کے لیے ان کے عقائد، ظاہری وباطنی آ داب، اصطلاحات اوران کی گفتگو کے اطلاقات کاعلم حاصل کرنا ضروری ہے، تا کہوہ افعال واقوال میں ان کے نقشِ قدم پرچل سکے ٰ،ان علوم کی محصیل کے بغیر صوفیہ کی راہ پر چلنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مدعیانِ تصوف کی کثرت کی وجہ سے محققین تضوف کا حال پروہ خفا میں چلا گیا ہے، کیکن ان مفسد وفاسد لوگوں کے فساد کا نقصان خودان کوہی ہوگا ، اس سے صالحین کےصلاح وتقو کی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔(ایضا:ص:۷)

ان مقدمات کے بعد عرض ہے کہ وہی تنقید مقبول ہوتی ہے جومعروضی ہواور معروضیت اصولوں کی رعایت سے پیدا ہوتی ہے۔اصول کی رعایت سےاس فن کی سیجے فہم پیدا ہوتی ہےجس پر تنقید کی جارہی ہےاورفن کی صحیح فہم صالح اور مثبت تنقید کی طرف لے جاتی ہے اوران اصولوں کی رعایت کے فقدان سے تنقید میں فساداور نتائج میں خلل واقع ہوتا ہے،اس ذیل میں اگر ہم فہم تصوف کے اصولو ں کی بات کریں تو چند بنیا دی اصولوں کی رعایت کے بغیر فن تضوف کی فہمستقیم حاصل فہیں ہوسکتی۔

چنانچ حقیقت میہ ہے کہ جس طرح محدثین وفقہاکی جماعت کی طرف منسوب لوگوں کے درجات ہیں ویسے ہی صوفیہ کی جماعت سےمنسوب لوگوں کے بھی درجات ہیں،اورجس طرح محدثین وفقہا کے علم وضل میں طبقات ہیں و سے ہی صوفیہ کے بھی طبقات ہیں، یوں ہی دوسر کے فنون کی طرح تصوف ہیں بھی عموم وخصوص، فنون کی طرح تصوف میں بھی عموم وخصوص، اجمال وتفصیل، ابہام وتوضیح، مطلق ومقید، قصص ومواعظ، تکم وامثال، تحکمات، متشابہات، شطحات اورغلبهٔ حال اور سہو ونسیان کے اقوال وافعال ہیں، ای طرح احکام تصوف کے درجات ہیں، اس کے بعض احکام فاہرانص سے حاصل کیے گئے ہیں تو بعض عبارت انص، اشارت انص، ولالة النص اور اقتضاء انص سے حاصل کیے گئے ہیں تو بعض عبارت انص، اشارت انص، ولالة النص اور اقتضاء انص سے ۔اور ان سب کے جداگانہ احکام اور اثرات ہیں اور بعض وہ اسرار ورموز بھی ہیں جن کوشیخ کامل کی بارگاہ میں زانو کے ادب تہہ کیے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا؛ کیوں کہ تصوف فقہ باطن اور حقیقت شریعت کا نام ہے اور کتب تصوف دین کے باطنی مسائل کا مجموعہ مسائل کے استخراج کے لیے اصول مرتب کیے گئے ہیں تو دین کے باطنی مسائل کا استخراج کے لیے اصول مرتب کیے گئے ہیں تو دین کے باطنی مسائل کا استخراج کے لیے اصول مرتب کیے گئے ہیں تو دین کے باطنی درجات وطبقات ہوں کو استفادی حیثیت کے بہنست باطنی مسائل کا استغراف کے درجات کے لحاظ سے ہی ان کی کتابوں کو استفادی حیثیت درجات وطبقات ہوں ہی مسائل تصوف پرشتمل ان کی خاص اصطلاحات ہیں ان کو جانے بغیر کتب تصوف کے میزل سے بھڑکا سکتا ہے۔

اس طرح صوفیدی جوباتیں منقول ومروی ہیں ان میں سے پھھ کا تعلق تو اقوال سے ہے تو پھھا تھال سے اور پھھ تریت کے الگ الگ احکام ہیں، پھران منقولات ومرویات صوفید کے جوروات ہیں ان کے بھی طبقات ہیں اور اختلاف طبقات سے ان مرویات صوفید کی ثقابت و قبولیت کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مرویات صوفید کی ثقابت و قبولیت کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی راوی جب کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو اس میں وہ اپنے قیاس کو بھی شامل کر لیتا ہے۔ اس کی کئی مثالیس موجود ہیں، مثلاً تھی مسلم کی ایک روایت ہے، اس میں یہ بیان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جب ازواج مطہرات سے ناراض ہوکر علا حدگی اختیار کرلی تو بہ شہور ہوگیا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرضی اللہ تعالی عنہ نے بیخبرسی تو مسجد نبوی میں صاضر ہوکر معاطم کی تحقیق کی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ میں تا تاریخ میں صاضر ہوکر معاطم کی تحقیق کی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ میں سامنے میں صاضر ہوکر معاطم کی تحقیق کی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے طلاق نہیں دی۔ (باب الا یلاء)

کسی بھی موقف کو ثابت کرنے کے لیے عام علائے دین کی طرح صوفی بھی قرآن وسنت اور اجماع سے تمام طرق استنباط کی رعایت کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں، یوں ہی وہ فقہا کے طرز پر قیاس بھی کرتے ہیں ابہیں وہ استحسان اور مصالح مرسلہ کا بھی سہارا لیتے ہیں اور کہیں وہ

کشف کا بھی استعال کرتے ہیں، اور اس میں ان کو کوئی باک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ کشف جوقر آن وسنت اور دین کی کسوئی پر کھر ااتر تا ہے وہ ان کے لیے ایسے ہی دلیل کا درجہ رکھتا ہے جیسے فقہا کے لیے قیاس اور قبول کشف کے لیے بھی ان کے یہاں شرطیں ہیں جس طرح قبول قیاس کے لیے فقہا کے یہاں شرطیں ہیں، اور جس طرح قیاس صاحب قیاس اور ان کے تبعین کے لیے دلیل ہوا کرتا ہے عالم کے لیے نہیں، یوں ہی کشف بھی صاحبان کشف اور ان کے تبعین کے لیے دلیل ہوتا ہے عالم کے لیے نہیں اور نہ وہ ای کشف پڑمل کے لیے دوسروں کو پا بند بناتے ہیں، و یسے بھی قیاس شر وعقل ہے البندا اس کے شمرات بھی عقل کے تمرات بھی عقل کے تمرات بھی عقل کے تمرات بھی عقل کے تربی عالم موجود ہے۔

یوں ہی صوفیہ اپنی کتابوں میں استدلال کے طور پر نہیں بلکہ تحریر و تو نے کے طور پر بعض روایات اور وا قعات ذکر کرتے ہیں اور ان کوذکر کرتے وقت ان کے مختلف الفاظ ہوتے ہیں مشلاً ' حکایت ہے کہ…' '' کہنا گیا ہے …' وغیرہ اس ' حکایت ہے کہ…' '' کہنا گیا ہے …' وغیرہ اس طرح کے الفاظ کے بعدوہ جوروایتیں اور وا قعات ذکر کرتے ہیں ان کے حوالے سے ان کا بیدوکی نہیں ہوتا کہ وہ سے ہیں یا جھوٹے ، بلکہ وہ محض قصے ہو سکتے ہیں جن کا خارج میں سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہواور بطور مثل ومثال ہو سکتے ہیں۔ ان وا قعات سے ان کا مقصود کی امرغیر ثابت کا اثبات یا کہی ہی کہر مت پر استدلال نہیں ہوتا ہوا حال ماشر یعت وطریقت میں سے کسی بھی ثابت کے واقعات کو اقعات کو ایجا میں اور وایات و اقعات کو والیا ہوتا ہے اس کے کسی حال ووا قعہ کے مناسب یا اس کی شرح کرنے والی ہوئی ہے جو سالک کے کسی حال ووا قعہ کے مناسب یا اس کی شرح کرنے والی ہوئی ہے ہوں ایک ہوئی ہوئی ہے ہوں ایک ہوئی ہوئی ہے ہوئی ایسا سے سی بھی ثابت وکو کرکرتے ہیں یا پھران وا قعات وروایات و کو کرکرتے ہیں یا پھران وا قعات وروایات و کو کرکرتے ہیں یا پھران وحدیث کی طرح محکم کی کرنے ہیں۔ ایک کرکرتے ہیں یا پھران واقعات وروایات و کو کرکرتے ہیں۔ بیا ہوئی ہوئی ہوئی ہوئی ہیں۔ بیا سے کو کو کرکرتے ہیں اور وہروں کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی گران سے احکام میں استدلال شروع کر دیتے ہیں اور اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی گران سے احکام میں استدلال شروع کر دیتے ہیں اور اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی گران سے احکام میں استدلال شروع کر دیتے ہیں اور اپنے کے بیں وہ لوگ اس طرح کی میں جو لوگ صوفی کے نیج سے ناواقف ہوتے ہیں وہ لوگ اس طرح کی رویتے ہیں۔ رائی کارشروع کردیتے ہیں۔

جس طرح فقہائے ظاہر بہت سے نئے اعمال کوشریعت سے متصادم نہ ہونے بلکہ مقاصد شریعت کی تحصیل میں معاون ہونے کے سبب بدعت هنہ کے ذمرے میں قرار دیتے ہیں اسی طرح صوفی بھی مقاصد طریقت کی تحصیل میں معاون ہونے اورشریعت کے مخالف نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے نئے اعمال ورسوم کو بدعت حسنہ یا سنت هسنہ کے خانے میں رکھتے ہیں،اس طرح کے اعمال ہرزمانے میں ان صوفیہ کے اعلیٰ مقاصد سے بے خبر لوگوں کے یہاں بحث وجدال کا موضوع ہے دہے، اور الیما کیوں نہ ہوتا کہ فقہائے ظاہر کے نزدیک جواعمال بدعت حسنہ ہیں وہ خود بھی اختلاف آ راکے شکار ہے ہیں، جب کہ ان کے مقاصد تک رسائی آ سان ہے۔ فقہائے باطن کے پیش نظر رہنے والے مصالح کا اور اک فقہائے ظاہر کے مصالح کے اور اک سے کہیں مشکل ہے، اس لیے صوفیہ کے یہاں پائی جانے والی کسی رسم پر اعتراض وا نکار میں جلدی کرنے کے بجائے ان کے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے، کیوں کہ جب عام مونین کے افعال پر بدگمانی حرام ہے تو جن کو مقربان الہی کے زمرے میں شامل سمجھا جا تا ہو اور جن کے درائے کی بیروی کا تھم دیا گیا ہوان سے بدگمانی تو اور زیادہ فتیج ہوگی۔

ہرفن کے پچھد قائق وحقائق ہوتے ہیں جن سے اس فن کے ماہرین آشا ہوتے ہیں ، ان کی صحبت میں رہے بغیر دوسروں کو ان کی معرفت نہیں ہو پاتی اور صحبت کے بغیر اگر ان کو حاصل کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں توا کثر غلط نہی اور مقصود سے دور کی کے سوا پچھ ہاتھ نہیں آتا ، تصوف کے دقائق وحقائق کی معرفت کے سلسلے میں توصحبت اور بھی ضرور کی ہوتی ہے ، کیوں کہ دوسر سے فنون کے دقائق وحقائق روحانی فیوش فنون کے دقائق وحقائق روحانی فیوش اور ربانی الہامات ہوتے ہیں جو کے قاوب پر انعام الہی کے طور پر اثر تے ہیں۔

چوں کہ بچلی کی سرار نہیں ہوتی اور نہ قرب الہی کی انتہاہے، نہ قلوب کے احوال کیساں ہوتے ہیں، اس لیے بدوقائق وحقائق گوں اور نوع بنوع ہوتے ہیں، اب ایسے میں ان دقائق کی معرفت اور زیادہ مشکل ہوجاتی ہے۔ جولوگ اس حقیقت سے آشانہیں ہوتے وہ بسااوقات ان کا سرے سے انکار کردہ تعدید ہونے ہیں اور ان کے ان اصولوں کے مطابق درست نہ ہونے کی صورت میں وہ ان علوم وحقائق کا ہی سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ خطاصحبت صوفیہ سے محروی کے سبب پیدا ہوتی ہے، اس لیے صوفیہ کے احوال طریقت و حقیقت سے تعلق رکھنے والے مسائل اور علوم ومعارف اگر ہماری سمجھ میں نہ آئی میں تو ہمیں اپنی کم عقلی بلکہ روحانی زوال کو مورد دالزام مظہرانا چاہیے جس کی وجہ سے ہم ان اعلیٰ ربانی و روحانی حقائق کے بلکہ روحانی زوال کو مورد دالزام مظہرانا چاہیے جس کی وجہ سے ہم ان اعلیٰ ربانی و روحانی حقائق کے جی ادراک سے عاجز ہیں اور ان کو سیحی کے لیے سی مرد کامل کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ کیوں کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک ان کو چھانہ جائے ان سے آشائی نہیں ہو پاتی۔

جس طرح فقہا کے ظاہر بندے کے ظاہر کو قرب خدا وندی کے لائق بناتے ہیں اسی طرح صوفیہ بندے کے باطن کو آگا بناتے ہیں اسی طرح صوفیہ بندے کے باطن کو آراستہ کر کے تقرب الی اللہ کے راستے پر گامزن کرتے ہیں، وہ باطن کو کمل طور سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے دوران سلوک صوفی ومرشد اپنے مرید کے حق

میں کبھی ایسے مصالے محسوں کرتا ہے جن پر نہ تو صاحب شریعت کی جانب سے کوئی نص ہوتی ہے، نہ بی قیاس کے لیے کوئی نظیرا حسانی ہوتی ہے کیکن وہ مسلحت کسی نص شری یا اجماع کے متعارض بھی نہیں ہوتی اسی صورت میں فقہائے ظاہر کے طرز پر وہ بھی مصالح مرسلہ کی بنا پر بعض احکام طریقت جاری کرتے ہیں۔ اس لیے جب صوفیہ کی کتابوں میں بعض احکام طریقت ایسے نظر آئیں جن پر کوئی نص شری موجود نہ ہولیان وہ احکام، نصوص شری سے متعارض بھی نہ ہول تو اس پر اعتراض کرنے کے بجائے مصالح مرسلہ کے دقائق مرسلہ کے بہائے فقداحسانی کے مصالح مرسلہ کے دقائق تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ فقد اسلامی کے مصالح مرسلہ تک رسائی خودہ کی مشکل بھر تھے احسانی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ فقد اسلامی کے مصالح مرسلہ تک رسائی خودہ کی مشکل بھر تھے وقت احسانی کے مصالح تک رسائی تنی وشوارگز ار بھرگی ، اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

کت تصوف میں بعض وا قعات ایسے ملتے ہیں جو بھی محد ثانہ حیثیت سے موضوع معلوم ہوتے ہیں اور بھی تاریخی اعتبار سے غلط نظر آتے ہیں،غیر نبی معصوم نہیں اور کسی سے بھی خطا کا امکان ہی نہیں بلکہ واقع ہے اور اس پر تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اہل علم تو ان خطا وَل کو د کھ کر ان شخصیات پر زبان طعن دراز نہیں کرتے بلکہ اس سے ان کے اندر خود احتسابی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مخلوق کے بالمقابل ہر عیب سے خالق کی یا کی کے نقین میں مزید تو ان کی پیدا ہوتی ہے لیکن عام لوگ ان لغز شول کی بنا پر ان شخصیات سے بدطن ہوجاتے ہیں اور پھر شیطان اس درجہ گمراہ کرتا ہیں۔ ہے کہ وہ ان کی حق باتے قبول کرنے ہیں۔

اس لیے صاحبان علم کی بیذ مہداری ہے کہ اگر مقتد اُشخصیتوں کا کوئی قول و فعل نظر آئے جو خطا معلوم ہوتو عام لوگوں کو گر ہی ہے بچانے اور وسوسۂ شیطانی کے سدباب کے لیے ان اقوال وافعال کی مکن توجیہ و تا ویل کریں کیوں کہ ممیں مومنوں سے حسن طن رکھنے کا تھم دیا گیا ہے چنا نچہ کتب تصوف میں اگر کوئی ایسا واقعہ نظر آئے جوروایت و درایت کے اعتبار سے موضوع ہوتو ہمیں اس علم کے ساتھ کہ میں اگر کوئی ایساوا قعہ نظر آئے جوروایت و درایت کے اعتبار سے موضوع ہوتو ہمیں اس علم کے ساتھ کہ بہواقعہ موضوع ہوتو ہمیں اس علم کے ساتھ کہ دواقعہ موضوع ہوتو ہمیں اس علم کے ساتھ کہ خواب کا ہوکیوں کہ خواب میں پہلو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ واقعہ عالم خواب کا ہوکیوں کہ خواب میں پہلو بھی ہوتو ہمیں اس بھی نے ہوتو ہمیں کہ کے دوروایت دوروایت کے دوروایت کو دوروایت کے دوروایت کے

یوں ہی کتب تصوف میں اگر کوئی ایسا قصہ نظر آئے جو تاریخی اعتبار سے غلط معلوم ہوتو وہاں بھی ہمیں اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ قصہ تاریخی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہمیں ہے گوشہ بھی ذہن میں رکھنا چاہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ قصہ عالم خواب کا ہواور کسی ناقل سے بعد میں لفظ خواب لکھنے سے رہ گیا ہواور پھرنقل درنقل کا سلسلہ چپتار ہایا قارئین وسامعین کی فہم پراعتاد کرتے ہوئے لفظ خواب کو حذف کر دیا گیا ہو۔ بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ شریعت وطریقت کے مسلے میں جواز وعدم جواز کے دونوں پہلو دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے برابر ہوتے ہیں کیکن صوفیدا پنی جانب سے ان میں سے کسی ایک پہلو کوتر جیچ کر دیتے ہیں، اور ترجیچ پر بظاہر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ چیں بجییں ہوجاتے ہیں۔ جب کہ دراصل ہوتا ہے ہے کہ اس طرح کی صور توں میں صوفیہ کے قلب میں کسی ایک پہلوکی ترجیح کا الہام ہوتا ہے یا اس حوالے سے کوئی کشف ہوتا ہے اور اس بنا پروہ کسی ایک پہلوکو ترجیح کے کا الہام ہوتا ہے یا اس حوالے سے کوئی کشف ہوتا ہے اور اس بنا پروہ کسی ایک پہلوگو ترجیح دے دیتے ہیں اور کشف والہام کے ذریعے مسلے کی ترجیح شرعاً درست ہے، اس کا اعتراف شیخ ابن تیبید نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

اگرسا لک ظاہری شرعی دلائل میں اجتہاد کرے اور ترجیح کی کوئی صورت نظر نہآئے اور اس وقت اس کی نیت صالح اور قلب تقویٰ سے معمور ہوتو سیالہام اس کے حق میں دلیل ہے اور یہ بہت سے کمزور قیاس، ضعیف احادیث اور بے جان استصحاب سے قوی ہے (مجموع الفتاویٰ علم السلوک، ص: ۱۷۰ میں ۲۰۰۰)

کتب صوفیہ کے مطالعہ کے وقت اکا برصوفیہ کے ایک ہی مسئلے میں دوایسے اقوال واحوال سامنے آتے ہیں جو باہم متضا دمعلوم ہوتے ہیں یا ایک ہی مسئلے میں دوصوفی کے الگ الگ اقوال ہوتے ہیں اور اس طرح تضاد سامنے آتا ہے۔ اس طرح کے اقوال کے درمیان سے تضاد دور کرنے کے لیے اگر اس پہلو پرغور کرلیا جائے کہ ممکن ہے کہ اس مسئلے میں ایک قول اس وفت کا ہوجب وہ شہی جب وہ صوفی مبتدی یا متوسط تھا فتہی وواصل نہیں ہوا تھا اور دوسر اقول اس زمانے کا ہوجب وہ نتہی وواصل ہوچکا تھا بتوالی صورت میں تعارض دور ہوجائے گا۔

کتب صوفیہ میں ایک ہی مسئلے میں اختلاف اقوال کی ایک وجہ بیجھی ہوسکتی ہے کہ ایک قول مبتدی کے لیے ہواور دوسرا متوسط کے لیے اور تیسرامنتہی کے لیے ۔مثلا حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کاارشاد ہے:

> ٱلتَّوْبَةُ أَن لَا تَنْسَىٰ ذَنْبَكَ (توبه بيه عَ كَيْم اللَّهِ مَّنَاه كُوفراموْ شَرُو) _ اور حضرت جنيد بغدادي رضى الله عنه كالرشادي:

ٱلتَوْبَةُ أَن تَنْسَىٰ ذَنْبِكَ _ (توبديه يه عَلَمُ البِيِّ كَنْم الربيِّ كَنْ الله وَ الله والله و

بظاہران دونوں اقوال میں تعارض کے لیکن درحقیقت دونوں میں کوئی تعارض نہیں، پہلا تول مبتدی کے لیے ہے اس کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے گناہوں کو اپنی نگاہ کے سامنے رکھے تا کہ گناہ کرنے کی جرأت نہ پیدا ہواور گناہ کی شامت سے خوف پیدا ہو۔ دوسرا قول منتہی وواصل کے

لیے ہے کہ اس کی توبہ رہیہ ہے کہ اب اس کی نگاہوں کے سامنے توبہ قبول فرمانے والے کے علاوہ کوئی نہ ہو ،اگر وہ اب بھی گناہوں کے خیال میں الجھا ہوا ہے تو وہ ابھی واصل کہاں ہے؟ (مجمع السلوک، جلداول ، زیر بحث: اصول صوفیہ)

ان ہی دونوں اقوال کو ہم اقوال کے زمانے کی معرفت کے شمن میں بھی پیش کر سکتے ہیں اور کہد سکتے ہیں کہ پہلاقول صوفی کے اس زمانے کا ہے جب وہ مبتدی تھا کہ اس نے اپنے حال کی عکاسی کی ہے، جبکہ دوسرا قول صوفی سے اس وقت صاور ہوا جب وہ سلوک کی منزلیس طے کر کے مقام قرب سے ہم کنار ہو چکا ہے اور اس نے اپنے حال کی عکاسی کرتے ہوئے کہا ہے۔

اسی طرح فقہ احسانی میں درک حاصل کرنے کے لیے بھی اختلاف جہات کی معرفت اشد ضروری ہے، مثلاصوفیے کا ارشاد ہے: من عوف الله کُل کسانه جب کہ دوسر اقول ہے: من عوف الله کُل کسانه جب کہ دوسر اقول ہے: من عوف الله طل کسانه دونوں اقوال میں بظاہر تضاد ہے کیکن در حقیقت نہیں، حضرت مخدوم شاہ میناان دونوں اقوال کے مابین سے رفع تعارض فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے قول کا تعلق معرفت ذات سے ہے جب کہ دوسرے کا معرفت صفات سے ۔ (جمح السلوک، جلد دوم، بحث: حقیقت معرفت) اقوال کے مابین ہوجانے کی بنا پر ہوتے ہیں صادر ہوتے ہیں جوان کے شہبے میں پڑجانے اور حق کے ملک بنا پر ہوتے ہیں مثلاً بھی کوئی صوفی سے بول پڑتا ہے کہ میں نے اللہ کو دیکھا کیکن در حقیقت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کوئیس دیکھتا بلکہ اپنے اعمال صالحہ میں سے سی عمل کا نور دیکھا کیکن در حقیقت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کوئیس دیکھتا بلکہ اپنے اعمال صالحہ میں سے سی عمل کا نور دیکھا ہے اور شہبے میں پڑکر میدگیا کہ تو اس کے نیا بلہ اس خواجہ ابوسعید ابوالخیر کے سی مرید نے ایک مرتبہ دائیت دبی ضوکا نور ہے۔ نہ کوار ہے دیکھا ہے دہ تھا ہے دہ

اس طرح بھی ایباہوتا ہے کہ فقہا کے یہاں کوئی مسلداصل تھم کے لحاظ سے جائز و ثابت اور مسنون و مستحب ہوتا ہے کیاں بعض احسانی احوال کے پیش نظر اور احسانی سد ذرائع کے مدنظر وقتی طور پر اس مسئلے میں ناجائز ہونے کا قول کرتے ہیں۔ مثلاً صوفیہ پر بیالزام رہا ہے کہ وہ نکاح کی ترغیب نہیں دلاتے یا کسی مرید کے لیے کسی صوفی کا بیقول مل جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مرید کو نکاح سے منع کردیا، اب اس پر ظاہر ہیں نگاہیں معترض ہوجاتی ہیں کہ بیتو شریعت سے اعراض ہے کیکن حقیقت میں ایبانہیں، صوفیہ سب سے زیادہ سنت پر عمل میں سبقت کرنے والے ہیں، ہوتا دراصل بیہ کہ صوفیہ مرید سالک کے احوال میں سید دیکھتے ہیں کہ فساد زمانہ اور فساد

زناں کی وجہ سے اس کا نکاح کرنا اس کو تعلق باللہ میں کمزورکردے گااس لیے احسانی مصالح کی تخصیل اور احسانی مفاسد کے سد باب کے لیے اسے نکاح سے منع کرتے ہیں، ان کا حکم شخصی ہوتا ہے موئی نہیں۔

مثلاً بھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی طالب اپنے نفس کرز کیے کے لیے سی مردصالح کے پاس حاضر ہوتا ہے اور پھروہ اپنے مشن میں لگ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے زکاح کی جانب اس طالب کی توجہ بہیں ہوتی اور نہاں کے شخ اس کو اس جانب متوجہ کرتے ہیں ، کیوں کہ وہ ابھی علم الاحسان کی تحصیل میں مصروف ہے ۔ لیکن یہی بات ناقدین کو بری لگ جاتی ہے اور وہ صوفیہ پریہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ زکاح پزئیس ابھارتے ، جب کہ ہرشی کا ایک مقام ہوتا ہے اور ہرمقام کا ایک تھم۔ جب مریض جسم نی ہپتال پہنچتا ہے تو ڈاکٹر اس کے سامنے علم کی فضیات پر گفتگونہیں کرتا بلکہ وہ اس مریض کی صحت کی بحالی میں لگار ہتا ہے لیکن اس کوفضیات علم کا مشکر نہیں کہا جاتا تو پھر کسی خیر کے ترک کی بنا پر صوفیہ پریہ الزام کیوں وھرا جاتا ہے کہ وہ اس کے منکر ہیں۔

یوں ہی ایک طالب علم فقہ اسلامی کی تحصیل کے لیے مدارس کا رخ کرتا ہے تو وہاں کے اسا تذہ زکاح کی فضیلت پر گفتگونہیں کرتے ، بلکہ تحصیل علم کی ترغیب دلاتے ہیں تو کیا ایسے میں ان فقہائے مدارس پر بھی وہی الزام چسپاں کیا جائے جوصوفیہ پر کیا گیا ہے؟

بات دراصل یہ ہے کہ طالب علم کے سامنے اگر زکار کے فضائل ہی بیان کیے جائیں تو وہ ایک روز طلب علم چھوڑ کر زکاح کرنے کے لیے نکل جائے گا اور اس طرح ایک سنت کی تکمیل کی آٹر میں عظیم ترین فضائل ومنا قب کی تحصیل سے محروم ہوجائے گا۔

اسی طرح مطالعہ تصوف کے وقت اصل تھم پرعمل اور سد ذرائع کے پہلو کا کھاظ از حد ضروری ہے اس پہلو کی رعایت سے ہمیں صوفیہ اور تصوف کو سجھنے میں بہت مدد ملے گی۔تصوف و صوفیہ کی تھے فہم کے حوالے سے بیوہ چنداصو لی ہاتیں ہیں جن کی رعایت صحیح نتائج تک پہنچائے گی اور رعایت نہ ہونے کی صورت میں غلط نتائج حاصل ہول گے۔

ابن جوزی نا قد کی شخصیت میں اساسی کمزوریاں

کسی بھی نا قد کی تنقیداس وقت جامع ، درست اور نتیجہ خیز ہوتی ہے جب کہاس کے اندر اس فن کے نا قد کی حیثیت سے اوصاف وشرا کط جع ہوں ، اب اس جہت سے جب ابن جوزی کی شخصیت کا تجوبیہ کیا جاتا ہے تومعلوم ہوتا ہے کہان کے یہاں نا قدتصوف کی حیثیت سے اوصاف وشرا کط کا فقدان ہے اوران کی نا قد شخصیت میں درج ذیل اساسی کمزوریاں یائی جاتی ہیں:

ا ـ تشد د

کسی بھی نا قد کے ثقہ ہونے کے لیے منصف ومعتدل ہونا از حدضروری ہے،اگر کوئی نا قدمعتدل نہ ہو بلکہ متشد دمزاج ہوتو اس کی تنقیدات میں اس کے مزاح کے زیرا نز انحرافات کا در آنا اور تنقیدات میں حق سے دورنکل جانالازی شئ ہے،خصوصااس تشدد کے ساتھ اگر نا قد کواس فن کی صحیح فہم اور اس کے دقائق وحقائق سے آشائی نہ ہو پھر تو مزید معاملہ الجھ جاتا ہے اور حقائق کا اور زیادہ خون ہونے لگتا ہے۔

ال سم من میں جب ہم حافظ ابن جوزی کی نا قد شخصیت کا تجوبیکرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام ترعلم وضل کے باوجود حافظ ابن جوزی کے بیہاں تشدد کا ظاہرہ عام ہے، چنا نجہ ایسانہیں ہے کہ انہوں نے صرف تلبیس بلیس میں صوفیہ اوران کے نظریات و آرا پر ہی تھم لگانے میں شدت اختیار کی ہے بلکہ خود تلبیس المبیس میں ہی اہل حدیث اور فقہا کے خلاف بھی پر تشد دلب ولہجہ استعال کیا ہے ، ان کے بیہاں تشدد کا قصہ صرف تلبیس ابلیس پرختم نہیں ہوتا بلکہ نقد احادیث ورجال احادیث اور باب جرح و تحدیل میں ان کی عظمت کے باوجود ان کے بیہاں کھلا ہوا تشدد ورجال احادیث المحدود عات ، الضعفاء و المحتر و کون اور العلل المحتاهی بہت نمایاں ہیں۔

اصول حدیث کی کتابول میں محدثین نے ان کے اس رویے کی تعبیر تشدد سے یا پھر تساہل سے کی ہے، تشدد کی تعبیر تو واضح ہے البتہ تساہل سے احادیث پر موضوع کا حکم لگانے میں جلد بازی مراد ہے۔ ہم ان کے تشدد کے حوالے سے ذیل میں چندائمہ فن کی آ رانقل کرتے ہیں تا کہ فن جرح و تعدیل میں ان کے یہاں پائی جانے والی ہے اعتدالی کا اندازہ ہو سکے اور اس کے ضمن میں نقر تصوف ورجال تصوف میں ہونے والی ان کی مکنہ ہے اعتدالی کا بھی ادر اک ہو سکے۔

ا۔ حافظ ابن حجرعسقلانی نے النکت علی ابن الصلاح میں لکھا ہے: حافظ علائی کا قول ہے کہ ابن جوزی کے بیبال آفت بیآ گئی ہے کہ وہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں توسع اور آسانی سے کام لیتے ہیں، اور اکثر ان کے بیبال اس حکم کی بنیا دراوی کا ضعف ہوا کرتا ہے (النوع الحادی والعشر ون: الموضوع ،ص: ۸۴۸)

۲۔ حافظ ذہبی نے ایک راوی ابان بن یزید العطار پر گفتگو کرتے ہوئے میزان الاعتدال میں لکھا:ان کو ابن جوزی نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے لیکن جن علمائے ن نے ان کی تو ثیق کی ہے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور بیان کی کتاب کا عیب ہے کہ وہ جرح تو ذکر کرتے ہیں لیکن توثیق کے اقوال سے خاموثی اختیار کر لیتے ہیں۔(حرف الالف) سے حافظ سیوطی نے اپنی کتاب التعقبات علی الموضو عات کے خاتم میں لکھا: جن احادیث کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے ان کی تعداد تین سو ہے جب کہ وہ کسی بھی صورت سے موضوع نہیں اور اسی بنا پر ان کا تعاقب بھی ہوا ہے۔ (ص:۳۲۰)

۳۔ تیخ موفق الدین بن قدامہ نے ان کے بارے میں لکھا کہ ابن جوزی حافظ حدیث میں اوراس فن میں صاحب تصنیف بھی ہیں البتہ ہم احادیث میں ان کی تصانیف اوران کے نتج سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں (ذیل طبقات الحنا بلہ،ج:۲،ص:۸۸۸)

ان ائمہ ُ فن کے علاوہ بہت سے ائمہ نے ان کے اس رویے پر کلام کیا ہے ان میں ایک نام حافظ مغلطائی (۲۸۹ ـ ۲۲ کھ) کا ہے، انہوں نے الضعفاء میں خاص ان کے اوہام کو بیان کرنے کے لیے الاکتفاء فی تنقیح کتاب الضعفاء کسی، حافظ ابن عبدالہادی (۲۰۴ ـ ۲۸ م ۲۷ کھ) اور ذہی دونوں نے اپنی کتاب تقیح انتقیق میں ان کے اوہام پر تنقید کی، ولیے اس موضوع پر تفصیلی مطالع کے لیے ذہی کی سیر اعلام النبلاء ، تذکر ق الحفاظ، کت تخریخ ورجال مثلاً: تھذیب التھذیب ،المیز ان المیز ان اور التنکیل جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ابن جوزی کے یہاں نقدر جال واحادیث میں تشدد کا ظاہرہ اتناعام ہے کہ ہمیشہ سے ان کا بیرو بیموضوع بحث رہااور بھی نقد ونظر کا سلسلہ نہیں رکا، چنا نچہ ۱۹۹۳ میں کلیۃ العلوم الاسلامیہ ، جامعہ بغداد سے یاس جمید مجمد نے منہ جابن المجوزی فی المموضوعات کے عنوان سے خقیق کر کے ایم اے کی ڈگری حاصل کی، ایسے ہی الامام ابن الجوزی و کتابہ الموضوعات کے عنوان سے خقیق کر کے پنجاب یو نیورٹی سے محمود احمد القیسیہ ندوی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ بیک تاب اس وقت مطبوع شکل میں آن لائن موجود ہے۔

اس بحث سے اندازہ لگا یاجا سکتا ہے کہ فن جرح و تعدیل جوان کا میدان ہے اس میں ان سے اس قدر تشد دواقع ہوا ہے اور اس قدر غلطیاں ہوئی ہیں توفن تصوف جس سے ندان کو محبت ہے اور نہاں کے دقائق سے ان کو آشائی ہے۔ اس میں ان سے کسی کسی غلطیاں سرز دہوئی ہوں گی اور رجال تصوف پر جرح میں وہ کس قدر تشد دو بے اعتدالی کا شکار ہوئے ہول گے، اس بحث سے بیات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ان کے بعدوا لے علائے جرح و تعدیل نے اس فن کی وسیح معلومات رکھنے کے باوجودان کی جرح کومن وعن قبول نہیں کیا بلکہ ان کی جرح ہوئی، تو تصوف اور رجال تصوف کے حوالے سے ان کی تنقیدات کو کیوں کرآئکھ بند کر کے قبول کر لیا جائے گا؟

۲_ترفع

ابن جوزی کی شخصیت کامطالعہ کرنے والا ہر شخص اس نتیجے پر پہنچ گا کہ ان کے یہاں ترفع کے عناصر بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں، ویسے یہ وصف اپنے اندر مدح کا پہلو بھی رکھتا ہے اور اسے علو ہمت کا ثمرہ بھی قرار ویا جاسکتا ہے اور یقینا ہیہ پہلوا ہن جوزی کے یہاں بہت نمایاں ہے، ان کے اس قابل مدح پہلوسے آشائی کے لیے صید الخاطر میں نیبة الممؤ من أبلغ من عمله کے عنوان سے ان کی تخریر کا مطالعہ بھی کافی ہوگا (ا)، البتہ اس وصف کا ایک منفی پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ علو ہمت کے نتیج میں علم وضل کے میدان میں اس کو جو برتری حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ دو مروں کو چھوٹا ہجھنے لگتا ہے اور اسی وجہ سے سب پر تنقید کرتا ہے۔

علوہمت کے نتیج میں حاصل ہونے والی علم وضل کی جامعیت کی وجہ سے بیوصف ابن جوزی کے بیبال بھی بہت نمایا ل نظر آتا ہے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

کان فیه بهاءو ترفع فی نفسه و اعجاب و سمو بنفسه أکثر من مقامه و ذلک ظاهر من کلامه فی نثر هو نظمه (البرایدوالنهایه، ج: ۱۳، حوادث: ۵۹۷) ان کے اندرخود پیندی اور انانیت تھی، حتی کہ وہ خودکو اپنے مقام سے بالاتر سجھتے تھے۔ یہ بات ان کے نثر وظم سے ظاہر ہے۔

ان كاسلوبكلام كواقف كارخوب جانة بين كه:

وہ اپنے مخالف کی بات پر اس طرح تنقید کرتے ہیں جیسے اس کی بات میں کوئی وزن ہی نہ ہواور اپناموقف اس انداز میں رکھتے ہیں جیسے ان کی گفتگو میں خطا کا امکان ہی نہ ہو، وہ کبار اولیا وصوفیہ پر اس اسلوب میں تنقید کرتے ہیں جیسے ان کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو، جب کہ امت کا ان کی عظمت وجلالت پر اتفاق ہے اور کسی عیب جو کی عیب جوئی سے ان کی شخصیت پر کوئی فرق نہیں برٹے والا ہے، اس کی مثالیں ملاحظہ کرنے کے لیے تلبیس ابلیس میں محاسی، قشیری، غزالی، صاحب تمع مصاحب قوت القلوب، ابوسلیمان دار انی وغیر ہم پر ابن جوزی کی تنقیدات کا مطالعہ ہی کا فی ہوگا۔ (دیکھیں: تلبیس ابلیس، ص ۸۰۰)

نہ صرف بید کہ وہ اکا براہل علم وضل پر تنقید کرتے ہیں بلکہ ایسامعلوم ہوتا ہے جیسے ان حضرات کے مقابلے میں وہ خود کو آئیڈیل شخصیت کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتے ہوں ، اس کا انداز ہ اس بات سے لگا یا جاسکتا ہے کہ وہ صید الخاطر میں اپنی تعریف کرتے ہیں ، اپنے اس ثوق کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اپنے علمی مشاغل کے ساتھ بشر حافی کاور ع اور معروف کرخی کا زہد حاصل کرنا چاہتے ہیں ، وہ اپنے موروف اور معروف کرخی کا زہد حاصل کرنا چاہتے ہیں ، وہ اپنے روحانی احوال کا برملا اظہار کرتے ہیں ، امام غزالی اور حافظ ابو تعیم جیسی شخصیات سے خوب استفادہ کرتے ہیں ، کہیں ان سے متاثر نظر آتے ہیں جس کا اظہار وہ کھل کرتو نہیں کرتے لیکن ان حضرات کے تذکر سے میں لفظوں کے بین السطور سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس کسک کا اظہار ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصوف کی جمایت کیوں کی۔ (ان باتوں کو محسوس کرنے کے لیے خصوصا تلبیس اہلیس اور صیدالخاطر کا مطالعہ کافی ہے)، البتہ ان کی عظمت چوں کہ مسلم ہے اس لیے خصوصا تلبیس ابنیس ان کی عظمت کا ان کا رتو نہیں کیا جا سکتا اس لیے وہ ان کی تصانیف پر جرح کرتے ہیں اور پھرا نہی کتابوں کی تخص کرتے ہیں یا اسی جیسی کتاب لکھتے ہیں، حالال کہ اس میں نیا پھڑ ہیں ہوتا، عمومی طور پرا نہی کتابوں کی تخص کرتے ہیں یا اسی جیسی کتاب لکھتے ہیں، حالال کہ اس میں نیا پھڑ ہیں۔ ۔ وہ می محوی طور پرا نہی کتابوں سے منقولہ مواد ہوتا ہے جو وہ پچھاضا فے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ۔ عمومی طور پرا نہی کتابوں سے منقولہ مواد ہوتا ہے جو وہ پچھاضا فے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ۔ عمومی طور پرا نہی کتابوں ہے منقولہ مواد ہوتا ہے جو وہ پچھاضا فے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ۔

اس بات کی تصدیق کے لیے بید یکھا جائے کہ ایک طرف تو وہ احیاء العلوم پر شدید نقید کرتے ہیں، دوسری طرف ای کتاب کی تلخیص مختصر احیاء العلوم کے نام سے تیار کرتے ہیں، یوں ہی حافظ ابونعیم کی الحلیہ پروہ شدید تنقید کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ اس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں، اس سے یہ تیجہ ذکالا جاسکتا ہے کہ جن شخصیات اور جن کتابوں پروہ چوٹ کرتے ہیں، انہی شخصیات کا مال اپنے نام سے نئے انداز میں وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

یہ تمام بانٹیں ان کی شخصیت میں ترفع کے وصف کو ثابت کرتی ہیں اور کسی بھی نا قد کے اندراس وصف کا پایا جانا اس کی تنقید میں غیر حقیقی عناصر کے درآ مدات کے امکان کو بہت زیادہ بڑھادیتا ہے۔

سرتعصب

تعصب ایک ایساوصف ہے جوانسان کو حقائق کے مشاہدے سے اندھا بنادیتا ہے، ابن جوزی کی شخصیت میں اس وصف کی موجودگی کا ذکر بھی علما نے کیا ہے اور اس وصف میں ان کو خطیب بغدادی کامقلد قرار دیا گیا ہے۔

حافظ ابن عبد الہادی حنبلی لکھتے ہیں: خطیب بغدادی کے کلام سے دھوکہ نہ کھا تمیں اس لیے کہ ان کے بہاں علما کی ایک جماعت مثلا ابوحنیفہ، احمد اور ان کے بعض اصحاب کے حوالے سے اضافی تعصب پایا جاتا ہے، ان کے خلاف تعصب کے اظہار میں انہوں نے کوئی کسرنہیں چھوڑی ہے اور جہاں تک ابن جوزی کی بات ہے تو وہ اپنے تعصب میں خطیب بغدادی کے تالع بیں، خود سبط ابن الجوزی نے بھی ابن جوزی کے اس متعصبا نہ رویے پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ (دیکھیں: سلسلۃ اعلام المسلمین)

٣ ـ كثرت خطا

جوآ دمی کثیر الغلط ہواس کی علمی ثقابت مجروح ہوجاتی ہے، ابن جوزی کے حوالے سے اس وصف کا ذکر بھی علمانے کیا ہے، ان کا کثیر الغلط ہونا ان کی تصانیف سے ظاہر ہے، اور اس کی وجہ بیہ ہے کہ اولا تو مختلف علوم میں ان کی مہارت کا ورجہ مختلف ہے، ثانیا بید کہ کثریت تالیف کا جو شوق ان کے اندر ہے اس کی وجہ سے وہ ایک کتاب کی تالیف کے بعد اس کی تنقیح وصح کے بغیر ہی دوسری تالیف میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

جرح وتعدیل کے باب میں ان کا کثیر الغلط ہونا اور اکثر احوال میں ان کی جرح کا نا قابل قبول ہونامعلوم ہو چکا ہے۔

جهال تک عمومی طور پرکثیر الخلط مونے کی بات ہے تو حافظ این رجب حلیلی کھتے ہیں: ومع هذا للناس فیه رحمه الله کلام من وجوه: منها کثرة أغلاطه فی تصانیفه ، وعذره فی هذا و اضح و هو أنه کان مکثر امن التصانیف ـ

(ذيل طبقات الحنابله، ج:٢،ص:٨٨)

اس کے باوجود علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ پر اہل علم نے مختلف جہتوں سے کلام کیا ہے۔ ہے۔مثلاً میر کہ ان کی تصنیفات میں اغلاط کی کثرت ہے۔ اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے اور وہ میرکہ آپ کا کثیر التصانیف ہونا ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

قرأت بخط الموقاني أن ابن الجوزى كان كثير الغلط في تصانيفه___ قلت: نعمى له وهم كثير في تأليفه يدخل عليه الداخل من العجلة والتحويل الى مصنف آخر_

(تذكرة الحفاظ، طبقه: ١٤، ج: ٣،١ بن الجوزي، ص: ٩٥)

موقانی کی دستی تحریر دیکھی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ابن جوزی اپنی تصانیف میں کثرت سے خطا ئیں کرتے ہیں۔۔۔میں کہتا ہوں: ہاں! ان کی تالیفات میں تو ہات کا دخل بہت زیادہ ہے۔ عبلت کے سبب ان سے غلط حوالوں اور اضافوں کا صدور ہوجاتا ہے۔

علما کی ان تصریحات سے انداز ہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن علوم سے ان کو وافر حصہ حاصل تھا جب ان میں ان کی غلطیاں بکثرت ہیں توعلم تصوف جس کے حقائق اور مناجج کلام سے ان کو بالکلیہ آشائی نہیں اس میں ان کی غلطیاں کتنی کثرت سے ہوں گی۔ یہ تو ان کی نا قد شخصیت کے عمومی معائب ہیں اب اگر بالخصوص فن تصوف کے نا قد ہونے کی حیثیت سے ان کی کمزور یوں کی بات کی جائے تو درج ذیل کمزوریاں سامنے آتی ہیں:

ا ـ عدم مهادت

کسی بھی فن کے ناقد کے لیے خاص اس فن کی مہارت بے حد ضروری ہے جس پروہ نقد کر رہا ہے، اب اگر تصوف کے حوالے سے ان کی مہارت کی بات کی جائے توفن تصوف کے حوالے سے ان کا صرف اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ فلاح تقوی کی تفصیلات سے آگاہ ہیں، اخبار و حکا یات صوفیہ کا تاقل ہیں لیکن فلاح احسان کے حوالے سے قرآن وسنت سے مستنط صوفیہ کا جو نصاب ہے، اس میں وہ گہرائی فیرائی نہیں رکھتے۔

صوفیہ کے احوال ،ان کے علوم ومعارف ،ان کے منابج کلام کے دقائق ،طرق استدلال کے لطا نُف اور جہات کلام کے اسرار کی وہ بالکلیہ معرفت نہیں رکھتے ،اس بات پرخودان کی کتاب تلبیس اہلیس گواہ ہے،علاوہ ازیں میہ کہ کسی بھی مؤرخ نے فن تصوف کے حوالے سے ان کی مہارت کا فرنہیں کیا ہے۔اوراسی عدم معرفت کی وجہ ہے، ہی وہ تلبیس ہلیس میں شیطانی تلبیسات کا شکار ہوئے ہیں۔

۲ ـ صوفيه کی عدم صحبت

اگر کسی فن کی با ضابطہ علمی تحصیل نہ ہواور اس فن کی فہم حاصل کرنی ہوتو اس کا طریقہ بیہ ہے کہ اس سے ماہرین کی صحبت اختیار کی جائے ، اس سے اس فن کی اچھی فہم حاصل ہو جائے ، اس سے اس فن کی اچھی فہم حاصل ہو جائے گی ، اب اس جہت سے ابن جوزی کے حوالے سے بات کی جائے تو معلوم ہوگا کسی بھی مؤرخ نے نہ تو اس بات کا ذکہ کہ انہوں نے بطور فن علم تصوف کی تحصیل کی اور نہ بی اس بات کا کہ انہوں نے کسی صوفی کی صحبت اٹھائی کہ ان کو تصوف کے حقائق و دقائق ، اصول و منا بھ کا علم ہو سکے ، اس کے با وجود انہوں نے تصوف کو اپنی تنقید کا موضوع بنایا اور باب جرح و تعدیل سے نے دادہ ہم کا شکار ہوئے۔

٣_سوءظن

بدگمانی ایک مہلک قلبی مرض ہے اور ناقد کے اندر بدایک بڑاعیب ہے، اسلام نے اسے گناہ کہا ہے، اس حوالے سے ہم خصوصاً جب تلبیس ابلیس کا مطالعہ کرتے ہیں تومعلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی صوفیہ سے بدگمانی رکھتے ہیں اور ان کے پیچے معانی کو بھی غلط معانی پرمحمول کرتے ہیں، اور اس بنا پرصوفیہ کی بچے مرادات تک پہنچنے میں ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔

. ان کےاس رویے کوصوفیہ کی جانب حلول واتحاد کی نسبت کے شمن میں سمجھا جاسکتا ہے۔

اسى وجهه سے ابن الا ثیر نے لکھا:

وہ لوگوں کی بالعموم اور اپنے مخالف مذہب علما کی بالخصوص بہت عیب جوئی اور ان پر طعن کرنے والے تھے۔ (الکامل فی الثاریخ: ۱۰ /۲۷۲،حوادث: ۵۹۷)

۴_اصطلاحات کی نافہی

نا قد کا ایک بڑا عیب اصطلاحات کی نافہمی بھی ہے، اس حوالے سے اگر ہم ابن جوزی کی بات کریں تومعلوم ہوگا کہ وہ صوفیہ کی اصطلاحات سے یا تو ناوا قف ہیں یا پھران کی اصطلاحات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اسی وجہ سے وہ صوفیہ کی جانب ایسی باتوں کا انتساب کردیتے ہیں جن سے صوفیہ پاک ہیں، ان کے اس رویے کوفنا و بقاجیسی اصطلاحات پران کی گفتگو کے خمن میں سمجھا جا سکتا ہے۔

۵_جہات کی نافہی

جہت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اسی لیے کسی بھی فن کی درست فہم کے لیے جہت کلام کا سمجھنا ہے حدضر ورک ہے، چوں کہ ابن جوزی علم تصوف کے حقائق آشانہیں اس لیےوہ تزکیہ واحسان پرصوفیہ کی گفتگو کی جہات کی رعایت کے بغیر ہی تنقید کر بیٹھتے ہیں اور نتیجے کے طور پر وہ اور حق سے منحرف ہوجاتے ہیں، تلبیس ابلیس کے ایک سرسری مطالعے سے ان کے اس رویے کی مختلف مثالیں مل سکتی ہیں۔

۲_ابن قیل پراعتاد کل

ایک محقق و نا قد کواپنی تحقیق و تقید کا مواد حاصل کرنے کے لیے سی بھی مصدر پر اعتماد کلی نہیں کرنا چاہیے، اس حوالے نہیں کرنا چاہیے، اس حوالے نہیں کرنا چاہیے بلک نقل کرتے وقت بھی اپنی تنقید کی صلاحیتوں کا استعمال کرنا چاہیے، اس حوالے سے جب ابن جوزی کا مطالعہ کیا جا تا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صوفیہ پر تنقید کے سلسلے میں ابن عقیل پر آئکھ بند کر کے اعتماد کیا ہے اور بے چون و چراان کی باتوں کو فقل کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے، چنا نچہا یک مقام پر ان سے بہت ساری بات فقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ھذا کلہ من کلام ابن عقیل رضی الله عنه فقد کان ناقد امجید امتلہ حا

هذا كله من كلام ابن عقيل رضى الله عنه الفقيها_ (تلبيس الميس من ٢٠٨٠)

خاص بات بیہ ہے کہ ابن عقبل کی جو تنقیدات تصوف وصوفیہ ہیں ان کا بڑا مصدرخود تلبیس اہلیں ہی ہے۔ اس لیے کہ الفنون کی صرف دوجلدیں موجود ومطبوع ہیں اوراس میں صوفیہ سے متعلق تنقیدی مواد بہت کم ہے اس لیے ان منقول تنقیدات کے نقل کی صحت معلوم کرنے کے لیے تلبیس پراعتماد کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔

ابوالوفاء بن عقیل صنبلی بغدادی (۱۳۸۰ سا۵ ص) ابن جوزی کے استاذ تو نہیں ہیں لیکن ان کی کتاب الفنون جس کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ چار سوجلدوں پر مشمل مختلف علوم وفنون کا انسائیکلو پیڈیا تھا اور جس کی ایک سودس جلدیں ابن جوزی نے دیکھی تھیں ، سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا اور ان کے کلامی نظریات سے بھی بہت متاثر تھے۔ ابو بکر الدینوری زہدوتصوف میں ان کیا تھا اور ان کے کلامی نظریات سے بھی بہت متاثر تھے۔ ابو بکر الدینوری زہدوتصوف میں ان کوشیخ تھے، یہ پہلے حلاج کی تعظیم کیا کرتے تھے، اس کی وجہ سے حنابلہ ان کے قل کے در پے ہوگئے، اس وجہ سے کئی سال تک باب المراتب میں محصور رہے، لیکن تو ہے بعد ہی جاں بخشی ہوئی اور اس کے بعد ہی لوگوں کے سامنے آسکے (دیکھیں، سلسلۃ اُعلام المسلمین ، ابن الجوزی ہوئی اور اس کے بعد ہی لوگوں کے سامنے آسکے (دیکھیں، سلسلۃ اُعلام المسلمین ، ابن الجوزی العام المرتی والعالم المنفن

مجموعی طور پر بیدن اساسی کمزوریال ہیں جو ابن جوزی کی ناقد شخصیت ہیں پائی جاتی ہیں اور جس ناقد کے اندر بیاساسی کمزوریال پائی جاتی ہوں ان کی تنقیدات کو آنکھ بند کر نے تہیں قبول کیا جائے گا بلکہ صحیح بات بیہ ہے کہ ایسے ناقد کی تنقیدات کو مستر دکردیا جائے گا اور بالکل یہی روبیا مت نے تلبیس اہلیس کے ساتھ روار کھا کہ تجملہ کتاب کے نفع بخش ہونے کے باوجودامت نے صوفیہ کے حوالے سے ابن جوزی کی تنقیدات کو خصوصا اور پوری کتاب کو عموما نہ صرف بی کہ مستر دکردیا بلکہ اس کوالے سے ابن جوزی کی تنقیدات کو خصوصا اور پوری کتاب کو عموما کہ اس حوالے سے امام زروق کی بات گزرچکی ہے۔

تلبیس ہلیس میں ابن جوزی کے تنقیدی جہات

دسویں باب کی ابتدا میں مؤلف نے اس بات کو واضح کیا ہے صوفیہ در اصل زاہدوں کی جماعت ہے جو اپنے بعض خصائص کی بنا پر زاہدوں سے ممتاز ہے۔ اس لیے ان کی تلبیسات کو مستقل طور پر بیان کیا جارہا ہے ، اس کے بعد تصوف وصوفیہ کے حوالے سے انہوں نے چنداصولی با تیں ذکر کی ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ پھر چند سرخیوں کے تحت انہوں نے صوفیہ کی کمیوں کو بیان کیا ہے اور قر آن واحادیث کی روشنی میں ان کو پر کھنے کی کوشش کی ہے ، صوفیہ کے استدلال کو ذکر کیا ہے اور زاہد نی بین لکھنے کی کوشش کی ہے۔ مؤلف نے چوں کہ صوفیہ کو زاہدوں کی ہی ایک جماعت قر اردیا ہے اور زاہدین پر ان کے اعتراضات بھی عموما وہی ہیں جو صوفیہ پر ہیں اس لیے ابن جوزی کی تنقیدات صوفیہ کے بیان کے وقت زاہدوں پر کی گئ تنقیدات پر الگ سے گفتگو نہیں کی گئ جے۔ یہاں پر صوفیہ کے بیان کے وقت زاہدوں پر کی گئ تنقیدات پر الگ سے گفتگو نہیں کی گئ ہے۔ یہاں پر صوفیہ کے حوالے سے ان کی تنقیدی اساس و جہات کو ذکات کی شکل میں چیش کیا جارہا ہے:

(۱) صوفیه کی بداعتقادی (۲) طہارت کے باب میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس، (۳) نماز میں صوفیہ یرتکبیس اہلیس (م) جائے سکونت کے باب میں صوفیہ پرتکبیس اہلیس (۵) مال سے کنارہ کثی کےسلسلے میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۲) لباس کے بارٹ میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۷) کھانے پینے کے بارے میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۸) ساع اور قص کے سلسلے میں صوفیہ پر تلبیں اہلیس (۹) وجد میںصوفیہ پرتلبیس اہلیس (۱۰) امردوں کیصحبت کے سلسلے میںصوفیہ پر تلبیں اہلیس (۱۱) باب تو کل میں اور مال واساب سے قطع تعلق کے سلسلے میں صوفیہ پرتلبیس ابلیس(۱۲) ترک علاج میںصوفیہ پرتلبیس اہلیس (۱۳) گوشهٔ مینی کےسبب جمعہ اورترک جماعت کے سلسلے میں تکبیس اہلیس (۱۴) اظہار خشوع اور سرجھ کا کر رہنے میں صوفیہ پرتکبیس اہلیس (۱۵) ترک نکاح میں صوفیہ پرتلبیس اللیس (۱۲) سفر وسیاحت کے سلسلے میں صوفیہ پرتلبیس المیس (۱۷) بغیر زادسفر ویرانوں میں جانے کےسلسلے میںصوفیہ پرتلبیس اہلیس(۱۸)بعض وہ امور جوصوفیہ سے سفر میں خلاف شریعت سرز دہوئے (۱۹) سفر سے واپسی کے وقت صوفیہ پرتکبیس اہلیس (۲۰) کسی کی موت کے وقت صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۲۱) تحصیل علم نہ کرنے کے سلسلے میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۲۲) کتابیں دفن کرنے اور انہیں دریامیں بہادینے کے حوالے سے صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۲۳)علم میں مشغول رہنے والول پرصوفیہ کے اعتراضات میں تلبیس اہلیس (۲۴) صوفیہ کی علمی گفتگو میں تلبیس اہلیس (۲۵) شطحات صوفیہ اور ان کے دعوے میں صوفیہ پرتلبیس اہلیس (۲۷)صوفیہ کے بعض قبیج افعال۔

صوفيه پر تنقیدات میں ابن جوزی کامنہج

صوفیہ پر تنقید کرتے وقت ابن جوزی کامنیج یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے تو ایک عنوان قائم کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں: ذکر تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی توک التشاخل بالعلم، اس کے بعد وہ اس عنوان کے تحت مثلاً علم سے اعراض کے اتوال ووا قعات صوفیہ سے نقل کرتے ہیں اور پھراقوال ووا قعات نقل کرنے ہیں اور پھراقوال ووا قعات نقل کرنے کے بعد یا پھرعنوان کے مطابق کوئی ایک گفتگو کھمل ہوجانے کے بعد ان اتوال ووا قعات پراپی علم وہم کی روشنی میں کلام کرتے ہیں اور اگران وا قعات کے مختلف بعد ان اور جو پہلو قابل پہلو ہوتے ہیں اور ان میں کوئی پہلو قابل قبول ہوتا ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور جو پہلو قابل قبول نہیں ہوتا اس کا رد کرتے ہیں ۔ اگر صوفیہ ہے موقف پر کوئی استدلال رکھتے ہیں توعمو ما یا تو صوفیہ کے مشدلات کی روایت کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں یا پھران کی استدلالی کوششوں کو ' تخلیط'' قرار دیتے ہیں اور اگر روایت کی صحت کا انکار کسی بھی طرح ممکن نہیں ہوتا تو اپنے موقف

کے مطابق تاویل کی کوشش کرتے ہیں، صوفیہ اپنے نظریات اور اعمال ورسوم کے دفاع میں جو پچھ کہتے ہیں اور ان کی گفتگو اصولی طور پر سیحے ہوتی ہے اور ان کوتر دید کی راہ نظر نہیں آتی یا وہ اعمال جو بظاہر برے معلوم ہوتے ہیں اور صوفیہ ان کا کوئی شیحے معنی ومطلب نکا لنے کی کوشش کرتے ہیں اور اصولی طور پر اس بات کو قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہوتی تو آخری چوٹ صوفیہ پر ان کی سے ہوتی ہے کہ ان اقوال وافعال کو یک لخت جادہ نبوت سے خارج قرار دیتے ہیں۔خلاصہ کے طور پر ابن جوزی کے تنقیدی استدلالات کو درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے:

(۱) روایت درست نہیں ہے اور صوفیہ موضوع روایتوں سے استدلال کرتے ہیں

(٢) اس روایت كامطلب بنهیں ہے، بلكه بیہ۔

(۳) پیطریقه پاییمعنی جادهٔ نبوت سےخارج ہے۔

تنقيدات كااجمالي جائزه

مختلف ابواب کے تحت انہوں نے جو صوفیہ پر تنقید کی ہے ان کے مطالع سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عموما صوفیہ پر ان کی تنقید یا تو غلط نہی اور بد کمانی پر بنی ہے اور تصوف و صوفیہ کی اصل حقیقت ہی ان پر واضح نہیں ہے یا پھر ان کو ان بعض اصطلاحات سے اختلاف ہے جن کا عصر نبوی میں کوئی وجو ذہیں تھا، البتدان کی اصل موجود تھی جب کہ ہر قوم کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ولا مناقشہ فی الاصطلاح۔

یا پھرانہوں نے صوفیہ کے بعض آعمال کا انکار صرف اس لیے کیا ہے کہ اس پرصوفیہ کل پیراہیں جب کہ دوسرے مقام پرانہی چیزوں کی وہ تعریف وتوصیف کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ان کے عمومی اعتراضات کی نوعیت غلط نہی ہی ہے کیوں کہ ان کے بعض اعتراضات کی نوعیت غلط نہی ہی ہے کیوں کہ ان کے بعض اعتراضات کی نوعیت غلط نہی ہی ہے مثلا صوفیہ کی بداعتقادی کے باب میں انہوں نے صوفیہ پر حلولی ہونے کا الزام لگا یا ہے اور بعض الیے بہم اقوال سے استدلال کیا ہے جن کے ظاہر سے ان کو غلط نہی ہوئی ہے ، مثال کے طور پروہ ابوحزہ صوفی کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جامع طرطوں کی چیت پر ایک کوے کی آواز سی تو لینک لیک کہتے ہوئے ان کی چینیں بنہوں نے جامع طرطوں کی حیت پرایک کوے کی آواز سی تو لینک لیک کہتے ہوئے ان کی چینیں بند ہوگئیں ، اس واقعے سے انہوں نے صوفیہ کے سوءاعتقاد پر استدلال کیا ہے جب کر سے جی کہ بیر شعر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: سینٹر پھر ٹم آغاز تکا فی الاکو ایک سکتا ہے اور میں اس وقت رب تعالی کی اطاعت کے لیے اضطراری طور پر اپنی تیاری کا اعلان کر سکتا ہے اور میں اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ رب تعالی اس کو سے سکتا ہے اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا ہے ، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا ہے ، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا ہے ، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا ہے ، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا ہے ، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سے کہ کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے کہ کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ درب تعالی اس کو سے سے بات کہاں ثابت ہور ہی ہے کہ اس نے یہ عقیدہ در کھا کہ درب تعالی اس کو سے سکتا کے اس کے کہ اس کے یہ کو سے کہ اس کے کہ اس کے کہ کو سے کہ کو سے کہ اس کے کہ کو سے کہ کو سے کہ کو سے کو سے کہ کور سے کہ کو سے کہ کور سے کور سے کہ کور سے کور سے کہ کور سے کی کور سے کور سے کور سے کور سے کور سے کور سے کہ کور سے کور سے کہ کور سے کور سے کور سے کہ کور سے کہ کور سے کور سے کور سے کور سے کہ کور س

میں معاذ القد حلول کر گیاہے،خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تمام صوفیہ نے حلول کے عقیدہ کو مستر دکر دیا ہے اور اس سلسلے میں ان کی امہات کتب کی جانب رجوع کیا جاسکتا ہے تو اب لازم ہے کہ ان کے کلام کی تاویل کی جائے اور یہاں تاویلات کا امکان موجود ہے۔

طہارت، جائے سکونت، مال سے کنارہ کئی، لباس اور کھانے پینے میں تلبیس اہلیس کے حوالے سے انہوں نے جن باتوں پر تنقید کی ہے اور جن باتوں سے استدلال کیا ہے ان کی نوعیت ان اقوال و حکایات کی ہے جوغلبہ حال پر مشتمل ہیں اور غلبہ حال کے اقوال وافعال کی حیثیت استثنائی ہوتی ہے جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس سلسلے میں صوفیہ عام حالت میں مذاہب فقہا کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں البتہ حالت اضطرار میں جیسا نقاضائے اضطرار ہوتا ہے ویسا ہی ان سے صادر ہوتا ہے اور حالت اضطرار میں توحرام چیزیں جس کے مطابق ہیں پھر جو چیزیں اصلاً جائز ہول اگر چیاس میں کچھ کراہت بھی موجود ہو پھر بھی ان پر کیوں کر ملامت کی جاسکتی ہے

ب رہاں ایک بات میڈ ہمن نشین رہے کہ حالت اضطرار صرف بہی نہیں کہ کوئی شخص آپ کوئی حصرات اضطرار صرف بہی نہیں کہ کوئی شخص آپ کوئی حصرام کام کے ارتکاب پر مجبور کرے بلکہ حالت اضطرار کی ایک صورت میر بھی ہے کہ بندے کے پیش نظر ایسے ایمانی واحسانی مصالح ضرور میہ ہوں جن کے پیش نظر وہ ان کاموں کو کرنے پر مجبور ہوجائے بیاس کے قلب میں ایسا کوئی ایمانی واحسانی تکتہ رائے ہوجائے کہ اس کی وجہ سے عام حکم کے برخلاف عمل پیرا ہونے کے لیے مجبور ہوجائے۔

جہاں تک ساع اور رقص و وجد کی بات ہے تو ظاہر ہے کہ ساع کی حلت وحرمت پر متھذین سے لے کرآج تک بحث جاری ہے ہوں ہی رقص و وجد اضطراری کیفیتوں کا نام ہے اور اس کے مذموم وجود ہونے کا دارو مدار صدق احوال پر ہے اگر بندہ صادق الحال ہے تو محمود ہوگا ور نہ مذموم کیکن مشکل بیہ ہے کہ اس پر بھینی اطلاع ممکن نہیں مجمن شو اہد وقر ائن سے اندازہ لگا یا جاسکتا ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ رقص و وجد کے محمود و مذموم ہونے کے سلسلے میں صوفیہ نے ان تفکوی ہے جاسکتا ہے۔ اور ایسا بھی نہیں رکھا ہے بلکہ صوفیہ نے اپنی کتا بول میں اس معا ملے کے ہر پہلو پر گفتگو کی ہے ہوں ہی رقص و وجد جو بتکلف ہولیکن شبہ کے لیے ہواس کو اس محمل پر قیاس کیا ہے کہ ذان لَم تَبکُو فَشَیا کو ۔ اگر رونہ سکوتو رونے جیسی صورت ہی بناؤ (دیکھیں: احیاء العلوم ، کتاب الوجد و الساع) اس کے باوجود علامہ ابن جوزی یہاں بھی صوفیہ کے تعلق سے بدگمانی کا شکار ہیں اور نہ وہ یہ اسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں کہ وجود کے بہاں بھی صادق الاحوال ہو سکتے ہیں بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہا گرکوئی ہو حوی کرتا ہے کہ حسن وعش پر شتمل نخمات طرب آگیز سننے کے بعد بھی اس

مزید بیر کہ وہ خودکو بھی اپنی مجالس میں عشقیہ مضامین پر مشتمل اشعار گنگنانے سے روک نہیں پاتے جبیبا کہ اس کی تفصیل تناقضات کے بیان میں آرہی ہے۔ امر دوں اور بے ریش لڑکول کی صحبت کے سلسلے میں صیوفیہ پر تلبیس اہلیس کی بحث میں

امردوں اور بےریش لڑکوں کی صحبت کے سلسلے میں صوفیہ پر تلبیس اہلیس کی بحث میں انہوں نے جن باتوں کو بنیا دبنا کر تقید کی ہے ان میں سے بیشتر کا تعلق حکایات سے ہے، اولا تو ان حکایات کی صحت روایت وہ سب غلبۂ حال کے حکایات کی صحت روایت وہ سب غلبۂ حال کے واقعات ہیں اور خاص احوال میں جب شجرہ طور سے کلام ربانی سنا جا سکتا ہے تو خاص احوال میں کسی بشر میں تجلیات ربانیہ کا مشاہدہ کیوں نہیں ہوسکتا جب کہ خود اس کا اعلان ہے کہ ہم آفاق وافس میں اپنی نشانیاں دکھا نمیں گے، پھر جن صوفیہ کے اس طرح کے واقعات نقل کیے گئے ہیں وافس میں اپنی نشانیاں دکھا نمیں گے، پھر جن صوفیہ کے اس طرح کے واقعات نقل کیے گئے ہیں ان کا عمومی حال صلاح و تقوی سے آراستہ ہے تو ان اقوال و افعال کی تاویل کیوں نہیں کی جب کہ نہیں مونین سے صن ظن رکھنے کا تھم دیا گیا ہے۔

باب توکل ، مال واسباب سے قطع تعلق اور ترک علاج کے سلسلے میں بھی جن امور سے
استدلال کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا تعلق توغلبۂ حال سے ہے جب کہ بعض کا تعلق لوگوں کے
درجات توکل سے ہے، بعض لوگوں کا توکل اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ ظاہری اسباب نہ اختیار کرنے
کے باوجودان کے توکل علی اللہ پرکوئی فرق نہیں پڑتا اوران کا قلب مضطرب نہیں ہوتا، بلکہ بعض تو
وہ بھی ہوتے ہیں جواسباب کی موجودگی کی صورت میں مضطرب ہوتے ہیں اوراسباب نہ ہونے کی
صورت میں ان کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ہم صرف اس بنا پر کہ ہما را حال ایسانہیں ہواور
ہمارے لیے مستجد ہے دوسرول کے حق میں اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ جہاں تک شریعت میں
اسباب کی اہمیت کی بات ہے تو وہ مسلم ہے اور سبب اختیار کرنے کا حکم بھی توکل مضبوط کرنے کے

لیے ہے اور ترک اسباب کی ممانعت بھی اسی لیے ہے کہ کم ہمتی کی بنا پرترک اسباب کی وجہ سے کہیں توکل نہ متاثر ہوجائے ،خود صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی زندگی اختیار اسباب کے سلسلے میں اسباب کے سلسلے میں اسباب کے سلسلے میں عام صحابہ سے مختلف ہے ، ان کی فقر والی زندگی اختیاری تھی ورنہ وہ چاہتے تو اسباب و معیشت والی زندگی اختیار کرنا اگر اتنا ہی ضروری ہوتا تو صحابہ کرام ان کو اسباب اختیار کرنا اگر اتنا ہی ضروری ہوتا تو صحابہ کرام ان کو اسباب سے جوڑنے کی پوری جدوجہد کرتے۔

مزید بید کی عمومی احوال میں صوفیہ بھی اسباب اختیار کرتے ہیں البتہ بھی توغلبہ حال کی بنا پر اسباب کی لگام ان سے چھوٹ جاتی ہے یا پھر طالبان مولی کے دلوں سے اسباب کی محبت نکالنے اور ان کارشتہ خالق اسباب سے مضبوط کرنے کی غرض سے عارضی طور پر ان کو اسباب سے ایک گونہ دور می بنانے کا حکم دیتے ہیں اور پھر بعد میں ان کو بھی اسباب استعمال کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

سفروسیاحت، بغیرزادسفرو پرانول میں جانے ،اورصوفیہ سے سفر میں خلاف شریعت سرز د ہونے والے افعال کے شمن میں انہوں نے جن اقوال ووا قعات سے استدلال کیا ہے ان سب کو ہماری سابقہ گفتگو کے شمن میں سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ اس ذیل میں ان کے سارے اعتراضات اسی قبیل کے ہیں جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔

جہاں تک گوششینی کے سبب جمعہ اور ترک جماعت کی بات ہے یہ بات بالکلیہ درست نہیں ہیں، اصل گوششینی کے سبب جمعہ اور ترک جماعت کی بات ہے میہ الخاطر میں ان کی تحریروں سے ظاہر ہے اور ترک جمعہ و جماعت کی سی معتبر صوفی نے تونہیں کہی بلکہ ہمیشہ گوششین کے حجم ہونے کے لیے جمعہ و جماعت کی حاضری کو ضروری قرار دیا گیا غلبہ حال میں سی سے ترک ہوگیا ہوتو اس کو معذور قرار دیا جانا چاہے اور ان استثنائی واقعات واحوال کی بنا پر عام صوفیہ کو موردالزام نہیں تھہرایا جا سکتا، گوششین کے اصول وفروع کی تفصیل کے لیے کتب صوفیہ میں آداب المحلوق و المعزلة کی جانب رجوع کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک ترک نکاح کی وجہ سے صوفیہ پر نفذ کی بات ہے تو اولاً یہ بات صحیح نہیں ہے کہ صوفیہ ترک نکاح کی وجہ سے صوفیہ ترک نکاح کیا ہے اور ان کی اولا ویں بھی میں ، ثانیاً اگر بعض صوفیہ نے نکاح نہیں کیا ہے تو اس میں صوفیہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ بعض نقہا اور محد ثین نے نکاح نہیں کیا انہوں نے ایک سنت کے اور محد ثین نے نکاح نہیں کیا انہوں نے ایک سنت کے مقابلے دیگر سنن و نوافل کی تکیل پر تو جہ وی ، لیکن جن صوفیہ نے نکاح نہیں کیا انہوں نے سنت نکاح مقابلے دیگر سنن و نوافل کی تکیل پر تو جہ وی ، لیکن جن صوفیہ نے نکاح نہیں کیا انہوں نے سنت نکاح

کے مقابلے میں دیگر ایمانی واحسانی فرائض مثلاً تز کیۂ نفس ،استقامت علی التوبہ اور دیگر ایمانی احوال جوزکاح کےمقابلےزیا دہ اہم ہیں ، کی تحصیل پرتوجہ دی۔

پھرفقہانے بھی ہر حال میں بعض نکاح کوسٹ نہیں قرار دیا ہے بلکہ جن کوظن غالب ہو کہ وہ نکاح کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرسکیں گے ان کے لیے تجر داختیار کرنا اور کسرشہوت کے لیے روز ہ رکھنا ضروری ہے اور بعض صوفیہ کی مشغولیت حق کی حالت میں یہی صورت حال ہوتی ہے اور وہ اس حالت میں کثرت سے روز ہے بھی رکھتے ہیں۔

مزید بیر کہ بعض انبیا مثلاً حضرت یحیٰ نے بھی نکاح نہیں فر مایا تو کیا نکاح نہ کرنے کی وجہ سےان پر بھی اعتراض کیا جائے گا؟

ایسے، این جوزی کاصوفیہ پر بیالزام کہ وہ نکاح کی ترغیب نہیں دلاتے بلکہ اپنے مریدین کونکاح سے منع کردیتے ہیں اور بیتو شریعت سے اعراض ہے، جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں، صوفیہ سب سے زیادہ سنت پڑ کمل میں سبقت کرنے والے ہیں، ہوتا دراصل بیہ ہے کہ صوفیہ میر بیرسالک کے احوال میں جب بید کھتے ہیں کہ فساد زمانہ اور فساد زمان کی وجہ سے اس کا نکاح کرنا اس کو تعلق باللہ میں کمزور کردے گا، جب کہ وہ ابھی تزکیے کے مراحل سے گزر رہا ہے، اس کے لیے عارضی طور پر نکاح درست نہیں ہے چنانچہ احسانی مصالح کی تحصیل اور احسانی مفاسد کے سد باب کے لیے دائی طور یا عارضی طور پر اسے نکاح سے منع کرتے ہیں، ان کا حکم تحصی ہوتا ہے عموی نہیں اور بیشتر احوال میں وائی عارضی طور پر اسے نکاح سے منع کرتے ہیں، ان کا حکم تحصی ہوتا ہے عموی نہیں اور بیشتر احوال میں وائی بھر نہیں ۔ جب مریض جسمانی جسپتال پہنچتا ہے تو ڈاکٹر اس کے سامنے علم کی فضیلت پر گفتگونہیں کرتا بلکہ وہ اس مریض کی صحت کی بحالی میں لگار ہتا ہے کہ وہ اس کے مناز ہیں۔

ظاہر ہے کہ فقہ وحدیث کی تحصیل میں مشغول طلبا کے سامنے اسا تذہ فقہ وحدیث کی تحصیل کے فوائد اوراس کی عظمت پر گفتگوزیادہ کرتے ہیں نہ کہ نکاح کی فضیلت پر، بلکہ اگر کوئی طالب علم نکاح کی غرض سے تحصیل فقہ وحدیث کی تکمیل سے اعراض کرتا ہے تو اسا تذہ اسے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں تو کیا یہ یہ ان لیاجائے کہ فقہا وحدثین بھی نکاح سے روکنے والے ہوتے ہیں؟

اس سے دوررہنے کی تلقین ضرور کی جائے گی اور ممکن ہے کہ ان احوال میں البغض فی اللہ کے تقاضے کے تحت شدت بھی پیدا ہوجائے اور پھرکوئی الی کتا بوں کو دریا میں ڈال دے یا اس طرح کے دیگرا فعال اضطراری طور پراس سے صادر ہوجا نمیں۔

جہاں تک صوفیہ کی ملمی تفتگو پر ابن جوزی کی تنقیدات کی بات ہے توان کی بعض تنقیدات کا تعلق باطنی تاویلات سے بری بیں البتہ تفسیر اشاری اور باطنی میں بعض مشابہتوں کی وجہ سے بسااوقات بعض شبہات پیدا ہوجاتے ہیں، جب کہ بعض تنقیدات کا تعلق فہم واجتہا دسے ہے، ابن جوزی کے فہم واجتہا دہیں وہ اشارہ لینا درست نہیں جب کہ صوفیہ کے فہم واجتہا دکھم واجتہا دکھم اللہ علی ہوائی وہ معنی مراد لینا درست ہے، اس لیے اس طرح کے معاملات ہیں جس کا دل جس طرف مائل ہواس کی جانب چلا جائے یا پھر یہ کہ وہ خود صاحب استدلال ہوتو اس کا استدلال جس جانب جلا جائے یا پھر یہ کہ وہ خود صاحب استدلال ہوتو اس کا تقسیر اشاری کی تواسے بشمول ابن سے میں عوری علم کی مختلف جماعتوں نے قبول کیا ہے۔

جہاں تک شطحات صوفیہ اور ان کے دعاوی پر ابن جوزی کی تنقیدات کی بات ہے توشطحات کے سلسلے میں صوفیہ کاعلمی موقف یہی ہے کہ وہ قابل تقلید نہیں ہیں البتہ وہ نا قدین کی طرح شطحات کی بنا پرسب وشتم نہیں کرتے بلکہ تاویل کرتے ہیں اور جن سے یہ با تیں صادر ہوتی ہیں انہیں معذور جان کران کی عیب بوشی کرتے ہیں اور حسن طن رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ شرعا مطلوب ہے خصوصا اس لیے بھی کہ جن سے اس طرح کے اقوال صادر ہوئے ہیں ان کا عام حال صلاح وتقوی پر مشتمل ہے، ہاں اگر کوئی سد ذرائع کی نیت سے نقر بھی کرتا ہے تو ان سے کوئی تعرض نہیں کرتے البتہ وہ اس بات کی دعوت ضرور دیتے ہیں کہ اگر تاویل سے کوئی صحیح معنی پیدا ہوتا ہوتب بھی سد ذرائع کی غرض سے اس سے منع ضرور کیا جائے لیکن جو تاویلی معنی ہے اسے بھی بیدتا ہوتا ہوتا کے بیاکہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگ بر گمانی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے بیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگ بر گمانی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے بیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگ بر گمانی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے نیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگ بر گمانی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے نیات کے تابی گرائی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے نیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگ بر گمانی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کے نیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیک گرائی میں مبتلا نہ ہوں و لیے صوفیہ کی میں بیان کر دیا جائے تا کہ اللہ کے نیان گروں ہیں۔

(۱) پہلا گردہ منگرین کا ہے، اور منگرین کی بھی دو جماعتیں ہیں، ایک وہ جماعت جو حقیقی طور سے ان صوفیہ پرانکار کرتی ہے اور ایسے اقوال وافعال کو جہل وجنون سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ چیز اس جماعت کے لیے رحمت و ہرکت سے محرومی اور سوئے خاتمہ کا سبب بن سکتی ہے۔ دوسری وہ جماعت جوسد ذرائع کی نیت سے انکار کرتی ہے اور فی نفسہ وہ ان صوفیہ کے موافق اور حامی ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا گروہ غالی محبین کا ہے ، بیاس طرح کے تمام اقوال وافعال کوظاہر کے لحاظ سے بھی درست اور سیجے سمجھتا ہے ۔ (۳) تیسراگروہ وہ ہے جوافراط وتفریط سے پاک ہے، بیصاحبان اعتدال ہیں، ان کا موقف ہیہ ہے کہ ایسے اقوال وافعال در حقیقت درست ہیں مگر بظا ہر فتیج ہیں اور بظا ہر فتیج ہونے کی وجہ ان حضرات کا غلبۂ حال اور اختیار کا کھودینا ہے۔ لبندا ایسے اقوال وافعال کو فقط تسلیم کیا جائے جیسا کہ کہا گیا ہے آسلہ تسلہ (مرج البحرین فارتی، شیخ عبدالحق محدث وہلوی، ص ۳۵سے سے چنا نچ صوفیہ کے اقوال وافعال میں صرف ارشاوات ہی کمل طور سے قابل عمل ہوتے ہیں، باقی رہے متشابہات تو وہ اپنی تمام قسمول کے ساتھ مؤول ہیں اور ان کے ظاہری معانی قابل عمل کو نئی مل سامنے آئے تو بیضرور خور کیا جائے کہ وہ ظاہری طور پر بھی شریعت وطریقت کے مطابق کوئی عمل سامنے آئے تو بیضرور خور کیا جائے کہ وہ ظاہری طور پر بھی شریعت وطریقت کے مطابق سے یا نہیں، اگر ظاہری طور پر بھی معیار شریعت پر ہوتو اس کے تعجم معانی مراد لینے کی کوشش کی سے اور متشابہات کے ظاہر کی تقلید نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے تیجے معانی مراد لینے کی کوشش کی جائے گی بلکہ اس کے تیجے معانی مراد لینے کی کوشش کی جائے گی بات کے برقول وقعل کو تھی نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے تیم معانی مراد لینے کی کوشش کی جائے گی بلکہ اس کے تیم معانی مراد لینے کی کوشش کی جائے گی بات کے ہرقول وقعل کو تھی نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے تیم معانی مراد لینے کی کوشش کی اس تعلق سے شیخ ابن تیمیہ کا اعترائی بیان دیکھیے، وہ لکھتے ہیں:

وفى كلام أهل التصوف عبارات موهمة فى ظاهرها بل و موحشة أحيانا و لكن تحتمل و جهاصحيحا يمكن حملها عليه, فمن الإنصاف أن تحمل على الوجه الصحيح (مجوع الفتاوي، ٢٠٥٥) _

جہاں تک جادہ سے منحرف ہونے اور اعتدال پر نہ ہونے کی بات ہے تواس مقام پر بھی دراصل علامہ ابن جوزی غلط فہنی کے دام میں گرفتار ہیں ،اس لیے کہ اعتدال سے ہٹنا کسی امر محوو اور وجہ باطنی سے ہوتا ہے، اب اگر کسی محمود امر باطن کی وجہ سے اعتدال سے ہٹنا پا یا جائے تواس کی وجہ سے صوفیہ پر لعن طعن نہیں ہوگا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شدید سردی کے موسم میں آگ کے انتہائی قریب بیٹھا ہوا ب کوئی دوسرا انسان جواس کیفیت سے دو چار نہیں ہے اس تصویر کو جب بھی دیکھے گاتو اسے اعتدال سے ہٹا ہوا قرار دے گا اور آگ سے اس انسان کی انتہائی قربت کو 'انحو اف عن المجادۃ'' کے گالیکن کیا واقعتا ایسا ہی ہے کہ وہ انسان جوشد ید سردی کے موسم میں آگ کے انتہائی قریب بیٹھا ہے وہ اعتدال پر نہیں ہے؟ یا پھر بید دیکھنے والے کا محفن فریب ادراس کے گردو پیش سے ناوا تفیت کی دلیل ہے؟

ویسے ہر جماعت عدم اعتدال کا شکارہے، فقہائے ظاہر صرف ظاہری مسائل پر زور دیتے ہیں، اہل حدیث صرف فزیر ہاندوزی کو ہیں، اہل حدیث صرف ذخیر ہاندوزی کو سرمائی آخرت سمجھ رکھاہے، ایسے میں صوفیہ احوال قلب کی درسی، دنیاسے یک گونہ بیزاری اور صرف

آخرت پرنظر کواصل مقصود قرار دے رہے ہیں تواس میں تعجب کی کیابات ہے؟ جبکہ حقیقت یہ جی کے کہ صوفیہ جس طرح باطن شریعت پر سختی سے عامل اوراس کی دعوت دینے والے ہیں، یوں ہی وہ ظاہر شریعت کے مکمل پابند اوراس کی پابندی کی طرف بلانے والے ہیں، وہ نہ دنیا سے محبت کی دعوت دیتے ہیں اور نہ دنیا ہے محبت کی دعوت دیتے ہیں اور نہ دنیا ہیں جس میں اور نہ دنیا ہیں جس میں اور انہ دنیا ہیں جس میں صراحت کی گئی ہے کہ تم اپنی و نیا ایسے تلاش کروگو یاتم ہمیشہ کے لیے بہاں رہنے والے ہواور آخرت کی تیاری میں اس طرح مسلسل لگے رہوگو یاتم المطلح ہی دن موت ہمال رہم مسلسل لگے رہوگو یاتم ہمیشہ کے لیے ہمیاں رہنے والے ہواور آخرت کی تیاری میں اس طرح مسلسل لگے رہوگو یاتم المطلح ہی دن موت ہیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے ۔ (قصو الامل، ابن ابی الدنیا ہیاب المبادر ہ بالعمل) پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے ۔ (قصو الامل، ابن ابی الدنیا ہیاب المبادر ہ بالعمل) رہے ہیں، اس لیے وہ طالبین وان کے احوال کے لحاظ سے رہنمائی فرماتے ہیں، کوئی اگر دنیا ہیں ادر ہوتا ہے تواسے دنیا ہے صدور شرع میں نفع اٹھانے کی ترغیب دیتے ہیں اوراگر کوئی دنیا کی آلائشوں میں ڈوبا نظر آتا ہے تواسی شدت کے ساتھ اس سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوں کہ طالبین دنیا میں دو بانظر آتا ہے تواسی شدت کے ساتھ اس سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوں کہ طالبین دنیا دولے ہونے والے عموماً دنیا کی گئدگیوں میں سرسے پاؤں تک دولے ہوتے ہیں، اس لیے صوفی اس شدت کے ساتھ اس سے بادر سنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے وہ کو تے ہیں، اس لیے صوفی اس شدت کے ساتھ اس سے بادر سنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے وہ کی کشرت ہے اور صوفی کی بارگر ہوں بی صوفی اس شدت کے ساتھ اس سے بازر سنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے وہ کی کشرت ہیں، اس لیے صوفی اس شدت کے ساتھ اس سے بادر سنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے وہ کی کوشش کی کر خیب ہونے وہ کے عموماً دنیا کی گئدگیوں میں سرسے ہیں۔

اب ایک دوسراتخص جوان احوال سے واقف نہیں ہے صوفیہ پر دنیا پیزاری کا الزام لگاتا ہے اوران پرخودغرض جماعت ہونے کا الزام عائد کرتا ہے کہ انہیں صرف اپنی نجات کی فکر ہوتی ہے، حالال کہ صوفیہ سب سے زیادہ مخلوق کی نجات کی فکر کرنے والے ہوتے ہیں، گویا عدم اعتدال کے بیشتر واقعات واحوال صوفیہ کے نہیں بلکہ مبتد کین متصوفین کے ہیں جن کو کا ملین کے نام سے پیش کیا جاتا ہے، یا یہ احوال وواقعات کا ملین صوفیہ کے اس زمانے کے ہیں جب وہ کمال تک نہیں پہنچے تھے۔ صوفیہ کے غیر معتدل سمجھ جانے والے سارے اقوال وافعال واحوال کو مذکورہ گفتگو کے سیاق میں ہی سمجھا جانا چاہیے ورنہ و لیں ہی غلط فہنی پیدا ہوگی جیسا کہ علامہ ابن جوزی کو ہوئی۔ اس سلسے میں علامہ قطب الدین دشقی کی بیعبارت چشم کشاہے:

و ما أوردناه في فضائل الجوع ربما يومى إلى أن الإفراط فيه مطلوب, وهيهات! ولكن من أسرار حكمة الله تعالى في الشريعة أن كل مايطلب الطبع فيه الطرف الأقصى وكان فيه فساد, جاء الشرع بالمبالغة في المنع منه على وجه يومي عندالجاهل إلى أن المطلوب مضادة ما يقتضيه الطبع بغاية الإمكان, والعالم يُدرك أن المقصو دالوسط, لأن الطبع إذا طلب

غایة الشبع فالشرع ینبغی أن یمدح غایة المجوع حتی یکون الطبع باعثا، والمشرع مانعا، فیتقاو مان فیحصل الاعتدال _ (الرسالة المکیة بقسل فی دوام الصوم) مجو کر رہنے کی فضیلت میں ہم نے جو پچھود کرکیا ہے بسااوقات اس سے اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ اس معاطع میں افراط وشدت اور مکمل طور سے کھانا چھوڑ دینا شریعت کو مطلوب ہے، حالال کہ الی بات نہیں ہے ۔ البتہ احکام شریعت کے حوالے سے اللہ کی ایک حکمت بیہے کہ طبیعت جس چیز کی طرف انتہائی حد تک مائل ہوتی ہے اور اس میں افراط وغلوکی طالب ہوتی ہے، کین اس کے اندر فساد ہوتا ہے توشریعت اتنی شدت اور مبال وغلوکی طالب ہوتی ہے، کین اس کے اندر فساد ہوتا ہے توشریعت اتنی شدت اور ممان حد تک اس طبی تقاضے کی مخالفت ہے، جب کہ اہل علم سیجھتے ہیں کہ شریعت کا مطلوب ہم مان حد تک اس طبی تقاضے کی مخالفت ہے، جب کہ اہل علم سیجھتے ہیں کہ شریعت کی مطبیعت منریعت اس کے کہ طبیعت کمل طور سے شعو کے رہنے کی مدح وثنا کرتی ہے، اس غرض سے شریعت اس کے کرخلاف مکمل طور سے بھو کے رہنے کی مدح وثنا کرتی ہے، تاکہ طبیعت انتہائی شکم سیری کی فقاضا کر سے اور شریعت اس سے مکمل طور سے رہ کے اس طبیعت وشریعت وشریعت وشریعت ورفوں آ منے مدال حاصل ہوجائے۔

بعض اعتراضات اس بنا پر کیے گئے ہیں کہ وہ صوفیہ کی مرا داور گفتگو کی جہت اور حیثیت کو خہیں سہجھ سکے ہیں اور محض غلط نبی کا شکار ہوئے ہیں مثلا طہارت کے لیے صوفیہ کا پانی زیادہ استعال کرنا ، مال سے دورر ہنا اور اس سے دورر ہنے کی تاکید کرنا ، کھر در بے لباس بہننا وغیرہ ، یہ اور اس جیسے دوسر سے مسائل ایسے ہیں جس میں دونوں فریق دوالگ الگ حیثیتوں سے حق پرست ہیں اور دونوں کی بات اپنی جگہ پر درست ہے لیکن علامہ ابن جوزی کی گفتگو سے ایسا لگتا ہے کہ صوفیہ اس دونوں کی بات اپنی جگہ پر درست ہے کہان جوزی قائل ہیں حالانکہ ایسا نہیں ، یہاں بھی علامہ ابن جوزی محض غلط نہیں کا شکار ہوئے ہیں۔

جہاں تک صوفیہ کی استدلالی کوششوں کو تخلیط قرار دینے کی بات ہے توحقیقت میہ ہے کہ صوفیہ کے دلائل کی تر دید میں خود ان سے تخلیط واشتباہ واقع ہوا ہے، تلبیس اہلیس باب دہم ،اور تصوف کی بنیادی کتابوں میں متعلقہ بحثیں ، دونوں کے مقابلے سے واضح ہوجائے گا کہ علامہ ابن جوزی سے بہت تخلیط واشتباہ واقع ہوا ہے ،ان باتوں کو صوفیہ کی جانب حلول واتحاد کی نسبت اور ساع پران کی گفتگو کے ضمن میں آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔

جہاں تک ضعیف وموضوع روایتوں سے استدلال کی بات ہے توجس طرح حکم ضعف و

وضع لگانے میں محدثین کے منابج مختلف ہیں اسی طرح عمومی طور پر منا بچ محدثین سے اتفاق کے ساتھ بعض امور میں صوفیہ محدثین کے ساتھ اختلاف بھی رکھتے ہیں، چنانچے صوفیۃ للتی بالقبول، تجربہ اور کشف کی بنا پر بھی حدیث کی قبولیت کے قائل ہیں، بول ہی بعض احادیث سنداً موضوع ہوتی ہیں، کین معنی صحح ہوتی ہیں، کین معنی صحح ہوتی ہیں، کین سے اس فن کے واقف کار بخو بی مطلع ہیں، ان میں کشف کوچھوڑ کر باقی طرق قبول وہ ہیں جن کو بعض محدثین بھی قبولیت حدیث کے وسائل کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ابن جوزی کے یہاں خود حالت سیہے کہ وعظ اور اس قسم کے موضوعات پر مشتمل ان کی کتابیں ضعیف وموضوع روایات سے پر ہیں بلکہ بسااوقات تو وہ ان احادیث سے ایسے استدلال کرتے نظر آتے ہیں جیسے وہ سیح ترین اور حسن ترین احادیث ہوں ،ان کے یہاں اس ظاہرے کو ملاحظہ کرنے کے لیے ان کی درج ذیل کتب کی جانب رجوع کیا جا سکتا ہے: اردَ وس القواریر فی الخطب والمحاضرات والوعظ والتذکیر۔ ۲۔ ذم الہوی۔ ۱۳۔ التبصر 5۔

ابن جوزي كِقولي عملي تناقضات

یہاں تک ابن جوزی کی تنقید صوفیہ وتصوف اور اس سے متعلق گوشوں پر گفتگو کی گئی، اب ابن جوزی کی شخصیت کا دوسرا رخ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ان کے فکری وعملی تناقضات واضح ہو سکیں اور بید تقییقت منکشف ہو سکے کہ جن باتوں کی بنا پر انہوں نے صوفیہ پر تنقید کی اپنی عملی زندگی میں وہ خود بھی ان باتوں سے محفوظ نہ رہ سکے کہ بول کہ اعتبار الفاظ واصطلاحات کا نہیں ہوتا بلکہ ان کے مدلولات کا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اس زاویے سے دیکھا جائے تو ابن جوزی کی زندگی کے وا قعات اور خود ان کی تحریریں ایک ایسے تھی کی ہوئی معلوم ہوتی ہیں جو ایک طرف تو ناقد تصوف ہے لیکن دوسری طرف خود ان کا روحانی وعملی پیکراسی تصوف کے عناصر سے تراشا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں اولا ابن جوزی کی صید الخاطر سے ان تحریروں کی جانب اشارہ کیا جائے گا جس میں وہ ایک صوفیا نہ خصوصیتوں اس سلسلے میں اولا ابن جوزی کی صید الخاطر سے ان تحریروں کی جانب اشارہ کیا جائے گا جو صوفیا نہ خصوصیتوں میں شار کیے جاتے ہیں ۔ پھر ان کے عملی شنچ سے ان کے صوفی انداز فکر کو بتلایا جائے گا ، ثالثا مورخین کے حوالے سے ان کی میں ساتھ کی ہونے گا ، ثالثا مورخین کے حوالے سے ان کی اس خول کو بیش کیا جائے گا ، ثالثا مورخین کے حوالے سے ان کی جوالس میں پورے ابت ما اور جن باتوں کی بنا پر انہوں نے صوفیہ پر تنقید کی ہے وہی باتیں بوزی ان کی مجالس میں پورے ابتمام کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔

صيدالخاطر

علامہ ابن جوزی کی ایک تصنیف صیدالخاطر ہے،اس میں مصنف نے اپنے قلبی واردات، بِتکلف خیالات واظہارات، زندگی کے مختلف تجربات، بکھرے افکار اور روزمرہ کی زندگی میں پیش آمدہ مسائل وحوادث کو اس طرح سمودیا ہے کہ پوری کتاب پڑھ جائے ہیں بھی آورد کا شائر نہیں ہوگا بلکہ صرف آمدہی آمدنظر آئے گا اور قاری اس کتاب کے مطالع سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا،اس کتاب میں جا بجانفس سے مکا لمے ملیں گے۔سوال وجواب ہوگا، ذہنی کشکش کی داستان ہوگا، اس کتاب مسائل پر کھی اشاراتی اور کھی تفصیلی گفتگو ملے گی،اس کتاب کشکش کی داستان ہوگا، اور کھا شار اس اس کتاب کے مطالع سے علامہ ابن جوزی کا پورا پیکر تر اشا جاسکتا ہے۔ کہیں وہ نا قد تصوف نظر آئیں گئو ور یاں، کہیں دن قد سلفیت' ، کہیں وہ محدثین کی کمیاں دکھاتے نظر آئیں گئو کہیں فقتہا کی کمزوریاں، اور کتابوں کے انہی صفحات میں کہیں ایک ایساعا جز ومتواضع انسان نظر آئی گئا جو صرف تعلق باللہ کی اور کتابوں کے انہی صفحات میں کہیں ایک ایساعا جز وہ تواضع انسان نظر آئے گاجو صرف تعلق باللہ کی سے دور کی بنائے رکھنا چاہتا ہے، جو دنیا سے متنفر ہے، جو بادشا ہوں اور والیان سلطنت سے دور کی بنائے رکھنا چاہتا ہے، جو ان اعلیٰ صفات واحوال سے آراستہ ہوا کرتے ہیں۔

اس کتاب کی فہرست اٹھا کر دیکھی جائے تو تین سوسے زائد عناوین کے تحت ان کے مختلف افکار وخیالات ملیس گے جن میں اکثریت ان کی ہوگی جن کا تعلق تصوف اور صوفیا نہ احوال وصفات سے ہے۔ہم ذیل میں صرف چند عناوین کوذکر کریں گے جن سے ہزار نقذ ونظر کے باوجود ان کے فکروکل میں تصوف کے عناصر کا انداز دلگانا آسان ہوگا۔

روابط النفس بالدنيا (ص: ۱۲) موت القلوب (ص: ۱۳) علماء الدنيا و علماء الآخرة (ص: 2) التبتل الى الله (ص: 4) السبب لا ينبغى ان فلسفة الصبر والرضا (ص: 4) دعاء المنكسرين (ص: 4) السبب لا ينبغى ان يذهل عن الله (ص: 4) جهاد الهوى (ص: 4) التائب تطفئى نار الغضب (ص: 4) اتقوى الله على كل حال (اينا) علبة الشهوة التائب تطفئى نار الغضب (ص: 4) العرفى لا يكفى (ص: 4) العزلة النافعة (ص: 4) الاخلاص التام (ص: 4) الحياة مدرسة تخرج للآخرة (ص: 4) علماء اللباب (ص: 4) الحياة مدرسة تخرج للآخرة (ص: 4) علماء القشور و علماء اللباب (ص: 4) النفس طامعة اذا اطمعتها (ص: 4) الوحدة خير من جليس السوء (ص: 4) التسبيح والاستغفار على الحقيقة (ص: 4) التسبيح والاستغفار على الحقيقة (ص: 4)

(93.6)، العزلة دواء (93.6))، المحافظة على صفاء القلب (93.6))، الاستعداد للرحيل (93.6))، مخالطة المحجوبين عن الله عشاوة (93.6))، مخالطة حقيقة الحسد (93.6))، نماذج للعبرة (93.6))، نماذج للعبرة (93.6))، اللذات المعنوية (93.6))

صوفیانہ معانی والےعناوین کی بیتو سرسری فہرست ہے،اب ذیل میں ان کی بعض وہ تحریریں پیش کی جاتی ہیں جن کےموضوعات خالص صوفیانہ ہیں۔

دنیا اور مال و دولت کی محبت سے فرار کا موضوع صوفیہ کی کتابوں کا ایک عام موضوع ہے۔ جس پرصوفیہ تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور ضمن میں ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے۔ جس سے ایسا متر شخ ہوتا ہے کہ جیسے وہ بالکلیہ دنیاوی نعمتوں اور مال و دولت سے گریز کے داعی ہوں جب کہ حقیقتا ایسانہیں ہوتا بلکہ ایسا صرف علاج بالضد اور مبالغہ کے طور پر اور عمومی طور سے پھیلی ہوئی دنیا کو شدت اور مبالغہ کے ساتھ مستو دکرنے کے لیے ہوتا ہے، مذمت دنیا میں اسلوب کی شدت اور مبالغہ آمیزی کی وجہ سے ابن جوزی صوفیہ کی شدید مدندل موقف پیش کر کے صوفیہ کو غیر معتدل دنیا اور دنیا کی نعمتوں کے حوالے سے اسلام کے معتدل موقف پیش کر کے صوفیہ کو غیر معتدل جماعت قرار دیتے ہیں اور ان کو اعتدال اختیار کرنے ہیں تو کیسا مبالغہ آمیز اسلوب اختیار کرتے ہیں اور کیسے خود دنیا اور مال و دولت کی مذمت پر آتے ہیں تو کیسا مبالغہ آمیز اسلوب اختیار کرتے ہیں اور کیسے غلبہ حال کے واقعات ذکر کرتے ہیں اس کو حانے کے لیے ان کی ہترے پر ملاحظہ کریں:

علماء المدنياو علماء الآخرة كعنوان سے گفتگوكرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دونوں گروہوں كے درميان فرق بيہ كه دنيا كومجوب ركھنے والے علا دنيا كى سروارى چاہتے ہیں اور زيادہ مال ودولت اور تعريف وتوصيف كے خواہش مند

ہوتے ہیں جب كہ آخرت سے محبت ركھنے والے علا دنيا، مال ودولت اور تعريف وتوصيف سے ہيں اور اسے دوسروں كے ليے چھوڑ ديتے ہیں بيان باتوں سے بہت ڈرتے ہیں اور جواس كی آزمائش میں پڑتے ہیں اس كے ليے دعائے رحمت كيا كرتے ہیں وحضرت امام خعى ستون سے ٹيک نہيں لگاتے تھے۔ بيلوگ فتووں سے دور بھا گتے تھے، کم نامى كو پسند كرتے تھے۔ ان كى مثال ان لوگوں كی فتووں سے دور بھا گتے تھے، کم نامى كو پسند كرتے تھے۔ ان كى مثال ان لوگوں كی صرف اس بات كی فکر ہوتی ہے كہ كيسے وہ كاميا ہی كے ساتھ اپنا سفر پورا كريں گے، سہاں تک كہ انہيں كاميا ہی كا يقين ہوجائے، ان ميں كا ہرايك دوسرے كے ليے يہاں تک كہ انہيں كاميا ہی كا يقين ہوجائے، ان ميں كا ہرايك دوسرے كے ليے

دعا کرتاہے اور باہم استفادہ کرتاہے، اس لیے کہ وہ سب ایک سواری میں بیٹھے مسافر ہیں جو آپس میں محبت والفت سے کام لیتے ہیں۔ گویا بدروز وشب ان کے لیے سفر جنت کی راہ میں منزلوں کی مانند ہیں۔ (ایضا، ص: ۱۸۱۷۔)

یہال غور کریں کہ آخرت سے محبت رکھنے والوں کے اوصاف میں مال ودولت سے فرار کوشائل قرار دیا گیاہے، سوال ہیہ کہ کہا آخرت سے محبت رکھنے والوں کے لیے مال ودولت سے فرار ضروری ہے اور کیا اگر کسی مروصالح کے پاس مال ہوتو وہ محبان آخرت کی صف سے خارج ہوجائے گا، کہا قرآن وسنت کی روسے یہ بات ورست ہے؟ اگریہ بات ورست ہے تو حضرت عثمان غنی ،عبد الرحمن بن عوف جیسے مال دار اور حصول مال کے لیے جدو جہد کرنے والے صحابہ کس صف میں شار ہوں گے؟ اب ابن جوزی کے اس قول کو یا تو رد کر دیا جائے یا پھر اس کی تاویل کی جائے تھی جا کر بات درست ہوگی ، بہی بات جب صوفیہ کرتے ہیں یا اس قول کے زیراثر ان سے جائے تھی سرز دہوتا ہے تو ابن جوزی چراغ پا ہوجاتے ہیں اور ان کے قول وقعل کو جادہ سنت سے خارج قرار دیے ہیں۔

یوں ہی اما مختی کا ستون سے ٹیک نہ لگانا کوئی محکم قابل اتباع فعل ہے جس کی پیروی کی جائے گی؟ بیتو ایسافعل ہے جوان سے دنیا سے شدت نفر اور زہد عن الدنیا کی وجہ سے صادر ہوا ہے، گویا بیغل غلبۂ حال کے زیرا ترہے، اسی طرح کے افعال کی بنا پروہ تلبیس اہلیس میں صوفیہ پر تنقید کرتے ہیں اورخودا پن تحریروں میں اس طرح کے امور سے نے تہیں یاتے۔

جس ترک دنیا اور مخلوق سے لاتعلقی کی وہ مذمت کرتے ہیں العز لمة دواء کے تحت اسی کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبادت گزاری، زہداور آخرت سے تعلق قائم کرنے کی کوشش اس وقت تک خالص نہیں ہوسکتی جب تک کہ مخلوق سے کی طور پرترک تعلق نہ کرلیا جائے۔ اس طرح کہ نہ انہیں دیکھے، نہ ان کی گفتگو سے، البتہ ضرورت کے اوقات جیسے نماز جمعہ ، وجماعت اس سے مشتیٰ ہیں۔ اوران اوقات میں بھی ان سے اجتناب کرے۔ اوران اوقات میں بھی ان سے اجتناب کرے۔ اگرکوئی عالم مخلوق کو نفع پہنچانا چاہے تو ان کے لیے ایک وقت متعین کردے اوران سے گفتگو سے احتر از کرے۔ رہاوہ انسان جو آج کے باز اروں میں گھومتا ہے، اس تیرہ وتاریک دنیا میں خریدوفر وخت کرتا ہے اور بری باتوں کودیکھتا ہے تو وہ گھر اس حال میں لوشا ہے کہ اس کے دل پرتار کی چھا چی ہوتی ہے۔ چنانچہ طالب حق کے حال میں لوشا ہے کہ وہ جب بھی نظر تو یا تو جنگوں کی طرف نکلے یا پھر قبرستان کی

طرف،سلف کی ایک جماعت خرید وفروخت کرتی تھی اور اجتناب سے بھی کام لیتی تھی۔اس کے باوجودجس وقت ان کے دل کی نورانیت ختم ہوگئ تو انہوں نے بھی مخلوق سے قطع تعلق کرلیا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنه فرماتے ہیں: میں نے عبادت و تجارت ساتھ ساتھ کرنے کی کوشش کی توبید دنوں اکھے نہیں ہوسکے، تب میں نے عبادت کواختیار کرلیا۔ حدیث میں وارد ہے کہ بازار لہو ولعب میں اور لغو با توں میں لگا تاہے، چنانچہ جو شخص نفع رسائی کے ساتھ پر ہیز پر قادر ہو اور میل جول اور اپنے بال پیوں اور خاندان کے لیے حصول روزی پر مجبور ہوتو اسے چاہیے کہ وہ دھیان رکھے اور لیسے پر ہیز سے کام لے جیسے راہ چلتا انسان کا نئے سے بچتا ہے۔ پھر بھی اس کا خی نکانا بہت مشکل ہوگا۔ (ایشا، ص ۱۹۹)

یہاں بھی غور کریں کہ ابن جوزی نے زہداور آخرت سے تعلق قائم کرنے کے لیے خلوق سے کلی طور پرترک تعلق وضروری کھا ہے تو کیا نبی کریم سائٹ ایکٹر زاہداور آخرت سے تعلق رکھنے والے نہیں سخے، کیوں کہ آپ سائٹ ایکٹر کرتے کاون نبیر کردے اور العلقات سخے اور تعلقات کے بغیر تو نبوت کی ذے دار یوں کی ادائیگی ممکن نہیں، یوں بی عالم مخلوق کو نفع پہنچانا چاہتے تو ان کے لیے وقت متعین کردے اور الفتگو سے احتر از کرے، یہ تھیعت کیا من کل الوجوہ درست ہے، یوں بی یہ بات کہ طالب حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ جب بھی نکلتو یا توجنگوں کی طرف نکلے یا پھر قبرستان کی طرف، بالکلید درست ہے، اگر ایسا ہے تو وہ صوفیہ کے اس طرح آقوال کواپئ تنقید کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟ یوں بی حضرت ابودرواء کی جو بات انہوں نے نفل کی ہے، کیا وہ بھی غلبہ حال کی بات نہیں ہے، اگر غلبہ حال کی بات نہیں تو پھر جن لوگوں نے دونوں کو جمع کیا وہ سب جھوٹے ہیں اور ان سب لوگوں کو بالکلیہ ترک و نیا کردینا کے جو بات اسی صوفی کی ہوتی تو وہ اب تک طعن و شنیع کے تیر چلا کے ہوئے?

یہ بھی صوفیہ کا طریقہ ہے کہ وہ چھوٹے واقعات اور روز مرہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے اشاراتی نتائج حاصل کرتے ہیں اور طاعتوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے اور طلب مولی کی راہ میں طبیعتوں کو چاق و چو بند بنانے کے لیے زہد میا شعار یا ذکر محبوب پر مشتمل اشعار کے سننے اور سنانے کی اجازت بھی دیتے ہیں، صوفیہ کی اس بات کی وجہ سے ابن جوزی تلبیس میں چراغ پانظر آتے ہیں لیکن صیدالخاطر میں وہ خود بھی اشاراتی نتائج اخذ کرتے ہیں اور نفس کے اندر نشاط آ وری کے لیے غنا کے جواز کی طرف مائل نظر آتے ہیں، مثلا انہوں نے دومز دوروں کو ایک بھاری شہتیراٹھا کر لے جاتے ہوئے دیکھا اور ریبھی دیکھا کہ وہ پچھ گاتے ہوئے جارہے ہیں۔

ایک شخص ایک مصرعه پڑھتا ہے اور دوسرااس کا ترنم سے جواب دیتا ہے،اس سے انہوں نے پینتیجہ نکالا کنفس پرشر کی ذمہ داریوں کا جو بوجھ ہے اور اس میں صبر کی جوراہ ہے اس کوخوا ہشات کی تحمیل سے طے کیاجائے۔(ایضا،عنوان: تعلیل النفس، ص: 99۔)

سیجی صوفیہ کاطریقہ ہے کہ وہ قلب کی اصلاح اور ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے مشاکخ عظام ، مرشدان طریقت اور سلف صالحین سے قبلی رشتہ جوڑنے ، ان کے حالات کے مطالعے اور صالحین کے موثر واقعات سننے سانے پر زور دیتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی ایک طرف تو اس فکر کی سائح بنا پر صوفیہ پر تنقید کرتے ہیں اور ہے کہتے ہیں کہ صوفیہ کے یہاں اپنے شخ سے خصوصاً دیگر مشاکخ سے عوماً تعلق قائم کرنے اور ان کے احوال ووا قعات کے بیان کا ظاہرہ بہت عام ہے ، جب کہ اس سے ان کا مقصود لوگوں کے قلوب میں ایمان وطاعت کی جوت جگانا ہوتا ہے لیکن خود ابن جوزی اپنے آپ کوصوفیہ کے اس عیب سے پاکنہیں رکھ پاتے بلکہ وہ بھی فقہا و محد ثین اور طلبہ وعلما کومشورہ دیتے ہیں کہ اصلاح قلب کے لیے اور ذوق طاعت وعبادت پیدا کرنے کے لیے صرف فقہ اور ساع حدیث میں مشغولیت ہی کا فی نہیں ، نہ اس سے قلب میں رفت پیدا ہوتی ہے اور نہ صالحین کے صرف حلال وحرام کے علم سے قلب میں صلاح پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے سلف صالحین کے حرف حلال وحرام کے علم سے قلب میں صلاح پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ ضروری ہے کیوں کہ ان روایات کا جومقصود ہے وہ انہیں حاصل تھا ، یوں ہی احکام حالات کا مطالعہ ضروری ہے کیوں کہ ان روایات کا جومقصود ہے وہ انہیں حاصل تھا ، یوں ہی احکام حالات کا مطالعہ ضروری ہے کیوں کہ ان روایات کا جومقصود ہے وہ انہیں حاصل تھا ، یوں ہی احکام حالات کا مطالعہ ضروری ہے کیوں کہ اس کا اصلی ذوق انہیں حاصل تھا ، یوں ہیں تھا بیاں کا اصلی ذوق انہیں حاصل تھا ۔

(الضاءعوان: العلم النظرى لايكفى، ص: ٢)

صفة الصفوة

 میں بعض مجذوبوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور ان کے احوال ذکر کیے ہیں اور انہیں المجانین العقلاء (عاقل مجنوں) کے نام سے یا دکیا ہے۔(دیکھیں:صفۃ الصفوۃ)

تلبیس اہلیس میں ابن جوزی کا جوتنقیدی منہ ہات کے مطالعے کے بعد محقق اگر صفۃ الصفوۃ فیس مذکوراحوال دوا قعات کی نوعیت اوران کے تذکر سے میں مؤلف کے اسلوب کا مطالعہ کرتے اوا سے بڑی جیرت ہوتی ہے اوراسے دونوں کے اسلوب میں ایک طرح کا تناقض نظر آتا ہے؛ کیوں کہ جو ابن جوزی عجیب وغریب احوال اور غلبہ حال کے واقعات کی بنا پرتلبیس اہلیس میں صوفیہ پرشدید شقید کرتے ہیں اوران احوال دوا قعات کو جادہ سنت سے خارج قرار دیتے ہیں وہی ابن جوزی انہی احوال دوا قعات کو جادہ سنت سے خارج قرار دیتے ہیں وہی ابن جوزی انہی احوال دوا قعات کو جادہ سنت ہے خارج قرار دیتے ہیں ہوئی ابن جوزی انہی احوال دوا قعات کو تین میں عمل کرتے ہیں، ویسے اس طرح کے واقعات کو تو ساب میں مذکور ذاہد اس مواجہ کو تو عمل سے ماہد کے بیاد میں مذکور ذاہد اس ماہد کے لیے کافی دوا فی ہوگا۔

میں دوا عمل حرات اور عقلا سے با خیابی خار کی ان کا مطالعہ اس بات کی شہادت کے لیے کافی دوا فی ہوگا۔

ابن جوزي کي مجالس

اب تک توفکری اور نظری لحاظ سے ابن جوزی کے تناقضات کو ذکر کیا گیا، اب عملی لحاظ سے ان کے تناقضات کا تذکرہ کیا جا تا ہے۔ ذیل میں ان کی مجالس کے نمونے ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ جس غلبۂ حال کی بنا پر انہوں نے صوفیہ پر تنقید کی اور ان کے اعمال کو جادہ سنت سے خارج قرار دیا اسی غلبۂ حال نے ان کا بھی پیچھانہیں چھوڑا۔

ابن جبیراندگی ان کی ایک مجلس کا تذکره کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں نے شنبہ کے روز شخ فقیہ، اما م اوحد جمال الدین ابوالفضائل بن علی جوزی کی مجلس دیکھی۔ان کی بڑی جرت انگیز بات بیہ ہے کہ جب وہ منبر پرجلوہ افر وز ہوتے ہیں تو بیس سے زیادہ قاری قرآن کریم کی تلاوت طرب وشوق انگیز کی اور ترتیب کے ساتھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ ان میں سے دو تین قاری ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں پھر جب وہ فارغ ہوجاتے ہیں تو قراء کی دوسری جماعت جو استے ہی افراد پرششمل ہوتی ہے دوسری آیت کی تلاوت کرتی ہے باری باری مختلف سورتوں سے آیتوں کی تلاوت کا بیسلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ سلسلہ قراءت کا میسلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ سلسلہ قراءت کا کمل ہوجا تا ہے۔اس کے بعد جیرت انگیز شخصیت کے مالک اما م ابن جوزی خطبہ کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ کا نوں کے سیپ میں الفاظ کے موتی اُنڈیل دیے ہیں اور تلاوت کی گئ آیتوں کو اپنے خطبے میں تلاوت کی ترتیب کے ساتھ پر ودیے

ہیں چر دوسرے قافیے کی آیت پر خطبہ کمل کرتے ہیں، جب وہ اپنے رقت انگیز وعظ وخطابت سے فارغ ہوتے ہیں تو لوگوں کے دل شوق ووجد کی وجہ سے به اختیار ہو چکے ہوتے ہیں، سوزش اورجلن کی وجہ سے قلب پگھل جاتے ہیں، چیخ بلند ہوتی ہے اور آہ و بکا سے بھری بے تا ہیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لوگ پکار پکار کر تو بکا اعلان کرتے ہیں اور ابن جوزی کے او پرا لیے گرتے ہیں جیسے کہ پر وانے شمع پر، لوگ ان کی پیشانی کو بوسہ دیے ہیں، ابن جوزی ان کے ہر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور ان کی چیشانی کو بوسہ دیے ہیں، ابن جوزی ان کے ہر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور ان کی خوالے کے اور ان کی حیث اور آہ و بکا کے ماتھ ان کی جانب بڑھتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ بیاوگ انابت و ندامت کے ہولنا ک مناظر جذبات سے سرشار ہوتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں قیامت کے ہولنا ک مناظر جذبات سے سرشار ہوتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں قیامت کے ہولنا ک مناظر ہونے ہیں، اگر ہم سمندری سفر اور بیابانی راستے صرف اس شخص کی گواہی جمادات ہونے کے لیا کہ کرتے ہیں ہی بیر نقع بخش سودا ہوتا، تمام خوبیاں اللہ ہی کے ہونے کے لیا کہ کرتے ہیں تنگ ہے۔

ا ہے۔ (مقدمہ،اخباراتمقی والمخفلین ،ص:۹-۱۰)

ان کی اس مجلس ہیں لوگوں کے جواحوال بیان کیے گئے ہیں ان سب کا تعلق غلبہ کال سے ہے اور بیسب وہ احوال ہیں جو کسی صوفی کی مجلس ہیں مریدوں کے ہوتے ہیں، پھران مغلوب الحال لوگوں کے ساتھ غلبہ کال کی حالت میں ابن جوزی کا جو عمل ہے وہ سب کسی صوفی کا ہی عمل ہے، اور انہی سب باتوں کی بنا پر وہ صوفیہ پر نتقید کرتے ہیں اور صوفیہ کے اعمال کو جاد کہ سنت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

ان کی ایک دوسری مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن جبیراندگسی لکھتے ہیں:
ہم نے ان کی دوسری مجلس جمعرات کے روزص کے وقت ۱۱ رصفر کو باب بدر کے
پاس دیکھی۔ وہ منبر پر آئے قراء نے ترتیب کے ساتھ تلاوت قرآن شروع کیا
ادران سے جس قدر ہوسکا شوق وطرب انگیزی کی ، لوگوں کی آئھوں سے آنسو
بہنے لگے ، مختلف سور توں سے کل نوآیتیں پڑھی گئیں پھرابن جوزی نے شاندار
خطبہ دیا اور ابتدائی آئیوں کو اپنے خطبے میں ترتیب کے ساتھ پرودیا اور آخر آئیت
پر خطبہ کو مکمل کیا ، آئیت میر تھی: لِ تَنسُ کُنُوا فِیہِ وَالنَّهَارَ مُنْہِ صِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ
عَلَى النَّاس۔

آج کا خطاب کل سے بھی چیرت انگیز تھا۔ لوگوں کی آنکھیں ساون بھا دوں کی طرح بر سنے لگیں۔ اور دلوں نے اپنے چھپے ہوئے شوق ووجد کو ظاہر کر دیا۔ لوگ اپنے گنا ہوں کا اعتراف اور توبہ کا اقرار کرنے لگے، ہوش وحواس اڑ گئے، یا رائے صبر جا تارہا، بے تابی اور بے ہوش بکثرت طاری ہونے لگی۔ ابن جوزی اثنائے وعظ میں ہی شوق ووجد کو بھڑکا نے والے تشہیب کے اشعار پڑھنے لگے اور پھر اس کو زہد میرنگ وینے لگے، سب سے آخر میں انہوں نے دوا شعار گنگنائے، اس وقت تک مجلس پراحترام کی فضاچھا چکی تھی اور کلام کے تیر نے لوگوں کو چھائی کر دیا تھا۔ وہ دواشعار ہے تھے۔

این فوادی اذابه الوجد واین قلبی فما صحابعد یا سعد زدنی جوئ بذکرهم بالله قل لی فدیت یاسعد (ایسعد امیرادل کهرا کیا اسے تو وجد نے پھلا دیا، میرادل کهال گیا اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا، اے سعد! میرے آتش عشق پر ذکر محبوب کے دو چارا نگارے امرار کھدو، قسم خدا کی محموکوذکر محبوب سناؤ، اے سعد میں تجھ پر قربان) انہی اشعار کو وہ دم راتے رہ اور حالت بیتی کہ خودان اشعار کی تا ثیر نے ان کواپئ پوری گرفت میں لے لیا تھا اور آنسوؤل کی وجہ سے جلس ختم کردی اور منبر سے اتر آئے، یک کہ انہوں نے پچھنہ بول پانے کی وجہ سے جلس ختم کردی اور منبر سے اتر آئے، انگار بے برجاتی، روتا گر گر اتا، زمین پر تر پتا چپوڑ دیا، کیا حسین منظر تھا اور کتا خوش نوسیب ہے وہ جس نے اس منظر کود یکھا، اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع پہنچا نے اور ہمیں ان لوگوں میں سے کردے جو اس کے فضل و کرم سے اس کی بارش رحمت سے فیضا ہوئے ۔ (ایضا، ص: ۱-۱۱)

دوسری مجلس کے بھی احوال پہلی ہی مجلس کی طرح ہیں البتہ اس بات کا اضافہ بھی ہے کہ انہوں نے شوق ووجد کی آگ بھڑکانے کے لیے تشبیب کے اشعار پڑھے جب کہ وہ انہی اشعار پر شھے جب کہ وہ انہی اشعار پر شقم السماع کو ناجائز کہتے ہیں اور وجد وساع کے باب میں وہ یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دعوی کرتا کہ اس کے سامنے حسن وعشق کی با تیں کی گئیں ،سعد وسلمی کا ذکر ہوا ، پھر بھی اس کے اندر آتش شہوت نہیں بھڑکی تو وہ جموتا ہے اور اس کے اندر قوت مردائی نہیں ہے ،ان کا یہی قاعدہ یہاں آگر کہاں گم ہوگیا ؟

ان ہی احوال پر شتم ان کی ایک تیسری مجلس ملاحظہ کرتے چلیں ، ابن جیر لکھتے ہیں :
ان کی ہم تیسری مجلس میں شنبہ کے روز ۱۱ صفر کو حاضر ہوئے میں نے دیکھا کہ ان کے وعظ کوئ کر لوگ ہی تیسری مجلس میں شنبہ کے روز ۱۱ صفر کو حاضر ہوئے میں نے دیکھا کہ ان کے وعظ کوئ کر لوگ ہی تیس ان کہ وال تھا ، اپنی مجلس کے آخر میں تشبیب کے بچھا شعار دہرانے لگے تا کہ لوگوں میں زہدوشوق وطرب پیدا ہوجائے لیکن رفت قبلی کی وجہ سے وہ خود آگے بچھ تبییں بول سکے اور شوق و وجد کی حالت میں منبر سے انر آئے اور سب کو اظہار ندامت کرتا آہ وزاری کرتا چھوڑ دیا ، کوئی واحسرتاہ کی صدائیں لگار ہاتھا تو کوئی پچھاور ، آہ و بکا کرنے والوں کا سلسلہ چگی کی طرح کروش کر رہاتھا اور کوئی بھی ابھی تک اپنے نشے سے ہوش میں نہیں آیا ، پاک ہے وہ قرت کروش کر رہاتھا اور کوئی بھی ابھی تک اپنے نشے سے ہوش میں نہیں آیا ، پاک ہے وہ قرت کی خور ہیں نہیں تا باعث اور اپنے بندوں کی قرت بی معبوز ہیں ۔ (ایضا میں : ۱۱)

فلاصة بحث

پوری بحث ہمیں اس نتیج تک پہنچاتی ہے کہ علامہ ابن جوزی اپنے زمانے کے نمایاں محدث، واعظ اور صلاح وتقوی سے معمور زندگی رکھنے کے باوجو فن تصوف وصوفیہ کے نظری و علی دقائق اور تصوف وصوفیہ کے منا ہج کلام ، محامل ومعانی سے آگا نہیں شے اور نہم تصوف وصوفیہ کے وسائل سے آراستہ نہیں شے ، اس کے باوجو دانہوں نے تصوف وصوفیہ کو اپنے نقد ونظر کا موضوع بنایا اور نتیج کے طور پران سے وہ خطائیں ہوئیں جو عام طور سے اس صورت میں ہوتی ہیں اور انہوں نے متیج کے طور پران سے وہ خطائیں ہوئیں جو عام طور سے اس صورت میں ہوتی ہیں اور انہوں نے موفیہ پر حلول واتحاد ، اور قول و فعل میں انحواف عن السنة والجادة اور عدم اعتدال کا الزام لگایا اور وہ باتی ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو عدم اعتدال باتیں کہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن ول چسپ بات ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو عدم اعتدال کا بر انہوں نے میں ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے گئین ول چسپ بات ہے واضح ہے بلکہ بہت سے امور جن کی بنا کا بر صوفیہ پر تنقید کی ان سے بھی خود کو مبرانہ کر سکے ۔ البتہ ممکن ہے کہ ان تنقیدات کا تعلق مبتدی کے طبقے میں ہوئی ہی ہیں اور طلبہ اپنے فن کے مبتدی کے طبقے میں ہوتے ہیں ، ان سے غلطیاں ہوئی ہی ہیں اور جہاں تک کا ملان راہ طریقت کی بات ہے تو ان سے بھی غلطیاں ہو گئی ہیں گئین ان کی غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں جیس کہ ہوتی ہیں جیسا کہ ہونی کی بات ہوں ان ہوتی ہیں گئین کی بہی شان ہے۔

انہوں نے تصوف اورصوفیہ کو تلبیس المبیس میں اپنی تنقید کا نشانہ کیوں بنایا تواس کی توجیہ ہم یہی کر سکتے ہیں کہ شایدان کے زمانے میں اکثر صوفیہ غفلت اور بے اعتدالیوں کا شکار تھے،

ویسے صرف صوفیہ ہی نہیں بلکہ ہر طبقے کا چھلوگوں کی تعداد کم ہی رہی ہے چنانچہ وہ اپنے زمانے کے ایسے ہی تصوف کے خلاف تھے اور ان تنقید وں سے ان کا مقصود یہ تھا کہ کمیوں کی اصلاح ہوجائے اور صوفیہ اپنی اصل یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں جیسا کہ انہوں نے ابتدائے کتاب میں اس کی صراحت کی ہے یا انہوں نے بیتمام تنقیدیں سد ذرائع کی نیت سے کی ہیں، ان کا یہی مقصد وہاں بھی کار فرما ہے جہاں انہوں نے معاشرے کے دوسر سے طبقوں مثلاً نظمین ، افتحامین ، اور ملوک وسلاطین پر تنقید کی ہے، جیسا کہ چھے اور ساتویں باب سے واضح ہے۔ وہ چول کہ محدث پہلے ہیں اس لیے ان پر خصوصیت کے ساتھ سنت کی روشنی میں ہر چیز کو پر کھنے کا مراح غالب ہونا ایک فطری امر ہے اور ہونا بھی چا ہے جب تک بیسلسلہ جاری رہے گا تو یہ جماعتیں اپنے ناقد ین کی تنقید وں کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرتی رہیں گی اور جب بیسلسلہ بند ہوجائے گا تو یہ جماعتیں بے راہ روہ وجائیں گی لیکن یہ بات ضرور واضح رہے کہ انہوں نے سند ہو وہا کی تقید وں کی خامیاں گنائی ہیں اور تنقید ہی نہیں ، صوفیہ کو گراہ جماعتوں میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ صرف ان کی خامیاں گنائی ہیں اور تنقید ہی نہیں ، صوفیہ کی تعریف ہی کھی ہے ، جیسا کہ دسویں باب کے مقد ہے سے ظاہر ہے۔ اگر صرف تنقید سی موفیہ کو گراہ ماننا پڑے گا کیوں کہ انہوں نے سب پر تنقید یں کی ہیں۔ جماعت کو گراہ ماننا پڑے گا کیوں کہ انہوں نے سب پر تقیدیں کی ہیں۔

البتہ یہاں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خلاصۂ بحث کے تحت جو
ہاتیں کی ہیں وہ مقدمہ کتاب میں ان کی تصریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور ایک بڑے عالم اہل
سنت ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ حسن طن رکھتے ہوئے کہی ہے، البتہ ان کی ناقد شخصیت کے
اس تجزیہ کو پیش نظر رکھا جائے جے مقالے میں پیش کیا گیا ہے اور اکا برصوفیہ پران کے طعن و تحکم
والے انداز اور عمومی اسلوب کی شدت کی طرف نظر کی جائے توبیہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ ان کی
تقید تعصب، ذاتی ترفع اور تکم لگانے میں عجلت کی جانب راجع ہے اور ان کے بیبال پائے جانے
والے وصف تناقض کو بھی اس کا شاخسانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور مقالہ نگار کی ذاتی رائے کے مطابق
تصوف اور صوفیہ پر ابن جوزی کی تنقیدات اسلوب و منہ جونوں کھاظ سے ابن تیمیہ سے زیادہ شدید
ہیں خصوصا اکا برصوفیہ مثلا جنید بغدادی ، ابوسلیمان دار انی ، حافظ ابونیم ، ابوعبد الرحمن سلمی ، ابونھر
سراج طوی ، ابوالقاسم قشیری ، ابوطالب مکی اور امام غزالی وغیر ہم کے تذکرے میں بظاہر استخفا فی
اسلوب کا گمان ہوتا ہے۔

اس مقام پرتعجب تو عدم تقلید کے ان دعوے داروں پر ہے جومسائل میں بھی متقد مین کے بجائے متاخرین کی تقلید کی طور پر کرتے ہیں۔

حالانکہ تقیدی عمل کا تقلید سے دور کا بھی کوئی واسط نہیں ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے ناقدین تصوف صدیاں گزرنے کے باوجود تصوف اور صوفیہ کی کوئی اور دوسری خامی نہیش کرسکے جسے علامہ ابن جوزی، یاشخ ابن تیمیہ وغیرہ نے نہیش کی ہو، اب ان حضرات سے چول کہ غلط نہمیاں ہوئیں اور ان عصر حاضر کے ناقدین نے تقلیدی طور پر تصوف اور صوفیہ پر تنقید کی، اس لیے انہیں اب تک حق کا عرفان حاصل نہیں ہوسکا، اگرانہوں نے واقعی تنقید کی عمل کواخلاص وانصاف کے ساتھ انجام دیا ہوتا تو انہیں بھی سچائی مل جاتی اور جماعت صوفیہ میں درآنے والی خرابیوں کی بھی اصلاح ہوجاتی، جیسا کہ امام غزالی کے ساتھ بیش آیا کہ وہ مرشدراہ سلوک بھی ہوئے اور مصلح تصوف بھی شار کیے گئے۔

اگرموجودہ دور کے تاقدین کم از کم حافظ ابن جوزی ہی کی طرح صرف کمیوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے، نیت بھی درست رکھتے اور حق پرست و ناحق پرست صوفیہ کے مابین فرق قائم کرتے توبات کسی حد تک قابل قبول تھی ، انہوں نے تو تصوف کو بالکلیہ مستر دکر دیا اور سب وشتم پر بھی اثر آئے اور ابن جوزی جیسی شخصیتوں کو اپنے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے حالانکہ اگریہ بات درست ہے کہ غیر معصوم کی ہر بات قابل قبول نہیں تو پھر تنقید تصوف کے معالم میں ابن جوزی کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ یہاں ''خذھ اصفاو دع ھاک کدر'' کا اصول کیوں جاری نہیں کیا جاتا اور جس طرح میں الیوں خاری نہیں کیا جاتا اور جس طرح کے معالم کی بین میں محد ثین وفقہ اپر کی گئی تنقید ات کو بنی برخطا کہا جاتا ہے اس طرح صوفیہ پر کی گئی ان کی بعض تنقیدات کو بنی برخطا کہا جاتا ہے اس طرح صوفیہ پر کی گئی ان کی بعض تنقیدات کو بی بین برخطا کہا جاتا ہے اس محد ثین وفقہ اپر کی گئی تنقیدات کو بنی ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن جوزی کی تنقیدیں ان کو اتی ہی پیاری اور ان کے نزدیک اتنی ہی''معصوم'' ہیں تو پھران کے ان ریمارکس کو کیوں سینے سے نہیں لگایا جاتا جن کا تعلق سلفیت سے ہے۔ کیوں کہ صیدالخاطر میں صفات متشابہہ کے حوالے سے منکرین تاویل کے خلاف مستقل تنقیدی پیراگراف موجود ہے۔ (صیدالخاطر میں: ۸۲۷)

آبول ہی تلبیس ابلیس کے مشمولات اگرانے ہی نا قابل تر دید ہیں تو کیا ہم ہے مان لیں کہ ابن جوزی جہاں خالف تصوف وصوفیہ تنے وہیں فقہ وحدیث اورعلم قر اُت کے حاملین، والیان سلطنت اوراصحاب زہدوورع کے بھی خلاف تنے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوگا، بلکہ ہر بالغ نظر حقیقت پیند تقابلی مطالع کے بعداس منتجے پر پہنچے گا کہ ابن جوزی اصولی طور پر بالل سنت کے سی طبقے سے مخالف نہیں بلکہ مضلح اور ہمدر دہیں، ان کی نظر میں جو با تیں غلط نظر آئیں، جات کا کا تعلق اسلامی معاشرہ کے سی طبقے سے ہو، انہوں نے اصلاح کی کوشش کی۔

صوفیہ پران کی تنقیدات کے مطالعہ سے حسن طن رکھتے ہوئے لب لباب کے طور یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کی تنقیدوں کا تعلق جاہل صوفیہ متصوفین اور صوفیۃ الرسوم سے ہے اور جاہل صوفیہ کے خلاف اہل حق صوفیہ اور ان کے تبعین ہمیشہ معرکہ آرائی کا انداز مختلف رہاہے اور ابن جوزی کی معرکہ آرائی کا انداز مختلف رہاہے اور ابن جوزی کی معرکہ آرائی کا انداز مختلف رہاہے اور ابن جوزی کی معرکہ آرائی کا انداز مختلف رہاہے اور ابن جوزی کی معرکہ آرائی کا کا کہ کی شدت لیے ہوئے ہے، جس سے صوفیہ کے حوالے سے تعصب اور بدگمانی رکھنے کا بھی گمان ہوتا ہے۔

ویسے یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ علامہ ابن جوزی بھی انسان تھے معصوم نہیں ، اس کیے ان کی تنقیدات کا بھی جائز ہ لیا جائے گا اور جو بات درست ہوگی اسے ہی قبول کیا جائے گا اور جونا درست ہوگی اسے مستر دکر دیا جائے گا۔ بیسب اللّٰد کی راہ میں کوشش کرنے والے ہیں ، جہال انہیں درسی نصیب ہوئی اس پر رب تعالیٰ کی جانب سے دو ہرے اجر کے مستحق ہیں اور جہال انہوں نے ٹھوکر کھائی وہاں بھی ایک اجر کے حق دار ہیں اور ان سب کا دار ومدار نیت پر ہوگا اور نیتوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک صوفیۃ الحقائق کا معاملہ ہے تو خود علامہ ابن جوزی اس کے معترف ہیں کہ متقد میں صوفیہ کے بہاں اعتاد کتاب وسنت پر جوا کرتا تھا، البتہ متاخرین میں خرابیاں درآئیں اور بیجی حقیقت ہے کہ افراد کے فساد سے نظر بیے کا فساد لازم نہیں آتا بلکہ ذیادہ سے نیادہ عمل کی خرابی سے کوئی جماعت اور طبقہ سنٹی نہیں ہے، حقیقی صوفیہ آج بھی مشکا ہنبوت سے سب سے زیادہ روشی حاصل کرنے والے، اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والے ہیں، ان کاعقیدہ اہل سنت کاعقیدہ ہے اور وہ اپنے ہر عمل کو میزان شریعت میں سب سے زیادہ تو لئے والے اور قرآن وسنت کے خلاف ہر چیز کوسب سے زیادہ مستر دکرنے والے ہیں، ویادہ تو لئے والے اور قرآن وسنت کے خلاف ہر چیز کوسب سے زیادہ مستر دکرنے والے ہیں، خیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے، ہاں دوسری جماعتوں کی طرح ان میں بھی اچھے بر بے لوگ جیسا ان میں میں فرق وامتیاز کیا جانا چاہیے، یوں ہی صوفیہ کا تعالی میں زد ہونے کی بنا پر دوسری جماعت سے ہے، ان سے کھی غلطیاں سرز د ہونے کی بنا پر دوسری جماعتوں کو متبی کیا جانا، اسی طرح صوفیہ کو جھی طعن و شنیع کا نشانہ بنا نے کے بجائے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جانا جانا، اسی طرح صوفیہ کو جھی طعن و شنیع کا نشانہ بنا نے کے بجائے ان کے ساتھ انصاف سے کام لیا جانا جائیا جائا، اسی طرح صوفیہ کو جھی طعن و شنیع کا نشانہ بنا نے کے بجائے ان کے ساتھ انصاف سے کام لیا جانا جائیا جائے۔

الله تعالی ہمیں حق کوحق کہنے، باطل کو باطل ککھنے اور حق پرعمل اور باطل سے اجتناب کی تو فیق عطافر مائے ۔آمین بحاہ النبی الامین ۔

مصادر ومسراجع

ا – آ داب المريدين، ثيخ الونجيب سهرور دي، دالكتب العلمية بيروت، ۵۰۰۲ء

۲ - احیاءعلوم الدین ، امام محمد بن محمد الغزالی ، مکنتیه ومطبعه ، کریاط قوتر ا ، ساراغ ، انڈونیشیا

سم-البداية والنهاية ، ابن كثير ، مكتبة المعارف ، بيروت ، * ١٧١ هـ

٧- التعقبات على الموضوعات ،سيوطي تتحقيق: وْ اكْرْعبِداللَّهْ شعبان ، دارمكة المكرمه، ٢٥ ١٩ هـ

۵-الرسالة المكية ، شنخ قطب الدين ومشقى تبخقيق: غلام مصطفى از هرى، ضياء الرحمٰن عليمي ، كشيره للنشر

والتوزيع، قاہر ہمصر، ۹ ۳۳ اھ/ ۱۰۱۸

٢ - الضعفاء والمتر وكون، ابن الجوزى، دارالكتب العلمية بتحقيق الوالفد اءعبدالله القاضي، ٦٠ • ١٦٠

۷-العلل المتناهية ،ابن الجوزي، دارالكتب العلمية تحقيق بخليل الميس ، ۴۰ ۱۳۰ هـ

۸ – الفتاوي الحديثية ، ابن حجر كليتني ، مطبع مصطفى حلبي ، طبع دوم

9-الكامل في التاريخ ،ابن الاثير، دارالكتب العلمية ، ١٣٢٣ هـ

• ا – كمنتظم في تاريخ الملوك والامم، ابن الجوزي، دارالكتب العلميه بيروت، ١٥ ١٩ هـ

ا ا – الموضوعات، ابن الجوزي، المكتبة السلفية تحقيق عبد الرحمُّن مجمع عثمان، ١٣٨٦ هـ

١٢-النكت على ابن الصلاح، ابن حجر العسقلاني تحقيق: وْاكْتر بسبيع بن هادي عمر، احياء التراث الاسلامي، • ١٣٠ه هـ

٣ - تذكرة الحفاظ؛ ذهبي، دارالكت العلمة ، ٣ ٧ ١٣ ١٥

۱۲ تقليس ابليس،عز الدين بن عبدالسلام مقدى مطبعه مدرسه والدة عباس الاول قاهره، ۲۳ مواه

10 - تلبيس ابليس، حافظ ابوالفرج عبدالرحنُّن، ابن الجوزي، واراتقلم، بيروت، سا**٠** ١٨ هـ -

١١- ذيل طبقات الحنابليه ابن رجب صنبلي مكتبة العبر كان تتحقيق: عبدالرحمٰن بن سلمان لعثيمن ، ١٣٢٥ هـ

∠ا – روض الرياحيين في مقامات الصالحيين ،عبد الله بن اسعد بافعي ،المطبعة الميمنية ،مصر، ۷٠ • ١١ هـ

۱۸ – ریاض الصالحین و تخفة امتقین ،عبدالرحمٰن ثعالبی جزائری ماکهی مخطوطه، پیمخطوطه

www.mediafire.comپرموجودہے۔

9- سلسلة اعلام المسلمين ، ابن الجوزي ، عبد العزيز سيد باشم غز ولي ، • • • ٢ ء ·

• ٢ _ سلسلة اعلام المسلمين: البيحنيفية، وتبي سليمان غاؤمي، دارالقلم، دشق، ١٩٩٩ء

۲۱ صحیح مسلم ،مسلم بن حجاج قشیری ، دارطبیه ، ۲۷ ۱۴ ه

٢٢ ـ صفة الصفوة ، ابن الجوزي ، دارالصفا قام ه ، ١١ ١٣ ١ هـ

٣٢ ـ صىدالخاطر ، ابن الجوزي تحقيق مجد الغزالي ، دارالكتب الحديثيه • ١٩٦٠ هـ

۲۴-قواعدالتصوف، امام احمدزروق فاسي، دارالكتب العلمية ، بيروت، ۲ ۱۴۳۱ هه

سماع مزامیر کافقهی وشرعی مطالعه [پیلی قسط-سماع مزامیر معنی سماع نغمه(۱) کی بحث]

اسلام كاتصور جماليات

اسلام لہوولعب میں کھوجانے اور خمار وبڈستی میں ڈوب جانے کا مذہب نہیں۔ یہ مادہ پرسی کے خواص ہیں، جن کے نتیجے میں انسان کی نگا ہیں صرف اسی مادی دنیا میں الجھ کررہ جاتی ہیں۔اسلامی نگا و بصیرت وروحانیت،اس مادیت سے ماورا ایک دوسری دنیا بھی دیکھتی ہے، جوعیش دوام یا کرب مسلسل سے عبارت ہے۔اس کیف سے جب بندے کا سینہ سرشار ہوتا ہے تو پھراس کی ہنسی رک جاتی ہے اور

(۱) نصوص میں غناء کا لفظ آیا ہے اور اس کے لیے بطور فعل غنّی یکفنی کا استعمال ہوا ہے۔ اس کا مفہوم شعر کو ترخم میں پڑھنا ہے۔ اردو میں اس کے لیے گانا کا لفظ بطور فعل اور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لیے نغہ اور نقسگی کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ راقم نے غنا کر جے میں عام طور سے لفظ نغمہ کو بی اختیار کیا ہے۔ اس پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس سے اول نظر میں فلمی نغموں کی طرف ذہمن جا تا ہے۔ لبذا ریخنا کا صحیح ترجم نہیں ہوا۔ اس پرعرض ہے کہ دوسر الفظ گانا ہے، اس کا بھی یہی حال ہے اور گانا کے بالمقابل نغمہ زیادہ فصیح ہے۔ اب کوئی تیسر الفظ ایسا نہیں کہ ایک بی لفظ سے غنا کے مفہوم کو اوا کیا جا سے۔ مزید عرض سے کہ جس طرح غنا کے عمومی معنی میں ہوت میں جس میں ترخم ریزی شامل ہے، خواہ اور تھے اشعار ہول ، خواہ برے اشعار میں گئی اس تعمل ہوتا ہے تو بہی کی ترخم ریزی شامل ہے، خواہ اور تھے اشعار ہول ، خواہ برے اشعار مور سے منتی شعروشن کے لیے استعمال ہوتا ہے تو بہی حال غنا کا بھی ہے۔ اس حوالے سے نصوص کے اندر لفظ غنا بالعموم منتی شعروشن کے لیے استعمال ہوتا ہو تو بھی مطالعہ اس منتجی پر پہنچا تا ہے کہ نصوص کے اندر لفظ غنا بالعموم منتی مفہوم میں بھی متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے، مفہوم میں بھی متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ یہی حال اردو میں نخمی ہے دور اس استعمال کیا جارہا ہے۔

دردوفغال میں اضافہ ہوجا تا ہے۔ لیکن اس کے معنی ہے تہیں کہ اسلامی زندگی سراسر تقشف و ہے کیفی اور جمود و کھوسٹ پن سے عبارت ہو۔ یہاں صرف زاہد کا زہز ہیں ، مجاہد کا جوش بھی ہے ، صرف صوفی کا گریز نہیں ، فقیہ کا اقدام بھی ہے۔ اس نے صرف ترک کا فلے نہیں سمجھا یا عمل کا سبق بھی پڑھا یا ہے۔ یہ سراسرر بانیت ہے ، جہاں رہبانیت کا گز رنہیں۔ سادگی گرچہ اس کی ترجے ہے ، لیکن اسے زینت سے نفرت بھی نہیں۔ آخرت گرچی عزیز ہے ، لیکن و نیا ہی اس کے لیے وسیلہ ہے ۔ عبادت اسے محبوب ہے ، لیکن مشقت اور نکلیف مالا بطاق کی بھی اجازت نہیں۔ روحانیت اہم ضرورت ہے ، لیکن جسمانیت سے نمادوت ۔ ہاں! وہ ایک اعتدال چاہتا ہے ؛ جسمانیت وروحانیت کا اعتدال ، دین و دنیا کا اعتدال ، دین و دنیا کا اعتدال ، میں اعتدال اسے مطلوب ہے اور یہی اس کا جامع دستور ہے۔

یہاں ایک خاص بات ہے ہے کہ اسلام اس اعتدال کونچی معتدل رکھنا چا ہتا ہے، منتشر اور بہانے منتشر اور بہانے دو نماز کے لیے بھی وفت، صف اور جماعت کا نظم چا ہتا ہے۔ عباوت سے پہلے طہارت ونظافت کا مطالبہ کرتا ہے۔ تلاوت میں نجوید ووقف کی رعایت چا ہتا ہے۔ روزے کے ساتھ مسواک کا پابند کرتا ہے۔ وہ داڑھی کی مسنونیت کا قائل ہے، اس کے بکھراؤاور الجھاؤ کا نہیں۔ وہ مردول کے لیے نسائی انفعالیت کا روادار نہیں ہے، لیکن وہ اس کے ساتھ اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بالوں کو گندھائے، مونچھوں اور ناخنوں کو بڑھائے، گندے سندے کہار شادہے: مندے سندے کیجی منہ بسورے، بوکھل سے ٹبلاکرے۔ اللہ کریم کا ارشادہے:

پوچھوکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جواسباب زینت پیدا کیے ہیں،ان کوس نے حرام کر دیا؟ (۲:۷س) اے فرزندان آدم! ہرعبادت کے وقت خودکوسجا سنوار کے آؤ۔ (۲:۷س) کیا وہ اپنے او پر آسان کوئییں دیکھتے کہ ہم نے کس طرح اسے بنایا اور سنوارا ہے۔ (۲:۵) اس نے اپنی ہرتخلیق کوشن بخشاہے۔ (۲:۷س) اللہ نے تمہاری سواری اور آراکش کی خاطر گھوڑے، خچراور گدھے بنائے۔ (۱:۲) مولی ! ہمیں حسنات دنیا اور حسنات عقبی دونوں عطا کر۔ (۲:۲) بندے ! دنیا سے اپنا حصہ لینا مت بھول۔ (۲:۲)

پیٹیبر کی زندگی دنیکھے۔قرآن نے انہیں خلق عظیم اور رصت عالمین کا پیکر بتایا۔ بدخلقی اور بدروی سے ان کو پاک بتایا۔ ان کی زندگی سادہ ضرورتھی، مگر بے کیف اور تفتیف زدہ نہ تھی۔ وہ دنیاداری کی زندگی سے گریزاں رہے، لیکن را بہاندروش بھی پیند نہیں کی، نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی۔ فرمایا: میں سب سے زیادہ خداسے ڈرنے والا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روز ہے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ (بخاری، باب الترغیب فی الذکاح)

آپ نے صفائی سھرائی پراتنازور دیا کہ نظافت کوآ دھاایمان بتایا۔ آپ سرمیں تیل اور
آئھ میں سرمہ لگاتے ، بالوں کو کتگھا کرتے ، داڑھی کو بھیر کرنہیں چھوڑتے ، ہر چیز میں اعتدال کو
پیند کرتے ، خوشبوکو عزیز رکھتے ، خوش الحائی کی مدح کرتے ، ظرافت و مزاح کو پیند فرماتے ، اپنی
پیویوں کے ساتھ صرف کام بی خہ کرتے ، انہیں اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جاتے اور تو اور ان کی
تفریح طبع کے لیے ان کے ساتھ دوڑ نے میں مقابلہ کرتے اور انہیں خوش کرنے کے لیے جان
بوجھ کران سے شکست بھی کھاتے ۔ خوش رو، خوش ذوق اور خوش مزاج تھے۔ یبوست اور ترش روئی
کونالپند کرتے ۔ اس بات پراتنازور قا کہ چہرے کی بشاشت کو صدقہ سے تعبیر فرمایا ۔ فن تعمیر کی
مظاہرہ کررہے شھروں کا اہتمام کراؤ حبثی نوجوان جب مسجد نبوی کے اندر مخلف فی کمالات کا
مظاہرہ کررہے شھروسی می انشہوا پی اوٹ میں چھپا کردیر تلک ان کا تماشہ دکھایا۔ فرماتے ہیں ،
مظاہرہ کررہے شھروسی می انشہوا پی اوٹ میں جھپا کردیر تلک ان کا تماشہ دکھایا۔ فرماتے ہیں ،
مظاہرہ کررہے سے توسیدہ عائشہ کوا پی اوٹ میں دولت دی ہے تو تمہاری وضع سے اس کا ظہور بھی ہونا
اللہ پاکیزہ ہے ، اسے پاکیزگی پیند ہے ، اللہ سقرائی پیند ہے ، اللہ تجیل ہے ، اسے
مظاہرہ کر دویشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق جمال انتہائی اعلیٰ
خوا ہے ۔ ان ساری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق جمال انتہائی اعلیٰ
موری کے آئینے میں دیم کھن ، مراپا آفنا ہو کو بحرالکا ہیں میں اتار نے کے ہم معنی ہے ۔

فنون لطیفہ؛ نغمہ وموسیقی ، نضو پر وتمثیل اور قص وسرود؛ انسانی جمالیات سے پیدااوران کی تسکین کا سامان ہیں نصوص کی روشی میں ان کے تفصیلی احکام جانے سے قبل اگر ہم مقاصد شرع کی روشی میں ان پراجمالاً گفتگو کریں تو بہ کہا جاسکتا ہے کہ فنون لطیفہ کے سلسلے میں اسلام کا موقف سے ہے کہا گران سے مقاصد شرع؛ جان، دین ، مال ، عقل اور نسب کو خطرہ ہوتو وہ حرام ہوں گے ، خطرے کا امکان ہوتو مکروہ ، کوئی خطرہ نہ ہوتو مباح اور اگران کی ترقی وتقویت کی امید ہوتو مستحب ہیں۔ اس سیاق کے نصوص کا تفصیلی مطالعہ اور ان میں تطبیق وترجیح کا عمل بھی ہمیں اسی متیج پر پہنچا تا ہے۔ اس سے دوبا تیں معلوم ہوئیں:

ا –اسلام فنون لطیفہ کا ڈنمن نہیں ؛ چوں کہ وہ دین فطرت ہے، اس لیے وہ حتی الوسع فطری تقاضوں کی پخمیل کی راہیں تلاش کرتا ہے۔

۲۔ فنون لطیفہ کی طرف دیکھنے کا مسلم وغیر مسلم نقطہ نظر بنیادی اعتبار سے مختلف ہے۔ غیر مسلم کی نظر میں تسکین نفس ہی کل مقاصد ہیں، اس لیے وہ مطلقاً ان کے جواز کے قائل ہیں، جب کہ مسلم نقطۂ نظر میں تسکین نفس کے ساتھ دیگر مقاصد اربعہ خصوصاً حفاظت دین بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

اب سوال بیہ ہے کہ حقیقت دین کیا ہے؟ بدایک مستقل موضوع سخن ہے، جس کا بہال موقع نہیں۔ بہال ایک بات یا در کھنے کی ہے اور وہ یہ کنشس انسانی اور دین کے درمیان جو چیز دیوار بنتی ہے اسے شرع میں لہو کہتے ہیں۔ بید یوار ایسی او نجی ہوجائے کہ انسان کو دین سے یا دین کے سی خاص حکم سے فافل کر دیت تو محروہ ہے، اس میں ذرای بے کیفی اور تسائل پیدا کر یے تو مکر وہ ہے اور اگر دین کی طرف اس سے اور ہمیز ہوتی ہوتو پھر مستحب ہے صرف نشاط طبع کا موجب ہوتو جائز ہے اور اگر دین کی طرف اس سے اور ہمیز ہوتی ہوتو پھر مستحب ہے اور حقیقت میں نہ لہو ہے نہ دیوار۔ اسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مجاز اُلہو یا لہو یسیر کہد دیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں نہ لہو ہے نہ دیوار عالی کی جان ہے، بطور خاص مسئلہ ساع نغمہ وموسیقی کی تغیم میں انہائی مفید ومعاون ہے۔ اس اصول کو مد نظر رکھا جائے تو نغمہ وموسیقی کو بذاتہ ، عبادت وریاضت یا شراب وزنا کی طرح فرض یا حرام سمجھنے کے افراط و تفریط سے حفوظ رہا جاسکتا ہے۔

انساني اوراسلامي جماليات مين نغمه وموسيقي كامقام

انسانی نفسیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس کے اندر شہوت وطلب کی غیر معمولی قوت ودیعت کردی گئی ہے اور جب اس کی پیطلب پوری نہیں ہوتی تو پھروہ غضب کا شکار ہوجا تا ہے۔ اس کی پوری زندگی اسی طلب اورغضب کی اسیر بن کر گزرجاتی ہے۔

انسانی طبیعت میں شہوت کے کتنے پہلوہیں؟اس پرغور کرنے سے پانچ چیزیں زیادہ نمایاں ہوکرسامنے آتی ہیں۔دولت وعزت اور شہرت کی طلب اور پیٹ اور شرم گاہ کی طلب۔انسان کی جانب حیوانی میں ان پانچوں خواہ شات کی طلب غیر متنا ہی مقدار میں موجود ہے۔اگروہ ان شہوات ومطالبات کا اسیر ہوجائے تو پھراس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جا تا۔وہ و نیا کا دولت مند ترین انسان بھی کا سیر ہوجائے تو بھی وہ دولت سے سینہیں ہو پاتا۔عزت وشہرت کی اس بلندی پر بہنچ جانا چاہتا ہے جہاں پوری انسانیت ہر جہت سے اس پر رشک کرنے گے۔انسانوں کی میہوک زیادہ نمایاں دھتی ہے۔

اس کے بعد پیٹ اور شرم گاہ کی بھوک ہے جونسبتاً چھی ہوئی ، مگر بہت زیادہ خطرناک ہے۔ان میں بھی شرم گاہ کی طلب ایسی ہے جوایک الجھے بھلے انسان کو جانو ربلکہ در ندہ بنادیتی ہے۔ ان میں بھی شرم گاہ کی طلب ایسی ہے جوایک الجھے بھلے انسان کو جانو ربلکہ در ندہ بنادیتی ہے۔ کا ہم لمہ حسن کے ایک نئے باغ کی سیر کرتا گزار دے۔ بعض ماہرین نفسیات نے توسیس کو بی انسان کی تمام خواہشات کی بنیاد قرار دیا ہے۔

ان ٰ پانچ خواہشات کے ساتھ انسان کے اندر پانچ مدر کات بھی ودیعت کی گئی ہیں، جن سے وہ ان لذتوں کا احساس وادراک کرتا ہے: ا ۔ آئی جس سے وہ اچھے مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ۲ ۔ ناک جس سے وہ اچھی خوشبوؤں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ۳ ۔ لمس جس سے وہ زم وگداز چیز وں کے مساس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ۲ ۔ زبان ، جس سے وہ اچھے ذائقوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ۵ ۔ کان ، جس سے وہ انچھی آواز وں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

انسانی شہوت ان مدرکات خمسہ میں بہتر سے بہتر کی طلب میں سر گرداں ہوتی ہے۔ پھر انسان کی جوسب سے بڑی شہوت ہے یعنی جنسی شہوت، وہ اس کی تحییل بھی ان پانچوں ذرائع سے کرنا چاہتا ہے۔ وہ جس وفت اپنی جنسی پیاس بجھا رہا ہوتا ہے، اس وفت ان پانچوں ذرائع کو آخری حد تک استعمال کروینا چاہتا ہے۔

ا - وہ جا ہتا ہے کہ وہ ابنی جنسی تسکین وہاں کر ہے جہاں کا منظر حسین سے حسین تر ہو۔ ۲ - وہ جا ہتا ہے کہ وہ اپنی جنسی تسکین وہاں کرے جہاں کی فضیا خوشبوؤں میں نہائی ہوئی ہو۔ سا-وه جا بتانے کہ وہ اپنی جنسی تسکین وہاں کرے جہال سے قیمتی مزم ونازک اور دکش ہو۔ سم-وہ جا ہتا ہے کہ وہ اپنی جنسی تسکین وہاں کرے جہاں لذت کام ودہن کا اعلیٰ انتظام ہو۔ ۵ - وہ جا ہتا ہے کہ وہ اپنی جنسی تسکین وہاں کرے جہال تغسگی وموسیقی کا نوں میں رس گھوتی ہو۔ جنسیات کا بھوکاان یانچوں جمالیات کوعورت کےاندر بھی دیکھنا چاہتا ہےاوراس جگہاور مجلس میں بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ مذکورہ پانچوں ارکان جمالیات میں آخری ووسب سے اہم ہیں؟ لذت کام ودہن اور نغ^ٹ کی وموسیقی۔وہ اپنی لذت شباب کوشراب و کباب سے دوبالا کرتا ہے اور پھراس کے ساتھ موسیقی قغمسگی کوملا کرشراب و کباب اور شباب کی لذت کوسہ آتشہ کرنا چاہتا ہے۔ دلچیپ بات یہ ہے کہ شریعت نے مدر کات خمسہ میں سے کسی کو بھی Totally Ban نہیں کیا ہے۔ وہ انسان کو ان لذات خمسہ سے محروم کرنانہیں چاہتا، بلکہ اس نے ان لذات کوطیبات و خبائث میں بانٹ کران میں تحدید کردی ہے۔ لذات خمسہ کوطیبات و خبائث میں بانٹ کر اسلام نے انسانیت پر بہت بڑا حسان کیا ہے۔اسلام اگر ان یانچوں لذتوں کی غیرمحدود اجازت دے دیتا تو انسان ان کی طلب میں جانور بن جاتا اور اس کے ا ندر جوانسانی اوراس سے بڑھ کرملکوتی وروحانی تو تیں ہیں وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے مرجا تیں اورا گران لذتوں کو کلی طور پرمنوع کر دیتا توبیا نسان کواپنی فطرت کا کلی باغی بنانا ہوتا ، جوممکن نہیں ہے۔لذات خمسہ کوطیبات وخبائث میں تقسیم کر کے نثریعت نے انسانی فطرت کے لیے ا یک معتدل را ہ کی تشکیل کر دی ۔

اب ایک اور دلچیپ چیز دیکھیے! اسلام نے جب خبائث کی فہرست بنائی تو ان میں شراب کوام الخبائث قرار دیتے ہوئے سرفہرست رکھا۔اس کی وجہ کیا ہے؟ اِس کی وجہ بیہ ہے کہ حواس خمسہ کے او پر جوعقل ہے، جومحسوسات خمسہ کا ادراک کے بعد ان کے تعلق سے کوئی رائے قائم کرتی ہے، بیاہے ہی مختل کردیتی ہے۔شراب ادراک وشعور کےسب سے بڑے جو ہرعقل کو ماردیتی ہےاور جب انسان کی عقل ہی مرجائے تو پھروہ انسان ہوتے ہوئے بھی انسانیت سے کلی طور سے نکل جا تا ہے۔اسی لیے اسلام نے شراب کو کلی طور پرممنوع قرار دیا۔ واضح رہے کہ شراب بظاہر قوت ذا کقہ کی آخری طلب ہے،جَسِ کا باطنی اٹیک براہ راست عقل پر ہوتا ہے۔

اب فوراً سوال بير ہوتا ہے كہ چوڭغشگى وموسيقى كے تعلق سے اسلام كا نقطه نظر كياہے؟ چول کہ شراب وشباب کے بعدانسانی فطرت کے لیے جوسب سے بڑانشہ ہوسکتا ہے ولغت کی وموسیقی ہے۔اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے شباب کے تعلق سے ہی اسلام کا نقطۂ نظر دیکیولیا جائے جو انسانی شہوات وخواہشات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔اس سلسلے میں:

ا - اسلام نے عورت کومرد کے لیے اور مرد کوعورت کے لیے جائز ومباح رکھا۔نسل آ دم کے فروغ اور طبع آ دمی کی تسکین ، دونوں غرض سے جنسی آ سودگی جائز ہے۔

۲۔البتہ قانونی بیوی اور باندی کےسوایہ تلذذ کلی طور پرحرام ہے۔

اب رہی بات لھٹ کی اور موسیقی کی ، تو چوں کہ اس کا مقام شراب و شباب کے بعد آتا ہے۔ایسے میں پیمنصور ہی نہیں ہوسکتا کہ اسلام اسے کلی طور پرممنوع قرار دے دے۔ ہاں!اگر بیہ شراب (مطلقاً)اورشباب (بصورت حرام) کے ساتھ ہوتو ضرور حرام ہے۔ یوں ہی اگریہ شراب ا اورشباب (بصورت حرام) کی طرف داعی ہوتو بھی ضرور حرام ہے۔

اسلام کاایک مزاج یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی بری چیز پر پابندی لگا تا ہے توسد ذرائع کے لیے اس کے قریبی ساتھیوں اور داعیوں پر بھی پابندی لگا دیتا ہے۔شراب حرام کیا تواس کے ساتھ اس کے برتنوں صنتم اور دبا کے استعمال کو بھی منع کر دیا۔ (ا) ظاہر ہے کہ مقصود شراب کی ممانعت تھی جوام الخبائث ہے، ان کے برتنوں کی ممانعت اس لیے تھی کہ بیہ برتن شراب کی یا دولانے والے

(١)عَنْ أَبِيهُرَيْرَةَ, قَالَ: عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ، فَتَحَيَنْتُ فِطْرَهُ بِنَبِيدِ صَنَعْتُهُ فِي دُبَاءٍ ثُمَّ ٱتَّينهُ بِهِ فَإِذَا هُوَ يَبِشُ، فَقَالَ: اصْرِب بِهَذَا الْحَائِطِ، فَإِنَّ هَذَا اشرَاب مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهَ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (سنن الى دا دُود، كتاب الاشربة، بَاب فِي النَّبِيد إِذَا عَلَى) أَمَرَ نِي عُمَرُ أَنْ أُنَادِيَ, يَوْمَ الْقَادِ سِيَّةِ: لاينْبَذُ فِي دُبَّاءَ, وَلا حَنْتَم، وَلَا مَرَ فَتَ إِرْ مَصْفُ ابْنِ الْهِ شِيهِ، مَا ذُكِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نَهَى عَنْهُ مِنَ الظُّرُوفِ ﴾ تھے اور ایک الیی قوم نے جوابھی ابھی شراب چھوڑی ہے، اس سے متعلق یا دگاری چیز وں کود کھے کر کہیں پھر مائل بہ شراب نہ ہوجائے ، اس لیے شراب کے برتنوں کو بھی حرام قرار دے دیا۔علائے محققین فرماتے ہیں کہ جب حرمت شراب اہل اسلام کے دلوں میں راسخ ہوگئی اور پھروہ شراب کے خیال سے بھی آزاد ہوگئے تواس کے بعدان کے لیے ان برتنوں کا استعمال روا ہوگیا۔

ٹھیک یہی حال شراب وشاب کے ساتھ نغت کی وموسیقی کا ہے۔ جب شراب کوحرام کیا جارہا تھا تو اسی وقت نغت کی وموسیقی کی بھی سرکاررسالت پناہ نے سخت سے سخت الفاظ میں ہذمت کی ۔ اس سے روکا اور منع کیا لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نغمہ و موسیقی سنا اور بعض مواقع پر اس کی ترغیب بھی دی۔ پیٹمبر اسلام کی ان دو ہا توں کو جب ہم ملاتے ہیں اور ان کے بھی ظیرت کی راہ تلاش کرتے ہیں تو یہ عقدہ کھلتا ہے کہ نغمہ وموسیقی کا معاملہ شراب کی طرح کلی ممانعت کا ہے۔ نغم کی وموسیقی ، شراب و طرح کلی ممانعت کا ہے۔ نغم کی وموسیقی ، شراب و بدکاری کے ساتھ ہو یا ان کی طرف داعی ہوتو یقیناً حرام ہوگی ، بصورت دیگر اس میں جواز کی راہ ہوگی اور ان کی تفصیل کی جارے ہوگی اور ریقصیل اس طرح ہوگی :

دین کے اندر بے شار احکام ہیں۔ بیسارے احکام چند اصولوں کے تابع ہیں اور وہ سارے اصول پانچ مقاصد کے تابع ہیں اور پھر وہ پانچوں مقاصد ایک اصل الاصول کے تابع ہیں۔وہ اصل الاصول کیاہے؟ وہ اصل الاصول ہےلہو۔لہو کے دو پہلوہیں:

> ا لہوعن الخلق اور بیر مطلوب ہے۔ ۲ لہوعن الحق اور سیمنوع ہے۔

ہر وہ چیز جوحق کی طرف لے جانے والی ہو وہ مطلوب ہے اور ہر وہ چیز، جوحق سے پھیرنے والی ہووہ ممنوع ہے۔اب اس اصول کے طے ہوجانے کے بعد ہمیں تغسگی وموسیقی کا حکم بہت آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے۔

ا ۔ تغسگی وموسیقی حق سے پھیرنے والی اور حق کے حرام کردہ چیزوں کی طرف لے جانی والی ہوتو یقنیناً حرام ہے۔

۲ کیفسکی وموسیقی حق کی طرف پھیرنے والی اور حق کے مامور چیزوں کی طرف لے جانے والی ہوتو یقییاً مستحب ہے۔

۳-ندمحرمات کی طرف لے جانے والی ہو، ندمطلوبات کی طرف لے جانے والی ہو، فقط تفریح نفس کا سامان ہو، تو بیر جائز ومباح ہو، جیسے اچھے مناظر کو دیکھنے، بیویوں سے تسکین حاصل کرنے ، قیمتی مکانات و باغات میں رہنے اور اچھی غذائیں کھانے اور پینے کی اجازت ہے، اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے۔ ایسے امور کو لھو یسید کہا جاتا ہے، جو جائز ومباح ہیں اور جو حضرات لہوصرف انہی امور کو کہتے ہیں جوحق سے پھیرنے والے ہوں،ان کی اصطلاح میں میہ امورسرے سے لہوہیں ہی نہیں۔ان حضرات کی اصطلاح میں اس بات کو یوں کہا جائے گا:

ا فیخسگی وموسیقی از راه لهوحرام ہے۔ ۲ فینسگی وموسیقی از راہ ذکر مندوب ہے۔ ۳ فینسگی وموسیقی از راہ تفریح مباح ہے۔

نغتگی و موسیقی کے حوالے سے کتب احادیث میں جو دوطرح کی روایتیں پائی جاتی ہیں، ان کے پچ تطبیق کی یہ احسن صورت ہے، جو مذکور ہوئی۔ یہی منچ محققین کا ہے اور یہی مجھے پیند ہے۔ البتہ اہل علم کا ایک طبقہ وہ بھی ہے جو نغہ و موسیقی کو کلی طور پر حرام کہتا ہے اور سیرت سے ان کے جو واقعات ثابت ہیں، انہیں مشتنیٰ قرار دیتا ہے۔ گویا ان علما کی تطبیق علم عام اور استثنا کے اصول پر ہے۔ ان کے نز دیک نغہ و موسیقی کے بارے میں علم عام حرمت کا ہے، البتہ بحض صورتیں ان سے مشتنیٰ ہیں۔ اور ہماری تطبیق مقاصد پر ہمنی ہے۔ مقصد خیر ہو تو نغہ و موسیقی خیر اور صورتیں ان سے مشتنیٰ ہیں۔ اور ہماری تطبیق مقاصد پر ہمنی ہے۔ مقصد خیر ہو تو نغہ و موسیقی خیر اور مقصد مباح ہو تو نغہ و موسیقی مباح۔ و الاُ مُؤ دُر بِمَقَاصِدِ هَا۔ دین کے تمام احکام خاص مقاصد کے تابع ہیں۔ ھذا مَا ظَھَرَ لِی وَ الْعِلْمُ عِنْدُ اللّٰهِ وَ عِلْمُهُ اَتُمْ۔ اس ایمال کی تفصیل حاضر ہے:

لغوى بحث

علامہ جو ہری (۳۹۳ھ) فرماتے: ذِ هاد ؛شتر مرغ کی آواز کو کہتے ہیں۔(الصحاح)

اُبن منظورافریقی (۱۱ کھ) لکھتے ہیں: زَمَوَ -یزمِن، ویزمئو زمرا، الزموفی المزمار، غنی فی القصب: بانسری بجانا۔گانے اور بجانے والی کو زامر قکہاجا تا ہے، زمار فئیس کہاجا تا۔
اور مردکو زمار کہاجا تا ہے، زامر نہیں کہاجا تا۔ اصمحی نے کہا: مغنی کو زامر اور زمار دونوں ہی کہاجا تا ہے۔ اور بانسری، جے بجاتے ہیں، اسے زمارہ کہتے ہیں۔ جیسے جیتی کی جانے والی زمین کو زراعہ کہا جا تا ہے۔ اس طرح ابن زمارہ مغنیہ کے بیٹے کو کہاجا تا ہے۔ اور مزمار اور زمار قمنہ سے بجائے جانے والے آلے کو کہتے ہیں۔ جو ہری نے کہا کہ مزمار، مزامیر کا واحد ہے۔ اور حضرت ابو بکر کی روایت میں ہے: أبمز مور الشيطان فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کیارسول اللہ حکی سے: مزمارة الشیطان عند النبی

صلى الله عليه وسلم كيارسول الله صلى الله عليه وسلم كقريب شيطان كاباجا بجايا جار باب ؟ اور مَز مور ، مُز مور اور مز مارسب برابر بين اور بيوه آله به بس كو بجايا جا تا ب مزامير داؤد عليه السلام، حضرت واؤدعليه السلام ك نفح اوردعا كين بين ان كاواحد مز ماراور مزمور ب

حضرت الوموى اشعرى كى روايت ميں ہے كه نبى كريم صلى الله عليه وسلم في ان كوقر آن پڑھتے ہوئے سنا تو فر مایا: تجھے آل داؤدكی فقم على ہے۔ لقد اعطیت مز مار امن مز امیر آل داؤ د علیه السلام۔ آپ صلى الله عليه وسلم في ان كے سن صوت اور شير ين فقم كى كى تشبيه مز ماركى آواز سے دى۔ اور حضرت داؤد اللہ كے پیغیر ہیں، جن پر سن صوت كى انتہا ہے۔ (لسان العرب)

المنجد میں ہے: زَمرَ (ض ن) زمواو زمیوا (بانسری بجانا) بالحدیث: بات پھیلاً نا، زمو النعام شتر مرغ کا آواز کرنا۔ زمّو: بانسری بجانا۔ الزمو: آواز، ج: زمور، الزمِو بانسری بجانے والا، الزماد: شتر مرغ کی آواز، الزمّاد بانسری بجانے والا، الزمّادة: بانسری بجانے کا پیشه، مِزماد: بانسری، مزمود: گیت ج: مزامیو، مزامیو داؤ د۔ حضرت واودعلیه السلام کی وعااور اس کے مجموعے بانسری، مزمود: گیت ج: مزامیو، مزم، علوف، مترجم: عبد الحفیظ بلیاوی بنزید علم وادب، لاہور)

ان تمام لغوی حوالوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

ا - زمرآ واز کو کہتے ہیں۔

۲ – اسکامعنی خاص با جا بحانا ہے ، اور خاص بانسری بجانا ہے ، اور خاص پیشہ ور معنیوں اور مغنیات کا گانا بجانا ہے ۔

سامزامیر جمع ہے اوراس کا واحد مزموراور مزیارہے۔ بید دنوں ہم معنی بھی استعال ہوتے ہیں اور مختلف المعنی بھی۔مزمور آ واز اور نغمہ کے معنی میں بولا جا تا ہے، جب کہ مزیار کے معنی آ لئے آ واز، بانسری یا مطلقاً با جہ کے ہیں۔اس اعتبار سے مزامیر کے دومعنی ہوئے:

الف: حسن صوت، نغمه، اس سے حدیث پاک میں ہے: اعطیت مز مار ا من مز امیر آل داؤد ۔ تجھے آل داؤود کی خوب صورت آواز ملی ہے۔ أبمز مور الشيطان فی بیت رسول الله صلى الله صلى الله عليه و سلم؟ كيارسول الله كر ميں شيطان كا نغه؟

ب: باجه، بانسری، اس سے حدیث پاک میں ہے: مزمارة الشيطان عند النبى صلى الله عليه و سلم؟ پنجمبر كے قريب شيطان كا باجه؟

الحاصل مزامیر (واحد: مزمور، مز مار) کااطلاق نغمه اورآ له نغمه دونوں پر ہوتا ہے۔اب ساع مزامیر پر گفتگو دومباحث سے متعلق ہوگی۔ا -ساع نغمہ کی بحث، ۲ -ساع آلات نغمہ کی بحث پیش نظر مقالہ صرف پہلی بحث پر دائر ہے۔ دوسری بحث کے لیے اسکلے شارے کا انتظار فرمائیں۔

ساع نغمه کی بحث

نغمہ: کلام موزون کو کہتے ہیں، جسے خاص سراور لے کے ساتھ گایا جا تا ہے۔اس کے عناصر لازمی دوہیں؛ کلام اوروزن ۔البتہ عناصر غیر لازمہ متعدد ہو سکتے ہیں،مثلاً:

ا - کلام کا اچھا ہونا، ۲ - کلام کا براہونا، ۳ - واضح ہونا، ۴ - مبہم ہونا،۵ - وزن کا سالم ہونا، ۲ - وزن کامنکسر ہونا، ۷ - اچھے سر اور لے میں گانا، ۸ - بھدی آ واز میں گانا یا بے سرے انداز میں گانا، ۹ - اچھے اوقات میں گانا، ۱ - برے اوقات میں گانا، ۱۱ - محرم کا گانا، ۱۲ - غیرمحرم کا گانا

سے احکام شرع یا مقاصد شرع سے ذرک بعدان کا تھم شرع ہراییا شخص بہ آسانی نکال سکتا ہے،

جے احکام شرع یا مقاصد شرع سے ذرہ برابر بھی آشائی ہو۔ چنا نچی نقمہ کے اوصاف لازمہ کو کوئی بھی

بیاروا نہیں کہہ سکتا۔ بھلا ایسا جنونی کون ہوگا جونفس کلام کو ناجا نز کہے۔ اس طرح کلام اگر وزن کے
ساتھ ہو، یعنی موزون ہو، تواسے بھی مطلقاً کوئی ناجا نز نہیں کہہ سکتا۔ کلام موزون ہی کا دوسرانام شعر
ہے۔ اور بعض دفعہ آیات کریمہ: وَالشُّعْرَاءُ یَتَّیعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمُهُمْ یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ (ا) سے بیوہ ہم جاتا ہے کہ شعروشا عرب بری چیز ہو، کیکن اس کے
واقعہ ہی جھے سے اس کا ازالہ ہوجاتا ہے اور وہ بیہ ہے: اِلَّا الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَذَكُرُوا اللَّهُ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَغِيرِ مَا ظُلِبُوا (۲) الشَّراء: ۲۲۲ –۲۲۷)

اس سے صاف طور پر بیدواضح ہوجا تاہے کہ آیت کریمہ میں شاعری یا شعراکی مطلقاً مذمت نہیں ہے، بلکہ وہ مقید ہے گمراہی اور گمراہ گری سے، بے دینی اور بےاصولی سے اور قول و عمل کے تضاد سے۔

رہے نغمہ کے اوصاف غیر لازمہ توان میں سے ہرایک چیج چیج کرا پناتھم بیان کر رہاہے۔ ظاہر ہے کہ اچھا کلام اچھا ہے اور برا کلام برا ہے۔ واضح کلام بہتر ہے اور مبہم غیر اولی، تاہم بسا اوقات مبہم کلام بھی اچھا بلکہ بہت اچھا ہوتا ہے، جب اس ابہام سے کوئی گہرامعنی پیدا ہور ہاہو۔ اس طرح بسااوقات کلام کا اچھا یا برا ہونا بھی اضافی ہوتا ہے؛ بھی ایک ہی کلام ایک کے حق میں اچھا ہوتا ہے اور دوسرے کے حق میں برا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ رہا کلام موزون کے وزن کا

⁽۱) شعرا کا اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیاتم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جن برعمل نہیں کرتے۔

⁽۲) سواےان کے جوابیمان لائے ، نیک اٹمال کیے ، اللہ کا خوب خوب ذکر کیا اور خود پرظلم ہونے کے بعد حمایت و نصرت کا کام کیا۔

سالم یا متکسر ہونا تو اس سے کلام کا ادبی اور بلاغی پہلوتو متاثر ہوتا ہے، کیکن اس سے تھم شرع ہرگر متعلق نہیں ہوتا۔ اللہ جمیل و یحب متعلق نہیں ہوتا۔ اللہ جمیل و یحب المجمعال کا یہی تقاضا ہے۔ سُر اور کے کا اچھا یا برا ہونا بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہاں! نغمہ سرائی میں اوقات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ نغمہ اپنے حسن معنی اور حسن صورت کے باوجودا گرکسی کی مرائی میں اوقات کا خیال ارکھنا ضروری ہے۔ نغمہ مرائی کے لیے وقت کا خیال از حد ضروری ہے۔ نیزم مرم کو رتوں سے سننا ، یا ایسے لوگوں سے سننا جن کا شیوہ فسق و فجور ہویا جن سے سننے سے سامع کا قلب فواحش کی طرف مائل ہو، درست نہیں۔ المختصر! نغمہ این حقیقت کے لحاظ سے جائز ودرست ہے، اس کے اندر کرا ہت یا حرمت عارضی ہوگی ، جو ضمون کلام ، وقت ساع اور نغمہ بخی شخصیت میں کرا ہت یا نا دریکی کے سبب پیدا ہوگی۔ نغمہ اور ساع نغمہ اور نغمہ بی شرع کے اجمال کے بعداب نفصیل کی طرف آتے ہیں: فخمہ اور ساع نغمہ اور سے سے مشرع کے اجمال کے بعداب نفصیل کی طرف آتے ہیں:

ساع نغمه-فطری اورعقلی اصولوں کی روشنی میں

الله رب العزت نے انسانوں کو پاخی ظاہری حواس بخشے ہیں، جن ہیں ایک اہم حاسہ ساعت بھی ہے۔ قوت ساعت سے ہم آوازوں کا احساس وادراک کرتے ہیں اور اس احساس میں ہمیشہ وہ آواز اچھی گئی ہے جواچھی ہو، بھدی نہ ہو۔ پھراچھی آ وازجس قدر سراور لے کے ساتھ ہوگی، قوت سامعہ کے لیے اسی قدر لذت بخش اور راحت رسال ہوگی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ذا کفتہ کولڈ یڈ کھانے، باصرہ کوول ربا مناظر، لامسہ کوکول احساسات، شامہ کو خوشبواور عطریات اچھے کلتے ہیں۔ اب اگر کسی شخص کولڈ یڈ کھانے اچھے نہ لگیں، خوب صورت مناظر اس کے اندرون میں کیف و سرور نہ بھر دیں، شبنی بارش اس کے وجود کوسر مستیوں سے سرشار نہ کر دے، تواس کا صاف مطلب ہے کہ اس کے حواس مختل ہو چکے ہیں اوروہ بری طرح بیار ہو چکا ہے۔ بلامثیل اگر کسی کان کواچھی آواز ، مخصوص زیرو بم کے ساتھ اچھی نہیں گئی ، تواس کا ایک ہو چکا ہے۔ بلامثیل اگر کسی کان کواور چیسے کی پی سے اچھی نہیں گئی ، بلبل کی چبک سے کس کا بی بہیں بہلت، وہیں پر کوے کی ٹائیس ٹائیس ٹائیس ، گد ہے کی ڈھینچو وٹھینچو اور جینس کی جیس بھیں کس کو نہیں بہلت، وہیں پر کوے کی ٹائیس ٹائیس ، گد ہے کی ڈھینچو وٹھینچو اور جینس کی بھیں بھیں کس کو شہیں بہلت، وہیں پر کوے کی ٹائیس ٹائیس ٹائیس ، گد ہے کی ڈھینچو وٹھینچو اور جینس کی بھیں بھیں کس کو شہیں سے سے کہ اور کہا ہے؟ صرف یہی نا کہ کوئل ، چیسے اور بلبل کی آ واز کول ، نازک، مدھم اور شہیل سے کہ طرح کے کا طرح انہائی کے ہوئے کی طرح کے کا طرح انہائی بے بال میں جو کے کا طرح انہائی کے ہوئے کے کا طرح انہائی کے برح سے اور کرخت وگر بہم آ واز کے ما لک ہیں۔ یہاں تک کہ گدھے کی طبح کے کا طرح سے انہائی بیں۔ یہاں تک کہ گدھے کی طبح کے کا طرح سے انہائی بیں۔ یہاں تک کہ گدھے کی طبح کے کی طرح کیا طرح سے اور کرخت وگر بہم آ واز کے ما لک ہیں۔ یہاں تک کہ گدھے کی طبح کے کا طرح سے انہائی بے بیں دیار خور کی طرح کیا ور کر بہم آ واز کے ما لک ہیں۔ یہاں تک کہ گدھے کی

آواز کی کراہت کوخود قرآن نے بیان کیا: إِنَّ أَنْکُرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَبِيدِ (لقمان: ١٩) جينس کو ہندی میں بےسری کہاجا تاہے۔ رہے حضرت کوا، تو بقول شوق بہرا پُکی: دل چسپ ہو سکا نہ کبھی شخ کا بیان کواغریب مرغ خوش الحال نہ ہو سکا

اس ہے آگے بڑھ کر دیکھیے! بین اگر ایک مخصوص لے سے بجائی جائے تو سانپ جیسا دشمن جاں بھی رقصاں فرحاں بھا گا چلا آتا ہے۔ حدی خوانی کی ترنم ریزی پر تھکا ہارااونٹ اپنی تکان بھول جاتا ہے اور مستانہ وار جانب منزل رواں ہوجاتا ہے۔ اور تواور، وہ بچے جس نے ابھی شعور کی آئی تکھیں نہیں کھولیں، ماں کی لوری پر رونا بند کر دیتا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ ان سب باتوں سے واضح طور پر بید تقیقت سامنے آتی ہے کہ اور چھی آواز کو پیند کرنا انسان ہی نہیں، حیوانات کی فطرت میں ہے۔ پھر اگریة آواز موزوں ہواور انہجھے سر اور لے پر ہوتو سونے پر سہا گے کا کام کرتی ہے اور سامح پر ایک طرح کا خمار اور سرمستی طاری کر جاتی ہے۔

ساع نغمہ کے حوالے سے حجۃ الاسلام امام محمہ غز الی نے عقل نِقل کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہاں احیاءالعلوم کی کتاب آ داب انساع سے ان کی عقلی گفتگو کا مخص پیش کیا جا تا ہے، تفصیل کے لیے براہ راست احیاءالعلوم کی طرف رجوع کیا جائے:

''نغمہ کے اندر آ واز،حسن،موز ونیت ،معنویت اور تحریک کے معانی شامل ہیں۔
حواس خمسہ میں سے ہرایک کی جداگا نہ لذتیں ہیں۔ان میں سامع کی لذت اچھی
آ واز کے ساع میں مضمر ہے اور شریعت میں اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ
نہیں ہے۔حلاوت وشیریٹی سے ذائقہ ذوق پا تاہے، نرم و نازک اشیا کے احساس
سے لامسہ سرت پا تاہے، اسی طرح بلبلوں اور مزامیر کی آ واز سے سامعہ کولذت و
سرور حاصل ہوتا ہے۔فسوص میں بھی اچھی آ وازوں کی تحسین اور بری آ وازوں کی
مذمت وارد ہے۔ایسے میں اچھی آ واز کا سننا کیوں کرممنوع ہوسکتا ہے؟

(الف) موزوں آواز جمادات سے نگلنے والی ہو، جیسے تاروں اورساز وں کی آواز (ب) موزوں آواز حیوانات سے نگلنے والی ہو، جیسے بلبلوں اور قمریوں کی آواز رہاموزوں کے ساتھ بامعنی آواز کا ساع تو بیصرف ساع اشعار میں ہوتا ہے اور کوئی بھی شخص ساع اشعار کی حرمت کا قول نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ شعر کلام مفہوم ہوتا ہے اور کلام مفہوم فی نفسہ حرام نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اچھی موزوں آواز کا سماع بھی حرام نہیں ہے۔ اور جب بید دونوں الگ الگ حرام نہیں ، تو ان دونوں کا مجموعہ ؛ سماع نغمہ کیوں کر حرام ہوسکتا ہے؟ ہاں! اس کے معنی و مفہوم میں کوئی ممنوع و محظور امر ہوتو اس کی وجہ سے ممانعت پیدا ہوگی ، بالذات مفہوم و بامعنی ہونے کی وجہ سے کوئی کلام ممنوع نہیں ہوسکتا۔ اس تعلق سے امام شافعی کا قول برحق ہے:

الشِّعرُ كَلامُ؛ فَحَسَنُهُ حَسَنْ وَقَبِيحُهُ قَبِيحُهُ

شعر کلام ہے اب کلام اچھا ہے توشعر بھی اچھا ہے اور کلام برائے توشعر بھی براہے۔ شعر ونغمہ کا ساع اس لیے بھی ممنوع نہیں ہوسکتا کہ بیشعر پڑھنا اور سننا نبی کریم صلی اللّٰدعلیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور صالحین سے ثابت ہے۔

رہانغہ کامحرک قلب ہونا تو یہ بھی ثابت ہے۔ نغمات دلوں پراٹر انداز ہوتے ہیں اوران کے عجیب وغریب اٹرات مرتب ہوتے ہیں۔ بعض آ وازیں سرور بخش ہوتی ہیں تو بعض حزن آ گیں۔ اسی طرح بعض خواب آ ور ہوتی ہیں تو بعض جوش وجد بہ سے لبریز۔ اسی طرح بعض کوئ کرسر، ہاتھ اور پیر میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ نغمات جے لبریز۔ اسی طرح بعض کوئ کرسر، ہاتھ اور پیر میں حرکت پیدا ہوتی ہے، رجزیات سے بہادروں میں جوش بھرجا تاہے، نوحات سے دلوں میں غم و اندوہ کا طوفان امنڈ آ تا ہے۔ نغمات سرور سے کیف وسرستی کی فضا طاری ہوجاتی ہارے اور یہ اندوہ کا طوفان امنڈ آ تا ہے۔ نغمات سرور سے کیف وسرستی کی فضا طاری ہوجاتی سارے امور سے سے دلوں میں عشق وحجت کا تلاطم بریا ہو جاتا ہے۔ اور یہ سارے امور سے سے دلوں میں عشق وحجت کا تلاطم بریا ہو جاتا ہے۔ اور یہ سارے امور سے سارے امور سے بیانہ کے موقع پرخوشی کے طریبے گانا ہوں پرندامت اور آ ہوباک کے سارے ہواوراسی طرح شادی بیاہ کے موقع پرخوشی کے طریبے گانا یام ہمان کے آئے پر استقبالیہ گانا یہ سب جائز ہے۔ رہا عشقیہ ظموں کا سماع تو یہ اس وقت مستحسن ہے دب یہ خوش ویارہ اور سول اور دین وارباب دین کی حجب میں ہورہ گیا دنیا ، ارباب دنیا اوردل رہا وک وحسینا وک عشق وحجت کا ساع تو یہ بغول وناروا ہے۔ اور سبب اور کی سورہ گیا دنیا ، ارباب دنیا گویا ساع نغمہ فی نفسہ ممنوع و مبغوض نہیں ، البتہ چندا یہ عوارض ہیں جن کے سبب گویا ساع نغمہ فی نفسہ ممنوع و مبغوض نہیں ، البتہ چندا سے عوارض ہیں جن کے سبب گویا ساع نغمہ فی نفسہ ممنوع و مبغوض نہیں ، البتہ چندا سے عوارض ہیں جن کے سبب

لو یا ساع لغمه فی نفسه ممنوع ومبعوض ہیں ، البتہ چنا ساع نغمہ ممنوع ومحظور ہوجا تاہے۔

الف مغنی غیرمحرم عورت ہو۔

ب - نغمہ خوانی ایسے آلات کے ساتھ ہو جو آلات مے خواروں اور فحاشوں کا شعار

ہوں۔(اس کی تفصیل اگلی قسط میں دیکھیں۔) ح-نغمہ غیر شرعی معانی پرمشتمل ہو۔ د-سامع پرشہوت کا غلبہ ہو۔

ہ - سامع پر نہ حب اللی کا غلبہ ہونہ شہوت ونیا کا غلبہ ایسے تخص کے لیے ساع مباح ہا ج ہے ، الا بیکہ وہ اپناساراوقت اسی میں ضائع کرنے گئے تواس کی وجہ سے عام آ ومی کے حق میں بھی حرام ہوجائے گا۔

(انتهى كلام الغزالي ملخصاً، احياء العلوم، كتاب آواب الساع)

سماع کے خلاف ایک عقلی استدلال یہ بھی کیا جا تا ہے کہ اگر کُوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ کسی اور طریقے سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا تقرب طلب کر ہے تو وہ ہر گزاپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا۔ (ساع الاغناء، ص:۱۱) میہ بات یہاں تک تو درست ہے کہ ربانی اور نبوی طریقے کی مخالفت کرتے ہوئے کسی سنے طریقے سے تقرب إلی اللہ کی کوشش، ضلالت و بے مرادی ہے، کیکن اس کی متابعت کرتے ہوئے کسی ہوئے کسی بھی غیر حرام طریقے کا اتباع بھی باعث نامرادی ہو۔ فیہ نظر۔

فطری اورعقلی دلائل کی روشنی میں ساع نغمہ کاحسن و جمال -بشرطیکہ اس کے ساتھ کسی ممنوعات شرعیہ کا عارضہ نہ ہو ہے نقاب ہو کرسامنے آجا تا ہے۔ اب باقی بس ایک چیز رہ جاتی ہے۔ وہ بیر کہ اس حسن و جمال کی محبت و پیروی اور اس کی شخسین و آفریں شریعت میں کس حد تک درست ہے؟ سابقہ سطور سے اس کا جواب بھی واضح ہو چکا ہے، تا ہم تفصیلی جواب کے لیے آنے والی سطور کا مطالعہ کیجھے:

ساع نغمه-آیات قرآنیه کی روشنی میں

نغمہ کا لفظ اور اس کے مشتقات قرآن حکیم میں نہیں ہیں، البتہ غنا کے مشتقات کثیر ہیں،
تاہم ان میں سے کوئی بھی نغمہ کے معنی میں استعال نہیں ہوا ہے۔ زمر کے نام سے قرآن پاک
میں ایک مستقل سورہ ہے، جس میں زمر اکا لفظ دومقام پر استعال ہوا ہے، لیکن وہ جماعت اور
گروہ کے معنی میں ہے، ساع ونغمہ سے اس کا بھی تعلق نہیں۔ البتہ شعروشخن کا تذکرہ قرآن پاک
میں گئی مقامات پر ہوا ہے۔ الشعراء کے نام سے ایک مکمل سورہ ہی ہے۔ سورہ البین میں لفظ شعر بھی
وارد ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے اپنے پنجم کوشعر کاعلم نہیں سکھایا، نہ بیان کے شایان شان
ہے۔ وَمَاعَلَّہُ مَنَا کُا الشِّعْ حُرَوَمَا یَدُبَیْ کَا کُہُ اللّٰ اللّٰ عَالَہُ وَمَا یَدُبَیْ کَا کُوردی نے اس کے دومین بتائے:

(۱) لیعنی جوقر آن ہم نے انہیں سکھایا ہے، وہ شعر نہیں ہے، نہ ہمارے لیے بیر مناسب تھا کہ ہم انہیں شعر سکھاتے۔

(۲) ہم نے ان کوشعر گوئی کاعلم نہیں دیا ، نہ شعر گوئی ان کے شایان شان ہے۔ (الکت والعبون)

لفظ شاعر قرآن تحکیم میں چار مقامات پر دارد ہواہے۔(الف) الانبیاء(۵) (ب)
صافات (۳۲)۔(ج) طور (۳۰)(د) الحاقة (۴۱) ان میں اول، دوم اور سوم میں کفار قریش کی
طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوشاعر کہا گیا ہے اور چوشی آیت میں بیہ بتایا گیا ہے کہ قرآن
حکیم کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔شاعر کی جمع لفظ شعرا ہے۔ بیسورہ شعراء کی آیت نمبر ۲۲۲ میں
دارد ہے۔وہاں شعراکی تین صفات بیان کی گئی ہیں:

ا۔شعرا کی پیروی بےراہ لوگ کرتے ہیں۔(۲۲۴) ۲۔وہ ہروادی میں جھٹکتے رہتے ہیں۔(۲۲۵) ۳۔وہ ایسی یا تیں کہتے ہیں جوخورنہیں کرتے۔(۲۲۲)

یہ تینوں صفات شعرائے حق میں منفی صفات ہیں، لیکن معاً بعدان میں صالح ومومن شعرا کا استثنا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی سورہ اختقام پذیر ہوگئ ہے۔ اس کا مطالعہ کیجیے، صاف اندازہ ہوگا کہ شعروشعرا اپنی حقیقت کے لحاظ سے مردود نہیں، ان کی مذمت صرف عام شعرا کی بے احتیاطی اور لا اُبالی بن کے سبب ہے۔ اس کے میمعنی نہیں کہ شعریا شاعر بذات خود، مردود ومذموم ہوں۔ استثنا کے ساتھ اللہ یا کی کا ارشاد ہے:

سوائے ان کے جوابیمان لائے، نیک اعمال کیے اور اللہ کا خوب خوب ذکر کیا اور مظلومیت کے بعد فتح ونفرت سے ہم کنار ہوئے۔ اور عنقریب ظالموں کو پہنچ چل جائے گا کہ وہ کس انجام کو چہنچتے ہیں۔ (شعرا: ۲۲۷)

شعروشعراکے حوالے سے تمام نصوص کا کیجامطالعہ بتا تاہے کہ قر آن اورصاحب قر آن جناب مجمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ شعروشعرا سے درجوں بلند ہے۔ نیز یہ کہ عام شعرا بے راہ روی اور لا ابالی پن میں مبتلا ہیں، یہی شعرادین کی نظر میں معیوب و مخذول ہیں، لیکن شعرا بے راہ روی اور لا ابالی کے حامل شعرا لیسے ہیں جومر دود و مخذول نہیں، بلکہ محبوب و مقبول ہیں اور جب وہ مقبول ہیں اور جب وہ مقبول ہیں اور کیر اور کی مقبول ہے جس میں ایمان و ممل ، ذکر و کھرا ور ملم و حکمت کی باتیں ہوتی ہیں اور پھرا سے کلام کا ساع بھی مستحسن ہوگا؛ کیوں کہ اچھی باتوں کا سننا محمل ہے۔

مجوزین ساع نغمه کا آیات قر آنیہ سے استدلال اب ان آیات کو ملاحظہ کیجیے جنہیں ساع نغمہ کے مجوزین پیش کرتے ہیں: مجوزین کی پہلی آیت

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرُ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَبِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ(الزمر: ١٤–١٨)

جوطاغوت کی پرستش سے مجتنب رہے اور اللہ کی طرف رجوع کیے رہے، ان کے لیے خوش خبری ہے۔ البذا میرے ان بندوں کوخوش خبری وے دو جو قول (بات) سنتے ہیں اور اچھی طرح اس کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل وبصیرت والے ہیں۔

فَیَتَّبِعُونَ أَحْسَنَه کی تفسیر میں امام ابولیٹ سمرفندی فرماتے ہیں: میرے ان بندوں کوخوش خبری دے دو جو''قول'' یعنی قرآن سنتے ہیں اور اس کا اتباع احسن کرتے ہیں؛ یعنی: اس کے حلال پڑمل کرتے ہیں اور حرام سے اجتناب کرتے ہیں۔

کلبی نے کہا کہ اس کے معنی ہے ہیں کہ ایک آ دمی لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے اور وہاں ان کی ہر طرح کی اچھی بری باتیں سنتا ہے۔ پھر وہ ان کا اتباع احسن کرتا ہے، بدایں طور کہ ان میں سے اچھی باتوں کو لیتا ہے اور ان کو بیان کرتا ہے اور بری باتوں کو وہیں چھوڑ دیتا ہے۔

(بحرالعلوم، سمر قندری)

مذکورہ آیت کریمہ میں لفظ القول خاص طور سے قابل غور ہے۔ صوفیہ کی خانقا ہوں میں جو شخص نغمات سرمدی چھٹر کرسامعین کو بحرعشق ومعرفت میں غوطدن کرتا ہے، اسے صوفیہ ''قوال'' کہتے ہیں۔قوال کا اشتقاق وہ اسی لفظ' القول'' سے کرتے ہیں۔ان کے مطابق قوال وہ ہے جواچھی ہاتیں کثرت سے سنانے والا ہو۔

امام جُم الدين كبرى فرماتے ہيں:

القول میں الف لام، عموم کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے صالح بندے قرآن یا غیر قرآن ہر چیز کوغورسے سنتے ہیں اور ہرقول کا جواچھامعنی ہوتا ہے اور اس پڑمل کا جواچھا پہلو ہوتا ہے، اس کا تباع کرتے ہیں۔قول احسن وہ

قول ہے جواللہ کی جانب سے ہو، یا اللہ کے لیے ہو یا اللہ تک پہنچانے والا ہو۔اس اعتبار سے قوال کی باتیں سنتا بھی اسی قبیل میں شار ہوگا۔ (التاویلات النجمیة) امام احمدغز الی فرماتے ہیں:

اس آیت میں قول عام ہے، خواہ وہ قرآن ہو، حدیث ہو، صالحین کی حکایت ہویا ساع اشعار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سامع قول اور اس کے بطریق احسن اتباع کرنے والے کی مدح فر مائی ہے اور اسے صاحب ہدایت اور صاحب عمل کہا ہے۔ البندا اس سے ثابت ہوا کہ جومغنی کا قول نہیں سنتا ۔ جویستی یحوی القول کے حکم مطلق کا ایک جز ہے اور جو اچھی آواز کے ساتھ قول حکمت ہے۔ وہ اللہ کی ہدایت یا فتہ بندوں میں سے نہیں اور نہ ان میں سے ہے جے اللہ نے عمل دی ہے اور ظاہر ہے جو ہدایت سے محروم ہووہ گراہ ہوگا اور گراہ کا ٹھکا نہ جہنم ہے۔

(بوارق الإلماع بص: ٦١ بمشموله، رسائل انساع)

دوسری طرف یَسْتَبِعُونَ الْقَوْلَ مِیں الْقَوْلَ سے ساع نغمہ کے جواز پراس استدلال کو متعدد اہل علم نے ردکر دیا ہے، جن میں ایک نمایاں نام شخ ابن قیم الجوز ریر کا ہے۔ انہوں نے گیارہ وجوہ سے اس استدلال کومخدوش قرار دیا ہے، جن کی تلخیص حسب ذیل ہے۔

ا - القول کے الف لام کواستغراق کے لیے لینے سے اللّہ کا خوف کرنا چاہیے، اس سے تو لازم آتا ہے کہ قر آن اورمغنیوں اورمغنیات کا سماع سب ایک جیسا ہوجائے۔

۲ - قرآن میں الْقَوْلَ متعدد مقامات پرآیا ہے ادر وہاں اس سے مرادقر آن کیم ہے۔ جیسے اُفَلَمْ یَکَّ بَیْرُوا الْقَوْل (مومنون: ۱۸) اسی طرح یہاں بھی الْقَوْل سے قرآن مراد ہے۔ ۳-القول میں الف لام معہود ذہنی کے لیے ہے اور اس سے مراد وہ قول ہے جس میں تدبرحق کی دعوت دی گئی ہو؛ جیسے کتاب اللہ اور حدیث رسول۔

سی مدبر می وروت کی می برده میں ماہ جائے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہیں اس سے مرادوہ تمام ۴-الف لام کواستغراق کے لیے مانا بھی جائے توالی صورت میں اس سے مرادوہ تمام اقوال ہوں گے جن کواللہ نے نازل کیا، ان کی مدح کی ، ان کی پیروی کا حکم دیااوران کے سننے اور

سبحضے كاتھم ديا۔

۵-سیاق کلام سے واضح ہے کہ یہال الْقَوْل سے مراد کلام اللہ ہے۔

۲ - اس آیت میں اتباع احسن کا تھم ہے اور اتباع احسن کی تفہیم اس آیت سے ہوتی ہے: وَاقَّبِعُوا أَحْسَى مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (زمر:۵۵) اس سے بھی واضح ہوتا ہے كہاس سے مرادقر آن ہے۔

ے قرآن نے بے شارمقام پر ساع قرآن کرنے والوں کی مدح کی ہے اوراس سے اعراض کرنے والوں کی مدح کی ہے اوراس سے اعراض کرنے والوں کی مذمت کی ہے، الہذااس آیت میں جو ساع قول کا ذکر محمود انداز میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد ساع قرآن ہی ہے۔

۸-ساع نغمہ کی مذمت قرآن میں موجود ہے۔ الله پاک کا ارشاد ہے: أَفَينَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلاَ تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (جُمَ : 30- الله الفظ سمن کی تفسیر متعدد اسلاف نے غناہے کی ہے۔ (اس کی تفسیل آگے آتی ہے۔)اس سے واضح ہوا کہ یَسْتَبِعُونَ الْقَوْلَ مِیں ساع نغمہ شامل نہیں ہے۔

9 – الْقَوْلَ مِين ہرطرح کے اقوال کُوخود قائلین جوازنغمة شامل نہیں مانتے ، گویا استغراق کا دعویٰ وہ خود ہی ردکر دیتے ہیں ۔

* ا - آیت کریمہ میں استماع تول کے ساتھ اتباع احسن بھی مذکور ہے، جب کہ بیشتر اقوال حسن ہی نہیں ہوتے چہ جائے کہ احسن ہوں، معلوم ہوا کہ الْقَوْلَ میں وعویُ استغراق درست نہیں۔

اا۔استماع قول اورا تباع قول کے نتیج میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے ہدایت قرآن سے ملتی ہے۔ گویوں اور مغینیات سے ہدایت نہیں ملتی۔

(الكلام على مسئلة الساع من: ٢٣٧-٢٣٧ ،ملخصاً)

شیخ ابن قیم کی اس طومار بیانی کے جواب میں فقط اثنا کہا جاسکتا ہے کہ جن باتوں کو آپ بلند بانگی سے رو کرتے ہیں، قائلین جواز نغمہ نے ان کو ثابت ہی کب مانا ہے؟ انہوں نے کب استغراق بلا مخصیص واستثنا کا وعوی کیا؟ پھر آپ کی ان تمام تر باتوں کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ساع نغمہ مطلقاً کیسے حرام ہوجائے گا اور منہیات شرعیہ سے پاک نغمہ اس آیت میں مذکور الْقَوْلَ کے عموم سے خارج کیوں ہوگا؟ رہا الْقَوْلَ کو قرآن کے ساتھ خاص کردینا تو بیاس کی توجیہات میں سے ایک توجیہات مذکورہ کے ذریعے اس کی قطعی واحد توجیہات مذکورہ کے ذریعے اس کی قطعی واحد توجیہات مذکورہ کے ذریعے اس کی قطعی واحد توجیہات مذکورہ کے نیں۔

مجوزین کی دوسری آیت

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (الروم: ١٥) اعلیٰ حضرت مولا نااحمد رضاخال فاضل بریلوی اس آیت کرتر جے میں لکھتے ہیں: تووہ جوایمان لائے اورا چھکام کیے، باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔ مولا نااشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: یعنی جولوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کیے تھے تو باغ میں مسرور ہوں گے۔ مولا ناجعفر سے لواری اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

جولوگ ایمان لائے اوراس کےمطابق عمل کیے ، وہ چمن میں نغیرین رہے ہوں گے۔ اس کے بعدمولا نا کھیلواری لکھتے ہیں:

تُحْبَرُونَ اور يُحْبَرُونَ ،الحبوة سے ہے جس كا ترجمہ عام طور پر يہ كيا جاتا ہے كه "وہاں مسرور ہوں گے، المحبوة سے ، خوش ہوں گے، اممیں اس ترجمے سے الكار كى كوئى وجه نہيں معلوم ہوتى ؛ كيول كه "حبوة" كے يہ محنى بھی ہیں،ليكن امام شريف مرتضى حسين زبيدى تاج العروس ج: ۱۳، ص: ۱۱۸ ميں اس كے ايك اور معنى كتے ہيں كه:

الحبرة بالفتح السماع فى الجنة وبه فسر الزجاج الآية وقال الحبرة فى اللغة كل نغمة حسنة محسنة حبرة (حاك زبرس) مرادبه فى نغم به اللغة كل نغمة حسنة محسنة عبل كر نجاج في مندرجه بالاآيت كى تفيريكى كى به اوركها به كرتم الناس مندرجه بالاآيت كى تفيريكى كى به اوركها به كرتم المن المنطق المناسبة المنطقة المناسبة المنطقة المناسبة المنطقة المناسبة المنطقة المناسبة المنطقة المناسبة المناسبة

ز جاج بھی راغب اصفہانی کی طرح لغت اورخو کے امام ہیں۔اس لیے اگر راغب کا قول سند کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے،تو ز جاج کا قول بھی اسی طرح بطور سند پیش کیا جاسکتا ہے۔

علاوه ازين شيخ عبدالله البيتاني اللبناني البيئة خرى متندلفت البيتان ميس لكهة بين: المحبرة__كل نغمة حسنة محسنة __سماع الانغام في المجنة

لیتی ہرعمدہ گانااورخاص طور پر جنت میں گانوں کاسٹنا۔ مصیاح اللغات ، المنجد کا ترجمہ ہے۔اس میں حَبرۃ کے معنی یہ لکھے ہیں:''خوثی ،

مصباح اللغات ، المجد کا ترجمہ ہے۔ اس میں جبرۃ کے سی بیہ لکھے ہیں: ''حوثی نعت ، ہرعمدہ راگ''

''المنجر'' میں ہے: کل نغمة حسنة لینی ہراچھا گانا،علاوه ازیں حبو ة اور تحبیو کی بہترین تفسیر خوداحادیث میں یوں آئی ہے: لحبو ته لک تحبیو ا

بحار الانوار میں تحبیو کے معنی یول کھتے ہیں:یو ید تحسین الصوت و تحزینه لینی اس سے مرادخوش آ وازی اورسوز ودر دہے۔

کتاب التعرف لمذهب التصوف (مصنفه امام ابوبکر بن ابی آئتی محمد بن ابراجیم بن لیقوب بخاری کلابادی) کی شرح فارس میں ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد عبد الله المستملى البخارى نے كى ہے، جومطبع نول كشور ميں چپى ہے۔ اس كے چوشے حصے كا آخرى باب آ داب ساع پر ہے۔ اس ميں لكھتے ہيں: چنا نچد در خبر آ مدہ است كم يعضے از مفسران گفتدا ند در قول خدائے تعالى كم يكو يد إنّ الّذِينَ افّامًا الّذِينَ افّامًا الّذِينَ افّامًا الّذِينَ افْلَمُ فَي دَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ۔ قيل: يحبرون بالسماع يعنى جولوگ ايمان لائے اور نيك عمل كيے ان كوچن ميں گانے سنائے جا عيں گے۔ على جولوگ ايمان لائے اور نيك عمل كيے ان كوچن ميں گانے سنائے جا عيں گے۔ على ورتفير كشاف ميں وكيح سے بہشتى على ومن الله على ورتفير كشاف ميں وكيح سے بہشتى نغے ہى منقول ہيں۔

نواب صريق حسن خان كى كتاب ' مثير ساكن الغوام الى روضات دار السلام ' صفح: ٥٨ يل عنه تعنف في رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ، قال يحيى بن ابى كثير الحبرة لذة السماع ولايخالف هذا قول ابن عباس يكرمون وقول مجاهدو قتادة ينعمون فلذة الاذن بالسماع من الحبرة والنعم

فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ كَمْ تَعَلَّق يَحِيلُ ابْنِ [ابی] كثير كهتے ہیں كه "حبوة" كمعنی لذت اور ساع ہیں اور بیدا بن عباس کی تفسیر یکو مون (ان كا اعز از كیا جائے گا۔) كے خلاف نہیں اور نہ مجاہد وقنادہ كی تفسیر ینعمون (آئہیں نعمتوں سے نواز ا جائے گا۔) كے خلاف ہے؛ كيوں كه كانوں سے گانے كی لذت حاصل كرنا بھی نعمت ہی ہے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے کوئی پندرہ روایات الی جمع کی ہیں کہ جنت میں گانے خاص کرحوروں کے گانے ہوں گے۔(اسلام اورموسیقی مص:۲۱–۲۴) علامہ ابن قیم الجوزیہ نے بوجوہ اس اشدلال کو بھی رد کر دیا ہے۔ان کے رد کا مدار دو

باتوں برہے:

اول: اس بات کوہم تسلیم بھی کرلیں کہ جنت میں ساع نغمہ ہوگا تو اس سے بیہ کہاں لازم آتا ہے کہ جو چیز جنت میں مباح ہو، دنیا میں بھی مباح ہوجائے۔ خمر، چار سے زائد شادیاں اور اس قسم کی بے ثار چیزیں جنت میں موجود ہوں گی ،لیکن سیامورد نیا میں جائز نہیں۔

ثانی: حرمت نغمه پرمتعدد احادیث صححه موجود ہیں۔اس لیے دنیا میں اس کومباح کرنا درست نہیں۔(الکلام علی مئلة الساع مص:۲۳۷-۲۵۷)

علامہ ابن قیم کی پہلی بات معقول ہے۔ رہی دوسری بات تو اس پر احادیث کے ضمن میں گفتگوآتی ہے۔

مجوزین کی تیسری آیت

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاء (فاطر: ١)

الله تعالى اپن تحلق ميں جو چاہتا ہے اضافہ فرما تاہے۔

امام احمد غزالی فرماتے ہیں کہ مفسر ین نے خلق کی تُفسیر''صوت حسن'' (اچھی آواز) سے کی ہے۔ (بوارق الالماع مِس: ۲۱)

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں یہی قول امام زہری سے نقل کیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم، لابن ابی حاتم)

امام ابواللیٹ سمرقندی نے خلق کی تفسیر شعرحسن ،صوت حسن ،نفس حسن اور جمال و کمال سے کی ہے۔ (بحرالعلوم)

انخلق کی تفسیر میں مفسرین نے ترجیح اس کے عمومی مفہوم کو دیا ہے اور ساتھ ہی متعدد مخصوص مثالیں بھی دی ہیں، جن میں ایک مثال اچھا شعراور اچھی آواز بھی ہے۔

مفتی شفیج دیو بندی مذکوره بالااستدلال کورد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' حالال کہ اول تو اس تفییر کا ثبوت ہی کمل نظر ہے اور اگر بالفرض اسے ثابت مان بھی لیا جائے تو بھی غنا پر استدلال درست نہیں؛ کیوں کہ بیتو درست ہے کہ انچی آواز انچی صورت کی طرح اللہ کی بڑی نعمت ہے ، لیکن انچی آواز اور گانا لازم و ملزوم نہیں، بلکہ دو الگ الگ چیزی ہیں، چنانچہ بہت سی انچی آوازیں گانے میں ملوث نہیں ہوئیں اور بہت سے گانے انچی آواز سے محروم رہتے ہیں۔'' میں ملوث نہیں ہوئیں اور بہت سے گانے انچی آواز سے محروم رہتے ہیں۔''

مفتی شفیع کی اس تحریر کو پڑھ کراچا نک حفزت غالب یادآئے: کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

مجوزین کی چوتھی آیت

يَايُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا اَطِيْعُوا اللهَ وَ رَسُولَهُ وَ لا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلا تَكُونُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ إِنَّ شَرَّ الدَّوَاتِ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكُمُ الَّذِيْنَ لَا يَغْقِلُونَ وَ لَوْ عَلِمَ اللهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاسَمَعَهُمْ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوُا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ لِالنال:٢٠-٢٣)

اے ایمان والو! اللہ ورسول کی اطاعت کرواور حق سنتے ہوئے ان سے روگر دانی نہ کرو، اور

ان کی طرح مت ہوجا و جو سنتے نہیں اور سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ کے حضور بدترین جانوروہ ہیں جو بہرے، گوشکے اور بے عقلے ہیں۔اگر اللہ کریم ان کے اندر پھھ خیر پاتا تو ضرور انہیں سنادیتا اور حق سنا بھی دیتا تو بھی وہ ضرور منہ چھیر کرواپس ہوجاتے۔

امام احمد غزالی فرماتے ہیں کہ آؤگشمَّ عَهُمُّهُ (الله انہیں ضرور سناویتا) یعنی حق، حکمت، موعظت اور تنبیہات سناویتا۔ یہاں لَّا کشمَّ عَهُمُّهُ عام ہے، قرآن، حدیث، اشعار وغیرہ سب کو شامل ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنَّ مِنَ الشِّعوِ لَجِحَکمَةُ (بعض اشعار کلام حکمت ، معرفت ، مواعظ اور کلام حکمت ، معرفت ، مواعظ اور اندار کی باتیں یکسرنہیں سناتا۔ ایسے خص کوا چھے اور صالح اشعار کا ساع بھی میسرنہیں کرتا۔ چنا نچہ ایسا شخص جب ساع کے اندر حق ، حکمت اور فائدے کی کوئی بات نہیں پاتا تو وہ ساع کا انکار کر بیٹھتا ایسا شخص جب ساع کے اندر حق ، حکمت اور فائدے کی کوئی بات نہیں پاتا تو وہ ساع کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ (بوارق الالماع ، ص: ۲۴)

مجوزين كى يانچويس آيت

لَقَدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسُوعٌ تَحسَنَةٌ (احزاب:۲۱) تهارے لیے رسول اللّٰدی شخصیت بہترین ماڈل ہے۔

امام احمدغزالی قدس سرہ (۵۲۰ھ) اس آیت کریمہ سے جواز ساع نغمہ پر استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جو شخص میہ کہتا ہے کہ ساع نغمہ حرام ہے یا دف بجانا حرام ہے یا ایسی محافل میں شرکت حرام ہے، گویا وہ ہے کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام سنا اور [حضرت ابوبکر کو] نہی عن المنکر سے نبع کیا اور جو شخص ایسااعتقا در کھے وہ متفقہ طور پر کا فرہے۔ (بوارق الالماع، ص: ۲۲)

مجوزين كى چھٹى آيت

يَسْأَلُونَكَمَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلُ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (ما كده: ٣)

لوگ آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ ان کے لیے حلّال کیا ہے؟ آپ بتادیں کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کردی گئ ہیں۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامہ فخر الدین زرادی (۴۸ کھ) فرماتے ہیں: ''طیب ہروہ چیز ہے جو جی کواچھی گئے، ماسواان چیز ول کے جن کی حرمت منصوص ہے؛ کیوں کہ اشیامیں اصل طہارت ہی ہے۔ نیز ساع بھی پاکیزہ چیز وں میں سے ایک ہے؛ کیوں کہ اس سے دل کوسر ورحاصل ہوتا ہے اور روح میں تازگی آتی ہے، لبندا دلالت نص سے ساع نغمہ بھی حلال ہوا۔''(کشف القناع ،ص: ۳۲) قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"اس آیت سے جواز ساع نغمہ پر استدلال کی وجہ یہ ہے کہ الطّیبّباتُ الف لام کے ساتھ ہے۔ (جس سے استغراق کا معنی نکاتا ہے) لہذا یہ ہرطیب چیز کوشامل ہوگا۔ اورطیب لذیذ کو کہتے ہیں۔قرائن سے پاک اس کے مطلق استعال سے یہی معنی متباور ہوتا ہے۔ نیز طاہر اور حلال کے لیے جھی مستعمل ہے۔۔۔ علامہ این عبد السلام نے دلائل الا حکام میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ طیبات علامہ این عبد السلام نے دلائل الا حکام میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ طیبات

علامہ ابن عبدالسلام نے ولائل الاحکام میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ طیبات سے مراد مستلذات (لذیذ چیزیں) ہیں (اور ظاہر ہے کہ ساع نغمہ بھی انہی لذیذ چیزیوں میں سے ایک ہے)

(ابطال دعوى الاجماع على تحريم مطلق الساع من:٥٢٣٨)

مجوزین کی ساتویں آیت

جَعَلَ لَكُمُ السَّبْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْمِ مَةَ قَلِيلًا مَا لَتُمْكُرُونَ (سجدہ: ۹) اللّٰدَتعالیٰ نے تمہارے کان، آکھ اور دل بنائے اور تم کم ہی شکر کرتے ہو۔ اس آیت کریمہ سے جواز ساعِ نغمہ پر استدلال کرتے ہوئے علامہ فخر الدین زاردی

لكھتے ہيں:

"الله تعالی نے ساع کی دولت عطا کرنے پراحسان جتایا ہے اور بیتمام ترمسموعات کوشامل ہے، سوائے ان مسموعات کے جوداعی الی الفتق ہوں۔ لہذا وہ سبسماع جن کے اندر محظورات شرعید نہ ہول، جواز ساع کے حکم عام میں شامل ہول گے۔ " (کشف القناع، ص: ۳۵،۳۸)

مجوزين كي آڻھويں آيت

وَقَدُفَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُم (الانعام:١١٩)

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کوتم پرحرام کیا ہے،ان کو تفصیل کے ساتھ تمہارے سامنے بیان کردیا۔ قاضی شوکا نی اس آیت سے مجوزین کی وجہاستدلال کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کتاب اللہ میں کوئی ایسانص نہیں جس میں ساع نغمہ کی حرمت کی تفصیل ہواور نہ ہی کوئی سنت صحیحہ وارد ہے، حبیبا کہ علما کی ایک جماعت کے حوالے سے ماسبق میں ناکو، ہوا''

(ابطال دعوى الاجماع على تحريم مطلق الساع ،ص:۵۲۴۸)

منكرين ساع نغماكآ يات قرآنيه سے استدلال

قرآن مقدس کی ان عبارات واشارات سے واضح ہوا کہ شعر گوئی ، نغمہ سنجی اور ساع نغمہ مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔ اگراس کے ساتھ فسق و فجور کے معنی شامل نہ ہوں ، بلکہ محض ذکر وفکر کی باتیں ہوں ، توبیم مل قرآنی اصولوں کی روشنی میں نہ صرف جائز ہے ، بلکہ مستحسن بھی ہے۔اس کے باوجود اہل علم کا ایک طبقہ بعض آیات قرآنیہ سے ساع نغمہ کے خلاف استدلال کرتا ہے۔ آنے والی سطور میں ان کے استدلال کا جائز ہ لیا جاتا ہے۔

مانعین کی پہلی آیت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهُوَ الْحَرِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ النَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينَّ (القمان: ۵)

بعض لوگ لہوا کھدیث کا سودا کرتے ہیں اوراس سے ان کامقصودا پنی نادانی کے سبب راہ حق سے بھٹکا نااور آیات الہید کا مذاق بنانا ہوتا ہے۔ان کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ (۵۱ء) ککھتے ہیں:

"بشار اسلاف نے لہوالحدیث کی تغییر غناسے کی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عاکشہ صدیقہ سے بیعدیث مرفوع منقول ہے: الله تعالیٰ نے مغنیہ باندی کو،اس کی

خرید وفروخت کو، اس کی تعلیم وتربیت کواوراس سے سفنے کوحرام کر دیا ہے۔اس کے بعد پھراس آیت کریمہ کی تلاوت فرما کی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ کَیشَتَرِی لَهُوَ الْحَدِیثِ۔

لہوالحدیث کی تغییر غناسے صحابہ و تابعین سے مروی ہے جوقر آن اور تغییر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ابوصہبا کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود

سے اس آیت کے بارے میں پوچھا توانہوں نے فرمایا: اس سے مراد غنا اور سماع :

نغہہے۔حضرت ابن مسعود کائی فرمان ہے: غنا، دل میں نفاق اگا تا ہے، جیسے پانی سبزہ اگا تا ہے۔حضرت ابراہیم خخی اورحسن بھری بھی اس آیت میں لہوالحدیث کی

> تفییرغناسے ہی کرتے ہیں۔' (الکلام علی مسئلۃ انساع،۱۱۱،۱۱۲،۱۳۱) ''

جواب: اس آیت کریمہ سے استدلال کے جواب میں علامہ ابوالفضل محمہ بن طاہر مقدی ابن القبیر انی (۷۰۵ھ) نے تفصیل ہے کھاہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

ا لہوالحدیث کی تفییر غنا سے متعدد صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس، حضرت ابن محسرت ابن عمر سے منقول ہے، کیکن ان میں سے کسی کی سند میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ سوائے ایک سند کہ جو اس طرح ہے: پوسف بن موتی قطان عن جریر بن عبد الحمیدعن عطاء بن

السائب، عن سعيد جبير عن ابن عباس _

۲-حفرت ابن عباس سے ایک روایت به سند ضعیف یہ بھی منقول ہے کہ ایک قریق شخص نے ایک مغنیہ کوخرید انتخا ، اس کے تعلق سے آیت کریمہ من کی تشکیری کھؤ الحتوبیث نازل ہوئی ۔ یہ روایت بھی اگر چیضعیف ہے ، جو ہمارے نزویک قابل استدلال نہیں ہے۔ تاہم جو حضرات ان روایات کو پیش کرتے ہیں ، انہیں تواسے قبول کرنا چاہیے ، حالاں کہ وہ بھی اسے قبول نہیں کرتے ۔ سالہوا کحدیث کی ایک تئیسری تفسیر بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر علی سے ، باطل اور بخل نفس کا ذکر کیا۔ باللعب و الباطل و تشیح نفسه ان یتصد ق بدر همه۔ اس تفسیر کی سند بھی ضعیف ہے۔

می کہوالحدیث کی ٹیتین متناقض تفاسیر صحابہ سے مروی ہیں، جن میں ایک کے سواسب سند ضعیف ہیں۔ اس تناقض اور اس وصف کے بعدان میں سے کسی ایک تفسیر پر اعتماد کرنا اس لیے غلط ہے کہ صحابہ کی ان تفاسیر کے برعکس خود نبی کریم صلی القد علیہ وسلم سے سماع نغمہ بھم سماع نغمہ اور اس کے منکرین کاردمنقول ہے۔ اس تعلق سے بعض احادیث آ گے بھادیث کے ذیل میں آتی ہیں۔

۵-جوحفرات أيت كريمه كى مذكوره تفاسير صحاب سے فقل كرتے ہيں، ان سے سوال ہے كہ نبى كريم صلى اللہ عليه وسلم ان تفاسير سے واقف سے يانہيں؟ اگروه كہتے ہيں كه واقف نہيں سے تو يہ كفر ہوگا اور اگر كہتے ہيں واقف سے تو ہم كہيں گے كہ پھر ية فسير حضور سے منقول كيول نہ ہوئى؟ خصوصاً اس تفسير كو كيول كر قبول كيا جاسكتا ہے جب كہ خود نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم سيده عائشہ سے غنا كامطالبہ كرتے ہيں۔ امام بخارى ناقل ہيں كہ سيده عائشہ نے ايك عورت كاايك انصارى مروسے بياہ رچايا۔ اس پر نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: اے عائشہ تم نے نفح كا انتظام نہيں كيا؟ بياہ رچايا۔ اس پر نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: اے عائشہ! تم نے نفح كا انتظام نہيں كيا؟ الفار كو تو في ان الانصار يحبهم اللهو۔ (بخارى، النہ النہ و اللاتى يهدين المرأة إلى زوجها، و دعائهن بالبوكة۔

۲-امام احمد بن عنبل سے منقول ہے: تین طرح کی کتابیں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔(۱) مغازی (۲) ملاہم (۳) تفسیر -اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پرقر آن نازل کیا اور انہیں تفسیر کا علم سلمایا: اُنْوَلْدَا إِلَیْكَ الذِّ کُوَ لِتُبَدِّقِی لِلقَّاسِ مَا نُوِّلَ إِلَیْهِهُ ۔ (ہم نے آپ پرقر آن نازل کیا علم سلمایا: اُنُوْلُدَا إِلَیْكَ الذِّ کُو لِتُبَدِّقِی لِلقَّاسِ مَا نُوِّلِ اِلْتَہِهُ مُدُ ۔ (ہم نے آپ پرقر آن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کو واضح کرکے بیان کریں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہیں۔ انحل: ۴۲) لہٰذا جو شخص احادیث نبوی کا اتباع کرے اور ان کو مخفوظ کرے، وہی شخص تفسیر قرآن سے واقف ہے۔ ہاں! جن امور کی تفسیر آپ سی تاہیں فرمائی بعد والوں کے لیے اس کی تفسیر جائز ہے اور اس میں بھی ترک تفسیر زیادہ اولی ہے۔ (کتاب اسماع لا بن القیسر انی بملخصاً)

لہوالحدیث ہے ساع نغمہ کے خلاف استدلال کوامام احمد غزالی نے بھی بڑے احسن انداز میں رد کمیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

"لهوالحديث كالفظ بتار باب كممنوع لهوب، للنداحق الحديث كاساع جائز موكا، عام ازیں کہ وہ حق الحدیث قرآن ہو،شعر ہویا کچھ اور ہو۔اوراس سے پہلے ہم صحیح احادیث نقل کر چکے ہیں، جودف اور نغمہ کے ساع کے جواز کو ثابت کرتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے: اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِكَمَةً لِعِض اشْعار حكيمانہ ہوتے ہیں۔ لہٰذااسُنص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لہوالحدیث بندے کوتق اورعبادت سے غافل كرنے والے مراہ كن ساع كے ساتھ خاص ہے۔ لبذا جوساع ايبا نہ ہوگا، وہ اباحت پر باقی ہوگا۔ نیز جب کوئی عام نص وارد ہوتو اولاً مخصّص کی تلاش واجب ہے،اگر مخصّص یالیاجائے تواہے اس خاص معنی پرمحمول کیا جائے گا،بصورت دیگر اسے اس کے عام معنی پرمحول کرویا جائے گا۔جیسا کہ حدیث پاک ہے: أحفوا فِی وُجُو ہِ الْمَدَّاحِینَ الْتُرَابَ مِرح خوانوں کے منہ پرخاک ڈالو۔ پھر یہ بھی مروی ہے کہ نبی کر بیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی ہوئی اوراس کے بدلے آپ نے انعام سے نواز ااوراس کی تحسین فرمائی۔ چنانچہ جب حضرت کعب بن زہیر نے ا پناقصیدہ بَانَت سُعَادُ فَقَلبِی الیّومَ مَتبولْ پرُ هاتُو آپ صلی الله علیه وسلم نے ان کو ا پٹی جا درمبارک عطافر مائی۔اب اس حدیث کے پیش نُظرحدیث اول کے حوالے سے ضروری ہے کہ اسے فساق کے جھوٹ اور فسق کی مدح پرمحمول کیا جائے۔اسی طرح يہاں پر واجب كه لهوالحديث كوكذب اور لهوولعب كے ساع پر محمول كيا جائے اور جوساع ال قبیل کانہ ہو،اسے قطعاً جائز سمجھا جائے۔

(بوارق الالماع بص: ٤٣)

مانعتین کی دوسری آیت

أَفَينَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ. (كياتم اس كلام پرتعِب كرتے ہواوررونے كے بجائے ہنتے ہو، جب كرتم غفلت ميں

ڈوبے ہوئے ہو۔ (النجم: ۵۹-۱۲)

شخ ابن قيم الجوزية لكهة بين:

''حضرت عکرمہ، ابن عباس سے راوی ہیں کہ اس آیت میں سمود سے مراد غنا ہے۔ جب کوئی نغمہ شجی کرتا ہے تو سَمَدَ فُلَانَ کہا جاتا ہے۔ نیز سمود کی تفسیر لہو

سے بھی کی گئی ہے اور اعراض، غفلت، اشر (نشاط) اور بطر (انکار) سے بھی کی گئی ہے۔ تاہم بیر تفاسیر غنا کے خلاف نہیں؛ کیوں کہ غناانہی امور کا ثمرہ ہے ۔ لہو، غفلت، نشاط اور انکار ہی غنا کے محرک ہیں اور بیسب امور عبودیت کے منافی ہیں۔
(الکلام علیٰ مسئلۃ الساع میں: ۱۱۱۷)

مفى شفيع ديوبندى لكھتے ہيں:

حضرت ابن عباس رضى الله عند نے سمو دكى تفسير ميں فرمايا: هو الغناء باليمانية وكانو اإذا سمعو االقرآن غنو اتشاغلاً عنه (اسلام اور موسيقى ،ص: ١٠٠) مانعين كى تيسر كى آيت

اللَّد تعالىٰ نے ابليس كومخاطب كرتے ہوئے ارشا وفر مايا:

وَالسَّتَفْزِزُ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (الاسراء: ٢٣)

ان میں کے جس پر بھی تیرابس چلتا ہے، تواسے اپنی آواز سے ڈ گمگالے۔

حضرت مجاہد نے اس آیت کریمہ میں بیصوّ تِک (شیطان کی آواز) کی تفسیر غنااور مزامیر سے کی ہے۔ (فرح الاساع برخص السماع بص: ۱۰۸)

علامہ فخر الدین زرادی لھو الحدیث، سمود اور صوت کے ذریعے اس قسم کے استدلال کوردکرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بعض مفسرین نے کہا کہ اہوالحدیث؛ سحر اور کہانت ہے۔ سمود؛ لعب اور استہزا کے معنی میں ہے اور صوت سے وہ آ داز مراد ہے جو داعی الی الفسا دہو، جب کہ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر غناسے کی ہے۔ ایسی صورت میں کسی ایک تفسیر کو تعین کر لینا ضروری نہ ہوا، جبیبا کہ بعض اہل علم کا اصرار ہے۔ اگر ان کی تاویل قبول بھی کر کی جائے تو ایسی صورت میں مذکورہ تمام اقوال میں توفیق وظیق ممکن ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں غنا صورت میں مذکورہ تمام اقوال میں توفیق وظیق ممکن ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں غنا حمراد غنا ہے جون کے اندر کفار کی جنگوں، ان کے معاشقوں اور ان کے بتول کے اوصاف کا ذکر ہے۔ تواب اصل میہ کہ لو ولعب اور دعوت فسادان کے اندر موجود ہے اور اس کی دلیل آ یت کر یمہ نویوں کہ الوقائی میں میں آئی کے کہ اور ماسوئی سے النقائی می میں آئی کی میں اللہ کا آخری والا حصہ ہے۔ لہذا وہ ساع جو سننے والوں کے کان کو کھواتا ہے، جن تعالی کی طرف بلاتا ہے اور ماسوئی سے فائل کرتا ہے، وہ ساع لہو کے تعم سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے لہوالحدیث کی تفسیر شعر سے کی ہے اور ساع شعر خود نبی

کریم صلی التدعلیہ وسلم نے سنا اور صحابۂ کرام نے پڑھا۔ لہذا اس میں حرمت کسی امر عارض کی بنیاد پر پیدا ہوگی اور وہ امر عارض دین کا استہزا، گراہ گری اور اہل ایمان کے دلوں میں کفر کی تزئین و تحسین ہے۔'(کشف القناع، ص:۳۱ سے سے) مانعین کی چوتھی آئیت

ما ملین کی چوکی آیت

اللّه کریم عبادالرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرما تاہے: وَالَّذِینَ لَا یَشْهَدُونَ الزُّودَ وَإِذَا صَرُّوا بِاللَّغُوِ مَرُّوا کِرَامًا (فرقان:۲۲) (اور جوجھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو سے ان کا گزر ہوتا ہے تو انتہائی شرافت کے ساتھ گزرجاتے ہیں)

حضرت مجاہدز ورکی تفسیر بھی غناسے کرتے ہیں۔(فرح الاساع،ص: ۱۰۸) علامہ جصاص (۷۰سھ) نے یہی تفسیر حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی نقل کی ہے۔اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو بَكُرٍ: يَحْتَمِلُ أَنْ يُرِيدَبِهِ الْغِنَاءَعَلَى مَا تَأْوَلُوهُ عَلَيْهِ, وَيَحْتَمِلُ أَيْضًا الْقَوْلَ بِمَالَاعِلْمَ لِلْقَائِلِ بِهِ; وَهُوَ عَلَى الْأَهْرَيْنِ لِعُمُومِ اللَّفْظِ ــ

علامہ جصاص نے کہا کہ 'زور' سے غنام رادلینا بھی درست ہے، جبیبا کہ بہتوں نے میرادلی ہے اوراییا قول مرادلینا بھی درست ہے جس کا قائل معلوم نہ ہو۔لفظ اپنے عموم میں دونوں کا متحمل ہے۔ (احکام القرآن للجِصاص، فرقان: ۲۲)

مفتی شفیع دیوبندی مذکورہ چاروں آیات اوران کی تفاسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: مذکورہ بالا آیات سے ان تفاسیر کی روشنی میں بطاہریہی معلوم ہوتی ہے کہ غنا ومزامیر مطلقاً حرام ہیں۔(اسلام اورموسیقی ،ص: ۱۰۱س)

تطبيق وتجزبيه

مذكوره بالاقرآني مباحث كاخلاصه بيهك

ا -مطلق ساغ نغمه کی حرمت پر کوئی آیت بصراحت دلالت نہیں کرتی ۔

۲ - قرآن میں شعرائے غاؤون اور شعرائے صالحین کا ذکرآ یاہے، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ تمام اشعار فساد اور صلالت پر مبنی نہیں ہوتے ، بعض حق اور حکمت کی طرف بھی داعی ہوتے ہیں۔ایسے میں مطلقاً سماع نغمہ کو حرام کہنا قرآنی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے۔

۳۔قرآن نے حق سے منحرف کرنے والے لہوالحدیث کی مذمت کی ہے،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اصحاب نے لہوالحدیث کی تفسیر غنا سے کی ہے،غنا سے ان کی مراد وہ نغمے ہیں جو خلاف حق معانی پرمشتمل ہوں یاحسن وشباب کے ساتھ ان کا ساع اس انداز میں ہوجس سے دل حق اور حکمت سے دور ہوکر شیطان اور شیطنت کا اسپر ہوجائے۔

۳-سد، صوت شیطان اور زور کی تفسیر جن حضرات نے غناہے کی ہے، ان کی تفسیر کو بھی اسی انداز میں لیا جا سکتا ہے، ان کی بنیاد پر نغمہ کی کلی طور پر مطلقاً تحریم بے شار نصوصِ کتاب وسنت اور مقاصد شریعت کی تکذیب کومتلزم ہے۔

۵-ماع نغمه کی محسین یا جواز پر براه راست کوئی آیت ولالت نہیں کرتی۔

۲ - آیت کریمہ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ مِیں جواسَنْتَ ہے، اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بعض اشعارا چھے ہول گے اور جب بعض اچھے ہول گے توان کا پڑھنا اور سننا بھی اچھا ہوگا؛ کیوں کہ قرآن کی مختلف آیات اور دین کے عمومی مزاج سے اچھی باتوں کے کہنے اور سننے کا جواز واستحباب ثابت ہے۔

2-قرآن میں جواز نغمہ پرصری آیت نہ ہونے سے اس کی حرمت لازم نہیں آتی ، اس کے بر خلاف چوں کہ ساع نغمہ کی حرمت پر کوئی صری آیت نہ ہوتے ہو، ایسے میں الا اُصل فی الا اُشیاءِ اِبَاحَةُ کے تحت اشارةً بی سہی مطلقاً ساع نغمہ کی حرمت ثابت ہوتی ہو، ایسے میں الا اُصل فی الا اُشیاءِ اِبَاحَةُ کے تحت ساع نغمہ جائز ہوگا۔ مزید ہی کہ آیت کریمہ: قَل فَصَّل لَکُمْ مَا حَدَّ مَر عَلَیْکُمْ (اللّٰہ نے جن باتوں کو تم پر محال نغمہ جائز ہوگا۔ مزید ہی کہ آیت کریمہ: قَل فَصَّل لَکُمْ مَا حَدَّ مَر عَلَیْکُمْ (اللّٰہ نے جن باتوں کو تم پر محت کی تفصیل سے بیان کردیا۔) (الانعام: ۱۱۹) سے واضح ہوتا ہے کہ ساع نغم حرام نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی حرمت کی تفصیل قرآن مقدس میں نہیں ہے۔ (حدیث پر گفتگو آگے آتی ہے۔)

۸ - رہا یہ استدلال کہ الْیَوْمَر أَکْہَلْتُ لَکُمْهِ دِینَکُمْهِ وَأَثْمَیْتُ عَلَیْکُمْهِ نِعْهَی وَ
 رَضِیتُ لَکُمُهُ الْإِسْلَامَ دِینًا (المائدة: ٣) ہے دین کی تعمیل ہوگئ ہے اور اب اس میں سائ نفر جیسی کسی بات کا اضافہ دین میں اضافہ ہے، جو درست نہیں، تو اس کا جو اب یہ ہے کہ:

الف - بدبات تسلیم ہے کہ دین کی تمکیل ہو چکی ہے اور اس پر پچھاضا فیزین ہوسکتا ، کین مطلقاً ساع نغمہ وین میں اضافہ نہیں ، بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

ب- تحمیل دین، واجبات ومحرمات کے حوالے سے ہوئی ہے کہ اب کسی شخص کو بیت نہیں ہے کہ دین میں کسی نئی بات کو واجب کرے یا حرام کرے۔اس سے ساع نغمہ کا جواز از خود ثابت ہوجا تا ہے۔ چول کہ دین نے جب اس کو نہ واجب کیا، نہ حرام کیا اور دین کی پخمیل ہوگئ تو اب اس کے بعد میکسی کوچی نہیں پہنچتا کہ اسے واجب یا حرام کرے۔

ج۔ دین میں نئے اعتقادات وخیالات کا اضافہ علمائے عقیدہ کے نزدیک بدعت وضلالت ہے کیکن ساع نغمہ کا معاملہ رہے کہ اس کا تعلق اعتقادات سے نہیں ہے۔ د - حدیث پاک: مَنْ سَنَ فِی الْإِسْلَامِ سُنَةً حَسَنَةً (۱) سے ثابت ہے کہ دین کے اندر ہرالی بات کا اضافہ سنت ہے جوتقویت دین اور تائید اسلام کا موجب ہو۔ ایسے میں ایساساع نغمہ جوسامع کو خدا، رسول، آخرت اور شعائر دین سے قریب کرے، یاکسی حکمت ومعرفت سے آشا کرے، بالفرض اگراس کا اضافہ بھی ہوتو یہ بدعت ہونے کے بجائے سنت ہے۔

ساع نغمه-احادیث رسول کی روشنی میں

حیات رسول میں سماع نغمہ کا پہلاظہورہ ہمیں ہجرت کے موقع پردف پرگاتی ہجاتی مدینے کی عورتوں اور بچیوں کا وہ بہاریہ کلام ہے جوآج بھی اہل اسلام کے زبانوں پر جاری ہے اور آج بھی اس کے کانوں سے نگراتے ہی اہل ایمان کی حرارت ایمان میں جذب وشوق بمشق ومحبت اور والہانہ پن کا ایک خروش پیدا ہوجا تا ہے۔ لیجھے! آپ بھی تجدید عہد وفااور تحدید شوق لقاسے خودکوسر فراز کیجھے(۲):

طَلَعَ الْبَدُرُ عَلَيْنَا مِنُ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكُو عَلَيْنَا مَا دَعَا لِللهِ دَاعِ وَجَبَ الشُّكُو عَلَيْنَا مَا دَعَا لِللهِ دَاعِ أَيُّهَا المَبغُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالأَّمْرِ المُطَاعِ جِئْتَ شَرَفْتَ الْمَدِينَة مَرحَبًا يَا خَيرَ دَاع

اسی طرح آپ نے حضرت حسان ، کعب بن زہیراور دیگر شعراسے ان کا مدحیہ و نعتیہ قصا کد سنے اور دلچیپ بات میہ کہ آپ نے غزلیہ کلام بھی سنا ؛ کیوں کہ اس عہد میں فن قصیدہ نگاری کا لازمہ تھا کہ کلام کو تشبیب (عور توں کے حسن و جمال کے بیان) سے شروع کیا جاتا اور جب شعرا سے عشاق نے محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی نعت گوئی شروع کی تو قصا کد کے اس وصف کو باقی رکھا۔

(ا) مَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً حَسَنَةً, فَلَهُ آَجُوْهَا، وَآجُوْمَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ آَنْ يَنْفُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً سَيِّنَةً ، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرَهَا وَوِزْرَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْفُصَ مِنْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سِنَةً سَيِّنَةً ، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرَهَا وَوِزْرَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِن بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْفُصَ مِنْ أَوْرَ اللهِمْ شَيْءُ (جَس نَه اسلام مِيلُ كَانَ اللهِ عَلَيْ اللهُ اللهِمْ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُمْ عَلَى اللهُمْ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُمْ عَلَى اللهُمُعُلِي اللهُمُ عَلَى اللهُمُوعُ وَلَوْ بِشِقِ تَهْمَوْ فَى أَوْ كَلِهُ وَطَيْبَوْ وَأَنْهَا حِجَابُ مِنَ النَّارِ) اللهُمُلُوعُ وَلَوْ بِشِقِ تَهْمَوْ فَى أَوْ كَلِهُ وَطَيْبَوْ وَأَنْهَا حِجَابُ مِنَ النَّالِ) اللهُمْ عَلَى الفَدْورَ فِي اللهُمُلُوعُ وَلَوْ بِشِقِ تَهْمَوْ فَى أَوْ كَلِهُ وَطَيْبَوْ وَأَنْهَا حِجَابُ مِنَ النَالِ) اللهُمْ عَلَى الفَدَورُ فِي اللهُمُ اللهُ اللهُمُ عَلَى الْعَلَوعُ وَلَوْ بِشِقِ تَهُمْ وَهِ أَوْ كَلِهُ وَطَيْبَهُ وَأَنْهَا حِجَابُ مِنَ النَالِ) اللهُمُ عَلَى اللهُمُوعُ وَلَوْ بِشِقِ تَهُمْ وَهِ أَوْ كَلِهُ وَلَا لَهُمُ عَلَى اللهُمُ اللهُ مِن كَى كَاللهُمُ اللهُ اللهُمُ عَلَى اللهُمُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُمُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُوعُ اللهُ الل

اس کی ایک بڑی مثال حضرت کعب بن زہیر کامشہور تصیدہ نعتیہ بَانَتُ سَعَادُ فَقَلْبِی الْکَیوْمَ مُثَبُولُ (سعاد کے فراق میں میراجی اداس ہے۔) ہے، جوشعرا کی خیالی معثوقہ سعاد کے فراق وجدائی کے کرب سے شروع ہوتا۔لطف بید کہ سرکار دوعالم صلی التعلیہ وسلم نے بیر تصیدہ خودسنا اور تشہیب کے ساتھ سنااور لطف بالا بے لطف بید کہ خوش ہوکر شاعر کوا پنی خاص چا درمبارک سے بھی نوازا۔شعر ویخن کی ساعت اوراس پر تحسین و آفریں کا جومزاج آپ صلی التعلیہ وسلم کا ہے، اسے اس پس منظر میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

سیرت محمدی میں ساع نغه کا نیسرا منظر ہمیں سیدہ عائشہ کے جمرے میں نظر آتا ہے، جب عید کے دن لڑکیاں گا بجارہی ہیں۔جناب رسالت مآب رخ زیبا پر چادرتانے سن رہے ہیں۔اتنے میں سیدنا ابوبکر داخل ہوتے ہیں اورلڑ کیوں کو ڈانٹتے ہیں۔سرکارا پنے رخ انور سے نقاب اللتے ہیں اور پیار بھر سے انداز میں ارشاوفر ماتے ہیں۔ابوبکر! نہیں اپنے حال پر چھوڑ دو،ان کوگانے دو، آج عید کا دن ہے۔

ساع نغمه کا ایک منظر جمیں اس وقت بھی نظر آتا ہے جب نبی کریم صلی التدعلیہ وسلم انصار مدینہ کا ایک منظر جمیں اس وقت بھی نظر آتا ہے جب نبی کریم صلی التدعلیہ وسلم انصار مدینہ کے اس مزاج کا بدانداز تحسین و کر کرتے ہیں کہ انصار کے مزاج میں تفرل شامل ہے۔ مزید میکہ سیدہ عائشہ سے ارشاد فرماتے ہیں : عائشہ! تم نے انصار کی خاتون کی رخصتی کردی اور سرود و نغمہ کا اہتمام نہ کیا؟ اربے تنہیں پیتنہیں کہ انصار نغم شنجی کو دوست رکھتے ہیں؟ فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَادِ یُحِبُونَ الْفِعَنَاء۔ (المحجم الا وسط من اسمہ محمد)

یہ اوراس قشم کے مناظرِ سیرت سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔ان سے ساع نغمہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج ومنہاج کوبطریق احسن سمجھا جاسکتا ہے۔ منکرین ساع نغمہ کا احادیث کریم سے استدلال

تصویر کا دوسرارخ بیہ ہے کہ بے شاراحادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزامیر اورغنا کی مذمت کی ہے، ایسے میں مزامیر اورغنا کے هیچ معنی کانعین بڑے تفقہ اور باریک نگاہی سے کرنا ہوگا۔ پیش ہیں چندوہ احادیث جن کوساع نغمہ کے مخالفین بالعموم پیش کرتے ہیں:

مانعین کی پہلی حدیث

إِنَّ اللهَّ حَزَّ مَا لُقَيْنَةً، وَ بَيعَهَا، وَ ثَمَنَهَا، وَ تَعْلِيمَهَا، وَ الإنستِهَا عَ إِلَيْهَا۔ اللّه نے مغنیہ کو،اس کی خرید وفر وخت کو،اس کی تربیتِ غنا کواوراس سے سننے کو حرام کیا ہے۔ امام طبرانی نے مجم اوسط میں از جعفر بن سلیمان ضبعی ، از سعید بن ابی رزین ، از برادر سعید ، از لیث ، از ابن سابط ، از سیدہ عائشہ ، نبی کریم صلی اللّه علیہ وسلم کے اس ارشاد کوفقل کیا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کو سعید بن ابی رزین سے صرف جعفر بن سلیمان نے روایت کی

ہے۔(طبرانی مجم اوسط من اسمه عبدان)

امام ترمذی نے اسے از علی بن یزیداز قاسم بن عبدالرحمن از ابوامامہ، از رسول اللّه صافعاً لِیَهِم نقل کیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ محدثین کو مذکورہ احادیث کی صحت پر کلام ہے، اگر بطور تنزل انہیں صحیح بھی مان لیاجائے تو ان کے اندر قینہ سے سننے کو حرام کہا گیا ہے۔ قینہ عرب کی وہ دوشیز اکیں ہوتی تھیں جورت کے ساتھ شراب و شباب کی مجاسیں جمتی تھیں اور وہ رقص و نغمہ سے بیش و طرب کی مختلیں گر ماتی تھیں ۔ ظاہر ہے ایسے ساع نغمہ کے حرام ہونے میں کسے شبہہ ہوسکتا ہے، لیکن اس تحریم سے مطلقاً ساع نغمہ کی تحریم مجالا کب لازم آتی ہے؟

واضح رہے کہ قینہ کے ایک معنی مطلقاً باندی کے آتے ہیں، جو پہال مراد نہیں ہے؛ (۱)
کیوں کہ مطلقاً باندیوں کی خرید وفروخت عہدرسالت میں جائز و معمول تھی۔ ای طرح اپنی باندی سے
ساع نغہ بھی حرام نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ جب اس سے ہرطرح کی لطف اندوزی جائز ہے تو ساع نغہ
بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ اس سے بیات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس حدیث میں جاہلیت کی اس
ثقافت کی تر دیدکی گئی ہے جو بند ہے کوئل سے کاٹ کرشہوت نفس یا شراب و شباب، رقص و سرود اور
عیاشی و بے حیائی کا اسیر بنارہی تھی، جس کی باقیات اضافے کے ساتھ آج بھی پوری و نیا میں موجود
ہے اور جس کے حرام ہونے میں کسی بھی طالب دین کے لیے کسی شبے اور تامل کی گنجائش نہیں۔
مانعین کی ووسری حدیث

إِذَا فَعَلَتْ أُمْتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا البَلَاءُ, فَقِيلَ: وَمَاهُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ المَغْنَمُ دُولًا, وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَ أُمَّهُ, وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ, وَارْتَفَعَتِ الأَّصْوَاتُ فِي المَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ القَوْمِ أَزْذَلَهُمْ, وَأُكُومَ الرَّجُلُ مَخَافَةً شَرِه، وَشُرِبَ الخُمُورُ، وَلُبِسَ الحَرِينِ، وَاتْخِذَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَارِفُ, وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأَمْةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِك ريحًا حَمْرَاءَ أَوْ خسفًا و مَسْخًا (تر مذی ، ابواب الفتن ، بَابِ مَا جَاءَ فِي عَلَامَةِ حُلُو لِ الْمَسْخِ وَ الْحَسْفِ)

الله کے رسول صلی الله علیہ وسلم نے فرما یا کہ جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے گی تواس پر بلائے عام نازل ہوگا۔ دریافت کیا گیا: حضور! وہ چیزیں کیا ہیں؟ الله کے رسول صلی الله علیہ وسلم نے فرما یا: جب مال غنیمت کو اپنامال بنالیا جائے ، امانت کو مال غنیمت بنا ویا جائے ، نکات کو بوجھ بنا ویا جائے ، شوہر بیوی کا اطاعت گزار اور مال کا نافر مان ہوجائے ، ووست کے ساتھ حسن سلوک اور باپ کے ساتھ ذیا وتی ہونے لگے ، مسجدوں میں شور وشغب ہونے لگے ، قوم کا رذیل ترین شخص قوم کا لیڈر بن جائے ، کسی کے شرسے بچنے کے لیے اس کی تکریم کی جانے لگے ، شراب پی جانے لگے ، کا دذیل ترین قوم کا لیڈر بن جائے ، کسی کے شرسے بچنے کے لیے اس کی تکریم کی جانے لگے ، شراب پی جانے لگے ، مغنیات اور مزامیر کوشغل بنالیا جائے ، اس امت کے متا فرین اولین پر شراب پی جانے لگے ، مغنیات اور مزامیر کوشغل بنالیا جائے ، اس امت کے متا فرین اولین پر الحدت بھیجے لگیں تو اس وقت لوگ سرخ آئد ہی ، زلزلہ یا انسانوں کے مشخ و تباہی کا انظار کریں۔ اس صدیت بھی قابل غور لفظ اتُخِادَ تِ الْقَیْمَاتُ وَ الْمَعَاذِ فُ ہے۔ امام تر مذی کی اسی اس حدیث بھی قابل غور لفظ اتُخِادَ تِ الْقَیْمَاتُ وَ الْمَعَاذِ فُ ہے۔ امام تر مذی کی اسی اس حدیث بھی قابل غور لفظ اتُخِادَ تِ الْقَیْمَاتُ وَ الْمَعَاذِ فُ ہے۔ امام تر مذی کی اسی

اس حدیث بیل قابل خور لفظ النجادتِ الفیندات و المفعادِ ف ہے۔ امام سر مذی می آئی باب کی دوسری روایت میں ظَهَوَتِ القَیْدَاتُ وَالمَعَاذِ فُ (جب مغنیات اور مزامیر عام ہو جا نمیں۔) ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں مغنیات ومعازف کی مذمت کی گئی ہے جو اہل ہوئی کی مجلس عیش وطرب کی روفقیں ہیں۔ اس سے مطلق سماع نفری مذمت پر استدلال درست نہیں۔ مانعین کی تیسری حدیث مانعین کی تیسری حدیث

خطَب مُعَاوِيةُ النّاسَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تِسْعِ، وَأَنَا أَنْهَا كُمْ عَنْهُنَ: النَّوْحُ، وَ الشّغن وَ النَّبَرُجُ، وَ التَّصَاوِين وَ جُلُو السِّبَاعِ، وَ الْغِنَاعُ، وَ الْخَوْرُ، وَ الْحَوِيزُ - (المحجم اللبير، باب المهم ، كيبان مولى معاوية عن معاوية) وَ الْغِنَاعُ، وَ الْخَوْرُ، وَ الْحَوِيزُ - (المحجم اللبير، باب المهم ، كيبان مولى معاوية عن معاوية) حضرت امير معاوية الميدك حضرت امير معاوية الله كرسول صلى الله عليه وسلم في تمهيل ١٩ باتول سمنع كيا ہے اور ميں جمي تم كوان باتول سے منع كرتا مول: (١) نوحه (٢) شاعرى (٣) به جابى (٣) شاوير (۵) درندول كى كھاليل (٢) لغم كى كارى، اور (٩) ريشم -

اس حدیث میں دوالفاظ قابل غور ہیں؛ (۱) الشّغوُ (شعر) اور (۲) الْفِعْاءُ (نغمہ)۔
ظاہر ہے کہ پہلے شعر کا وجود ہوتا ہے، پھراسے لے اور ترنم میں پڑھاجا تا ہے۔اس طرح شاعری
کے بعد نعم گی کاظہور ہوتا ہے۔اس حدیث پاک میں ان دونوں امور کو ترام کہا گیا ہے۔اس سے
مطلب صاف ہے کہ ان کی بیتحریم مطلق نہیں ہے، بلکہ مقید ہے۔علما کا اس بات پراتفاق ہے کہ
ہرشاعری حرام نہیں، نہ ہر نعم گی حرام ہے۔احادیث صححہ سے ثابت ہے کہ صحابہ نے اشعار کیے اور
پنج سرعلیہ السلام نے ان سے اشعار سے۔اس لیے اس حدیث میں شعر کو بھی اور اسی طرح غنا کو بھی

مقید کرنا ہوگا۔ اچھے اشعارا چھے ہوں گے اور برے اشعار برے۔ اسی طرح اچھے اشعار کا پڑھنا اور سننا اچھا ہوگا اور برے اشعار کو پڑھنا اور سننا برا ہوگا۔ لہذا اس حدیث سے مطلقاً نغہ کی حرمت ثابت نہیں ہوتی ۔ لہذا تقینی طور پر یہاں غنا شاہت نہیں ہوتی ۔ لہذا تقینی طور پر یہاں غنا کے وہی مخصوص ثقافتی معنی مراد لیے جائیں گے، جوعہد جاہلیت سے آج تک شاب و کہاب اور فسق و فجو رکے لیے خاص ہیں۔

غنا مطلقاً اس ليے بھی حرام نہيں ہوسكتا؛ كيوں كه الله كے رسول صلى الله عليه وسلم نے غنا بالقرآن كا تحكم ديا ہے۔ امام ابوداؤد نے سند تحج كے ساتھ نقل كيا ہے كہ الله كے رسول صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمايا: ذَيِنُوا الْقُوْرَ أَنَ بِأَصُوَ اتِكُمْ (قرآن كوا بنى آواز سے آراسته كرو۔) (سنن البوداؤد، باب تفريح ابواب الوتر، باب استحباب الترتيل فى القراءة)

امام مسلم نے تو باضابطہ عنا بالقرآن کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِي حَسَنِ الضَّوْتِ يَتَعَغَنَى بِالْقُرْآنِ ، يَجْهَرُ بِه۔ اللہ نے جیسی اجازت اپنے خوش آواز پنج مرکو بلند آوازی کے ساتھ عنا بالقرآن کی دی، ولیں اجازت کی اور کام کے لیے نہیں دی۔ (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، بَاب استِحْبَابِ تَحْسِینِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ)

معلوم ہوا کہ غناسے مطلقاً غنام اوئہیں لیاجاسکتا اور نہ ہی نختگی کی تمام صورتوں کو بلااستثاحرام کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس زاویے سے غور سیجے کہ آواز ابلاغ وترسیل کا ذریعہ ہے، بامعنی ہوتو ترسیل اوراچھی ہوتی ہو باب الفاظ کی معنویت کے ساتھ آواز ابلاغ وترسیل اوراچھی ہوجائے گی، پھراگروہ الفاظ موزون ہوں تو ترسیل کی قوت مزید بڑھ جائے گی اور پھر الفاظ کی موزونیت کے ساتھ لیجے کی موسیقیت یا ترنم کا اضافہ ہوجائے توسونے پر سہاگہ یہی مطلق غنا ہے۔غنا ترسیل معانی کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اب ایسے میں بھلا بینا جائز وحرام کیوں ہونے لگا؟ ہاں! اس کے ناجائز ہونے کی دوہی وجہ ہوسکتی ہے؛ یا تو بیغنا غلط یا غیر شرعی مطریقے سے اور دین مخالف مقاصد کے لیے کیا گیا ہو۔ میں منعین کی چوتھی حدیث

حَدَّثَنَا مُسْلِم بُنُ إِبْوَ اهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَامُ بُنُ مِسْكِينٍ، عَنْ شَيْخٍ، شَهِدَ أَبَا وَائِلِ فِي وَلِيمَةٍ، فَجَعَلُو ايَلْعَبُونَ يَتَلَعَّبُونَ، يُغَنُّونَ، فَحَلَّ أَبُو وَائِلٍ حَبْوَتُهُ، وَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِفَاقَ فِي الْقَلْبِ مسلم بن ابراجيم نے بيان كيا، ان سے سلام بن سكين نے، انہوں نے ايک تي سے جس نے حضرت ابووائل کود يکھا كہ ايک وليمے كی مجلس ميں لوگ لهوولوب اور غناونغم ميں مصروف تے كہا ہے ہيں ابودائل آکراپنی جگہ بیٹے اور کہا: میں نے عبدالقد بن مسعود کو کہتے سنا کہ میں نے القد کے رسول صلی القد علیہ وسلم کو کہتے سنا: غنادل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ (سنن ابودا وُد، کتاب الادب، کراھیۃ الغناء والزمر) میں حملے میں سے غنا کی مطلقاً حرمت پر استدلال سرے سے درست ہی نہیں ہے۔ بخری احاد یہ احیاء علوم الدین میں ہے:

لیمن نے اس میں بیاضافہ کیا ہے کہ اینبت الماء البقل (جیسے پانی سبزہ اگاتا ہے)
اور بیشبیہ مثیلی ہے، اس لیے کہ بیچند خیالی امور سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعود
کے اس قول کو بعض نے براہ راست رسول القد سات البیائی سنقل کیا ہے، جو بیج نہیں ہے۔
ابن العبد کی روایت میں ہے لولوی کی روایت میں نہیں ہے۔ بیہ قی نے اسے مرفوعاً وموقوفاً
ابن العبد کی روایت میں ہے لولوی کی روایت میں نہیں ہے۔ بیہ قی نے اسے مرفوعاً وموقوفاً
مووی ہے، جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ بیہ قی نے کہا کہ بیب بطور قول رسول بھی متعدد طرق سے
مروی ہے، جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ بیہ قی نے کہا کہ بیج ہے کہ بید حضرت ابن
مروی ہے، جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ بیہ قی نے کہا کہ بیج ہے کہ بید حضرت ابن
مروی ہے، جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ بیہ قی نے کہا کہ بیج ہے کہ بید حضرت ابن
میں ہے۔ اس کے بعض طرق میں مجھول راوی ہے اور بعض میں لیٹ بین ابن البیام میں البیان بین اس کی تو شول نقل کیا ہے۔ ذرک نے اس کی تو شق کی ہے اور ابن طاہر نے کہا کہ نقات نے اس کی روایت
شعبہ از مغیرہ از ابرا ہیم کی ہے اور ابرا ہیم سے آئے ہیں بڑھے ہیں۔ لہذا ہے ابرا ہیم کا قول
شعبہ از مغیرہ از ابرا ہیم کی ہے اور ابرا ہیم سے آئے ہیں بڑھے ہیں۔ لہذا ہے ابرا ہیم کا قول
شعبہ از مغیرہ از ابرا ہیم کی ہے اور ابرا ہیم سے آئے ہیں بڑھے ہیں۔ لہذا ہے ابرا ہیم کا قول

امام غزالی فرماتے ہیں:

حضرت ابن مسعود نے اپنے اس ارشاد سے مغنی کے تق میں نفاق کے ظہور کومرادلیا ہے؛ کیوں کہ غنا، مغنی کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مغنی کا مقصد ہی یہ بن جا تا ہے کہ وہ خود کودوسروں کے سامنے پیش کرے اورا پنی آ واز کو عام کرے اور مسلسل نفاق کرتا رہے اور اس بات کا آرز ومند ہوتا ہے کہ لوگ اس کی نغمہ شنجی کو سنیں لیکن پیدا مربھی موجب تحریم نہیں ہے؛ کیوں کہ خوب صورت کپڑوں کا پہننا اور عمدہ گھوڑوں کی سواری کرنا اور کھیتی ،مویش اور زراعت جیسے دیگر زینت و تفاخر کے امور بھی قلب میں نفاق اور ریا پیدا کرتے ہیں ،کیان اس کے باوجودان امور کو مطلقاً حرام نہیں کہا جاسکتا۔ چوں کہ قلب میں ظہور نفاق کے موجب صرف معاصی خہیں ہیں، بلکہ وہ مباحات بھی جو خلق خدا کوا پنی طرف متوجہ کرتے ہیں ، اس کے لیے انتہائی موڑ ہیں۔ (احیاء العلوم ، کتاب آ داب الساع والوجد)

مانعين كي يانچوس حديث

وَالَّذِي بَغَثَنِي بِالْحَقِّ مَا رَفَعَ رَجُلْ عَقِيرَتَهُ بِالْغِنَاءِ إِلَّا بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ ذَلِك شَيْطَانَيْنِ يَرْتَقِدَانِ عَلَى عَاتِقَيْهِ, ثُمِّ لَا يَزَالَانِ يَضْرِبَانِ بِأَرْجُلِهِمَا عَلَى صَدْرِهِ -وَأَشَارَ إِلَى صَدْرِ نَفْسِهِ - حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَسْكُتُ

قسم ہے اس ذات کی جس نے جھے تی کے ساتھ مبعوث فر مایا۔ بندہ جونہی نغیے کے ساتھ اپنی اور بلند کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر دوشیاطین مسلط فر مادیتا ہے جواس کے کندھوں پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر اس کے سینے پر - بیہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت تک اپنے دونوں پیر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خامو شنییں ہوجا تا۔ (المجم الکبیر، باب الصاد، عن القاسم، عن ابی امامہ) مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خامو شنییں ہوجا تا۔ (المجم الکبیر، باب الصاد، عن القاسم، عن ابی امامہ) رسول سے قطع نظر کہ بید حدیث بھی ضعیف ہے، جب احادیث صحیحہ سے رسول اور اصحاب رسول سے شعروشنی کا غناوسماع ثابت ہے، اس کے بعد غنا کے خلاف حدیث کا بہتوں اور نہیں اصطرح سے جہاں بھی لفظ غنا کا استعمال ہوا ہے وہاں مطلقاً غناونغہ شنی مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ ہوئی پر ستوں اور شہوت را نوں کی مجالس عیش وطرب کا وہ نغہ ہے جو نہ صرف غلام صامنا میں ہوتا ہے ۔ ایسے میں غنا کی مذمت پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسے میں غنا کی مذمت ہوئے غنا کی مذمت پر مشتمل احادیث محال نغہ شنی یا مطلق غنا کی حرمت ثابت کرنا، دیگر احادیث صحیحہ سے اغماض کرتے ہوئے غنا کی مذمت پر مشتمل احادیث محالت نغہ معنی ہے۔

مانغین کی چھٹی حدیث

عن ابن عباس رضي الله عنهما فِي قُوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهُوَ الْحَارِي فِي قال: الغناءو أشباهه (رواه البخارى في الادب المفرد بسند صحيح)

حضرت ابن عباس نے آیت کریمہ: وَمِن النّایس مَنْ یَشْتَدِی لَهُوَ الْحَدِیثِ مِیں لَہُو الحدیث کی تفسیرغنااوراسی جیسی چیزوں سے کی ہے۔

ابن بطال نے شرح بخاری میں یہی تفییر حفرت ابن مسعوداور مفسرین کی ایک جماعت سے قتل کی ہے۔ اس سلسلے میں وہی کچھ کہا جائے گا جو غنا ہے حرام کی تفسیر میں ماسبق میں کہا گیا۔ نیز یہ کہ ابوالحدیث کی ہے۔ اس سلسلے میں وہی کچھ کہا جائے گا جو غنا ہے حرام کی تفسیر ابن عباس وابن مسعود نے غنا ہے کی اور ظاہر ہے کہ آیت کا سیاق بتارہا ہے کہ لہوالحدیث مطافقاً حرام نہیں ہے، بلکہ وہ لہوالحدیث جرام ہے جو بہیل اللہ سے کھیر نے والا ہو۔ چنانچے ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہداس میں سیاضافہ کرتے ہیں کہ اس آیت میں لہوالحدیث سے مراد سماع غنا ہے اور ایسا عمل باطل ہے۔ قاسم بن حمد نے کہا: غناباطل ہے اور باطل جہنم میں ہے۔ اس لیے بخاری کا بیہ نے عنوان باب بیرکھا: باب کی لھو باطل (ہر لہو باطل ہے)۔ اس کے بعد بخاری کا بیہ نے عنوان باب بیرکھا: باب کی لھو باطل (ہر لہو باطل ہے)۔ اس کے بعد بخاری کا بیہ

ارشاد ہے: إذا شغل عن طاعة الله (جب وہ طاعت الله سے غافل کرنے والا ہو۔) یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: لیٹیضِلَّ عَنی سَبِیلِ اللّه (تا کہ وہ سبیل الله در ترکیب کی اس امر پر دلالت ہوئی کہ غنا اور جمیج اقسام لہو جب طاعت اللی اور ذکر اللی سے غافل کرنے والا ہوتب حرام ہے۔۔۔۔لہٰ المی اور یہ آیت اس بات پر شاہد ہیں کہ معمولی غنا اور لہوجوذ کر اللی اور طاعت اللی سے مانع نہ ہو، مباح ہے۔ (شرح تیج ابخاری لا بن بطال، باب کل لهوباطل إذا شغله عن طاعة الله الح) مانعین کی ساتوس حدیث مانعین کی ساتوس حدیث

نُهیَ عَن صَو تَینِ مَلعُو نَینِ ، صَو تِ نائحَةِ و صَو تِ مُغَنَیةِ۔ دونوں آ وازیں ممنوع ہیں ۔نوحہ کرنے والی عورت کی آ واز اور مغنیہ کی آ واز ۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں:

دوآ واز دں سے ممانعت والی حدیث کاراوی کون ہے؟ یہی نہیں معلوم ہوسکا۔ (رسالۃ فی الغناء،ص:۲)

بفرض صحتِ استناد، پیشہ ورمغنیہ جولوگوں کی شہوت کو انگیز کرتی ہے اور انہیں شیطان کی راہ کا مسافر بناتی ہے، اس کی آ واز کی حرمت میں کس کا فرکو شک ہوسکتا ہے اور اس حرمت سے مطلق نغمہ شنجی کو حرام کرنے کا استدلال کہاں سے درست ہوسکتا ہے؟ دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مرے بکرے کا گوشت اگر حرام ہے تو اس سے مطلقاً بکرے کے گوشت کی حرمت پر استدلال ، حضرت مجنون سے ہی متصور ہوسکتا ہے۔

مانعيين كي آڻھويں حديث

الغَناءُ رُقيةُ الزِّنَا عِنارْنَا كَا پِيشْ فيمه ہے۔

اسے بھی اوگ غلطی سے حدیث سمجھ بیٹھتے ہیں، جب کہ بیحدیث نہیں ہے۔ علام عجلونی نے ملاعلی قاری کے حوالے سے اسے حضرت فضیل بن عیاض کا قول بتایا ہے۔ (۱) تاہم معنوی اعتبار سے بیددرست ہے اور کلام کا تیور بتار ہاہے کہ غناسے یہاں وہ غنامراد ہے جوشراب وشباب کی انجمن میں ہوں پرستوں اور شہوت رانوں کی خوراک ہے، جس میں حسینا وُں کی زبانی حسن وعشق پر مشتمل شہوت انگیز نغمات معنراب کی لے پر سے جاتے ہیں اور اس کے بعد بدمست وہوں پرست این شہوت کی تسکین بدکاری وبدتما شی سے کرتے ہیں۔ اس کا تعلق بھی مطلق نغمہ سے ہرگر نہیں ہے۔

مانعين كي نويس حديث

عَنْ عَائِشَةَ, قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَ أَبُو بَكُو وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ, تَعْنَيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ, يَوْمَ بَعَاثَ, قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكُو: تُغْنِيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ, يَوْمَ بَعَاثَ, قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكُو أَمِمَ مُمُ وَلَئَى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلّمَ ؟ وَذَلِك فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلّى الله عَلَيْهِ وَسَلّمَ : يَا أَبَا بَكُو إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا، وَهَذَا عِيدُنَا. (مَيْحَمَمُ مَامُ ، كَابُ الرُّ خُصَة فِي اللَّعِبِ اللّهِ عَلَيْهِ فِي أَيَّامِ الْعِيدِ) مَابُ الرُّ خُصَة فِي اللَّعِبِ الَّذِي لَا مَعْصِيةَ فِيهِ فِي أَيَّامِ الْعِيدِ)

سیدہ عائشہ کا بیان ہے کہ ہمارے گھر میں سیدنا ابو بکر داخل ہوئے۔اس وقت انصار کی دولڑ کیاں وہ نغنے گارہی تھیں جن کو انصار نے جنگ بعاث میں گایا تھا۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: وہ دونوں پیشے سے مغنینہ پیس تھیں۔حضرت ابو بکرنے کہا: کیارسول اللہ کے گھر میں شیطان کے نغنے؟ اور بیوعید کا دن تھا۔اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور بیہ ہماری عید ہے۔

پراللدے دوں کا اللہ علیہ و مے حرایا اے ابو برابروم کی سیرہ وی کے اور بیہ ادان سیرہے۔
صحیح مسلم کی بیر حدیث اس باب ہیں سب سے اہم ہے۔ اختلاف الفاظ کے ساتھ بیہ
بخاری میں بھی ہے۔ اس میں واضح طور پر اس کا بیان ہے کہ لڑکیوں سے (شارعین کی اس نکتہ
آفرینی سے قطع نظر کہ وہ بالغہ تھیں یا نابالغہ) سرکار علیہ السلام نے بعاث کے نغمات سے۔ بیھی
صراحت ہے کہ حضرت ابو بکر نے جب دیکھا تو لڑکیوں کوٹو کا اور ان نغمات کونغمات شیطان
(مَزْ مُودِ الشّیطَانِ) کہا۔ (۱) پھرسرکار نے حضرت ابو بکر کے اس منع کومنع کرتے ہوئے اس کی
اعازت دی اور اس کے لیے بطور خاص عید کا حوالہ ویا۔ اب یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

ا - نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ساع نغمہ (مزمور، جمع مزامیر) ثابت ہے، لہذا اسے مطلقاً حرام کہناالی محرومی ہے جس سے بڑھ کرکوئی محرومی نہیں ہوسکتی۔

٢-انصار كالزكيان بالغةتيس يا نابالغه، اس سينفس حلت نغمه پركوئي فرق نهيس پرتا-اس

⁽۱) مزمور، مزامیر کا واحد ہے۔ یہاں کوئی میہ کہرسکتا ہے کہ مزمور سے مراد یہاں مزمار لیعنی آلیہ نغمہ ہی ہے؛ کیوں کہ
کلام عرب میں الیماران کے ہے۔ نیز میہ کہ دوسری روایت میں نغیّقیان و تَضو بَانِ (وہ دونوں گا اور بجارہی تقیں) کے
الفاظ آئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس آلیہ نغہ بھی تھا، جس پر حضرت الوبکر نے تکیر فرما یا۔ اس کا
جواب میہ ہے کہ جب اس محفل میں وونوں چیزیں تقیس تو اس لحاظ سے مزمور کو نغہ کے معنی میں لیمنا اولی ہونا چاہیے؛
کیوں کہ یہی معنی قریب ہے اور اس محفل میں میہ موجود بھی تھا۔ نیز میہ کہ جس طرح آلیہ نغہ کی مذمت میں بے شار
نصوص ہیں اس طرح نفس نغہ کی مذمت میں بھی بے شار نصوص ہیں۔ ایسے میں حضرت الوبکر کے اس کئیر کو بھی مذمت
نغہ کے نصوص میں شامل کرنے میں تکلف کیا ہے؟

لیے کہ اگر نغہ مطلقاً حرام ہوتو اسے بچول کے لیے بھی حرام ہونا چاہیے، ایسانہیں ہے کہ شراب بچول کے لیے حلال ہواور بڑوں کے لیے حرام۔ پھراس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ موجود ہیں، اگر نغہ مطلقاً حرام ہوتا تو کم از کم ان نفوس طاہرہ سے اس کا سماع متصور کیوں کر ہوسکتا تھا؟ سا۔ بعض حضرات اس حدیث میں عید کے حوالے سے دھو کہ کھاتے ہیں۔ سوال بیہ کہ عید کے دن کے حوالے سے حرام چیز حلال کیسے بن سکتی ہے؟ کیا جو چیز بی غیرایا معید میں حرام ہوں، وہ وہ عید کے دن حلال ہوجا عیں گی۔ عید کا حوالہ زیادہ سے زیادہ بیٹ کرتا ہے کہ مباحات و تفریحات کی چھوٹ بطور خاص ہوئی تفریحات کی چھوٹ بطور خاص ہوئی ہی ہے، عید کے دن اس کی چھوٹ بطور خاص ہوئی ہی ہے۔ اس دن بھی لوگوں کو مستحبات وعبادات میں مصروف رکھنا عید کی خوشیوں کو کم کرے گی۔ چاہیے۔ اس دن جائز حدود میں تفریح طبح کا سامان ہونا چاہیے اور ساع نغمہ بھی علی الاقل تفریح طبح کے جائز ومباح اسباب میں سے ایک ہے، بشرطیکہ وہ کسی امرحرام کوشا مل نہ ہو۔

٨ بعض حضرات ،حضرت الوبرك قول: أَبِمَوْ مُورِ الشَّيْطَانِ سے دعوكه كھاتے ہيں اوراس ہے مطلقاً نغمات کی حرمت پراستدلال کرتے ہیں۔ سوال بیہ نے کہ جب ایک ہی مجلس میں پیغیبراور ابو بکر موجود ہیں اور ایک ہی مسئلے میں دونوں اپنی اپنی بات کہدرہے ہیں تو ججت کس کی بات بنے گی؟ رسول اللہ کی یا صحابی رسول اللہ کی؟ دوسری بات میر بھی ہے کہ حضرت الو بکر کا ان نغمات کو مزمور الشیطان کہنا کوئی ضروری نہیں کہ وہ ای وجہ سے تھا کہ آپ ان نغمات کوحرام سجھتے تھے، بلکمکن ہے کہ انہیں اس لیے مزمور الشيطان كہا ہوكدان كولگا ہوكديہ نبى كرنيم صلى الله عليه وسلم كى مجلس كے ادب كے خلاف ہے كه آب موجود ہوں اور بیچے و بچیاں وہاں شوروغل کریں، یابیدلگا ہو کہ نبی آرام فرمارہے ہیں اوران نغمات سے ان کی راحت میں خلل واقع ہور ہاہےاور پیغیبر کی راحت میں خلل ڈالنااوران کی مجلس کااوب ملحوظ ندر کھنا،اگر جیہ ذ کرو تلاوت کے ذریعے یاکسی مباح قول و فعل کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو بیقینی طور پرایک شیطانی امرہے۔ ۵ بعض حضرات يهال مزموركومز ماركمعني ميس ليت بين اورمزموركا ترجمه آلات موسيقي سے کرتے ہیں اور اس اعتبار سے اس حدیث کو آلات موسیقی کی حرمت کے باب میں لاتے ہیں۔ اولاً مزمور کومز مارےمفہوم میں لینالفظ کواس کےاصل مصداق سے پھیرنا ہے جو درست نہیں۔ ثانیاً اگراس سے مزمار ہی کے معنی میں لیاجائے اور اس پر یوں استدلال کیا جائے کہ آلات موسیقی شیطان کے آلات ہیں، پیجمی درست نہیں؛ کیوں کہ آلات موسیقی بھی اگرمطلقاً آلات شیطان ہوتے تو پیغمبر ان کو کیوں سنتے ؟ تیپنمبر سے آلات موسیقی کے ساع کا تصور صرف محال ہی نہیں جرأت و گستاخی اور بد تمیزی بھی ہے۔لہٰذااس صورت میں بھی وہی توجیہ کی جائے گی جواو پرنمبر ۴ کے ذیل مذکور ہوئی۔ مزیرتفصیل اس سلسلے کی دوسری قسط میں آلات موسیقی کے ممن میں آئے گی۔

مجوزين ساع نغمه كااحاديث كريمه سے استدلال

اب اس کے بعد جواز نغمہ پر بھی چنداحادیث سرسری طورسے دیکھتے ہیں۔حدیث مزمور اورسیرت کے دیگر واقعات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساع نغمہ کا ثبوت شہرت و تواتر کے درجے پر پہنچا ہوا ہے۔مزید چندروایات و آثار دیکھیے:

مجوزین کی پہلی روایت

عَنُ عَامِرِ بْنِ سَعُدٍ، قَالَ: شَهِدُتْ صَنِيعًا فِيهِ أَبُو مَسْعُودٍ وَقَرَظَةُ بْنُ كَعْبٍ، وَجَوَارٍ يُغَنِينَ، فَقُلُتُ: سُبْحَانَ اللهِ أَتَفْعَلُونَ هَذَا وَ أَنْتُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ، وَ أَهُلُ بَدْرٍ ؟ فَقَالُوا: رُخِصَ لَنَافِي الْغِنَاءِ فِي الْغُرْسِ، وَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نِيَاحَةٍ (الْمَجْمُ اللهَ عَلَيْهِ اللهَ عَلَيْهِ اللهُ وَاللهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُولِ اللهُ اللهُ

عام بن سعد کہتے ہیں کہ میں ایک مخفل میں شریک ہوا، جس میں ابو مسعود اور قرظہ بن کعب موجود ستھے اور لڑکیاں نفے گارہی تھیں۔ میں نے کہا: کیاتم پیسب کرتے ہو، جب کہتم رسول اللہ کے سحانی مواوروہ بھی بدری سحانی؟ اس پران حضرات نے جواب دیا: ہمیں شادی میں نفنے کی اور نوحہ کے علاوہ رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

علامہ ابن جرعسقلانی نے اس کی مختلف روایات کوجمع کرنے کے بعد بالآخراہے حسن کہاہے۔ (۱)

اس روایت سے بظاہر ریم معلوم ہوتا ہے کہ غنا و نغہ صرف شادی میں مباح ہے؛ حالال کہ ایسانہیں ہے۔
معاملہ یہ ہے کہ شریعت نے جب بادہ وصہبا کو حرام قرار دیا اور لہو حرام کی شدید مذمت کی ، مغنیوں اور
مغنیات نے جوشہوت پرستانہ ثقافت قائم کررکھی تھی اس کی تر دید کی اور انابت الی اللہ اور مسارعت الی الخیر
مغنیات نے جوشہوت پرستانہ ثقافت قائم کررکھی تھی اس کی تر دید کی اور انابت الی اللہ اور مسارعت الی الخیر
کی دعوت دی توصی اہم و تفریح کے جائز حدود ہے بھی محتر نہ ہوگئے تھے۔ ایسے میں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم ان سالکین طریق مولی کوخصوصی اجازت دی تھی کہ کم از کم عید کے ایام تو ہنس تھیل کر گزار الیس ، باقی
دنوں میں ذکر وفکر ، رجوع و انابت اور آہ و بکا کا ماحول تو رہتا ہی ہے۔ ان اصحاب پر حضرت عامر بن سعد کا
حیرت کرنا یہ بتا تا ہے کہ وہ عید کے ایام میں بھی صحابہ سے غنا اور تفریح کے دیگر اسباب کو مناسب نہیں سمجھتے
حیرت کرنا یہ بتا تا ہے کہ وہ عید کے ایام میں بھی صحابہ سے غنا اور تفریح کے دیگر اسباب کو مناسب نہیں سمجھتے
سے ۔ اس لیے صحابہ نے ان کو جواب دیا کہ بھی آج عید ہے اور عید کے دن ہمارے پیغیر نے بطور خاص ؛
مسرت و شاد مانی اور تفری کے جان میاں میں بھی اس حدیث یا کہ سے استدلال کرتے ہوئے عید کے علاوہ دیگر ایام میں غنا کو حرام قرار دینا اس لیے غلط ہوگا کہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ شریعت میں بعض
علاوہ دیگر ایام میں غنا کو حرام قرار دینا اس لیے غلط ہوگا کہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ شریعت میں بعض

مجوزین کی دوسری روایت

عَنُ عَائِشَةَ, قَالَتْ: كَانَ فِي حِجْرِي جَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ, فَزَوَجُهُهَا, قَالَتُ فَدَخَلَ عَلَيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عُرْسِهَا, فَلَمْ يَسْمَعُ غِنَاءً وَلَا لَعِبًا, فَقَالَ: يَاعَائِشَةُ, هَلُ غَنَيْتُمْ عَلَيْهَا؟ أَوَ لَا تُغَنُّونَ عَلَيْهَا؟ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا الْحَيَ مِنَ الْأَنْصَارِ يُحِبُّونَ يَاعَائِشَةُ, هَلُ غَنَيْتُمْ عَلَيْهَا؟ ثُمْ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الْحَيَ مِنَ الْأَنْصَارِ يُحِبُّونَ الْمُعَنَاءَ وَحَيْمَ اللَّهُ عَلَيْهَا؟ ثُمْ خَبَرِ قَلْ يُوهِمُ فِي اللَّحْتِجَاجِ بِهِ الحَ

سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ ایک انصار کی لڑکی میری پرورش میں تھی۔ میں نے ہی اس کی شادی کرائی۔شادی کے دن جب اللہ کے رسول سائٹائیکٹی گھر کے اندرداخل ہوئے اور انہیں کوئی شور ونغمہ سائی نہیں دیا تو دریافت فرمایا: عائشہ! کیاتم لوگوں نے کچھ گایا؟ کیاتم کچھ گاؤگے نہیں؟ پھر فرمایا: اربے قبیلہ انصار کے لوگ نغمہ کو پیند کرتے ہیں۔

يه حديث مي بخارى مين اختلاف لفظ كساته يون آئى ہے:

عَنْ عَائِشَةً، أَنَهَا زَفَتِ امْرَأَةً إِلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ نَبِيُ اللّهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ: يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهُوْ؟ فَإِنَّ الأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمْ اللّهُوُ -سيره عاكثه ت روايت محكم أَهُوْ؟ فَإِنَ الأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمْ اللّهُوُ -سيره عاكثه ت روايت محكم نهول على الله عليه وللم نه محكم انهول في الله عليه وللم في من الله عليه وللم الله عليه ولله عليه ولله عنه الله عليه الله عليه ولله عنه الله عليه ولله عنه الله عليه الله الله عليه الله عليه الله عليه الله الله عليه عليه الله عليه عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه عليه الله عليه الله عليه عليه الله علي

مجوزين كى تيسرى روايت

عَنِ ابُنِ عَبَاسٍ, قَالَ: أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَ ابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ, فَجَاءَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, فَقَالَ: أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟قَالُوا: نَعَمْ, قَالَ: أَرْسَلُتُمْ مَعَهَا مَنْ يَغَنِّي, قَالَتْ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمْ فِيهِمْ غَزَلْ, فَلُوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ: فَعَيَانَا وَ حَيَاكُمْ

(سنن ابن ماجه، كتاب ا نكاح، باب الغناء والدف)

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ نے آپنی کسی قریبی انصار بیکا نگاح کرایا۔اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا: تم لوگوں نے اس لڑکی کورخصت کردیا؟ لوگوں نے کہا: نہیں!اس پر اللہ کے رسول لوگوں نے کہا: نہیں!اس پر اللہ کے رسول صلیح ایش نے کہا: نہیں!اس پر اللہ کے رسول صلیح ایش نے کہا: نہیں!س پر اللہ کے رسول صلیح ایش نے خرمایا: انصار کے یہاں ذوق تغزل پایاجا تا ہے۔کاش تم کسی کواس کے ساتھ جمیح جو یہ پڑھتا: علیہ کہا ہے اور اس کی اس حدیث کی سند میں ایک راوی اطلح ہے، جسے محدثین نے متروک کہا ہے اور اس کی اس حدیث کی سند میں ایک راوی اطلح ہے، جسے محدثین نے متروک کہا ہے اور اس کی

وجهها صحاس حدیث کوضعیف کہاہے۔ تاہم سابق الذکر حدیث اور دیگراحادیث سے اس حدیث کی توثیق ہوجاتی ہے اور بی حسن لغیر ہ کے درجے پر پہنچ جاتی ہے۔اس حدیث معلوم ہوتا ہے . كەكلام موزون میں صرف، حمد، ذكر، نعت اور دینی تعلیمات ،پرمشتمل منظومات کا سننا ہی مباح نہیں ہے، بلکہ شادیانے ، مبارک بادیاں ،رزمیات اور غیر فخش غزلیات کا ساع بھی شریعت اسلامی کے دائر ہُ ساحت واجازت میں داخل ہے۔

مجوزین کی چوتھی روایت

مَا أَذِنَ اللَّهَ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْ آنِ (مُثَفَّلُ عليهِ)

التدتعاليٰ نے کسی چیز کی و لیمی اجازت نہیں دی جیسی اپنے پیغیمر کوغنا بالقرآن کی اجازت دی۔ یہ حدیث اگر چہ تجوید قرآن سے متعلق ہے، تاہم قابل غوریبال میہ ہے کہ اس پر بھی حدیث پاک میں غنا کالفظ استعمال ہوا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غناا پنی اصل کے لحاظ سے کسی مذمنوم معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ بنیادی اعتبار سےخوش الحانی اورخوش تغسکی سےعبارت ہے، جو بذات خودا یک جائز بلکمنشخسن امر ہے۔ بیا پنی ذات میں مکروہ یا حرام نہیں ہے۔ ہاں!اس میں کراہت یا حرمت کسی خارجی مکروہ یا حرام امرکی آمیزش کے سبب پیدا ہوجاتی ہے۔ گویا غنا بالذات حلال ہےاوراس کی جب بھی حرمت ہوگی ،اس کے ساتھ کسی امرحزام کے الحاق کے سبب ہوگی۔ پھر چوں ہی غناسے اس امرحرام کوجدا کرلیاجائے گا،غنااپی اصل پرآ کرمباح ہوجائے گا۔

مجوزین کی یانچویں روایت

عَنِ الزُّهْرِيِّي، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْوَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الوَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عَنِدِ اللهِ بْنِ عَيَاشٍ أَخْبَرَ هُ أَنَّ عَنِدَ اللهِ بْنَ عَبَاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي طَرِيقٍ مَكَّةَ فِي حِلَافَتِهِ وَمَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فَتَرَ نَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِبَيْتٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلُ مِن أَهْلِ الْعِرَاقِ لَيْسَ مَعَهُ عِرَاقِيْ غَيْرُهُ: غَيْرُكُ فَلْيَقُلُهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَاسْتَحْيَاعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمِنُ ذَلَك وَضَرَ بَرَاحِلَتَهُ حَتَّى انْقَطَعَتْ مِنَ الْمَوْ كِبِ_

ز ہری نے کہا: ابراہیم بن عبدالرحمن نے مجھے بتایا کہان کو حارث بن عبداللہ نے بتایا، انہیں عبداللدین عباس نے بتایا کہ وہ سیدنا عمر فاروق کے ساتھ مکہ کے لیے عازم سفر تھے۔ بیر خلافت فاروقی کاز مانه تفا۔ قافلے میں انصار ومہاجرین کی ایک تعدادتھی ۔حضرت عمر نے ایک شعر گنگنایا۔اس سفر میں صرف ایک عراقی شریک سفرتھا۔وہ بول پڑا: امیر المؤمنین! آپ کے علاوہ کوئی دوسرا بیشعر پڑھے۔حضرت عمررضی اللّہ عنہ نے اس کی بات سے کسی قدر شر ما کراپنی اوٹٹی کو مبميزكيا، يبال تك كموه قافلے ہے آ گے نكل گئے ۔ (كتاب الساع للقيسر اني، ص: ١٣)

چھٹی روایت

خَرَجْنَامَعُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي الْحَجِ الأَكْبَرِ حَتَى إِذَا كَنابِالرَّ وْحَاءِ كَلَّمَ القومُ رِبَاحَ بْنَ الْمُعْتَرِ فِ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ بِغِنَاءِ الْعَرَبِ، فَقَالُوا: أَسْمِعْنَا رِبَاحُ، وَقَصِّرْ عَنَا المسيرَ، قَالَ إِنِي أَفْرَقُ مِنْ عُمَرَ. فَكَلَّمَ الْقُومُ عُمَرَ؛ فقالوا: إِنَّا كَلَّمْنَا رِبَاحًا يُسْمِعْنَا وَيُقَصِّرُ عَنَا الْمُسِيرَ فَأَبَى إِلَّا أَنْ تَأَذَنَ لَهُ ، فَقَالَ لَهُ: يَا رِبَاحُ، أَسْمِعُهُمُ وَقَصِرْ عَنْهُمُ الْمَصِيرَ فَإِذَا أَسْمِعُهُمُ وَقَصِرْ عَنْهُمُ الْمَصِيرَ ، فَإِذَا أَسْحَوْتَ فَازْفَعُ؛ قالَ: وَحدا لَهُمْ مِنْ شِعْرِ ضِرَارِ بْنِ الْخَطَّابِ، فَرَفَعَ عَقِيرَتَهُ يَتَغَنَى وَهُمُ مُحْوِمُونَ - (اماديث شَامَ بناماره مدیث:۱۲۱م:۲۳۸)

ہم حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ جج اکبر کے لیے نکلے۔ جب ہم مقام روحاء میں پنچے ،لوگوں نے رباح بن معترف سے نغہ ہمرائی کی گزارش کی۔ بیابل عرب البحض روایتوں میں عرب کی جگداعراب ہے] کے نغمات بڑی خوب صورت آ واز میں گا تا تھا۔ شرکا ہے سفر نے کہا کہ اب ذرا کچھ نغمات سناؤ تا کہ ہماراسفر آ سان ہو۔ رباح نے کہا: ججھے سیدناعمر سے ڈرلگ رہا ہے۔ اس کی بیہ بات می اور کہا کہ ہم لوگوں نے رباح سے نغہ سرائی کی گذارش کی تا کہ سفر پھھ آ سان ہو، لیکن وہ آپ کی اجازت کے بغیراس کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمر نے اسے مخاطب کر کے کہا: رباح! انہیں پچھ سنا دواور ان کا سفر آ سان کر و۔ البتہ جب صبح ہوجائے تو نغہ سرائی بند کردینا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعدر باح ضرار بن خطاب کے اشعار بلند آ واز سے گانے لگا۔ اس وقت پورا قافلہ احرام پوش تھا۔

اس روایت کوشخ ہشام بن عمار نے اپنے مجموعے میں نقل کیا ہے، جنے پہلی بارڈ اکٹر عبداللہ

بن و کیل اشیخ استاذ جامعۃ الا مام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ 1999ء

میں دار اشیبلیا سے شائع کیا ہے۔ ہشام بن عمار؛ امام بخاری ، ابوداؤد ، نسائی اور ابن ماجہ کے شخ

ہیں ۔ علامہ خطابی شخ ابوسلیمان حمد بن محمد بستی نے بھی اسے اپنی شہرہ آفاق تالیف غویب المحدیث

میں اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ بیاور اس قسم کے کلام جن پرغنا کا
میں اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ بیاور اس قسم کے کلام جن پرغنا کا
اطلاق ہوتا ہے ، ان کے تعلق سے حضرت عمر کوئی حرج محسوں نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ بیتو محض حدی خوانی ہے ، جوسفر کوآسان کرتی ہے ، اونٹ کو مہیز کرتی ہے اور شرکا سے سفر کوفر حت بخشق ہے۔ (۱)
مدک خوانی ہے ، جوسفر کوآسان کرتی ہے ، اونٹ کو مہیز کرتی ہے اور شرکا سے سفر کوفر حت بخشق ہے۔ (۱)
مذکورہ دونوں احادیث کے راوی ثقہ ہیں ۔ علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر قبیر انی ، جنہوں

⁽١)فهذا وما أَشْبَهُه مِمَّا يُذْعى غِناء لم يَرَ بِهِ عُمَز بأُسًا ولم يَرَ فيه إثمًا لأنّه حُداءً يُقَصِّرُ المسير ويحثُ المَطيّ ويُخَفّفُ عَنِ المسافِر . (غريب الحديث للخطالي: ١٨٥٨)

نے ان دونوں کواپنی کتاب انسماع میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان میں پہلی والی روایت صحت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے کوئی چیز مٹھی میں پکڑلی گئی ہو۔ کَالاَّ عَدِنہ بَالْیَادِ۔ جِب کہ دوسری روایت اس سے بھی واضح ترہے۔ (کتاب انسماع، ۳۲)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غنا کی جابائی روایت اسلام کے بعد کلیۂ ختم نہیں ہوگئ سے پاک تھی، بلکہ غنا سے صرف جاہلانہ عناصر ختم ہوئے تھے۔شرک و بت پرسی و ہوں ناکی سے پاک شاعری کا غناعہد رسالت کے بعد بھی باقی رہا۔ یہاں تک کہ عہد فاروقی میں، امارت فاروقی میں چلئے والے قافلۂ حج میں بھی لوگ خوش گلوؤں سے فرمانشیں کر کے بادینشینوں کے اشعار ترنم اور خوش آوازی سے سنتے تھے اور دلچیپ بات یہ کہ حضرت عمر جیسا خلیفۂ راشد بھی ان صاحبان سماع میں بھیدشوق ورغبت شامل تھا۔ حدتویہ ہے کہ اگر جاحظ کی روایت کو درست مانا جائے تو خلیفۂ ثانی مصرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے جب بھی کوئی معاملہ پیش ہوتا، آپ اس سے متعلق کوئی مناسب شعر پڑھو دیتے۔ (البیان والتہ بین : / ۲۰۳۳)

اس سے حضرت عمر فاروق کے ذوق شعروشن کا بخو بی اندازہ ہوتا ہے۔ سابق روایت اور دیگر روایات سے ریم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کوسفر میں حدی خوانی پیند تھی۔ وہ شتر بانوں سے ان کے نغمات فرح وانبساط ساعت کرتے ، البتہ اس کے ساتھ انہیں ریہ پیند نہیں تھا کہ ان نغمات میں نسائیات کا ذکر ہو۔ وہ حدی خوانوں کو با ضابطہ کہا کرتے تھے کہ عورتوں کا ذکر نہ چھیڑو۔ لا تعویض پیڈ کو النبساء۔ یہی قول ان کے صاحب زادے حضرت ابن عمراور دیگر ارباب علم وتقویٰ ؛ وکیع ، زبیری اور چی القطان سے بھی منسوب ہے۔ (۱)

ساتو يں روايت

بیہقی نے یہ بھی قاکیا ہے کہ سیدنا عمر نے کسی مغنی کو صحرامین ترنم ریز پایا تو فر مایا: نغمة وشته مسافر ہے۔الغِناءُ مِن زَادِ الدَّ الحِبِ ۔ (۲)

ابن کثیراورابن جوزی نے نُقُل کیا ہے کہ ایک سفر حج میں لوگوں نے حضرت عمر سے بیشکایت کی کہ فلان شخص حالت احرام میں ہوتے ہوئے بھی نغمہ شنجی کررہا ہے تو سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو؛ کیوں کہ غناز ادمسافر ہے۔ دَعُو هُ فَإِنَّ الْعِنَاءَ ذَا دُالدَّ اکجِب(")

⁽١) اسنن الكبرى للبيبقي، جماع ابواب ما يجتنبه المحرم، باب لا رنث ولافسوق ولا جدال في الحج

⁽٢) اسنن الكبر كلكبيبتى ، جماع ابواب ما يجتنبه المحرم ، بأب لا يضيق على واحد منهما ان تكلم بمالا ياثم فيهن شعراوغيره (٣) مندالفاروق ، كتاب الحج، عديث في جواز الحداد في السفر من حج وغيره/ منا قب اميرالمؤمنين عمر ، باب: • ٢

اس خبر كراوى اسامه بن زيدى شاخت ابن كثير نے اسامه بن زيد بن اسلم سے كى ہے اورائے مختلف فيه بتايا ہے، جب كه عبدالسلام بن محسن آل عيسى كا خيال ہے كداس كے تمام رجال ثقه بيں، سوائے اسامه بن زيد كے د پھراسامه بن زيد كے تعلق سے يہ بھى ممكن ہے كہ بياسامه بن زيد كتي ہوں، جو ثقہ بيں والبتہ اگر بياسامه بن زيد بن اسلم بين تو يہ ضعيف بيں و دراسة نقديه في الممرويات الواردة في شخصية عمر ابن الحطاب و سياسته الادارية)

آ تھویں حدیث

عن خَالِدِ بْنِ أَبِي بَكُرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بن عَمر ابْن الْخَطَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرَ. قَالَ: كُنْتُ أُحِسُ مِنْ نَفْسِي بِحُسْنِ صَوْتٍ، وَكَانَ صَوْتُ سَالِم بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ سَالِم بْنِ عَبْدِ اللهِ كَنْ عَلَا اللهِ بْنُ عُمَرَ اللهِ بْنُ عُمَرَ الحُدُو احَتَى أَسْمَعَ، فَعَنَيْنَا عِبَدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنْ اللهِ بَنْ عُمَرَ رَضِي اللهِ عَنْ أَيْنَا أَحْسَنُ صَوْتًا؟ فَقَالَ: أَنْتُمَا كَحِمَارَ يَ الْعَبَادِي، أَرَادَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِي اللهِ عَنْ فَلْ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ عَمْرَ رَضِي اللهِ عَنْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهَ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ الل

حِمَارَاعَبَادِيّ إِذَاقِيلَ بَيْنَا بِشَرْهِمَايُوْمًا يَقُولُ كِلاهُمَا

خالد بن ابی بکر بن عبید بن عبدالله بن عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ مجھ سے حمزہ بن عبدالله بن عمر نے بتایا کہ مجھے اپنے بارے میں احساس تھا کہ میں خوش آ واز ہوں اور سالم بن عبدالله بن آ واز اونٹ کے بلبلا نے جیسی تھی۔ حمزہ نے کہا کہ میری آ واز تم سے اچھی ہے۔ حضرت عبدالله بن عمر نے بیسنا توفر مایا: حدی خوانی کروکہ میں بھی سنوں۔ ان کے حکم پر ہم دونوں نے شتر بانوں کے نغمی گائے۔ پھر میں نے حضرت والدسے دریافت کیا: ہم میں کس کی آ واز زیادہ آچھی ہے؟ انہوں نغمے گائے۔ پھر میں نے حضرت والدسے دریافت کیا: ہم میں کس کی آ واز زیادہ آچھی ہے؟ انہوں نغمے گائے۔ بھر میں عبدالله بن عمر کا اشارہ شاعر کے اس شعر کی طرت ہو۔ حضرت عبدالله بن عمر کا اشارہ شاعر کے اس شعر کی طرف تھا:

''عبادی سے پوچھا گیا کہتم بتا و تمہارے دونوں گدھوں میں زیادہ برا کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: دونوں ہی۔''(کتاب انساع لا بن القیسر انی ہس: ۴۳) اس روایت کوابن عسا کرنے تاریخ دشق میں بھی نقل کیا ہے۔(ا) صاحب تہذیب الکمال نے اس کی روایت کوایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔(۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے صاحبزادگان اور بیتوں کے اندر بھی سماع ونغمہ کا چھاذوق تھا۔ نہ صرف ذوق تھا بلکہ ترنم ریزی ونغمہ

⁽ا) تاريخُ دُشق/ ابن عساكر، حرف الحاء، حمزة بن عبد الله بن عمو (۲) تهذيب الكمال، باب الحاء، من اسمة ترة، حمزة بُن عَبد اللهِ

سنجی میں نوجوانوں میں باہم مقابلے بھی ہوتے اور وہ اپنے بڑوں سے اپنے مقابلے کو فیصل بھی کراتے۔اس روایت سے فقیہ مدینہ حضرت عبداللہ بن عمر کا جہاں ساع نغمہ ثابت ہوتا ہے، وہیں ان کی لطافت طبع، بذلہ نبی اوراپنے صاحبزادگان کے ساتھ حسن مزاح اور دلداری کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کو ایس روایت

عَنعُمرَ بنِ عبدِ العزينِ قَالَ: حَدَّثِنِي أَبِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَوَ وَ أَشْعَبُ يُغَنِّيهِ:

مُغيرِيَةٌ كَالْبَدْرِ سِنَةٌ وَجُهِهَا مُطَهَّرَةُ الْأَثْوَابِ وَالْعِرْضُ وَافِرُ لَهَاحَسَبْزَاكٍوَعِرْضُ مُهَذَّبُ وَعَنْ كُلِّ مَكْرُوهٍ مِنَ الْأَمْرِزَاجِرُ مِنَ الْخَفِرَاتِ الْبِيضِ لَمْ تَلْقَرِيبَةً وَلَمْ يَسْتَمِلْهَا عَنْ تُقَى اللهِ شَاعِرُ فَقَالَ لَهُسَالِمْ: زِدْنِي، فَغَنَاهُ: (اعْمَال القَّلُوبُ لِمُ اللّٰمُ: ١٧٣/١)

عبدالعزیز بن عبدالهطلب سے روایت ہے کہ میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی مجلس میں گیا، جہاں اشعب بیہ نغنے گار ہاتھا:

ا ۔ وہ غیرت والی،جس کے چہرے کی چیک چودھویں رات کے چاندجیسی ہے، اس کا لباس پاکیزہ اورنسب اعلیٰ ہے۔

۲ – اس کا خاندان پاک ہےاوراس کا دامن صاف اور ہرعیب سے منز ہ ہے۔ سا – وہ ان سفید دوشیز اوّل میں سے ہے جو ہر نظر بد سے محفوظ ہیں ، یہاں تک کہ خوف خدا کے سبب کسی شاعر نے بھی انہیں اپنی طرف نہیں رجما یا ۔

پیاشعارس کرحضرت سالم نے کہا: اور سناؤاوراس کے بعداشعب نے مزیداشعارسنا کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے مدنی معاشرے میں بھی خالص عاشقانہ غزلیات کے ساع کا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے مدنی معاشرے میں بھی خالص عاشقانہ غزلیات کے ساع کا

رواج تھا اور پیر ثقافت کوئی اہل ہوئی کی نہ تھی ، اہل تقویٰ کے یہاں بھی اس کا چلن تھا۔ یہی کیا، خود
عہد رسالت میں آپ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن زہیر کے نعتیہ قصا کدو کھے لیجیے،

ان کا آغاز بھی غزلیہ تشبیب سے ہوتا تھا، جس میں حسن وعشق کادکش بیان ہوتا تھا۔ انہی آثار و

روایات کے پس منظر میں بعض فقہانے بہ فرمایا ہے کہ غزلیات میں عورتوں کا ذکر بھی کوئی امر ممنوع

نہیں ، اگر نشانہ کوئی خاص عورت نہ ہو۔ (فقہی حوالے آگے آتے ہیں۔) اگر دل ہوئی اور ہوئی اس سے

پاک ہو یا مجاز کے پردے میں حقیقت کی جلو ہ نمائی ہو، یافن بطور فن کا اظہار ہو، تو بھلا ایس شاعر می

ہمنے اور سننے میں کیا ضرر ہوسکتا ہے؟ بطور خاص اس صورت میں ، جب کہ اس کا سلسلہ سلف سے ہوتا

ہوا عہدرسالت کے مبارک دورہے مربوط ہو۔ دراصل جب ہم زاہدخشک اور فقیہ متقشف بن کر حدیث وسیرت اور تاریخ وثقافت کا مطالعہ کرتے ہیں توجمیں پورانقشہ ہی الٹانظر آتا ہے۔ دسویں روایت

عَنْ أَبِي بَلْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بُنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصُلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَ الْحَوَامِ اللَّهُ فَ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ (ثَالَى النَاحَ اعلان النَاحَ بالصوت) ابو بلج سے روایت ہے ، انہوں نے کہا کہ میں نے محد بن حاطب کو کہتے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال وحرام کا فرق صرف دف اور آواز سے ہوتا ہے۔

میصدیث نکاح کے باب کی ہے۔ جُس کے معنی میہ ہوئے کہ نکاح اور زنا کے پیج دف اور آواز سے فرق ہوتا ہے۔ بعض روایتوں میں دف نہیں آیا ہے، صرف' صوت' آیا ہے، جس کی تفسیرامام احمد نے دف سے ہی کی ہے۔ متعدد محدثین نے صوت کے معنی نکاح کا اعلان ، نکاح کے وقت شور ، نکاح کے وقت غنا اور مبارک باوی کے نغے مراد لیے ہیں۔ بہر کیف! اس حدیث سے بھی ساع نغہ کا ثبوت ماتا ہے۔ بشر طبکہ نغمہ غیر شرعی مضامین پر شتمل نہ ہو۔

گیارہویں روایت

حَدَّ ثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكُوَ انَ ، عَنِ الزُبَيَعِ بِنْتِ مُعَوِّ ذِى قَالَتُ: دَحَلَ عَلَيَ النَّبِيُ صَلَّى الله عَلَيه وَ سَلَّمَ غَذَاةَ بُنِي عَلَيَ ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَ اشِي كَمَجْلِسَك مِنِّي ، وَجُويْرِيَاتْ يَضْرِ بْنَ بِالدُّفِّ ، يَنْدُ بْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَ يَوْمَ بَدْرٍ ، حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ بِالدُّفِ ، يَنْدُ بْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَ يَوْمَ بَدْرٍ ، حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيَ يَعْلَمُ مَا فِي عَدٍ فِلْكُ فَيْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لَيْنَ مَنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَا مِنْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَا لَيْنِي مِنْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَا لَهُ عَلَيْهُ وَسَلَّمَ : لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَ اللهُ عَلَيْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَا لَيْ مِنْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لاَ تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِينَا لِينَ عِلْكُ فَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَقُولِي مَا كُنْتِ اللّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اللهُ عَلَيْهُ وَلِي مَا كُنْ مِنْ اللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ مَا عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللّهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللّهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ اللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللّهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهُ وَلِي اللّهُ عَلَيْكُ اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْكُ اللّهُ عَلَيْكُ اللّهُ عَلَيْكُ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ اللّهُ عَلَيْهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ الللللّهُ الللّ

خالد بن ذکوان نے بیان کیا کہ مجھ سے ربیع بنت معو ذنے بتایا کہ میری شب عروی کی ضبح اللہ کے پیغیبر صلی اللہ کے بیٹر میں اللہ کا مرشد پر میں اور جنگ بدر میں اپ مقتول آبا کا مرشد پڑھ رہی تھیں ۔ اسی دوران ایک ٹرکی نے میں مصرع پڑھا: کل جو بھی ہوگا میر سے پیمبر کو ہے خبر!

اس پراللہ کے رسول صالحتاً آیونم نے فرما یا کہ بینہ پڑھو، جو پہلے پڑھر ہی تھی وہی پڑھتی رہو۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں نہ صرف نکاح سے پہلے اور وفت نکاح ، نغمہ وموسیقی کی روایت تھی، بلکہ شبع وہی کے بعد بھی مسرتوں کا سلسلہ جاری رہتا،جس کومخصوص حدود میں رہتے ہوئے نغمہ وموسیقی سے دوآتشہ رکھا جاتا۔ لطف بیکہ بیسب کچھ پنیم راسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتااور آپ منع کرنے کے بجائے مزید جاری رکھنے کی سند فراہم کرتے۔(۱) تط**بیق وتج**ز ہیہ

غنا کے تعلق سے احادیث و آثار کے مطالعہ و تجزیہ سے بیہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین میں اچھی آ واز اور نغم کی معیوب نہیں ہے۔ شعر گوئی ، نغم بنی ، ترنم ریزی ، رویف و قوافی ، خوش گلوئی و موسیقی سب اپنی ذات میں جائز ومبارح ہے۔ عہدرسالت وعہد صحابہ و تا بعین میں اس کی ثقافت قائم تھی ۔ خصوصاً عید، شادی اور سنر کے مواقع پر اس کاعام چلن تھا۔ بارگاہ رسالت مآب میں تصیدہ نگاری ، فعت گوئی اور سماع نعت ومنا قب کا بھی رواج تھا۔ حضرت عمر کی روایت سے پیہ چلتا ہے کہ وہ شاعری میں عور توں کا ذکر پسند نہیں کرتے ، لیکن یہ ناپسندید گی محض ناپسندیدگی تک ہے ، عدم جوازیا حرمت کی حد تک نہیں ۔ یا اس صورت میں حرمت کے لیے ہے جب کہ شاعری کے ذریعے جوازیا حرمت کی حد تک نہیں ۔ یا اس صورت میں حرمت کے لیے ہے جب کہ شاعری کے ذریعے میں مخصوص عورت کے حسن و جمال کا بیان ہو یا مدح و جو کے لیے سی مخصوص عورت کو موضوع سخن مدائح نبوت بھی خالی نہ تھے۔ چنا نچے صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر کا وہ معروف تصیدہ جس پر مدائح نبوت بھی خالی نہ تھے۔ چنا نچے صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر کا وہ معروف تصیدہ جس پر سیفیم بی مطلبہ السلام نے خوش ہو کر آئیوں اپنی روائے مبارک پیش کی تھی ، جس کے سبب مورخین نے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ (چا دروالا قصیدہ) کہا ہے ، اس کا آغاز ہی 'دئیعا د' نامی خیالی محبوبہ کے حسن و جمال اور ہجر وفراق کے مضطربا نہ ذکر سے ہوتا ہے ۔ فرماتے ہیں:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ مَ مُتَيَمَ إِثْرُهَا لَمُ يُفْدَ مَكْبُولُ سعاد كِفراق پر جی اداس ہے،اس كے شق میں ایسا گرفتار ہے كه فدرید دے كر بھی اس كى رہائی ممکن نہیں۔

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ ظَعَنُوا ۚ إِلَّا أَغَنُّ غَضِيضَ الطَّرْفِ مَكْحُولُ

(۱) اس میں کی بھی تخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت سے ممانعت ہے۔ عمدہ القادی شرح صحیح البخادی (۱) اس میں کی بھی تخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت سے ممانعت ہے۔ عمدہ القادی شرح صحیح البخادی (۱۰۹/۱۷) اس لڑکی کو فہ کورہ قول' وُ فِینَا نَبِی ْ إِلَمْحُ '' سے اس لیے منع فرما یا؛ کیوں کہ آپ سی تنا۔ اور نبی کو اتنا ہی غیب کا انتساب مکروہ ہے؛ کیوں کہ فی الواقع [بلاواسطہ] اللہ کے سواکوئی دوسر اعلم غیب نہیں جانتا۔ اور نبی کو اتنا ہی علم غیب ہے، جننے سے اللہ نام منطلع فرما یا ہے۔ یااس وجہ سے منع فرما یا کہ دف بجانے اور مقتولین کا مرشیہ پڑھنے کے دوران آپ سی تنایق کر جمیل کرنا مکروہ ہے۔ موقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۵/پر صفح کے دوران آپ سی تنایق کے منابق کی طرف مطلقاً علم غیب کا انتشاب ہے، جس کا مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔ حاشیۃ المسندی علی سنن ابن ماجہ (۱/ ۵۸۷)

صبح جدائی، جب اس کا کاروال کوچ کرر ہاتھا، وہ سرمگیں آنکھوں والی، نگاہیں جھکائے گنگناتی جارہی تھی۔

اس کے بعد کے اشعار میں سعاد کے خط و خال کا بھی شاعرانہ و متغز لانہ ذکر ہے۔ متعدد روا بیوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے معاشر سے میں رزمیات، مرثیات اور تہنیات کے ساتھ ساتھ غزلیات کے سننے کا بھی چلن تھا۔ ان سب کے ہوتے ہوئے غنائے نغمہ اور ساع غزلیات کو یکسرنا جائز و ناروا تبجھ نا اور اسے صرف نکاح اور عیدین کے لیے جائز سجھنا، فقہ و تدبر سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ بھلا یہ بھی کیا تفقہ ہے جوا یک چیز کوعیدین اور نکاح کی مناسبت سے جائز کرتا ہے اور دیگر ایام میں اس کو حرام کردیتا ہے۔ ساع نغمہ، بشر طیکہ کفر و شرک یافسق و فجو ر کے ذکر پر شمنل نہ ہو، اگر حرام ہے، توعید اور غیر عید اور نکاح وغیر نکاح کی قید سے آزاد ہوکر حرام ہے اور پر مشمنل نہ ہو، اگر حرام ہے، توعید اور فیر عید اور کاح وغیر نکاح کی قید سے آزاد ہوکر حرام ہے۔ اور پر مشمنل نہ ہو، اگر حوام ہے تو اور دیگر ایام میں ان قیود سے آزاد رہ کر مباح ہے۔

ا حادیث و سیرت سے اس انکشاف کے بعد اب یہ سیحفے میں تاخیر نہیں ہونی چاہے کہ احادیث و آثار میں جہال کہیں نفتے کی ممانعت کا ذکر ہے، اس سے مرادوہ جابلی نغمہ ہے جوایمان و کفر ، محرم و غیر محرم ، نکاح وزنا، شرم وحیا جیسی تمام بند شوں سے آزاد محض نفس پرستی، شہوت رانی اور فسق و معصیت کے لیے تھا۔ ایسانغہ کل بھی حرام تھا اور آج بھی حرام ہے۔ متعدد نصوص کا غنا کی حرمت پروارد ہونا، اس حقیقت کو بھی کھولتا ہے کہ نبوی معاشر ہے میں لفظ غنا کا اطلاق بالعموم اسی معنی فجور پر ہوتا تھا، ایسی صورت میں اس قسم کے جینے نصوص ہیں، ان سے نفس غنا یا مطلق غنا مراذ ہیں ہوگا، بلد غنا کی مذمت پر شتمل تمام ارشا وات و و آثار کوغنائے مذموم و ہجور پر منطبق سمجھا جائے گا، جب کہ غنا کی روایت و ثبوت پر شتمل تمام ارشا وات و روایات کو غنائے مطلق، یا معانی قبیحہ سے پاک یا معانی محمودہ پر شتمل غنا پر محمودہ پر شتمل تمام ارشا وات و

ساع نغمه مذا هب فقها کی روشنی میں

موسوعه فقهيه كويتيه ميں ہے:

''نغمہ کے سلسلے میں فقہا مختلف ہیں۔ بعض نے کراہت تنزیبی کا قول کیا، بعض نے حرام کہا، بعض نے مباح کہا تو بعض نے قلیل وکثیر کا الگ الگ تھم بتایا۔ بعض فقہا نے نغمہ خوال کے اعتبار سے تھم دیا اور مردول اور عورتوں کے نغے کا جداگانہ تھم بیان کیا۔ اس طرح بعض فقہا آلات موسیقی کے ساتھ اور آلات موسیقی کے بغیر نغمہ کے جداگانہ احکام بتائے۔' (موسوعہ فقہیہ ،غناء، تھم الغناء) استماع المی الغناء کے تحت موسوعہ فقہیہ کا بیان حسب ذیل ہے:

د جهرورفقهاساع نغه کودرج ذیل حالات میں حرام بتایا ہے:

الف-جب اس کے ساتھ کوئی امرمنکر لاحق ہو۔

ب-جب کسی واجب دینی جیسے نمازیا واجب دنیوی جیسے اپنے فرائض کی انجام دہی کے ترک کا باعث بن رہا ہو، اگر مستحبات کے ترک کا موجب بن رہا ہوتو پھر سماع نغمہ مکر وہ ہوگا۔

پهرالغناءللترويح عن النفس كتحت ب:

ا گرنغمدامور مذکورہ سے خالی ہوا در محض تفریح طبع کے لیے ہو، تواس سلسلے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی اختلاف ہے۔ جب کہ بعض نے اس کی اجازت دی ہے:

(1) سیدناعبداللّٰدین مسعود نے اسے حرام کہا ہے۔ انہی کے مذہب پرجمہور علمائے عواق، بشمول حضرت ابراہیم ختی، عامر شعبی، حمادین ابی سلیمان، سفیان توری، حسن بھری، علمائے احناف اور بعض حنابلہ بھی ہیں۔

الف تحريم پران كااستدلال اس آيت كريمه سے بنو مِن النّاسِ مَنْ يَشْتَوِي لَهُوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهَ (لقمان: ٢) (بعض لوگ لهو الحديث كى شجارت كرتے ہيں تاكه لوگوں كوراه اللى سے گمراه كريں۔) حضرت ابن مسعوداور ابن عباس نے لہوالحدیث كی تفسیر غناسے كى ہے۔

ب- بید صفرات حدیث ابوا مامہ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وہلم مغنیات کی خرید وفروخت، ان سے کمائی کرانے اور ان کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے۔ نَھی رَسُولُ اللهِ صَلّی الله عَلَیٰهِ وَسَلّم عَنْ بَیْعِ اللّم عَنْ بِی مِد مِی عامر سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اللّه کے رسول صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: ہروہ چیز جس سے انسان تفریح کرتاہے وہ باطل ہے، سوائے تین چیزوں کے؛ گھوڑ سواری، تیرا ندازی اور بیوی سے نازوادا۔

(۲) شوافع ، ما لکیہ اور بعض حنابلہ کا موقف بیہ ہے کہ ساع نغمہ مکروہ ہے اور اگر کسی اجنبی عورت سے ساع ہوتو اشد مکروہ ہے۔

الف-کراہت پر مالکیہ کی دلیل ہیہ کہ میٹل مروءت کےخلاف ہے۔ ب_شوافع کی دلیل ہیہ کہ پیٹل لہوہے۔ ج-امام احمد نے فرمایا کہ فغمہ مجھے پسند نہیں؛ کیوں کہ بیدل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔
(۳) عبد الله بن جعفر، عبد الله بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، اسامہ بن زید، عمران بن حصین ، معاویہ بن ابی سفیان اور دیگر صحابہ، حضرت عطابی ابی رباح، بعض حنا بلہ بشمول ابو بکر خلال، ان کے شاگر دابو بکر عبد العزیز اور شوافع میں امام غزالی نے اسے مباح کہا ہے اور ان حضرات نے اپنے موقف پر نقل وعقل دونوں سے استدلال کیا ہے۔

الف-نصوص حسب ذيل ہيں:

١- عَنْ عَائِشَةَ, قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَ رَسُولُ اللّهِ صَلّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بَعَاثَ, فَاضَطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ, وَحَوَّلَ وَجُهَهُ, وَدَخَلَ أَبُو بَكُورٍ, فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْ مَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النّبِي صَلّى الله عَلَيْهِ وَسَلّمَ, فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلامُ فَقَالَ: دَعْهُمَا, فَلَمَا غَفَلَ غَمَرْتُهُمَا فَخَرَ جَتَا رواه البخارى ومسلم

۲-حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: العِفاؤ رَا الوَ الحَوِر (غنا توشیه مسافر ہے)
۳-بیہ قی نے اپنی سنن میں روایت کی کہ حضرت عمر خوات کا نغمہ سنتے اور جب ضبح
ہوجاتی تو آپ خوات سے فرماتے: خوات! اپنی زبان بند کر لو، اب ضبح ہوگئ ۔
ب- دلیل عقلی

نغمه اگرکسی امرحرام سے آلودہ نہ ہوتو فقط وہ اچھی اور موزون آ واز کا ساع ہے اور اچھی آ واز کا ساع ہے اور اچھی آ واز ہے، اس کے حرام ہونے کی کوئی وجنہیں ہے۔ اس لیے کہ بہتو مسموعات سے قوت سامعہ کا لطف اندوز ہونا ہے، جیسے دیگر محسوسات سے دیگر حواس لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اب رہا یہ کہ نغمہ میں وزن بھی ہوتا ہے تو وزن بھلا آ واز کوترام کیوں کرنے لگا؟ کیا آپ رہایی دیکھتے کہ بلبل کے حلق سے جوموز ون آ واز نکلتی ہے، اس کا سننا حرام نہیں ہے۔ یہی حال انسان کی آ واز کا بھی ہونا چاہیے؛ کیوں کہ حلق توحلق ہے، وہ بلبل کا ہو۔

پھر بیکہ اچھی اور موزون آواز کے ساتھ فہم بھی ہوتواس سے اباحت مزید موکداور سخکم ہو جائے گی۔ اب رہا سے معاملہ کہ غنا دلوں کو جھنچھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور جذبات کو بیدار کردیتا ہے ، تو اگر نغہ سے پیدا ہونے والے جذبات صالح ہول تو بیرتودین میں ایک مطلوب امرہے۔حضرت عمر نے بھی سفر جی میں نغمہ سنا،جس کی روایت گزر چکی۔ جنگ کے موقع پر فوج کو پر جوش کرنے کے لیے صحابہ رجزیات پڑھا کرتے تھے اور کو کی اسے معیوب نہیں سمجھتا تھا۔حضرت عبداللہ بن رواحہ اور دیگر شعرا کی رجزیات مشہور ہیں۔

(موسوعة فقهبيه ، استماع ، انواع الاستماع ، استماع صوت الانسان ، الغناء الكترويح)

موسوعہ فقہ یہ میں ایک عنوان ہے: المعناء لا مو مباح ،اس کے تحت شاوی ،عید ،ختنہ ،کسی غائب کی آمد ،ختم قر آن کی مجلس ،مجاہدین کی روائلی اور حجاج کی روائلی کا دف ،اونٹول کی تشویق اور کام کے دفت نشاط طبع کے لیے ، ماؤل کا بچول کوسلانے یا چپ کرانے کے لیے نغمہ شجی کرنا جمہور علما کے نزد یک مباح بتایا گیا ہے۔ (حوالہ بیابق)

تطبق وتجزبه

عقلی طور پرغور کیجیے توغنا (حسن صوت کے ساتھ کلام موزون کی ترنم ریزی) دوحال سے خالی نہیں ہوگا:

ا - یا تواس کے ساتھ کسی امر حزام کا اجتماع ہوگا۔

۲ – یاکسی امرحزام کااجتماع نہیں ہوگا۔

پہلی صورت میں غنام تفق علیہ طور پر حرام ہے۔ رہی دوسری صورت تو وہ بھی دوحال سے خالی نہ ہوگی:

ا – یا تو اس کے ساتھ کسی امرستحسن ومندوب کا اجتماع ہوگا جیسے ذکر وفکر،حمدونعت، مناقب ومحامد جلس ختم قرآن، حج و جہاد کی تشویق وغیرہ۔

۲ – یا تو اس کے ساتھ کسی امرمستحسن ومندوب کا اجتماع نہ ہوگا، بلکہ محض تفریح طبع اور حصول مسرت کے لیے ہوگا۔

پہلی صورت کے مشخس ہونے میں بھی کوئی شبہہ نہیں ہونا چاہیے، تا ہم صوفیہ کا غنا بھی اسی قبیل سے ہے جس پر بعض اہل علم کوسوال ہے۔اس کی تفصیل بعد میں آتی ہے۔ رہی دوسری صورت تو وہ بھی دوحال سے خالی نہیں:

ا - یا تواس کا ثبوت منصوص ہوگا جیسے شادی ،عید ، نکاح وغیرہ ۔

۲ - یا تواس کا ثبوت منصوص نہ ہوگا، جیسے محض تفریح طبع کے لیے ہماع نغمہ۔ یہی آخری صورت در اصل مختلف فیہ ہے، جس کی تفصیل او پر مذکور ہوئی۔ اسی نغمہ کوا یک طبقۂ علمانے مباح کہا، جب کہ دوسرے نے مکروہ اور تیسرے نے حرام کہا۔ غنائے فرحت وانبساط کو حرام کہنے والوں میں علمائے عراق اور حنفیہ سرفہرست ہیں۔ اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے یہاں احناف کے مذہب پرجھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مذهب حنفي كي تحقيق

علامہ سرخسی نے غنا کو معصیت قرار دیا ہے: (') علامہ علا وَالدین کا سانی نے غنا پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور حاصل کلام میں مطلق غنا کو بھی معصیت کہا ہے ۔ فرماتے ہیں: اگر کسی کو کسی و لیمے میں یا کسی بھی دعوت میں بلا یا جائے اور وہاں کھیل اور غنا ہوتو اس سلسلے میں خلاصۂ بحث رہے ہے کہ الیمی دعوت دوحال سے خالی نہ ہوگی؛ یا تو مدعوان

سطعے میں خلاصۂ مثنت میہ ہے کہ ایس د ہوئے امور سے واقف ہوگا یا واقف نہیں ہوگا۔

اگر مدعوان امورسے واقف ہواورساتھ ہی اسے طن غالب ہو کہ وہ اس لعب وغنا کو روکسکتا ہے تو وہ ایسی دعوت قبول کرناسنت ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وہلم نے فر مایا: جب کوئی کسی و لیمے میں مدعوکیا جائے تو وہ اس میں شریک ہو۔اور محکر کو دور کرنا فرض ہے۔اور اس صورت میں وعوت قبول کرنے میں فرض کی ادائیگی اور سنت کی رعایت دونوں با تیں حاصل ہوں گی۔

اور اگر اسے طن غالب ہو کہ وہ ممکر کو روک نہیں پائے گاتو الی صورت میں بھی دعوت قبول کرنا کہ دعوت قبول کرنا کہ دعوت قبول کرنا مسنون ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر معصیت کا وجود کسی امر خارج کے سب ہوتو اس کی وجہ سے سنت ترک نہ کی جائے گی ۔ کیا تم نہیں و کیھتے کہ اگر جناز ہے کے ساتھ فوحہ اور چاک گریبانی جیسی معصیت ہورہی ہو، پھر بھی جناز ہے کے ساتھ چانا ترک نہیں کیا جائے گا۔ یہی تھم یہال بھی ہوگا۔

ایک قول سیہ کہ بیتھم امام مقند کی کے لیے ہے، جس کا احترام واحتشام کیا جاتا ہو۔ اگر وہ مقند کی نہ ہوتوالی وعوت رو کر وینا اورالی مجلس سے اٹھ جانا زیادہ بہتر ہے۔ اوراگر وہ پہلے سے ان امور سے واقف نہیں تھا اور وہ دعوت میں پہنچ گیا۔ پھر وہاں دیکھا کہ ھیل یا غنا ہور ہا ہے تواگر وہ روک سکتا ہوتو اسے روک دے اوراگراس پر قادر نہ ہوتو کتاب (قدوری) میں بہ ہے کہ ایسی صورت میں اس مجلس میں بیٹھنے اور

⁽١) ويكيهي: المبسوط، كتاب الاجارات، باب الاجارة الفاسدة: ولا تجوز الاجرة على شيء من الغناء والنوح و المبسوط، كتاب الاجارات، باب الاجارة الفاستجارة على المعاصى باطل (٣٨/١٢) و لا تجوز الاجارة على تعليم الغناء والنوح؛ لان ذالك معصية (١٢/١٦) و لا [تقبل] شهادة صاحب الغناء الذي يخادن عليه و يجمعهم (١٣/١٣١)

کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابو حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک بار اس
میں بہتلا ہوا تھا۔ اس کی وجہ ہیہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے او پر ذکر کیا کہ دعوت قبول کرنا
ایک امر سخسن ہے۔ لہذا کسی خارجی سبب سے پائی جانے والی معصیت کے سبب
دعوت ترک نہیں کی جائے گی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کہ اس مجلس میں واخل میں واخل ہونے سے قبل اسے معلوم نہیں تھا۔ لیکن اگر اسے اس مجلس میں جانے سے قبل ہی اس کاعلم ہوتو وہ وہ لی مجلس سے لوٹ جائے اور اس میں واخل نہ ہو۔
ایک قول ہیہ ہے کہ بیتھ مغیر مقتدی کے لیے ہے۔ البتداگر وہ مخص مقتدی ہوتو وہ ایسی مجلس میں خبر بنا علم ودین کی تو ہین ہے میں نہ رکے بلکہ اس سے نکل آئے؛ کیوں کہ ایسی مجلس میں شہر بناعلم ودین کی تو ہین ہے اور سے اگر ان محب اور امام حذیفہ جوالی میں میں اور سے تھے، ان کے اس واقعہ واس بات پر مجمول کیا جائے گا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہوگا ہوتے وہ ہرگر نہیں شہر تے۔ جب وہ ملی الاطلاق مقتدی نہ ہوتے وہ ہرگر نہیں شہر تے۔ جب وہ ملی الاطلاق مقتدی نہ ہوتے وہ اگر وہ مقتدی ہوتے تو ہرگر نہیں شہر تے۔ جب وہ ملی الاطلاق مقتدی نہ ہوتے والاستِ ما الیو منیفہ نے اس کا سننا بھی معصیت ہے۔ ای طرح اس کا سننا بھی معصیت ہے۔ کیا تم نہیں د کھتے کہ امام ابو حذیفہ نے اسے اہتلا سے تعبیر کیا ہے؟ (بدائع الصنائع ، کیا الاستوسان ، ۵ / ۱۲۸)

تقریباً یہی تھم صاحب ہدا ہینے بھی لکھا ہے۔(')ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ نغمہ، نوحہاوراسی طرح دیگرامورلہو کا اجارہ جائز نہیں ؛ کیول کہ بیمعصیت کا اجارہ ہے اور معصیت ،عقد سے ثابت نہیں ہوتی۔(۲)المحیط البرہانی میں ہے:

اگرلعب اورغناوسر خوان پر ہوتو ایک صورت میں وہاں بیٹھنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے : فَلَا تَقْعُلُ بَعُدَ الذِّ كُرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (الانعام: پاک کا ارشاد ہے : فَلَا تَقْعُلُ بَعُدَ الذِّ كُرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (الانعام: ۱۸۸) اور اگرلعب وغنا گھر میں ہورہا ہوتو ایک صورت میں وسترخوان پر بیٹے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ قدوری میں جومسلہ ہے ، اس کا محمل یہی ہے۔ اور ایک قول میرے کہ بیتھم صاحب حشمت و تمکنت کے لیے ہے ؛ کیوں کہ لوگ اس

⁽١) الهدايية كتاب الكراصة فصل في الاكل والشرب

⁽٢)لا يجوز الاستئجار على الغناء والنوح، وكذا سائر الملاهي؛ لأنه استئجار على المعصية والمعصية لاتستحق بالعقد (الهداية، كتاب الكرامية ، فصل في الكل والشرب)

کے وقار وتمکنت کے سبب غنا سے باز آ جا نمیں گے۔ (المحیط البر ہائی ، فصل ۱۸)

علامہ کا سانی ایک جگہ اور لکھتے ہیں کہ نغہ اور نوحہ منوع ہے اور نغہ اور نوحہ کی کتابت ممنوع نہیں ہے۔ (ا) غنا کے سلسلے میں خود امام محمہ نے السیر الکبیر میں حضرت انس بن مالک کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض صحابہ خلوت میں نغہ شخی کیا کرتے تھے، جب کہ بعض حضرات اسے ناپیند بھی کرتے تھے۔ افسوس اس کا ہے کہ خود امام محمد نے اس روایت پرکوئی گفتگونہیں کی ہے، نہ اس سے پچھا شدلال کیا ہے۔ تاہم السیر الکبیر کے شارح شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی (۸۳ میرہ سے پہلے امام محمد کی وہ روایت دیکھیے:

عَنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكِ - رَضِيَ اللهَ عَنْهُ - أَنَّهُ دَحَلَ عَلَى أَخِيهِ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكِ وَهُوَ يَتَغَنَى فَقَالَ: أَخْشَى أَنُ أَمُوتَ عَلَى فِرَ اشِي وَقَلْ قَتَلْتُ وَهُوَ يَتَغَنَى فَقَالَ: أَخْشَى أَنُ أَمُوتَ عَلَى فِرَ اشِي وَقَلْ قَتَلْتُ سَبَعَةً وَسَنِعِينَ مِنُ الْمُشْرِكِينَ بِيَدِي سِوَى مَا شَارَكُ فيهِ الْمُسْلِمِينَ. حضرت انس بن ما لک سے روایت ہے کہ آپ اپنے بھائی براء بن ما لک کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ نغہ شنی میں مصروف ہیں ۔ ید کی کھر حضرت انس نے کہا: آپ نغہ شنی فرمارہے ہیں؟ جواب میں حضرت براء نے فرمایا: مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ میں اپنے فراش پر ہی لقمۃ اجل نہ بن جاؤں ، حالال کہ میں نے تنہا خدرشہ ہے کہ میں اپنے اور جن کے قبل میں دوسرے مسلمان بھی شریک رہے ہیں وہ الگ ہیں۔ (۱)

اس کی نثرح میں امام سرخسی نے حسب ذیل مسائل اخذ کیے ہیں: ا – اس سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں دفع وحشت کے لیے نغمسنجی درست ہے۔ ۲ – حضرت انس نے اس پر جمرت کا اظہار کیا،جس کے بعد حضرت براء نے وضاحت کی،جس کا حاصل بیتھا کہ ان کی نغمہ شجی بطور لہو وغفلت کے نہیں، بلکہ ایک اچھی نیت سے تھی اور وہ دفع وساوس وخطرات کی نیت تھی۔

٣- اس سے معلوم ہوا کہ اس قدر نغمہ شنجی درست ہے۔البتہ اگر نغمہ شنجی از راہ لہو ہوتو وہ

كروه بوگا، جيباكه الله كرسول صلى القدعليه وسلم في فرمايا: أَنْهَا كُمْ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتُ الْغِنَاءِ فَإِنَّهُ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ، وَخَمْشُ الْوُجُوهِ وَشَقُّ الْجُيُوبِ رَنَّةُ الشَّيْطَانِ ـ (ملخصاً، شرح السير الكبير، باب لمبارزة، ا/ ٢٢)

امام محمد کی مذکورہ بالا روایت اور شمس الائمہ سرخسی کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ علائے احتاف کے بیہاں جو مطلق غنا کی حرمت منقول ہے، مقام تحقیق میں وہ مطلق ہو کر بھی مقید ہے۔ وفع وحشت اور دفع وساوس کے لیے بلا قصد لہو جواز نغمہ کا قول اسی حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ امام محمد نے الجامع الصغیر میں امام ابو حنیفہ سے دعوت ولیمہ سے متعلق جوروایت نقل کی ہے، اس سے بھی اس خیال کو تقویت ملتی ہے۔ وہ روایت حسب ذیل ہے:

رجل دعى إلَى وَلِيمَة أَو طَعَام فَو جدَهُنَاكُ لعباً أَو غناء فَلا بَأْس بِأَن يقْعد وَيَأْكُل، قَالَ أَبُو حنيفَة رضى الله عَنهُ ابْتُلِيتُ بِهَذَا مرّ قـ (الجامع الصغير، كتاب المرزارعة ، مسائل من كتاب الكراهية لم تشاكل ما في الأبواب) كَن شخص كو وليم يا كهاني كي دعوت بربايا كيا، وبال اس نے لهو وثقم موتا موا و يكما ، تو وبال بيمن اور كهاني ميں كوئى حرج نہيں ۔ امام ابوضيفي فرماتے ہيں: ايك ماريس بھي اس ميں مبتلا مواقها۔

بظاہراس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک غنامباح ہے۔ زیادہ سے زیادہ سے نیادہ سے بھے البتہ حرام نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے کہ وہ غناوالے ولیمہ میں بیٹھنے اور کھانے کی اجازت دیے اجازت دیتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سجھتے۔ اگر وہ غنا کو حرام سجھتے توہر گزاس کی اجازت نہ و سیتے ۔ رہاان کا ہے کہنا کہ 'ایک بار میں بھی اس میں مبتلا ہوا تھا'' تو اس سے زیادہ سے زیادہ خلاف اولی ، خلاف مروت یازیادہ سے زیادہ مروہ ہونا ثابت ہوتا ہے ، نہ کہ حرام ؛ کیوں کہ اس میں حرام کا پہلو جونکل سکتا تھا، لا بَانِّس بِنَان یقْعدوَ یَا مُنکل کہہ کراسے پہلے ہی رد کر چے ہیں۔

تاہم عام فقہائے حنفیہ جوغنا کو مطلقاً حرام سجھتے ہیں، وہ امام صاحب کے مذکورہ قول ابتغلیث سے غنا کی حرمت پر استدلا کرتے ہیں اور اس سوال کے جواب میں کہ پھرامام صاحب ایسی مجلس میں بیٹھے کیوں رہے، اٹھ کر چلے کیوں نہیں آئے؟ وہ بیہ کہتے ہیں کہ ایسااس لیے کہ وہ باوقار مقتدا شے اور ان کوامید تھی کہ ان کی وجہ سے غنا بند ہوجائے گا۔ (۱) یا اس لیے کہ بیوا قعدان کے مقتدا بننے سے پہلے کا ہے اور عام آدمی کے لیے ایسی دعوت میں شرکت کی اجازت اس لیے ہے کہ

دعوت قبول کرناسنت ہے اور پہال جونزانی پیدا ہوئی ہے، وہ دعوت میں نہیں، بلکہ ایک خارجی امر میں ہے اور کسی امرخارج میں معصیت پیدا ہوجانے کے سبب اصل سنت کور کنہیں کیا جائے گا۔
فقہا کے احناف نے مزید کہا کہ اگر غناد ستر خوان پر ہی ہور ہا ہوتو پھر آ دمی کو وہاں سے اٹھ جانا چاہیے ۔غور پیجی توفقہا کی میساری توجیہات، تا ویلات پر بہنی معلوم ہوتی ہیں، جس کی حاجت اس لیے پڑی ہے کہ عام فقہا کے احناف نے غنا کو حرام مان لیا ہے۔ یہاں تک کہ علامہ کا سانی نے بدائع الصنائع (کتاب الاستوسان) میں اور علامہ بدر الدین مینی نے البنا بیشر ح ہدا مید (کتاب الکراھیة ،فصل فی الاکل والشرب) میں صاف کھے دیا: اِنَّ مُحَوَّدَ دَ الْعِنَاءِ وَ الْإستِ مَاعِ اللّٰهِ مُعصِيت ہے) اسی طرح مغنی اور مغنیہ کو فقہا ہے الکی واحد اس کا ساع بھی معصیت ہے) اسی طرح مغنی اور مغنیہ کو فقہا ہے۔ الکیونہ نے مردووالثادۃ کہا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نغمہ اور نغمہ شجی بھی فت و معصیت ہے۔ (المحیط ،کتاب الشہادات ،فصل سوم)

او پرامام سرخسی کی شرح السیر الگییر سے گزرا کہ غنا کر وہ اس وقت ہے جب از راہ لہوہو۔

یہ بات انہوں نے حدیث براء بن ما لک کی شرح کے ذیل میں کہی ہے۔ اس حدیث کے ذیل
میں علامہ برہان الدین ابن مازہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے جو اشعا پڑھ رہے تتے وہ وعظ وحکمت
پر ششمل رہے ہوں ، حقیقت میں غنانہ ہو؛ کیول کہ غنا کا اطلاق جس طرح معنی معروف پر ہوتا ہے،
اسی طرح دوسرے معانی پر بھی ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: (مَن لَم يَتَغَفَّنَ بِاللهُ وَلَمَ مِنْ سِنْ بِیسِ) اسی قبیل سے ہے۔
بالله قِلْ اللهِ فَلَيْ سَنْ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ مَا اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ علیہ وسن اس اس قبیل سے ہے۔
الله علیہ الله اللهِ مانی ، کتاب الشہاوات ، فصل سوم)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے احناف جو مطلق غنا کو حرام یا کر وہ کہدر ہے ہیں، ان کی مراد غنا سے مطلقاً اشعار کی فغملی و ترنم ریزی نہیں ہے، بلکہ وہ غنا ہے جوان کی اصطلاح میں معروف ہے۔ گو یا فقہائے احناف جب غنا بولتے ہیں تو اس سے ایک متعارف و معروف مفہوم مراد لیتے ہیں تو اس سے ایک متعارف و معروف مفہوم مراد لیتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کی مراد غنا سے وہ غزلیات ہے جس میں حسن و عشق اور بادہ و ساغر کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ علامہ بر ہان الدین ابن مازہ فر ماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت براء بن مالک جو اشعار پڑھ رہے تھے وہ حکمت و موعظت پر مبنی ہوں اور مبارح اشعار ہوں۔ اب ان کے مقابل و ہی اشعار رہ جاتے ہیں جن کا تعلق حسن و شباب سے ہو اور جو فتی ومعصیت کی وادیوں سے گزرر ہے ہوں۔ تا ہم غزلیات کی حرمت بھی مطلقاً نہیں ہے۔ پر تقصیل گزر بھی کے تھا گئے آگے آتی ہے۔

اسی طرح جن فقہائے احناف نے غنا کواز راہ لہومنع کیا ہے، ظاہر ہے کہ لہوسے ان کی

مرادوہ غفلت ہے جوت سے غافل کرنے والی ہو۔ شرک و کفر اور کبائز۔ وَمِنَ النَّالِسِ مَنَ يَشْتَدِي لَيُهِ الْحَتِيثِ لِيُصْتَلَى عَنْ سَبِيلِ اللَّه سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ رہاوہ غنا جوذکر کے لیے ہو، حمد وثنا اور نعت و منقبت کے لیے ہو، وہ منتثی ہے، اسے لہونہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح تفریح طبع یا خوشی کے مواقع پراظہار مسرت کے لیے غناسنا تو وہ بھی لہونہیں ہے، اس پرلہوکا اطلاق مجازاً ہے، یالہوتو ہے مگر ہرلہو مطلقاً حرام نہیں ہے، جس کی طرف مذکورہ بالا آیت اشارہ کرتی ہے۔ مزید ہے کہ بعض آیات میں یوں تو پوری دنیوی زندگی کو لہو ولعب کہا گیا ہے۔ (۱) اگر مطلقاً لہو حرام ہوتو پھر پوری زندگی حرام ہوجائے۔ ثابت ہوا کہ لہو ممنوع وہ غفلت ہے جو خدا ورسول کے انکار پر بنی ہو، یا ذکر فرض سے غفلت پر مبنی ہو، یا امور حرام میں تلوث اور انہاک پر مشتمل ہو، یا پھر واجبات ۔ عبا دات ومعاملات ۔ کے ترک پر شتمل ہو،

اب تک کی گفتگو سے واضح ہو گیا کہ ائمہ ثلثہ حنفیہ کے بہال غنا کا جواز ثابت ہے۔مذکورہ شواہد کے سوامزید چند شواہد ملاحظہ سیجیے:

ا - تذکره تحدونیه میں فقد پر گفتگوکرتے وقت امام ابوحنیفہ کے گنگنانے کا ذکرہے۔ (۲)

۲ - علامہ ابن جوزی نے بحر الدموع میں ،عبد والواحد مراکشی نے المحجب فی تلخیص اخبار المغرب میں ، احلیدی نے نوادر الخلفاء میں ،عبد الرحن مقدی نے الثاریخ المعتبر فی انباء من غبر میں ،حسین صیمری نے اخبار البی صنیفة واصحابہ میں ،خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ، ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں (۳) اور ویگر بے شار تذکرہ نگاروں نے کھا ہے کہ کوفیہ میں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں (۳) اور ویگر بے شار تذکرہ نگاروں نے کھا ہے کہ کوفیہ میں

(١) وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوْ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (عَكُوت: ١٣) اعْلَمُوا أَثْمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوْ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَعَلِ عَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَقَرًا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَعْفِرَةٌ مِنَ اللَّهُ وَرِضُوَانُ وَمَا الْكَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَا مَتَاعُ الْغُرُور (حديد: ٢٠)

(٣) وكان أبو حنيفة يلحن فسمعه أبو عمروبن العلاء يتكلّم في الفقه ويلحن (التذكرة المحمدونية: ٢٢١/ ٢٥) (٣) بحر الدموع، ص: ١٢٥ أفصل: ٢٨/ المعجب في تلخيص أخبار المغرب و لاية الحكم المنشئة فصر ، ص: ١٢٥ / أوادر الخلقاء، ابتداء المدولة العباسية , أبو حنيفة و جاره الإسكافي ، ص: ٢٨٥ / المنشئة فصر ، في انباء من غبر ، حرف النول ، ٣ / ٣٠ ١ / اخبار الي حنيفة واصحاب ، فذكر ما زوي في حسن جو الأبي حنيفة رَضِي الله عَنه / تاريخ بغراد ، النعمان بن ثابت , ما ذكر من و فور عقل أبي حنيفة و فطنته وتلطفه ، ١٥ / ١٥ / ١٩ / وفيات الاعيان ، حرف النون ، الامام الوصنيفة ، ١٥ / ١٥ / ١٩ امام ابوحنیفه کا ایک جوتا ساز پڑوی تھا،سارا دن کام کرتا تھا اور رات کو جب گھر آتا تو گوشت یا مچھلی کے کرآتا، اسے پکاتا اور اس کے ساتھ شراب پینے لگتا، جب مست ہوجا تا تو بلند آواز سے گانا شروع کردیتا:

أضَاعُونِي وَاَيَ فَتَى أَضَاعُوا لِيُومِ كَرِيهَةٍ وَسَدَادِ ثَغْوٍ

(انہوں نے مجھے برباد کردیا اور پچ ہیہے کہ ایک ایسے جوان کو برباد کردیا جو جنگ میں ان کے کام آتا اور سرحد کی حفاظت کرتا۔)

اسی شعر کی تکرار کرتے سوجا تا۔امام حنیفہ رات بھر تبجد پڑھتے۔ایک رات جب اس کی آ واز نہیں آئی تواس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔لوگوں نے بتایا کہاسے پولس والے گرفتار کرکے لے گئے اور ابھی وہ قید خانے میں ہے۔امام صاحب دوسری صبح امیر شہر کے گھر گئے اور امیر شہر سے اس کی آ زادی کی سفارش کی۔امیر نے امام صاحب کے اکرام میں ان تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا جواس رات گرفتار ہوئے تھے جس رات وہ جوتا سازگرفتار ہوا تھا۔

(مدارج النبوة: ١/٥٣٨،٢٣٣)

ان تمام شواہد سے قطع نظر بعض ابل علم امام اعظم سے غناسے متعلق ریجی نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب غنا کو کہا ئر میں شار کرتے تھے۔علامہ ابن قیم الجوزیہ کھتے ہیں:

قال[الطرطوشي]: وأما أبو حنيفة فإنه يكره الغناء, ويجعله من الذنوب, وكذلك مذهب أهل الكوفة: سفيان, وحماد, وإبراهيم, والشعبي, وغيرهم, لا اختلاف بينهم في ذلك, ولا نعلم خلافًا أيضًا بين أهل البصرة في المنعمنه.

قلت: مذهب أبى حنيفة في ذلك من أشد المذاهب، وقوله فيه أغلظ الأقوال، وقد صرح أصحابه بتحريم سماع الملاهي كلها، كالمِزْ مار، والدّف، حتى الضرب بالقَضيب، وصرحوا بأنه معصية، يوجب الفسق، وتُودُ به الشهادة. وأبلغ من ذلك أنهم قالوا: إن السماع فسق، والتلذذ به كفز. (اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان، ح:۱، باب: ۱۳، ص:۲۷۷) طرطوش ن كها كه ام ابوحنيف غن كوناجا رئيم محصة بين اورات مناه شاركرت بين والل كوف، حضرات سفيان، حماد، ابرائيم، شعى وغير جم كا بهى يهى مذهب ہے۔ اس الل كوف، حضرات سفيان، حماد، ابرائيم، شعى وغير جم كا بهى يهى مذهب ہے۔ اس سلم ميں ان كاكوئى اختلاف تبين الى طرح اس سے ممانحت كے تعلق سے الل

بصره کے کسی اختلاف سے بھی ہم ناوا قف ہیں۔

میں شبحتنا ہوں کہ اس تعلق سے امام ابوحنیفہ کا مذہب سب سے زیادہ سخت ہے اور ان کے قول میں سب سے زیادہ شدت ہے۔ ان کے اصحاب نے تمام تر اسباب لہو مثلاً بانسری، دف، یہاں تک کہ ڈھول پیٹنے کو بھی بہ تصریح حرام کہا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ بیسب معصیت ہے، جو موجب فسق اور باعث تر دید شہادت ہے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ انہوں نے بیر کہا کہ ساع فسق ہے اور اس سے تلذذ کفر ہے۔

الموسوعة الميسرة نيتويهال تك لكهوديا:

كَرِهَ اَبُو حَنِيفَةَ الغِنَاءَ وَعَدَّه مِنَ الذُّنوَبِ؛ قَالَ الغِنَاءُ مِن اَكبرِ الذُّنوبِ الَّتِي يَجِبُ تَركُهَا فَورًا ـ (١)

امام ابوصنیفہ نے نٹمہ کو ناجائز کہااور اسے معصیت بتایا۔ فرماتے ہیں کہ ساع نٹمہ ان کہائز میں سے ہے جن کافی الفورترک واجب ہے۔

علامدابن قیم کی بہت می باتیں درست ہیں تاہم یہ کہنا کہ امام صاحب کے اصحاب نے تمام ملاہی کی تحریم کی صراحت کی ہے اور نفس ساع کوفسق کہا ہے، اسے ملی الاطلاق سمجھنا قابل غور اور حوالہ طلب ہے۔ اسی طرح موسوعہ مذکورہ کی بات جب تک کسی سابق معتبر حوالے سے ثابت نہ ہوجائے، اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اسی طرح بعض مخالفین غنانے یہاں تک لکھ دیا کہ امام صاحب کا فرمان ہے: نغم تمام اویان میں حرام ہے۔ (۲)

بہرکیف!اس میں شہبہ نہیں کہ غنا کی حرمت کا قول صریح ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے نہیں ماتا، بلکہ ان کے اقوال واعمال سے غنا کی اباحت ثابت ہوتی ہے، یازیادہ سے زیادہ کراہت، البتہ ان کے بعد اکابر علائے حنفیہ اور شارحین مذہب حنفی نے اس کراہت کو کراہت شدید، پھر حرمت برمحمول کردیا۔

اس سیاق میں امام سرخسی (۴۸۴ھ)،علامہ کا سانی (۵۸۷ھ)،صاحب ہدایہ علامہ مرغنیانی (۵۹۳)علامہ برہان الدین ابن مازہ (۲۱۲ھ)اور علامہ عینی (۸۵۵ھ) کے ارشادات وعبارات او پرمذکور ہو چکے۔

⁽١) الموسوعة الميسر ة في الإحكام والآداب ص: ٣٧٨

^(*) الْغِنَاءُ حَرَا هُ فِي جَمِيعِ الأَدْيَانِ: حَكُم الْعُناءُ عَمْدالاَئمَة الاربعة.www.traidnt,net/vb/traidn+458582

فقهائ احناف كي تفصيل

مخفقین فقہائے حنفیہ نے غنا کے مسکلے میں تفصیل کی ہے، مثلا:

ا - علامه فخرالدين زيلع حنفي، (٣٣٠ ه ه) لكھتے ہيں:

''وعظ وحکمت پرشم تمل شعر پڑھنا بالا تفاق جائز ہے۔ اسی طرح شعر کے اندرکسی وفات یا فتہ متعین عورت کا ذکر ہوتو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ متعین اور حیات یا فتہ عورت کا ذکر ہوتو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ نے شاوی میں غنا کو جائز کہا ہے۔ کیا بینہیں و کیھتے کہ شاوی ملرح بعض مشائخ نے شاوی میں غنا کو جائز کہا ہے۔ کیا بینہیں۔ خود اللہ کے کے موقع پر اعلان نکاح کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ خود اللہ کے رسول سائٹ آپیلم نے فرما یا: اَعلِنُوا النِّنِکَاحَ وَ لَو بِاللَّهُ فِ ۔ (تکاح کا اعلان کرو، اگر چہدف سے ہی کیوں نہ ہو۔) بعض مشائخ اس بات کے قائل ہیں کہ شاعری اگر چہدف سے ہی کیوں نہ ہو۔) بعض مشائخ اس بات کے قائل ہیں کہ شاعری سکھنے کے لیے اور فصاحت کلام پر قدرت کے لیے نغم شبخی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ بعض مشائخ نے اسے مطلقاً مکروہ کہا ہے، جب کہ بعض نے اسے مطلقاً مباح کہا ہے۔ ' (تعیین الحقائق، شرح کنزالد قائق: ۲۲۲/۳، کتاب الشہادة، مطلقاً مباح کہا ہے۔ ' (تعیین الحقائق، شرح کنزالد قائق: ۲۲۲/۳، کتاب الشہادة، باب من قبل شہادتہ وہ من لاقعیل)

۲ – علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) نے بھی یہی لکھا ہے اورا سے ذخیرہ، فمآویٰ قاضی خان اور جامع المحبوبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (البناریشر 7 البداریہ: ۸۹/۱۲) کتاب الکراھیۃ فصل الاکل والشرب) ۳ – علامہ زین الدین ابن مجیم مصری (۴۷۰ھ) ککھتے ہیں:

اس سے ظاہری ہی ہے کہ تغم گناہ کبیرہ ہے، اگر چدو دسروں کوسنانے کے لیے نہ ہو، بلکہ دفع وحشت کی خاطر صرف اپنے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ یہی شیخ الاسلام [خواہر زاده] کا قول ہے؛ کیوں کہ وہ مطلقاً منع کے قائل ہیں اورامام سرخسی اس نغمہ کومنع کرتے ہیں جو برسبیل لہوہو، جب کہ بعض علما ہے احناف صرف شادی اور ولیعے میں اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض محض دفع وحشت کے لیے صرف اپنی ذات کوسنانے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس طرح بعض فن شاعری اور فصاحت کلام سکھنے کی غرض سے جواز نغمہ کے قائل ہیں۔ اس طرح بعض فن شاعری اور فصاحت کلام سکھنے کی غرض سے جواز نغمہ کے قائل ہیں۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: 24/ ۸۸، باب من تقبل شہادتہ و من لا تقبل) معقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین ابن البمام خفی (۱۹۸ھ) کصح ہیں: دفع وحشت کے لیے اور سماع ذات کے لیے نغمہ سرائی کے سلسلے میں مشائح خفنیہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے غیر مکر وہ وہ نغمہ ہے جو بطور لہو ہو۔ ان کا اختلاف ہے۔ بعض نے غیر مکر وہ وہ نغمہ ہے جو بطور لہو ہو۔ ان کا

استدلال حضرت انس بن مالک والی روایت سے ہے کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے جورسول الله سائٹائیا ہے نے اہد صحابہ میں سے تھے۔ دیکھا کہ نغمہ سنجی فرمارہے ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی کا یہی مذہب ہے۔

اس کے برخلاف بعض مشائخ غنا کو بہر صورت مکروہ کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ کا یہی مذہب ہے۔ بید حضرات، حضرت براء بن مالک والی روایت کواس خواہرزادہ کا یہی مذہب ہے۔ بید حضرات ، حضرت براء بن مالک والی روایت کواس پر محمول کرتے ہیں کہ وہ حکمت وموعظت پر مشتل مباح اشعار گنگنا رہے تھے۔ چوں کہ لفظ غنا جس طرح اپنے متعارف منہوم میں استعال ہوتا ہے، اسی طرح اس کے علاوہ غیر متعارف مفہوم میں بھی استعال ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول سائٹی آئی بی مفہوم میں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ مَن لَم یَتَعَنَّ بِاللّٰهُ وَآنِ فَلْکُ مِنْ مِنْ کُونَ حَرج نَہیں۔ مَن لَم یَتَعَنَّ بِاللّٰهُ وَآنِ فَلْکُ مَن مِنْ کُونَ حَرج نَہیں۔

اس سے ہمیں بیمعلوم ہوا کہ نغمہ کرام وہ ہے جوغیر شرعی معانی پر شتمل ہو۔ مثلاً کسی زندہ مرد یا عورت کے اوصاف پر مشتمل ہو۔ (۱) شراب کا ایسا ذکر ہو جوشراب کی طرف داعی ہو، اس میں شراب خانوں اور فسق کے اڈوں کا ذکر ہو، کسی مسلم یا ذمی کی ہجو کی گئی ہواور شعر پڑھنے والے کا مقصود بھی ہجو ہو، اس نے بطور استشہاد یا اس کی فصاحت و بلاغت کو بھے کے لیے نہ پڑھا ہو۔

کتاب الج میں گزرا کہ حضرت ابوہریرہ نے حالت احرام میں بیشعر پڑھا تھا: قَامَتُ تُوِيكَ رَهْبَةً أَنْ تَهُضِمَا سَاقًا بَحَنْدَاةً وَ كَغَبًا أَدْرَمَا (وہ بلكے بدن والی وقار وتمكنت كے ساتھا پن بھرى ہوئى پیٹرلی اور گٹھے ہوئے شخنے دكھاتى ہوئى كھڑى ہوئى۔)

> اسی طرح حضرت ابن عباس نے بیشعر پڑھاتھا: اِنُ یَصُدُقِ الطَّیْرُ نَنِک لَمِیسًا اگرقسمت نے یاوری کی تو نرم وگداز محبوبہ کا وصال یا نمیں گے۔

(۱) حضرت مرشدگرای فرماتے ہیں: کسی زندہ مردیاعورت کے اوصاف کا ذکر بھی مطلقاً حرام نہیں ہوسکتا، بلکہ: اوہ مردیاعورت شاعراشاعرہ کے لیے اچنبی/ نامحرم ہو،اگر شوہر بیوی کے یا بیوی شوہر کے اوصاف کو شعرییں نظم کرے تو بیحرام نہیں ہوگا۔ ۲ – یونہی زندہ اچنبی کے اوصاف کا ذکر بھی مطلقاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔اس کے دینی اور اخلاقی محاس، مثلاً سخاوت وغیرہ کا ذکر ممنوع نہیں ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح سے عورت کی وصف بیانی بھی مطلقاً ممنوع نہیں؛ کیوں کہ ان دونوں اشعار میں کسی متعین عورت کا ذکر نہیں ہے۔اگر اس طرح سے غیر متعین عورت کی حسن بیانی نہیں ممنوع ہوتی، تو صحابہ بیہ وصف بیانی نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں سب سے قطعی بات سیے ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے حضرت رسالت آب بیں بیا تعاریز ہے:

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبِينِ إِذْ رَحَلُوا إِلَا أَغَنَ غَضِيصُ الطَّوَفِ مَكْحُولُ تَجُلُوعَوَا رِضَ ذِي ظُلَمٍ إِذَا ابْتَسَمَت كَأَنَّهُ مَنْهَلُ بِالرَّاحِ مَعْلُول السَّحَ عِدالَى، جَبِ اللَّ كَارُوال كُوچَ كُرُر بِالشَّا، وه سرمَّيس آتَكُمُول والى، نَكَابِيل عَمَا وه سرمَّيس آتَكُمُول والى، نَكَابِيل جَمَعًا عَلَى عَلَيْ اللَّهِ عَالِي كَالِمُ عَلَيْ عَلَيْكُ عَلِي عَلَيْكُ عَلِيْكُ عَلَيْكُ عَلَيْكُمْ عَلَيْكُ عَلَيْكُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُ عَلَي

۲ - جب وہ مسکراتی ہے تواس کے سفیدلعاب داردانت کھل جاتے ہیں، جیسے وہ یکے بعد دیگرے نثراب سے تر ہموں۔

اسی طرح حضرت حسان کے بیشتر اشعار کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً انہوں نے بیشعر جناب رسالت مآب میں پیش کیا، آپ مائی نی کیا نے نی نی خواب سالت مآب میں پیش کیا، آپ مائی نی کینے آئی آپ مناور اس پر کلیز نہیں فرمائی:

تَبَلَتُ فُوَّ ادَكُ فِی الْمُنَامِ حَوِيدَةُ تَسَنَّم الْصَّبِحِيعَ بِبَارِدٍ بَسَام خواب میں تہارے دل کو ایک کنواری دو ثیزہ و ریوانہ بناگئ، جوابینے عاش کو شرا بی تیسم سے سیراب کررہی تھی۔

رہاز ہریات کا معاملہ، جوعورتوں کے ذکر کے بغیر محض کلیوں، پھولوں اورول کش چشموں کے ذکر پر مشتمل ہوتی ہے، تواس کی ممانعت کی کوئی وجنہیں ہے۔ جیسے ابن معتز کا بیشعر: سنقا هَا بِغَابَاتٍ خَلِیج کَأَنَّهُ إِذَا صَافَحَتُهُ وَاحَهُ الرِّیحِ مُنْبِو هُ جَعِوثُی نہر نے اس باغ کوسبز وں اور جھاڑیوں سے سیراب کررکھا ہے اور جب ہوا کا جھوٹکا اس سے ہم آغوش ہوتا ہے تو بیا سے اور مُستراکر دیتا ہے۔

اوراس کے بیاشعار:

وَتَرَى الرِّيَاحَ إِذَا مَسَحٰنَ غَدِيرَهُ صَقَلْنَهُ وَنَفَيْنَ كُلَّ قَذَاقِ ہواؤں کوتم دیکھوگے کہ جب اس کے کنویں سے چھوکر گزرتی ہیں تو اس کو چھا دیتی ہیں اور اس کی ہرآلودگی کوصاف کردیتی ہیں۔

مَا إِنْ يَزَالُ عَلَيْهِ ظَنِي كَارِعًا كَتَطَلُعِ الْحَسْنَاءِ فِي الْمِزآةِ ہرنیاس کے اوپر سے اسے ایسے ہی دیمجتی ہے، جیسے کوئی حسینہ آئیند دیمجتی ہو۔ ہاں! اگر ااس قتم کے اشعار آلات موسیقی پر پڑھے جائیں تو پھراس کی ممانعت ہوگی ،خواہ وہ اشعار حکمت وموعظت پر ہی مشتمل کیوں نہ ہوں ۔اور بیممانعت ان آلات موسیقی کے سبب ہوگی محض نغمہ سرائی کے سبب نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اور مغنی کے سلسلے میں تحقیق ہے ہے کہ اگر کوئی مروصال کخش شعر کی نغمہ سرائی کرے، جب بھی اس کی عدالت سا قطنہیں ہوگی۔ (فتح القدیر: ٤/١٩٠ م، ١٩)

مذهب حنفي يرايك نظر

اب تک کی گفتگو سے چند یا تیں معلوم ہوئیں:

ا – ائمه ثلاثه حنفیه کا قول صریح نغمه کی حرمت پرنہیں ملتا _ زیادہ سے زیادہ ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے کراہت کامعنی پیدا ہوتا ہے، جب کداس میں اباحت کا پہلوکھی موجود ہے۔

۲ - مذہب حنفی کے بے شار شارحین نے نغمہ کوحرام کھھا ہے اور اسے ہی ائمہ ثلاثہ حنفیہ کا مذہب بتایا ہے۔ ۳-منتقین علمائے حنفیہ کا نغمہ کے حوالے سے دومسلک ہے: سند سند سند منس (۸۸ مرد

ا - مطلقاً اباحت، اس كي طرف مثس الائمه سرخسي (۸۴ مه ۱۳) گئے ہيں ۔ وہ صرف اسى وفت اس کی کراہت کے قائل ہیں، جب از راہ لہوہو۔

۲_مطلقاً ممانعت، اس کی طرف شیخ الاسلام محمد بن حسین خوا ہر زادہ (۸۳ مه ۱۵) گئے ہیں لیکن حقیقت بیہ ہے کہ شیخ الاسلام بھی نغمہ کومطلقاً ممنوع نہیں کہتے ، بلکہ وہ غنا ہے متعارف کو ممنوع کہتے ہیں۔ساتھ ہی وہ اس بات کے قائل میں کہ تلاوت قرآن اور شعر حکمت وموعظت پڑھنے پر بھی غنا کا اطلاق ہوتا ہے اور بیجائز ہے؛ کیول کہ حقیقت میں بیغنا سے متعارف نہیں ہے جوممنوع ہے۔

۴-علاے احناف کا ایک طبقه ذکاح وولیمه اورعید ومسرت کےمواقع پر اور تنہائی میں رفع وحشت کے لیے بھی نغمہ شنجی کوممنوع کہتا ہے الیکن عام فقہا ہےا حناف ان مواقع پر نغمہ کواستثنا کی طور درست جھتے ہیں۔

۵ - گو یا علما سے احناف کے بیہال یا تو غنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ بغرض لہو ہو تب ممنوع ہے یا صرف غنا ہے عرفی ممنوع ہے، از روئے لغت جس جس پرغنا کا اطلاق ہووہ سب ممنوع نہیں ہے۔اس لیے مطلقاً شعرخوانی یا ترنم ریزي حرام نہیں ہے۔

٢ - غنا يعرفي علامه كمال إلدين بن بهام كي تحقيق كي مطابق سيب:

الف:غیرشرعی مفاہیم کی ادائیگی ،مثلا کسی متعین عورت کےحسن و جمال کا ذکر ہو، جونا جائز ہے۔

ب: شراب، جام اور مے خانوں کا ذکر جو شہوت انگیز ہو، یا شراب کی محبت پیدا کرنے والا ہو۔ ج: کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو ہو۔

و: اس قسم کے اشعار پڑھنا بھی اسی وقت ممنوع ہے، جب بیسی کی ہجو یا کردارکشی کی عرض سے ہو، یا الیے انداز سے ہو جو شرع میں ناپیند ہے۔ البنة الیا شعرا گرکوئی شخص صرف کسی علمی استشہاد کے لیے پڑھے، یافن شاعری سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اور اصلاح زبان و بیان کی غرض سے پڑھے تو جائز ہے۔

ہ: مردصالح اگر کوئی آلیا شغر پڑھتا ہے جس میں فخش معنی ہو، تو وہ صرف اشخے سے فاسق نہیں ہوجائے گا۔ چوں کہ ممنوع مفہوم کے باوجود بھی شعرخوانی کی ممنوعیت کے دیگر پہلوکود یکھنا ضروری ہے۔

2 - شمس الائمہ سرخسی اور شخ الاسلام خواہرزادہ کی باتوں کو ملا کرایک ساتھ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ:

الف: غنا اپنے وسیع لفظی مفہوم میں کلام منظوم کوگانے اور گنگنانے کو کہتے ہیں ، اب بیاز راہ کہو بہوتو حرام ہے اور از راہ کہونہ ہوتو مباح ہے۔

ب: یا غناا پنے عرفی اور متعارف مفہوم میں صرف اسی نغمسنجی کو کہتے ہیں جواہو کے مفہوم کو شامل ہوتا ہے، اس اعتبار سے غنامطلقاً ممنوع ہے، البتہ جس غنا کے اندراہونہ ہو، مثلاً: اشعار حکمت وموعظت، ان کو برڑھنا یا قرآن کی حسن صوت سے تلاوت کرنا غنا ہے ہی نہیں، اگر چیلفت کا لحاظ کرتے ہوئے بھی جھی خلاف عرف اس غیر متعارف مفہوم پر بھی غنا کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔ محمد کے افظاد میگر:

الف: غناامام سرخسی کے نزویک لغت کے وسیع مفہوم میں خوش گلوئی اور ترنم ریزی کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں غنا کو مطلقاً حرام نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ خوش گلوئی اور ترنم ریزی تو تلاوت قرآن ، حمد خوانی ، نعت خوانی اور اشعار حکمت وموعظت سے پڑھنے میں بھی ہوتی ہے۔

ب: شخ الاسلام خواہر زادہ کے نزویک غنا صرف اسی نغمہ شخی کو کہتے ہیں جے آج جدید عربی میں اغذیتہ اغانی کہتے ہیں اور اردو میں گانا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے نغمات یا توفیشیات پر مشتمل ہوتے ہیں یا کم از کم ان کا سیاق وسباق اور طرز وانداز اہل فسق ومعصیت کا شعار ہوتا ہے۔
مشتمل ہوتے ہیں یا کم از کم ان کا سیاق وسباق اور طرز وانداز اہل فسق ومعصیت کا شعار ہوتا ہے۔
ایسی صورت میں غنا کی مطلقاً ممانعت ہی ہونی چاہیے۔ ان کے علاوہ جونغمہ شخی یا ترنم ریزی ہوتی ہے اسے اغذیتہ اغانی اور گانانہیں کہتے ہیں۔ ان کو تمد ، مدتح ، منقبت ،غزل اور شعر و خن کے دیگر مصطلحات سے منسوب کرتے ہیں اور ان امور کوکوئی صاحب نظر ممنوع نہیں کہتا۔ میا مورش خوال میا میں شامل ہیں ، مگر لہو سے یا ک ہیں ، اس لیے ممنوع نہیں ، یا امام سرخسی کے بقول میا موراگر چیا کے منہوم میں شامل ہیں ، مگر لہو سے یا ک ہیں ، اس لیے ممنوع نہیں ۔

9 فور بیجیتو بیا ختلاف صرف اور صرف نفظی رہ جاتا ہے اور حاصل صرف بیر ہتا ہے کہ نغہ صرف از طریق کہ ہوتا ہے کہ شخ الاسلام کے نز دیک صرف اس کوغنا کہتے ہیں جولہو کے ساتھ ہو، اس لیے ان کے نز دیک غنامطلقاً ممنوع ہے، جب کہش الائمہ کے نز دیک غنامطلقاً ممنوع ہیں جس میں لہوہ واور اسے جسی غنا کہتے ہیں جس میں لہونہ ہو۔ اس لیے ان کے نز دیک غنامطلقاً ممنوع نہیں، بلکہ بشر طاہوممنوع ہے۔

*ا-بیطے ہوجانے کے بعد کہ بہر صورت علنتِ حرمتِ غنا، لہوہے، اب میم کا مدار صرف اور صرف البہ ہو ہے، اب میم کا مدار صرف اور صرف البہ ہوتو ہیں اور میں اور اسٹانر البہ ہوتو ہیں امور بھی حرام ہوجا نمیں گے، جواصل کے اعتبار سے حلال ہیں اور اس طرح نسائیات، فشیات اور خریات پر مشتمل غزلیات پڑھنا اگر از راہ لہونہ ہو، بلکہ کسی مباح مقصد کے تحت اور مباح انداز میں ہوتو ان کا پڑھنا بھی مباح ہوگا، جواول نظر میں حرام ہیں۔

اب نیماں ایک اہم مسلدرہ جاتا ہے کہ لہو کیا ہے؟ اس کی تحقیق کر لی جائے۔ چوں کہ پوری بحث لہو پر ہی مرتکز ہے، اس لیے بیرجا ننا ضروری ہے کہ لہو کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے ادراک کے بعد پوری بحث کو مجھنا انتہائی آسان ہوجائے گا۔

الهوكي شحقيق

ا – علامہ زبیدی (۵۰ ۱۳ ھ) لکھتے ہیں: لہو، لعب کو کہتے ہیں۔ ہمارے شخ نے دونوں کو ایک کہا، جب کہ اہل علم کی ایک جماعت ان دونوں میں فرق کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ لہو ولعب اس امر میں مشترک ہیں کہ دونوں حلال یا حرام خواہش اور مستی جیسے لا لیعنی امور میں اشتغال سے عبارت ہیں، جب کہ لہوعام ہے۔ چنانچے موسیقی سننالہو ہے، مگر لعب نہیں ہے۔ ایک قول بیہ ہے کہ لعب ہردہ کام ہے جس سے مسرت اور راحت نفس مطلوب ہو اور لہو وہ خواہش اور مستی ہے جو انسان کوغافل کردے، اگر چیاس سے مسرت اور راحت نفس مطلوب نہ ہو۔ (تاج العروس) کہتے ہیں:

اللهو مايَشغَلُ عَن الخيرِ ـ (الحدو دالانيقة والتعريفات الدقيقة: 20) لهو هراس چيز كانام ہے جو خيرے غافل كردے ـ ٣-امام زين الدين مناوى (١٣٠١هـ) لكھتے ہيں:

اللهو: الشيء الذي يَلتَذُ به الإنسانُ ثُمَّ يَنقَضِي. وقِيلَ مَا يَشغَلُ الإنسانَ عَمَا يَعنِيهِ وَيَهُمُهُ. قَال الطَرطوشِي: وأصلُ اللهو التَرويخ عَن النفسِ بِمَا لا

تَقْتَضِيهِ الْحِكْمَةُ. لَهُو ہِراس چِيز كانام ہےجس سے انسان لطف اندوز ہوتا ہے اور پھر وہ چیز فنا ہوجاتی ہے۔ایک قول بہ ہے کہ لہواس چیز کو کہتے ہیں جوانسان کو لا یعنی اور بے کارامور میں مشغول کردے ۔طرطوثی نے کہا:لہودر حقیقت ایسے امریتے سکین نفس كاسامان كرناہے، جوخلاف حكمت ہو۔ (التوقیف علی مہمات التعاریف ہص: ۲۹۳) ٣- التعريفات الفقهيه ميں مدارک کے حوالے سے ہے:

كُلُّ بَاطِلِ أَلْهِي عَنِ الْخَيرِ وعَمَا يَعنِي _ (التّحريفات الفقهية: ٨٩١) ہروہ لغو شےجس جوخیر سے غافل اور لا کینی امور میں مشغول کرد ہے۔

ان تمام حوالوں سے حسب ذیل چند ہاتیں صاف ہو حاتی ہیں:

ا - لہو کے لغوی عموم میں ہروہ عمل شامل ہےجس سے راحت نفس کا سامان کیا جائے ، قطع نظراس سے کہ وہ حلال ہویا حرام، جب کہ عام طور پرلہو کا اطلاق منفی مفہوم میں ہوتا ہے،جس کا اد فیٰ درجدلا یعنی امور میں اشتغال ہے، جب کہ اعلیٰ درجہ محرمات کا ارتکاب ہے۔

اس کا مطلب بیر ہوا کہ ہولغوی مفہوم میں خیر وشر سے قطع نظر ،تر و یخ نفس اورتسکین روح کو کہتے ہیں، جب کہا پنے رائج اور متعارف مفہوم میں صرف شرکے ساتھ تر وی وتسکین نفس کے لیےاستعال ہوتا ہے۔

۲۔ لہوا ورلعب دونوں مترادف کے طور پر بھی استعال ہوتے ہیں اور قدرے فرق کے ساتھ بھی مثلا:

الف: لہومیں تر ویج نفس کامفہوم شامل ہے، جب کہلعب میں پیمفہوم شامل نہیں ہے۔ لعب اس کوبھی کہیں گےجس میں تر وی گفش ہوا دراہے بھی جس میں نہ ہو۔

ب: لعب کے اندر کیچھملی حرکات مطلوب ہیں،صرف تر ویح نفس کافی نہیں۔ چنا نچہ ساع موسیقی ،لہو ہے،لعب نہیں۔گویالہوولعب میں ایک مذہب تساوی وتراوف کا ہے، جب کہ دوسرا مذہب عموم خصوص من وجبرکا ہے۔(۱)

⁽۱)اس جہت ہے:

البعض لہولعب ہوگا، جیسے: بیوی کے ساتھ دوڑنے کی مسابقت

٢ _ بعض لېولعب نېيس بوگا، جيسے موسيقي کي سماعت لېو سے، لعب نېيس

سال بعض لعب لہونہیں ، جیسے ایسے وقت میں کوئی تھیل تھیلٹا جب تھیلٹے کو جی نہ چیا ہے تو وہ لعب ہے ، مگر لہونہیں ، کیوں کہ اس وقت تفریح نفس حاصل نہیں ہے۔

سے تفریح مباح کواس کے لغوی تناظر میں بھی لہوکہا جاتا ہے اور بھی عرفی تناظر کا لحاظ کر تے ہوئے اسے لہونہیں کہاجاتا؛ کیوں کہ لہوکاعرفی اور متعارف عنی فقط وہ لہو ہے، جومکر وہ یاحرام ہو۔

رے اسے اور کر رہ ہیں اس کے ساتھ ہی اس کا حکم بھی معمولی تامل سے واضح ہوجا تا ہے۔وہ پول کہ لہور وہ کا فاض خقیق کے ساتھ ہی اس کا حکم بھی معمولی تامل سے واضح ہوجا تا ہے۔وہ پول کہ لہوتر و تح نفس کی نفسہ کوئی امر حرام نہیں، بلکہ مباح ہے۔اللہ کریم کا ارشاد ہے: قُلُ مَنْ حَرَّمَہ زِینَةَ اللَّهِ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَ جَ لِعِبَادِیا وَ الطّلِیّبَاتِ مِنَ الرِّزُقِ (اعراف: ٣٢) پوچھیے! جن اسباب زینت کو اللّہ نے اپنے بندول کے لیے پیدا کیا ہے اور جو پاکیزہ رزق اس نے مہاکیا ؟

الیی صورت میں لہو پر حکم لگانے سے پہلے ہمیں غور کرنا ہوگا کہ سامان لہو کیا ہے؟ سامان لہو جیسا ہوگا ،لہو کا حکم بھی اس کے تابع ہوگا ،مثلاً

> الف: اگرلہوئسی امرمستحب سے ہوتولہوبھی مستحب ہوگا۔ ب: اگرلہوئسی امرمباح سے ہوتولہوبھی مباح ہوگا۔ ج: اگرلہوئسی امر کمروہ سے ہوتولہوبھی مکروہ ہوگا۔ و: اگرلہوئسی امر حرام سے ہوتولہوبھی امر حرام ہوگا۔

اسی طرح ایسا ہوسکتا ہے کہ ذریعہ لہوتو مباح ہولیکن خارج میں وہ کسی مکروہ یا حرام امر کو مستلزم ہوتو ایسی صورت میں لہوکا حکم بھی مکروہ یا حرام ہوجائے گا ، اگر چہاس کا اصل ذریعہ مباح ہی کیوں نہ ہونے نغمہ بھی لہوکی ایک قشم ہے۔ مذکورہ اصولوں کی روشنی میں اس کے احکام بھی بہ آسانی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

ُ جیسا کہ مذکور ہوا کہ لعب پر بھی لہو کا اطلاق ہوتا ہے اور ہم و کیصتے ہیں کہ فقہانے لعب (کھیل) کے بھی اسی طرح چارا قسام کیصے ہیں ،مثلاً:

ا – مباح – جیسے دوڑنے میں مسابقہ کرنا۔ بیوی بچوں کے ساتھ مزاح اورخوش طبعی کرنا۔ ۲ – مستحب – جیسے تیراندازی اور جہاد و دفاع کے دیگر مشاغل ۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا الله تَطَعُتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْحَيْلِ (انفال: ۲۰) اپنے وشمنوں کے مقالبے کے لیے حتی الامکان قوت ِ اور گھوڑ ہے کی تیاری کرو۔

سے مکروہ – ایسے کھیل جوخلاف مروءت ہوں، جیسے پینگ بازی دکبوتر بازی۔ ۴ حرام – ہروہ کھیل جو قمار و دیگر محر مات پر مشتمل ہو۔ اسی طرح وہ مکروہ کھیل جس پر مداومت ہو، یہال تک کہوہ ارتکاب حرام اور ترک فرائض کا موجب ہوجائے۔وغیرہ۔(الموسوعة الفقہیہ الکویتیہ، لعب، الحکم اسکلیفی)

نغمات صوفيه كاساع

نغمہ نغمسگی اور سماع کی تحقیق کے بعد سماع صوفیہ کی الگ سے تحقیق کی ضرورت نہیں رہ جاتی، تاہم اس سلسلے میں عام طور سے لوگ افراط و تفریط اور غلط نہی و غلط کاری میں مبتلا ہیں، اس لیے اس مسکلے کی خصوصی تنقیح ضروری ہے۔ ویسے بھی صوفیہ کے نغمات پر سوالات وشبہات قائم ہونا بلا و جنہیں ہے۔ اس کے بڑے اسباب حسب ذیل ہیں:

ا – ان کے نغمات بسااوقات نسائیاتی ،خمریاتی اور وحد ۃ الوجودی مضامین پرمشممل ہوتے ہیں ،ختی کہ وہ کفروبت پرستی ، جیسے الفاظ کو بھی مستحسن مفاہیم میں استعمال کرتے نظر آتے ہیں ۔

۲-ان کی محافل میں کاملین و ناقصین سب شریک ہوتے ہیں اورشر کا کی فہرست میں بسا اوقات ایسے افراد بھی شامل ہوتے جاتے ہیں جن کی شمولیت محفل کوروحانیت سے پھیرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ساقوال اورمغنی عموماً پیشه ور ہوتے ہیں اور پیشه ورغنا کوفقها نے عام طورسے حرام کہاہے۔

م-بسااوقات صوفیہ کواپنے ساع میں وجدورقص کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں اور وہ مختلف طرح کی حرکات کرتے نظر آتے ہیں۔ ان پر میں بھی سوال ہوتا ہے کہ جو کیف انہیں ساع نغمہ میں ملتا ہے وہ ساع قرآن میں کیوں نہیں ملتا؟

۵- بہت سے صوفیہ آلات موسیقی کے ساتھ بھی نغمات سنتے آئے ہیں۔اس کی بحث ہمیں متقد مین کے بہال ملتی ہے۔ یہاں تک کہ علامہ ابن حزم (۵۲۵س) امام غزالی (۵۰۵س) ابن القبیر انی (۵۰۵س) احمد غزالی (۵۲۰س) بلکہ ان سے پیشتر علمانے بھی اس کے جواز پر بحث کی ہے۔ بھٹ کی ہے،جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیہ کے یہال ان کا تسلسل بہت قدیم ہے۔

سماع صوفیہ جومذکورہ اسباب خمسہ؛ (۱) مضامین سماع (۲) اخوان سماع (۳) قوال سماع (۳) الرّات سماع (۵) اور آلات سماع کے سبب زیر بحث رہاہے، ان میں سے یہاں اول الذكر پر گفتگو كى جاتى گى،خصوصاً آلات موسیقى الذكر پر گفتگو كى جائے گى،خصوصاً آلات موسیقى پراس سلسلے كى دوسرى قسط میں تفصیلی گفتگو كى جائے گى۔ان شاءاللد۔

مضامين نغمات صوفيه

ا - نسائیات - امام ابن ہمام اور دیگر فقہا کے حوالے سے ماسبق میں مذکور ہوا کہ نسائیات مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ صرف کسی زندہ عورت یا مرد کے خط وخال کا بیان یااس کی ہجوممنوع ہے۔اس کی مثال میں فقہا خود صحابہ کی شاعری کو پیش کرتے ہیں جن کو براہ راست پینمبر علیہ السلام نے ساعت فرمایا ہے۔الیں صورت میں نسائیات کو مطلقاً حرام کہنے سے پہلے سو بار سوچنا ہوگا۔ کیول کہ' واعظ بیراہ جاتی ہے تری کتاب تک'

نسائیات ،تشبیب نے طور پر ہو کہ اپنے محبوب حقیقی کی تحسین و آفریں سے قبل مجازی محبوبہ کا ذکر کیا جائے ، تا کہ سامعین پہلے سے ہی جمالیاتی کیف سے سرشار ہو کر محبوب حقیقی کی تعریف سننے کے لیے تیار ہو جائیں ، تو الیمی صورت میں الیمی غزلیات ونسائیات کی اجازت ہوگی ؛ کیوں کہ یہاں نسائیات بالذات مقصور نہیں بلکہ شعر میں اس کی شمولیت محض بالتبع ہے۔

۔ نسائیات اگرازراہ تعلیم فن ہوتو پہنچی درست ہے؛ کیوں کہ یہاں اصل مقصود فن شعروشن اور فصاحت وبلاغت ہے، نہ کہ عورت کے خط و خال کا چرچا۔

نسائیات کا ذکر مجازی ہواوران کے پردے میں شاعروسامع محبوب حقیقی کے ذکر سے سرشار ہور ہے ہوں، پیاسلوب صرف اس لیے اختیار کررکھا ہوکہ المجدَاؤ قنطَرَ ألحَقِيقَةِ توالی صورت میں نسائیات کامضمون بالتبع ہوگیا، اس لیے اس کی بھی اجازت ہوگی۔

ہاں! نسائیات کا ذکرا گر بالقصد ہواور ذا کر وسامع کا مقصد فقط نفس کونسائیات سے لطف اندوز کرنا ہواور جذبات شہوت کوانگیز کرنا ہوتو پھراس کی ممانعت میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

۲ عشقیات - عاشقانہ مضامین سے عام طور پراہل ہوٹی کو یا غافلین کوشبہہ ہوتا ہے۔ وہ عشقیہ مضامین کواپنے اعتبار سے مجازی محبوب کی طرف پھیرتے ہیں جب کہ صوفیہ کی نظر ہمیشہ محبوب حقیق پر ہوتی ہے۔ وہ اس کے فراق میں تڑ ہے ہیں اور اس کی طلب وصال کے گیت گاتے ہیں۔ وہ اَشَدُ حُبًا لللهِ کے مقام پر ہوتے ہیں، اس لیے دنیا دار عام طور سے ان کے کلام وانداز کو بجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

س-خمریات ساغر و مینا اور ساقی و مے کدہ کے ذکر کو بھی نسائیات پر ہی قیاس کرنا چاہیے۔ خمریات کے تعلق سے کوئی حتی فتو کی ٹھو نکنے سے پہلے صحابہ کے قصائد وغز لیات کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہیے، ورنہ صوفیہ کے خلاف جوش غضب آپ کو بھی بھی صحابہ بلکہ شمع بزم صحابہ کا باغی بناسکتا ہے۔

۳ مرفانیات - جہاں تک عرفانیات کی بات ہے تو اس کا معاملہ ماسبق دونوں مضامین سے نازک تر ہے لیکن اگر تعیین معنی میں عرف واصطلاح کا ذرہ برابر دخل ہے تو پھران کے خلاف بھی عمومی فتو ک کفر والحادایشوکرنے سے پہلے بچپاس بارغور کرنا چاہیے۔واضح رہے کہ: الف: جس طرح کفرواسلام اور دیگر لفظیات کے علق سے فقہا اور شکلمین کی اپنی مخصوص اصطلاح ہے، اسی طرح اس باب میں صوفیہ کی مستقل اصطلاح ہے۔ ساع صوفیہ کے خلاف کفرو برعت کا فتوی دینے والے عموماً اس رمز سے آشانہیں ہوتے ، یا جان کرانجانے بنتے ہیں۔ (۱)

بنیاد نظریه وحدة الوجود ہے۔ نظریه وحدة الوجود کو اگر آپ' جینے کنگراشنے جیں، ان میں سے 90 رفیصد کی بنیاد نظریه وحدة الوجود کو اگر آپ' جینے کنگراشنے شکر' کے تناظر میں دیکھیں گے تو یقینیاً ان کا ساع کفریات پرشمنل ہے اور اگراسے لا فاعل الا الله، ان الحکم الالله اور و ماتشاؤ و ن الا ان یشاء الله کے تناظر میں دیکھیں گے، جس تناظر میں صوفید کھتے ہیں، پھر منظر کچھا اور نظرا کے گا۔ بہر کیف! ان مضامین پرکوئی رائے قائم کرنا نظریه وحدة الوجود کے انکاریا تسلیم پر بی سے۔

ج: شاعری کی دنیا یوں بھی بہت وسیع ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یَجُوزُ فِی الشِعوِ مَالَا یَجُوزُ فِی الشِعوِ مَالَا یَجُوزُ فِی غَیرِه۔(بہت الی با تیں جونثر میں جائز ہیں ہوتیں، شعر میں جائز ہوتی ہیں۔) اس میں کنایات واستعارات اور تلمیحات بڑے لطیف ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ میرے شعر کو مدرسہ کون لے گیا۔ بہجی کہا جا تا ہے کہ مولوی کوشعر کی سجھ نہیں ہوتی اور خشک ومنقشف مولویوں کے حق میں یہ بات درست بھی ہے۔ پھر صوفیا نہ شاعری تو عام شاعری سے اسی قدر بلند، وسیع اور لطیف ہوتی ہے۔ ایسے لطیف ہوتی ہے۔ ایسے لطیف ہوتی ہے۔ ایسے میں صوفیا نہ شاعری عام ماہر بین زبان واوب کے سرسے گزرجاتی ہے، چہجائے کہ اسے میچے طور پر میں صوفیا نہ شاعری عام ماہر بین زبان واوب کے سرسے گزرجاتی ہے، چہجائے کہ اسے میچے طور پر وہ حضرات سمجھیں جولکی بیان واوب کے سرسے گزرجاتی ہے، چہجائے کہ اسے میچے طور پر لیے ہروقت منصوص دلیل قطعی کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

صوفیانہ شاعری کودرج بالا تناظرات میں اگردیکھااور تمجھا جائے تو پھر بات بہت آ سان ہوجائے گی۔اب اس حوالے سے چندا کابر کے حوالے دیکھیے:

⁽۱) چندسالوں قبل خانقاہ عارفیہ کی محفل سماع میں پڑھاج نے والا ایک شعر متنازع ہوگیا۔ اس پر بعض اہل علم کی طرف سے سخت نکیر خانقاہ کو موصول ہوئی۔ ایک بارشخ عارفیہ کی مجلس میں اساتذہ عارفیہ نے بیسوال رکھااوراس شعر کی وضاحت چاہی۔ شخ نے مختلف جہتوں سے اس کی عالمانہ، صوفیانہ اور عارفانہ توضیح فرمائی۔ اس پر ایک استاذ نے عرض کی کہ حضور! اس پر کہا جائے گا کہ بیدہ قبق معنی کون سمجھ گا۔ فتو کی تواسی معنی پر ہوگا جوعرف میں ہے؟ اس پرشخ محترم مسکرائے اور کسی قدر پر مزاح انداز میں جواب ویا: اگر آپ کو صرف اپنے ہی عرف سے مطلب ہے، تو ہمارے عرب میں کیوں نافذ کرتے ہیں؟

(١) امام ابوطالب كى (١٨٦ه)

امام ابوطالب کی محبت الہی کے آثار واثرات پر گفتگو کرتے ہوئے اور اور محبین کے احوال زار کا تذکرہ کرتے ہوئے مویشن کا اس قسم کا کلام پیش کیا ہے:

اِن شِئتِ جُودِی وَاِمَّا شِئتِ فَامتَنِعِی کَلَاهُمَا مِنکَ مُنسُوبِ اِلَی الکَرَمِ

فَانَتِ عِندِی وَاِن آورَ ثَتِنِی سَقَمًا آحبُ مِن غِیرِکُم یَشْفِی مِنَ السَّقَمِ

اتو جُحےنوازیا محروم ہی کیوں نہ کردے، بیاس سے اچھا ہے کہ میرے پاس کوئی اور ہو

وہ مجھے شفایا کردے۔

۲۔ تومیرے پاس رہ کرخواہ مجھے بیار ہی کیوں نہ کردے،میرے تن میں بیاس سے اچھا ہے کہ میرے پاس کوئی اور ہواوروہ مجھے شفا یاب کردے۔

(قوت القلوب، ص: ۱۰۵۵، شرح مقامات البقين واحوال الموقنين ، دارالتراث، قاہرہ، ۱۰۵۱ء) قابل ذکر ہے کہ شاعر نے ان اشعار میں اپنے محبوب کے لیے واحد مونث حاضر کا صیغہ استعمال کیا ہے اور امام ابوطالب ملی حبیبا مسلم الثبوت محدث، فقیہ اور زاہدا سے محبت الٰہی کے ذیل میں احوال عشاق کے تحت ِ نقل کر رہا ہے۔

ایک بیشعرجهی دیکھیے:

تَرَکتُ لِلنَّاسِ دُنیَاهُم وَ دِینَهُمُ شُعْلًا بِذِکرِکَ یَا دِینِی وَ دُنیَائِی اسے میرے دین و دنیا! میں نے لوگوں کے لیے ان کا دین بھی چھوڑ دیا اور ان کی دنیا بھی چھوڑ دی، تا کہ میں تیرے ذکر میں مشغول رہ سکوں۔ (قوت القلوب، ص: ۱۰۵۸)

امام ابوطالب مكى نے ايك واقعہ يوں لكھاہے:

کسی نے حضرت احمد بن عیسی خراز کوخواب میں ویکھا تو دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حضور کھڑا کر لیا اور فرمایا: اے احمد! تونے میرے اوصاف کولیلیٰ اور سعد کی پرمحمول کر دیا۔ اگر میں تجھے اپنی محبت میں مخلص نہ پاتا توضر ور تجھے عذاب دیتا۔

(قوت القلوب: ۱۰۸۹)

آ گے امام ابوطالب مکی فرماتے ہیں:

''ساع جوتشبیہ وتمثیل کی کیفیت کے ساتھ سنتا ہے، وہ ملحد ہوجا تاہے، جوخواہش و شہوت کے ساتھ سنتا ہے وہ لہوولعب میں کھوجا تاہے، جوفہم صحیح اور علم ومشاہدہ کے ساتھ سنتا ہے اور صدق وحق کے ساتھ دلائل پر نظر رکھتا ہے، اس کا سماع اس سے آگے ہوتا ہے اور یہی اہل توحید کی راہ ہے۔ اس لیے ساع حرام ہے، حلال ہے اور جو مشتبہ ہے۔ جونفس وہوئی اور شہوت کے ساتھ سنتا ہے اس کے لیے حرام ہے اور جو باندی یا بیوی سے مباح صورت میں سنتا ہے، وہ مشتبہ ہے؛ کیول کہ اس میں لہو شامل ہے اور جودل سے سنتا ہے، ان معانی پر نظر رکھتا ہے جو دلیل تک پہنچاتے ہیں، مولی کی راہ وکھاتے ہیں تو بیسا تو مباح ہے اور بیاس کے لیے مباح ہے جی بیکھیت حاصل ہو۔

(توت القلوب، ۱۰۹۰)

ساع يرتفصيلي تفتكوكرنے كے بعد لكھتے ہيں:

ساع کے سلسلے میں خلاصة گفتگویہ ہے کہ سامع کے او براس کے نفس کی صفات ظاہر ہوں اور ذہن میں دنیا کی لذتیں آئیں تو اس کے لیے ساع حرام ہے اور اگر اس کے ذہن میں ساع کے سبب ذکر الہی تازہ ہو، آخرت کی یاد آئے، آخرت کا شوق یا خوف پیدا ہو، یا وعد ووعید کا خیال آئے تو الیا ساع سامع کے لیے ذکر ہے۔ خوف پیدا ہو، یا وعد ووعید کا خیال آئے تو الیا ساع سامع کے لیے ذکر ہے۔ (قوت القلوب: ۱۰۹۷)

(٢) شیخ ابونفرسراج (٨٧٥هـ)

ایک بڑاسوال یہ ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگوں کو وجد وکیف کیوں آتا ہے جو کلام کے مفہوم کو بیجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ؟ صوفیہ نے اس کا جواب ویا ہے کہ وجد و کیف کے لیے زبان کی آشائی کی نہیں، قلب کی سوزش کی حاجت ہے۔ جن کے دل طلب مولی اور فراق مولی میں مضطرب ہیں بسااوقات وہ بالکل ہی غیر متعلق الفاظ سے اپنے مطلب کے معنی نکال لیتے ہیں۔ شیخ ابون مرسراج نے کتاب المح میں ایک واقعہ بول لکھا:

''ابوسلمان نام کے ایک صوفی نے گلی میں پودینہ بیچنے والے ایک شخص کو بیہ آواز لگاتے سنا؛ یَا سَعتَوی بِیِوِی، (جنگل پودینہ) اور سنتے ہی عش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو پوچھا گیا کو عثی کا کیا سب تھا؟ اس نے کہا: میں نے پودینہ بیچنے والی کی آواز کو پول سنا کہ جیسے وہ کہ رہا ہو: اِسعَ تَویٰ بِرِّی (کوشش کرو گے تو میرے احسان کو یالو گے۔)

اس قصے کو سیامنے رکھتے ہوئے بیشتر مشائخ وعلانے بیدوضاحت کی کہ سماع کا ہرسامح پراس کے وقت، حال اور کیفیت کے مطابق اثر ہوتا ہے۔ (کتاب اللمع ، اردو، ۴۸ م شیخ ابونصرسراج ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''ساع کا دارو کہ دار سننے والوں کی اندرونی کیفیات پرہے کہ وہ کس طرح سے اسے سنتے ہیں اور اس سے ان کی باطنی روحانی ہم آ ہمگی ہے کہ نہیں۔ جب وہ کوئی کلام سنتے ہیں اور وہ ان کے وقت اور حال کی موافقت رکھتا ہوتو اس سے ان کے باطنی اسرارا ورضمیر کو تقویت ملتی ہے۔ ایسے میں وہ جو کچھ کہتے ہیں، اپنے وجد کی بنا پر کہتے ہیں اور جو اشارہ کرتے ہیں اپنے اراد سے اور صدق کی بنا پر کرتے ہیں ۔ ان کو اس بات کی کوئی پر واہ نہیں ہوتی ک شاعر یا کہنے والے کی اپنے کلام سے کیا مراد ہے۔'' بات کی کوئی پر واہ نہیں ہوتی ک شاعر یا کہنے والے کی اپنے کلام سے کیا مراد ہے۔'' (کتاب المع ۱۹۱۰)

(٣) امام ابوالقاسم القشيري (٢٥ مهر)

صاحب رسالة قشيريها مام ابوالقاسم القشيري لكهت بين:

جماعت صوفیه اس سے بلند ہے کہ وہ سائ کولہو کے ساتھ سنیں، یا غفلت کے ساتھ مجلس ساع میں بیٹھیں، یا غفلت کے ساتھ مجلس ساع میں بیٹھیں، یاان کے دل میں غلط مضمون کا گزر ہو۔ (القشیر سی: ۲/۵۰۵) امام ابوالقاسم قشیری استاذ ابوعلی دقاق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ساع عوام پر حرام ہے، اس لیے کہ ان کانفس باقی ہوتا ہے، زاہدین کے لیے مباح ہے؛ کیوں کہ وہ صاحب مجاہدہ ہوتے ہیں اور ہمارے صوفیہ کے لیے مستحب ہے؛ کیول کہ ان کا ول زندہ ہے۔ (القشیریہ: ۲/ ۵۰۹/

ظاہرہے کہ عوام کے لیے میرممانعت اس تناظر میں ہے کہ ایسے اشعار جو بظاہر خلاف شرع ہوتے ہیں ،عوام ان کواپن شہوت پسندی کے سبب اسی قسم کے معنی پرمجمول کردیں گے۔

(٤) امام ابوحامه محمد الغزالي (٥٠٥هـ)

ججة الاسلام امام غز الى فرماتے ہيں:

''سامع پر بیضروری نہیں کہ وہ شاعر کی مراد کے تابع ہو۔ ہر کلام کے مختلف رخ ہوتے ہیں اور مرد دانا اپنے ذوق کے لحاظ سے ادراک معنی کرتا ہے۔ نہم وادراک کے درجات کو سمجھانے کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں، تا کہ کوئی جاہل بینہ سمجھ لے کہ لب ورخسار اور خطو خال کے ذکر پر شتمل اشعار کو سننے والا ان کا ظاہر ک معنی ہی سمجھتا ہے۔ ان اشعار سے لطیف معانی کیسے سمجھے جاتے ہیں، بیان کرنے ک حاجت نہیں، اس کے بجائے یہاں اہل سماع کے بعض واقعات کو فقط کھودینا ہی اس عقدہ کشائی کے لیے کافی ہوگا۔ چنانچہ ایک صوفی نے بیشعر سنا: قَالَ الرَّسُولُ غَدًّا تَزُورُ فَقُلتُ تَعْقِلُ مَا تَقُولُ (مُحبوب كَ قَاصِد نَهُ كَهَا بَهُ مَا كَلُولُ الْ (مُحبوب كَ قاصد نَهُ كَهَا كَهُل ملاقات كرو مِين نَهُ كَهَا بَمْ جُو يَحْصَهُ مِدر بِهُ مِنْ كَيَا استِ مجدر به مِنْ ؟)

شعری تغیی نے اسے بے خود کردیا، وہ وجد میں آگیا اور 'تزُوز' ک'ت' کو'ن' سے بدل کر قال المؤسنو لُ غَدًا مَزُوز کی تکرار کرنے لگا اوراس تکرار میں شدت و فرحت وانبساط میں بے ہوش ہوگیا۔ جب اسے ہوش آیا اوراس کے وجد و کیف کا سبب اس سے بوچھا گیا تواس نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم صلی التسعلیہ وسلم کا سہ ارشادیا و آگیا:

اِنَّ اَهلَ الجَنَّةَ يَزُورُونَ رَبَّهُم فِي كُلِّ يَومٍ جُمعَةِ مَرَّةً _ (جَنْق ہر جمعہ کوایک بار اپنے رب کی زیارت سے سرفراز ہوں گے۔)(احیاء العلوم، ۲/۳۲۳، کتاب آواب الساع، الباب الثانی)

امام غزالى نے سامعين كے لحاظ سے بياع كوچارا قسام ميں باشاہے:

ا - ساع مجرد: وہ شخص جو صرف لحن افغسگی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور معنیٰ تک اس کی رسائی نہیں ہوتی ۔ بیساع کا سب سے بیت درجہ ہے اور بیرمباح ہے۔ اس درجہ میں بہائم بھی ساع سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔

۲ - اہل ہوئی کا ساع: سماع کے ساتھ فہم ہو، کیکن سامع کلام کوانسانی صورتوں اور انسانی جمالیات پرمجمول کرکے اپنے نفس و شہوت کی تسکین کرتا ہو، یہ جوانوں اور شہوت پرستوں کا سماع ہے اور بیر ترام ہے۔

سو مریدین مبتدئین کا ساع: جو کلام کوئ کراس کے مفہوم کو سیحتے ہیں، پھراپنے رذیل و خسیس حال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مطلوب ومحبوب حقیقی سے دوری اور معصیت و میجوری میں اپنے ابتلا کو یا دکر کے رنجور و بے خود ہوجاتے ہیں۔ وہ کلام کے ظاہری فاسد معنی کو ترک کرتے ہوئے ان میں ایسامعنی پیدا کر لیتے ہیں جوان کی طلب مولی، احساس معصیت اور ذکر آخرت کو ہوجا دیتا ہے۔

سم – کاملین ومشاہدین کا ساع: بیدوہ حضرات ہیں جود نیا و مافیہا اور اپنی ذات وصفات سے نکل چکے ہیں اور ہروقت اور ہر جگہ ذکرمولی وفکرمولی میں سرشار ہیں۔ بسااوقات ان کے کلام میں حلول واتحاد کی بوآتی ہے، مگران کی ذات اور ان کافہم اس سے ماور اہوتا ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب آ داب انساع والوجد، الباب الثانی، ملخصا) (۵) شیخ احمد بن یحلی منیری (۸۲ سے)

شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری نے صوفیانہ نغمات کے حوالے سے زیادہ وضاحت سے تفتگوی ہے۔وہ فرماتے ہیں:

'' بیران طریقت نے فرمایا ہے کہان کے سامنے رندانہ اشعار، شراب و کہاب کے متعلق گائے جاتے ہیں،کیکن وہ اس کے دوسرے معنی لیتے ہیں۔لفظ وصال سے ويدارالهي، فراق سے حجاب خداوندي اور چيثم سے نظر لطف اور خدا کي مهر بانياں مراو ليت بين، جيما كقرآن كريم كاانداز ب: وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي، أَى عَلَى عِلمِي وَ بَصَوى (تاكه تيري پرورش ميري آئكھ كے سامنے ہو، ليني مير علم اور ميري نظر ك سامنهو) زلف سے قرب خداوندى كمعنى سجھتے ہيں ليئقر بُونا إلى اللّه زُلْقَى (تاكهوه جمارے ليے قرب خداوندي كا وسيله ہوجائيں)اور ہوسكتاہے كه زلف بعمرفت الوہیت کا پیچیدہ سلسلہ مرادلیں ہے بیا کہ سی نے کہاہے: گفتم بشمارم سریک ملاقت رفقش تابوکه به تصیلش سرجمله بر آرم خند پیمن هر سر زلف مشکینش یک پیچ به پیچید وغلط کرده شمارم (میں نے جایا کہاس کی زلف کے گھونگر کا یک سرا شار کروں تا کہاس کے اجمال سے تفصیل کا مشاہدہ کرسکوں ۔ میر ہے اس اراد ہے پراس کی زلف مشکییں کا ایک ایک بال میننے لگااورایک ایسا بیج ڈال دیا کہ میں اپنا گنناسب بھول گیا۔) یعنی اگر کوئی چاہے کہ اپنی سعی وکوشش سے بارگاہ الوہیت کے عجا ئبات کے ایک تار موکا بھی شاخت کر سکے تواس میں ایک ایس شکن پڑ جاتی ہے کہ اس کا سارا انداز و شارغلط موجا تاہے اور عقل مد ہوش ہو کررہ جاتی ہیں۔ اور پیجی ہوسکتا ہے کہ زلف سے کفر کی ظلمت مراد لیں اور چیرے کی چیک سے ایمان کا نورمرا دلیس،مثلاً شاعر کابه شعر: ملک رخت که بود دلت زلف تور بود مهندونگر که حق مسلمال فرو گرفت (میرادل تیرے رخسار کی ملکیت تھا، جسے تری زلف لے گئی۔ چیرت کی بات بہے

كەمسلمان كاحق ايك مندولےاڑا)

رنگ زلف توسیه کرده است رویے روز گار نور روبیت محو کرده گلمت شب را بروز (تیری کالی کالی زلفوں نے دن کو تاریک کردیا ہے اور تیرے رخسار کی چیک نے اندهیری رات کوروش کردیا ہے۔)

اورلفظ کفر سے اپنی ہتی اور اپنے اعمال کا چھپالینا مراد کیتے ہیں اور ارتداد سے اپنی خودی سے پھر جانا ہجھتے ہیں، جیسے کہ ایک بزرگ نے کسی کو بیشعر کہتے ہوئے سنا: کافر نہ شوی عشق خرید ارتو نیست مرتد نہ شوی قلندری کارتو نیست (تو جب تک کافر نہ ہوجائے عشق تجھ کو قبول نہیں کرے گا اور جب تک مرتد نہ ہو جائے قلندری کے قابل نہ ہوگا۔)

ین کراس بزرگ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

اورجب مستی وشراب کی باتیں سنتے ہیں، جیسے _

گرمے دو ہزار رطل بر پیمائی تاخود به خوری نباشدت زیبائی (اگرتودو ہزار رطل (پیانہ) ناپتا چلا جائے توکیا ہوتا ہے، جب تک توخود نہ ہے کیف وسر ورحاصل نہیں ہوسکتا۔)

اس کا پیمطلب سجھتے ہیں کہ دین کا کا ممحض علم اور گفتگو سے نہیں سنورتا، بلکہ ذوق دل سے آراستہ ہوتا ہے۔اگرعشق ومحبت اور زہد وتقویٰ کی ہزار باتیں کیا کرے اور کتا ہیں تصنیف کرڈالے، کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جب تک وہ باتیں تجھ پر پیدا نہ ہوجائیں۔

اورجب خراباتی اشعار سنتے ہیں، جیسے

ہر کو بخرابات مذشد ہے دین است ذیرا کہ خرابات اصول دین است (جوش مے خانے میں نہ گیاوہ ہے دین ہے ؟ کیوں کہ مے خانہ ہی تو دین کی بنیاد ہے) اس شعر سے بیم معنی سجھتے ہیں کہ بیصفات بشری جوزندگی کی آبادیاں سمجھی جاتی ہیں ، جب تک خراب اور دیران نہ ہوجا نمیں ،اس وقت تک وہ صفتیں جوانسان کے جوہر میں بوشیدہ ہیں ، ظاہ نہیں ہوسکتیں۔

اورایسا بھی ہوتا ہے کہ عربی زبان کا کوئی شعر سن کراس کے ایسے معنی سجھتے ہیں جو در حقیقت اس کے معنی نہیں ہوتے اور اس سے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جیسے کہ سی نے کہا سع

مازارَنِي فِي النَّومِ اللَّا خَيالُكُم

(ہم سوائے تمہارے خیال کے خواب میں بھی پھڑ نہیں دیکھتے)

ایک صوفی کو بین کرحال آیا۔لوگوں نے بوچھا بیکیسا حال ہے کہ آپ خوداس کا مطلب نہیں سیجھتے کہ وہ کیا کہہر ہاہے؟ انہوں نے کہا: میں کیوں نہیں جانتا؟ وہ کہہ ر ہاہے کہ ہم زاراور در ماندہ ہیں اور خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک بزرگ کسی بازار سے گزررہے تھے۔ایک کگڑی بیچنے والا کہدرہا تھا: خِیاز عَشَوَةً بِحَبَةِ (ایک پیسے کی دس ککڑیاں) بیس کر وجد آگیا۔لوگوں نے ان سے پوچھا توانہوں نے جواب دیا:

اِذَا كَانَ خِيارُ النَّاسِ عَشَرَ أَبِحَبَّةٍ فَمَاقِيمَةُ شِرَادِهِم؟ (جِبِوَسْ نِيكِ انسانوں كى قيمت ايك پيسه ہے توبر سے انسانوں كى كيا قيمت ہوگى؟) شيخ منيرى رحمة الله عليہ حسن وعشق كے مضامين پر شتمل غزليات كے ساع كے تعلق سے

فرماتے ہیں:

جن میں خال وخط، زلف واب، قدوقامت، چتم وابرو کے حسن وخوبی کی صفت ہو
اوراس طرح کی نظمیں جس کوعام لوگوں کا مذاق پیند کرتا ہے، مکروہ ہیں۔ پیر کراہیت
نظم اور ننژ دونوں کے لیے ہے۔ مگر وہ علمائے ربانی جوصاحب تمیز اور ریاضت و
مجاہدہ کرنے والے البہام اور غیر البہام کو بیجھتے ہیں، جیسا کو قسم اول میں ہم نے بیان
کیا ہے، ان کے لیے ہر طرح کا شعر سننا مباح ہے۔ حضرت پیغیبر صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ رضوان اللہ عنہم نے سنا ہے، بلکہ صحابۂ کرام نے کہا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔
حضرت شیخ بیجی منیری ساع اشعار کے حوالے سے فیصلہ کن انداز میں مسلک اعتدال
حضرت شیخ بیجی منیری ساع اشعار کے حوالے سے فیصلہ کن انداز میں مسلک اعتدال

''یہاں پرلوگوں کو غلط نہی ہوئی ہے۔ بعض ہر شہم کے اشعار سننےکو حرام کہتے ہیں، حالاں
کہ رات دن مسلمان بھائیوں کی غیبت کیا کرتے ہیں۔ اور ایک جماعت ہر قسم کے
اشعار سننے کو حلال کہتی ہے اور رات دن لغواور بیہودہ اشعار سنا کرتی ہے۔ اور دونوں
اپنے اپنے طریقوں پر دلیلیں قائم کرتے ہیں۔ اب اس جگہ بھنا چاہیے کہ جو مسلم مختلف
فیہ ہواور وجو ہات پر محمول کیا جاتا ہو، اس پر اطلاق کے ساتھ جواب قائم کرنا خطاہے۔''
ایک سوال ہیں ہے کہ مشائح کی صحبت میں بیٹھ کر جو حضرات ساع سنتے ہیں، ان میں ہر
شخص فانی فی اللہ اور باقی باللہ تونہیں ہوتا، بلکہ بہت سے مبتدی ہوتے ہیں، پھران کے لیے ساع کا

جواز كيول كرب؟ اسكا جواب ديتے ہوئے حضرت يحيى منيرى رقم طراز ہيں: الغرض ساع كى تين قسميں ہيں: حلال، حرام اور مباح كسى بزرگ سے ساع سے متعلق بوچھا گيا: فَقَالَ: مُستَحَب لِأهلِ الحَقَائِق وَمُباخ لِأهلِ الشَّكِ وَالْوَرَعِ وَمَكروهُ لِأَهلِ النَّفُوسِ وَالْحُظُوظِ۔ (انہوں نے کہا کہ ساع اہل حقیقت و معرفت کے لیے مستحب ہے، اہل شک و ورع لیمن زاہد و پر ہیز گار کے لیے مہاح ہے اور اہل نفوس وشہوت کے لیے مکروہ ہے۔)

د ہے وہ افراد جوتمام اہل سماع کو جھوٹا، مکاراور دیا کار کہتے ہیں، عشق و مستی کا انکار کرتے ہیں، وجد و کیف کی نفی کرتے ہیں اور وہ سے کہتے ہیں کہ اب اہل حقائق کہاں؟ لہذا سماع بھی ممنوع و حرام ۔ ایسے حضرات کو حضرت منیری نے ہڑے گئے اور دو ٹوک لہجے میں متنبہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

د' کند طبیعت والا، نا پاک، بد بخت سماع کی لذت سے متعجب ہوتا ہے ۔ سننے والوں

کی کیفیت ذوق و وجد و حال واضطراب اور چہروں کا رنگ بدل جانے کا اسے یقین نہیں ہوتا ۔ اس کا تعجب کرنا ایسا ہے جیسا کہ جانور مغز با دام یا اس کے حلوے کے مزید کے بین بین ہوتا۔ اس کا تعجب کرنا ایسا ہے جیسا کہ جانور مغز با دام یا اس کے حلوے کے مزید کی لذت ، اس کے جلال کی معرفت و عظمت اور اس کی صناعی کے خدا کی معرفت کی لذت ، اس کے جلال کی معرفت و عظمت اور اس کی صناعی کے خدا کی معرفت کو کتاب ات د مکھ کرمتھی و متعجب ہو۔

الیا تخف انسانیت سے خارج ہے اور اس کے انکار کا وبال اس کی گردن پر ہوگا؛
کیوں کہ اگرکوئی نابینا سبزہ زاروآب رواں کے پر لطف نظاروں سے محروم ہونے
کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو کوئی تعجب نہیں ؛ کیوں کہ اس کوآ تکھیں نہیں ملی ہیں جو
ایسے فرحت بخش مناظر کو دیکھ سکیں۔ (مکتوبات صدی، مکتوب: ۹۳، اقتباسات نقذیم وتاخیر سے لیے گئے ہیں۔)

(٢) اعلى حضرت مولا نااحد رضاخان بريلوي (٠ ٣ ١٣ ١٥)

آ خرمیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا بھی ایک بصیرت افروز اقتباس پیش خدمت ہے: ساع مجرد بے مزامیر ،اس کی چند صورتیں ہیں:

اول: رنڈیوں، ڈومنیوں محل فتندامر دوں کا گانا۔

دوم: جوچیزگائی جائے معصیت پر شتمل ہو، مثلافخش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امر دکی ہالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگر چیمردہ ہو، ایساذ کرجس سے اس کے اقارب احبا کو حیاہ عارا ٓئے۔ سوم: بطور لہو ولعب سنا جائے ، اگر چیہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔ تینوں صورتیں ممنوع ہیں۔ الا نجیرَ تَانِ ذَا تَا وَ الا و لٰی ذَرِیعَةً حَقِیقَةً (آخری دو بلحاظ ذات اور بہلی در حقیقت ذریعہ ہے۔ ت

ايسائى گانالهوالحديث بـ اس كى تحريم يى اور كيهند ، وتوصرف حديث: كُلُ لَعِبِ ابنِ

اْ دَمَ حَواهُ إِلَّا ثَلْثَةُ (ابن آدم كابر هيل حرام بسوائے تين كھيلوں كے۔ ت) كافى ہے۔ ان کےعلاوہ وہ گاناجس میں نہ مزامیر ہول نہ گانے والے محل فتنہ، نہ لہو ولعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام بلکہ ساوے عاشقانہ گیت ،غزلیں ،ذکر باغ وبہار وخط وخال ورخ وزلف وحسن وعشق وهجر ووصل و وفائے عشاق و جفائے معثوق وغير ہاامور عشق وتغزل يرشتمل سنے جائيس تو فساق وفجار واہل شہوات ونيه کواس سے بھی روکا عِلَى كَارَ وَذَٰلِكَ مِن بَابِ الاحتِيَاطِ القَاطِعِ وَنُصِحِ النَّاصِحِ وَسَدِّ الذَّرَ ائِعِهِ (بدر کاوٹ یقینی احتیاط اور سد ذرائع کے باب سے ہے۔ (ت) اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہتے تو دور نہیں ۔گانا کوئی نئی چیز پیدانہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے۔جب دل میں بری خواہش، بیہودہ آلائشیں ہوں تو تھیں کوتر تی دے گا اور جو یا ک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا ورسول سے مملو ہیں ، ان نے اس شوق محمود وعشق مسعود کوافز اکش دے گا۔ ان بندگان خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹلمبرانا کچھ بے جانہیں۔ بياس چيز كابيان تھا جيعرف ميں گانا كہتے ہيں اورا گراشعار حمد ونعت ومنقبت ووعظ و پندوذ کر آخرت بوڑھے یا جوان مردخوش الحانی سے پڑھیں اور بہنیت نیک سنے جائيں كەاسے عرف ميں گانانہيں بلكه پڑھنا كہتے ہيں تواس كے منع پرشرع سے اصلا وليل نهيس حضور يرنورسيدعالم صلى الله تعالى عليه وسلم كاحسان بن ثابت انصاري رضى الله تعالى عنه كے ليے خاص مسجدا قدس ميں منبرر كھنا اوران كااس پر كھڑے ہوكرنعت اقدس سنانا اورحضور اقدس صلى الله تعالى عليه وسلم وصحابه كرام كا استماع فرمانا خوو حدیث محیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہدا قدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جوازیر دلیل لائے۔ انجشه رضی اللّٰد تعالی عنه کے حدی پرحضور والاصلوات اللّٰد تعالی وسلا مه علیہ نے ا زکار [نهيس] فرمايا، بلكه بلحاظ عورات يَا أَنْجَشَةُ زوَيْداً ، لاَ تَكْسِوِ القَوَادِيرَ ارشاد ہوا کہ ان کی آواز دل کش ودل نواز تھی،عورتیں نرم ونازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی تھیس بہت ہوتی ہے۔

غرض مدارِ کار، محقق وتوقع فتنه ہے۔ جہاں فتنه ثابت وہاں تھم حرمت ، جہاں توقع واندیشہ، وہاں بنظر سد ذریعہ تھم ممانعت ، جہاں نه بیرنه وہ ، [وہاں] نه بیرنه وہ [نه حرمت نه ممانعت] بلکه به نیت محموداستحباب موجود۔ (فقاویل رضوبیہ ۲۴، ببحذف یسر)

خلاصة اقوال

مذکورہ حوالہ جات کی روشن میں نغمات صوفیہ کے حوالے سے بطور خاص بیکہا جاسکتا ہے کہ: ا – اگروہ خالص ذکر وفکر ،حمہ ونعت اور محامہ ومنا قب پرمشتمل ہوں توان کے جواز میں کسی کوچھی کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا۔

۲-اگر کفروشرک، بدعت وضلال اور دعوت فخش و فجور پرمشتمل ہوں تو ان کے حرام ہونے میں جی کوئی شہبہ نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ صوفیہ کے نغمات ایک بہتوں سے پاک ہیں۔
سالبتہ اگروہ نسائیات، بہاریات، نجم یات اور عرفانیات کے مضامین پرمشمل ہوں تو ان کا سماع عارفین واہل ول کے لیے اور ان کی متابعت میں ان کے مریدین وطالبین کے لیے مستحب، عام انسانوں کے لیے مباح اور شہوت وفقس پرستی میں ڈو بولوگوں کے لیے ناروا ہے۔
مستحب، عام انسانوں کے لیے مباح اور شہوت وفقس پرستی میں ڈو بولوگوں کے لیے ناروا ہے۔
اب رہی میہ بات کہ ایس شاعری کاسناصالحین وطالبین کے لیے روا کیوں کرہے؟ تواس سلسلے میں جو باتیں لکھ دی گئیں ہیں وہ ارباب دین وہ انش متصوفین کے لیے کی طور پر کافی اور اطمینان بخش میں البت نصیت میں واضح طور پر مسطور و مکتوب ہونا ہے۔ ایسے حضرات کوئینی طور پر مسطور و مکتوب ہونا ہے ہے، ایسے حضرات کوئینی طور پر تامل ہوگا۔ ایسے حضرات سے ہماری چندگر ارشات ہیں:

"ا۔ صحابہ کرام کے قصائد کے تشہیبی اشعار کا ایک بار کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ مطالعہ کریں۔اگر صحابہ کاعمل اور اس پر پیغمبر کی توثیق سے انہیں اطمینان خاطر ہوجائے تو پھر صالحین کے ساع پراعتراض میں جلدی کرنے کے بجائے ،اپنے خمیر سے انصاف کی بھیک ماگلیں۔

'ا ۔ شعروشن کا مطالعہ کریں، جب تک شعروا دب کا مطالعہ نہ ہو، طبیعت میں رچی کبی مولو یا نہ تقشف پسندی بہت پریشان کن رہتی ہے۔ اکا برشعرا کا مطالعہ کریں اور پھر ایک جست لگا کرا کا برمتصوف شعرا کا مطالعہ کریں۔ جب طبیعت زیادہ گھبرانے گے اور اندر کا فتو کی ہا ہرآنے کو بے چین ہونے گئے تو پھرایک بارصحابہ کی شبیبات کا مطالعہ کریں۔ان شاءاللّد رفتہ رفتہ طبیعت میں توسع ،فکر میں گہرائی اور فہم میں بصیرت وسیلانیت آتی جائے گی۔

۳- قرآنی مجازات پر بھی غور کریں۔ نور الہی کی تشبیہ، مشکاتِ زجاج سے کیوں دی جارہی ہے، جنت کے باغات میں دودھ اور شہد کے ساتھ خمر اور شراب طہور کا انتظام کیوں ہور ہا ہے اور پھر ٹھے ہنڈو ی کے ذریعے ساح نغہ کا انتظام کیوں ہور ہا ہے؟ ان امور پر بھی غور کریں۔

۲- عبادت سے پہلے جسم اور کپڑے کی صفائی، جماعت اور صف بندی کا اہتمام، تجویدور تیل کا حکم، دنیا میں سیر فی الارض کا حکم ، حقیق میں باغ و بہار کے نظارے اور اس قسم کے امور پر غور کریں تو دین میں سادہ وخشک قانون لیندی کے ساتھ جمالیات اور حسن و جمال کی حقیقت کا بھی اندازہ ہوگا۔

۵-امت کے مسلم الثبوت اکابر ومشائخ صالحین جو بتواتر ساع سنتے آئے ہیں، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہان سب کو بہ یک جنبش قلم فاسق یا بے راہ کہد دیا جائے؟

ہاں!ان تمام ہاتوں کے ساتھ سے بات ضرورہے کہ:

الف: حسن وغشق پر مشتمل ساع کوا کا برصوفیہ نے پرخطر بتایا ہے اوراس کے لیے غایت ورجہ جتن اورا ہتمام فرمایا ہے۔اس لیے آج بھی کوئی اس خطرے سے بچتے ہوئے خوداحتیاط کر رہاہے تواس کواس بات کی اجازت وی جانی چاہیے۔

ب: اسی طرح جو حضرات اس میں ایک دینی وعرفانی لذت محسوس کرتے ہیں تو انہیں بھی اس بات کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ نیت صالح کے ساتھ شیں۔

ج:البتہ مختاطین احتیاط کے نام پرایسا نہ کریں کہ وہ سامعین کے تعلق سے بدگمانی پالنے لکیں اور اس طرح سامعین بھی ہروقت اپنااورا پنی حفل کا احتساب کرتے رہیں اور بیو کیھتے رہیں کہ ان کی محافل ساع مجموعی طور پر جذب وعشق کی طرف مائل ہیں یالہوولعب کی طرف۔

اس وقت میر ہے سامنے وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے ساع کولہو ولعب اور تماشا بنالیا ہے اور وہ لوگ بھی ہیں جن کا سارا احتیاط صرف اور صرف محافل ساع کے لیے ہے۔ باقی ان کی محافل نعت ، مجالس خطاب اور جلوس ومظاہرات میں لا کھ دنیاطلی ، ہوس وستی ، بھا تگڑ ا بازی ہوتی رہی ،اس سے ندان کی تنبیج تقویٰ بکھرتی ہے اور نہ عصا بے زہدٹو ٹنا ہوتا ہے۔

ہمارے سامنے ایک حیرت اوراً عجوبے کی بات یہ ہے کہ جو حضرات سماع بالم رامیر کو بالکلیہ حرام کہتے ہیں، سماع بالم رامیر والوں سے وہ اس بات کا مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اپنی مجالس سماع کو متقد مین و متاخرین کے تمام تر آ واب سماع کا لحاظ رکھیں، ساتھ ہی ان حضرات کے اضافات کو بھی شامل کردیں، البتہ یہ حضرات جو بلام رامیر مجالس سماع / محافل نعت و منقبت منعقد کرتے ہیں، اسے ہراوب اورضا بطے سے آ زاور کھتے ہیں۔ گویا ان کے حسن تضاوکے مطابق سماع کے تمام تر آ سمانی آ داب فقط ان مجالس سماع کے لیے ہیں، جن کو انہوں نے پہلے سے ہی مطابق مرام کرر کھا ہے۔

سیح به در فتنے کا عہد ہے۔افراط وتفریط کا عہد ہے۔ بیڑھی کو چاہیے کہ اپنااحتساب کرے،
خواہ وہ قائل ساع ہو یا متکر ساع۔اعتدال کی طلب ودعا کا ہر خص محتاج ہے اور بحیثیت مسلم ہر شخص
کی پہلی ترجیج دین ؛ انابت الی الحق ،تو بہ،رجوع ، استقامت اورا تباع شریعت ہے نہ کہ پچھاور۔
فروی اختلافی مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف داروغہ گیری کے بجائے احتساب نفس اور دین
طلبی کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ ہرمسئلے میں مناظرے کی دکان سجانا امت کو تباہی سے دو چار کرر ہا
ہے،اس لیے ہمیں اس پہلو پر بطور خاص غور کرنا چاہیے۔

خلاصهٔ بحث

ا-مزامیر،زمرے مشتق ہےاورزمرے معنی آواز کے ہیں۔

۲ - مزامیر کی واحد مز ماربھی ہے اور مزمور بھی۔ مزمور نغمہ اور حسن صوت کو کہتے ہیں اور مز مار ، آلات نغمہ یا آلات موسیقی کو کہتے ہیں۔ پیش نظر مقالے میں صرف حسن صوت اور سماع نغمہ پر گفتگو ہوئی ہے۔ آلات موسیقی کی تحقیق الحکے مقالے میں ہوگی۔

سونغی، قوتِ سامعہ کی لذت ہے، جیسے اچھا کھانا اور اچھی خوش بو، قوت ذا لقہ وشامہ کی لذت ہے اور بیر فی نفسہ فطرت کا حصہ ہے، الہٰذا فی نفسہ مباح ہے، جب تک اس کے ساتھ کو کئی مخطور شرعی لاحق نہ ہو۔مثلاً غیر شرعی مضامین پر مشتمل ہو، یا غیر محرم سے سنا جائے ، یا اس طور پر سنا جائے کہ اس سے فرائض ووا جبات فوت ہوجائیں۔

ساا _موسیقی و تغیری کا حکم مطلقاً نہیں ہے، وہ مقاصد کے تابع ہیں ۔ اگران سے اللہ سے غفلت اور محر مات و ممنوعات کا ارتکاب اور واجبات و فرائض کا ترک ہوتو حرام ہیں، اسی طرح شراب یا بدکاری کی طرف داعی ہول تو حرام ہیں اور اگر ان سے ذکر وفکر میں مدد کی جائے تو ممانعت و حرمت کی کوئی وجہ نہیں اور مقاصد کے پیش نظر مستحب ہیں ۔ اور اگر نغہ و موسیقی کا استعال صرف تفریح طبع کے لیے ہوتو اصلاً مباح ہے، تاہم غیر ضروری اشتغال سے بچناہی اولی ہے؛ کیوں کہ مون خنسن إسلام الممز ءِ تَوْ کُهُ مَا لَا يَغْنِيه (۱)

۵-نغه کے جوازیاً عدم جواز پرقر آن میں کوئی صرت کا تیت نہیں ہے۔لہذا قر آن سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور جن آیتوں سے از راہ استدلال واستنباط بعض اہل علم حرمت ثابت کرتے ہیں ،ان میں گہرائی سے غور کیجھے تو یا توان کا دعویٰ ہی غیر زمینی ہوگا ، یا کم از کم وہیں پراستثنا کی صورت اور ممانعت کی علت موجود نظر آئے گی۔

۲-احادیث کریمہ میں پیغیمراسلام صلی الله علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور بعد کے عہد میں تابعین و تبع تابعین سے ساع نغمہ کی متعدد روایات موجود ہیں اور دوسری طرف غنا کی مذمت میں بھی متعدد احادیث و آثار موجود ہیں۔اب ایسے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ چوں کہ عقلاً ساع نغمہ میں کوئی قباحت نہیں ،اس لیے اصلاً ساع نغمہ مباح ہے، اسی لیے آپ صلی الله علیہ سلم اور آپ کے میں بوتا ہے دوایات توان کو نفریہ وشر کیہا ورغیر شری نغمات کے ساع پر محمول کرنا چاہو کی روایات کو اکا تھی کہ علیہ میں کوئی سات ہے ہوں کہ علام ہوتا ہے کہ غنا کاعمومی اطلاق انہی غیر شری نغمات پر ہی تھا۔

⁽۱) لا یعنی امورے بچٹاانسان کے حسن اسلام کی علامت ہے۔ (سنن تر مذی ، ابواب الزہد، باب)

2- بعض حنابلہ وشافعیہ مثلاً ابو بکر خلال اور امام غز الی اباحت غنا کے قائل ہیں، جب کہ شوافع و ما لکیہ اور حنابلہ بالعموم کراہت کے قائل ہیں۔ ساع غنا کے تعلق سے سب سے سخت موقف علمائے حفنہ کا ہے، جو بالعموم حرمت کی طرف گئے ہیں۔

۸-ائمہ ثلاثہ حنفیہ کے یہاں غنا کی حرمت پرصراحت کے ساتھ اقوال نہیں ملتے ، زیادہ سے زیادہ کراہت کا قول ملتا ہے اور بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے اباحت کا بھی اشارہ ملتا ہے۔ تاہم مذہب حنفی کے بے شار شارعین نے غنا کوحرام اور معصیت لکھا ہے۔

9 مختفقین علیا ہے حنفیہ میں امام سرخسی مطلقاً جوازگی طرف گئے ہیں۔ ان کے نزدیک غنا صرف اسی وقت ممنوع ہے جب از راہ لہو ہو۔ جب کہ شخ الاسلام مطلقاً کراہت (تحریمی) کی طرف گئے ہیں۔البتہ غنا کا جو ثبوت ماتا ہے وہ استثنائی ہے اور وہ اس لیے ہے کہ خاص مواقع پرلہو یسیر جائز ہے یا اس لیے کہ وہ سرے سے لہوہے ہی نہیں۔غور کرنے سے بیا ختلاف نفطی نظر آتا ہے اور کراہت و ممانعت کی بنیا واہو پر قائم نظر آتی ہے۔

ا تحقیق بیہ ہے کہ خودلہو بھی مطلقاً حرام نہیں، بلکہ اس کا تھم، سبب لہو کے تا ابع ہے۔
اگر کسی امر حرام سے لہو ہوتو لہو حرام ہے، امر مستحب سے ہوتو لہو مستحب ہے، امر مکروہ سے لہو ہوتو لہو
مکروہ ہے اور امر مباح سے ہوتو مباح ہے۔ اسی طرح لہو کا سبب تو کوئی امر مباح ہولیکن وہ لہو کسی
واجب کے ترک یا حرام کے ارتکاب کو ستلزم ہوتو لہو حرام ہوجائے گا۔ اس تفصیل کی روشن میں ساع
نغہ کا تھم بھی مستنظ کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ نغمات صوفیہ کے اندر چوں کہ مضامین میں تغزل ہوتا ہے ، محفل میں مختلف طرح کے لوگ ہوتا ہے ، محفل میں مختلف طرح کے لوگ ہوتا ہے ، اس کے نتیج میں وجدور قص کا ظہور ہوتا ہے اور بعض دفعہ آلات موسیقی پر نے جاتے ہیں ، اس لیصوفیہ کا سماع بطور خاص ہرعبد میں بحث کا موضوع رہا ہے۔

اوروہ ان مضامین کو اپنی اصطلاحات، عرف اور احوال کے تناظر میں و کیھتے ہیں اور ساتھ میں توسع ہے اور وہ ان مضامین کو اپنی اصطلاحات، عرف اور احوال کے تناظر میں و کیھتے ہیں اور ساتھ میں ریجی کہتے ہیں کہ پنغمات جن کے اندر لہوولعب اور شہوت کی کیفیات پیدا کریں، ان کے لیے صوفیہ کا سماع حرام ہے، جن کے اندر اچھی کیفیات پیدا ہوں، ان کے لیے مستحب ہے اور جن کو کچھ نہ ہوتو کم از کم ان کے لیے مستحب ہے اور جن کو کچھ نہ ہوتو کم از کم ان کے لیے مستحب ہے اور جن کو کچھ نہ ہوتو کم از کم ان کے لیے مباح ہے۔ وہ چاہیں تو صالحین کی صحبت اور ذکر سمجھ کر بیٹھ جائیں، چاہیں تو منہ پٹھیں۔

۱۳-اہلم محفل، یعنی، اِخوان ساع اور توال کے سلسلے میں آ داب ساع کے تحت مستقل لکھا جائے گا، اسی طرح وجدور قص اور آلات موسیقی علا حدہ مقالات میں زیر بحث آئیں گے۔ان کا سیہ موقع نہیں ہے۔

مصادرومسسراجع

ا – القرآن الحكيم

٢ – ابطال دعوى الإجماع على تحريم مطلق السماع، شموله فيأوي الإمام الشوكاني (• ١٢٥ هـ) بمكتبة الجيل الحديد، يمن ٣- احاديث مشام بن عمار (٢٠٥ه) تحقيق عبدالله بن وكل ، واراشيلياللنشر والتوزيع ، رياض ، ١٩٩٩ ه ٧٧ _ احكام القرآن ، احمد بن على رازي الجصاص لحنفي (• ٤ سلامه) ، دار احياء التر اث العربي ، بيروت ، ٥ • ١٧ مص ۵ - احياءالعلوم، ابوحامدمجمه بن مجمد الغزالي (۵+۵ هـ)، دارالمعرفة ، بيروت ٢- اخباراني صنيفة واصحابيه ابوعبدالله حسين بن على الصَّيْم كالتنفي (٢٣٧ه ٥) عالم الكتب، بيروت، ٥٠ ١٣٠ ه ۷ – اسلام اورموسیقی/مجر جعفر شاه میپلواروی (۱۹۸۲ء)،اداره ثقافت اسلامیه، لا بهور، ۱۹۹۷ء ۸ - اسلام اورموسيقي/مجمشفيع (۲ ۱۹۷ء)، مكتبه دا رالعلوم كراجي، ۲۳ ۱۳ ما ه 9 - اعتلال القلوب، ابو بكرمجمه بن جعفر خرائطي (٣٢٧ه) بزار مصطفي الباز ،مكة المكرمة ، ١٣٢١ هـ • ا – اغاثة اللبفان من مصائدالشيطان ، ائن قيم الجوزية (٥١ ٤ هـ) ، مكتبة المعارف ، الرياض ١١-الادبالمفرد،ايوعبدالبحمد بن اساعيل بخاري (٢٥٧هه)،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع،الرياض،١٩٧٩هه ۱۲ –البحرالرائق شرح كنزالد قائق ، زين الدن ابن مجيم مصرى (+ ۹۷ هه) ، دارالكتاب الاسلامي ۱۳ –البنايةشرح البدايه مجمود بن احمد بدرالدين عيني (۸۵۵ ھے)، دارالکتب العلمية ، بيروت،لبنان، • ۲۴ اھ ١/٢ – البيان والتبيين ،ابوعثمان عمر وبن بحر جاحظ ليثي (٣٥٥ هه)، دار دمكتبة الهلال، بيروت، ٣٢٣ ما هه ۱۵-الثاریخ المعتبر فی انیاء من غبر ،عبدالرحن بن محد مقدسی حنبلی (۹۲۸ هه) ، دارالنوا در ،سوریا ، ۱۳۳۱ هه ١٧ -الثاويلات النجمة ،احمد بن عمرنجم الدين كبريُّ (٦١٨ هه)، دارالكتب العلمية ، بيروت، ٢٠٠٩ هه ١٤ - التعريفات الفقهمة ،مجمعيم الاحسان مجدوي بركق (٩٥ ٣١ه) ، دارالكتب العلميه ، بيروت ، ٧٠ ١٣ هـ ۱۸ –التوقیف علی مهمات التعاریف،عبدالرؤوف بن تاج العارفین المناوی (۱۳۰۱هه)،عالم الکتب، ۱۴۱۰هه ١٩ - الجامع الصغيروشرحه النافع الكبير، ابوعبد الدُّمحرين حسن شيباني (١٨٩ هـ)، عالم الكتب، بيروت، ٢٠ • ١٣ هـ • ٢ - الحدودالانيقة والتعريفات الدقيقة ،: زكر بابن محمد انصاري (٩٢٧ هه)، دارالفكر المعاصر، بيروت، ١١٣١ هه ٢١ ـ الرسالية القشيريه،عبدالكريم بن بهوازن قشيري (٦٥ ٣ ه.)، دارالمعارف، القاهرة ۲۲ _ السنن الكبرى ، احمد ، ن الحسين بن على البيه قل (۴۵۸ هـ) ، دارالكت العلميه ، بيروت ، لبنان ، ۲۲ ١٣ هـ ۲۳ – انصحاح ، ابونصراساعیل بن جماد جو ہری الفارا بی (۹۳ سرهه) ، دارالعلمللملا کنین ، بیروت ، ۷ + ۱۲ ه ۲۷ - الكلام على مسئلة الساع ، محمد بن إلى مكرين القيم الجوزيه (۵۱ ۷ هـ) ، دارالعاصمة الرياض ، ۹ • ۱۴ هـ ۲۵ – المبسوط بمش الائمه مجمد بن احد سرخسي (۸۳ م ۵)، دارالمعرفه، بيروت، ۱۴ ما ه ۲۷ – المحيط البر ماني، بريان الدين محمود بن احمد بن مَا زه بخاري حنفي (۲۱۲ هه)، دارالكت العلميه ، بيروت، ۲۲۴ اهه

٢٤ - المطالب العالبة ،الوافضل احمدا بن حجرع سقلاني (٨٥٢ هه)، دار العاصمة ،سعوديه، ١٩١٩ هه ۲۸ -المعجب فی تلخیص اخبارالمغر ب،عبدالواحد بن علی مراکثی (۲۸۲ هه)،المکتبة العصرية ، بیروت ،۲۲۷ ه ٢٩ - إلمجم الاوسط، ابوالقاسم سليمان بن احمر طبراني (٧٠ ٣ هه) ، دار الحرمين ، قابره • ٣- المعجم الكبير،ابوالقاسم سليمان بن احمرطبراني (• ٢ ساھ)،مكتبة اين تيميه، قاہر ہ ا ٣٠ ـ المنجدعر بي اردو،لويس معلوف (٦٥ ٣٠ هـ) مترجم :عبدالحفيظ بلياوي بنزيه علم واوب،لا هور ٣٢ – الموسوعة الفقهمة الكويتيه، وزارة الاوقاف والشهون الإسلاميه، كويت، ٩٠ ١٨ – ١٣٢ هـ ٣٠٠ – الموسوعة المبيسرة في الإحكام والآواب، فاكَنْ عمرسرسك، وارالياز درى العلمية ، ممان ، ١٠ ٠ ٢ ء ٣٣ - النكت والعيون، ايوالحس على بن مجمد بصرى ماور دى (٥ ٩ ه هي) ، دار الكنب العلميه ، لبنان ۵سالېدا په ايوالحن بريان الدين على بن الى بكرمرغينا في (۵۹۳ ۵) د داراحياءالتر اث العربي ، بيروت ٣٧- بدائع الصنائع، ابو بكرعلاءالدين بن مسعود كاساني حنفي (٥٨٧ ه ١٥) ، دارالكتب العلميه ، ١٧ • ١٢ هـ ۷ سـ بح الدموع، ابوالفرج عبدالرحن بن على بن مجمد الجوزي (۵۹۷ هه)، دارالفجرلتر اث، ۱۴۲۵ هه ۸ سا- بحرالعلوم، ابوالليث نصر بن محمد بن احمد بن ابرا بيم سمر قندي (۱۳۷سه ۱۰)، الممكتبة الشاملة 9 – بوارق الالمباع،احمد،ن مجمد الغزالي (• ٥٢هه)،مشموله،رسائل السهاع،مطبع انوارمجدي بكصنوً ١٣ اهر ۰ ۴ ـ تاریخ بغداد،ابوبکراحه بن علی انخطیب بغدادی (۳۲۳ ه ۵)، دارالغرب الاسلامی ، بیروت ، ۲۲ ۱۳ ه ا ٨- تاريخ مشق، ابوالقاسم على بن كحس ابن عساكر (١٥٥هـ)، دارالفكرللطباعة. والنشر والتوزيع ١٥٣٥هـ ٣٢ - تبيين الحقائق ،فخر الدين عثان بن على زيلعي (٣٣٠ ٧ هـ)المطبعة الكبري الاميريه، قابره، ١٣١٣ هـ ۳۳ - تخریج احادیث احیاءعلوم الدین، دارالعاصمة للنشر ،الریاض، ۴۰ ۱۳ هه ٣٧ - تفسيرالقرآن لعظيم، ابن الي حاتم ابوڅمه عبدالرحمن (٣٢ ع) مكتبة نز ارمصطفي الباز ،سعوديه، ١٩٧٩ هه ٣٥- تهذيب الكمال، جمال الدين يوسف بن عبدالرحن قضاعي (٣٢) ه)،الرسالة ، بيروت، • • ١٠هـ ه ۴۷-حاشية السندي علىسنن ابن ما جه (كفاية الحاجة في شرحسنن ابن ماجه)،ابولحس مجمه بن عبدالهاوي نور الدين سندي تنوي (۸ ۱۱۳ ه)، دارالجيل ، بيروت

۷۶ - دراسة نقديد في المرويات الواردة في فخصية عمرا بن الخطاب وسياسته الا دارية ،عبدالسلام بن محسن آل عيسلى، عمادة البحث العلمي ، الجامعة الاسلاميه، المدينة ة المنورة ، ۲۳ ۱۳ هـ

۸۵ – رسالة فی الغناء الملمی ، مشموله: رسائل ابن حزم الاندلی (۲۵۲ ه) ، الموسسة العربیدللد راسات والنشر
 ۹۵ – ساغ الاغناء گوالی اورگانا بجانا ، ابن قدامه المقدی (۲۲۰ ه) / غازی عزیزی ، مکتبه دارالسلام ، ۱۲۵ ه) و ۵۰ – سنن ابن ما جه ابوعبد الله محمد بن یزید قزوینی ، (۲۷ م) ، دار حیاء الکتب العربیه
 ۵۵ – سنن ابی دا و دو ، ابود او دسلیمان بن الا شعث از دی (۲۵ م) ، المکتبة العصریه ، بیروت
 ۵۲ – سنن التر مذی ، محمد بن عیسی التر مذی ۲۷ ه) ، مصطفی البانی ، مصر ، ۹۵ ساه

شخ محمدعبدہ کی زندگی میں تصوف کے اثرات

انیسویں صدی کے نصف ثانی میں افق مصر پرایک ایساستارہ طلوع ہواجس نے مصر کی تاریکی اور ظلمت و تیرگی کونورو تا بناکی میں بدل دیا، جو تاریکیاں سلطنت عثمانیہ کے قبضہ واقتدار کے بعد مصر پر ایک طویل زمانے سے مسلط تھیں۔اس طلوع ہونے والے بدر منیر کا نام امام وقت ، مجد دزماں علامہ شیخ محمد محمدہ مسلط تھیں۔اس طلوع ہونے والے بدر منیر کا نام امام وقت ، مجد دزماں علامہ شیخ محمدہ مسلط تھیں۔ اپ کی پیدائش صوبہ 'مجمدہ 'کھیرہ' کے ایک قصبہ 'شہرا خیت' میں مشہور ومعروف تھا اس ایک شخصیت بھی مجد و شراف محمد و فی تقال سے بڑی قابل فخر تھی۔

مصری اطفال کی طرح آپ کی نشوونما بھی بدویا نہ طریقے کے مطابق ہوئی ، آپ نے ابین تعلیم کا آغازگاؤں کے ملتب سے کیا اور کم سی ہیں میں قرآن کریم کے حفظ و تجوید سے فارغ ہوگئے۔ ۱۸۶۳ء میں طنطا کی جامع احمدی میں آپ نے از ہری دروس کا آغاز کیا جو جامع از ہر قاہرہ کی ایک شاخ ہے، لیکن یہاں کی نامناسب طریقہ تعلیم نے آپ کے علمی سفر کوروک دیا اور خود کو حصول علم میں نااہل تصور کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اپنے والد اور بھائی کے ساتھ کا شت کاری میں مصروف ہوگئے۔ بھر ۱۸۲۵ء میں گاؤں واپس آئے اور رشتہ از دوائ سے منسلک ہوگئے۔ اس کمیں میں موقو ف کردینا والد مکرم کو منظور نہ کے بعد آپ نے بعد آپ اس کے آپ سال دوبارہ جامع احمدی کی طرف لوٹ آئے۔

اس فرمیان ایسے بجیب وغریب حالات پیش آئے جس نے آپ کی زندگی کویکسر بدل دیا وردوبارہ علم کی محبت اور شوق ولگن پیدا ہوگئ۔ اس کے بعد آپ نے از ہری منہج کے مطابق تعلیمی سفر طے کیا اور وقت کا ایساامام ومجد دبن کرا بھرے کہ لوگوں کے مطمح نظر بن گئے اور اپنی خدمات سے ایک عالم کوممتا ترکیا۔

یے صورت حال اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کی ملاقات شیخ درویش سے ہوئی جورشتے میں آپ کے نانا لگتے تھے۔ آپ کی زندگی میں اس مرد درویش کا بڑا اثر تھا ہلم کی رغبت وشوق اور جامع احمدی کی طرف آپ کار جوع اسی مر دقلندر کی رہین منت ہے۔ استادا حمد امین مرحوم کہتے ہیں: ''مشیت ایز دی نے آپ کوصوفی ، شیخ درویش خضر کے درتک پہنچا دیا جوآپ کے نانا تھے پھر انھوں نے آپ کی زندگی میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ معلوم ہوتا آپ شخص دیگر ہیں، ایسا لگتا تھا کہ کوئی جادوئی عصامس کر گیا ہو۔ یہیں سے مشائخ کی زندگی میں پیش آ مدہ مسائل کی عکاسی ہوتی ہے۔ بلاشبہ اگر حجم عبدہ اپنے شیخ سے ملاقات کے لئے اس شہر کی طرف کوجی نہ فرماتے تو آپ کی شخصیت معروف وشہور نہ ہوتی اور علاقے کے علاوہ کوئی شخص آپ سے آشانہ ہوتا اور آپ کی حالت کسی شہر کے عام کسانوں جیسی ہوتی جن کانام ولادت ووفات کی رجسٹر ہی میں درج ہوتا حالت کسی شہر کے عام کسانوں جیسی ہوتی جن کانام ولادت ووفات کی رجسٹر ہی میں درج ہوتا حالت کسی شہر کے عام کسانوں جیسی ہوتی جن کانام ولادت ووفات کی رجسٹر ہی میں درج ہوتا حالت کسی شہر کے عام کسانوں جیسی ہوتی جن کانام ولادت ووفات کی رجسٹر ہی میں درج ہوتا ہے۔ ۔ (زعاء الاصلاح فی العصرالحدیث ہوتا)

ایک مرتبہ شخ خصر درویش مجر عبدہ کے پاس آئے اور انہیں ایک رسالہ دیا جے شخ محمد منی نے مغرب کے دقیق رسم الخط میں تحریر کیا تھا، آپ نے صعف بصارت کی وجہ سے چاہا کہ مجم عبدہ ان کے سامنے پڑھیں الیکن آپ نے تیزی سے اس رسالے کو چھینک دیا اور پڑھائی میں اشتغال رکھنے والوں کی مذمت اور ان سے خت تفر کا اظہار کرنے لگے لیکن شخ نے تبہم فر ما یا اور ان کے ساتھ صلم و بر دباری سے پیش آئے ۔ آپ کی یہی صورت حال رہی یہاں تک کہ ایک مرتبہ شخ نے ایک کتاب کی چند سطریں پڑھیں اور اس کی الیمی لا جواب توشیح وقصیر کی جس نے آپ کے ذہن کا تصفیہ کردیا اور اس اکتاب کے وجہ سے پیش کے ذہن کا تصفیہ کردیا اور اس اکتاب کے وجہ سے پیش کے ذہن کا تصفیہ کردیا اور اس اکتاب کے وجہ سے پیش کے دہرے اور اس اکتاب کی وجہ سے بیش کے دہرے اور سے دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی صورت حال رہی ۔

یدر سالہ بعض معارف صوفیہ پرمشمل تھا، جس میں آ داب نفس کے حوالے سے صوفیہ کے ارشادات، مکارم اخلاق پرنفس کو برا بھیختہ کرنے، رذائل سے پاک کرنے اور دنیوی زندگی کے مظاہر سے نفس کو بے رغبت کرنے جیسے عناوین شامل تھے۔

(عبقرى الاصلاح والتعليم الامام محمد عبده اص: ٢١)

شیخ کے صوفیا نہ طریقہ تعلیم اور طرز عبادت کودیکھ کرآپ کے اندر علمی ذوق پیدا ہوگیا اور جس چیز کوآپ ناپیند کرتے تھے اسے سبسے زیادہ محبوب رکھنے لگے، حاصل میہ کہ آپ کیسر بدل گئے۔ شیخ کی صحبت میں آنے کے بعد آپ کے ساتھ جووا قعہ پیش آیا اسے یوں بیان کرتے ہیں:

'' آپ فرماتے ہیں کہ چندون ہی گزرے تھے کہ میں نے خودکوا پنی ونیا کے علاوہ

دوسری دنیامیں پرواز کرتے ہوئے دیکھا،میری تنگی کشادگی میں بدل گئ اور جودنیا میرے لیے غیر معمولی تنگی علم ومعرفت اور تصورالهی جومیرے لئے حقیر و کم تر تھاوہ عظیم الثان ہوگیا بنم وکلفت کے سارے بادل حیث گئے صرف ایک غم رہ گیا اوروہ میہ کہ میں معرفت وسلوک اورآ داب نفس میں کامل واکمل ہوجاؤں۔اس جعی میلان کی طرف رہنمائی کے لئے ہم نے ایسے درویش کا سہارالیا جس نے چندی ونوں میں مجھے ظلمت و جہالت کی قیدست نکال کرملم و معرفت کی فضا میں بہنچادیا اور کورانہ تقلید کی زنجیری تو ڈکر خالص تو حید کاراستہ دکھایا''۔

(مصدرسایق،ص:۹۲)

اس شیخ کانام درویش خصر ہے جوامام ممدوح کی سعادت و فیروزمندی کی اساس و بنیاد ہیں، یہی وہ درویش ہیں جضوں نے آپ کی فکرونظر کا قبلہ بدل دیااورآپ کی ناپسندیدہ چیزوں کو آپ کی نظر میں محبوب ومرغوب بنادیا بعدازاں علم ومعرفت اور کمال نفسی کی طرف آپ کار جحان بڑھااور دوبارہ تحصیل علم کی طرف لوٹ آئے۔

امام ممدوح کے نفس پرصوفیانہ رنگ چڑھاتو و ہ بلند وبالا ہوگیا، کمال کی طرف اسے کھینچا گیا تواعلی وارفع ہوگیا، لذت عبادت سے شاد کام ہوا تو خلوت نشیں ہوگیا اور جب آپ گوشہ گیر ہو گئے تو ذکر الہی میں لگ گئے۔ ہرنماز کے بعد قرآن کی تلاوت کرنے گئے اور راہ سلوک کے مطابق اس میں غور وفکر کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی طبیعت روشن ومنور ہوگئ ۔ جامع احمدی میں آپ کے ساتھ جووا قعد رونما ہوااس کی آپ یوں روایت کرتے ہیں:

۱۲۸۲ هر مطابق ۱۲۸۵ء ماہ رجب کے کسی دن میں طلبہ کے درمیان پڑھ رہاتھا اور انھیں شرح زرقانی کے معانی کی توضیح تو تفہیم کرار ہاتھا کہ اسی درمیان سامنے ایک مجنہ وب صفت شخص کود یکھا جب ہم نے اس پر نگاہ ڈ الی تواس نے پچھ یوں کہا: ما احلی حلوی مصور البیضاء! مصرکا سفید حلوا کیا ہی شیریں ہے!

میں نے اس سے کہا: تیرا حلوا کہاں ہے؟ توجواب دیا: سبحان اللہ! من جد وجد اللہ پاک ہے جس نے تگ ودوکی وہ منزل مقصود تک جا پہنچا۔

پھروہ چلا گیا اس کی بیہ بات مجھے الہام ربانی محسوس ہوئی جے اللہ رب العزت نے میری طرف اس لئے بھیجا تا کہ میں طنطا کے بجائے مصر میں تعلیم حاصل کروں۔ نے میری طرف اس لئے جمعے عالم کروں۔ نے میری طرف اس لئے جمعے عالم کروں۔ نے میری طرف اس لئے جمعے عاصل کروں۔ بیا شبہ اللہ رب العزت اپنے اس بندے پرمہر بان ہوجا تا ہے جو ہمیشہ قرب ووصال کی بلاشبہ اللہ رب العزت اپنے اس بندے پرمہر بان ہوجا تا ہے جو ہمیشہ قرب ووصال کی

تمنا رکھے اور نوافل وطاعات کے ذریعہ اس کا قرب چاہے یہاں تک کہ اللہ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے پھر وہ سمع الہی سے سنتا ہے اور اس کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ رب العزت اس پراینے فیوض و برکات کی برسات فرما تا ہے۔

آ پاز ہرشریف میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اس سال مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۲۹۴ ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں بی اے (B.A) کا امتحان وے کرسکینڈ پوزیشن سے کا میاب ہوئے آپ پرعزم، باحوصلہ اور توی الارادہ شخص کی طرح تعلیمی جدوجہد کرتے رہے جوایک عظیم شخصیت کے لائق ومناسب ہے آپ معمولی اشیا پر راضی نہیں ہوتے ؛ کیوں کہ آپ کانفس اس نفس کے مصداق ہے جس کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

ہمتی ہمۃ الملوک ونفسی نفس حرّ تری المذلۃ کفرا میراارداہ بادشاہوں جیبا ہے اورمیرانفس ایک آزادنفس ہےجو ذلت وخوار ی کوکفسجھتاہے۔

آ پ نے بڑے بڑے معاملات میں جان کی بازیاں لگادیں۔ستاروں تک رسائی پر ہی آپ قانع نہ ہوئے۔آپ پتھروں اور چٹانوں سے بھی ٹکراجاتے۔

آپ نے غور وفکر کی دعوت دی اور بے جاتقلید وا تباع کی زنجیر توڑنے کی تلقین کی۔اس لیے آپ کی زندگی علم وفکل کے لحاظ سے ایک آئیڈیل بن گئی اور آپ ایک ایسے ستارے ہوگئے جن کی لوگ تقلید کرنے گئے۔ بالآخر آپ ایک فکر بھری عمدہ زندگی اور عظیم علمی سرمایہ چھوڑ کر ۱۱ را بریل ۵-۱۹ء مطابق کے رجمادی الاولی ۱۳۲۳ھ شام کے پانچ بیجاس وار فانی سے رحلت کر گئے آپ کی عمر شریف تقریبا پندرہ سال تھی۔

بلاشبہ ائمہ کرام کی روثن وتا بناک زندگی کا مطالعہ راہ سالکین کے لیے چراغ منیر ہے۔
اور جن حالات نے امام ممدوح کی زندگی کا رخ موڑ دیا بیاس لائق ہے کہ ان میں غور وفکر کیا جائے
اور ان کا مطالعہ کیا جائے۔ اس موڑ پر آپ کی زندگی میں تصوف کا ظہور ہوتا ہے۔تصوف آپ
کے افکار واعمال میں اثر انداز ہوا۔ یقیناً یہ بات فرد وجماعت کے اندر تصوف سے پیداشدہ
بنیا دی تبدیلی پرواضح دلیل ہے۔ چنانچہ امام موصوف کی زندگی میں تصوف سے پیدا ہونے والے
اس انقلاب نے پوری مصری زندگی میں انقلاب پیدا کردیا۔

بلاشبہ تضوف سنی وکا ہلی عمل سے دوری اورترک آبادی سے عبارت نہیں ہے اور نہ ہی زندگی کی جدو جہداورا قامت ارضی کا نام ہے، اس قسم کی سوچ انتہائی غلط اور جو ہر تصوف سے بعید تر ہے۔ تصوف کے بارے میں سوئے فہم کا سے پہلواس وجہ سے نکلتا ہے کہ تصوف کے متعلق افکار ونظریات متعدداور مختلف ہیں ، بخدا میہ بات جان لوکہ! تم میں سے جو شخص لوگوں میں شیروں کی طرح دہاڑتا ہے کہ لوگ علم حاصل کریں اور اس کے مطابق عمل کریں، جدو جہد کریں اور شخص بنیں ایسے شخص کی زندگی کاروشن چراغ تصوف ہی ہے جو خلوت وجلوت میں اس کے اور رب کے درمیان ربط و تعلق پیدا کرتا ہے، اللہ جس کے ساتھ ہے اسے کوئی غم نہیں اور نہ کوئی چیز اسے ضرر پہنچا سکتی ہے اگر چہ لوری جماعت اس کے خلاف کمر بستہ ہوجائے۔

بقیناً امام اپنے مثن پراستقامت کے ساتھ ڈٹے رہے ، علم نافع سے سیراب ہوتے رہے اور اس طریقہ تعلیم پر تنقید کرتے رہے جو فقط لفظی نزاع پر منحصر تھا اور قد ماکی پاتوں پرافادہ کے بجائے محض مطلع ہونے پر موقوف تھا۔ اسی وجہ سے ہم ویکھتے ہیں کہ آپ کو جو بھی فضل و کمال حاصل ہوا ہے اس کا انتساب آپ تصوف ہی کی طرف کرتے ہیں ۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ: ''جمیں جو کچھ بھی دینی فعتیں میسر آئیں ہیں، ان کا اصل سب تصوف ہے'۔

(الاعمال الشاملة للشيخ محمد عبده ، ج: ٣ص: ٢٥٥)

اس میں کوئی شک نہیں کہ متصوف فقہا کے مابین جوز بردست مخاصمہ ہوا ہے اس کا سبب وہ آز ماشیں ہیں جو مرورایام کے ساتھ اس جماعت کو پیش آتی رہیں اس وجہ سے امام ان فقہی دروں پرسخت تنقید کیا کرتے ہے جولذت عبادت ختم کردے اور اسے نقطی معمہ بنادے ۔ آپ فرماتے تھے کہ: یقینا مسلمانوں نے اپنادین ضائع کردیا اور الفاظ کے بیج وخم میں الجھ کررہ گئے اور دین کے تمام فضائل ومحاس کو اضوں نے بالائے طاق رکھ دیاان کے پاس کچھ باقی نہ رہا، جو نماز میدلوگ پڑھے ہیں اللہ اس کے سبب ان پرنظر رحمت بھی نہیں فرما تا اور نہ ہی اس کی کوئی رکعت قبول فرما تا ہے ۔ ان کے حرکات وسکنات اور قبول فرما تا ہو حال میہ ہے۔ ان کے معانی ومفاجیم وہ خوز نہیں جھتے اور ان میں سے کسی کے دل پر بین جیسے کسی ذلیل انسان کے حرکات وسکنات اور پر بین جیسے کسی اور نہیں جھتے اور ان میں سے کسی کے دل پر بین جیسے کسی نہیں گام نہیں گئی نہیں گزرتا کہ وہ اللہ سے مخاطب ہے ، اس کی منا جات اور نہیج و تحمید کر رہا ہے ، اس کی بر بین کا اعتراف کر رہا ہے اور اس سے ہدایت طلب کر رہا ہے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ فقہائے مذاہب اربعہ کے علاّ وہ دیگر حضرات نے بھی پیصراحت کی ہے کہ: خشوع وخضوع کے بغیر نماز اوا کرنے سے محض فرض کی اوائیگی ہوتی ہے اس سے اصل اور مطلوب ساقط ہوجا تا ہے۔ بیکون ہی بات ہے؟ بیہ بالکل غلط ہے۔ میں توبیہ کہوں گا کہ جوآیت نماز میں ہونے کا خیال بھی ولائے وہ بھی نماز کو باطل کر دیتی ہے۔ (مصدر سابق ، ج: ۲ ص: ۲۱) امام محم عبدہ اپنے زمانے میں انھیں حالات سے دوچار ہوئے جن سے امام ابوحا مدغز الی (۵+۵ھ) نبر دآزما ہو تیجے تھے جھول نے محسوس کیا کہ مباحث فقہا میں غیر عقلی اعتراضات کی خطرناک وادی کے پچ دینی علوم نا پید ہورہے ہیں یہی احساس آپ کی تصنیف لطیف''احیاءعلوم الدین'' کی تالیف کا داعیہ بنا۔ اس کتاب سے مقصود عبادت کے اسرار ورموز کی تحقیق، ظاہر کو باطن سے جوڑنے کا سلیقہ اور شریعت کو حقیقت سے مربوط کرنے کا ہنر معلوم کرنا ہے تا کہ قاری جان کے کہ دین میں روحانیت وعاطفت کا کیاتصور ہے۔ امام غرالی نے تمام علوم کی معرفت اور ایک لمجے تجربے کے بعد میچسوں کیا کہ تصوف ہی گمراہی سے نجات ولانے والا ہے۔

بلاشبہ امام نصوف کی وجہ سے علوم کی چوٹی پہنچ گئے کیوں کہ امام موصوف نصوف کو ہین کا ایک حصہ سجھتے تھے اور صوفیہ کے ناپید ہونے کو دین کامحو ہونا قرار دیتے تھے، اس لئے کہ علم تصوف ہی اخلاقیات کو کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ اور سالکین راہ خدا کا پہلاقدم نفس کی تربیت وظہیر ہے۔

یے شک وہ حقیقی اور روحانی عوامل جن کامسلمانوں کے نزدیک دینی جذبات اور روحانی زندگی کی ترقی میں ایک خاص اثر رہا ہے ان روحانی عوامل کے اصول وفروع ابتدائے اسلام سے اب تک کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ومستنبط ہیں لیکن یہ اصول وفروع جس عظیم الشان نظام کے تحت آگے بڑھے اس نظام کوصوفیہ کی جماعت نے قائم کیا اور اس کی خاطر انھوں نے انتھک کوششیں بھی کیں۔(التصوف:الدودةالدوحیة فی الاسلام، ص: ۷۰۱)

امام محمد عبدہ کے صوفیانہ پہلو پرواقف ہونے ہے ہمیں تجدیدی میدان میں آپ کی کا میابی کا پیتہ چلتا ہے جس کے لیے آپ مسلسل جدوجہد کرتے رہے علم نافع کی قدرو قیمت اور راہ

حیات میں اسے نفع بخش بنانے کا یہی وہ اعلی شعور ہے جس کی وجہ ہے آپ کو خیروشر کا عرفان حاصل ہوا۔ آپ ضرر و نقصان کو ظاہر کرتے اور خیر و نفع کی طرف دعوت دیتے۔ اسی پر اپنے طلبہ کی تربیت فرماتے۔ آپ نے ایک الی علمی اور اخلاقی درس گاہ قائم فرمائی جس کی بنیا داخلاقی اصولوں اور ان اصولوں کی حفاظت پرتھی۔ آپ کے نزد یک بلکہ صوفیہ کے نزد یک بھی علم عیش وعشرت ، فخر ومباہات اور باہمی جدل و فساد کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی باوشاہ وقت کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایسا ہر گزنہیں بلکہ اس حوالے سے توصوفیہ کی رائے یہ ہے کہ دبخصیل علم سب سے بہتر عمل ہے اس لئے کہ علم ہی کے ذریعے عمل کی واقفیت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جاہل بیا اوقات کسی چیز کو تقرب نہیں ہوتی جیسے بدعی بیا اوقات کسی چیز کو تقرب نہیں ہوتی جیسے بدعی اور کے سے بھی اور کے مبتدے افعال۔ ' (الر سالة المكه ہی ہے: ۲۸)

تاریخ امت میں سالگین کے ہادی ور ہبرکاذکرکوئی تعجب خیر نہیں ہے وہ سب کے سب منج صوفیہ ہی پر تھے یہی وجہ ہے۔ مشاکخ صوفیہ اورعلمائے زاہدین نے فرض علوم کی تحصیل میں انتھاک کوششیں کیں، یہاں تک کہ صاحب علم ہوکر انھوں نے امرونہی کا فریضہ بھی انجام دیا اور اللہ تعالی کی حسن توفیق سے وہ لوگ اس ذمہ داری سے سبک دوش ہوئے، جب ان لوگوں نے اللہ کے اللہ کے مسابق رسول اللہ صابح نی اللہ علی کو اللہ نے کہ کہ طابق رسول اللہ صابح نی اللہ علی کی اللہ علی کی اللہ علی کی اللہ علی کی تعلق کے کہ کہ اس کا کوئی حصہ بھوڑ بیٹھو؟ اور اس سے تمہارا ول تنگ ہو جائے؟ کیونکہ بیلوگ کہ ہوا کہ کہ ان (ھود: ۱۲) پھر (اے پیغیم) جو وی تم برنازل کی جارہی ہے، کہا یہ کہ کہ اس کا کوئی حصہ بھوڑ بیٹھو؟ اور اس سے تمہارا ول تنگ ہو جائے؟ کیونکہ بیلوگ کہ ان (محملی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پرکوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا جائے؟ کیونکہ بیلوگ کے ماتھ کیول نہیں آیا؟ تم تو ایک آگاہ کرنے والے ہو، اور اللہ ہے جو ہر چیز کا مکمل اختیار رکھتا ہے۔) اللہ دب العزب نے ان برعلوم کے درواز سے کھول دیے۔

(عوارف المعارف، ج: ٥ص: ٢٨)

یقیناً یہی وہ راستہ ہے جس کے مطابق امام محمد عبدہ چل کر اعلی و ارفع مقام کی طرف بڑھتے رہے اورفکر واصلاح کے قائد بن کرا بھر ہے۔ضرورت اس بات کی ہے آپ کے اجتماد واستنباط ،تصنیف و تالیف، وعظ وارشا داوران صوفیا ندا ترات سے تعلیم وفلفہ پرمطالعہ و تحقیق کرائی جائے جوانسان کو سب سے بہتر وافضل اور کامل ترین راستے کی طرف لے جائے۔اللہ رب العزت اس عالم جلیل پر رحم فرمائے ہمیں بھی ان کے صفات کا حامل بنائے اوران کے قش قدم پر چلنے والا بنادے۔
چلنے والا بنادے۔
(مجلہ الاحمال (عربی) شمارہ: سی الد آباد سے ماخوذ)

مصادر ومسسراجع

ا – القرآن الكريم ۲ – الاعمال الشاملة شيخ مجمة عبده

٣-التصوف:الثورة الروحية في الاسلام،ابولعلاعفيفي مطبع الهيئة المصر بهالعامة للكتاب

٣- الرسالة المكية ،الثينج قطب الدين الدمثقي تحقيق: غلام مصطفى الإزهري، وضاءارحن العليمي مطبع كشيرة

۵- تجديد الفكرالاسلامي: څمدعېده و مدرسته، ژا كثر محد عماره ، مطبع وارالېلال، • ۱۹۸ء

٢ - زعماءالاصلاح في العصرالحديث،احمدامين،مطبع،مكتبة الاسرة ،سلسلة الفكر ٨ • ٠ ٢ء

ے عبقری الاصلاح وانتعلیم الا مام حجمة عبده ،عماس مجمودالعقا د:مطبع وارنصصنه مصر

٨- عوارف المعارف، اشيخ السبر وردى، بذيل كتاب احباء علوم الدين للغز الي، مطبع ، الدارالمصرية اللبنانية



خانقاه مظهر به مجدد بنقشبندیه، در کی [قسط: ۱] تاریخ، تذکره، تعلیمات و خدمات

سلسانیقشبند بیر شہورروحانی سلاسل میں سے ایک ہے، اس سلسلے کے پیروکار نقشبندی کہلاتے ہیں جو ہندو پاک کے علاوہ وسط ایشیا اور ترکی میں کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ اس روحانی سلسلہ کے بانی شخ بہاوالدین نقشبند (۹۱ کھ) ہیں جو بخارا کے رہنے والے تھے، جن کا روحانی فیضان خواجہ علاؤ الدین عطار (۹۲ کھ) خواجہ لیقتوب چرخی (۸۵ کھ) خواجہ عبیداللہ احرار (۸۹۵ھ) خواجہ محمد زاہد الدین عطار (۴۲ کھ) خواجہ محمد آمکنگی (۴۰ ماھ) قدست اسرارہم کے واسطے (۴۳ کھ منت خواجہ محمد باقی باللہ کے توسط سے مینمت سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (۱۲ ماھ) تک اور حضرت باقی باللہ کے توسط سے مینمت حضرت امام ربانی مجد والف ثانی شخ احمد فاروقی سر ہندی (۴۳ ماھ) تک پینچی اور آپ نے عہد اکبری میں دین متین کے احمیا وتجد ید میں اور نقشبندی نسبت کے فروغ میں بڑا اہم کرداراداکیا۔

و بلی کی سرزمین پر حضرت سیف الدین فاروقی اورشاه نورخمد بدایونی اورآپ کے خلیفہ حضرت مظہر مرزاجان جانال اورآپ کے جانشین حضرت غلام علی وہلوی نے اپنی دعوت و تبلیغ سے شریعت و سنت اوراحسان وعرفان کی جوظیم خدمات انجام دی ہے وہ رہتی دنیا تک یاد کی جائے گی ،سر دست علم وعرفان کا قدیم اور تاریخی مرکز خانقاہ مظہر بینقشبندیہ، دہلی کی تاریخ اور خدمات پر گفتگوم طلوب و مقصود ہے۔

خاندان مغلیہ کے بادشاہ محمداورنگ زیب عالم گیر (۱۰۲۷–۱۱۱۸ھ/۱۲۱۸–۷۰ کے اء) کو حضرت مجدوالف ثانی کے خاندان اور ان کے مسلک ومشرب سے شروع سے مناسبت تھی ، بادشاہ، َحفرت مجدد الف ثانی کے فرزند اور جانشین حفرت خواجہ محرمعصوم فاروقی ہے بیعت و اراوت کاتعلق رکھتے تھے،تخت سلطنت پرمتمکن ہونے کے بعدآ پ نے اُپنے مرشدومر بی سے گذارش کی کہ میں دبلی میں سلطنت کے کاموں میں مصروف رہتا ہوں اور تربیت وتز کیہ کے لیے سر ہند کا سفرمشکل ہے، برائے کرم کسی مر بی کو ہماری تربیت کے لیے وہلی بھیج ویا جائے۔ باوشاہ اورنگ زیب کی تربیت اور تزکیه کے لیے حضرت خواجه محم معصوم نے اپنے صاحبزادے حضرت سیف الدین فاروقی کوشاہجہاں آباد (دہلی) کے لیے روانہ کیا، خواجہ سیف الدین اپنی ۲۷ سالہ جوانی میں دبلی تشریف لائے آپ کے عہد شباب کا بید دور محبوب بے چوں و بے کیف کے عشق و محبت کی سرمستیوں ہے معمورتھااورا تباع شریعت آپ کی گھٹی میں پڑی تھی ،امر بالمعروف اور نہی عن المنكر كے مجاہدات تركه ميں حاصل ہوئے تھے۔ (تنكخيص: خانقاه مظہر بينقشبنديہ جس: ٦١) دبلی میں آپ کے قیام کے دوران مجددی فیضان خوب عام ہوا، تقریبا اسال آپ نے وبلی میں قیام کیا۔ اس ساسالہ مدت میں شاہان زمانہ سے لے کرعام انسان تک کوآپ نے شریعت وسنت کا یابند بنادیا،شاہی دربار سے لے کرعام گزرگا ہوں تک اور لال قلعہ سے سرائے اور بازارتک آپ کے مداح و جانثار اور معتقدین کا جم غفیرتھا، بادشاہ اورنگ زیب کے صاحبزادے محمد معظم اور محمد اعظم آپ سے ملنے کے لیے عام انسانوں کے صف میں دیکھے جاتے تھے ،خود با دشاہ اورنگ زیب آپ سے ملنے آپ کی خلوت میں آتے اور مجلس سکوت (مراقبہ) میں شریک ہوکرتو جہ خاص کے طالب ہوتے ، دونوں شہز ادوں کے علاوہ شہز ادی روثن آرا، نواب مکرم خان،نواسه حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت حافظ مجمحن، حاجی عبدالروؤف امام مسجد فتح پوری اور بکشرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی۔ بادشاہ،شہزادے، بیگات شاہی اور جملہ وزیراور مشیرآپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کرآپ کی مجالس و حلقے میں شریک ہوا کرتے تھے۔ (ايضاً ص: ۷۲)

آپ کے سر ہندواپس ہونے کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت نور مجمد بدایونی (م ۱۱۳۵ھ) نے د، ملی کو اپنائسکن بنایا، پھر آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت سرزامظہر جان جاناں (م ۱۱۹۵ھ) نے اس روحانی اور احسانی تحریک کوعروج پخشا اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت غلام علی دہلوی (۱۲۴۰ھ) نے باضا بطرخانقاہ قائم کی پھر آپ کے روحانی جانشین آتے گئے اور سب نے اپنے اپنے طور پرنقشبندی مجددی مظہری فیضان کو چاردا تگ عالم میں عام کیا اور بیسلسلہ اب تک جاری ہے۔ دہلی میں خواجہ سیف الدین فاروقی کی آمد کے بعد سے خانقاہ مظہریہ کے موجودہ سجادہ حضرت ابوالنصرانس فاروقی تک کے عہد کا اگر تاریخی جائزہ لیا جائے تو بیکہنا مناسب ہوگا کہ دہلی میں نقشبندی مجد دی فیضان کے تین ادوار ہیں:

(۱) پہلا دور: حضرت سیف الدین فاروقی کی وہلی آمد سے حضرت مرزامظہر جان جاناں کے وصال (۱۰رمحرم ۱۱۹۵ھ/۲ جنوری ۱۷۸۱ء) تک ،تقریبا ۲۰ سالہ عرصہ ہے۔اس دور میں دعوت وتبلیخ اوررشد وہدایت کا کام تو جاری رہالیکنِ باضابطہ خانقاہ کا قیام نہیں ہوا۔

(۲) دوسرا دور: حضرت غلام علی دہلوی کی سجادگی سے حضرت احمد سعید فاروقی کے دہلی سے حرمین کی طرف ہجرت تک یعنی ۱۱۹۵ھ تا ۱۲۷۴ھ تک تقریبا ۹۵ سال ،اس دور میں خانقاہ مجدد میں مظہر میرکا باضا بطبہ قیام ہو چکا تھا اور دنیا بھر سے طالبین وسالکین کی ایک بڑی جماعت جمع تھی ،جس جماعت کی روحانی اور دینی ضرور توں کے ساتھ قیام و طعام کا انتظام وانصرام بھی خانقاہ مظہر میرکے شیور فرسجادگان کیا کرتے تھے۔

(۳) تیسرا دور: حضرت عبداللدا بوالخیر فاروقی ابن حضرت محمد مرفاروقی ابن حضرت احمد سعید فاروقی کی دبلی آمداور خانقاه مظهر بید کے مسندارشاد پرمتمکن ہونے یعنی ۲۸ ۳۱ سر ۱۸۸۸ء سے موجود ہ صاحب سجادہ حضرت ابوالنصرانس فاروقی (ولادت: ۲ رجب الحرام ۱۹۹۱ سر ۱۸۸۸ راگست ۱۹۷۱ء) تک ، تیسر بے دورکوخانقاہ مظہر بیدوبلی کی نشاۃ ٹانیہ کا دور بھی کہا جاسکتا ہے، جس کا تسلسل ہنوز جاری ہے۔

بانى خانقاه مظهرية حضرت مرزامظهر جان جانال

ہندوستان کی تاریخ میں اٹھار ہویں صدی عیسوی کافی اُٹھل پیٹھل اور اتار چڑھاؤ کا عہد مانا جاتا ہے۔ یہ عہد منصرف عوام الناس کے لیے خت نقصان دہ ثابت ہوا بلکہ مغلیہ سلطنت کے زوال کا بھی باعث رہا ہے۔ حالات اس قدرا بتر تھے کہ اس وقت کا مغل فر ماں رواشاہ عالم ثانی اپنی علمی استعداد اور سنجیدگی کے باوجود مشکلات پر قابونہ پاسکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عہد کا برخض اقتصادی، مذہبی، روحانی، اخلاقی اور سماجی پستی کا شکار ہوتا چلا گیا۔ ایسے پر آشوب عہد میں جب انسانیت کی صلاح وفلاح کی شدید ضرورت تھی، مختلف شخصیات ایسی ہیں جب انسانیت کی صلاح وفلاح کی شدید ضرورت تھی، مختلف شخصیات ایسی ہیں جوعقا کہ نظریات اورا فکار کی بنیاد پر ایک دوسرے سے کافی قریب ہیں:

(۱) شاه ولی الله محدث و بلوی (۱۱۳ ه ۲۰ ۱۵ / ۲۷ ۱۱ ه ۲۲ ۲۱ ء)

(۲) خواجه میر در د د بلوی (۵ ۱۳۱ ه – ۲۲ که ۱۹۹ اه – ۸۵ که اء)

(۳) مولانا فخرالدین د ہلوی (۲۲۱۱ ھے-۱۲۲) او ۱۹۹۱ھ – ۸۸۷ء)

(۴) مرزامظهرجان جانال (۱۱۱۱ هه-۰۰ ۱۲۵/۱۹۵۱ هه ۱۸۷۱)

ان میں اول الذکرشاہ ولی اللہ باوقارعالم دین اور صلح امت ہونے کے ساتھ اعلیٰ محدثانہ مقام رکھتے ہیں۔ ثانی الذکر خواجہ میر در دنہ صرف شاعر کی حیثیت ہے مسلّم ہیں بلکہ اپنی صوفیانہ شاعری کے سبب معاصرین میں یک گونہ فوقیت بھی رکھتے ہیں اور ثالث الذکر مولانا فخر الدین مایہ نازعالم دین ہونے کے ساتھ شاہراہ طریقت کے امام بھی ہیں۔ ان کا شار بھی ان مصلحین میں ہوتا ہے جھوں نے عوام کوخود ساختہ تصوف کی بے راہ روی سے نجات دلائی، جب کہ آخرالذکر مرز امظہر جان جانال مبلغ بھی ہیں، صوفی بھی ہیں، شاعر بھی ہیں اور زبان و بیان کے اعتبار سے دیکھیں توصلے اعظم بھی ہیں۔ (خانقاہ مظہر مینقشبندیہ میں ۱۲۵ – ۱۳۷)

ولادت ونسب: مرزا مظہر جانِ جاناں کی ولادت ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ آپ سادات علوی میں سے تھے۔ آپ کااصل نام'' جان جاناں' لقب'' شمس الدین حبیب اللہ'' اور'' مظہر' تخلص ہے۔ ان کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے محمہ بن حفیہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہدالکر یم تک پہنچتا ہے۔ (خانقاہ مظہر پینقشبندیہ میں: ۲۵۱۱۔ ۱۵۰) جب حضرت مرزامظہر کی پیدائش کی خبر عالمگیرکولی تواس نے کہا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے، چونکہ باپ کا نام مرزاجان ہے، ہم نے ان کے بیٹے کا نام'' جانِ جان' رکھالیکن عوام میں جانِ جانال مشہور ہوا۔ آپ کے والدمرزاجان جوسلسلہ قادریہ میں شاہ عبدالرحمٰن قادری کے مرید خانقاہ مظہر پیدائش کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور باقی عمرفقر وقناعت میں بسر کی۔ (خانقاہ مظہر پینقشبندیہ ہے۔ ۱۳۵۰)

والدین: والدہ ماجدہ شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور بڑی نیک و پارسا، عابدہ، زاہدہ اور جود وسخامیں بے مثال تھیں ۔ آپ کے والد مرز اجان سلطان اورنگ زیب عالم گیرک دریار میں صاحب منصب تھے۔ (خانقاہ مظہر بہنقشبندیہ،ص: ۱۴۷۵)

تعلیم و تربیت: آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم کے لیے نہایت اہتمام فر مایا۔ ابتدا میں رسائل محاورہ فارس اپنے والد ماجد سے پڑھے، کلام اللّہ شریف مع تجوید وقر أت قاری عبدالرسول اورعلم الحدیث وتفسیر حاجی محمد افضل سیالکو ٹی شاگر دشنخ المحدثین شیخ عبداللّہ بن سالم مکی سے حاصل کی ۔ (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ میں: 101 – 101)

شخصیت: مرزامظهر جان جانان نهایت حسین وجمیل، ظریف، بلندقامت اور نازک مزاج انسان تھے۔ بجین ہی سے طبیعت میں قلندری تھی اور بزرگان دین سے خاصد لگاؤر کھتے تھے۔ تعلق باللہ اور تعلق بالمخلوق دونوں خوبیوں سے متصف تھے۔ مذہباً حنی تھے اور مشرباً نقشبندی۔ سنت کے مطابق عمامہ باندھتے اور قیص سامنے سے چاک شدہ پہنتے تھے۔ آثار سعادت مندی: مرزاصاحب فرماتے سے کہ شورعشق ومحبت اور رغبت اتباع سنت میری طینت کے خمیر میں سے میں نوسال کا تھا کہ ابرا ہیم خلیل اللہ کوخواب میں ویکھا کہ بکمال عنایت پیش آئے۔ان ہی ایام میں جب بھی صدیق آکبر کا ذکر مبارک آتا تھا تو ان کی صورت مبارک میرے سامنے آجاتی تھی۔ میں نے بار ہاان کوچشم ظاہر سے ویکھا اور اپنے حال پر بہت مہر بان پایا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد آپ کو اپنے پیرشاہ عبد الرحمٰن قادری کی خدمت میں لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب سے کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں، مگر نماز میں تساہل فر ما یا کرتے تھے۔ مجھے ڈرتھا کہ مبادا میرے والدصاحب مجھے ان سے بیعت نہ کروادیں۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ عبد الرحمٰن نماز میں تساہل کس لیے کرتے ہیں۔ والدصاحب نے فر ما یا ان پرسکر غالب ہوجا تا ہے، مگر دو سرے امور ہیں ہوشیار رہتے ہیں۔ یو الدصاحب نفا ہوگئے، اور چھنجھلا کرفر ما یا کہ اللہ نے تہمیں میں ہوشیار رہتے ہیں۔ یہ الدصاحب نفا ہوگئے، اور چھنجھلا کرفر ما یا کہ اللہ نے تہمیں میں ہوشیار رہتے ہیں۔ یہ کرمیرے والدصاحب نفا ہوگئے، اور چھنجھلا کرفر ما یا کہ اللہ نے تہمیں میں ہوشیار رہتے ہیں۔ یہ کرمیرے والدصاحب نمان کرو؟ مگر میرے دل سے بیعت کرانے کا کھٹکا نمان گیا۔ (خانقاہ مظہر بہر نششیند ہیں میں ۱۵۵۔ ۱۵۵)

والد کا وصال آور ذوق درویتی: مرزامظهری عمر مبارک جب سوله سال کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نے اس جہان فانی سے کوچ فرما یا۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے دشتہ دار شاہی منصب کے حصول کے لیے مخل باوشاہ فرخ سیر کے دربار میں لے گئے۔ اتفاق سے باوشاہ کو عارضہ زکام تھا، وہ دربار میں نہیں آ یا۔ اسی رات آپ نے خواب دیکھا کہ ایک درویش نے اپنے مزار سے نکل کراپنی کلاہ آپ کے سر پر رکھ دی۔ اس خواب کے بعد منصب وجاہ کی رغبت آپ کے دل میں بالکل نہ رہی اور درویشوں کی زیارت کا شوق غالب ہوا۔ جہاں کہیں کسی صاحب کمال کانام سنتے اس کی زیارت کوتشریف لے جاتے۔

(خانقاه مظهر بينقشبندييرس:١٣٩ تا٥٥ الملخصا)

مظہرجان کے شیخ: عالم شاب میں درویشوں کی زیارت کا ذوق وشوق دامن گیر ہوگیا تھا اور بوں کئی بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہوئے، بالآخر سعادت مندی نے حضرت سید نور محمد بدایونی (۱۱۲۵ ھے/۱۲۵ء) کی خدمت میں پہنچایا۔(۱) حضرت مرزامظہر فرماتے ہیں کہ"سید کے اوصاف حمیدہ س کر میرا دل بے اختیاران کی قدم بوی کا مشاق ہوگیا۔اگر چیسید کی عادت مبار کھی کہ بغیراستخارہ مسنونہ کے سی کوتلقین کا طریقہ نہ فرماتے تھے، مگراس وقت بغیر درخواست

کے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بندکر کے قلب کی طرف متوجہ ہوجا وَاور پھر آپ نے ایک ہی توجہ میں میر سے لطا نُف خمسہ کو ذاکر بنا کر رخصت کر دیا۔ آپ کی توجہ کی تا ثیر نے باطن کو ایسا متاثر کر دیا۔ آپ کی توجہ کی تا ثیر نے باطن کو ایسا متاثر کر دیا کہ دوسر سے روز صبح کو جب میں نے سید کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا اور حسب عادت آتے وقت آئینے میں اپنی صورت و کھی تو بعینہ سید کی صورت پائی۔ اس سے محبت اور عقیدت اور نیادہ ہوگئی۔ بالجملہ چارسال میں آپ نے معاملہ کو والایت علیا تک پہنچا ویا اور مجھے اجازت معہ خرقہ عنایت فرمائی۔ " (خانقاہ مظہر بی نقشبند ہے، ص : ۱۲ ایس الملخصا)

مرشد کے وصال کے بعد : سیدنور گربدایونی کے وصال کے بعد مرزامظہرنے چے برس تک سید کے مزار مقدس سے اقتباس انوار کا طریقہ اختیار کیا۔ بعد از ال سید نے بار بار خواب میں بیتا کید کی کہ کمالات الہی کی کوئی انتہا نہیں ، اپنی عمر متنا ہی کو طلب میں صرف کرنا چاہیے۔ قبور سے استفادہ معمول نہیں ، کسی زندہ بزرگ سے مقامات قرب کی تحصیل کرنی چاہیے۔ چنا نچہ اس ارشاد کی تعمیل میں مرزانے بزرگان وقت کی طرف رجوع کیا۔ پہلے حضرت شاہ گشن کی خدمت میں حاضر ہوئے ، میں مرزانے مرک خدمت میں سالوں رہ کر باطنی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آخر میں آپ نے مجمد عابد سنامی خدمت اقدس میں سالوں رہ کر باطنی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آخر میں آپ نے مجمد عابد سنامی خلیفہ عبدالا حدسر ہندی کی طرف رجوع فر ما یا۔ سات سال کے عرصہ میں ان کی تو جہات کی بدولت مرزانے کمالات ثلاث شاخہ و حقائق سبعہ وغیرہ ختم کے۔ مرزا کو تجہ عابد سنامی سے سلسلہ قادر یہ کے علاوہ طریقہ چشتیہ اور سہرور دیو میں بھی اجازت ملی۔ (خانقاہ مظہر پے نقش بندیہ ہوں: ۱۲۷۱۔ ۱۹۵۔ ۱۲۲۲)

ارشاد وتلقین اور معاصرین کا اعتراف: مرزا پورے گیارہ سال مجمد عابدسنا می کی خدمت میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے مسند خلافت کوزینت بخشی ۔ طالبانِ مولی ہر چہارجانب سے آپ کی خدمت میں آنے گئے، علما وسلحا کسب فیوش کے لیے آپ کی خانقاہ میں جمع ہوئے، اس طرح آپ کی خانقاہ میں جمع ہوئے، اس طرح آپ کی خانقاہ میں جمع ہوئے، اس طرح آپ کی پیدا ہوجاتی اور کمال استغراق کے سبب بے خود ہوجایا کرتے۔ طالبان مولی کی تربیت اور تہذیب نفوں اور تزکید اخلاق میں آپ متقد مین صوفید اور سلف صالحین کے یادگار تھے۔ مشاکخ تہذیب نفوں اور تزکید اخلاق میں آپ متقد مین صوفید اور سلف صالحین کے یادگار تھے۔ مشاکخ کرام آپ کی نسبت فرماتے تھے کہ جوفیض طالب خدا کو فقط آپ کی صحبت سے پہنچا تھا وہ دوسروں کی ہمت وتو جہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا تھا۔ چنا نچ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کرخواجہ میر درد کی زیارت کے لیے گیا۔خواجہ نے دیکھتے ہی فرما یا "تم شاید مرزا کے مرید ہو گئے ہو کیونکہ میر درد کی زیارت کے لیے گیا۔خواجہ نے دیکھتے ہی فرما یا "تم شاید مرزا کے مرید ہو گئے ہو کیونکہ خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے شے اللہ تعالیٰ نے جمیں کشف صحبح عطا کیا خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے شے اللہ تعالیٰ نے جمیں کشف صحبح عطا کیا خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے شے اللہ تعالیٰ نے جمیں کشف صحبح عطا کیا

ہے کہ روئے زمین کے تمام حالات ہم سے پوشیدہ نہیں اور بھیلی کے خطوط کے مانندعیاں ہیں۔ اس وقت مرزاجان جانال کامثل کسی اقلیم وشہر میں نہیں ہے۔جس شخص کوسلوک مقامات کی آرزوہو وہ ان کی خدمت میں جائے۔ (خانقاہ مظہر بیڈنشبندیہ ص:۱۲۸ تا ۱۲۸)

جذبة تبلیخ: مرزامظهر کی توجه اس پرتھی کہ سلسلہ مجددیہ تمام عالم میں پھیل جائے اور اس طریقہ مجددیہ کی نسبتوں سے جہان منور ہوجائے۔ چنانچہ ہزار ہا آ دمی آپ سے بیعت ہو کر دوام ذکر خدامیں مشغول ہوئے اور قریب دوسونیک نفوس آپ سے اجازت تعلیم ذکر پا کرخلق خدا کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔غرض کہ مرزاتیس سال اپنے مشائخ کی خدمت میں کسب انوار و برکات کر کے نہایت کمال و تحمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور ۳۵ سال طالبان خدا کی تلقین میں مشغول رہ کرنیک آٹار صفحہ روز گاریر چھوڑ گئے۔ (خافاہ مظہر پہنتشبند ہیں۔)

زہدوتوکل: خودداری اور توکل علی اللہ کا بیحال تھا کہ بادشا ہوں سے بھی کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول نہیں کیا۔ و نیا اور اہل دنیا سے بالکل مستغنی رہے۔ ایک بارسی امیر نے خانقاہ کے لیے ایک حویلی بنوائی، قبول نہ کیا اور فرمایا: چونکہ ایک نہ ایک دن مکان چپوڑ ناہی ہے تو مکان چاہے اپنا ہویا پر ایا برابر ہے اور روزی جومقرر ہے وہ مل کر رہے گی اس لیے فقراکے لیے صبر وشکر اور قناعت کا خزانہ کافی ہے۔ اکثر کہا کرتے تھے: قُل مَتَاعُ اللّٰہُ نُیّا قلیل۔ دنیا کی دولت بہت ہی معمولی اور حقیر ہے۔ اعلی ظرفی ، اخلاقی بلندی اور اخلاص وللہیت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ مرز امظہر جان جان جاناں نے اپنے قاتل سے بھی قصاص نہیں لیا۔ جب باوشاہ نے استفسار کروایا تو کہا گھیں سزا نہ دی کہ لا بھیجا کہ میں نہیں بتاؤں گا اورا گر خدانخواستہ ملز مان کا پیتہ چل بھی گیا تو بھی انھیں سزا نہ دی جائے کیونکہ: بندہ کشیئر زاہ خداست، وکشتہ راکشتن واخل جرم نیست۔ یعنی بندہ تو اللہ کی راہ میں مراہوا ہے اور مرے کو مارنا جرم نہیں۔ (خانقاہ مظہر پیقشبند ہیہ ص: ۲۷ تا ۱۹۰۹)

اصلاح زبان: مرزامظہرجان جاناں کوزبان ریختہ کا نقاش اول کہا جاتا ہے انھوں نے اردوشاعری کی ان تاریک راہوں کو روشن ومنورکیا جن پرگامزن ہوکر در دَ، میر ، سودا، آتش اور غالب جیسے عظیم شاعروں نے نئی راہیں اور نئے راستے نکالے۔ اسی طرح مرزاصاحب نے فارس مکتوب نگاری میں بھی سادگی کی بنیا در تھی اور اس کی اصلاح کی۔ مرزامظہر جان جاناں نے شاعری کے ذریعے محض اپنے جذبات وخیالات کا اظہار نہیں کیا بلکہ طرز شاعری میں ایک انقلاب برپاکیا جس کے باعث آگے چل کرزبان وادب کی ترتی کے راستے ہموار ہوئے۔ آپ زندہ دل صوفی اور عاشقانہ طبیعت کے مالک تھے، جس طبیعت نے آپ کوشعر گوئی کی طرف مائل کیا، اس کے باوجود شعر کہنا مرزامظہر جان جاناں کا شوق یا مشغلہ نہیں تھا، جب بھی حقیقی محبت کی چاشنی سے

مغلوب ہوتے، ان کاما فی الضمیر شعری قالب میں ڈھلتا چلا جاتا۔ مرزامظہر جان جاناں چونکہ اپنے آپ کوکشتهٔ راہ خدا کہتے تھاس لیےان کی شاعری میں بھی عشق تھیتی کی تڑپ، وارفتگی شوق کی کثرت اور قبلی واردات کی مہتات اور پاکیزہ خیالات کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ جب بھی کوئی مرزاکے اشعار کوسنتا ہے وہ کچھنے کچھٹی ضرور پاتا ہے۔ چندا شعار ملاحظہ کریں:

پلی ابگل کے ہاتھوں سے لٹاکر کارواں اپنا نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں پھوشاں اپنا بیحسرت رہ گئ کیا کیا مزے سے زندگی کرتے اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا ہم نے کی توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار ہائے بس چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گشن سے لیک ہی نکل جاتا ہے، جب سنتے ہیں آتی ہے بہار لالہ وگل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور کیا قیامت ہے مُؤوَن کو بھی ستاتی ہے بہار کیا قیامت ہے مُؤوَن کو بھی ستاتی ہے بہار کیا قیامت ہے مُؤوَن کو بھی ستاتی ہے بہار

دراصل مرزا مظہرفانی فی اللہ اور باقی باللہ کے مقام پر فائز تھے اورجس کا حال ایسا ہوجائے تو یقینااس کی ہر بات انثر انگیز ہوگی چاہے نظم ہو یا نثر ۔ کیوں کہ جومروش آگاہ ہوتا ہے وہ ہر نصنع اور تکلف سے پاک ہوجا تا ہے، جو کہتا ہے حق کہتا ہے اور حقانیت اپنا انثر ضرور دکھاتی ہے، چنانچیمرز امطہرجان جاناں کا کلام س کردل میں شعلہ سا بھڑ کنا تولاز می امر ہے۔

اُن کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت ہی بھی ہے کہاس میں سنجیدگی، لطافت،سادگی اور عام فہم الفاظ ہوتے ہیں جوعشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے کلام کواور بھی پرتا ثیر بنادیتا ہے:

خدا در انظار حمد ما نیست محمد چشم بر راه ثنا نیست خدا مدح آفرینِ مصطفی بس محمد حامدِ حمدِ خدا بس محمد از تو می خواجم خدا را الهی از تو حبّ مصطفی را جھی ہے فوج گل اور عندلیباں کی پکار آئی ارے ہنستا ہے کیا وہ دکھے دیوانے بہار آئی جگل گر تری پست و بلند ان کو نہ دکھلاتی فلک یوں چرخ کیوں کھا تا زمیں کیوں فرش ہوجاتی

بلبل فدا ہوئی ہے ترے رخ پہ اے ضم سنبل ہے چے تھے تری زلف و بال دیکھ

کشف وکرامت: ایک دفعہ ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے واپس کر دیا۔ اس نے بڑی منت ساجت کے بعد دوبارہ بھیجے، آپ نے دوآم رکھ لیے اور باقی واپس کر دیا۔ اس نے بڑی منت ساجت کے بعد دوبارہ بھیجے، آپ نے دوآم رکھ لیے اور باقی واپس کر دیا ور فر مایا کہ فقیر کا دل اس ہدیہ کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس وقت ایک باغبان آپ کی خدمت میں شکایت لایا کہ فلال امیر نے میرے آم ظلم سے لے لیے، ان میں سے پچھ آپ کی خدمت میں بھیج ہیں، میری مدد کیجئے۔ آپ نے فر مایا سبحان اللہ بیناعا قبت اندیش لوگ جھنے ہوئے ہدیوں سے فقیر کا باطن سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔ (خانقاہ مظہرین قشبندیہ، ص:۱۷۸)

خلفا: آپ كے خلفا كى تعداد بهت زياده ہے،ان ميں كچھدر ح ذيل ہيں:

(۱) حضرت مولوی احمد: آپ قاضی ثناء الله پانی پتی (م ۱۲۲۵ هـ/۱۸۱۰) کے بڑے صاحبزادے اور حضرت مظہر جان جاناں کے خصوص اصحاب میں تھے۔

(۲) حضرت نواب ارشاد خان: آپ کا خطاب اعتصام الدوله تفااور آپ شیخ الاسلام عبد الله انصاری (م ۸۸ م/ ۸۸ ۱ء) کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد امین الدوله سنجل کے شیخ زادوں میں سے تھے۔ ۱۳ ررئیج الثانی ۷۱ اھ/ ۴ رنومبر ۷۲ کا اعراق کا وصال ہوا۔

(۳) حضرت ملا تیمور: آپ کامسکن رام پورتھا۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں سے طریقۂ نقشبند بیرمجد دییا خذکر کے فنائے قلب کے مقام پر فائز المرام ہوئے۔

(۴) حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی: آپ حضرت جلال الدین چشتی کی اولا و سے ہیں، آپ نے کیم رجب ۱۲۲۵ھ/۲ راگست ۱۸۱۰ء میں وفات پائی اور پانی پت میں ہی آ سودہ خاک ہوئے۔آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔آپ نے چھوٹی بڑی تیس سے زیادہ تصنیفات و تالیفات یادگارچھوڑی ہیں،آپ کا تفصیلی تذکرہ فیض یا فتگان کے ذیل میں کیا جائے گا۔

(۵) حضرت مولانا ثناءالله منجلی: آپ حضرت مظہر جان جاناں کے بڑے خلفا میں تھے،
آپ نے ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴–۸۵ میں اپنے مسکن منجل ہی میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔
(۲) حضرت مولانا دلیل: آپ حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی کے تیسر سے صاحبزاد ہے تھے۔
(۷) حضرت شاہ رحمت اللہ: ملک سندھ سے طلب خدا کے لیے نکطے، جہاں کہیں کسی درویش کے بارے میں سنتے وہیں پہنچ جاتے۔ آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م
۲ کا الھ/ ۲۲ کاء) کی صحبت بھی حاصل ہوئی ہے۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں کے آستانہ پر پہنچے اور چارسال تک آپ کی صحبت مبارک میں فیوض سلسلہ مجدد یہ میں مصروف رہے اور بلند

مقامات طے کر کے شرف اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

(۸) حضرتُ میرروح الامین: آپ سونی پت کے سادات سے تھے۔ ایک بزرگ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور باطنی شغل میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے سلسلہ شطاریہ کے بعض اذکار بھی ایک بزرگ سے سیکھے۔ جس سے عجیب واردات حاصل ہوئیں۔ آپ نے کئ سال حضرت جان جاناں سے استفادہ کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت سے مشرف ہوئے۔

(۹) حضرت شاہ بھیک: آپ مجدوالف ثانی کی اولا و سے تھے۔ آپ قصبہ مالنیر میں رہتے تھے۔ پہیں رحلت فرمائی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک کوسر ہند شریف لاکر آبائی قبرستان میں فن کہا گیا۔

(۱۰) حضرت شیخ صبغه الله: آپ قاضی شاء الله پانی بتی کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ (۱۱) حضرت ظفر علی خان: آپ حضرت نواب ارشاد خان کے صاحبزادے تھے۔

(۱۲) حضرت میرعبدالباقی: آپ حضرت مظهر جان جانال کے اجل خلفامیں سے ہیں۔ است

(۱۳) حضرت مولانا عبد الحق: آپ حضرت عبد الاحد وحدت سر ہندی مجددی (م ۱۱۲۷ھ/۱۱۵ء) کے چوشھے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق کی اولا دمیں سے ہیں۔ عین عالم شباب میں آپ کا وصال ہوگیا۔

(۱۳) حضرت مولا ناعبدالکیم: آپ حضرت مظہر جان جاناں کا شہرہ س کرظاہری علوم کی شخصیل کے بعد بردوان (بنگال) سے حضرت مظہر جان جاناں کی خدمت میں پہنچے اور سلسلہ نقشبند میر کو نعمت حاصل کی۔

(۱۵) حضرت شیخ عبدالرص: آپ حضرت مظهر جان جاناں کے خادم خاص حضرت شیخ محمد مراد کے بھائی ہیں۔

(۱۲) حضرت ملاعبدالرزاق: حضرت مظهر جان جاناں آپ کی فقاہت کے معتر ف تھے اوراس سلسلے میں انہیں آپ پراعثا وتھا۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب آپ کے نام بھی ہے۔ (۱۷) حضرت میرعلی اصغر عرف میر کھو: آپ حضرت میر محمد میں خان کے اقربا میں سے

ہیں اور آپ کا شار حضرت مظہر جان کے باناں کے برگزیڈہ خلفا میں ہوتا ہے۔

(۱۸) حضرت میرعلیم الله گنگوبی: آپ نے حضرت شیخ مجمد عابد سنا می (م۱۱۱ه/۲۵)ء) کی صحبت حاصل کی تھی اور انہیں کے حکم سے آپ نے حضرت مظہر جان جاناں کی خدمت کا التزام اور طریقہ نقشبند میرمجد دید کا سلوک مکمل کیا۔ تمام عمر گرم جوثتی محبت میں بسر فر مائی اور حضرت مظہر جان جاناں کی زندگی مبارک ہی میں ۱۲۱ه/۲۹۵ – ۹۷ء میں رحلت فر مائی۔ (۱۹) حضرت شیخ غلام حسن: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/۱۹۲۶ء) کی اولا دمیں سے ہیں۔ آپ نے طریقہ نقشبند ریہ مجدد ریہ حضرت مظہر سے حاصل کیا تھا اور خاندان نقشبند ریہ مجدد ریہ کی نسبت کے مقامات سے مشرف ہوئے۔

(۲۰)حضرت شیخ غلام حسین تھانیسر ی: آپ حضرت مظہر جان جاناں کے پسندیدہ اور صاحب ریاضت اصحاب سے متھے۔

ن (۲۱) حضرت مولوی غلام محی الدین: آپ ساوات سے تھے، آپ کا نسب حضرت شخ عبد القاور جیلانی (م ۵۹۱ه / ۱۱۹۸ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ دکن کے رہنے والے تھے، حصول فیض کے لیے دکن سے نکلے اور حضرت مظہر جان جانال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مظہر سے فیض وخرقہ حاصل کیا۔ آپ آخری عمر میں حرمین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور کمہ مکرمہ میں ہی ۱۲۰۳ ھے/۸۹۔۸۸۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔

(۲۲) حضرت غلام مصطفی خان: آپ حضرت شاہ ولی اللّہ محدث وہلوی (م ۲۷ الط/ ۲۲ کاء) کے اصحاب میں سے تھے۔

(۲۳) حفرت مولوی غلام بیملی بهاری: آپ کے والد ماجد کا نام نجم الدین اور مولد قرید باڑہ ، بہار تھا۔ آپ نے ۱۸۲۱ھ/ ۱۷۷۲–۷۳ء میں رحلت فرمائی اور تکبیر شاہ پیر محمد لکھنوی میں آخری آرام گاہ یائی۔

(۲۴) حضرت مولوی فضل اللہ: آپ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ /۱۸۱ء) کے بڑے بھائی تھے، ظاہری علوم میں صاحب کمال تھے۔ آپ کثیر الذکراور دائی تو جہر کھنے والے تھے۔

(۲۵) حضرت میرمیین خان: آپ کے والد ماجد کا نام سید حشمت خان تھا۔ آپ کے والدین فرخ آباد میں مقیم تھے۔ آپ ساوات سے تھے۔

(۲۷)حضرت شیخ محمد احسان اللہ: آپ حضرت مظہر جان جاناں کے قدیم اصحاب اور انکمل خلفااور حضرت حافظ محمر محسن (۱۲۱۹ھ/ ۸۰ ۱۸ء) کی اولا دمیں سے بیھے۔

(۲۷) حضرت خلیفہ محمد جمیل: آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد رفیع جو حضرت مظہر جان جانال کے مخصوص دوستوں میں متھے۔ چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آئے اور حضرت مظہر کی عالی تو جہات سے طریقہ نقشبند میں مجد دید کے مقامات پر پہنچ کر اجازت وخلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حضرت مظہر جان جانال کی زندگی میں ہی دبلی شریف میں رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوں کے قریب آسودہ خاک ہوئے۔ (۲۸) حضرت شاہ ٹیر شفیع علوی: آپ کے والد کا نام ٹید داؤدتھا، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ٹیمہ حفظہ بنالہ خرد کی حضرت ٹیمہ حفظہ بنالہ خرد کی حضیہ بن حضرت علی کرم اللہ و جہہ ہے ملتا ہے۔ آبائی وطن شہر جلال آباد، افغانستان تھا، آپ بٹالہ نزدگورداس پور بشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔سلسلہ تقشیند میے مجدد میرے معروف شنخ وعالم حضرت شاہ غلام علی دہلوی (۱۲۳ ھے/۱۸۲۳ء) آپ کے خاندان سے شخصاور رشتے میں آپ ان کے خالوہیں۔ آپ نے حضرت مظہر کی زندگی ہی میں رحلت فرمائی اورشاہ ولی اللہ دہلوی کے مزار کے اعاط میں مدفون ہوئے۔

(۲۹) حضرت شیخ محد مراد: آپ حضرت مظہر جان جاناں کے قدیم اصحاب سے تھے۔ آپ نے حضرت مظہر سے طریقہ نقشبند میر مجدد میر حاصل کیا پیٹیش سال تک ہرروز حلقہ ذکر میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ حضرت مظہر جان جاناں کی خانقاہ کے خادم خاص تھے۔ آپ نے خانقاہ کے صوفیہ کی خدمت میں بھی کوتا ہی نہیں کی ،خدمت کی وجہ سے حضرت مظہر نے آپ کو'' ام الصوفیہ کی خدمت ماتھا۔

(۳۰) حضرت میر مجمد معین خان: آپ حضرت میر مبین خان (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۱ء) بن سید حشمت خان کے بھائی ہیں۔

(۳۱) حضرت شیخ محمد منیر: حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر (م ۲۷۰ ۱۲۵۱ء) کی اولا دسے تھے اور حضرت مظہر جان جانال کے اجل خلفا میں شامل تھے۔

(۳۲) حضرت محمد واصل: آپ ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے۔اپنے پیروم رشد کے وصال کے بعد حضرت مظہر جان جانال کی خدمت میں پنچے اور طریقہ نقشبند ریہ مجد و ہیہ کے فیوض حاصل کیے، اسی اثنا میں رحلت فر مائی اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۹۰۳ء) کے جوار میں آسودہ خاک ہوئے۔

(۳۳) حضرت شیخ مراداللّه عرف غلام کاکی: آپ قصبه سنجل منطع مرادآباد کے مشہور انصاری خاندان کے فرزند شیخ جود نیوی وجاہت اورعلم وفضل کے لیے مشہور رہا ہے۔ اپنے پیرو مرشد حضرت مظہر جان جاناں کے وصال (۱۰ محرم ۱۱۹۵ ھے/۲؍ جنوری ۱۸۷۱ء) سے قبل رحلت فرمائی اور سنجل میں ہی آخری آرام گاہ پائی۔

(٣٨) حفرت ميرسلمان: آپسادات سے تھے۔

(٣٦) حضرت خواجه موی خان مخدوم اعظمی ده بیدی: آپ کے والد گرامی کا نام خواجه عیسی دہ بیدی تفایشروع میں آپ خواجہ محمد عابد سنامی (م ۱۱۲۰ 🗷 ۸۰ کاء) کے خلفا میں شامل تھے۔آپ کی ایک تصنیف کا نام''نورالمعارف''ہے جوعلم سلوک وطریقت کے موضوع پر ہے۔ (m ح) حضرت مولوی تعیم الله بهرایگی: آپ حضرت کے قابل اعتماد خلفا میں سے تھے۔

(۳۸)حضرت عبدالرزاق یشاوری

(۳۹)حضرت ملاجليل

(۴۰)حفرت حافظ محمد

(۱۲)حضرت ملاعبدالله

(۴۲) حضرت محمد قائم تشميري

(۴۳) حضرت مولوی محرکلیم بنگالی

(۴۴)حفرت محمرحسن عرب

(۴۵)حضرت مولوی قطب الدین

(۲۲) حضرت محرحسين

(۷۷)حضرت شاه محمرسالم

(۴۸) حضرت اخون نورمجمه قندهاری (خانقاه مظهر به نقشبندیه می : ۲۳۱-۴۰ سملخصا)

تصانیف: مرزامظہر کی زندگی بہت مصروف تھی، اس کے باوجود آپ مطالعہ کتب بھی خوب کیا کرتے تھے۔آپ کی جوتصانیف اب تک مل سکی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) دیوان مظہر(فارسی) بار ہاطبع ہو چکا ہے (۲) اردو کلام دومعروف مخققین جناب خلیق انجم اورعبدالرزاق قریشی نے اردوشعرا کے

مختلف تذکروں اورخطی بیاضوں میں سے آپ کا اردوکلام یکجا کیا ہے۔

(الف) جناب خلیق انجم نے آپ کے کلام کو دہلی یو نیورٹی میں ۱۹۲۲ء میں بی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا،جس کاعنوان ہے:''مرزامظہر جان جاناں،ان کا عہدا درشاعری''یہ غیر مطبوعہہے۔

(ب) جناب عبدالرزاق قریثی نے ۱۹۲۱ء/۸۱-۱۳۸۰ هیں اردوشعرا کے معروف تذكروں اور مختلف قلمی بیاضوں کی مدد ہے آپ کا اردو کلام جمع کیا اور اس پرایک قابل قدر مقدمہ

لکھاجواد بی پبلیشر زممبئی سے ۱۹۲۲ء/۰۰ ۱۳۸-۸ میں طبع ہوا۔

(۳) خریطہ جواہر(فارسی): آپ نے اپنی پیند کے فارسی اشعار ایک بیاض میں تفل کر

ر کھے تھے۔ اس کا نام خریطہ جواہر ہے اور بیآپ کے فاری دیوان کے ساتھ کئی بارطبع ہو چکی ہے۔ ہے۔الگ سے بھی کئی مطابع نے اسے شالُع کیا ہے۔ (۴) مجموعہ ہائے مکا تیب (فاری)

(الف) احباب نے شریعت وطریقت کے بعض مسائل پوچھے تھے،ان کے جواب آپ نے مکا تیب کی صورت میں لکھے تھے،جفیس عزیزوں نے جمع کرلیا تھا، اس مجموعے میں ۲۲رمکتوبات شامل تھے،سب سے پہلے حضرت مولوی نعیم اللہ بہرا پُجی نے اپنی کتاب معمولات مظہر یہ میں ان ۲۲ مکتوبات گرامی کی تلخیص شامل کی اور مکتوب الیہم کے نام بھی لکھے۔اور آپ کے ۲۲ مکا تیب مقامات مظہری میں نقل کیے گئے ہیں۔

(ب) حضرت مولوی نعیم اللہ بہرا پُخی نے آپ کے مکتوبات کا دوسرا مجموعہ مرتب کیا تھا جوسب سے پہلے طبع ہوا۔ اس کا نام رقعات کرامت سعادت ممس الدین حبیب اللہ مرزا جان جانال مظہر شہید'' ہے اور اسے مطبع فتح الا خبار کول علی گڑھ نے اے ۱۲ھ/ ۱۸۵۴ء میں طبع کیا تھا۔ (ج) آپ کے ۸۹ مکتوبات کا دوسرا مجموعہ ابوالخیراحمرم اوآ بادی نے مرتب کیا اور اس کی تھیج حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی (۱۲۳ سالھ/ ۱۸۹۵ - ۹۲ء) نے کی ۔ پیکلمات طبیبات کے نام سے سب سے پہلے مطبع العلوم مراد آباد سے ۳۰ سالھ/ ۱۸۸۵ – ۸۲ء۔ میں شائع ہوا۔

(د) آپ کے کہ ۱۵ مکتوبات کا ایک مجموعہ جناب عبدالرزاق قریش نے مرتب کیا، جن میں ۱۳۰۰ قاضی شاء اللہ پانی پق (م ۱۲۲۵ هے/۱۸۱۰ء) کے نام ہیں اور باقی دیگر شخصیات کو لکھے گئے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے نہایت حفاظت سے انہیں ایک ''خریط'' میں محفوظ رکھا اور حضرت مولانا نعیم اللہ بہرا پُحی نے بشارات مظہر ہیر کی تالیف سے پہلے پانی پت میں ان سے استفادہ کیا تھا۔ ۵۵ سالہ ۱۳۵۵ء میں بیڈ خریط' خانقاہ مظہر ہیہ دبالی شریف کے سجادہ شین حضرت مولا نازید ابوالحسن فاروقی کو حضرت قاضی ثناء اللہ کی اولا دسے مولوی محفوظ اللہ صاحب کے ذریعے ملا تھا، جن کو جناب عبد الرزاق قریش نے نہایت عرق ریزی اورا صناط سے مرتب کیا اور اس پر ایک مختصر مقدم مداور تعلیقات کا اضافہ کر کے ۱۳۸۲ میں علوی بک ڈیو مجنی سے طبح کرایا۔

(ه) آپ کے مکا تیب کا آخری مجموعہ محرّم جناب ڈاکٹر غلام مضطفی خان (م ۱۳۲۷ھ موسو کی آپ کے مکا تیب کا آخری مجموعہ محرّم جناب ڈاکٹر غلام مضطفی خان (م ۱۳۲۷ھ موسو کھیں مرتب کیا جس میں کل دوسو محتوبات گرامی ہیں۔ ان میں سے پہلے دس خود حضرت مظہر کے ہیں اور باقی سلسلہ مظہر سے کو گیر افراد کی آپس کی خط و کتابت ہے۔ سے 1920ھ اور 201ء میں سندھ یو نیورسٹی، حیدرآباد (سندھ) سے جع ہوا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس پرایک مقدمہ اور بعض اہم مکتوبات کے آغاز میں مندر ت

بیانات کی دیگرمکاتیب کی روشنی میں تصریح بھی دے دی ہے۔

رو) آپ کے ۹۱ مکتوبات کا پہلا اردو ترجمہ ڈاکٹر خلیق انجم نے کیا۔ اس میں پہلے ۹۱،۹۰،۹۸ مکتوبات، کلمات طیبات اور واقعات کرامت سے ماخوذ ہیں۔ اور مکتوبات نمبر ۹۹،۹۰،۹۸ مکتوبات، کلمات طیبات اور واقعات کرامت سے ماخوذ ہیں۔ اور مکتوبات نمبر اس پرانہوں نے ایک مختصر مقدمہ اور آخر میں حواثی کے عنوان سے مکتوبات کے بعض مندر جات کی تشریح کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۲۲ء میں ''مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط'' کے نام سے مکتبہ بربان ، وہلی سے شاکع ہوا۔

(۵) خودنوشت حالات برائے سفینہ خوش گو(فارس) آپ نے ۱۶۱۱ھ/ ۱۹۲۸ء میں بندرا بن داس خوش گوکی کتاب تذکرہ سفینہ کے لیے اپنے حالات لکھ کر دیے تھے۔ بیسفینہ خوش گو مرتبہ عطاءالرحمٰن کا کوی، پیٹنہ ۷۹–۱۹۵۹ء میں (ص۲۰۳) شامل ہیں۔

(۲) خودنوشت اُحوال مشموله سروآزاد (فاری) تذکره سروآزاد کے مؤلف مولانا آزاد بلگرامی کی درخواست پرآپ نے اپنے خودنوشت حالات تقریبا ۱۹۲۱ کے ۱۵۵۲ء میں کھے تھے جو تذکره سرو آزاد طبع کتب خانہ آصفیہ حیررآ بادد کن، ۱۳۳۱ کے ۱۹۱۳ء میں (ص، ۲۳۲ – ۲۳۳۷) شامل ہیں۔
(طبع کتب خانہ آصفیہ حیررآ بادد کن، ۱۳۳۱ کے ۱۹۱۰ میں (ص، ۲۳۲ – ۲۳۳۷) شامل ہیں۔
(ک) دیوان فاری کا دیباچہ (فاری) آپ نے اپنے دیوان ثانی کا دیباچہ ۱۵۰ اھ

رے) دیون ماری در ایا جو آپ کے فارسی دیوان کے مطبوعہ تمام کمنخوں میں شامل ہے۔ ۱۷۵۷ء میں تحریر فرما یا جو آپ کے فارسی دیوان کے مطبوعہ تمام کمنخوں میں شامل ہے۔

(۸) تقریظ رسالہ کلمات الحق (فارس) آپ نے اپنے خلیفہ حضرت مولا ناغلام یحیٰ بہاری (م۱۸۲۱ھ/ ۱۷۷۲ء) کے رسالہ کلمات الحق پر ایک مختصر تقریظ ۱۱۸۴ھ/ + ۷۷ء میں تحریر فرمائی جواس رسالہ کے علاوہ بشارات مظہریہ، مقامات مظہری اور کلمات طیبات میں بھی منقول ہے۔

(۹) وصیت نامہ(فارس) آپ نے اپنی شہادت ۱۹۵ه ادام ۱۸۵ء سے کچھ پہلے (شاید ۱۱۹۵ه ادام ۱۸۵ء سے کچھ پہلے (شاید ۱۱۹۵ه ۱۱۹۵ه ۱۸۵۰ میں وصیت کھی جو معمولات مظہر بیر (ص: ۱۳۵۰ ۱۳۵۰) میں محفوظ ہے۔
(۱۰) تنبیہات الخمسہ (فارس) اس نام سے آپ کی ایک تحریر بشارات مظہر بیر (ورق ۱۸۵۸) میں محفوظ ہے، جس کا موضوع حقیقت اہل سنت ورد شیعہ ہے۔

(۱۱) سلوک طریقہ (فاری) اس عنوان سے عبدالرزاق قریش نے آپ کی ایک تحریر غیر مطبوعہ رسالیہ کے طور پر اپنے مرتبہ مجموعہ'' مکا تیب مرزامظہ'' (ص ۲۱۹–۲۲۳) میں بشارت مظہر پیہنے قال کی ہے۔ (خانقاہ مظہر بیفتشبند بیہ ص:۱۸۹–۱۹۳ملخصا)

تعلیمات: حضرت مظهر جان جاناں نے فرمایا:

(۱) دل کودونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کرلو تمہاراعمل ہی کیا ہے کتم اسے پی سکو۔ (۲) ہڑممل کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے۔نمازتمام کیفیتوں کی جامع ہے۔ (۳) قرآن مجید کی تلاوت باطن کی صفائی اور دل کے قبض کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ (۳) تقویٰ اور پر ہیز گاری اختیار کرو، حضرت مجم مصطفیٰ صلی اللّه علیہ وسلم کی اتباع دل وجان سے کرو۔ اپنے حالات کا کتاب وسنت سے موازنہ کرواگر ان کے موافق ہوں تو ان کو قبولیت کے لاکق سمجھواوراگران کے مخالف ہول تو ان کو نامقبول سمجھو۔

(۵) عقیدہ اہل سنت و جماعت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر و اور علما کی صحبت اختیار کر کے اخروی اثواب حاصل کر و۔ اگر ممکن ہوتو حدیث پڑمل کرنے میں مداومت اختیار کر و۔ (۲) اگر تمہارے ول میں تر دونہ ہوتو گوش شینی اختیار کر و۔ رزق جس کے لیے وقت مقرر ہے، خود یہ پہنچ جائے گا اگر عیال کی فکر وامن گیر ہوتو اسباب کا مہیا کرنا انبیاء کیھم السلام کی سنت ہے۔ (۷) جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی زندگی صبر و توکل سے بسر کر و، غیر کا تصور ول سے زکال دو، اسبخ کا م خدا پر جپور دو۔

() مشائخ کرام کی ارواح مبارک کو فاتحہ اور درود سے ثواب پہنچا کر جناب الہی میں آئیں وسلے بناؤ، کیول کہ اس امر سے ظاہری وباطنی سعادت حاصل ہوتی ہے۔
میں آئیں وسلیہ بناؤ، کیول کہ اس امر سے ظاہری وباطنی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

(۹) حاجت مندوں کی خفیہ مدد کرنے سے جلدی ثواب ملتاہے۔

(۱۰) اس طریقه (نقشبندیه مجددیه) میں پیری ومریدی محض بیعت ،شجره اور کلاهٔ نہیں ہے، بلکه مرشد کی صحبت میں رہ کرذ کرقلبی ،حصول جمعیت اور توجه الی الله کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ (۱۱) ایسا قلب سلیم پیدا کرنا چاہیے ،جس میں غیراللہ کا گزرنہ ہو۔

(۱۲) عجز وانکسار کی صفت کا ہونا ضروری ہے اور لوگوں کے ظلم وستم کوصبر فخل سے برواشت کرنے کی عادت پیدا کرنی جاہیے۔

(۱۳) فقیر کا سرمانیہ حیات تو فارغ البالی اور جمعیت خاطر ہے، کیوں کہ اس کا فارغ البال دل مقصود کا منتظر رہتا ہے، لہذا ایسا نہ ہو کہ دل جمعی تفرقہ میں بدل جائے اور دل کی توجہ و کیسوئی میں خلل پیدا ہوجائے۔

(۱۴) قناعت اختیار کرو،حرص اورطمع کودل سے نکال دو، یاراوراغیار سے ناامید ہوجاؤ۔ ہونا اور نہ ہونا، ہرایک کو برابر جانو اورکسی کوحقارت سے نہ دیکھو۔اپنے آپ کوسب سے کمتر اور عاجز شار کرو،طلب الٰہی کے راستہ میں بڑائی کود ماغ سے نکال دواورغر ورکوچپوڑ دو۔

(۱۵) مشائخ کی محبت میں اپنی عقیدت کومضبوط کرو، کیوں کہ دوستان خدا کی روشنی اللہ کے قرب کا موجب ہوتی ہے۔اپنے پیر کے حضورغیر کا خیال نہ لاؤ، جب پیر کی صحبت میسر ہوتو نوافل نہ پڑھو۔(خانقاہ مظہر ہیۂ ص، ۱۹۴–۴۰ ملخصا) اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے تعلق سے آپ کی تعلیم: اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام سے محبت اور ان کی تعظیم کے سلسلے میں حضرت مظہر جان جاناں فرماتے ہیں ' ائمہ اہل بیت رضی الله عنهم اجمعین سے اظہار محبت اور کبار صحابہ کرام رضی الله تعالی عنهم کی تعظیم کیسال لازم ہے اور یہی صراط متنقیم ہے جو قیامت کے دن بل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی۔ جود نیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا''۔ (خانقاہ مظہر یہ نقش بند ہے ہے۔ (خانقاہ مظہر یہ نقش بند ہے۔ ساتھ گرار ہائے۔

وفات: جب حضرت مرزامظہری عمراتی (۱۰۰) سال سے تجاوز کر گئ تو آپ پر رفیق اعلی کا شوق غالب ہوا۔ آپ نے اپنے ایک خلیفہ ملاسیم کوان کے وطن رخصت کرتے وقت فر ما یا کہ اس کے بعد ہماری تمہاری ملا قات معلوم نہیں ہوتی۔ بین کر آپ کے خدام بہت روئے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ کی نعتوں کے اظہار میں فر ما یا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے فقیر کے دل میں کوئی ایسی آرز ونہیں چھوڑی جو حاصل نہ ہوئی ہو، اس قادر مطلق نے فقیر کو اسلام حقیقی سے مشرف کیا ، ملم سے حصہ وافر دیا، نیک عمل پر استفامت بخش ، لوازم طریقہ یعنی کشف و تصرف و کرامات عنایت کیے، صالحین کو کسب فیض کے لیے بندہ کے پاس بھیجا، دنیا اور اہل دنیا سے علا حدہ رکھا، اب صرف شہادت ظاہری کے سواکوئی آرز و باقی نہیں۔ فقیر کے اکثر بزرگ شہید ہوئے ہیں مگر فقیر نہایت کمز وروضعیف ہے اور قوت جہاؤہیں رکھتا، نظاہراس مرتبہ کا حصول مشکل ہے۔ "

لیکن اللہ تعالی نے آپ ی پیٹواہش بھی پوری کردی اور آپ کو باطنی شہادت کے ساتھ ساتھ فاہری شہادت سے بھی سرفراز فر ما یا۔قصہ شہادت بچھ یوں ہے کہ خل باوشاہ شاہ عالم کے دور میں ایرانی شیعہ گروہ نے اتناعروج حاصل کیا کہ ایرانیوں کے قائد نجف خال کو دہلی کی مسندوز ارت پر فائز کرنا پڑا۔ نجف خال کے برسرافتڈ ارآنے سے جہاں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے وہاں شیعہ تن جھٹر ابھی اپنے عروج کو پہنچا۔ اس دور میں علما ہے اہل سنت کو خاصی پریشانی و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، بیکھسوص دو فعال ترین شخصیتوں لیمن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرز امظہر کی خانقا ہیں جوسی مراکز شخصیت نہیں۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرز امظہر کی خانقا ہیں جوسی مراکز شخصی نہیں۔شاہ ولی اللہ کا سامنا کرنا پڑا، شاہ ویک اور کے شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ رہی خانہ بنیں۔شاہ ولی اللہ کی جائداد کو ضبط کر کے شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ رہی کے لیے باتی رہ گئی۔ سے باتی رہ گئی۔ اس کے لیے باتی رہ گئی۔ اس کے لیے باتی رہ گئی۔ اس کے لیے باتی رہ گئی۔ اسٹوں کی انہ میں میں منظم کی گئی۔

۱۹۰ محرم ۱۹۵ ھے کورات میں چندآ دمیوں نے حضرت مظہر کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے جا کرعرض کی کہ پچھلوگ زیارت کے لیے آئے ہیں۔ آپ کی اجازت سے تین آ دمی اندر آئے ، ان میں سے ایک ایرانی نژاد مغل بھی تھا۔ آپ خوابگاہ سے نکل کر ان کے برابر کھڑے ہو گئے۔ مغل نے پوچھا کہ مرزاجان جاناں آپ ہیں، پس اس پر بد بخت ایرانی مغل نے طبانچہ کی گولی داغ دی جوآپ کے دل کے بائیں طرف کئی۔ آپ گر پڑے اور قاتل فرار ہو گئے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو جراح کو بلایا گیا۔ صبح نجف خال نے ایک جراح کو بھیجا اور کہا کہ قاتل معلوم نہیں، اگر معلوم ہوگا تو قصاص جاری کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اگر ارادہ اللہ یہ میں شفا ہے تو بہر صورت ہو جائے گی، دوسرے جراح کی ضرورت نہیں، اگر قاتل معلوم ہوجائے تو ہم نے معاف کیا تم بھی معاف کر دینا۔ قاتل نہ تملہ کے بعد آپ تین روز زندہ رہے۔ اس حالت میں اپنا یہ شعرا کٹر پڑھا کرتے تھے۔ بنا کر دند خوش رسے بخاک وخوان غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

غرض کہ دس محرم کو جسے شہادت کی رات کہا جاتا ہے، آپ نے تین بارز ورز ورسے سائس لی اور واصل بحق ہو گئے۔ آپ کے خلیفہ ملائیم کی خانقاہ ،نورمحل اوچ ریاست دیر صوبہ سرحد میں اب بھی وہ خون آلود کپڑے موجود ہیں جو آپ نے شہادت کے وقت پہن رکھے تھے۔اس کے علاوہ وہ خون آلود دھجیاں بھی محفوظ ہیں جن سے حضرت کاخون یو نچھا گیا تھا۔

آپ کی جنمیز و تکفین آپ کی اہلیہ محتر مدکی نگرانی میں 'بوئی۔ آپ کو بی بی صاحبہ کی حویلی میں جو چتلی قبر دبلی سے متصل تھی وفن کہا گیا۔ آپ کا مزار مبارک جس چبوتر سے پر ہے اس پر آپ کے ساتھ سلسلہ نقشبند میر کی تین اور عظیم ہسٹنیاں بھی محوخواب ہیں، یعنی شاہ غلام علی، شاہ ابوسعید مجددی اور شاہ البوالخیر مجددی۔ (خانقاہ مظہر میں قشبند میر میں ۱۸۱ تا ۱۸ الملخصا)

آپ کے وصال کے بعد حضرت شاہ غلام علی وہلوی آپ کے جائشین مقرر ہوئے جن کا تفصیلی ذکرسجا دگان خانقاہ مظہریہ کے شمن میں آئے گا۔

حضرت مظهرجان جانال كروحاني سلاسل ايك نظرمين

سلسله نقشیندید: (۱) حضرت مرزامظهر جان جانال (۲) حضرت سید نور محمد بدایونی (۳) حضرت سید نور محمد بدایونی (۳) حضرت سیف الدین (۴) حضرت محمد معصوم (۵) مجد والف ثانی حضرت شیخ احمد سر مهندی (۲) حضرت رضی الدین باقی بالله و بلوی (۷) حضرت محمد المکنگی (۸) حضرت و درویش محمد (۹) حضرت مجمد زا بدولی (۱۰) حضرت عبید الله احرار (۱۱) حضرت یعقوب چرخی (۱۲) حضرت علاء الدین عظار (۱۲) حضرت سید بهاء الدین بخاری ـ

سلسله قادرید: (۱) حضرت مرزامظهر جان جانان (۲) حضرت سید محمه عابد سنامی (۳) حضرت عبدالاحد وحدت (۴) حضرت محمد سعید (۵) مجد دالف ثانی حضرت شیخ احمد سر هندی (۲) حضرت شاه سکندر (۷) حضرت شاه کمال کمیتیلی (۸) حضرت سید شاه فضیل (۹) حضرت سید گدار حمن ثانی (۱۰) حفرت سيرشم الدين عارف (۱۱) حضرت سيد گدارجن اول (۱۲) حضرت سيدشمس الدين صحرائی (۱۳) حضرت سيرعقبل (۱۲) حضرت سيد بهاءالدين (۱۵) حضرت سيرعبدالو هاب (۱۲) حضرت سير شرف الدين قال (۱۷) حضرت سيرعبدالرزاق (۱۸) حضرت سيرعبدالقا درجيلانی ـ

سلسله چشتیه، سهروردیه ، کبرویه ، مداریه اورقلندریه: (۱) حضرت مرزامظهر جان جانال (۲) حضرت سیدمجمد عابد سنامی (۳) حضرت عبد الاحد وحدت (۴) حضرت محمد سعید (۵) مجدو الف ثانی حضرت شیخ احمد سر هندی (۲) حضرت مخدوم عبد الاحد (۷) حضرت رکن الدین (۸) حضرت عبدالقدوس گنگوهی (مقامات نیم ، ص: ۵۱۱ – ۲۰)

حضرت مظهرجان جانال كيسجاد كان ايك نظرمين

(۱) حضرت شاہ غلام علی معروف بہ عبداللہ دہلوی قدس سرہ (۱۱۵۲ھ۔۳۳ کاء/ ۱۲۴۰ھ۔۱۸۲۴ء)مدت سجادگی: تقریبا ۴۵ سال۔

(۲) حضرت مولانا شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہ (۱۱۹۲ھ۔۱۷۸۲ء/۱۲۵۰ھ۔ ۱۸۳۵ء)مت سجادگی: تقریبا•اسال۔

(۳) حضرت مولا نا شاه احمد سعید مجد دی د ہلوی ثم مدنی قدس سره (۱۲۱۵ – ۱۸۰۲ ء) ۱۲۷۷ هے-۱۸۲۰) مدت سجادگی: ۲۳ سال _

(۴) حضرت شاه ابوالخیرعبداللهٔ محی الدین خیرقدس سره (۲۷۲ه ۱۸۶۵ء/۱۳۳۱ه – ۱۹۲۳ء) مدت سجاد گی ۲۳ رسال

(۵) حضرت شاه زیدا بوالحسن فاروقی از هری قدس سره (۲۳ ۱۳ هـ-۲۰ ۱۹۰)

(۲) حضرت شاه انس ابوانصر فارو قی (ولادت:۲رجب ۱۳۹۱ هـ/۲۸ اگست ۱۹۷۱ء)

(۱) حضرت شاه غلام علی د بلوی قدس سره (۱۵۲ هـ ۳۳ ۱۸ اه-۱۸۲۳ هـ ۱۸۲۳)

ولاوت: سلسله نقشبندیه کے نامور صوفی بزرگ شاہ عبداللّٰدمعروف به شاہ غلام علی دہلوی کی ولادت:۱۱۵۲ھ/ ۱۲۵۳ء میں سرز مین پٹیالہ میں ہوئی۔(۱)

تعلیم وتربیت: آپ کے والد ما جدشاہ عبد اللطیف کا شارا پنے وقت کے بزرگوں میں ہوتا تھا جوشاہ ناصر الدین قادری سے ارادت رکھتے تھے۔ چوں کہ والد ما جدخود صاحب علم اور صوفی منش انسان تھے، اسی لیے اپنے فرزندار جمند سیرعبد اللہ معروف بہ غلام علی کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ

⁽۱) ضمیمہ مقامات مظہری میں پنجاہ وہشت یعنی ۱۱۵۸ و کھیا ہے، حضرت شاہ عبدالغنی کوصاحب تذکرہ سے نسبت بھی تھی اور آپ نے ان کی ولادت کا ایک مادہ'' مظہر جود'' کھیا ہے جس کے عدد ۱۱۵۲ ہوتے ہیں اس اعتبار سے مقامات مظہری کی تاریخ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

اٹھار کھی۔ بیکون جانتا تھا کہ بیہ بچہ بڑا ہوکر آسان علم وعرفان پرمہر درخشاں بن کرچکے گا اور اپنی ضوافشانی ہے ایک دنیا کوبقعہ 'نور بنادے گا۔ آپ کی اہتدائی زندگی پردہ خفامیں ہے۔

بیعت طریقت کے بعد آپ پندرہ برس تک پیرومرشد کی خدمت میں رہ کرز ہدومجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔(خانقاہ مظہر پینقشبندییہ۔س:۳۳۲)

سچادہ تشین: خواجہ مرزا جان جاناں شہید ظاہری و باطنی کمالات سے مالامال اور رگانہ روزگار سے۔الیی باکمال ہستی کے ہاتھوں تربیت پاتے اور سلوک کی منازل طے کرنے کے ساتھ ساتھ اُنھیں سے درس حدیث بھی مکمل کررہے شے۔شاہ غلام علی وہلوی زبروست باطنی استعداد کے مالک شے۔ بہت جلدآپ نے سلوک کے مقامات طے کر لیے۔آپ نے کس درجہ فیوض و برکات حاصل کیے، اس سلسلے میں سرسیداحمد خان کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہے۔سرسیداحمد خان این کتاب "آ ٹارالصنا وید" میں لکھتے ہیں:

''بعد بیعت سالہاسال آپ نے پیرومر شد کی خدمت میں اوقات بسر کی اوروہ زہدو مجابدہ وریاضت کی کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دن بدن عروح کمال اور مشاہدہ جمال شاہد بے زوال اور مکاشفہ وتر قیات فا گقہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ ہوئے اور صاحب ارشاد ہوئے۔ اپنے پیرومر شد کی موجود گی میں ہی تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری فرما یا۔ اگر چہ آپ نے بیعت سلسلہ قادر بیمیں کی تھی لیکن ذکر واذ کار اور شغل واذکار طریقۂ عالیہ نقشبند بیم مجدد بیمیں جاری فرمایا اور کئ طریقہ کی اور اپنے پیرومر شد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور اجازت حاصل کی اور اپنے پیرومر شد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور

حقیقت میں میرے اعتقاد بموجب اپنے پیر پر بھی فوقیت لے گئے'(آثار الصنادید: ۲۲ وفائقاہ مظہریہ، ص:۳۳۲)

آپ اسلاف کی مقدس یادگار تھے۔ تمام وقت ذکر الہی اور تربیت سالکین کے لیے وقف تھا۔ اگر چہایک جہان آپ کا گرویدہ تھالیکن آپ کو دنیاوی مال ومتاع اور آ رام وراحت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اکا برنقشبند ہیک طرح اتباع سنت کا کمال اہتمام تھا۔ آپ کی سیرت کے مطالعے سے آلفَق وُ فَعْدِی کامفہوم بخو بی سمجھ میں آ جاتا ہے، سرسید احمد خان جوایک چیشم دیدگواہ کی حیثیت رکھتے ہیں، نے اپنی کتاب آثار الصنا دید میں آپ کے شب وروز کو خوب بیان کیا ہے۔

آپ کے شب وروز مرسید کی زبانی: سرسیداحد خان نے جب شعور کی آکھ کھوئی تو وبلی میں علم وشعور کے دو بڑے مراکز تھے۔ایک شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو ولی اللہی فکر ونظریہ کے ترجمان اور مربی تھے اور دوسرے مرز امظہر جان جاناں شہید کے جانشین شاہ غلام علی کی خانقاہ جو طریقہ نقشبندیہ مجد دیہ کے معمولات پر عمل پیراتھی۔سرسید کے نصیال ولی اللہی فکر کے سرخیل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے عقیدت رکھتے تھے اور والدشاہ غلام علی کے چہیتے مرید تھے۔آپ کا خاندان صاحبانِ نقشبندیہ مجد دیہ کا محتقد تھا اور مرز امظہر جانِ جاناں کے خلیفہ شاہ غلام علی کی خانقاہ سے منسلک تھا۔سر نقشبندیہ مجد دیہ کا محتقد تھا اور مرز امظہر جانِ جاناں کے خلیفہ شاہ غلام علی کی خانقاہ سے منسلک تھا۔سر سیر، شاہ غلام علی کو وادا حضرت بھارت تے تھے اور ان سے اپنی نسبت کوایک شعر میں یوں بیان کر گئے:
سیر، شاہ غلام علی کو وادا حضرت بھارت فتم و آمو ختیم اسرایہ پر دائی

به منتب رنم و آمویم اسرارِ یزدای زفیفِ نقشِ بندِ وقت، جانِ جانِ جانِانی

(میں مکتب میں گیا اور نقشبند دوراں اور مرزا جان جاناں کی جان کے فیض کرم سے الوہیت کے اسرار حاصل کیے۔)(ڈاکٹر حجمد قی پاکتانی،امریکی کالم نگار۔جب سرسیدنے تھنگھرو باندھے۔دی وائر)

ز ہدوتقو کی: سرسیداحمد خان کوشاہ غلام علی وہلوی سے غیر معمولی عقیدت تھی بچیپن میں وہ حضرت کی شفقتوں سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ بڑے عمدہ سلیقے سے انھوں نے آپ کے زہدوتقوی کا تذکرہ کھھاہے جس کے چندایک اقتباسات درج ذیل ہیں:

'' آپ کی اوقات شریف نہایت منضبط کی اماللہ آپ کو حفظ تھا اور تحقیق قراًت بھی بہت خوب تھی ۔ نماز صبح اول وقت ادا فرما کردس سیپارہ کلام اللہ کے ادا فرماتے اور بعد اس کے حلقہ مریدیں جمع ہوتا اور تانماز اشراق سلسلہ تو جہ اور استغراق جاری رہتا۔ بعد ادا کرنے نماز اشراق کے تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی۔ جولوگ اس جلسہ کے ادا کرنے نماز اشراق کے تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی۔ جولوگ اس جلسہ کے بیشے والے ہیں اُن سے پوچھا چاہئے کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی تھی اور پڑھنے

پڑھانے اور سننے والوں کا کیا حال ہوتا تھا۔ جہاں نام رسول خدا آتا آپ بے تاب ہوجاتے اوراس بیتانی میں حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ سجان اللہ! کیا شيخ تتھے۔ باقی باللّٰداورعاشق رسول اللّٰد!علم حدیث اورتفسیرنہایت متحضرتھا۔اگر باعتبار علوم عقلی سرآ مدفلسفیان متقدمین اور متاخرین ککھا جاوی تو بھی بجا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کوکیا مجمع علوم پیدا کیا تھا کہ ہرایک علم ظاہری اور باطنی میں ورجہ کمال بدانتہائے كمال حاصل تفار بعداس درس تدريس كآب كيحة تفور اساكهانا كرعبادت معبودكوكافي هو، تناول فر ما کربها تباع سنت نبوی قیلولهٔ استراحت میں آ رام کرتے <u>۔ ت</u>ھوڑی دیر بعد اول ونت نماز ظهرادا فرماكر پهر درس و تدريس حديث وتفسير وفقه ادر كتب تصوف ميس مشغول ہوتے اورنمازعصر تانمازمغرب حلقه مریدین جمع ہوتا اور ہرایک آپ کی توجہ سے علو مدارج حاصل کرتا۔ ہمیشہ تمام رات آپ شب بیداری فرماتے تھے۔ شاید کہ گھڑی دو گھڑی بمتقضائے بشریت غفلت آ جاتی ہوسووہ بھی جانماز پر۔ برسوں آپ نے چاریائی پراستراحت نہیں فرمائی۔اگر نیند کابہت غلبہ ہوا یونہی اللہ اللہ کرتے پڑ رہے۔آپ کی خانقاہ میں عجب عالم ہوتا تھا۔ بوریا کا فرش رہتا تھااوراس کےسرے پر ا یک مصلی تنجی بوریا کا اور بھی اور کسی چیز کا پڑا رہتا تھا اور وہیں ایک تکیہ چمڑے کارکھا ر ہتا۔ آپ دن رات اس مصلی پر بیٹے رہتے اور عبادت معبود کیا کرتے اور سب طالبین ِ گردا گردا کردا پ کے حلقہ باندھے بیٹے رہے اور ہرایک کوجدا جدافیض حاصل ہوتا۔اگر تبھی کچھفرش فروش کا ذکر آتا تو آپ[مولاناجمالی دہلوی کے بیاشعبار]ارشادفرماتے:

لنگلئے زیر ولنگلئے بالا نہ غم وزدو نے غم کالا در وقتی در کرک بوریا و پوشی دکی پر ز درد دوشی این قدربس بود جمالی را عاشق رند لا ابالی را

حق پیہ ہے کہ ایسا برشتہ جان شیخ و کیھنے میں نہیں آیا اور میں تواس بات پرعاشق ہوں کہ باوجوداتی آزادی اورخود رفتگی کے سرِ مواحکام شریعت سے تجاوز نہ تھا اور جو کام تھا وہ با تباع سنت تھا۔لقم یہ مشتبہ سے نہایت پر ہیز کرتے اور مال مشتبہ ہرگز نہ لیتے۔جو شخص خلاف شرع اور سنت ہوتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور اپنے پاس اس کا آنا گوارا نہ کرتے۔'(آثار الصنا وید،ص: ۲۷)

سرسيدايك دوسر بيمقام پرلكھتے ہيں:

''میں نے اپنے دادا کوتونہیں دیکھا۔ آپ ہی کودادا حضرت کہا کرتا تھا۔ آپ کے

کمالات اورخرق عادات اس سے زائد کیا بیان میں آویں۔اس واسطے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں و کچھا اور میرے نزویک ایسے خفس کی کرامت کا بیان کرنا اس کے رتبہ سے کم ہے کیونکہ فقیری کارتبہ اس سے آگے ہے۔غرض کہ سالہا سال تک آپ کی ذات فیض آیات سے بیعالم منور رہا'' (آٹارالصنا دید، ص:۲۸)

شٰہ عبدالغنی مجددی لکھتے ہیں کہ آپ پندرہ برس تک مرزامظہر کی خدمت عالیہ میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ بعداس کے آپ کومرزا کی طرف سے خلافت واجازت مطلقہ سے نوازا گیا۔ (مقامات مظہری من : ۵۲۰)

توکل واستغنا: آپ خود فرماتے ہیں کہ ابتدامیں مجھے معاشی فکر لائق رہتی تھی لیکن باوجوداس کے توکل کو اختیار کیا۔ ایک پر انا بوری بستر اور اینٹ کا سربانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے حجرہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا کہ اگر مرول گاتو اس حجرہ میں ۔ آخر اللہ کی مدد آپنجی ۔ رجال الغیب میں سے ایک نے دروازہ بجاکر کہا کہ دروازہ کھولیں۔ میں نے نہ کھولا۔ اس نے پھر بجاکر کہا کہ مجھے آپ سے ضروری کام ہے، کیکن میں نے پھر بھی نہ کھولا۔ بعد اس کے وہ پچھرو پے بذریع شگاف اندر بچینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ (مقامات مظہری ، ص:۵۲۰)

ایک وا قعہ سرسید خان نے بیان کیا:''ایک دفعہ نواب امیر الدولہ امیر محمد خان والی ٹونک نے بہت التجاسے درخواست نقر روظیفہ کی اس کے جواب میں آپ نے صرف بیشعر کھے بھیجا: ما آبروے فقر و قناعت نمی بریم بامیر خان بگوے کہ روزی مقرراست (آثار الصنا دید،ص: ۲۲۴م)

خانقائی نظام اورخلق کارجوع: حضرت شاہ غلام وہلوی بائیس سال کی عمر میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید سے سلسلہ قادر ہیں بیعت ہوئے مر تلقین طریقہ نقشبند ہے جدو یہ میں ملی تھی آپ اپنے پیرومرشد سے وابستہ رہے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے نیز پیرومرشد کے وصال کے بعد تمام خلفاء کے اتفاق سے جانشیں بھی مقرر ہوئے اور جس حویلی میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی تدفین ہوئی آپ کی نافاہ کو قائم فرما یا اور ۲۵ سال تک مندرشد وہدایت پر فائز رہے جاناں کی تدفین ہوئی اس میں ایک خانقاہ میں آپ کی ذات ِگرامی سے فیض یاب ہوئے۔ وہلی میں آپ کی خانقاہ شاہ عبدالعزیز کے مدرسے کے مدمقابل سمجھی جاتی تھی۔ ایک میں ولی اللہی طریقے کی میانہ روی اور علم وعرفان تھا اور دوسرے میں مجددی مشرب کا احیائی ذوق وشوق اور متشرع تصوف میانہ رحی اور جو تارہ وی وی والوں کا آعموں و یکھا حال بیان کرتے ہوئے وقطر از ہیں:

" آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہال میں فیض پھیلا اور ملکوں کے لوگوں نے آکر بیعت اختیار کی۔ میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور جبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہوکر بیعت کی اور خدمات خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا پچھ کے کرنہیں کہ ٹدی دل کی طرح اُمڈت تھے۔ پچ ہے۔ چوکعبہ قبلہ عاجت شد از دیار بعید رونمنگ بدیدارش از کہی فرنگ "

(آثارالصنا دید،ص:۳۲۴ م)

آپ نے اپنے عہد میں ایک عظیم روحانی انقلاب بیا کیا اور خلفا کی بڑی بڑی کھیپ اقطاع عالم میں روانہ کیں۔ آپ کے ایک خلیفہ حضرت شیخ خالد کی بدولت ملک روم، عراق اور کردستان میں نقشبندی سلسلہ کوغیر معمولی فروغ ملا اور وقت کے عمائدین، علما، فقہا، اصولیین آپ کے دست حق پرست پر بیعت کئے۔ حضرت خالد کردی کا قدر نے نفصیل و کرفیض یا فتگان کے بیان کے عمن میں کیا جائے گا۔

آپ ہی کے ایک خلیفہ نقشبند دکن حضرت سعداللہ شاہ ہیں جو باشار ہُ نبوی دکن گئے اور مسجد الماس علی آباد، حیدر آباد میں قیام فرما یا جہال حضرت مسکین شاہ جیسی عظیم جستی واخل سلسلہ ہوئی اور آپ کی صحبت بافیض میں رہ کر آسانِ رشدو ہدایت پرمثل خورشید تا باں ظاہر ہوئے۔

دوسری طرف روحانیت میں ایک عظیم مستی حضرت پیر بخاری شاہ واخل سلسله ہوئے جن کی صحبت سے محدث دکن ابوالحسنات سیدعبداللّد شاہ جیسی نورانی ہستی فیضیاب ہوئی جن سے ایک جہاں روشن ومنور ہوا، آج شہر حیدر آباد کے اکثر نقشبندی علیا ومشائخ ان ہی نفوس قدسیہ کی فیض یافتگان میں آتے ہیں۔اس عالمگیر روحانی انقلاب کی بدولت حضرت شاہ غلام علی وہلوی قدس سرہ کو تیر ہویں صدی ہجری کا مجدد کہا جانے لگا۔

طالبین وسالگین کے ساتھ آپ کا ایٹا اور تواضع: آپ کی خانقاہ میں طالبین وسالگین کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا۔ بقول سرسیداحمد خان کے نقریبًا پانچ سونقراء خانقاہ میں رہتے تھے، جن کے نان ونفقہ اور کپڑے وغیرہ کا انتظام آپ خود فرماتے تھے۔ کہیں سے ایک بیسہ مقرر نہ تھا۔ اللہ تعالی غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا۔ جیسا گاڑھا موٹا تمام فقیروں کومیسر ہوتا ویسا ہی آپ بھی پہنتے تھے۔ باوجوداس کمال کے آپ میں انکساراس درجہ تھا کہ ایک دن فرما یا کہ سما جومیرے گھر میں آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدایا! میں کون ہوں کہ تیرے دوستوں کو وسیلہ بناؤں ، اس مخلوق کے ذریعے مجھے پر رحم فرما۔" (مقامات مظہری ، ص: ۲۱ کے آتارالصنا وید، ص: ۲۵ ک

شوق شہادت اور آپ کا وصال: آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرز ورہتی تھی الیکن فرماتے تھے کہ حضرت مرزا کی شہادت کے باعث لوگوں پر کس قدرمصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک قحط مسلّط رہااور قتل عام ہوا۔اس کیے اس بات سے ڈرتا ہوں۔آپ نے ارشاوفر مایا کہ ہماری رحلت کے بعد جنازہ آثار شریفہ نبویہ میں جو جامع مسجد میں ہیں، لے جانا اور رسول خداصلی الله علیہ وسلم سے شفاعت کے لیے عرض کرنا۔ جب وصال کا وقت قریب آیا تو حضرت شاہ ابوسعید کو کھنٹو سے بلوایا۔ آخر وقت میں آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی اور بالآخر۔ ۲۲ صفر ۴۲۰ هـ ۱۲ احد ۱۲ ا كتوبر ١٨٢٣ء كوچوراس (٨٨) برس كى عمر مبارك ميں حالت استغراق ميں ہى آپ نے اپنى جان جانِ آ فریں کے حوالے کر دی۔ شاہ ابوسعید نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حسب وصیت آپ کے جنازہ کوآ ثار نبویہ میں جامع مسجد میں لے جایا گیا اور وہاں سے الاکر آپ کی خانقاہ میں آپ کے پیر کے ببلومين فن كيا-انالله وانا اليه راجعون- "نور الله مضجعه آپ كانقال كى تارت م آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید فاروقی آپ کے جانشین مقرر ہو کے جن کا تذکره آگے آئے گا۔ (مقامات مظہری ص:۲۳۵ وخانقاه مظہریہ کے ۔۳۲ ساتا ۲۳۷) تصانیف: آپ کی با قیات صالحات میں آپ کے خلفائے عظام اور تصانیف عالیہ ہیں۔ آپ کے خلفاء کی تعداد سوانحی کتب میں اڑتیں (۳۸) کے قریب ملتی کہیں۔ اسی طرح تقریبًا پندرہ کتابوں کے آپ مصنف ہیں،اور چندآپ کے ملفوظات کے مجموعے ہیں جس کو آپ کے معتقدین نے جمع کیا ہے ان سب کے اساذیل میں درج ہیں: (١) احوال بزرگان (فإرى) اس رساله مين آپ نے حضرت شيخ عبدالقادر جبيلاني، حضرت شيخ شهاب الدین سهروردی، حضرت شیخ مجمالدین کبری، حضرت خواجه عین الدین چشتی حضرت خواجه قطب الدين بختيار كاكى، حضرت شيخ فريد الدين تنج شكر، حضرت شيخ نظام الدين اوليا، حضرت مخدوم صابر، حضرت شاه بهاءالدین نقشبند، حضرت خواجه علاءالدین عطار، حضرت خواجه عبیدالله احرار، حفِرت خواجه محد بأتى ،حضرت مجد دالف ثانى قدست اسرار بهم اورآپ كى اولا دامجاد كے نہايت مختصر حالات لكھے ہيں۔ بيرساله ١٢٢٥ هـ/١٨١٠ يك بعد تاليف مواب إس كاخطى نسخه كتاب خاندلا مورمين موجود ب_

رف ناه به به به بعدی الف ثانی قدست اسرار بهم اور آپ کی اولا دامجاد کے نہایت مختفر حالات لکھے ہیں۔
میرسالہ ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خاندلا ہور میں موجود ہے۔
میرسالہ ۱۲۲۵ھ/۱۸۱ء کے بعد تالیف ہوا ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خاندلا ہور میں موجود ہے۔
(۲) ایضاح الطریقہ (فارس) میرسالہ ۱۲۱۲ھ کی تصنیف ہے اور بار ہا حجیب چکا ہے۔
(۳) در المعارف (فارس) میرآپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے ، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ
روف احمد رافت مجددی (م ۱۲۵۳ھ/۱۲۵ھ/۱۱ء) نے حضرت شاہ ابوسعید (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۵ھ/۱۰ء)
کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس میں منگل ۱۲ رزیج الاول ۱۳۲۱ھ/۱۱ فروری ۱۸۱۷ء سے مسلسل اتوار

(4) رسالداذ کار (فارس) میخضررساله، رسائل سبعه سیاره میں شامل ہے۔

(۵) رساله دراحوال شاه نقشبند (فارس) ميرحضرت خواجه بهاءالدين نقشبند (م ۹۱ سے 🗠

۱۳۸۹ء) اوران کے خلفا واولاد کے احوال و مناقب میں ہے اور در اصل زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کی تلخیص ہے۔ بعض دیگر کتابوں اور صدری روایات کو بھی اس میں جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ خانفاہ شریف مولوی غلام نی للہی (م ۲۰ ساھ/ ۱۸۸۸ء) لله شریف شلع جہلم، کتب خانہ خانفاہ احمد بیسعید بیموسی زئی شریف شلع ڈیرہ اساعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آبادد کن میں محفوظ ہیں ۔

(۷) رسالہ دررداعتر اضات شیخ عبدالحق برحضرت شیخ مجدد (فارس) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/۱۲۳۲ء) کو حضرت مجدد الف ثانی کے بعض کشوف کے بارے میں اشکال تھے جوایک مکتوب کی صورت میں موجود ہیں، حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے اپنے رسالہ میں نہایت مثبت طریقے سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اشکال کا جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔

(۸) رساله در ردخالفین حضرت مجدد (فارس) پیرساله درج ذیل فصول پرمشمل ہے۔ (۱) در بیان مجملی از احوال حضرت مجدد (۲) در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال (۳) در اجوبه بعضی اعتراضات شیخ عبدالحق که رساله ای درا نکار معارف ایشان نوشته اند (۴) در بیان حواثی که استا دفقیر (حضرت شاه عبدالعزیز د ہلوی) درا یام خردی بر رساله مذکور تحریر فرموده اند (۵) در رفع شبهاتی که برالسنه عوام مذکور است - آپ کا بیرساله اس موضوع پر دوسرے رسالوں سے زیادہ مفصل ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔

(۹) رسالہ درطریق بیعت واذ کار (فارسی) پیدسالہ آپ نے حضرت سیداساعیل محدث مدنی کے آپ سے بیعت ہونے کے بعد لکھا ہے اور اس میں بیعت کی قسمیں اور ذکر کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ بید سالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں چھپ چکا ہے۔

(۱۰) رسالہ درطریقہ شریفہ شاہ نقشبندیہ (فارس) اس مخضر رسالہ میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشیند (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ بیر سالہ''رسائل سبعہ سیارہ''اور آپ کے مکا تیب شریفہ میں جھپ چکاہے۔

(۱۱) رسالہ مراقبات (فاری) اس میں آپ نے طریقت کے مقامات کا ذکر کیا ہے اور مید ۵ جمادی الاولی ۱۲۳۱ھ/ ۱۲۳م پریل ۱۸۱۶ء سے پہلے تالیف فرمایا ہے۔ مید مکا تیب شریفہ اور رسائل سبعہ سیارہ اور درالمعارف میں شامل ہے۔ (۱۲) رسالہ مشغولیہ (فارس) اس میں لطائف کا ذکر ہے اور غیر مطبوعہ ہے اور حضرت حاجی دوست محمد قندھاری (م ۱۲۸۴ھ/۱۲۸۸ء) کی بیاض میں شامل ہے جومر کر تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ، اسلام آباد کے کتاب خانہ گنج بخش میں موجود ہے۔

(۱۳) سلوک را قینقشبند بیر فاری) بیرساله کتب خانه شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینه منوره ,سعودی عرب میں موجود ہے۔

(۱۳) کمالات مظہریہ (فارس) کیہ آپ نے اپنی عمر مبارک کے آخری حصہ میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف فرمائی اوراس میں حضرت مظہر جان جاناں کے احوال وافکار درج ہیں اور یہ در حقیقت آپ کی اسی موضوع پر دوسری تصنیف مقامات مظہری کا خلاصہ ہے۔ جس میں آپ نے بعض تر میمات بھی کی ہیں۔ اس کا خطی نسخہ کتا ہے انہ حضرت ابوالحین زید فاروقی (م ۱۹۹۳ء) میں موجود تھا۔

(۱۵)۔مقامات مظہری (فارس) پیدھرت مظہر جان جاناں کے حالات ومقامات پرمشمل ہے اوراس میں ان کے بعض ملفوظات و کمتوبات بھی شامل ہیں۔اسے آپ نے ۱۲۱۱ھ/ ۹۲ کا ء میں تالیف کیا اور بیمولوی نعیم اللہ بہرا پُکی (م ۱۲۱۸ھ/ ۴۷ - ۴۰ - ۱۸ ء) کی کتاب ''بشارات مظہر بی''کی تلخیص اورا 'تخاب ہے اوراس میں آپ نے مزید اضافہ بھی کیا ہے۔اس کا فاری متن چند بارطیع ہوا۔

اس کا پہلا اردوتر جمہ ملک فضل الدین وملک چینن الدین التدوالے کی قومی دکان ، لا ہور سے ۹ سمالھ ملاء میں طبع ہوا تھا۔ دوسرا اردوتر جمہ ٹھرا قبال مجددی نے کیا جومتر جم کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ہندویا ک سے متعدد بارشائع ہو چکی ہے۔

(۱۲) مکا تیب شریفہ (فارس) آپ کے ۱۲۵ مکتوبات گرامی کا مجموعہ جوآپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجدوی نے ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۹ء میں جمع کیا تھا۔ یہ پہلی وفعہ مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۹ میں ۲۳۲ صفحات پرشائع ہوا۔

(۱۷) مکتوب گرامی (اردو) آپ کا ایک ارد دمکتوب''ارشاد المستر شدین'' میں موجود ہےاور ریہ ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اردونٹر کا ایک اچھانمونہ ہے۔

(۱۸) ملفوظات نثریفه (فارس) به آپ کے خلیفه حضرت مولانا غلام کمی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ه/ ۱۸۵۴ء) نے تقریبا ۱۲۳۳ه هر ۱۸۱۸ء میں مرتب کیا اور اس میں آپ کے چالیس روز کے ملفوظات نقل ہیں جومولف نے اپنی گیارہ ماہ کی حاضری میں وقنا فوقنا جمع کیے تھے ان ملفوظات کو اگر دارالمعارف کاضم بمہ مجھ کرمطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تشریح خود بخو د جوجاتی ہے۔ اس کا اردوتر جمہ جناب مجمدا قبال مجددی نے کیا جوان کے مقدمہ وحواثی کے ساتھ مکتبہ نبویہ لا ہور سے 20 اصفحات پر طبع ہوا ہے۔ (خانقاہ مظہر بینقشبند ریاس ۳۸۰۔ ۳۵۳ ملخصا) خلفا: (۱) حضرت شاه ابوسعید فارو قی عجد دی (۲) حضرت شاه اجرسعید مجد دی (۳) حضرت طا حافظ عبدالخنی (۴) حضرت ملا حافظ عبدالخنی (۴) حضرت مولا نا احد بردی ترکستانی (۲) حضرت ملا علاء الدین (۷) حضرت شاه سعد الله (۸) حضرت شاه سعد الله (۸) حضرت شاه مجد دی (۱۲) حضرت شاه خطیب احمد مجد دی (۱۲) حضرت شاه خطیب احمد مجد دی (۱۳) حضرت شاه عبدالرحمن مجد دی (۱۳) حضرت شاه مولوی کرم الله محدث مجد دی (۱۳) حضرت شاه عبدالرحمن شاه جبال بوری (۱۸) حضرت شاه عبدالرحمن شاه جبال بوری (۱۸) حضرت شاه مجد دی (۱۲) حضرت شاه مبدالرحمن شاه جبال بوری (۱۸) حضرت شاه مبدالرحمن شاه جبال بوری (۱۸) حضرت شاه مبد دی (۲۲) حضرت شاه مبدالرحمن شاه بیرگه در ویش عظیم آبادی (۲۱) حضرت اخوند شیر مجد حضرت شاه مبدالحمد کشر دی (۲۲) حضرت مرزارییم الله بیگ مولوی بیراتی الشتر به مولوی جان مجد (۲۲) حضرت الله بیرگه (۲۲) حضرت ملا بیرگه (۲۲) حضرت ملا بیرگه (۲۲) حضرت ما بیرگه (۲۲) حضرت مرزام را دی بیراتی الشتر به مولوی جان مجد مزورامام مبدا کبرآبادی (۱۳) حضرت میال مجد اصغر (۲۲) حضرت میال مرزام را دیگر (۳۲) حضرت میال محضرت میال قرالدین (۳۵) حضرت میال احضرت میال احضرت میال محضرت میال میرفتش علی (۳۳) حضرت میال احضرت میال میرفتش علی (۳۳) حضرت میال احضرت میال احضرت میال احضرت میال احضرت میال احضرت میال میرفتش علی (۳۳) حضرت میال احضرت میال احض

ان کے علاوہ بھی ان کے خلفا تھے، پروفیسر حجمدا قبال مجددی تحریر کرتے ہیں: ''ان کے علاوہ بھی تذکروں میں کئی ایسے اصحاب کے اسماطتے ہیں جو حضرت شاہ غلام علی سے فیض یا فتہ تھے اور عرب وجم میں مصروف تلقین وارشاد تھے'۔ (مقامات مظہری، اشاعت باراول، ص ۸۸۰) ملفوظات: (۱) فرمایا کہ لفظ فقیر میں ''ف' سے مراد فاقہ''ق' سے قناعت''ی' سے یا د اللی اور''ر'' سے ریاضت ہے، جو انہیں بجالائے تو اسے''ف' سے فضل خدا''ق' سے قرب

ائی اور رہ سے ریاضت ہے، ہوائیں بجالاع تو اسے گ سے س حدا کی سے فرب مولی'' ی'' سے یاری اور'' ر'' سے رحمت حاصل ہوتی ہے نہیں تو'' ف'' سے فضیحت (ذلت) ''ت''سے تہر،''ی'' سے یاس (ناامیدی) اور''ر'' سے رسوائی ملتی ہے۔

(٢) جوخوا مشات كاطالب مووه خدا كابنده كيير موسكتا هے؟ اے عزيز! جب تك توكسى

چیز کے خیال میں ہے تواسی چیز کا غلام رہے گا۔

(m)طالب كوچا ہے كه ايك لحريهي يا دمطلوب سے غافل ندر ہے۔

(٣) صوفی کود نیاوآ خرت پس پشت ڈال کرمولی کی طرف متوجہ ہوجانا چاہیے۔

(۵) لوگ چارفتیم کے ہوتے ہیں: نامرد،مرد،جوانمر داور فرد۔ان میں دنیا کے طالب نامرد، آخرت کے طالب مرد، آخرت ومولی کے طالب جوانمر د اور صرف مولی کے طالب فرد (یعنی ریگانہ) ہوتے ہیں۔ (۲) خطرات کی بھی چارتشمیں ہیں: شیطانی،نفسانی، مکی اور حقانی۔ ان میں شیطانی وسوسہ بائیں طرف سے،نفسانی او پر سے لینی د ماغ سے،مکی (خیر و نیکی والا) دائیں سے طرف سے اور حقانی فوق الفوق (سب سے او پر)سے آتا ہے۔

(۷) بیعت تین قشم کی ہوتی ہے: پہلی پیران کبار کے دسیلہ کے لیے، دوسری گناہوں سے تو ہداور تیسری نسبت باطنی حاصل کرنے کے لیے۔

(۸)جومخدوم بننا چاہےوہ مرشد کی خدمت کرے۔

(۹) بھوک کی رات درویشوں کے لیے شب معراج ہے۔

(۱۰) طریقه نقشبند میه چارچیزول سے عبارت ہے، لیغنی بے خطر گی ، دوام حضور ، جذبات اور وار دات ۔

(۱۱) حلقہ اکابر چشتیہ جو کہ ذوق محبت میں سرشار ہیں ادرساع وسرودان کے دلوں میں رنگارنگ کے ذوق پیدا کرتااور چہرہ یارسے پردہ ہٹا تاہے اور ہمارے سلسلہ نقشبند پیرکا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے کہکن اس کے متوسلین کے قلوب کوحدیث اور درودشریف اذواق بخشتے ہیں۔
(۱۲) ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب نہیں ہوتا۔

(۱۳) طریقت میں کفریہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفوت بدین اللہ و الکفور و اجب لدی و عند الممسلمین قبیعے۔لیتی میں نے اللہ کے وین کا انکار کیا اور یہاں کفر میرے نزویک واجب اور مسلمان کے نزویک معیوب ہے۔

(۱۳) اس سلسلہ نقشبند یہ مجدد یہ میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیب اخلاق حاصل کیے بغیر اورا تباع سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور مقام اجازت کا بیا یک ادنی مرتبہ ہے۔ اس کا در میانی مرتبہ لطیفہ فس کی فنا، لفظ انا کے اطلاق کا سالک کے وجود سے خاتمہ اور نسبت کے انوار کا موجز ن ہونا ہے اور اس کا سب سے اعلی مرتبہ لطیفہ قلب وفس کی فنا و بقا کا شرف حاصل کرنے کے بعد عالم خلق کے لطائف کی تہذیب ہے، کیوں کہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمال درجہ کا اظمینان اور جو کچھ حضرت محمد مصطفی صلی شائیلی لائے میں ، اس کا اتباع حاصل ہوجاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت سلسلہ دینا مجاز (اجازت پانے والے) کو مغرور اور مستفید کو محموم کرنا ہے۔ آلم عینا کے والہ ویا نہ کے میں ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت سلسلہ دینا مجاز (اجازت پانے والے) کو مغرور اور مستفید کو محموم کرنا ہے۔ آلم عینا کو یا لماء ویف کہ

(۱۵)اس طریقه نقشبند به میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوف قلبی ، یعنی دلَ کو ہر آن ذات الٰہی کی طرف لگائے رکھنا ، اور گذشتہ وآئندہ خطرات کی تکہداشت : بیہ یوں کہ جب خطرہ وسوسہ دل میں پیدا ہو کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا؟ تواسی ونت دل سے دفع کرے، تا کہ تمام قصہ دل میں نہ آئے، یادل میں خیال آئے کہ فلاں جگہ جا کرید کام کروں اوراس کام میں فائدہ ہوتو اس کوفورا دفع کرے۔غرض کہ اللہ کے سواجو خیال بھی دل میں آئے، اسے اسی ونت دفع کرے۔

(۱۲) پیرکی رضا خالق اورمخلوق کے ہاں مقبولیت کا ذریعہ ہے اور پیرکی ناراضگی خلقت اورمخلوق کی نفرت کا سیب ہے۔

(خانقاه مظهر پینقشبندیین ۲۵۳۰ ۲۷ ساملخصا)

(٢) حضرت خواجها بوسعيد فاروقی قدس سره (١١٩٧ه - ١٤٨٠ء/ ١٢٥٠ه - ١٨٣٥ء)

آپ کانام زگی القدر ہے، مگراپئی کنیت ابوسعید سے زیادہ متعارف ہیں۔ آپ کے والد
اپنے وفت کے مشاکُ سے تھے اور ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ
نسب ۲ رواسطوں سے حضرت مجد دالف ثانی سے ماتا ہے۔ آپ حضرت مجد دکی اولا دمیں ہیں جو
حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے بیران ہیر تھے اور واقع میں حضرت شاہ صاحب بھی آپ کو ویساہی
سمجھتے تھے اور نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ آپ کا نسب حضرت مجد د تک اس طرح پہنچتا ہے:
شاہ ابوسعید ابن حضرت ضی اللہ ابن حضرت خواجہ مجد دالف ثانی۔
الدین ابن حضرت خواجہ محمد معموم ابن حضرت خواجہ مجد دالف ثانی۔

الدین این است کو است کو این این اور ما دو این باد و این این اور ما دارد و کانسب تھا۔ علاوہ اس کے صفات ذاتی اور کمالات ظاہری اور باطنی ایسے سے کہ ان کا کچھ حدو حساب نہیں۔ (آثار الصناوید سی ۲۹۰ ۲۹-۷۰)

ولاوت: آپ کی ولادت شہر مصطفیٰ آباد عرف را میور میں ۲۷ زیقعدہ ۱۹۲۱ ھ/۹ ارکتو بر کما کا علیں ہوئی (۱) ابتدائے عمر ہی سے آپ میں آثار بزرگی پائے جاتے سے اس کا شوت سے ہی کہ حضرت میاں ضیاء النبی صاحب جو حضرت مجدوالف ثانی کی اولاد میں سے ہیں اور بزرگ گزرے بین، ان کے اقارب میں سے بھی اور بزرگ گزرے بین، ان کے اقارب میں سے بھی سے ، اوائل عمر میں آپ کا ان کے ساتھ کھنو جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہاں ایک مجذوب درویش بھی تھا جو مسجد آتے جاتے ہمیں راستے میں ملا ۔ وہ عموماً عرباں بدن رہتا لیکن جب مجمدد کھتا تو ستر ڈھانپ لیتا ۔ کس نے اس سے پوچھا کہ شمصیں کیا ہوگئیا ہے کہ جب بھی حضرت شاہ ابوسعید کود کیھتے ہوتو ستر ڈھانپ لیتا ۔ کس نے اس سے پوچھا کہ شمصیں کیا ہوگئیا ہے کہ جب بھی حضرت شاہ ابوسعید کود کیھتے ہوتو ستر ڈھانپ لیتا ۔ کس نے اس سے پوچھا کہ شمصیں کیا ہوگئیا ہے کہ جب بھی حضرت شاہ ابوسعید کود کیھتے ہوتو ستر ڈھانپ لیتا ہو ؟ اس نے کہا کہ وہ وقت

آنے والا ہے جب اُحیس ایک ایسا منصب عطا ہوگا کہ اپنے اقارب کے مرجع بنیں گے۔ چنا نچداس

درویش خدامست کے بقول ایساہی ہوا۔ (مقامات مظہری، اشاعت سوم، ص:۵۴۹)

(۱)مقامات مظهری،اشاعت اول مِص: ۳۴۵

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم و تربیت رام پور بی میں ہوئی۔ چنانچہ دس سال کی عمر مبارک میں کمل قرآن حفظ کرلیا، پھر قاری نیم سے تجو بدسی اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لئے رونق افزا ہوئے۔ آپ قرآن پاک ایسی ترتیل سے پڑھا کرتے کہ سننے والاستحور اور محور ہوجا تا۔ اس کے باوجو دآپ فرمات کہ جمجھ قرآن پڑھنے کے سلسلے میں اپنے او پر اعتماد نہیں تھا۔ بالآخر عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف و تحسین کی، کیونکہ اہل مجم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہ تھا۔ (مقامات مظہری میں 9 میں)

حفظ و تجوید قرات کے بعد با قاعدہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔حضرت مفتی شرف الدین حفظ و جو رام پور کے نامور علما و مدرسین سے بھے، سے اکثر اور حضرت شاہ رفیع الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد مجد دی جوشنے الحدیث بھے، ان سے کتب متداولہ پڑھیں۔اپنے مرشد مربی حضرت شاہ علام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث وہلوی سے علم حدیث پڑھا۔ (مقامات مظہری، ص: ۵۵۰)

طلب معرفت الہی بتحصیل علم کے دوران ہی معرفت خداوندی کی طلب پیدا ہوئی۔ آپ کے والد ما جدیثے صفی القدر مجددی خود وقت کے کا ملوں میں سے تنے اور علم حدیث کا بھی ذوق رکھتے تنے ، اسی لیے آپ اپنے والد ما جد کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بعد میں ان کی اجازت سے سلسلہ نقشبند ریم کے بزرگ شاہ فیض المعروف شاہ درگا ہی (۱۱۲۲ھ/۱۲۲۱ھ) سے بیعت کی اور سلسلہ نقشبند ریم مجدد ریم میں خلافت مطلقہ حاصل کی۔ (۱)

شخ کے علم کے مطابق ، طالبین کی روحانی تربیت شروع کردی، بندگان خدا کافی تعداد میں

(۱) تذکره علاء ومشائخ پاکستان و مهند نج ۱۰۸۰ می ۱۰۸۹ می سام در استاه و مشائخ پاکستان و مهند 'جناب محمد اقبال مجد دی نے لکھا ہے کہ: '' پھر شاہ در گاہی (م ۱۲۲۱ھ) کے غلیفہ شاہ جمال القدرام پوری کی خدمت میں صاضر ہوکر استفادہ باطنی کیا اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے ، انہوں نے اپنا جانشین بنا یا ہمیکن آپ کوسلوک کے مزید مدارج طے کرنے کی تمنا برابررہی ۔'' (ص: ۱۰۸۸) اس میں شاہ در گاہی کوشاہ جمال القدرام پوری کا شخ بتا یا گیا جو درست نہیں ۔ بلکہ شاہ در گاہی شاہ جمال القدرام پوری کے بڑے عاشق مریدا در جانگار خلیفہ تھے ، ایسا ہی دیگر تمام تذکرہ نگا رول نے تحریر کیا ہے ، مثلا: صاحب '' تذکرہ نقشبند میہ خیر رہے ' مجمد صادق قصوری ، نے صفحہ :

۵۲۵ پر اور صاحب '' تاریخ و تذکرہ خانقاہ مظہر میہ نقشبند میہ مجد دیہ ، و بلی '' ، مجمد نذیر را نجھا ، اور معروف محقق پر وفیسر علام مصطفی خان نقشبندی نے '' نشاہ فیض در گاہی نقشبندی رحمہ علام مصطفی خان نقشبندی نے '' نشاہ فیض در گاہی نقشبندی رحمہ اللہ علیہ (ولا وت : ۱۲۲۲ ھے اور دام پور میں انتقال فرما یا اور و ہیں مدفون ہوئے ۔ (ص: رص: در)

آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے کیکن آپ اپنی بلنداستعداد کی وجہ سے روحانی نعمتوں پرابھی ہجی قالغ نہ تھے،آپ نے اپنی پیری مریدی کوخیر باد کہ دیا (۱) اور مزید روحانی منازل حاصل کرنے کے لیے آپ اپنے استادقاضی شناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) کی تحریک پرے محرم ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کو حضرت شاہ عبداللہ المعروف غلام علی دہلوی (م * ۱۲۴ھ) خلیفہ مرزام ظہر جان جانال کی خدمت میں حضرت شاہ جوئے اور پندرہ سال مسلسل ان کی خدمت میں رہ کرسلوک کی پخیل کی۔

جانشین: شاہ غلام علی دہلوی کا وقت وصال قریب آیا تو اس وقت آپ کھنؤ میں تھے، مرشد نے آپ کو مکتوب تحریر فرمایا کہ" میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالیشان کے مقامات کا آخری منصب مہیں سے متعلق ہے۔اس سے بل بھی میں نے پہلی بیاری کے دوران دیکھا کہتم میری چار پائی پر بیٹھے ہواور قیومیت مہیں عطا ہوئی ہے۔ان بجیب وغریب تو جہات کے لئے تمہار سے اوائی نہیں ہے۔اس خط کے ملتے ہی اسلیے چلے آؤاور برخورداراح سعیدکوا پنی جگہ پر جھوڑ آؤ۔" (تذکرہ خانقاہ مظہر پرنقشبندیہ ص: ۳۸۳ و مقامات مظہری مص: ۵۵۲ ملخصا)

اس مکتوب شریف کے ملتے ہی آپ نے اپنے بڑے صاحبزاد بے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ پر بٹھا یا اورخود اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں شاہ غلام علی دہلوی نے آپ کونقشبندی مجددی سلسلہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا اور اپنا جانشین بنایا۔ (تذکرہ علماءومشائخ یا کستان وہندےج:۲،ص:۸۹۹)

پیر ومرشد کی نوازش: ۱۲۲۵ ہیں آپ حضرت غلام علی وہلوی سے بیعت ہوئے،
حضرت شاہ غلام علی وہلوی آپ کے حال پر خاص تو جہ فرماتے۔ اابر جمادی الاول اسمااھ کو
حضرت نے ارشاوفر ما یا کہ میر ہے بعداس مکان میں میاں ابوسعید بیٹیس، حلقہ ومراقبہ اور درس
حضرت نے ارشاوفر ما یا کہ میر ہے بعداس مکان میں میاں ابوسعید بیٹیس، حلقہ ومراقبہ اور درس
حدیث وتفسیر میں مشغول ہوں۔ مرشد پاک کی آپ پر بیعنا یات بعض لوگوں کو بڑی نا گوارگذریں
کہ انتہائی مختصر مدت میں یہ مہر بانیاں۔ اس لئے ایک بار حضرت شاہ صاحب نے ارشاوفر ما یا کہ
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے حال پر اس قدر عنایت کیوں۔ وہ یہ نہیں و تکھتے کہ میاں ابوسعید
اپنے مریدوں کو چھوڑ کر میر ہے پاس آ یا ہے جب کہ اس سے قبل وہ خرقۂ خلافت دوس ہمشاکن سے لے چکے ہیں۔ اپنے مرشد کی عین حیات میں انہوں نے خلافت واجازت کو چھوڑ کر میر ی بیعت کا حلقہ اپنے اخلاص کی گردن میں ڈالا اور پیری چھوڑ کر مریدی کو اختیار کیا، پھر وہ کیوں نہ موردعنایت اور مصدر ہمت ہوں۔ (مقامات مظہری میں : ۵۵۳ سلوک کا دستورالعمل: حضرت شاہ ابوسعید نے بعض احباب کی استدعا پرعکم سلوک پر ایک
رسالہ «ہدایت الطالبین" تحریر فرما یا اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت عالیہ بیس پیش کیا۔ آپ نے
رسالے کی بہت تعریف فرمائی اور آخر میں چند سطور رقم فرمائیں اور صاحب رسالہ کے حق میں
دعائے خیر فرمائی۔ بعد از اں لکھا کہ "بیہ جو پچھ لکھا ہے موافق علوم ومعارف حضرت مجد د کے ہے،
خداوند کریم زیادہ سے زیادہ کرے، اور یہی رسالہ طریقیہ مظہر بیہ مجد دیہ کا دستور العمل ہے۔" (۱)
اس سلسلے کے مریدین میں بیہ کتاب بطور سبق پڑھی جاتی ہے، مولا نا احمد امر تسری نے ۱۹۲۲ء میں
اس کتاب کا فارسی متن مح اردو ترجمہ شائع کیا اور ۵ کے ۱۳ ھیں ڈاکٹر غلام مصطفی خان نے
حیر رآباد ، سندھ سے دوبارہ شائع کرایا، اس کتاب کا عربی اور ترکی میں بھی ترجمہ ہوچکا
ہے۔ (تذکرہ علیاء ومشائغ یا کتان و ہند۔ ج: ۲، ص: ۱۹۹۱)

کرامات: ایک مرتبه آپ رام پورسے سنجل جارہے تھے کہ پہلی ہی منزل میں عشاکے وقت دریا پر پہنچے ،مگر وہاں کوئی ملاح نہ تھا۔ آپ نے بہلی والے سے جو شق کا مالک اور مشرک تھا فرما یا کہ شق دریا میں ڈال دو۔ اس پر رعب طاری ہو گیا اور اس نے آپ کی ہیب سے تشق دریا میں ڈال دی۔ خدا کے فضل سے وہ تھے سالم دریا میں سے گذرگئ ۔ بیدد کھے کروہ مشرک مسلمان ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا۔ (مقامات مظہری ، ص: ۵۵۳ ملخصا)

آپ کے ایک مخلص میاں محمد اصغری نماز تہجد بعض اوقات فوت ہوجاتی تھی۔ ایک بارانھوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ ہمارے خادم سے کہدوو کہ تہجد کے وقت ہمیں یا دولا یا کرے، میں تھادیا کروں گا۔ میں توصرف اتناہی ذمہ لے سکتا ہوں، باقی تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایساہی ہوا کہ گویا مجھے کوئی اٹھا دیتا تھا۔ (مقامات مظہری میں: ۵۵۴ملخصا)

مرزاطہماسپ نے قلعہ میں آپ کی دعوت کی محض بغرض تبکینے آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ بہت سے شہزاد ہے بھی اس دعوت میں شریک تھے، وہ بولے کہ ہم نے کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی۔ بین کرآپ نے اللہ کے نام کی ضرب لگائی توسب گر پڑے۔ بیدد مکھ کرتمام اہل مجلس آپ کے معتقد ہو گئے۔ (مقامات مظہری ، ص: ۵۵۳ملخصا)

حریان کا سفراور وصال: آپ نوسال تین مہینے مند ارشاد پرمتمکن رہے۔ ۱۲۴ ھ/ ۱۲۳ ھ/ ۱۸۳۳ میں اپنے نامور فرزند شاہ احمد سعید کو اپنی مند پر بھا یا(۲) اوراپنے دوسرے

⁽۱)مقامات مظهری من:۵۵۳ ملخصاً

⁽۲) تذكره علماء ومشائخ پاكستان وہند_ج:۲ بص:۸۹

صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغی کوساتھ لے کر جج کے لئے روانہ ہوئے، دوران سفر کئی بارشدید پیار ہوکر صحت یاب ہوئے۔ زیارت حرمین شریفین سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے وطن کی طرف رجوع کیا۔ دوران سفر مرض پھرعود کر آیا۔ رمضان المبارک کا پہلا روزہ رکھا کہ اگر نقصان نہ ہواتو باقی تمام روزے رکھیں گے۔ مگر اس روزے سے ہی مرض میں شدت پیدا ہوگئی تو آپ نے فدریہ کا تحکم و دے دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر چیم یض اور مسافر کیلئے فدیہ لازم نہیں، مگر طبیعت پاہتی ہے کہ فدیہ دیا جائے۔ آپ ۲۲ بائیس رمضان المبارک کولونک شہر میں واضل ہوئے تو ٹوئنک کے نواب وزیر الدولہ نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی عیدالفطر کے روز آپ نے فرمایا کہ آئ کے نواب ہمارے پاس نہ آئے، دنیا داروں کے آئے سے ظلمت و کدورت محسوس ہوتی ہے۔ (خانقاہ احمد یہ سعید ہے، موی زئی ،ص: ۷ کے مورد

حضرت شاہ عبدالغنی جوآپ کے دوسر ہے فرزند ہیں، ان سے فر مایا کہ اتباع سنت لازم ہے اور اہل دنیا سے اجتناب کرنا۔ فر مایا کہ وہ اشغال و اوراد جو مجھے ملے ہیں میں آپ دونوں صاحبزادوں کو ان کی اجازت دیتا ہوں۔ نماز ظہر کے بعد حافظ کویس شریف پڑھنے کا امر فر مایا۔ جب حافظ تین باریاسین شریف پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا بس کرو، اب وقت کم ہے۔ آپ ظہر و عصر کے درمیانی وقت بروز ہفتہ عید کے موقعہ پر ۱۲۵۰ھ/۱۳ جنوری ۱۸۳۵ء کو واصل بحق ہوئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ (مقامات مظہری، ص:۵۵۹ وخانقاہ مظہریہ ص:۳۸۴)

ٹونک سے وہ ملی تک، جسد خاکی کا سفر: اس کے بعد نواب وزیر الدولہ اور اہل شہر حاضر ہوئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد شہر کے قاضی مولوی خلیل الرحمٰن نے نماز جنازہ کی امامت کی ، نماز جنازہ کے بعد حضرت شاہ عبدالغی جسد اقدس کو تا ہوت میں رکھ کر وہ ملی لے آئے اور چالیس روز کے بعد تا ہوت کھولا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ وہ روئی جو جسد اقدس کے نیچ رکھی گئی تھی مسور کن خوشہو سے مہک رہی تھی ، جسے لوگ تبرگا اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ کا مزار اقدس وہ بلی میں ہی اپنے مرشد ومر بی کی قربت میں مرجع خواص وعوام ہے۔ (۱)۔ "دینود الله مضجعه "سے وصال کی تاریخ نکلتی ہے۔

' (خانقاہ احمد بیسعید بیہ موی زئی مس: ۷۸ – ۷۹) خلفا: آپ کے بہت سے خلفاء کرام تھے جن کے دم سے بیڈیش دور دور تک پہنچا جن کے توسط سے خلق خدا آج تک فیض یاب ہورہی ہے۔ان میں سے چند کے اسابیہ ہیں: (۱) حضرت شاه احمد سعید فاروتی (۲) حضرت شاه روف احمد رافت دہلوی (۳) حضرت شاه خطیب احمد (۴) حضرت شاه خطیب احمد (۴) حضرت شاه عبد الغنی بن شاه ابوسعید (۲) حضرت شاه محمد شریف (۷) حضرت شاه ملا خدا بردی تر کستانی (۸) حضرت شاه ملا علاء الله ین (۹) حضرت شاه ملا عبد الکریم تر کستانی (۱۱) حضرت شاه ملا غلام محمد الله حیدرآباوی (۱۰) حضرت شاه ملا عبد الکریم تر کستانی (۱۱) حضرت شاه ملا غلام محمد (۲) حضرت شاه میان اصغر (خانقاه احمد بیسعید بیه موسی زئی من ۵۰۰ م

اولاد: آپ کے تین صاحب زادگان (آ) حضرت شاہ احمد سعید فاروتی وہلوی (۲) حضرت شاہ عبدالغنی مہا جرمدنی (۳) حضرت شاہ عبدالمغنی _(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ،ص: ۳۸۴) (۳) حضرت خواجہا حمد سعید وہلوی مہا جرمدنی (۱۲۱۷ – ۱۲۷۵ ھے/ ۲۰۸۲ – ۱۸۲۹ء)

حضرت نقشبند ثانی شاہ غلام علی قدس سرہ نے فرمایا "ہم نے لوگوں سے ایک بچیطلب کیا، کسی نے نہ دیا، ابوسعید نے میری طلب بوری کر دی اور اپنالختِ جگر مجھ کو دیدیا"۔(۱) بیہ منظورِ نظر بچیکون تھا کہ جن کو حضرت نقش بندِ ثانی شاہ غلام علی دہلوی کی نگاہ امتخاب نے پہند فرمایا۔ بیہ حضرت شاہ ابوسعید کے نو زنظر لختِ جگر حضرت شاہ احمد سعید تھے۔

ولاد**ت اور اسم گرامی: آ**پ کی ولادت باسعادت کیم رئیج الآخر ۱۲۱ه ۱۳۱ه جولائی ۲۰۸۶ءکوریاست رام پورمیس ہوئی۔(۲) آپ کاسم گرامی حضرت احمد سعید، کنیت ابوالمکارم ہے اور تاریخی نام' ^دمظہر یز دال' ہے۔(آثار الصنادید، ص: ۳۷۳)

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم رام پور میں ہی حاصل کی اور قر آنِ پاک حفظ فر ما یا۔ چونکہ آپ کے والد ما جد حضرت شاہ ابوسعید حافظ قر آن اور قاری القراء تھے، اس لئے اپنے والد ماجد سے ہی قر آن پاک باتجوید حفظ فر ما یا۔ جس وقت آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی وہلوی سے بیعت ہونے تشریف لائے اس وقت آپ بھی ساتھ تنے اور آپ کی عمر مبارک دس برس بھی پوری نہتھی۔ (تذکرہ علماء ومشائخ یا کستان وہند۔ج:۲،ص: ۱۰۹۲)

اعلی تعلیم: آپ نے حفظ قُر آن کے بعد علوم عقلی مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین اور حضرت شاہ سراج احمد مجد دی سے حاصل کئے۔ آپ شاہ عبد العزیز ، شاہ رفیع الدین ، شاہ عبد القادر کی خدمت میں بھی برائے استفادہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ (۳) حضرت شاہ سراج احمد مجد دی

⁽۱) رشحات عنبریه ص: ۱۰

⁽٢)خانقاه مظهر بينقشبندييرس:٣٨٥

⁽۳)خانقاه احمد بیسعید بیر موسی زئی بس۵۰۱

آپ کے والد ماحد کے ماموں اورخواج مجمد سعید کی اولا دمیں سے تھے۔ حدیث مسلسل بالا ولیہ کی احبازت آپ نے ان سے ہی لی۔ اور علم حدیث میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث وہلوی آپ کے استاد تھے علم تصوف میں رسالہ قشیر رید ، عوارف المعارف ، احیاء العلوم ، نفحات ، رشحات ، مکتوبات شریف ، مثنوی معنوی وغیرہ اپنے مرشد حضرت شاہ غلام علی وہلوی سے پڑھیں۔

(تذكره علماء ومشائخ پاكستان و هند_ج:۲،ص:۱۰۹۲)

تصوف وسلوک: حضرت قبلہ شاہ صاحب نے آپ سے فرمایا کہ حال کو قال کے ساتھ جمع کرنا چاہیے، لہذا علما سے علم ظاہر پڑھا کرواور فرصت کے وفت حلقہ میں شریک ہوا کرو۔ چنا نچیہ آپ ایسانی کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اکثر الیہ انجی ہوتا کہ مستفیدین کی کثرت کی وجہ سے مجھے بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی اور میں جگہ کی تلاش میں کھڑ نے نگاہ ہی دوڑا تا ہوتا کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی مجھ پر نظر پڑجاتی تو مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھاتے اور میں آپ کی مسند کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا تھا۔ (۱) علم تصوف وسلوک اول تا آخر آپ نے حضرت شاہ صاحب سے ہی حاصل کیا۔ پندرہ برس تک آپ حضرت شاہ صاحب کی زیر تربیت رہے اور اجازت و فلافت سے مشرف ہوئے۔ گرچونکہ آپ حضرت شاہ صاحب کی تیس، اس لئے شجرہ میں آپ کا آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والد ہزرگوار سے بھی تو جہات کی تھیں، اس لئے شجرہ میں آپ کا اسم گرامی اپنے والد ہزرگوار کے بعد آتا ہے۔ (خانقاہ مظہر میہ صن ۸۵)

نقشند ثانی حضرت غلام علی و ہلوی نے ایک رسالہ تالیف فر مایا جو کہ اب "کمالات مظہریہ" کے نام سے معروف ہے۔ اس میں آپ سے متعلق تحریر فر ماتے ہیں کہ" حضرت ابوسعید کے فرزند احمد سعید علم وعمل اور حفظ قر آن مجید اور نسبت شریفہ کے احوال میں اپنے والد ماجد کے قریب ہیں " (۲) اس بات کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب حضرت ثاہ نقشبند ثانی کا وقت وصال قریب آیا اور آپ نے حضرت شاہ ابوسعید کو بلوانے کے لئے مکتوب تحریر فر مایا تو اس میں لکھا کہ اپنی جگہ احمد سعید کو چھوڑ کر فور ابھارے یاس چہنچو۔

روحانی تصرف: آپ کی توجہ نہایت زبردست تھی آپ کے روحانی تصرف کا ذکر کرتے ہوئے سرسید احمد خان تحریر کرتے ہیں ' نسبت باطنی بہت مستکلم ہے سیکڑوں آ دمی آپ کے فیض توجہ سے مقامات مشکلہ سے نگلتے ہیں اور مدارج اعلی کو پہنچتے ہیں' (آثار الصنا دید،ص:۲۲)

⁽۱)خانقاه احمد بيسعيد بير،موسى زئى ، ص ١٠٦

⁽۲) تذکره علماءومشانخ پاکستان و ہندے: ۲ مِص: ۱۰۹۳

جائشین: جمادی الآخر ۱۲۴۹ ہیں جب آپ کے والدخواجہ ابوسعید جے کے لئے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے فرمائی۔ (۱) آپ حضرت غلام علی دہلوی کے منظور نظر اوراضیں کے قائم مقام سے جس کا رنگ اس وقت دکھایا جب آپ کے والد ماجدنے خانقاہ شریفہ آپ کے سپر وفرمائی آپ کے صاحبزاوے شاہ عبدالغنی تحریر کرتے ہیں: ''ہندوستان سے خراسان تک ان کی خدمت میں آئے، اپ حوصلوں کے مطابق فوائد حاصل کیے، ان کے خلفا قدھاراورغزنی میں بہت شہرت یافتہ ہیں۔''

(مقامات مظهري، اشاعت سوم ص: ۵۲۱)

روحانی فیضان:اطراف وا کناف سے طالبین وسالکین کا ایک اژ دہام ہر وقت رہتا اور آپ کی توجہ سے تشکان روح قرار پاتے اور بحر معرفت کے غواصی درّنا یاب سے بہرہ ورہوتے۔ ۱۲۴۹ھ کے بعد ۲۳ سال تک آپ خانقاہ مظہریہ کے مندارشاد پرجلوہ افروزرہے اور طالبان مولی وسالکین راہ معرفت براہ راست آپ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

(تذكره علاءومشائخ يا كسّان وهند_ج: ۲ بص: ۱۰۹۳)

وبلی میں انگریزوں کا قہراور جہاد کا فتوی: انگریز تاجروں کے روپ میں ہندوستان وارد ہوئے الیکن آ ہستہ آ ہستہ وہ اس خطے کے ما لک بن بیٹے اور مسلمانوں پرعرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ ان کی گرون میں طوقِ غلامی ڈالا جانے لگا۔ موجودہ پنجاب اور سرحد کا علاقہ شکھوں کی دہشت گردی کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اذان ونماز پر پابندی تھی۔ مسجد بن اصطبل کی صورت اختیار کرگئی تھیں۔ ان حالات میں علمائے تو نے فتو کی جاری کیا کہ ہندوستان جو دار الاسلام تھا، اسلام وشمن قوتوں کے تسلط کی وجہ سے دار الحرب کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ اس سلسلے میں آپ خودا پنے فرزندگان اور مریدین کے ساتھ بادشاہ وقت بہا در شاہ ظفر کے پاس تشریف لے گئے اور کتاب وسنت کی رشنی میں بادشاہ کی فہمائش کی اور حالات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرما یا کہ اب اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ کفر کی قوت کوختم کرنے اور اسے دار الامن بنانے کے لئے علم جہاد بلند کریں۔ فرض ہے کہ وہ کفر کی قوت کوختم کرنے اور اسے دار الامن بنانے کے لئے علم جہاد بلند کریں۔ فتو کی جہاد پر دستخط کرنے والوں میں حضرت شاہ احمد سعید کا اسم گرامی سرفہرست تھا۔ مگر اس فتو کی پر دستخط نے انگریز دوں کو آپ کا دہمن بنادیا۔ باوجود اس کے آپ آزادی کے ان خونچکال ہنگاموں میں جار ماہ تک دبلی ہی میں اقامت پذیر سے۔

(تذکره علماءومشائخ پاکستان وہندےج:۲،ص: ۱۰۹۳)

وارورس: لیکن جب ۱۸۵۷ء/ ۱۲۷ هے جنگ آزادی ناکام ہوگئ تواس جنگ کے قائد بن کے لئے دارورس اور تباہی و بربادی کی مصیبتیں عام ہوگئیں۔ایک روز آپ کواطلاع ملی کہ آج آ وھی رات کے بعد انگریزی فوج خانقاہ کا محاصرہ کر کے آپ کواور آپ کے لواحقین اور مریدین کو گرفتار کر رہے گی۔ کیونکہ حکام کی تیار کردہ فہرست میں آپ کا اسم گرامی خطرناک باغیوں میں شامل تھا۔

حرمین کاسفر: اس بنگامے میں آپ نے پیارے نبی سنّی اللہ علیہ وسلم کی سنت پڑمل کرتے ہوئے جاز مقدس کی نبیت کر کی اور محرم ۲۲ اھر اگست یا سمبر ۱۸۵۷ء کو بعد نماز عشا اہل وعیال اور فقرا ولوا حقین کو لے کر آپ خانقاہ شریف سے نکل چکے۔ بینو رانی قافلہ ایک سوسے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔ (۱) پھر صفدر جنگ، مقبرہ منصور کی مقبرہ میں دو چاردن تو قف فرما کر آپ فی مہرولی کا قصد فرما یا اور وہاں کے آستانۂ قطب الاقطاب میں قیام فرما یا۔ وہاں طاعون کے اثرات کی وجہ سے واپس صفدر جنگ تشریف لائے۔ اس دوران آپ کو ایک صدم سے دو چار ہونا پڑا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ ام الفاظمہ کی روح پاک بارگاہ اقدس کو پر واز کرگئ، جن کی تدفین سید السادات جناب حضرت خواج نور محد بدایونی کے مزارشریف کے جوار میں جانب مشرق ہوئی۔

حضرت خواجہ محمر مناقبِ احمد میہ بین تحریر فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر جب ہے ہم لوگ والد ماجد کے ہمراہ خانقاہ سے نکلے اور دیا رِمجوب رب العالمین صلّی اللّہ علیہ وسلم میں پہنچے، حضرت کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حسبِ وستورا شغال بہ حلقہ ومراقبہ اور اوراد جاری رہتے۔ جس جگہ بھی فروکش ہوتے اذان واقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادافر ماتے۔

ذکرِسعیدین میں آپ کی ایک کرامت تحریر ہے کہ صفدر جنگ میں قیام کے دوران ایک انگریز افسر مع چندسواروں کے آیا اور آپ سے کہا کہ میں تم کواپنے ساتھ لے جاکر پھائی دول گا۔ آپ نے فرمایا گھیک ہے ہم چلتے ہیں۔ پھر آپ نے خادم سے فرمایا کہ سواری لا وَاوراس میں وظفہ کی کتاب اور اشیائے ضروری رکھو ۔ چنانچہ جب سواری آئی اور آپ سوار ہوئے ، آپ کے براور زادے اور تینوں صاحبزاد ہے اور مولف فر کرِسعیدین اور مریدین سواری کے چاروں طرف کھڑے ۔ تھے۔ انگریز افسر کھڑا اس منظر کودیکھر ہاتھا کہا چا تک اس پر ہیب طاری ہوگئ اور خوفز دہ ہوگراتی مقر راہی ہوگئ کہ آپ تھہر جا کیں۔ چنانچہ آپ سواری سے اتر کر معمولات شریفہ میں مشغول ہوگئے۔

⁽۱)خانقاه احمد په سعید په موی ز کی م ۱۱۰

انگريز فوج كاسلوك: أدهرانگريز سپاه آدهى رات كوخانقاه بېنچى محاصره كيا تومعلوم مواكه خانقاہ خالی پڑی ہے،تو واپس جا کرانھوں نے رپورٹ کردی۔انگریز افسرنے اینےمعتمد خاص ميجرخان بهادرنورنگ خان گنڈه پورکوتکم دیا کہوہ اُپنے ساتھ افغانی دسته کیکرشاہ صاحب کا تعاقب کرےاور جہاں بھی ملیں انہیں ساتھیوں سمیت گرفتار کرلائے۔ چنانچیوہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ادھرآپ صفدر جنگ سےمہرولی آئے۔ میجرنورنگ خان اپنے وستے کے ساتھ آپ کی تلاش میں عین اس وقت بہنچ گیا جب آپ مع مریدین مراقبے میں تھے، اور مراقبے میں اسے ٹمحوتھے کہ انہیں گھوڑ وں کی ٹاپوں کی آ واز بھی اپنی طرف متو جہ نہ کرسکی ۔ میجر نورنگ خان اور دیتے کے تمام سیای مسلمان اوراہل اللہ سے عقیدت رکھنے والے تھے،اس لئے وہ دور کھڑے ہو گئے۔ان میں ا تنی ہمت نہیں تھی کہ اشغال اور ذکر اللہ میں مشغول ہستی کو کچھ کہیں ۔ میجر نورنگ خان بھی پیچھے ہٹ كر كھڑا ہوگيا اور حيرت سے بيەمنظر ويكھنے لگا۔اچيا نك اس نے ايك سپاہى سے بوچھا كه بيشاہ صاحب کون ہیں؟ سیاہی نے جواب دیا کہ بید دہلی والے بزرگ حضرت شاہ احمد سعید ہیں جو حضرت حاجی دوست محمر صاحب کے مرشد ہیں۔ بیسننا تھا کہ میجر نورنگ خان کی حالت متغیر ہوگئ۔اتنے میں حضرت بھی مراقبے سے فارغ ہوئے تو پہلی پُرفیض نظر میجرنورنگ خان پر پڑی ، اس پروجد کی کیفیت طاری ہوگئ اور عالم وجد میں وہ ماہی ہے آ ب کی طرح تڑ پنے لگا اور پھرروتے ہوئے اس نے اپنی دستار حضرت کے قدموں میں ڈال دی۔سیاہی اینے کمانڈ رکی بیرحالت دیک*یورکر* متحیررہ گئے،ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں میجرنے بارگاہ ولایت میںمؤو بانہ عرض کیا کہ حضرت آپ اس بےسروسا مانی کی حالت میں کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فر مایا "ہم براستہ لا ہورموئی زئی حاجی دوست محد کے پاس جائیں گے اور وہاں سے جازِ مقدس"۔اس نے عرض کیا کہ حضرت راستہ خاصا طویل اور پُرخطر ہے، میں واپس جا کرانگریزوں کواعتماد میں لیکرآپ کے لئے فوجی دستہ ساتھ جیجنے کے احکام کے کروا پس آتا ہوں ، اور حضور میری بیچی کوشش ہوگی کہ آپ کے سفر کے تمام اخراجات وانتظامات سرکاری مدسے ہوں ۔ میجرصاحب آپ کومہرولی سے صفدر جنگ بحفاظت لائے اورخودانگریزفوج کے بڑے افسر کے پاس پیٹیے۔ (خانقاہ احمد میسعیدید، موسی زئی مص ۱۱۱–۱۲)

میجرنورنگ خان کوانگریزی حکومت میں بڑاا تر ورسوخ تھا۔ وہ حکومت کو بیہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں، وہ اپنے دینی جذبے کے تحت دیا رِمقدس کی طرف محوِسفر ہیں،ان کی نقل وحرکت حکومت کے لئے کسی خطرے کا موجب نہیں۔ نیز روحانی لحاظ سے وہ اشنے بلندقامت ہیں کہ اس ملک کے لاکھوں مسلمان انہیں اپنامر بی پیشوااورمرشد تسلیم کرتے ہیں۔اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہان کے ساتھ ادب واحتر ام کاسلوک روار کھا جائے۔ یہ بات حکومتِ وقت کے حق میں مفید ہوگی۔

انگریز حکمرانوں کو میجرنورنگ خان کی بیات سمجھ آگئی اوروہ تین روز بعد سرکاری اجازت نامے اور حفاظتی وستے کے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تین روز کی خدمت کے بعد میجر صاحب آپ کے قافلے کو کیکرروانہ ہوئے اور آپ کولا ہور جانے والے راستے پر روانہ کر کے آپ سے واپسی کی اجازت لی۔ (فیوضات سراجیہ ص: ۲۲)

لا ہور میں آمد: جب آپ کا بید مبارک قافلہ لا ہور پہنچا تو آپ نے اپنے محبوب خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ حضرت حاجی صاحب نے فور امتنظمین کی جماعت پیر ومرشد کے استقبال کے لئے لا ہور روانہ فر مائی اور خود حضرت حاجی صاحب اپنے خلفا وعلما کے ساتھ ڈیرہ اساعیل خان میں فروکش ہوگئے نورانی قافلہ لا ہور سے روانہ ہوا اور ڈیرہ اساعیل خان سے تین منزل پر حضرت حاجی دوست مجمد نے اپنے سیکڑوں مریدوں وخلفا کے ہمراہ حضرت پیر و مرشد کا شاندار استقبال فرمایا اور قافلے کو لے کر اپنی خانقاہ موسی زئی تشریف فرما ہوئے۔ (خانقاہ احمد یہ سعید یہ موسی زئی تشریف فرما

موی زئی میں آپ کا قیام: حضرت حاجی صاحب نے بڑی نیاز مندی سے ایک خطیر رقم اور خانقاہ کی پوری عمارت مع ساز وسامان کے بطور نذر اپنے مرشدگرامی کی نذر کی اور عرض کیا کہ حضور اب آپ یہاں مستقل سکونت اختیار فرما ئیں تا کہ ہم آپ کی خدمت کر کے اپنی دنیوی و اخروی فلاح کویفینی بنالیں۔ جواب میں آپ نے ارشاو فرمایا" فقیر کوآپ کا نذرانه منظور ہے، رقم تو محض آپ کی دلوق کی خانقاہ آپ کو جہ کرتا ہوں۔ میر کی دلوق کے لئے بطور ہدیہ منظور کرتا ہوں، مگر یہ خانقاہ اور دبلی کی خانقاہ گو جہ کرتا ہوں۔ یہ دونوں خانقاہ میری ہیں اور آپ ان کے متولی ہیں۔ دبلی کی خانقاہ کی طرف خصوصی توجہ دینا کہ وہ میری زندگی کا ثمرہ ہے۔ آپ خود وہاں جاکر رہویا اپنے کسی خلیفہ کو جے وہ ۔ (ا) آپ نے موک زئی میں ایک دستاویز ہندوستان اور افعانستان کے خصیدن کے نام فارسی میں تحریر فرمائی۔ اس تحریر میں لکھا ہے کہ مدت سے حرمین شریفین جانے کی خواہش دل میں میں اب اللہ تعالی کا ارادہ میر میل ہوا اور میں مع اہل وعیال وہاں جارہا ہوں۔ اللہ خیر سے پہنچائے۔ میں اپنے تمام میں میں دور سے جو کہ ہندوستان اور افعانستان میں رہتے ہیں، یہ بات کہتا ہوں کہ وہ میرے خلیف، مقام سمجھیں اور ان سے تو جہات لیں۔ وہ علی الاطلاق مقبول بارگاہ احد حاجی وہ وہ علی الاطلاق

⁽۱)خانقاه احمد بيسعيد بيه موى زئى من: ۱۱۳

میرے خلیفہ ہیں۔ان کا ہاتھ میر اہاتھ ہے۔وہ شخص خوش نصیب ہے جوان کی پیروی کرے،وہ جس کا م کوکہیں اس کوکرے،اوران کی مخالفت نہ کی جائے۔ میں دلی میں خانقاہ شریف وسیح خانہ اور دیگر مکانات حاجی صاحب کے حوالے کرتا ہوں۔ان کو اختیار ہے کہ وہ خود جا کر وہاں قیام کریں یا اپنے کسی خلیفہ کو وہاں رکھیں۔(خانقاہ مظہریہ،ص:۸۵۔۳۸۵)

خانقاہ مظہریہ کی عارضی تولیت: حضرت حاجی دوست محمد قندهاری نے اپنے پاک باطن خلیفہ حضرت مولوی رحیم بخش پنجا بی کواپنے مرشد پاک کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں ان کو دلی کی خانقاہ شریف کی خدمت کے لئے مناسب سجھتا ہوں۔ آپ نے بھی حاجی صاحب کی پیند کوسراہا اور حضرت مولوی رحیم بخش صاحب اسی وقت دلی روانہ ہوگئے۔ (خانقاہ مظہریہ ص:۸۷-۳۸۵)

موی زئی میں قیام: حضرت شاہ صاحب اٹھارہ ۱۸ دن بروایت دیگر ۲ ماہ (۱) موی زئی شریف میں رونق افروز رہے۔ بیدون اہلِ علاقہ کے لئے مسرت وشاد ہانی وکا میا بی وکا مرانی اور مسرت وانبساط کا پیغام لے کرآئے۔ خوش نصیب اور اہل دل وتشنگانِ معرفت نے پروانہ وار موی ن فرین شریف کی طرف رجوع کیا۔ آنے والوں کی ضیافت وخدمت کے لئے روز انہ دو بیل اور میسیوں دُنے ذی کئے جاتے تھے۔ بالآخر ڈیرہ اساعیل خان سے بیمبارک قافلہ بذریعہ شی بہنی اور وہاں سے باد بانی جہاز میں شعبان کے مہینے میں جدہ روانہ ہوا۔ (۲) اور شوال المعظم کے آخر میں جدہ بہنی مہینے آپ مکہ مکرمہ میں قیام یذیر رہے پھررنج الاول ۱۲۵۸ء میں آپ نے ج فرمایا اور تین مہینے آپ مکہ مکرمہ میں قیام یذیر رہے پھررنج الاول ۲۵۸ء میں حاضری ہوئی۔

(تذكره علاءومشائخ يا كستان وهند، ج: ٢،ص:٩٥)

حرمین کی طرف: ماہ رہیج الاول ۱۲۷۵ ہیں آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور آخر وقت تک پھر آپ کا تیام اس سرز مین پاک پر ہی رہا۔ اس سفر ہجرت میں آپ کا پورا خاندان آپ کے ساتھ تھا، جن میں سے آپ کے ایک لخت جگر حضرت شاہ محمد عمر ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ "ابتدائے سفر سے انتہائے سفر تک، لینی پنجاب کی حدود سے مدینہ منورہ تک ہر جگہ کے مما کدین وعلی افر فا اور امرا و مشائخ آپ کی طرف رجوع ہوئے۔ بیشار افراد آپ سے بیعت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینلزوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینلزوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

⁽۱)خانقاه احمد په سعيد په موی زئی من: ۱۱۳

⁽۲)خانقاه مظهريه ، ۸۷–۸۹

عوام وخواص کے لئے آپ کی ذاتِ گرامی مرجع بن گئ تھی۔ آپ کی مقبولیت دیکھ کرلوگ متحیررہ جاتے تھے"" آپ لکھتے ہیں کہ" اگر آپ کی حیات وفا کرتی اوراس ملک میں کچھ عرصہ تک بقید حیات رہتے تو یقینًا آپ کے مریدین کی تعدادلا کھوں تک پُنچ جاتی "۔ آپ کا قیام مدینه منورہ میں صرف دوسال رہااوران دوسالوں میں بڑی مقبولیت آپ کو حاصل ہوئی۔

(خانقاه مظهريه ص:۳۸۲)

وصال: ۵۹ سال کی عمر میں ۲ر پیج الاول ۱۲۷۵ ہے/۱۸ ستمبر ۱۸۹۰ء کو مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب آ رام فرما ہیں۔(۱) سیرا لکاملین میں کھا ہے کہ مدینہ منورہ کے پاشا (گورنر) اور کسرا تجہیز وتکفین کے لئے آئے۔آپ کے جنازہ پر میں لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ اہلِ مدینہ کہدرہے تھے کہ ہم نے اتنی خلقت کسی کے جنازہ پر نہیں ویکھی۔(خانقاہ مظہر میہ ص: ۲۸۸)

خلفا: آپ کے شاگر دوں میں بڑے بڑے نامور علما ہوئے ہیں۔حضرت شاہ مجمد مظہر نے مناقب احدید میں آپ کے (۸۰) ای خلفاء کے احوال کھے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ کہاں تک آپ کے خلفاء اور اصحابِ اجازت کے نام ککھوں، وہ بہت زیادہ ہیں۔ (خانقاہ مظہریہ،ص:۳۸۱)

اولاد: آپ کے چارصاحبزادے تھے۔(۱) حضرت عبدالرشید،(۲) حضرت عبدالحمید، (۳) حضرت مجمدعمر،(۴) حضرت مجمد مظہراورایک صاحبزاد کی روثن آ راتھیں۔

(خانقاه مظهرية ص:٣٨٦)

تصانیف: آپ صاحبِ تصانیف بزرگ تھے۔ آپ کے پانچ رسالے یا کتا ہیں محفوظ ہیں۔(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو)(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المهنیب (فاری)(۳) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فاری)(۴) الانہار الاربعہ در بیانِ سلاسلِ اربعہ (فاری)(۵) تحقیق الحق المہین فی اجو بہالمسائل الاربعین (۲) اثبات المولد والقیام سلاسلِ اربعین (۲) اثبات المولد والقیام (عربی)(۷) مجموعہ کتوبات، (خانقاہ مظہریہ ص ۲۸۲۰)

آپ کے جلیل القدر خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری نے آپ کے ایک سوسینتیں (۱۳۷۵ھ) مکا تیب جمع کیے ہیں جو جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے تحفهٔ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شاکع کیا۔ (تذکرہ علماءومشاکع پاکستان وہند۔ج:۲،ص:۲۰۹۱)

⁽۱) تذكره علماء ومشائخ پا كستان و منديج:۲ بص:۱۰۹۲

خانقاہ مظہر میر کی نشاق تائید: حضرت شاہ احمد سعید مجددی وہلوی مہاجر مدنی ۱۲۵ اور ۱۸۵۷ء میں وہلی سے ججرت کیا اور لا ہور ہوتے ہوئے قندھار پنچے، جہاں اپنے خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری کے پاس پچھدن قیام کیا اور پھر وہلی کی خانقاہ مظہر میں تقشیند میر کا ولیت بھی حاجی صاحب کے سپر وکر دی اور حمین شریفین کے لیے روانہ ہو گئے حاجی دوست محمد نے آپ کی مرضی سے اپنے خلیفہ حضرت مولا نارجیم بخش اجمیری کو خانقاہ مظہر میرکا مختار مطلق بنا کر وہلی روانہ فر مایا ویا۔ ۱۲۸۳ میں مولا نارجیم بخش کا دصال ہوگیا، جس کے بعد حضرت حاجی دوست محمد قندھاری ایک بار پھر خانقاہ مظہر ہیہ، وہلی کے متولی ہوئے۔ ۱۲۸۳ میں حاجی دوست محمد قند ہاری کا بھی وصال ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کے جانشین خواجہ محمد عثمان دامائی (م ۱۳ ساھ) خانقاہ احمد بیسعید ہیہ موک نرکی کے ساتھ خانقاہ خند ال شریف اور خانقاہ احمد بیسعید ہیہ موک الدین الوائیرا بن حضرت شاہ محمد عرف کے تربیت یا فقہ ، نہیرہ اور جانشین حضرت شاہ عبد اللہ محکی الدین الوائیر ابن حضرت شاہ محمد عرف کے متولی ہوئے۔ پھر دہلی تشریف الوائیرا بن حضرت شاہ محمد عرف کے میں نواجہ عثمان دائی نے خانقاہ مظہر ہیہ دبلی کی تو لیت حضرت خواجہ لا ابوائیر جہددی کے حوالے کر دی۔ (خانقاہ احمد بیسعید ہیہ موسی زئی جس کا اے ۱۸)

اس طرح تقریباً ۳۳ سال کے بعد خانقاہ مظہریہ ایک بار پھر مرجع خلائق بن گئی اور حضرت شاہ عبداللہ محی الدین ابوالخیراس عظیم تاریخی خانقاہ کے پیرمغال اور جانشین ہوئے ، جنہوں نے خانقاہ مظہریہ کی نشاق ثانیہ کی اور اپنے مشاکخ کی نعمتوں سے خلق خدا کو سنفیض کیا۔ اس عہد کو خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ کا تیسرا دور کہا جا سکتا ہے جس عہد کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ (جاری)

مصادر ومسراجع

ا – آثارالصنا دید، سرسیداحمدخان ،اردوا کا دمی ، دبلی ،اا + ۲ ء

۲ - اثبات المولد والقیام، شاه احمد سعید بحد وی ، مترجم: مفتی محمد رشید نقشیندی ، مکتبه مجد و بیه نومبر ۱۵۰ ۲ ء ۲۳ - تاریخ و تذکره خانقاه احمد بیسعید بیه موق زئی ، محمد نذیر را نجها ، اشتیاق اسے مشاق پر متنگ پریس، لا مور، ۲۰۱۰ م ۲۳ - تاریخ و تذکره خانقاه سراجید نقشیند بیم برود بی مجمد نذیر را نجها ، اشتیاق اسید مشاق پر متنگ پریس، لا مور، ۲۰۰۳ ء ۵ - تاریخ و هذکره خانقاه سر مبند شریف ، مجمد نذیر را نجها ، اشتیاق اینداد مشاق پریس، لا مور ۱۰۰۱ ء

۷ ـ تاریخ و تذکره خانقاه نقشبند میه محید دید، شرق پور، نذیر را نجها، پورب اکا دمی ، اسلام آباد جون ، ۷ * ۴ ء ۷ ـ تخفه زوار میه بر تثیب: ڈاکٹر غلام صطفی خان ، ترجمه : محیظه پرالمدین بھٹی ، زوارا کیڈمی پبلیکشنز ، کرا پی، ۱۱ * ۲ء ۸ ـ تذکره علما سے ہند، مولوی رحمی علی مجمد ایوب قادری ، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی ، بیت انگلمت کرا پی، ۲ * ۴ ء 9 ـ تذکره علما ومشائخ یا کستان وہند، جلد دوم ، پروفیسر مجمد اقبال مجددی ، آر ، آر پرینٹرز ، ۱۲ * ۲ ء

محافل ميلا د كامذ ہبی ، تاریخی اور ثقافتی مطالعه

[میلاد پاک کے موضوع پرمحتر منو شاد عالم چشتی علیگ کے منفر دکتابی مقالے کی تلخیص – مسدیر]

ذکرِ الٰہی کے ساتھ ذکرِ رسالت آب قرآن کا بنیادی مقصود ہے۔ ذکرِ رسالت کے لیے میلا و ، مولود شریف ، عید میلا دالٰہی ، یوم الٰہی اور جشن میلا د پاک وغیرہ جیسے الفاظ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے معاشرے میں ایک دوسرے کے مترادفات کے طور پر استعال کیے جاتے ہیں۔ و نیا کے نہ صرف مسلم مما لک بلکہ تمام و نیا میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت سے وابستہ افراد جہاں جہاں رہے ہیں وہ اپنے ساج میں ماوِ رہے الاوّل میں خصوصاً اور عام دنوں میں عموماً ذکرِ رسالت پاک کے لیے محفلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ و نیا کے تمام مما لک میں بنے والے میارکراتی ہے ، یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت سے وابستہ افراد دنیا کے ہر معلک اپنے اپنے طور پر شیارکراتی ہے ، یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت سے وابستہ افراد دنیا کے ہر میلا دکا انعقاد سرکاری سطح پر ہوتا ہے مختلف مما لک کے گزشتہ مرتب شدہ ریکاروُس سے اس بات میل دکا انعقاد سرکاری سطح پر ہوتا ہے مختلف مما لک کے گزشتہ مرتب شدہ ریکاروُس سے اس بات کی نصر فی نہذیب و شافت کا مظہر میلا دکا انعقاد سرکاری کے خفلے میل محلے میں ایک سے انہ اللے ساتے کا مظہر میلا دکا انعقاد سرکاری کے خفلے میل محلے ہوا الہا نہ بن یا یا جا تا ہے۔

اگرچاعتقادیات ومراسم المل سنت کے مخالف بغض کلمہ گوئر تے کے افرادانعقادِ مملاد سے گریزاں نظر آتے ہیں اور مخفلِ میلاد کے جواز ہیں طرح طرح سے اعتراض وکلام کرتے ہیں، مگر اس کے باوجودخصوصیت کے ساتھ تصوف سے وابستہ پوری دنیا کے مسلمانانِ اہملِ سنت و جماعت خواہ وہ دنیا کے سی گوشے ہیں رہتے ہوں، میلاد شریف کی تقریب کا بڑے نے وروشور سے اہتمام وانعقاد کرتے ہیں۔

لغوى تحقيق

میلا دعر بی زبان کالفظ ہے اورلفظ میلا د ماخو ذہے لفظ ُ ولا دت ُ سے ۔ ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی صاحب ککھتے ہیں:

"میلاوعر بی زبان کا لفظ ہے، اس کا ماقہ و کند (ول و) ہے۔ میلاوعام طور پر وقت ولاوت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ میلا واسم ظرف زمان ہے۔ "

(اردومیں میلا دالنبی م ۲۷)

قرآن مجيديس ماذه ولد (ول د) كااستعمال

قرآن مجید میں مادّہ ولدکل ۹۳ باراستعال ہوا ہے اور کلمہ مولود تین مرتبہ آیا ہے۔مثال کے طور پر آیت دیکھیے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِلَهُ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقره٢:٣٢٣) اور دودھ يلانے والى ماؤں كا كھانا اور كپڑا دستور كےمطابق باپ كے ذمہ ہوگا۔

وَالسَّلَامُ عَلَى يَوْمَ وُلِلاتُ (مريم:٣٣)

اورجس دن میں پیدا ہوا مجھ پر سلام اور رحمت ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ. (مريم:١٥)

اورجس دن وہ پیدا ہوئے ان پرسلام ورحت۔

احادبيث نبوي ميس لفظ ميلا دُوْمولدُ كالمتعمال

ال ضمن مين دُ اكثر محمد مظفر عالم جاويد صديقي لكھتے ہيں:

''احادیث نبوی میں مادہ ولد' (ول و) بے شار مرتبہ استعال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت 'المعجم المفھر سلالفاظ الحدیث النبوی' میں موجود ہے۔ لفظ میلاد کاسراغ لگانے میں ہمار ااقلین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ بیلفظ دو بار واضح طور پر ترمذی شریف میں ملتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے ابواب المناقب میں ایک باب بعنوان

ماجاء في ميلاد النبي صلى الله عليه و سلم

بنایا ہے اور اس باب میں و انا اقدم منه فی المیلاد کا ذکر ماتا ہے۔ اس لحاظ سے حدیث پاک میں لفظ میلا دُک اوّلین استعال کی طرف نشاند ہی ہوجاتی ہے۔ مصنف المعجم المفہر س لالفاظ الحدیث النبوی کے مطابق احادیث میں لفظ مولد کا استعال سات بار ہوا ہے۔ ' (نفس مصدر ، س ۲۸)

فارى اورارد وزبان ميس لفظ ميلا د كااستعمال

فارسی اور اردوزبان میں بھی لفظ میلا دُ کا استعال انہی معنوں میں ہوا ہے جن معنوں میں عربی عربی میں عربی میں عرب عربی میں ہوا ہے۔ فرہنگ فارسی کے مرتب عبد اللطیف نے لکھا ہے:

''میلاد: پیدا ہونے کا وقت۔

میلا دالنبی: حضور سرورِ کا ئنات آن حضرت صلی التدعلیه وسلم کی پیدائش کا دن ۔ میلا وسیح: حضرت عیسی علیه السلام کی پیدائش کا دن ۔''

میلاد: بالکسر،ع،زمان ولادت وقت زادن فر ہنگ جامع فارس _ازمحر پادشاہ (متخلص بہشاد جلدششم)

اردو کی مشہور لغت مغیروز اللغات ٔ کے مرتب الحاج مولوی فیروز الدین نے لفظ میلا د کے متعلق کھھاہے:

''میلاد(می لاد)(ع۔ا۔مذ)(۱) پیدا ہونے کا زمانہ، پیدائش کا وفت(۲) پیدائش۔

میلا دالنبی (ع۔ا۔مذ)رسول اکرم صلی اللّه علیہ وسلم کی پیدائش حضور صلی اللّه علیہ وسلم کی پیدائش کا دن '' علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ''

اصطلاحي مفهوم

لفظ میلا دے متعلق ، مختلف جہتوں سے گفتگو کر ننے کے بعد اصطلاحی مفہوم کو بتاتے ہوئے ڈاکٹر محرمظفر عالم صدیقی ککھتے ہیں:

درمیلاد کے نعوی مفہوم میں اس بات کی وضاحت ہو پیکی ہے کہ اردوزبان وادب میں اب بیلفظ ایک خاص مفہوم کی وضاحت وصراحت اور ایک مخصوص اصطلاح میں اب بیلفظ ایک خاص مفہوم کی وضاحت وصراحت اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر نظر آتا ہے حن مثنی ندوی لکھتے ہیں: حضورا کرم محدرسول اللہ کا تیا ہی کہ ولادت باسعادت کے تذکر ہے اور تذکیر کا نام میلاد ہے۔ اس تذکر ہے اور تذکیر کے ساتھ ہی ساتھ ہی ساتھ اگر دلوں میں مسرت وخوش کے جذبات کروٹ لیس، بیشعور کے ساتھ ہی ساتھ اگر دلوں میں مسرت وخوش کے جذبات کروٹ لیس، بیشعور بیدار ہوکہ کتنی بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفر از کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسل کی محبت واطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد وشکر کی صورت میں ہواور اجتماعی طور پر ہوتو بی عیدمیلا دا کنبی ہے۔'' (نفس مصدر جس ۳۳)

مذکورہ بالا وضاحت کے پس منظر کوسا منے رکھتے ہوئے میں بیہ بات شرح صدر کے ساتھ کہنا چاہوں گا کہاسلامی معاشرہ میں ذکر ولا دت ِ رسول کا تصور کوئی نیانہیں ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ اور اس کے مابعد عہد میں ذکر رسالت کی مختلف طریقے سے روایات و بیان کے تاریخی شواہد کتب اسلاف سے ملتے ہیں۔ روایات و بیان کے تاریخی شواہد کتب اسلاف سے ملتے ہیں۔ قرآن کے میلاد نامے

قرآن نے حضورا کرم کا الی ان کا مجاہدانہ کرداراوران کی استقامت، اخلاق وکمل، خلوص ان کی بعثت کا مقصد، وعوت وہلیخ میں ان کا مجاہدانہ کرداراوران کی استقامت، اخلاق وکمل، خلوص ولئہ بیت کا تذکرہ قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ولئہ بیت کا تذکرہ قرآن کا خاص موضوع ہے۔ گرجب ہم قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ان مذکورہ انہیا میں سے بطور خاص حضورا کرم کا الی شکارہ کی علاوہ چار انہیائے کرام کا میلا دہ جس میں بلکہ ایک نبی کی ماں حضرت مریم کا میلا دنامہ بھی قرآن صرف ان چارانہیائے کرام کا ہی نہیں، بلکہ ایک نبی کی ماں حضرت مریم کا میلا دنامہ بھی بیان کرتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بطور خاص قرآن نے (بشمول حضورا کرم کا قیادہ انہیائے کرام اوران کے علاوہ ایک غیر نبی خاتون کا میلا دنامہ بیان کیا ہے (اسلامی عقید ہے کہ مطابق کسی خاتون کو شرف نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا ہے۔ چشتی)ان میلا دناموں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ اس کے علاوہ انسانی میلا دناموں کا بطور عمومی وخصوصی ذکر قرآن کا ایک الگ مستقل موضوع ہے۔

الف: ميلادنامه انبيائے كرام:

ا بیان میلا و حفرت آوم علیه السلام ۲ بیان میلا و حفرت موی علیه السلام ۳ بیان میلا و حفرت میمی علیه السلام ۲ بیان میلا و حضرت عیسی علیه السلام مداده دار غیر انوا

ب:ميلادنامه غيرانبيا

۱ ـ بیان میلا دحفرت مریم علیهاالسلام والده حضرت عیسلی علیهالسلام ۲ ـ بیان میلا دانسان بطورعمومی وخصوصی

ميلاد مصطفي اورقرآ ل كريم

قرآن کریم کے ان مذکورہ میلادناموں پر تجزیہ و تبصرہ اور قرآن کریم میں رسول اکرم ٹائٹیائیا کے ذکر میلاد کی اہمیت و معنویت کی نشاندہی کرتے ہوئے سابق شیخ الحدیث علامہ سید مناظراحسن گیلانی، سابق صدر شعبۂ دینیات، جامعہ عثانیہ حبیر رآباد لکھتے ہیں:

'' دنیا کے یہودی اورعیسائی اپنے اپنے دین کا پیغیر جن بزرگوں کو مانتے ہیں

ليني حضرت مويلي وعيسيٰ عليها السلام، ان دونوں اولوالعزم جليل القدر پيغمبروں کے میلا دنا ہے کافی تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کی آسانی کتاب القرآن اٹھیم کے جزبنا دیئے گئے ہیں۔قرآن کی تلاوت کرنے والا ہرمسلمان ان قرآنی ً میلا د ناموں کی تلاوت کی بھی سعادت حاصل کرتار ہتا ہے۔اسی بنیادیر بعض روشن ضمیر بزرگوں کا بیقول مستحق توجہ ہے کہ قرآن کے بعد آسان سے نسی نئ کتاب کے اتر نے کی راہ اگر کھلی رہتی تو پچھ تعجب نہ ہوتا اگر اس میں خاتم التببيين امام المسلين محمدرسول التدع للتأليظ كيمبيلا دنامه كوجهي جزبناديا جاتاب فقیر کا تو ذاتی خیال یہی ہے کہ خود قرآن ہی کی بعض سورتوں' واضحیٰ اور الم نشرح کے مشتملات پرغور کیا جائے تو ان سورتوں کے اجمالی الفاظ میں محمد رسول الله كالتيرين كمميلادنامه كے اساس واقعات كويانے والے جاہيں تو یا سکتے ہیں۔ان کے اجمال کی تفصیل میں کافی گنجائش ان وا قعات ومشاہدات کی ہے جن کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے میلا دیاموں کی معتبر کتا ہوں میں کیا گیا ہے۔اسی لیے تو میں سمجھتا ہول کہ موٹی اور عیسیٰ علیہاالسلام کے میلا دناموں کے سأتح سمجهنا جابي كه خود صاحب قرآن محدرسول التدكالي الم كالمراجي قر آن کا جزینا یا جاچکا ہے۔ کوئی چاہے تو مذکورہ بالامیلا دی سورتوں یعنی واضحیٰ، اور المنشرح' کے ساتھ ساتھ بعض ووسری قرآنی آیتوں کی روشنی میں بھی رسول اللَّه ثَانِيْكِ كَمِيلًا ونامه كومرتب كرسكتا ہے۔كليات كى حد تك اس سلسلے ميں ان شاء الله تعالیٰ بہت کچھول حائے گا، روایتوں کی ضرورت صرف جز ئیات کی تفصيل ميں ہوگی۔'(ظہورنور ہص:۲)

میلا دِرسالت کی اساس کوقر آن میں تسلیم کرتے ہوئے علامہ گیلانی ایک بہت اہم نقطے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہرحال رُسل و انبیا خصوصاً سید الانبیا علیہم السلام کے میلاوناموں کے پڑھنے پڑھانے کی بنیاد (کے تعلق سے) ہمیں بیسلیم کرنا چاہیے کہ قرآن ہی میں قائم کردی گئی ہے اور مسلمان بھی ان روایتوں کا، جن کا تعلق آل حضرت ماللیا ہے اور مسلمان بھی ان اوایتوں کا، جن کا تعلق آل حضرت ماللیا ہے کہ میلاد مبارک سے ہے، ان کا ذکر کسی نہ کسی شکل میں کرتے چلے آئے ہیں۔ سور قاضحی ہی کی آخری آیت قائماً بین محملے قبالے گئے تیاف (اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتے رہنا) اس تھم کی تعمیل کی ایک صورت اس کو بھی اس لیے

یقین کرتے رہے کہ نُوَرٌ مِّنْ اَنْفُسِهِ کُه کی رو سے بھی 'نعمت منصوصہ' ہے۔''(ننس مصدر،ص:۲)

رسول الله گاتی کے ذکرِ میلادیا آپ کی آمدکوقر آن کریم کی مختلف آیات میں مختلف اسالیب وانداز میں پیش کیا گیاہے جس کا اجمالاً بیان بھی طوالت کا باعث ہے، اس لیے قرآن کریم میں ذکر میلادِ مصطفی کے تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے قارئین (۱) السیرة النبویة فی ضوء القرآن والسنة، محمد ابوشهبه اور (۲) شانِ حبیب الرحن، ازمفتی احمدیارخال میں کا مطالعہ کریں۔

عهدرسالت ميس ميلا دي عناصراوراسلا مي ثقافت كاتحفظ

کی اور مدنی دور میں رسول اکرم ماٹیاتی کی دعوتی وعائلی زندگی کوسا منے رکھ کررسول اللہ کی مصروف زندگی کا اندازہ کریں کہ آپ ماٹیاتی کی حیات بابر کات کا ایک ایک لمحہ کس قدر مصروف ہے۔ آپ کی بعثت کا اصل مقصد دعوت تو حید کے ساتھ ساتھ دین حِق کی سر بلندی اور خالق ومخلوق کے تعلقات کو مضبوط سے مضبوط ترکر ناتھا۔ مگر نبی اکرم ماٹیلی کی و مدنی دور میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی دیگر تمام ترمصروفیات کے باوجود ہر مناسب موقع پر تمدنی فلاح و بہود کے لئے منبی وثقافتی عناصر کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں رسول اکرم کاٹیلی کی مدنی زندگی میں بید واقعہ فتی تحفظ کے حوالے سے انتہائی تو جبطلب ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَ ارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُوب، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بُنُ سَعِيدِ بُنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ رَضِيَ اللهَّ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُ صَلَّى اللهَ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَبِيُ صَلَّى اللهَ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُ صَلَّى اللهُ عَلْيهِ وَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، قَالُوا: هَذَا يَوْمُ صَالِحِ هَذَا يَوْمُ نَتَجَى اللهَ بَنِي إِسْرَ الْيلَ مِنْ عَقَالَ: مَا هَذَا؟، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ ، وَأَمَرَ بِصِيمَاهِ مِ عاشوره، رَقْ مديث ٢٠٠٣)

ابو معمر، عبدالوارث، ابوب، عبدالله بن سعید بن جبیر، سعید بن جبیرا بن عباس رضی الله عنه سے روایت کرتے ہیں کہ انھول نے بیان کیا کہ رسول الله کا اللّه اللّه عنه سے روایت کرتے ہیں کہ انھول نے بیان کیا کہ رسول اللّه کا اللّه عنہ سے لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے بوچھا بیروزہ کیسا ہے؟ تو ان لوگول نے کہا کہ 'بہتر دن ہے'۔ اسی دن الله نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنول سے نجات دی تھی۔ اسی لیے حضرت موسی نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعتبار سے

زیادہ موکیٰ کے حقدار ہیں۔ چناں چہآپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

اس حدیث میں وارد هَذَا يَوْهُ صَالِحُ هَذَا يَوْهُ نَجَى اللاَ بَنِي إِسْرَ ائِيلَ مِنْ عَدُوِهِ هِ (بِهِ بَهُمْرُ دن ہے، اسی ون بن اسرائیل کواللہ نے ان کے وشمنوں سے نجات دی) کے جملے پرغور کریں۔اس حدیث سے بیوہ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے جس کا تعلق قومی تہذیب و تدن اور ثقافت سے ہے ۔ اور اللہ کے رسول نے اس ون خود بھی اپنے اصحاب کے ساتھ روزہ رکھ کر اس یوم کی اہمیت کی توثیق کردی۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس کسی دن اللہ تعالی کسی قوم کو اپنے انعامات اہمیت کی توثیق کا اظہار جائز ہے بشر طے سے نوازے تواس دن کو قومی طور پریادگار بنانا جائز ہے۔اس دن خوشی کا اظہار جائز ہے بشر طے کہ اس یادگار کے دن اظہار خوشی میں کسی بھی اعتبار سے احکام شریعت کی یا مالی نہ ہو۔

اعلانِ نبوت سے وصالِ نبوی تک ۲۳ رسالہ دور کی مصروفیات ، کوپیش نظر رکھتے ہوئے بعض منکر ین عظمت رسالت کا عیرمیلا دا لنبی پر بیاعتراض کہ حضورا کرم کا تیائی نے اعلانِ نبوت کے بعدا پنی حیات کے اس دور میں کتنی بارا پنا 'یوم ولا دت' منا یا بہت مضحکہ خیز لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کے دائر نے میں رہتے ہوئے یادگار منانے کا تعلق قومی تقافت سے ہے۔ اور قرآن کی آیت ''و کہ گڑے گئما باتیام الله ' (اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ سورة ابراہیم، آیت 10) اس پہ شاہد ۔ گراس کے باوجود حضورا کرم ٹائیائی کا پنے یوم ولا دت کوسال برسال بطور یادگار نہ منانے کا مطلب بینہیں تھا کہ حضورا کرم ٹائیائی کا بنے یوم حرام اور اسلام کے خلاف شرک و بدعت سجھتے تھے۔ بلکہ حضورا کرم ٹائیائی کی سامنے اس دور میں حرام اور اسلام کے خلاف شرک و بدعت سجھتے تھے۔ بلکہ حضورا کرم ٹائیائی کے سامنے اس دور میں حوا ہم معاملات در پیش سے ، مثلاً وعوت تو حید و رسالت ، اقامت و دین ، ریاست مدینہ کا استخام ، کفر و شرک کا بطلان اور ایک صالح معاشر کا قیام ۔ ان تمام اہم فرائض کے پیش نظر مستحات کواٹولیت نہ دینے کا مطلب بینہیں تھا کہ آپ اس کے حامی نہیں سے بلکہ وقافو قاآپ سائی ایک مقام نہ کور تین سے بلکہ وقافو قاآپ سے مشائیلی نہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے ایسے عناصر کو جوشریعت اسلامیہ لینی احکام خداوندی کی مستحات کو وجو دو خبیں کرتے تھے ، ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے ، جوآٹاروسٹن سے ثابت ہے اور کتب احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

حضرت ابوقیادہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ٹائٹیا گئے سے بچر چھا گیا'' آپ ہیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟'' حدیث کے الفاظ میں:

> وَسْئِلَ عَنْ صَوْمٍ يَوْمِ الْاثْنَيْنِ؟قَالَ: » ذَاك يَوْمْ وُلِلْاتُ فِيهِ، وَيَوْمْ بُعِثْتُ - أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَ فِيهِ - (صَحِيمَ عَلَمَ، رَقْم حديث ٢٧٥/٢٥ و١٦١، عبلد سوم)

اور سوال ہوا دوشنبہ (پیر) کے روزہ کا تو فرمایا: میں اسی دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن نبی ہوا ہوں یا فرمایا اسی دن مجھ پر دحی اُنڑی ہے۔

حضرت عا کشهرضی الله عنها سے حضرت علی بن عثمان روایت کرتے ہیں:

حَدَّ ثَنَا عَلِي بُنُ عُثْمَانَ بُنِ صَالِحٍ، ثنا سَعِيدُ بُنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرُوقَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتُ: تَذَاكَر رَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ وَأَبُو بَكُر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِيلَا دُهُمَا وَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِيّيَنَ، وَتُوفِي آبُو بَكُر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثٍ وَسَلِمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِينَ، وَتُوفِي آبُو بَكُر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِينَ لِسَنَتَيْنِ وَنِصْفِ الَّتِي عَاشَ بَعْدَ وَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِينَ لِسَنَتَيْنِ وَنِصْفِ الَّتِي عَاشَ بَعْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِينَ لِسَنَتَيْنِ وَنِصْفِ الَّتِي عَاشَ بَعْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِينَ لِسَنَتَيْنِ وَنِصْفِ الَّتِي عَاشَ بَعْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثُ وَسِتِينَ لِسَنَتَيْنِ وَنِصْفِ الَّتِي عَاشَ بَعْدَ وَسُولِ اللهِ صَلَى اللهُ عَلْهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثُ مِنْ اللهُ مَنْ اللهُ عَنْهُ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاللهُ عَلَيْهِ وَسِلَمُ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاثُ عَلَى اللهُ عَنْهُ اللهُ عَنْهُ وَهُو ابْنُ ثَلَاللهُ عَلَى اللهُ عَنْهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَنْهُ اللهُ اللهُ عَنْهُ اللهُ عَنْهُ اللهُ اللهُ عَنْهُ اللهُ اللهُ عَنْ اللهُ عَنْهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَنْهُ اللهُ عَنْهُ اللهُ اللهُ

اس شمن میں المعجم الاوسط کی بیرحدیث بھی قابلِ مطالعہ ہے۔اس کے مصنف امام ابوالقاسم سلیمان لکھتے ہیں:

تک زندہ رہے۔

عنہ نے بھی ٦٣ رسال کی عمر میں انتقال کیا۔رسول کے بعد آپ ڈھائی سال

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا الْهَيْثَمُ قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ ثُمَامَةً، عَنُ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَقَّ عَنْ لِنَفْسِهِ بَعْدَمَا بِعِثَ نَبِيًّا -

(المعجم الاوسط، ص ۲۸۳، رقم حدیث ۹۹۴)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم کاللیائی نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

اعلانِ نبوت کے بعد حضور اکرم کاشیائے نے اپنا عقیقہ کیوں کیا؟ اس پر پچھ گفتگو کرنے سے پہلے میدمناسب ہے کہ کتب سیرت میں ذکر رسولِ اکرم کاشیائے کی پیدائش سے متعلق باب کا ایک بار پھرمطالعہ کریں۔مولانا محمد ادریس کا ندھلوی صاحب لکھتے ہیں: ''ولادت کے ساتویں روزعبرالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور محمد آپ کا نام تجویز کیا۔'' (سیرت مصطفیٰ، ج:۱،ص۳۷) سیدسلیمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں

'عبدالمطلب آل حضرت کے دادانے خود بھی بیٹی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوبیں سالدنو جوان بیارے فرزندعبدالله کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور نیچ کوخانہ کعبہ میں لے گئے اور دعاما تگ کروالیس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔'' (رحمة للعالمین، ج:۱،ص۲۱)

مذکورہ بالاحوالوں سے بیہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ نبی کریم سائین الیلیم کی ولادت کے بعد آپ کے داداحضرت عبدالمطلب نے ساتویں روزعقیقہ کی قربانی کی، مگراس کے باوجود نبی اکرم سائیلیم نے بعث کے بعداپنا دوبارہ عقیقہ کیا جیسا کہ حضرت انس سے روایت ہے ۔عربوں میں تو زمانہ قدیم سے ہی عقیقہ کی روایت پائی جاتی تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تو پھر دوبارہ حضورا کرم مالینیکیم نے اپنا عقیقہ کیوں کیا ؟ اس عقدے کو کیا ؟ اس عقدے کو کیا ہے۔

قُلْتُ: وَقَدْ ظَهَرَ لِي تَخْوِيجُهُ عَلَى أَصْلِ آخَرَ، وَهُوَ مَا أَخُوجُهُ الْبَيْهَةِيُ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَبِيَ صَلَى اللهَ عَلَيْهُ وَسَلَمْ عَقَى عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النَّبُوَةِ مِعَ أَنَّهُ قَدُ وَرَدَ أَنَ جَدَهُ عِبد المطلب عَقَ عَنْهُ فِي سَابِعِ وِ لَا دَتِهِ، وَالْعَقِيقَةُ لَا تُعَادُ مَرَةً ثَانِيَةً، فَيَحْمَلُ ذَلِك عَلَى أَنَ الَّذِي فَعَلَهُ النَبِيُ صَلَى اللهَ عَلَيْهِ تَعَادُ مَرَةً ثَانِيَةً، فَيَحْمَلُ ذَلِك عَلَى أَنَ الَّذِي فَعَلَهُ النَبِيُ صَلَّى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَمَ إِطْهَا وَلِي اللهَ عَلَى أَنَ الَّذِي فَعَلَهُ النَبِي صَلّى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَمَ إِطْهَا وَلِي اللهَ عَلَى أَنَ الْمَدِينَ وَتَشْوِيعُ وَسَلَمَ إِطْهَا وَلِي اللهَ عَلَى اللهَ إِيَّاهُ وَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَتَشُويعُ وَسَلَمَ إِطْهَا وَلَيْكُو مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ وَنَحُو ذَلِك مِنْ وَجُوهِ الشَّكُو بِمَوْلِدِهِ بِالإِجْتِمَاعِ وَإِطْعَامِ الطَعَامِ وَنَحُو لِلللهُ عَلَيْكِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَى اللهُ عَلَيْكِ عَلَى اللهُ عَلَيْكِ عَلَى اللهُ مَلْ اللهُ عَلَيْكِ فَي اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْكِ عَلَى اللهُ عَلَيْكُ مِ اللهُ اللهُ عَلَيْكُ مِن اللهُ عَلَيْكُ مِلْ إِللْهُ اللهُ عَلَيْكُ اللهُ اللهُ عَلَيْلُ اللهُ عَلَيْكُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْكُ اللهُ وَالْوَلَ عَلَيْكُ اللهُ الْعَلَيْمُ اللهُ ا

کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بناکر بھیجا۔ مزید بید کہ آپ نے ایساامت کے لیے اظہار تشکر کا جواز فراہم کرنے کے لیے اظہار تشکر کا جواز فراہم کرنے کے لیے آپ اپنے او پر درودوسلام بھی سے لیے آپ اپنے او پر درودوسلام بھی سے جھیجے تھے۔ اس لیے اس فعل رسول کی مطابقت میں ہمارے لیے بھی آپ کی یوم ولادت پر اظہار تشکر کے طور پر اجتماعی محافل اور اطعام طعام کی تقریبات منعقد کرنا مستحب اور پہندیدہ عمل قرار پائے گا۔ نیز فرحت وتقرب کے دیگر وسائل و ذرائع کے ذریعے بھی رسول اکرم منان شائیل کم کا ذکر میلاد ہمارے لیے مستحب ہوگا۔

عہدِرسالت کے میں اور مدنی دور کے بیخنف واقعات اور متنوع میلا دی عناصر جوازِ میلا دالنبی

کے استخباب پر بھر بور انداز میں شاہدِ عدل ہیں۔ ان واقعات و روایات کی روشیٰ میں مونین اہلِ
اسلام، بوم النبی کو بطور عید میلا دالنبی منانے کے حق دار ، اور حق بجانب ہیں۔ قرآن اور آثار وسنن کی
روشیٰ میں اسے بدعت کسی طور پر بھی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے ۔ میلا دالنبی کو بدعت قرار دینا دراصل
اسلام کی ثقافتی روح کو مجروح کرنے کے متر ادف ہے۔ قرآن کریم میں ارشاو باری تعالی ہے:
اسلام کی ثقافتی روح کو مجروح کرنے کے متر ادف ہے۔ قرآن کریم میں ارشاو باری تعالی ہے:
ا - وَاذْ کُرُ وَانِعُمَةُ اللَّهِ عَلَيْهُ کُمْ وَمِي قَالَةُ الَّذِي وَاثَقَالُهُ الَّذِي وَاثَقَالُهُ اللَّذِي وَاثَقَالُهُ اللَّذِي وَاثَقَالُهُ اللَّذِي وَلَيْ ہِيں اَصْلَا کُلُوو اور اس کے اس عہد کو

کی تم پر اللہ تعالیٰ کی جو تعتیں نازل ہوئی ہیں آھیں یا در کھواور اس کے اس عہد کو
میں کا تم سے معاہدہ ہوا ہے۔ (احسن البیان ، جونا گڑھی)
در بارخیا شی میں میلا دائنی کے اولین نقوش در بارخیا شی میں میلا دائنی کے اولین نقوش

حبشہ کی جرتِ ٹانی کے دفت دربارِ نجاثی میں کفارانِ مکہ کی سازشوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب نے شاہ نجاش کے استفسار پر بھری محفل میں کھڑے ہوکر جو خطبہ جواب میں ارشاد فرمایا اس خطبے کا مندرجہ ذیل اقتباس میلا دی عناصر کا ایک اہم عضر ہے۔ شاہ نحاشی کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت جعفر نے کہا:

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھے۔ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، برکاریاں کرتے تھے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے، ہم ساپول سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقت ور کم زور کو کھارہا تھا۔ ہم اس حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی عالی نسی سچائی، امانت اوریاک دامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں۔'(الرحیق المحتوم، س ۱۳۷)

محفلِ میلاد کا تو اصل موضوع ہی آپ اللہ الم اللہ کے حسب ونسب کی طبارت و پاکیزگی بیان کرنا ہے۔سامعین کے دل میں آپ کی امانت،صدق و پاک دامنی اور آپ کی ذاتی عصمت کوراسخ کرنا ہے۔ مسرز مین مدینہ میں سرکاررسالت کا استقبال

ای طرح جب آپ ٹاٹیا ہے ججرتِ مدینه فرما یا تو آپ کا جس والہا نداز میں اہلِ مدینه نے پر تپاک استقبال کیا وہ بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ اہلِ مدینہ نے جس پُرمسرت انداز میں رسول اکرم ٹاٹیا ہے کا استقبال کیا اس کی منظر شی کرتے ہوئے علامہ پیرمجمد کرم شاہ از ہری لکھتے ہیں:

''آ خرکاروہ سعید لحمہ آتا ہے، جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ ویدہ ودل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں۔قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے، جس پر ایک ساوہ سا پالان کسا ہوا ہے۔ مرکب کون و مکان کا کیکا شہہوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کراس پالان پر جلوہ فرما ہے۔گشنِ ہستی پر بہار آجاتی ہے، ہرطرف عید کا سال ہے، نبض ہستی کوئی جولا نیاں بخش دی گئی ہیں۔ سیم رحمت کے جھو تکے دلوں کے غیجوں کوشکافتہ پھول بنارہے ہیں۔ اپنے آقا کو یوں سوار دیکھر دل و جان نار کرنے والے غلاموں پر کیف ومستی کا ایک عجیب ساں طاری ہوجاتا ہے۔ اچا نک نعرے بلند ہونے گئتے ہیں:

الله أكبر قد جآء رسول الله/ الله أكبر جآء محمد/ الله أكبر جآء محمد/الله أكبر جآءرسول الله

ان پُر جوش نعروں سے ساری فضا گونج اُٹھتی ہے۔ باطل و طاغوت کے پرستاروں کے دل چھٹنے لگتے ہیں۔اصنام واوثان کے پجاریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی توحیداوراس کے مجبوب نبی کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہوجا تا ہے۔

جال نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے، گلیوں میں بل دھرنے کی جگہ نہیں، اردگرد کے مکان اوران کی جیستیں شوقِ دیدار میں بے خود اور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ معصوم پچیاں اوراوس وخزرج کی عفت شعار دوشیزا کیں دفیس بچابجا کردل وجان سے مجبوب تر اور عزیز تراپنے مہمان کوان اشعار سے خوش آمد مدکھہ دی ہیں:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع وجب الشكرعلينا مادعا لله داع

ايها المبعوث فينا جئت باالامر المطاع

(ضیاءالنبی، پیرمحد کرم شاه از هری ص۱۵ ۱۳ ۱۱ مجلد ۳)

رسول اکرم گانیگین کا جلوس کی شکل میں اہل ِ مدینہ کا بیاستقبال دراصل معاشرتی ثقافت کا ایک حصہ ہے جس میں عقیدت، محبت، جاں شاری، خیر مقدمی کلمات، استقبالیہ گیت سب پچھشامل ہے اوراس استقبال کرنے والوں میں اہل مدینہ کا ہر فرد، بیچے پچیاں، نو جوان، بوڑھے، مردعورت سبھی اظہارِ عقیدت کے لیے شامل ہیں اور جشن آ مدِرسول کے یادگاری موقع پر اہل ِ اسلام اسی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں جو ہجرت کے موقع پر اہل مدینہ نے کیا تھا۔

میں اپنی بات کوسیٹے ہوئے مزید دواہم نکات پر اپنی بات ختم کرنا جا ہوں گا:

پہلی بات تو ہہ ہے کہ سیرت نگاروں کے مطابق حضورا کرم گائی آئی نے حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے سال کو' عام الحزن' یعنی م کا سال قرار دیا۔واضح ہو کہ ان دونوں محسنین کا وقفے وقفے سے ایک ہی سال میں انتقال ہوا تھا۔اس لیے رسول اللہ کی جانب سے بیسال عام الحزن یعنی م کا سال کے نام سے منسوب ومشہور ہوا۔ دراصل رسول اکرم گائیا گیا نے ان محسنین اسلام کے انتقال کے سال کو عام الحزن قرار دے کر اور ان سے منسوب کرکے نام سے منسوب کر کے اس سال کو عام الحزن قرار دے کر اور ان سے منسوب کرکے شدید یقلبی کیفیت اور ان سے مجبت کا ان کی ذات مقدسہ کی خد مات کا اعتراف کیا بلکہ ان کے متعلق اپنی شدید یقلبی کیفیت اور ان سے محبت کا ان کی بارگا ہول میں خراج محسین پیش کر کے اس سال کو ہمیشہ کے لیے یا دگار بنا دیا۔ رسول اکرم کا ایکنی بارگا ہول میں خراج مسمنسوب کیا جا سکتا ہے تو اس منسوب کیا جا سکتا ہے اور ایسا کر ناسنت جو بات سمجو میں آتی ہے دہ جب سی سال کو میں منسوب کیا جا سکتا ہے اور ایسا کر ناسنت نبوی کے خلاف نہیں ہوگا۔اگر اظہار غم کیا جا سکتا ہے تو اظہار فرحت و مسرت بھی کیا جا سکتا ہے تو اظہار فرحت و مسرت بھی کیا جا سکتا ہے تو اظہار فرحت و مسرت بھی کیا جا سکتا ہے شوی کے خلاف فرزی نہیں ہوگا۔اگر اظہار میں احکام اسلام کی خلاف ورزی نہیں۔

دوسری بات میہ ہے کہ خود نبی اکرم ٹاٹیائی نے اپنے مشفق و مہر بان اور سر پرست چیا جان حضرت ابوطالب اورا پنی جاں نثار شریکِ حیات اور حسنِ ملتِ اسلامیہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبر کی کے انتقال پراظہائِم کے لئے اس سال کو عام الحزن کے نام سے منسوب کر کے اپنی و لی جذبات کا اظہار کیا اور ان دونوں کے خدمات کا عوامی سطح پر اعتراف کیا ۔ مگر نبی اکرم ٹاٹیائی کے وصال پر اس دور کے تمام باحیات صحابہ نے اس سال کو عاممۃ الحزن لیعنی غم کا سال نہیں قرار دیا ۔ کیا صحابہ کرام کو حضور اکرم ٹاٹیائی کیا جات و ایس میں تھی جیسے کہ خود حضور اکرم کو اسپنے چیا جان حضرت ابوطالب سے اور اپنی شریک حیات حضرت خدیجۃ الکبری سے تھی ؟ آخر صحابہ کرام نے رسول کریم ٹاٹیائی کے سال وصال یعنی انتقال حیات حضرت خدیجۃ الکبری سے تھی ؟ آخر صحابہ کرام نے رسول کریم ٹاٹیائی کے سال وصال یعنی انتقال

کے سال کوعام الحزن کیون نہیں قرار دیا؟ صدیق اکبر، عمر وفاروق، عثمان غی اورعلی ابن طالب جیسے جال نثار صحابہ کوجھی کیا رسول اکرم سائٹ ٹیالیٹی کو ان ذوات گرامی سے تھی؟ میرا بیسوال ان تمام لوگوں سے ہے جو بار بارید پوچھتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے رسول اکرم کا یوم ولاوت کیوں نہیں منایا؟ اپنے زمانے میں آپ کا میلاد کیوں نہیں کیا۔اس بار بارکیوں نہیں اپوچھنے والوں سے میراجھی سوال یہی ہے کہ حضورا کرم کا لیا تھا کے ''سال وصال' کو صحابۂ کرام نے کیوں نہیں عام الحزن قرار دیا کیاان کورسول اکرم سے مجت نہیں تھی؟ کیا بیا عام الحزن قرار دیا کیاان کورسول اکرم سے مجت نہیں تھی؟ کیا بیا عاشق رسول نہیں تھے کیا عام الحزن کا فلسفہ اور یوم ولادت کے منانے کا مسکلہ ان صحابۂ کرام کے بچھ میں نہیں آیا تھا؟

صحابة كرام كاتعلق بالرسالت

صحابہ کرام کا تعلق بالرسالت بہت مضبوط اور پختہ تھا۔ عہد خلافت میں منافقین کے فتنوں کے سدباب میں صحابہ کرام نے بڑی جاں فشانی کا مظاہرہ کیا۔ شمع رسالت کے پروانوں کی جال نثاری اور عشق رسالت کی واستان سے واقفیت کے لیے مولانا عبدالسلام ندوی کی تالیف ''اسوہ صحابہ کامل'' کا مطالعہ انتہائی سودمندرہےگا۔ مولانا ندوی ، صحابہ کرام کے متعلق محافظت یا دگاررسول' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

- ''صحابہ کرام کے زمانے میں رسول اللّٰد کا تیابیّا کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔''
 (اسوہ صحابہ کامل ، ص ۱۳۵)
- '' رسول الله تأثير الله المستنجر كومعمولاً قباتشريف لے جابا كرتے ہے، حضرت عبدالله بن عمرض الله عند نے بھی بہی التزام كرليا تھا۔'' (نفس مصدر جس ١٣٨)
 '' ايك باررسول الله تأثير نے حضرت ابومحذورہ كی پيشانی پر ہاتھ پھيرويا، اس كے بعدائھوں نے عمر بھر نہ سرك آگے كے بال كوائے، نہ ما نگ نكالی، بلكماس كو بطور تبرك يا دگار كھا۔'' (نفس مصدر جس ١٣٨))
- غزوہ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو، خود دست مبارک سے ایک ہار پہنا یا تھا، وہ اس کی اس قدر، قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی وفن کر دیا جائے۔''
 انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی وفن کر دیا جائے۔''
- "صحابہ کرام نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کردی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل واولا دکورسول الله سالتان الله می تالیا ہے حوالے کردیا تھا۔" (نفس مصدر مس ۱۸۳)

محافل ميلاد كالآغاز

رفتہ رفتہ صحابہ اور ان کے آل واولاد کے انتقال کے بعد مسلم معاشر ہے میں عوامی اعتبار سے حکومت بنوا میہ اور بنوعباس کے دور میں تعلق باللہ وتعلق بالرسالت میں بندر یک کی آئی گئ۔ چیسوسالہ اس مشتر کہ دور کی تاریخ کے دل خراش وا قعات یہاں رقم کرنامقصو ذہیں ہے۔ ان ادوار کے اکثر و بیشتر حکمر انوں نے س طرح حقیقی اسلام کی روح کو پامال کیا، وہ کتبِ تاریخ میں درج ہے۔ ان حکومتوں کے زوال کے بعد جب مسلمانوں کی دیگر آزادر پاستوں کا قیام ہواتو ایک بار پھر وفت کے اربابِ حِل وعقد اور اس دور کے علما اور مشائخ نے محسوس کیا کہ اہلِ اسلام اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے والوں کا تعلق باللہ اور تعلق بالرسالت مضبوط ہونا چاہیے۔ علما اور مشائخ نے وعظ وضیحت کی مخلیس بر پا کیں مختلف مقامات پر مجالسِ ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ رسول گرامی مرتبت کی ذات سے لوگوں کو متعارف کرانے کے لیے ذکر رسالت کی محافل سجائی جانے لگیس۔ ذکر رسالت کی بہی مخلیں مسلم ثقافت کی پیچان کے طور پر میلا دالنبی یا عید میلا دالنبی کے نام سے ذکر رسالت کی بہی محفلیں مسلم ثقافت کی پیچان کے طور پر میلا دالنبی یا عید میلا دالنبی کے نام سے متعارف ہوئیں جے بطور خاص سواواعظم اہل سنت و جماعت میں عالمی طور پر فروغ ملا۔

عباسی سلطنت کے زوال کے بعد اتحاد اور وحدت کا خاتمہ ہو گیا۔اس کے بعد جس صوبہ دار کو جہاں موقع ملا وہاں اس نے خود مختار حکومت قائم کرلی۔سلطنت ِعباسیہ کے زوال کے بعد مسلمانوں کی مندر جہ ذیل آزاد حکومتیں قائم ہوئیں:

ا - سامانی حکومت (۲۶۱ه/ ۳۹۵ه مر) - ۸۷۲ه/ ۸۹۲ه): پیچکومت ماوراءالنهر میں قائم ہوئی۔ ۲ - حکومت بنی بوییه (۳۲۳ه/ ۷۳۵ه هر ۳۷۰ه کا ۱۹۵۰ه): اس سلطنت میں عراق کا پورا ملک اور خراسان کوچھوڑ کر باقی ایران داخل تھا۔

. ۳-سلطنت فاطمیه (۲۹۷ ه/ ۵۲۷ هه-۹۰۹ ۱۷۱۱ء): بیر حکومت شالی افریقه کے شہر قیروان میں قائم ہوئی۔

ہے۔ سلجو تی سلطنت (۲۶ مر ۵۵۲ ھے۔ ۱۰۳۷ء/ ۱۱۵۷ء): سلجو تی ترکوں کی پیر حکومت سامانیوں، بنی بویہ اور بنی فاطمہ سب کی حکومتوں سے بڑی تھی۔اس حکومت کی بنیا دخراسان میں پڑی۔ایشیائے کو چک اوراس سے الحق علاقے اس حکومت کے قلم رومیں شامل تھے۔

سلجوتی عبد میں ہی امام غزالی (۴۵۰ھ/۵۰۵ھ۔۵۹۰اء)، شیخ عبدالقادر جیلائی (۴۷۰ھ۔۷۷۰اء)، فارس کا مشہور شاعر عمر خیام (۱۰۴ھ/۲۷۲ھ۔ ۷۰۲ھ۔) (۱۲۷۲ء) جیسے اکا برعلاومشائخ اور شاعر پیدا ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ از نروت صولت جلد اول کے متعلقہ ابواب ملاحظہ کریں) سلسلہ قادر یہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس عہد میں مولودالنبی کے جواز وحمایت میں ایک کتاب کھی۔ اس کا مخطوطہ جامعۃ الملک سعود لائبریری میں محفوظ ہے۔ انٹرنیٹ پر اس کا لنگ ہے https://archive.org/details Mawlid Jilani۔ اس مخطوطہ کو www.maktabah.org

کنگ سعودی یو نیورٹی کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری میں پیخطوطہ ۵۶۵-۵۶۵ کے تخت موجود ہے۔اس کاار دوتر جمد حال ہی میں میرے دوست ڈاکٹر متناز سدیدی نے جس سہانی گھڑی چپکا طبیبہ کا چانڈ کے نام سے کیا ہے۔اس کی اشاعت جون ۱۴۰۳ء میں صفہ فاؤنڈیشن لا مورسے ہوئی ہے۔

۵۔ سلطنت غزنوبیر (۳۲۲ هـ/ ۹۸۲ هـ-۹۷۲): اس حکومت کو غزنی افغانستان میں صوبہ دار سبتگین نے قائم کیا۔ امیر سبتگین اور ان کے صاحبزاد سے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پراپنی حکومت قائم کی۔

۲ _سلطنت غوری (۵۵۲ھ/۲۲۲ھ۔۱۱۵۷ء/۲۰۰۵ء): سلطنت غونی کے بعد سلطنت غوری کا قیام ہوا۔

2-ابوبی سلاطین کی فیصلہ کن معرکہ آرائی کو مسلمانوں کی تاریخ میں بھلا یانہیں جاسکا۔ (تفصیل میں ابوبی سلاطین کی فیصلہ کن معرکہ آرائی کو مسلمانوں کی تاریخ میں بھلا یانہیں جاسکا۔ (تفصیل کے لیے ملت اسلامیہ کی مختر تاریخ از ثروت صولت جلداول کے متعلقہ ابواب ملاحظہ کریں) عباسی سلطنت کے زوال کے بعد قائم ہونے والی خود می ارسلم حکومتوں کا بیا لیک انتہائی مختفر ذکر ہے، صرف بیہ بتانے کے لیے کہ ان اووار میں قوم مسلم کو کس قدر ذات رسالت مآب کی مختفر ذکر ہے، صرف بیہ بتانے کے لیے کہ ان اووار میں قوم مسلم کو کس قدر ذات رسالت مآب کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت تھی، خاص کر ان اووار کے علااور مشائخ نے اپنے اوپنے دور کے نقاضوں اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے علاقوں میں محافل میلا دکی بنیا دوالی تا کہ امت مسلمہ کا والہا نہ تعلق ذات رسالت مآب سے بنار ہے۔ یہ بالس اس دور میں تعلیم رسالت کو عوام الناس میں عام کرنے کا بہت مؤثر ذریعہ تھیں۔ مخافین اسلام کی اسلام اور پیغیم اسلام کی خلاف خلاف کی جارہی سازشوں سے ملت اسلام میکو باخبرر کھنے اور دشمنان اسلام کی نبی کر بم کے خلاف کی جانے والی غلط فہیوں کے تعلق کا میاب از الے کے لیے ان محافل میلا دنے حمرت انگیز کردارادا کیا۔ اس لیے آج بھی مخافین اسلام بینہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں محفل میلا دجاری رہے۔

برصغيرين مراسم ميلا دومحافل نبوي كي روايت

ہندوستان ایک کثیر ثقافتی ملک ہے۔ اس سرز مین پر اسلام کے اوّلین وابتدائی نقوش یوں تو عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت و ملوکیت میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ لیکن باضابطہ طور سے ہندوستان میں اسلام کی آ مدکو محمد بن قاسم کی ہندوستان میں آ مداور فقو حات سندھ سے جوڑ کر تاریخی طور پر پیش کیا جا تا ہے۔ مگر یہاں سیہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی آ مد، وو وسائل اور تین ذرائع سے نظر آتی ہے۔ جس میں ایک محتی کے راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آ مدہ ہاں راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آ مدہ جو ماوراء النہراور سے ہوئے ہندوستان میں اسلام کی شمع فروز ال لے کر افغانستان وایران کے راستوں سے ہوئے ہوئے ہندوستان میں اسلام کی شمع فروز ال لے کر آئے اور یہال کی مخصوص فضا میں اسلام کی حکیما نہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ بحس و خوبی انجام دیا۔

دوسرابحری راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی ہے۔ بحری راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی ہے۔ بحری راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمدایک تو تا جرول کے ذریعے ہوئی اور دوسرا فوجیوں اور مسکریوں کے ذریعے ۔ تا جرول کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آمد سمندری راستوں سے دکن کے علاقے میں ہوئی جب کہ فوجیوں اور عسکریوں کے ذریعے اسلام کی آمد علاقہ تھمبایت (گجرات) کے راستے سے ہوئی۔

انہی تین ذرائع اور دو وسائل کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آ مدتار یخی طور پر ملتی ہے جواسلام کی اوّلین آ مدہ۔ بحری راستے سے جن دو ذرائع سے ہندوستان میں اسلام کی آ مدہوئی اس حوالے سے راقم کا کہنا صرف ہے ہے کہ ان دو ذرائع سے آمداسلام کی اشاعت میں اسلام کی تہذیبی وثقا فتی روایت پر عمل اور ترویج کے پہلوکو تلاش کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ تا جروں کی ہندوستان میں آ مد کا اصل ہدف تجارتی وسائل کی ترقی اور منافع کا حصول رہا ہمنی حیثیت سے دعوت و تبلیغ اسلام کا تھی کام ہوالیکن انھوں نے مستقل قیام کر کے اسلام کی تشہیر و تبلیغ کا ہدف ہی منبوس بنایا تھا اس لیے اسلام گا تھا فت و تبذیب کی ہندوستانی ساج میں ترسیل و تبلیغ نہ تو ان کا اوّلین منظم نظر خطر تھا اور نہی اس کے استخکام کے لیے وہ یہاں آ کے تھے۔

اسی طرح بحری راستوں کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آمدمجاہدین اسلام کے ذریعے ہوئی، اس طبقے کے ذریعے ہوئی، اس طبقے کے ذریعے بہاں زیادہ سے زیادہ فتوحات ہی پرتوجہ کومرکوزر کھا گیا۔ دعوت و تبلیغ اور اسلامی تہذیب وثقافت کی پاسداری وفروغ ابتدامیں اس طبقہ کا بھی طمح نظر نہیں تھا۔

البتہ تیسراطقہ جس کے توسط سے خشکی کے راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی بیہ طبقہ صوفیہ ومشائخ کی جماعت تھی، ان کا اصل ہدف ہندوستانی معاشر سے میں اسلام کی تبلیغ، ترویج اور اشاعت کے ساتھ اسلام کی راسخ العقید گی کو ہندوستانی سماج اور تہذیب میں راسخ کرنا تھا۔ اس

مبارک جماعت نے اپنی بلندی کردار، حسنِ اخلاق اور رہنما طرزِ عمل کے ذریعے ہندوستان میں جہاں اسلام کے پیغام کو پہنچانے میں غیر معمولی کردار اداکیا وہیں انھوں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کے اہم اور متوارث معمولات وروایات کوجھی ہندوستانی ساح میں رواح دیا۔ چناں چہ مشاکخ کے یہاں ہرعہد میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے رواح و پاسداری کی نظیریں ہمیں ہندوستان کی مختلف کتب تواریخ میں دکھنے کو گئی ہیں۔

صوفیہ کرام کے نظریات میں ایک اہم عقیدہ حقیقت مجمدی اور نور مجمدی کا ہے۔ صوفیہ کے سارے مشاغل و معمولات میں ذکر اللی کے ساتھ ذکرِ رسالت مآب بھی اہم جز کے طور پر شامل ہے۔ صوفیا نہ روایات میں ہر جگہ عظمت تو حید کے ساتھ عظمت رسالت کا تحفظ دیکھنے کو ملتا ہے۔ عافلِ میلا د اور ذکرِ میلا د کی اسلامی ثقافت کا فروغ بھی سبھی صوفیا نہ روایات کا اہم جز ہے۔ خصوصیت کے ساتھ صوفیا نہ روایات میں تقریبات اعراس میں بطورِ خاص محافلِ میلا د اور ذکرِ میلا د کی اسلامی ثقافت وروایت کا التزام دیکھنے کو ملتا ہے۔

صوفيا بدروايت ومراسم مين ابتمام محافل ذكر ميلاد

ڈاکٹر محمظ مفافر عالم جاوید صدیقی کھتے ہیں: ''میلاد کے اساسی محرکات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔
ان اساسی محرکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب بجیم اور برصغیر کے مسلمان ایک بنی فکری روایت کا حصہ ہونے کی وجہ سے یکسال ذہنی وحدت رکھتے تھے اور ان کی تخلیقی سرگرمیوں کے چشمے بھی ایک سختے، لہندا دنیا بھر کے مسلمان ان تخلیقی سرچشموں سے اپنی شاخت کرتے ہوئے آئیس لسانی سرمایے میں منتقل کرتے رہے تھے۔ ثانوی اسب وعوامل میں بزرگان وین اور صوفیائے کرام کا مجالس میلاد میں منتقل کرتے رہے تھے۔ ثانوی اسب وعوامل میں بزرگان وین اور صوفیائے والہانت شیفتگی اور خصوصی شخف اور رجی ان ہے۔ مختلف روحانی سلاسل سے وابستہ صوفیہ ومشائخ والہانت شیفتگی اور خصوصی توجہ سے میلادخوانی اور درود وسلام کے خصوصی اجتماعات کا اجتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہلِ توجہ سے میلادخوانی اور درود وسلام کے خصوصی اجتماعات کا اجتمام کرتے جلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہلِ افعی وار دات و مشاہدات پر بنی نظر آتا ہے، جن سے ارفع اور منفر داہمیت و حیثیت کا حال ہے۔ ان کے ہاں ذاتی محملی کو اور منفر داہمیت کی مطالعہ کے علاوہ ان روحانی و باطنی وار دات و مشاہدات پر بنی نظر آتا ہے، جن سے اسمی حیارت کے عام سیرت نگاروں کی تحریر بین نا آشنا ہیں۔ ان روحانی کی فیات کی اگر چہونی خارجی سند آئی سیرت نگاروں کی تحریر بین نا آشنا ہیں۔ ان روحانی کی فیات کی اگر چہونی خارتے میاں کو خارشات میں کا خارت و نگارشات میں کا خاری کے خاری تو اور اور فیوش و برکات کا جواندان کی فیت اور اثر ماتا ہے وہ انھیں کا خاصہ ہے۔

صوفیہ کے زیرانز اس قسم کی مجالسِ میلا د، مقاماتِ معرفت وسلوک کے مختلف درجات کے لیے زینہ، روح کی بالیدگی اور تزکیۂ باطن کا ذریعہ بنیں۔اس طرح میلا د تگاری کی تخلیق اور ترویج کے رجحان کوصوفیہ کی بدولت فروغ نصیب ہوا۔ ابن عربی، جامی، شاہ عبدالحق، شاہ ولی اللہ، مولوی گل حسن، توکل شاہ انبالوی جیسے صوفیہ کی تحریریں اس ضمن میں قابلِ ذکر ہیں۔

میلادی ضرورت واہمیت کے مذظر دُنیا بھر کے مشائح کرام نے مولود ناموں کی تصنیف و تالیف کو مذظر رکھا ہے۔ جے سپنسرٹر منگھم نے اپنی کتاب دی صوفی آرڈرز اِن اسلام میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پیۃ چاتا ہے کہ صوفیائے کرام موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پیۃ چاتا ہے کہ صوفیائے کرام مغرب کے ہال میلا دخوانی کی روایت منفر دحیثیت کی حامل ہے خصوصاً عرب،مصر، ترکی ،سوڈان ،الجیریا اور مغرب کے علاقوں میں اگر میلا دخوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کی مجالسہ مولود سے مختلف فضا کا احساس ہوتا ہے صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلا دخوانی کا کیا انداز تھا اور بحیثیت مجموعی صوفیہ کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلا دخوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات واثر ات کا ٹرمنگھم نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انھوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیہ ان کے حلقوں میں پڑھے جانے والے ایموالیہ واثر ات کا جائزہ لیا ہے، خصوصیت کے سالیہ واثر ات کا جائزہ لیا ہیں :

ابومدین شعیب بن الحسن (۱۱۲۱ه-۱۱۹۸ه / ۱۱۷ه - ۱۵۸ه) کا نام بارہویں صدی کے صوفیہ میں بہت پھیلی اس شاخ کے شاعر ابولیجاج پوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ ابولیس علی شاذ لی جھی (جن سے شاذ لیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابومدین ہی کے خاص پیروکار تھے، جن کے بڑے کھی (جن سے شاذ لیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابومدین ہی کے خاص پیروکار تھے، جن کے بڑے گہر کے ابرات شالی افریقہ کی خصرف مذہبی بلکہ معاشرتی وسیاسی زندگی پر بھی مرتبم ہوئے۔ ترکی میں سلیمان چلی (ما۲۴) او) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلہ تصوف سے تھا۔ بیمولود صوفیہ کے علاوہ حضورا کرم شائی آئی کے بیم ولادت کے سلسلے میں منعقد ہونے والی سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جا تا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصراور پھروہاں سے جاز اور مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ ہی کی ایک شاخ 'درد پر بی' کہلائی، جس کے بانی احمد بن درد پر جاز اور مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ ہی کی ایک شاخ 'درد پر بی' کہلائی، جس کے بانی احمد بن درد پر

ترکی سہرورد بیسلیلے کی ایک کڑی' زینیۂ کہلائی،جس کے بانی سٹس الدین محمد ابن حمزہ (۱۳۹۰–۱۳۵۹ء) کے صاحبزاد ہے حمد اللہ جلبی حمدی کا مولود بہت مشہور ہوا۔ نقشبند بیسلیلے سے متاثر ہونے والوں میں محمد عثمان المرغانی کے مولود 'مولود المرغانی' کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس مولود کے آغاز میں محمد عثمان مرغانی نے مولود کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے کھاہے کہ حضور

ا کرم ٹانڈائٹر نے انھیں میرمولود لکھنے کے لیےخواب میں کہا۔

قادر میصوفیہ کے حلقوں میں امام برزخی (م۲۲کاء) کا مولود النبی بڑے شوق سے پڑھاجاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی نشتیں'' لیلیہ'' (ہمارے ہاں شینہ کی طرح جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) کہلاتی ہیں۔ جاتا ہے) کہلاتی ہیں۔ 'لیلیہ' میں مولود کے ساتھ ذکر اور دوسری مدحیہ منظومات بھی پڑھی جاتی ہیں۔ علوی (حضری) طریقہ میں علی ابن مجمد الجشی کا مولود نسمط الدرز پڑھا جاتا ہے جو مولود الجشی' کے نام سے مشہور ہے۔' تیجانی' طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں، اس لیے تیجانیہ سلسلے میں مولود کی جگہ جو ہر قالکمال' کا ورد مقبول و ستعمل رہا۔ اس سلسلے کے معتقدین کے نزد یک اگر جو ہر قالکمال کو اس کے ضروری لوازمات، شرائط اور احتیاط کے ساتھ سات بار پڑھا جائے، تو اس کی ساتھ سات بار پڑھا جائے، تو اس کی ساتھ سات بار پڑھا جائے، تو اس کی ساتھ سالہ ساتھ کے معتقدین اسے سلسلہ ساتھ ہیں قرائت کے دوران خود حضور اکرم خالاتے ہیں۔ بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن المختار دو العالیہ (م ۱۸۸۲ء) نے 'مولد انسان الکامل' کے نام سے ایک مولد لکھا۔

مغرب میں صوفیہ کی مجالس میں میلا دخوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کرلی۔ یہاں حضور اکرم ٹائیا کی مدح وتوصیف میں قصائد کی صورت میں اظہار عقیدت ومحبت کا رواج ہوااور قصیدہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت بیقصیدے ترنم وکن کے ساتھ پڑھتی۔

عہدِ سلطنت میں میلادی روایات کے عناصر

برصغیری جبتی بھی قدیم سے قدیم تر خانقا ہیں ہیں سب خانقا ہوں کی اعراس کی تقریب میں محافلِ میلا داور مجالسِ میلا دکی روایت ایک قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ گویا مشاک نے اپنی خانقا ہی روایات میں محافلِ میلا دکی روایت کوایک متوارث عمل کے طور پر انجام دیا ہے جس کی وجہ سے عافل کی بیروایت آج بھی ہر خانقاہ میں توارث اجاری وساری ہیں۔ تفصیلات سے گریز کر وجہ سے عافل کی بیروایت آج بھی ہر خانقاہ میں لور شمولات کو ذیل میں درج کیا کرتے ہوئے صوفیہ کے رہائی میں درج کیا جارہا ہے جس کے مطابع سے بیرواضح ہوگا کہ برصغیر میں ہرعہد میں صوفیہ کے رہاں میلا دکی روایت توارثاً قائم رہی عبد سلطنت کے ایک معروف شیخ طریقت مخدوم جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین بھی کر شاندہی کرتے شرف الدین بھی طریقت مخدوم ہیں ارشا دفر ماتے ہیں:

انبارخانے کی حیبت کے اویر بعد نمازعشا حضرت مخدوم تشریف فر ماتھے۔ پچھ خاص احباب السمجلسِ مبارك ميں حاضر تھے اور حضرت رسالت پناہ کا ایکٹا کے عرس اور وصال کا ذکر ہور ہا تھا۔حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ تفسیر زاہدی میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ٹاٹٹاؤیٹر کا وصال ماہ رہیے الاوّل کےابتدائی ایام میں دن میں ہوا تھا۔اور وصال کے بعد سے صحابہ کے ورمیان فن کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں فن کریں۔مہاجرین کہتے متھے کہ مکہ میں فن کریں کیوں کہ رسول اللّه صاّبتۃ الیّام کا مولد ومنشا (جائے پیدائش) مکہ میں ہے۔ اصحابِ انصار کہتے تھے کہ مدینے میں فن کریں کیوں کہ اسلام کا ظہور کامل مدینے میں ہوا تھا اور صحابہ میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ بیت المقدس میں فن کریں کیوں کہ رسول الله سلاتیا ہی کے آبا و اجداد وہاں مدفون ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم پیغمبر اور دوسرے پیغمبران۔اس کے بعد ابو بکر صدیق نے فرمایا اس ضمن میں کہ رسول اللہ صافح الیابی نے کیے سے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں تشریف لائے۔اہل مدینہ نے ان کا استقبال کیا اور جان ومال اور مال واسباب کے ساتھ حضور سائٹھ آیا ہی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور ہرایک بیعرض کررہا تھا کہ اگررسول اللد حالی آیا ہم میرے گھر میں اترین توبیہ میری سعادت ہوگی۔رسول الله سالتیاتیا نے سبھی کی دلداری کا خیال فرماتے ہوئے مجھی کودعا وَں سے نوازا کشمھیں اللّٰداس کا بہتر صلہ عطافر مائے۔

رسول اللَّه تَانِيلَةٍ كَسِي كَ كُفر مِين نهيس الرّے _اس كے بعد مبارك اونٹني اسى جگه کہ جہاں اس وفت رسول اکرم صابعۃ الیالم کا روضۂ مبارک ہے بیٹھ گئ ۔رسول اکرم سالٹھا پہلے نے ارشا دفر مایا کہ بیمیری جائے قیام ہے اور میرا مدفن ہے۔اس کے بعد سبھی لوگ لینی مہاجرین وانصار اس حدیث پر راضی ہو گئے کہ تدفین بھی مدینے میں ہوگی۔رحلت کے دوسرے روز مدینہ میں آپ کو فن کیا گیا۔ وصال کے بعد صحابہ کے درمیان خلافت کے مسئلے میں اختلاف پیدا ہوا کہ رسول اللہ مَاللَّهِ إِنَّا كَا (انتظامی امور میں) خلیفہ کون ہوگا؟ کچھ مہا جرصحابہ کہتے کہ مہاجرین میں سے ہوگا اور کچھانصار صحابہ کا کہنا تھا کہ خلیفہ انصار میں سے ہوگا اور بعض صحابہ درممانی راستہ نکالتے ہوئے کہتے تھے کہ ایک مہاجر ہواور دوم اانصار میں سے ہو۔اس اختلاف میں نو دن گزر گئے ،اوران نو دنوں میں بھی موجود صحابہ ترم نبوی میں رہے۔روز اندان میں سے ہرایک پچھ طعام کا انتظام رسول اللہ صافح تنایا پیم کے نام يرجو كي كه موجود موتا اس سے كرتا تھا، اور رسول الله صافيقيالية ك كاشانة مبارك ميس اتنااسباب كهال تفاكه سارے لوگوں كے كھانے كا انتظام كياجا تا۔ الغرض نو دنوں کے بعد صحابہ میں سے ہرایک نے اس بات پر استدلال کیا کہ جب حضرت رسالت پناه صلَّ بنذاتيكِم ير مرض وصال غالب مهوا، اور مرض كي تكليف كى وجه سے مسجد ميں آپ تشريف نہيں لاسكتے تصر تو آپ كى موجودگى میں کے مجال تھی کہ امامت کرتا! جب نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال نے آپ سانتفاليلم كى بارگاه ميں حاضر ہوكرعض كيا كه نمازكي امامت كرنے كاكس كوتكم ويا جار ہاہے؟ حضرت رسالت پناہ ساتھ اُلیکٹم نے اشارہ فرمایا، ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز کی امامت کریں۔حضرت بلال نے بیتکم امیر المومنین حضرت الوبكر صدیق رضی الله عنه کو پہنچایا اور انھوں نے امامت کی ۔اس بات پر صحابہ نے استدلال کیا کہ پنجبرخدا سالٹھا کیا ہے ابوبکرصدیق کونمازی امامت کا حکم دیا جو دین کے ارکان میں ہے ایک ہے۔اوراس کام میں ان کوامین بنایا اورایٹا خلیفہ بنایا کہوہ نماز کی امامت کریں۔لہذا جب دین کے کام میں ان کوامام اور امین بنایا تو دنیا کے کام میں بدرجہاولی وہ ہمارے امام ہوں گے۔اس پرسجی مطمئن ہو گئے اورا تفاق ہو گیا اور حضرت ابو بکرصد لق رضی اللہ عنہ کی خلافت یرا جماع ہوگیا۔اس کے بعدخلافت ان پرمتعین ہوئی۔

وصال کے بعد دوروز دفن کے اختلاف میں گزرا، اور نوروزاس (نیابت وخلافت)
کا ختلاف میں گزرے اس طرح کل گیارہ دن گزرے اور بارہویں دن جب
کہ خلافت کا اختلاف ختم ہوگیا اور ابو بکرصد این مامور ہو گئے تو ابو بکرصد این رضی اللہ
عنہ نے رسول اللہ کا تیا ہے گئی کی روح پُرفتوح (کے ایصال پُواب) کے لیے کھانا بنوا یا
اور کھانا اتنی مقدار میں بنا کہ سارے باشندگان مدینہ کے لیے کافی ہوگیا۔ مدینے
کے لوگوں میں اس (تقریب) پرشور اُٹھا کہ آج کیا ہے؟ تو ابو بکرصد این نے
ارشاوفر ما یا کہ "اَلْیَوْمُ عُرُسُ رَسُولُ الله، اَلْیَوْمُ عُرُسُ رَسُولُ الله علیہ الله علیہ کا قبال الله علیہ کا میں ہورہوا۔ (خ المعانی عرب ہورای لیے
بارہویں (رہے الاول شریف) کاعرس مشہورہوا۔ (خ المعانی میں: ۱۱ تا ۱۱۲)

عہد سلطنت کے مذکورہ معرُوف جلیل القدرصوفی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت مخدوم جہال کے مندرجہ بالا اقتباس کے بعد محفل یوم النبی کے توارث واحترام پرمزید کسی دلیل یا شہادت کی ضرورت نہیں۔البتہ شاتقین پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب' مسلاطین وہلی کے مذہبی رجحانات' کے مطالعے سے صوفیہ اور سلاطین کے بیہال یوم النبی ،میلا دالنبی ،محافل میلاد ،مجالس میلاد ،محافل الیصالی تو ابیاں اور احترام وعظمت رسالت کے بہت سے واقعات اور شواہدیا سکتے ہیں۔

سردست عہدسلطنت ہی کے ایک عظیم حکمراں سلطان سکندرلود نفی (۱۳۸۹ء-۱۵۱۷ء) کے یہاں یوم النبی کی عظمت واحترامِ رسالت پر ُوا قعات مشاقی 'مؤلفہ شخ رزق اللّٰد مشاقی سے درج ذیل إقتباس دیکھئے:

بہج بنیں کردندو درمتور بود کہ دوزعیدین وایام عاثوراو بنگام وفات رسول الله طی الله علی الله معلیہ وسلم بندیان راآ زاد می فرمود ند " (واقعات مشاتی بسس ۲۳ باب دوم) مرجمہ: اور بید دستور تھا کہ عیدین کے دن اور عاشورہ کے ایام میں اور حضورا کرم ساتھ آیا ہے کہ وصال کے دن وہ (سلطان سکندرلودھی) قیدیوں کوآ زاد کرتے تھے۔ "ودرایام بنگام وفات حضرت رسول الله کا این تاد واز ده روز ہرروز دو ہزار متعکم راطعام می پختند وروز اول و درروز آخر چہار ہزار تنکه راالوان طعام وطوا ہای گونا گول مہیا ومرتب می ساختند معلوم است کہ چہار ہزار تنکہ آن وقت چہ مقدار امروز باشد " (نفس مصدر سے ، ۲۷ باب دوم) اور حضرت رسول آکرم ساتھ کے دوں میں بارہ دن تک روز اندو و اور حضرت رسول آکرم ساتھ کے کرنی کا نام) کا کھانا بگواتے تھے اور میرار شیکے دون تک روز اندو و ہزار شیکے دول میں بارہ دن تک روز اندو و ہزار شیکے دول میں بارہ دن تک روز اندو

پہلے اور آخری دن میں چار ہزار تنکہ کامختلف انواع واقسام کا کھانا اورطرح کا حلوہ (باوشاہ سکندرلودھی کی طرف سے) بنوایا جاتا تھا۔اس ونت کے چار ہزار سکتہ کے موجودہ مقدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ن واو در هر دوشنبه ختم درو دلکه بارمی خواندند و بروح حضرت رسول الله تا این چهار صد سنگه را برخ می پختند و درروز پنجشنبه ختم اخلاص یک لکه بارمی کرد و بدروح حضرت غوث انتقلین چهار صد سنگه را حلوا می پختند، این دوعرس در هر هفته لازم بود _زبی خوبی وقت و پاکی زمانه که بادشاه آنچنان و عهده داران چنین و سپاهیان این نوع! "(نفس مصدر ص ۷۵، باب دوم)

اور وه (سکندر لودهی) هر بیر کوایک لا که مرتبختم در ودکرتا تھا اور حضرت رسول اکرم سان آلید کی دوح پرفتوح کے لیے چارسو تنکہ کا چاول پچواتا تھا اور جمعرات کے دن ایک لا که مرتبہ سور اخلاص کاختم کرتا تھا اور حضرت غوث التقلین کی روح پُرفتوح کے لیے چارسو تنکہ کا حیاس ضور دری تھا۔ کیا ہی بہتر وہ زمانہ اور وقت تھا جس میں بادشاہ عہد ہے داران اور عسکری اس صفت کے حامل تھے۔ اور وقت تھا جس میں بادشاہ عہد ہے داران اور عسکری اس صفت کے حامل تھے۔ "در جو پُرورع سحضرت رسالت پناہ کا این آئے کہ کہ درہ ہو دو، چہارصد من مصری راحلوا و شربت شدہ بود۔ طعام راہم بر این قیاس باید کرد کہ چہمقدار باشد۔ چون پاسی از شب می گذشت، خود با یک دوخاد مان بیرون می رفت و یک دیگ پُر از طواو یکی پُر از برخج فی رئید ہو دینہ بیاں نقرہ ہمراہ داشت۔ در ہر کوچہ و گوشہ و بینغولہ فقیران می یافت۔ چہ بعداز آن چند تنکہ با بالای علوا می نہاد و بالای آن برنج می ریخت و بداو می داد و می بعداز آن چند جمیشدا بین رسم لازمی او بود ۔ تا آنکہ ظعام و علوا تمام می شد و بدرہ خالی می گذشت تا آنکہ ظعام و علوا تمام می شد و بدرہ خالی می گذشت تا آنکہ ظعام و علوا تمام می شد و بدرہ خالی می گذشت دا آنکہ دید جمیشدا بین رسم لازمی او بود ۔ تا آنکہ ذیرہ بود در ضدمت فقر ابود ۔ "رنفس مصدر، علی می سراہ می اورہ میں ہوں کا میاب دوم)

جو نپور میں (بادشاہ سکندر لودھی) حضرت رسول اکرم مٹائٹائیلیم کا عرس کیا کرتا تھا۔جس میں چارسومن مصری کا حلوہ اور شربت تیار کیاجا تا تھا۔ کھانے کو بھی اسی پر گمان کرنا چاہیے کہ وہ کتنی مقدار میں پکتا ہوگا۔ جب رات میں سے ایک پہرگزر جاتا تو خود بادشاہ ایک دو خدام کے ساتھ باہر ٹکلتا۔ اور حلوبے سے بھری ہوئی ایک دیگ اور چاول سے بھری ہوئی ایک دیگ اور چاندی کے تکوں کی تھیلیاں ساتھ رکھتا تھا۔ ہرگلی کو پے اور موڑ پر جہاں وہ فقیروں کو پاتا، چاہے وہ تندرست ہوں یا بیمار آھیں آ ہستہ سے بیدار کرتا تھا اور ان سے پیالہ طلب کرتا۔ پہلے اس میں حلوہ ڈالٹا پھر پچھ تنکہ حلوے کے اوپر رکھتا اور اس کے اوپر چاول ڈالٹا، اور فقیر کو بید کہ کر دیتا کہ تو جہ کے ساتھ کھانا۔ یوں ہی اس قسیم کا کمل اس وقت تک جاری رکھتا جب تک کہ کھانا اور حلوہ ختم نہ ہوجاتا اور تھیلی خالی نہ ہوجاتی ۔ ہمیشہ بیرسم اس کے لیے لازی تھی جب تک زندہ تھا فقراکی خدمت کرتا رہا۔

مذکورہ بالاحوالہ جات سے بتانا یہ ہے کہ یوم النبی کا احترام اور محافلِ میلا دکی روایت جس طرح مشائخ کے بیمال رائج اور معمولات کا حصہ تھی اسی طرح جب حکومتیں مستظم ہوتی گئیں تو سلاطین کے بیمال بھی میلا دی عناصر اور یوم النبی کے احترام کی روایت اور اس موقع سے مختلف رفاہی اور سابی تبریات کی روایتیں دیکھنے کو لمتی ہیں۔

'وا قعاتِ مِشَا قی'کے حوالے سے پروفیسر سیر مجموع الدین صاحب لکھتے ہیں: ''وا قعاتِ مِشَا قی' سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سکندر لودھی میں قدم گا ورسول اللہ مُنْ اللّٰهِ اللّٰهِ مِن ہر جمعرات کومجلس ہوتی تھی۔'' (ہماری تہذیبی تاریخ ہم اسا) .

مغلبيه عهديين ميلادي روايات

عہد سلطنت کے بعد جب مغل حکمرانوں کا زمانہ آیا تواس مغل دور میں بھی میلا دی عناصراور یوم النبی کے موقع سے مختلف تقریبات و تبرعات کی انعقاد کے روایات عہد سلطنت کی طرح مغل عہد کے سلاطین کے علاوہ اس دور کے صوفیہ ومشائخ کے یہاں بھی ان کی خانقا ہی اور انفرادی روایات میں اس کی بہت می نظیریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مغل سلاطین کے علاوہ میلا دی عناصراور یوم النبی کے موقع سے تقریبات اور اطعام طعام کے اہتمام پورے جوش وخروش اور والہانہ جذبے کے ساتھ اس دور کے صوفیا مشائخ اور عوام میں بھی منانے کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

معروف مورخ ملاعبدالقادر بدایونی کے مطابق بادشاہ ہمایوں نے قندھار کے ایک عالم دین حضرت مولا ناعلامہ زین الدین مجمود کمان گربہدائی سے ملاقات کی جس کی تفصیل ملاعبدالقادر بدالیونی اس طرح لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ہما یوں نے حضور اکرم صابعتیٰ آیکی کے نام پر کھانا کیوایا اور مولانا کی دعوت کی۔ ہاتھ میں چراغ اُٹھالیا دعوت کی۔ ہاتھ میں چراغ اُٹھالیا اور طشت ہیرم خان نے سنجالا۔'' (منتخب التواریخ ،ص ۱۹-۳۹)

مذکورہ بالاحوالے میں ہما ہوں بادشاہ کاحضورا کرم ساتین آیتی کے نام پر کھانا پکوانا اور عالم دین کو کھلانا پیجی ذکر رسالت مآب ساتین آیتی ہی کی ایک مختل ہے جو محفل میلا دکی مختلف قسموں میں شامل ہے۔ عہد مغلیہ کے ایک معروف شیخ طریقت اور محدث محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں میلا دوقیام کے تعلق سے اپنامعمول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میراکوئی عمل ایسانہیں ہے جسے آپ کے در بار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلا دے موقع پر میں کھڑے ہوکر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی و انکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک مائی الیہ پر درود وسلام بھیجنا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سامقام ہے جہاں میلادِمبارک سے زیادہ خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین! مجھے پکایقین ہے کہ میرا میگل بھی بے کار ضحائے گا بلکہ یقینا تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جوکوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ بھی مستر زنہیں ہوسکتی۔' (اخبارالاخیار، ص۲۰۵)

بیشخ عبدالحق محدث وہلوی، عهد مغل کی وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جھوں نے مغل سلاطین میں اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد کواچھی طرح ویکھا ہے۔ ان کی اس عبارت سے تاریخی طور پر سوادا عظم کے علاومشائخ کاعمل میلا دالنبی کے حوالے سے عہد شاہجہاں تک متوارث نظریہ سامنے آتا ہے۔ خانقا ہوں میں محفل میلا د کے لیے دائی انتظامات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے پر وفیسر خانقا ہوں میں محفل میلا د کے لیے دائی انتظامات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے پر وفیسر

ا بناسفور والكصى ببي:

'' سلاطین و بلی کے آخری زمانے تک مزاروں کی سادگی ختم ہوچی تھی۔ مکعب حارد بواری پررکھے گئے، گذبہ پر شتمل سادہ مقبروں کی جگہ الیم عمارتیں بن کشین جہاں عبادت اور رسوم دونوں کی ادائیگی کا بندوبست تھا۔ اس عمارت میں گذبہ سلے موجود قبر کے علاوہ مینار سے مزین مسجد، سجادہ نشیں کی رہائش گاہ، درویشوں کے جمرے، مجالس اور ساع کے لیے ہال، مولود اور عرس کے لیے درویشوں کے جمرے، مجالس اور شاع کے لیے ہال، مولود اور عرس کے لیے صحن، ذائرین کے لیے مہمان خانہ اور آنگر خانہ بھی شامل ہوگیا۔'' (برصغیر کے ادلیا اور ان کے مزار میں اس)

ان کے علاوہ قابل ذکر ہیہ ہے کہ خانوادہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وخانوادہ شیخ مجد دالف ثانی کے علاوہ خانوادہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی میں محافل میلا دکی میروایت نسلاً بعد نسل قائم رہی۔ شاہ ولی اللہ کے والدگرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی (پ ۔ ۱۹۳۳ھ/ و۔۱۵۱۸ء) خود شاہ ولی اللہ محدث وہلوی ، ان کے صاحبزاوے شاہ عبدالعزیز محدث وہلوی نے اپنے اپنے دور میں میلاد کی روایت کو قائم رکھااوراس پرعامل بھی رہے جس کا ثبوت انفاس العارفین ، القول الحبلی ، فیوض الحرمین اور قائم رکھااوراس پرعامل بھی رہے جس کا ثبوت انفاس العارفین ، القول الحبلی ، فیوض الحرمین اور قائم وی غیرہ میہ وقائم ۔ حضرت شاہ ولی اللہ (پ ۔ ۲۰۱۳) او۔ ۱۲۲۲) کھتے ہیں :

امر مقرون در در ایام وفات حضرت رسالت پناہ کا شیائے چیز ہے فتوح نہ شدکہ نیاز اس حضرت طعامی پختہ شود ۔ قد رہے خود کر یال وقندسیاہ نیاز کردم ۔ شب درواقعہ دیم محضول اور شاہد کے وہنا شت اقبال فرمود ندوا ل میال آل نخود وقند کی خیزمع وض کا دائد۔ و درا س میال آل نخود وقند کیزمع وض کا دائد۔ و بینا شت اقبال فرمود ندوا ل راطبی دندو جیزے آل تناول کردندو باقی دراصحاب قسمت فرمود ہودا آل راطبی دندو جیزے آل تناول کردندو باقی دراصحاب قسمت فرمود ہائد۔ "

(انفاس العارفين ،ص٣٢)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث وہلوی مجلسِ میلاد میں انوار ورحت کی بارش کا مشاہدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں مکہ معظمہ میں نبی سائٹ آئی ہے کہ مقام ولادت پر حاضر ہوا تھا۔ بیدن آپ
کی ولادت مبارک کا دن تھا، اورلوگ وہاں جمع تصاور آپ پر ورود وسلام بھیج
رہے تھے اور آپ کی ولادت پر آپ کی بعثت سے پہلے جو مجر ات اورخوار ق
ظاہر ہوئے تھے ان کا ذکر کرر ہے تھے۔ میں نے ویکھا کہ اس موقع پر یک
بارگی انوار روشن ہوئے۔ میں کہ نہیں سکتا کہ ان انوار کو میں نے جسم کی آئکھ
سے ویکھا یا ان کا روح کی آئکھ سے مشاہدہ کیا۔ بہر حال اس معاملہ کو صرف
اللہ ہی جانتا ہے کہ جسم کی آئکھ اور روح کی آئکھ کے بین بین کون سی جس تھی
جس سے میں نے ان انوار کو ویکھا۔ پھر میں نے ان انوار پر مزید تو جہ کی تو
مجھے اُن فرشتوں کا فیض اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی
مجالس پر موکل ہوتے ہیں۔ الغرض اس مقام پر میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے
انوار بھی رحمت سے خلط ملط ہیں۔' (فیض الحرمین اردو، میں 110)

حضرت شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحب زاد ہے سراج الہند حضرت مولا نا شاہ عبد العزیز دہلوی (پ۲۶ ۱۲ / و۔ ۱۸۲۳) کے فقا و کی عزیز ی'مجموعہ فقا و کی میں مرقوم ہے: ''سوال: میلادی اورعشره محرم کی مجالس منعقد کرنا کیساہے؟'' اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب وہلوی ارشاد فرماتے ہیں: بالفعل جو پچھ معمول اس فقیر کا ہے لکھتا ہے۔اسی سے قیاس کر لینا چاہیے۔سال میں و مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکرِ وفات شریف اور مجلس شہادتے حسین '' (قادئی عزیزی اردوم ۱۹۹)

سراج الہندشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے اس جواب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے مکان پرمحفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے ''مجلس ذکرِ وفات شریف''کالفظ میلاد کے حوالے سے استعمال کیا ہے۔ صوفیہ کے یہاں انہیا اور اولیا کے یومِ ولادت اور یومِ وصال دونوں باعثِ برکت اور باعثِ خیر ہیں۔ کیوں کے قرآن کا ارشاد ہے:

وَسَلَاهُ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَا وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورهم يم: ١٥)

اور پیمیٰ پرسلام ہوان کے میلا د کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں گے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہرالقادری)

وَالسَّلَامُ عَلَى يَوْمَرُولِدتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أَبْعَثُ حَيًّا (مريم: ٣٣)

اور مجھ پرسلام ہومیرےمیلا دکے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اُٹھا یا جاؤں گا۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

پیش نظر آیات کے مطابق علی مشائخ طریقت اور اولیائے ملت اسلامیہ نے یوم ولادت النبی اور یوم ولادت النبی اور یوم وسال النبی کومجلس میلاد میں شامل کیا ہے، اسی لیے برصغیر کی خانقا ہوں میں 'بارہ وفات' کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی رہی ہے۔عید میلاد النبی کی اصطلاح بھی اسی مفہوم میں شامل ہے۔

اصطلاح بی استعال ی جای ربی ہے۔ عید میلادا بی کی اصطلاح بی ای سہوم میں شال ہے۔

نقشبندی سلسلے کے معروف شیخ طریقت امام ِ ربانی مجد دِ الف ثانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔ نقشبندی مجد دی سلسلے کے قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سر ہندی علیہ الرحمہ محفلِ میلاد کی انعقاد کے متعلق اپنے چھا حضرت شیخ محمد ہادی علیہ الرحمہ کے ایمان افروز الہام بیان کرتے ہیں۔ اس ایمان افروز الہام کے متعلق آپ کے ارشاد کوفل کرتے ہوئے روضة القیومیہ کے مولف لکھتے ہیں کہ عید میلا دالنبی کی تقریبات کے اہتمام کے حوالے سے حضرت قیوم رابع رضی اللہ عند فرماتے ہیں کہ میرے چیا شیخ محمد ہادی نے مجھ سے فرمایا کہ:

''میں حضرت مروج الشریعت کا عرب ۱۹ رر بیج الاول کو بڑے پر تکلف انداز میں کیا کرتا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اسی مہینے میں ہمارے محبوب کا عرب ہے اور اس میں تیرے باپ کا تو اپنے باپ کا عرب کرتا ہے کیکن ہمارے محبوب کا عوس نہیں کرتا، بیالہام ہوتے ہی مجھ پررعب ساچھا گیا۔ میں نے ۱۲ رہی الاول کو جناب سرور کا گنات گائی کا عرس مقرر کیا اور جوثو اب مجھے اس عرس سے حاصل ہوا ، اسے میں نے اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ ۱۹ ررئیج الاوّل کو بھی طعام پکا کرلوگوں میں تقسیم کیا۔' جب رئیج الاوّل کی گیار ہویں تاریخ ہوئی تو آں حضرت پر مرض کا غلبہ بہت تھا۔ آپ کی پیشانی پر ورم ہوگیا۔ اپنے فرزند کو بلا کر فرما یا کہ میری بید حالت ہوگئی ہے۔ تم جناب پنجیبر میں تو الدین کا عرس برستور کرنا۔ اس کام سے جلدی فارغ ہونا کیوں کہ اور کام در پیش ہے۔ صاحبزادوں نے حسب الارشاد بار ہویں رئیج الاوّل کی رات شہر کے تمام آ دمیوں کو عرس کے لیے بلا یا اور طرح طرح کے کھانے ، حلوے، شہر کے تمام آ دمیوں کو عرس کے لیے بلا یا اور طرح طرح کے کھانے ، حلوے، گرزنے پرعوں سے فارغ ہوئے تو سب وضیع و شریف آں حضرت کی گذرنے پرعوں سے فارغ ہوئے تو سب وضیع و شریف آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ، آپ نے سب کورخصت کیا۔''

(روضة القيومية،مترجم،ص ٢٣-٣٢٢، جلدوم)

محافل ميلاد پراعتراضات

خانوادهٔ شاہ ولی القدمحدث دہلوی کے ایک فرد مولانا اساعیل دہلوی (پ: ۱۸۲۹ء) ایم ۱۷۸۱ او۔ ۲ مرمی ۱۸۳۱ء) نے بہادرشاہ ظفر (پ: ۱۸۲۸ کتوبر ۱۷۵۵ء) و۔ ۲ مرنومبر ۱۸۲۲ء) کی تخت نشینی کے راکتوبر ۱۸۳۵ء سے بہلے ہندوستان میں افتر اقب بین المسلمین کا جو بچے ہویا تھا، اس سے متاثر ہوکر کچھلوگ اہل سنت کے اس متوارث معمول محافل میلاد کے انعقاد و قیام کو لے کر بھی انکاری ہوئے۔ بہادرشاہ ظفر نے اپنے عہد کے مشہور اور جلیل القدر عالم دین سیف القد المسلول حضرت شاہ فضل رسول قادری بدایونی سے میلادو قیام کے تعلق سے تاریخی استفتا کیا جس کا جواب انصوں نے بروقت دیا جو جوازِ میلاد پر تاریخی فتو کی کے نام سے معروف اور مطبوعہ ہے۔ بیفتو کی ماہ جمادی الثانی ۱۲۹۸ھ/ مارچ ۱۸۵۲ء میں (انقلاب ۱۸۵۷ء سے پانچ سال قبل) دارائکومت شاہجہاں آباد محلدزینب باڑی مطبع مفید الخلائق سے شائع ہوا۔ (تاریخی فتو کی ص

شاہ اساعیل دہلوی کی' تقویۃ الایمانی'' فکر سے متاثر ہوکر بعد کے عہد میں لوگوں نے بہت سے مراسم اہلِ سنت کے ساتھ اسلام کی اس تہذیبی وثقافتی روایت کے خلاف بھی شب خون مارے تو اس ثقافتی روایت کی تائید میں اہلِ سنت کے بہت سے علمانے عالمانہ ومحققانہ کتابیں کھیں۔

قرآن كاتصور عبيد

برطانوی عہدی پیداوار' اصحابِ توحیدوسنت' ، ولا دستِ نبوی کے لیے مستعمل سوادِ اعظم کی اصطلاح ''عیدمیلا دالنی' پر اعتراض وارد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام ہیں صرف دو ہی عیدیں ہیں: (۱) عیدالفطر اور (۲) عیدالاضحی ۔ اس کے علاوہ اسلام ہیں کسی تیسری عید کی نہ کوئی شعور ۔ گر اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید، برصغیر کے استعاری'' اصحابِ توحید وسنت' کی اس فکری تعبیر کوسرے سے تسلیم ہی نہیں کرتی ہے۔ قرآن میں خود اللہ تعالیٰ بربان حضرت عیسی علیہ السلام ارشاوفر ما تاہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا آنْوِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِنَ الشَّمَاءَ تَكُوْنُ لَنَا عِيْسًا لِاَوَّلِنَا وَاخِرِنَا وَايَةً مِنْكَ وَارُزُ قُنَا وَٱنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ (سورة المائده: ١١٣)

الف) عیسی ابن مریم نے دعا کی اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پرآسان سے کھانا نازل فرما کہ وہ ہمارے لیے بعنی ہم میں جواق ل ہیں اور جو بعد کے ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہوجائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہوجائے اور تو ہم کورزق عطافر مادے اور توسب عطاکرنے والوں سے اچھاہے۔ (احسن البیان، جونا گڑھی)

ب) عیسی ابن مریم (علیہاالسلام) نے عرض کیا: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل فرمادے کہ (اس کے اتر نے کا دن) ہمارے لیے عید ہوجائے ہمارے الگوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہواور ہمیں رزق عطا کراور توسب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القاوری)

'احسن البیان کے مترجم مولا نامحر جونا گڑھی صاحب نے "تکُون کَنَا عِیْںاً "کا ترجمہ ''ایک خوشی کی بات ہوجائے''کیا ہے۔اگر چہاس کے مفسر حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے اس کی تفسیر میں اپنے عقیدے کا ظہار بڑی چا بک دئی سے کیا ہے۔ان کے تفسیر کی الفاظ کے بیجے وہم سے ایسا لگتا ہے کہ قرآن حافظ صلاح الدین صاحب کے منشا کے مطابق نازل ہونا چاہیے تھا۔ گرایسا نہیں ہوسکا۔قرآن نے نزولِ ماکدہ کے دن کو لفظ عید سے تعبیر کیا ہے، اسی لیے اہلِ عرب عشرت وشاد مانی کے دن کو عید سے تعبیر کرتے ہیں۔ تمام عرب ممالک اپنے ملک کے قومی دن کو 'العیدالوطنی' کے نام سے مناتے ہیں، جیسے:

ا العيدالوطنى الكويت ٢٥/فرورى ٢٦ العيدالوطنى السعودية العربيه ٢٦ رتمبر

۳-العيدالوطنى سلطنة عمان ١/ومبر ٢-العيدالوطنى لدولة الإمارات ٢/ديمبر ۵- العيدالوطنى البحرين ٢/ديمبر ٢- العيدالوطنى القطر ١٨/ديمبر

اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لفظ عید کا جومفہوم برصغیر کے استعاری دور کی پیداوار ''احسن البیان' کے مترجم اور مفسر سمجھ رہے ہیں وہ مفہوم عرب ممالک والے کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں؟ خود قرآن کریم نبی کریم صلی آئیا ہم کی دنیا میں تشریف آور کی پرمونین کوخوش منانے کا حکم دیتا ہے:

قُلْ بِفَضُلِ اللهِ وَبِرِ حَمَّتِهِ فَي زَلِكَ فَلَيَهُ وَ وَاهُو حَمْيُرُ مِمَّا يَجْهَعُونَ (سورة يونس: ۵۸)

فرماد يجيد: (بيسب يجه) الله كفشل اوراس كى رحمت كے باعث ہے (جو بعث محمد ک سُنْ اَلَهُ عَنْ فَرَاد يَجِمَ بِهِ بِهُ الله عَنْ اوراس كى رحمت كے باعث ہے (جو بعث محمد ک سُنْ اَلَهُ عَنْ فَرَاد يَعِمَ بِهِ بِهُ اِلله عَنْ مِهُ اوران کو چاہيے کہ وہ اس پر نوشيال منا ئيں ، بياس (سارے مال ودولت) ہے کہيں بہتر ہے جے وہ جمع کرتے ہيں۔ (عرفان القرآن)

آيتِ مَدُورہ مِيں ﴿فَلْيَهُو مُولِ ﴾ وارد ہوا ہے ، لين حضور كى بعثت برمونين خوشيال
منائيں ۔ اسى ليے اس آيت كے حكم كے تحت سوادِ اعظم عيدميلا دائني كى اصطلاح بھى استعال
کرتا ہے جوقرآن وسنت كے مطابق ہے ۔ اب اس آيت كے حكم كے مطابق ولا دتِ نبوى كے يوگارى موقع پرمونين توخوشيال مناتے ہيں ، مگر جولوگ نبى اگرم الله الله كا كو ولا دتِ باسعا دت كے موقع پرخوشيال منا نے ہے مونين كوروكة ہيں وہ اس آيت كے حكم ہے كيوں اپنے آپ كو خارج موقع پرخوشيال منا نے ہيں موقع پرخوشيال منا نے ہيں وہ اس آيت کے حکم ہے كيوں اپنے آپ كو خارج کے موجوبيں ، وہ خود ہى بہتر جانے ہيں ۔

ہم اگرعرض کریں گے تو شکایت ہوگی

قرآن كاتصورا وإب مجلس

دینِ اسلام ایک مکمل ضابط محیات ہے۔ قرآن وسنت اس نظام ضابط محیات کی رہنمائی

کرتے ہیں۔ مجلسِ میلاد میں اصحاب توحید وسنت کے لیے سلام وقیام بھی ایک بہت بڑا مسئلہ
ہے۔ اس کی مخالفت میں موحدین کی جماعت بہت سرگرم نظر آتی ہے۔ بانی جماعت اسلامی
علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہے کسی نے مولود شریف اور قیام کے مسئلے کے متعلق بوچھا:
موال: آپ کی رائے میں کیا مولود شریف پڑھنا جائز ہے اور کیا اس میں تعظیماً
کھڑا ہونا بھی جائز ہے؟

جواب: مولودشریف جس چیز کا نام ہے دراصل اس سے مراد ذکر رسول کا تاہ اور

سیرت رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا بیان ہے۔ اس کے جائز ہی نہیں کار تواب ہونے میں بھی کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ البتہ اس میں غلط اور موضوع روایات بیان کرنا درست نہیں۔ اور مولود کی محفلوں پر اگر اعتراض ہوسکتا ہے تو اسی پہلو سے ہوسکتا ہے۔ رہاسلام کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا تو نہ بیفرض وواجب ہے کہ ہر آ دمی کو اس پر مجبور کیا جائے اور نہ کھڑے ہونے والے کو ملامت کی جائے۔ نہ حرام ہے کہ جوابیا کرتا ہے اس کی ملامت کی جائے۔ نہ پر کھڑا ہوتو کو کئی مضا گفت نہیں ۔ لیکن اس کے لازم اور ضرور کی نہ ہونے کا ثبوت تو ہم ہر روز ن قبی وقت نماز میں ویتے ہیں۔ تشہد میں ''المسَدَّام عَلَیْکَ اَیُھَا النّبِئ وَ بَرِ کُون صاحب پڑھا کرتے ہیں؟ سب کر خور کو بیٹھ کر ہی پڑھا کرتے ہیں؟ سب کو بیٹھ کر ہی پڑھا کرتے ہیں اور بیت شہد خود رسول اللہ کا سیانیا ہوا ہے، اس کو بیٹھ کر ہی پڑھا ور کی تشہد خود رسول اللہ کا سیایا ہوا ہے، اس لیے جولوگ اس کے ضروری ہونے پر زور در دیتے ہیں ان کو بھی اپنے مبالغے سے باز آ جانا چا ہے کیوں کو شریعت میں اس کے لزوم کا کوئی شوت نہیں۔

(تصریحات، ۱۳۵–۲۳۵)

علامہ مودودی صاحب نے اپنے اس جواب میں بہت معتدل اور شبت رویدا پنایا ہے اور یقینا مودودی صاحب اپنے اس جواب کے لیے سوادِ اعظم کی جانب سے شکر پر کے ستی ہیں کہ انھوں نے میلا دوسلام اور قیام کے منکرین کے سامنے نہ تو مرعوب ہوئے اور نہ تو کتمان حق کیا، بلکہ بہت معتدل ومناسب جواب دیا اور افراط و تفریط سے روکا۔ نہ کورہ سوال اور مودودی صاحب کے اس عالمانہ جواب کو سلیم کرنے کے بعد آ ہے و کیھتے ہیں کہ قرآن کا تصورِ مجلسی آ واب کیا ہے۔ قرآن ان ارشاد فرما تا ہے:

يَااَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْ الْحَاقِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِيْ الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللهُ لَكُمْ وَالَّذِيْنَ الْمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوَتُوْا الْعِلْمَ وَإِذَا قِيْلَ انْشُرُوْا فَانْشُرُوْا يَوْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ الْمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ كَرَجَاتٍ وَاللهُ مِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِينُرُّ ولسرة الحادلان)

الف) اے مسلمانو! جبتم سے کہاجائے کہ مجلسوں میں ذراکشادگی پیدا کروتوتم جگہ کشادہ کردو۔اللہ مسمصیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہوجاؤ توتم اٹھ کھڑے ہوجاؤ ،اللہ تعالیٰ تم سے ان لوگوں کے جوابیان لائے ہیں اور جوعلم دیے گئے ہیں درجے بلند کرے گا اور اللہ تعالیٰ (ہراس کام سے) جوتم کررہے ہو (خوب) خبر دارہے۔ (احسن البیان، جونا گڑھی) اللہ تعالیٰ (ہراس کام سے کہا جائے کہ (اپنی) مجلسوں میں کشادگی پیدا کروتو کشادہ ہوجایا

کرو۔الڈ تہمیں کشادگی عطافر مائے گا اور جب کہاجائے کھڑے ہوجاؤ توتم کھڑے ہوجا یا کرو،

اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرمادے گا جوتم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم سے نوازاگیا

ادراللہ اُن کا موں سے جوتم کرتے ہوخوب آگاہ ہے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

مجلس آ داب کے متعلق قرآنی آیت کے دونوں متر جمین کا ترجمہ بغور پڑھیں۔ آپ
دیکھیں کہ آ داہ جبلس کے متعلق قرآن کا کیا تھم ہے۔ ' جب کشادگی پیدا کرنے کے لیے کہا جائے تو کشادگی پیدا کرداور جب کہا جائے اُٹھ کھڑ ہے ہوجاؤ توتم اُٹھ کھڑ ہے ہوجاؤ۔ 'اب اس قرآنی ارشاد کے مطابق اگر مولود خواں یا مقر میلا دقیام تعظیمی کے لیے اہل محفل کو اٹھ کھڑے ہوئے کی گزارش کرتا ہے تو اہل محفل کو اس قرآنی ارشاد کی تعیل میں اُٹھ کھڑا ہونا چا ہیے۔ بیتو آ داہ مجلس کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ قیامِ تعظیمی کرنے والوں کے خلاف اصحابِ تو حید وسنت ایک طویل عرصہ سے کفر ونٹرک کے نام پراپنے نفس کا خودساختہ جہاد کا حجنڈ اکیوں بلند کیے ہوئے ہیں؟ آدابِ مجلس کے متعلق وارد قرآن کے احکامات کی تعمیل ویخیل کیا نثرک و بدعت ہے؟ جو لوگ قیام تعظیمی سے نفرت اور اس سے لوگوں کوروکتے ہیں وہ لوگ قرآن کے اس ارشاد کی روشنی میں اپنے قول وقعل پراز سرنوغور وفکر کریں، یہ میری ان تمام صاحبان سے مخلصانہ گزارش ہے۔

علامہ مودودی صاحب نے نماز پنج گانہ میں بیٹے کرتشہد میں درودوسلام پڑھنے کی مثال دی علامہ مودودی صاحب نے نماز پنج گانہ میں بیٹے کرتشہد میں درودوسلام پڑھنے کی مثال دی ہے، جو بالکل درست، مناسب اور ہم سب کا روز مر ہ کامشاہدہ ہے اور اس حقیقت سے سی کو مجال انکار بھی نہیں ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ہمیں ہیں جات بھی یا در دکھنا چاہیے کہ جہال نماز پنج گانہ میں میٹر کرتے درودوسلام پڑھتے ہیں وہیں نماز جنازہ میں کھڑے ہوکر بارگاہِ رسالت مآب میں درود پیش کرتے ہیں۔ اس کے منکرین قیام تعظیمی کواس معاطع میں تشدد برشنے کی ضرورت نہیں۔

محفلِ میلا دبرطانوی ہند میں

مغل حکمرانوں کی ناابلی وعاقبت نااندیثی سے برصغیر پر جب برطانوی عیسائی تا جروں کا رفتہ رفتہ قبضہ مضبوط ہوگیا اور سازشی عیسائی انگریز جب ہندوستان کے اقتدار پر بلاشر کت غیرے متمکن ہوگئے، تو انگریز حکمرانوں اور ان کے ہم خیال عیسائی پادر یوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں مغل دور تک ہندوستان میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کی اکثریت اور ان کا غلبہ رہا۔ اہلِ تشجی پورے ملک میں ہمیشہ بہت قلیل تعداد میں رہے۔ اختلاف عقا کدواؤکار ونظریات کے باوجود بھی آپسی تفرقہ بازی کا اثر عام انسانی معاشرے پر متشددانہ صد تک نہیں تھا۔ مگر برطانوی ہندکے بورے برصغیر میں مختلف ادیان ومذاہب کے قوموں کے تک نہیں تھا۔ مگر برطانوی ہندکے بورے برصغیر میں مختلف ادیان ومذاہب کے قوموں کے

درمیان ،اور ایک دوسرے کے خلاف بھی آپسی تفرقہ بازی کی ایک عجیب وغریب لہر چلی ، برطانوی عیسائی حکمرانوں کی اس خفیہ تفرقہ بازی کی پالیسی سے ہندو مسلمان سبھی متاثر ہوئے ، صدیوں سے جاری باہمی رواداری اور آپسی بھائی چارہ بری طرح سے متاثر ہوا، نیز برطانوی حکمرانوں کے خفیہ تحریک تفرقہ بازی کے ماحول سے متاثر ہوکر اظہار آزادی رائے کے نام پر عقیدہ اہل سنت اور مراسم اہل سنت پر استعاری گماشتوں کے ذریعے ' تحفظ تو حیدوسنت' کے نام سست خون مارا گیا۔

میں نے گذشتہ اوراق میں تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ مخل میلا دکا انعقاد برصغیر میں عہدِ سلطنت سے مخل عہد تک متواتر ہوتار ہا، مگر مغل سلطنت کے زوال کے بعد برطانوی ہند میں محفلِ میلا دکے خلاف متشددانہ تحریک چلی اور مخالفین میلا دمیں نہ صرف مولا نا اساعیل دہلوی صاحب کے پیروکاروہا بی حضرات پیش پیش سے، بلکہ حنفیت کے دعویدار دیو بندی مکتب فکر کے مولا نارشید احمد کنگوہی صاحب جیسے سرخیل اوران کے ہم نواحضرات بھی انعقاد میلا دالنبی کی مخالفت کی تحریک میں شامل ہوگئے تھے۔ دیو بندی مکتب فکر کے عالم مولا نارشید احمد کنگوہی صاحب نے تو کہ ۱۸۸ء میں میلا دکوئر کنہیا کے جنم کیونی ولادت سے تشبیہ دے کر عاشقان رسالت کے قلوب کو میں میلا دکر یا۔ مولا نارشید احمد کنگوہی صاحب خواز کا فیصلہ میں صاحب خواز کا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:

''پس یہ ہرروز اعادہ ولادت کا توشل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یامثل روافض کے کہ فقل شہاوت اہلِ بیت ہرسال مناتے ہیں، معاذ الله سانگ آپ کی ولادت کا کھہرا۔ اور خود یہ حرکت قبیحہ قابلِ لوم وحرام وفسق ہے، بلکہ یہلوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہال کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں بہ خرافات فرضی مناتے ہیں۔'(ا)

مولانا گنگوہی صاحب نے میلا دی مخالفت میں برصغیر کے مجوزینِ مِنفل میلا د پرمثل ہنود کنہیا کے سوانگ رچنے کا بہت ہی خطرناک الزام تراثی کی ہے، اور سواد اعظم پر بھیانک بہتان باندھا ہے۔ پورے برصغیر میں ازابتدا تا امروز کوئی بھی سوادِ اعظم کا فرد کوئی الیم مخفلِ میلاد منعقد نہیں کرتا

⁽۱) (الف) برامین قاطعه ،مولا ناخلیل احمد نبیر شوی ،سنه اشاعت ندارد ،مطبع البهاشی ،ص اسما

⁽ب)نفس مصدر، مطبع بلالی منیم پریس، سادهوره، ص ۸ ۱۴ (ج)نفس مصدر، مطبع دارالاشاعت، کراچی، ص ۱۵۲

جس میں سرکارِ دوعالم کالیّائی کی پیدائش کی مملی نقل یعنی سانگ (اصل لفظ سوانگ ہے۔ چشتی) کی جاتی ہو۔ مجوزین علمائے کرام یا میلا دخواں حضرات کے ذریعے محفلِ میلا دمیں آپ کالیّائی کی پیدائش یاولا دت شریف کا ذکر انتہائی معیاری اسلوب اور باادب اب و لیج میں کیاجا تا ہے۔ ایسا منفر دومؤ دب اب و لیج جس میں نفسیاتی منظر شی کا کوئی شائبہ تک نہیں ہوتا۔ برصغیر میں میلا دمنانے والوں پر علمائے دیو بند کے سرخیل اور ''امام ربانی'' مولانا گنگوہی صاحب کا بیصر تک بہتان اور الزام تراشی ہے۔ مولانا گنگوہی صاحب کا میصر تک بہتان اور دے یا تھیں گے اور نداس الزام تراشی کا جواب نہیں دے یا تھیں گے اور نداس الزام تراشی کا جواب نہیں گے۔

بحیثیت تاریخ کے طالب علم کے جب ہم برطانوی عہد نے مذہبی ماحول و معاشر ہے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ دور مذہبی اعتبار سے افرا تفری ، تفرقہ بازی ، تشدد پیندی اور مسلکی عصبیت سے متاثر انتہا پیندی کا دور نظر آتا ہے۔ اس برطانوی ہند عہد میں برصغیر کے سوادِ اعظم کے متوارث عقید ہے اور جائز مراسم کے خلاف 'دسلفی اسلام' اور' دیو بندی حنفیت' کے نام پر مخالف اور ہنگامہ آرائیوں کا نہ تھے والا ایک سلسلہ نظر آرہا ہے۔ برطانوی دور میں اصلاح' کے نام پر ابل سنت کے متوارث عقید ہے اور مراسم کو'' اصحاب تو حیدوسنت' کی جانب سے خفیہ سازشوں کی بنا پر متواتر کفر و شرک اور بدعت گردانا جارہا ہے۔ برصغیر میں ملت اسلامیہ کے درمیان مختلف عنوان سے تفرقہ بازی کرنے والے ان مصلحین' کے پس پشت حکومتی مشیری کی وہ خفیہ منصوبہ بندی کام کررہی تھی جس کا اور اک عامۃ المسلمین کے لیے ناممکن تھا۔ برصغیر میں سوادِ اعظم کے جوعقید ہے اور مراسم عہد سلطنت سے لے کرمغل دور تک جائز ، درست ، ستحب اور مباح سے اور بغیر کسی تفرقہ بازی کے تمام عاملومشائخ ، عوام وحکمراں اسی عقید ہے پرگامزن اور ان مراسم کے عامل سے ، اب

مگر مختلف جماعتوں اور ایجنسیوں کے خفیہ ہاتھوں کی رُکاوٹ اور مخالفت کے باوجود اہل سنت کی تمام خانقا ہوں ، اداروں کے علاوہ عوا می سطح پر بھی محفلِ میلا دکا انعقا داس دور میں خوب کثرت سے ہوتا تھا۔ دارالعلوم دیو بند کے سابق شیخ الا دب مولا نا محمد اعز ازعلی صاحب (پ ۔ ۱۸۸۲ / و۔ ۱۹۵۳) ' دیو بندی فکری پس منظر کے ساتھ مولودخوانی' کے عنوان سے اپنے بچین کی یا دداشت رقم کرتے ہوئے شا بجہاں پور کے مسلم ماحول کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہوئے شا بجہاں پور کے مسلم ماحول کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں :

''شاجههاں پور میں مبتدعانہ دینداری کا رواج تھا۔ قابلِ ذکر بدعات میں مولودشریف کا چرچپازیادہ تھاحتیٰ کہ عورتوں کی مجلسوں میں بھی مولودخوانی ہوتی تھی۔ شاہجہاں پور کے پٹھانوں میں پڑھنا لکھنا زیادہ مرغوب چیز نہتی۔ شاہی زمانے میں جس طرح فوجی سپاہی تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا جانتے ہوں گے اُسی طرح بیلوگ بھی جانتے تھے۔ مکا تب، مساجد، سرکاری مدارس اور اسکول کی زیادہ تر آبادی دُھنیے، جولا ہوں، قصابوں سے ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں اس (پٹھانوں کی) جماعت کی عورتوں میں پڑھنا لکھنا جس قدر ہوگا وہ مختاج بیان نہیں ہے۔

اس کمی کے باوجود بعض عور توں میں مولود خوانی ضروری تھی اور اس کا اہتمام عور توں میں زیادہ تھا۔ کسی باوقعت شخص کے مرنے کے بعد ہیجے، دسویں، چالیسویں میں جس طرح مولود خوانی ضروری تھی اسی طرح شادی، ختنہ، عقیقہ میں مولود خوانی ضروری تھی۔ میں اور میر سے چھوٹے بھائی منثی حاجی مجمدا قبال علی مرحوم بہت ہی چھوٹے ہیے ستھے۔ ار دوخوانی اور نظم خوانی کے ختیجے میں ہم دونوں اچھے مولود خواں شھے۔ مردانہ مولود کی بعض بڑی بڑی مجالس میں مولود کے اشعار ہم دونوں مل کر پڑھتے شھے اور ہماری صغر تنی ہماری اغلاط کی پردہ پیشی کرتی تھی، بلکہ اکثر تعریفیں ہی ہوا کرتی تھیں اور اسی صغر تی کی وجہ سے زمانہ مولود میں ہمارادا خلہ بکثر سے ہوگیا۔ اکثر مخفلوں میں ہم دونوں جا کر مولود پڑھتے شے۔' (دنیا کو اسلام سے کس طرح روکا گیا؟ جس ۱۲

موصوف مولانا محمد اعزازعلی صاحب نے محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق صوبہ متحدہ (موجودہ صوبہ ویوپی) کے ضلع شا بجہاں پور کے مسلم معاشرے کے ماحول کی جومنظر شی کی ہے مسلم معاشرے کا بہی ماحول پورے برصغیر میں تھا۔ مولا نااعزازعلی صاحب اوران کے برادر صغیر جس' میلادشریف' کو اپنے آبائی عقیدے اور خاندانی روایت کے پس منظر میں اپنے بچپنے میں ایک نیک کام سمجھ کر پڑھتے تھے وہ دارالعلوم دیو بند سے وابستگی کے بعد' مبتدعانہ' کام ہوگیا تھا۔ یہی برطانوی راج کی خود ساختہ عقیدہ'' توحید وسنت' کی برکت تھی۔ ایسا لگتا ہے برصغیر میں برطانوی راج سے پہلے کے سوادِ اعظم کے بھی علمائے کرام اکابرین اہل سنت اور صادات و مشائخ طریقت بدعتی ، مشرک اور خارج از اسلام تھے؟ ان کو دین کی سمجونہیں تھی۔ اہلِ توحید اور اہل دیو بندکو دین کی سمجونہیں تھی۔ اہلِ توحید اور اہل دیو بندکو دین کی سمجونہیں تھی۔ اہلِ توحید اور اہل دیو بندکو دین کی صحیح سمجھ تو برطانوی راج میں آئی۔ برصغیر میں سوادِ اعظم کے خلاف برطانوی حکم رانوں کے اس سازش کی وضاحت کرتے ہوئے معروف روی اسکالر محتر مہ فلاف برطانوی حکم رانوں کے اس سازش کی وضاحت کرتے ہوئے معروف روی اسکالر محتر مہ فیان سے ایک سام وراکھتی ہیں:

''صوفیانہ مسالک کے متعلق ہندوستانی 'مسلمان مصلحین' کے اس قدر سخت رویے کی ذمہ داری کسی حد تک انگریزوں پر بھی عائد ہوتی ہے جضوں نے پیروں اور مقبروں کی اس تعظیم کو دلی باشندوں کی لیسماندگی کا ایک مظہر خیال کیا۔اگران انگریزوں نے معیاری اسلام کورسی سی تعظیم دی توعامة الناس کے مذہبی عقائد پر شدید کتھ چینی بھی کی۔ انھیں شیوخ اور پیروں میں رومن کی تصولک خانقا ہیت کی مما ثلت نظر آتی تھی۔ حالاں کہ ان کا یہ انداز فکر غلط تھا۔''

(برصغیر کے اولیا اور ان کے مزار جس ۲۳)

محترمه ایناسفور وابرطانوی ہندمیں 'تو ہب پرتی' کی تبلیغ سے پہلے عہد سلطنت اور مغلیہ عہد کا برطانوی عہد میں نئے نئے پیداشدہ افکار ونظریات سے برپا ماحول کے تقابلی مطالعہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے ککھتی ہیں:

'' ہندوستان میں وہائی انداز فکرجس قدر پھیلا اور اسلام کو بیرونی انرات اور مقامی رسوم و تو ہمات سے پاک کرنے پر جتنا زیادہ زور دیا گیا صوفیا کے مسالک اور عامة الناس کے مذہب کی مذمت میں اٹھنے والی آ وازیں اتنی ہی مبلند ہوتی چلی گئیں۔ از مند وطلی کے سلاطین وہلی مغل حکمر انوں اور روحانی اور درباری انثر افیہ سمیت کی نے اولیا کے مزارات کی زیارت پر حرف گیری نہ کی۔'' (فنس مصدرہ ص

برصغیر کے مسلمانانِ اہلِ سنت جو عالمی سطح پر سوادِ اعظم کا حصہ تھے، ان کے عقیدے اور مراسم سے برطانوی حکمرانوں کو کس قدر نفرت تھی ،اس کا اندازہ پر وفیسر اینا سفوروا کی اس تحریر سے لگائمیں جو انھوں نے ایک انگریز کیپٹن، جو سندھ میں تعینات تھا، اس کے مشاہدات کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ لکھتی ہیں:

''اُنیسویں صدی کے سندھ میں تعینات ایک انگریز کیبیٹن پوسٹر (Captain Postans)نے اس حوالے سے اپنے مشاہدات کو یول قلم بندکیا ہے:

سندھ سے چھٹے ان پیروں، سیدوں اور مسلم تقدس کے دیگر ظاہر دار نمائندوں کو یہاں کے باشندوں میں اہم ترین مقام حاصل ہے۔ امیروں سے لے کرنیچے تک تمام مسلمان مذہب سے واجبی واقفیت کے باعث اپنے اپنے علاقے میں ان کی روحانیت اور خلوص پر ایمان رکھتے ہیں۔ نتیجناً کا ہل سیدوں اور مذہبی غلو

کے ان بے کارعاملوں کی جیسی سر پرتی سندھ میں ہوئی ہے بے مثل ہے۔ یعنی اپنی اصل میں سندھی پیرز دہ لوگ ہیں۔

ایک مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے: سندھی فقط سیدوں کو کھلانے میں کشادہ قلبی دِکھاتے ہیں۔سوائے عقیدے کے ان میں کسی جذبے کا اظہار نہیں ہوتا۔ سوائے میلا د منانے کے کسی جوش وخروش کا مظاہرہ نہیں کرتے۔سوائے مقبروں کی آراکش کے انھیں کوئی ذوق نہیں۔

ملک کے بہترین علاقوں میں سے پھھان کے تسلط میں ہیں جو آئیں انعام میں یا تخفقاً ملے ہیں۔ ہر بلوچی سروار اور قبیلے کا اپنا بیرومرشد ہے، جواس حیثیت میں ایک خاص معاوضہ وصول کرتا ہے۔ وسطی ایشیا میں خراسان، کا بل، فارس اور ہندوستان کے تمام علاقوں میں ان خون چوسنے والوں کو حصہ ویا جاتا ہے۔ - Postans, 1973:50-1)

مذکورہ مشاہداتی رپورٹس کی سطرسطر سے برطانوی حکمرانوں کی قربنیت اوران کی قلبی نفرت کی عکاسی ہورہی ہے۔ ان برطانوی عیسائی حکمرانوں کواس بات کی دلی تکلیف ہے کہ مسلمانانِ سندھ کیوں عقیدہ اہلِ سنت پرگامزن ہوکر سادات، پیران عظام، مشاکُخ کرام اور علمائے دین کا احترام کرتے ہیں؟ اور کیوں انتہائی جوش و خروش اور جذبے کے ساتھ محفل میلا دکا انعقاد کرتے ہیں؟ ایک طرف عیسائی مبلغین اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام ایک خشک اورانسانی فطرت کے خلاف مذہب ہے، جیسا کی مندرجہ ذیل حوالے سے بیات ثابت ہوتی ہے:

' میسائی مبلغ حبیب (Jessup) کہتا ہے کہ اسلام کو دنیا سے ختم کردیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مغرب نے اپنے زیراثر اسلامی ملکوں کے حکام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اسلام بالکل سادہ اور محدود مذہب ہے، اس میں زندگی کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں، اس نے اگر چیہ ماضی میں عرب کے پچھ بدوؤں میں سدھار پیدا کردیا تھا، کیکن اب یہ موجودہ دور میں نئے ساج کی تغییر وترقی میں کوئی رول ادا نہیں کرسکتا اور مشرقی طرنے حیات ایک بدترین ماضی کی یا دولاتا ہے۔ مشرقی (مسلمان) ذلیل اور پسماندہ لوگ ہیں، ان میں بداخلاقی، انتشار وخلفشار، مختلف بیاریاں اور بھوک مری عام ہے۔ ان کی اس پسماندگی اور ذلت کا سبب محض اسلام سے وابستگی ہے جو

نہ تو زندگی کی رہنمائی کرسکتا ہے اور نہ حکومت اور اقتدار ہی کی کوئی صلاحیت رکھتا ہے۔'' (نفس مصدر جس ۴۳ – ۴۳)

اور دوسری طرف بیاسلام دشمن لوگ، اپنے گماشتوں کے ذریعے عقید ہ اہلِ سنت اور مراسم اہلِ سنت کو مٹانے کے لیے سوادِ اعظم کے درمیان سازش رچنے، ان میں فرقہ واریت اور انتہا پیندی کا کھیل کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اسلامی تدن اور تہذیب و ثقافت کومٹانا ہی ان کا اصل ہدف ہے تا کہ متنقبل میں ماضی کی کوئی تاریخی نشانی آئی تندہ نسل کو نہل سکے اور وہ اس تاریخی دور میں اپنے تاریخی وجود کا مشاہداتی ثبوت نہ پیش کرسکیں۔ تحفظ تو حیدوسنت کے نام پر بیدایک بہت بڑی سازش ہے جس کا ادراک ان موحدین کونہیں ہے۔ تاریخ ، تاریخیت ، تاریخی عناصر اور تاریخی آثار و شواہد کواس تاریخی دور میں محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

موجودہ سعودی حکومت تحفظ تو حید کے نام پرجس طرح ایک ایک اسلامی آثاروشواہد کومٹا رہی ہیں دراصل بیاسلام دشمنوں کی بھیا نگ سازش کا پیش خیمہ ہے۔

میلاد کی تاریخیت کی نشاندہی کرتے ہوئے مغلیہ عہد کی آخری دور میں دبلی میں منعقد ہونے والی سال بہسال مجلس میلاد کے متعلق 'مرقع وہلی' کے مصنف لکھتے ہیں:

''سرائے اعراب (عرب سرائے) بادشاہی قلعے سے تین کروہ کی مسافت پر واقع ہے، یہاں اہلِ عرب رہتے ہیں۔ بیسب بادشاہ کے وظیفہ خوار ہیں، اس لیے یہاں کی رونق ہی الگ ہے۔ ربیج الاقل کے مہینے میں اور خاص طور سے بار ہویں تاریخ کو مجیب وغریب مجمع اور کیفیت ہوتی ہے۔

تقریباً دو ہزار عرب اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور تمام رات وروناک اور وکنشین ترنم سے قصیدے پڑھتے ہیں، جوعرب شاعروں نے آ ں حضرت کی مدح میں لکھے تھے۔

ان قصیدوں پرصوفیہ کو وجدوحال آتا ہے۔ ہر طرف سے نماز و درود کی اور ہر سمت سے سیج اور کلمہ پڑھنے کی آوازیں کا نول میں آتی ہیں۔ تمام رات بیمل جاری رہتا ہے اور جیسے ہی صبح کے آثار نمودار ہوتے ہیں، ختم قرآن شریف میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ چول کہ سب کے سب حافظ ہیں اور قرات و تجوید کے قاعدوں سے واقف ہیں اس لیے سننے والوں کو بہت مزہ آتا ہے اور نماز میں سرایا حضوری کا لطف حاصل ہوتا ہے۔'' (مرقع دبلی ہے ۲۵۱۵) مغل سلطوت کے دہلی میں واقع بیعرب سرائے جہاں بادشاہ کے وظیفہ یاب اہلِ عرب سرائے جہاں بادشاہ کے وظیفہ یاب اہلِ عرب سرائے جہاں ایک طرف اور جو خاص بارہ رہتے الاقل کے اہتمام میں مذکورہ پروگرام کا انعقاد کرتے تھے، اب ان کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے۔ برطانوی ہند کے حکمراں جہاں ایک طرف اپنی پشت پناہی میں '' اہل تو حید وسنت' کے ذریعے میلا دی ثقافت کو پورے برصغیر سے ختم کررہے تھے، وہیں وہ ابینی عیسائی ثقافت کے غلیم کے لیے انتہائی جاں فشائی کے ساتھ شصرف جدو جہد کررہے تھے، بیلکہ بہت سوجھ بوجھ اور دوراندلی کے ساتھ منصوبہ سازی بھی کررہے تھے۔ 'کرسمس ڈے' کی برصغیر میں ترویح کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ایک عیسائی دانشورڈ اکٹر آئی۔ یو۔ناصر کھتے ہیں:
مرصغیر میں ترویح کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ایک عیسائی دانشورڈ اکٹر آئی۔ یو۔ناصر کھتے ہیں:
مرت میں خیال کر سکتے ہیں کہ جب سیحی کھیسا اس ملک میں ترقی کرے گاتو سوسائی کا حال کیسا تبدیل ہوگا۔ عیدیں، نہوار اور دیگر اقسام کی خوشیوں اور عیدوں کی اور ہی کی اور ہی کیفیت اور روئی ہے۔ سیحی خوشی اور غیر سیحی اقوام کی خوشی میں وہی فرق ہے جو فرز ندوں اور غلاموں کی خوشی میں ہوتا ہے۔' (گلدستہ وعظ میں وہی فرق ہے جو فرز ندوں اور غلاموں کی خوشی میں ہوتا ہے۔' (گلدستہ وعظ میں وہی فرق ہیں۔)

عیسائی دینیاتی نقطہ نظر سے برصغیر میں تقریب ولادت عیسی اور عیسائی ثقافت کے غلبے کے ایکے عیسائی دانشور ڈاکٹر آئی۔ یو۔ناصر نے کس مؤثر انداز میں بیر غیبی کلمات تحریر کیے ہیں، اس سے ان کے مستقبل کے عزائم اور تغلبانہ منصوبہ بندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔میلا دِرسالت مآب طائنڈ ہو کو مثانے میں ور پروہ کروار اوا کرنے والے برطانوی ہند کے عیسائی حکمرانوں کے بید ولی حذبات کی عکاس ہے، جسے ڈاکٹر ناصر نے اپنے لفظوں میں اواکیا ہے۔ 'ترجمان وہا ہیڈ (طبع اول مدبات کی عکاس ہے، جسے ڈاکٹر ناصر نے اپنے لفظوں میں اواک کیا ہے۔ 'ترجمان وہا ہیڈ (طبع اول مدبات ہو پال کا نواب والا جاہ سید محمد این حسن خال صاحب کو جب تاج برطانیہ کی عنایت سے ریاست بھو پال کا نواب بنایا گیا تو موصوف نواب والا جاہ نے ریاست بھو پال میں موقوف کرا دیا۔ اس موقوئی تھم کے متعلق سید نواجہ الرشا داز سید ممتاز علی کے تحریر کو سید نوری فقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

'' جب نواب صدیق حسن خال ریاست بھو پال کے سیاہ وسفید کے مالک بنے توریاست میں میلا دشریف کی مجالس کو حکماً بند کرواد یا۔ محتر مدآ بروبیگم صاحبہ نے اس مسلد کونواب سلطان جہال بیگم سابق فر مال روا بھو پال کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے: اثنائے گفتگو میں ہر ہائینس نواب سلطان جہال بیگم صاحبہ کی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فرمال روائے بھو پال دام اقبالہانے مجھے سے فرمایا کہ جس زمانے میں نواب صدیق حسن خال صاحب مرحوم نے محفل میلاد کی رسم جس زمانے میں نواب صدیق حسن خال صاحب مرحوم نے محفل میلاد کی رسم

مچو پال میں موقوف کردی تھی ایک روز مجھے اس کی نسبت بہت افسوس کے ساتھ خیال آیا کہ الی متبرک محفل کواینے یہاں کیوں کر قائم کروں؟ بار بار مجھے رسول اللہ کا تالیا کا محبت مجبور کرتی تھی کہ میں آپ کی ولا دت کے دن اپنے یہاں خوثی کا اظہار کروں لیکن اس مصلحت سے میں اور عالی جناب نواب سلطان الدوله صاحب مرحوم نورالله مرقدهٔ اینے ولی ارادے میں نا كامياب رہتے تھے كەمحترم سركار خلد مكال اور نواب صديق حسن خال صاحب ضرور بہتصور فر مائیں گے کہ ہماری رائے کے خلاف محفل میلا وجاری کی ہے۔ تب میں نے خدا سے التجا کی کہ حضرت علیدائش کے دن میرے یہاں کوئی خوثی کی تقریب ہوجائے تاکہ مجھے اس حیلے سے عین ولا دت کے دن مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔قدرتِ البی اور مجمز ہ حضرت رسول مقبول ولیتا غور کے قابل ہے کہ صاحبزادی آصف جہال صاحبهم حومہ کے بعدیندرہ سال تک کوئی اولا د مجھے نہیں ہوئی ، اورسب کو بیہ بی یقین تھا کہ اب اولا دنہ ہوگی ۔لیکن خدا تعالیٰ نے میری التجاسیٰ اور ۸رر بیع الاوّل بەروزسىمىدصاحبزادە حميداللەخال صاحب زاداللەعمرهٔ پيدا ہوئے اور مجھے اس رو نِسعید کوخوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔اس دن سے اب تک ہر سال ٨ ررئيج الاوّل كوعيد سعيداس طرح منائي جاتى ہے كه سجد ميں خوب روشنى کی جاتی ہے اور سوالا کھ درو دشریف کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔عمدہ طعام پکا کر غربااوردوستوں میں تقسیم کیاجا تاہے۔' (میلادشریف اورعلامه اقبال من ۲-۳)

برصغیر کی برطانوی عیسائی حکومت خودتو میلا یمیسی (کرس) کے دن حکومت کے ابوانوں سے
لے کرعوام کے گھرول اور گلیول بازاروں میں چراغال، روثنی اور خوثی منانے کی ترغیب ویتی تھی،
با قاعدہ اس دن کونیشنل ہالی ڈے برطانوی حکومت ہند کی طرف سے تسلیم کیا گیا تھا، مگر میلا دِرسالت مآب بالی ایر ہوائی کے دن کو جوعہد سلطنت سے لے کرمغل دور تک حکومتی اورعوا می سطح پر نہایت جوش وخروش کے ساتھ منایا جاتار ہااس تقریب میلادنی اکرم کا تیاتی کو برطانوی عہد میں یکسر نظرانداز کر دیا گیا تھا۔
کے ساتھ منایا جاتار ہااس تقریب میلادین احمد جعفری صاحب لکھتے ہیں کہ مقام کڑا بخصیل سراتھو،
ضلع اللہ آباد کے مولوی حمید احمد (پ۔ ۱۸۸۸ء) صاحب، جب پچھ دنوں کے لیے بخرض قیام مسلمی تشریف لے گئے اور وہاں فاکلینڈ روڈ کے قریب قیام کیا، انقاق سے یہاں ایک اسلام باعی قائم تھی۔ رفتہ رفتہ اراکین انجمن آپ سے مانوس ہو گئے اور مولوی حمید احمد المجمن ضیاء الاسلام نامی قائم تھی۔ رفتہ رفتہ اراکین انجمن آپ سے مانوس ہو گئے اور مولوی حمید احمد انجمن ضیاء الاسلام نامی قائم تھی۔ رفتہ رفتہ اراکین انجمن آپ سے مانوس ہو گئے اور مولوی حمید احمد المحمد میں میں معلوں کے لیے بیاں ایک اسلام

صاحب نے اس انجمن کے ذریعے حکومتِ وقت کو دواہم مسلم تہواروں کے متعلق تعطیلات کے لیے متوجہ کیا تعطیل بارہ وفات اورعیدالفطر کے جزل ہولی ڈے کے لیے محنت سے کئی ہزار دستخط حاصل کیے ۔ تفصیل جعفری صاحب کے قلم سے ملاحظہ کریں:

'' المجمن کے ذریعے سے ایک عرضد اشت گور نمنٹ میں آپ (مولوی حمید احمد صاحب) نے مسلمانوں کی دو تعطیلات کے لیے بھوائیں اور کئی ہزار مقتدر ناموں کے وستخط انتہائی محنتِ شاقہ کے بعد حاصل کیے۔ بارہ وفات اور عید الفطر کے روز عام تعطیل نہ ہوتی تھی، بلکہ ایک وقت مقررہ تک کے لیے مسلمانوں کی مذہبی رسوم کے ادا کرنے کی اجازت دی جاتی تھی، اور بقیدلوگ سابق برستورا پنے کاموں میں مشغول رہتے ۔مسلمانوں کا اتنا بڑا مہتم بالثان شہوار اور دفاتریا کارخانہ جات میں محض برائے نام تعطیل کا ہونا یا نصف دفاتر کا کام میں مشغول رہنا مسلمانوں کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہوسکتا ہے ہر مخص کام میں مشغول رہنا مسلمانوں کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہوسکتا ہے ہر مخص اندازہ کرلے گا۔'' (سیرتے حمید، رسالہ نبر سامی ۔۲)

برطانوی ہند میں محفل میلا د کے جواز وعدم جواز کی تحریک سے متعلق میرے پاس اتنامواد ہے کہ اگر میں اس پر تفصیل سے کصوں توایک مبسوط کتاب تیار ہوجائے گی۔ میں ان شاءاللہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب قار ئین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ دور برطانیہ میں سوادِ اعظم کے عقیدہ اور معمولات کی خالفت کرنے والے بظاہر، تو ہب پرست اصحاب مدعی توحید وسنت تھے، مگر در پردہ ان کی پشت پناہی حکومت برطانیہ کے کار پرداز ان سلطنت کررہ سے تھے۔ دراصل برطانوی حکومت کے بیچمران لوگنہیں چاہتے تھے کہ مخل میلاد کے ذریعے سوادِ اعظم کے قلوب میں عشق رسالت کا چراغ جاتارہ اورنس نواس روایت کوآنے والی نسلوں کے دلوں میں محبت رسول کو زندہ رکھنے کے لیے آگے بڑھاتی رہے۔ دراصل بیم انعین میلا وہ خوب سیجھتے تھے کہ میلا دکی محفل گذرگار سے گندگار سے گندگار مسلمان کو بھی اپنے رسول سے جذباتی طور پر وابستہ رکھنے میں بنیادی کر دار اداکرتی ہے۔ اور ہر حال میں وفا داری رسالت کا انہیں دریں دیت مرتبی محاشرے سے مثانے کی بھر پورکوشش کر رہیں تھیں۔ گراللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ہندوستانی معاشرے سے مثانے کی بھر پورکوشش کر رہیں تھیں۔ گراللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ لوگ اپنے مشن میں کا میاب نہیں ہو سکے۔ اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پوری دنیا میں محفل میلاد جاری ساری ہے۔ بقول علامہ اقبال مشکرین مخفل میلاد کی خواہش میتھی کہ ۔ جاری ساری ہے۔ بقول علامہ اقبال مشکرین مخفل میلاد کی خواہش میتھی کہ ۔ وہ فاقہ ش جوموت سے ڈرتا نہیں ذرات دورے مجداس کے بدن سے نکال دو

خلاصه گفت گو

معنل میلاداسلامی ثقافت و تہذیب کا ایک اہم حصہ ہے جس کے اوّلین بنیادی نقوش خودعہد رسالت آب میں ملتے ہیں۔البتہ اس عہد کے لوگوں کے قلوب میں عقیدہ توحید کا راسخ کرناہی حضور اکرم کا فیانی اصل مقصود تھا ،اس لیے آپ کا فیانی کی ثقافت کے تحفظ کی طرف باضا بطہ سلسل تو جہ نظر نہیں آتی ہے۔ بلکہ حضورا کرم کا فیانی پوری جدو جہد عقیدہ توحید کے غلبہ پرمرکوز نظر آتی ہے۔البتہ اس عبد میں جو رسول اکرم کا فیانی پوری جدو حقیدہ توحید کے غلبہ پرمرکوز نظر آتی ہے۔البتہ اس عبد میں جو کسول اکرم کا فیانی کی میں مذکور ہوئی۔اسی طرح عبد رسالت کے بعد دیگر ادوار میں مجلس میلاد مصطفی کے عہد میں اس تعلق سے جو واقعی صورت حال تھی ، اس کا بھی تاریخی تجزیبہ پیش کیا گیا ہے۔خلفائے راشدین راشدین کے بعد عہد بنوعباس کی صورت حال بی جی مختصراً روشی ڈالی گئی ہے۔عہد بنوعباس کے بعد میں ہواس تعلق سے والہانہ بن رہا اور مجلس میلاد کے متعلق سے جو جذباتی وابعی اور لگاؤمسلمانوں کا قائم رہا اس پر بھی تفصیلی فنٹکوئی گئے۔۔

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے قیام تک مسلمانوں کے سوادِ اعظم کالمحفلِ میلاد سے جذباتی و قومی لگاؤ کا عہد بعہد تجزیه کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ برٹش عہد میں اس حوالے سے انگریزوں کی مخالفانہ پالیسی کے متعلق ایناسفوروا کی کتاب کے حوالے سے جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اسے بھی بطورخاص و کیھنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ پیکرراقم نے محفلِ میلا دکی اسلامی ثقافت و تہذیب کا حصہ ہونے اور اس سے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی وابسگی کو تاریخی و تجزیاتی طور پر تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس تاریخی و تجزیاتی مطالعہ کے ذریعے پہلی بارمحافلِ میلا دکی تاریخی روایت کی ایک واضح تصویر قارئین کے سامنے آجاتی ہے۔ جس جہت سے راقم نے اس موضوع کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے اس پہلوسے اب تک اس موضوع پر کوئی کا منہیں ہوا تھا۔ موضوع کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر روایت انداز سے ہٹ کر تاریخی جہت سے موضوع کا مطالعہ و تجزیہ یقیناً قارئین کے لیے مفید اضافہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ!

مصادر ومسسراجع

ا ــاخبارالا خیارارده ،عبدالحق محدث دبلوی ،مترجم مولا ناسجان مجمود ، اکبر بک سیلر، اُرده بازار، لا هور، ۴۰۰ ت ۲ ــارد و میس میلا دالنبی ، دُ اکثر محمد منظفر عالم جاوید صدیقی ، پبلی شر فکشن باوس لا جور ، اشاعت : ۱۹۹۸ء ۳ ــالحادی للفتا وی ، امام جلال الدین سیوطی ، ناشر دارالکتب العلمید بیروت ، اشاعت دوم ۱۰۲ ۶

۵ –الرحيق المختوم اردو،مولا ناصفي الرحن مبار كيوري، ناشر مكتبه سلفيه لا بهور،اشاعت مئي ۴۰۰۲ء ٢- المعجم الكبير، ناشر دارالكتب العلميه ، بيروت ،ص ٢٥، الجزءالاوّل، اشاعت اوّل ٢٠٠٢ء ے۔ معجم الا وسط، حافظ ابوالقاسم سلیمان ، ناشر دارالفکر عمان ، اشاعت اوّل ۱۹۹۹ء ۸ ـ انفاس العارفین ، شاه و لی الدّ محدث و ہلوی مطبع احمدی و بلی ، اشاعت ۱۵ ۱۳ ۱ ھ/ ۱۸۹۷ء 9 - برابين قاطعه ،مولا ناخليل احمدانبينطو ي مطبع الهاشمي ،سنه اشاعت ندارو • ا برصغیر کے اولیا اور ان کے مزار ، ار دومتر جم محمد ارشدر از ی ، نا شرشعل مکس لا ہور ، اشاعت ، ۷۰ • ۲ ١١ ـ تاريخي فتو كل مرتب مولا نااسيدالحق قادري، ناشرتاج الفحول اكبدّى بدايوں،اشاعت ستمبر ٢٠٠٩ء ۱۲ - تصریحات، سیدا بوالاعلیٰ مودودی، ناشر مکتبه ذکری را مپور، یویی ساا - دنیا کواسلام سے کس طرح روکا گیا؟ جمراعجازعلی،اعتقاد پیاشنگ باؤس، دہلی، ایریل ۱۹۹۴ء ١٩٧ – رحمة للعالمين مجمر سليمان منصور يوري ، ناشر وفتر رحمة للعالمين يثماليه – جلدا وَل ، بارسوم ١٩٢٣ ء ۱۵ – روضة القيوميه،مترجم محمرا حسان محد دي، مكتبه نبويه لا بهور، جلد دوم، اشاعت جيارم ۲۳ ۱۳ مه ۱۷ – سيرت حميد، رساله نمبر ۱۲ مرتبه سيد كمال الدين احمد جعفري، ناشرخلافت كميثى اله آياد، سنها شاعت ندارو ۱۷ - سیرت مصطفیٰ ، محمد اوریس کا ندهلوی ، کتب خانه مظهری ،گلثن اقبال ، کراچی ، حصه اوّل ۱۸ – صحیح سخاری، امام محمد بن اساعیل سخاری ١٩ _ صحيحمسلم،اردوتر جمه وحيدالز مال،خالدا حسان پبلشرز، لا مور • ۲ ـ ضاءالنبي، پيرڅو کرم شاه از هري، امجمع المصباحي، مبار کيور، حيلد ۲۰، اشاعت دوم • • ۲٠ ء ۲۱_ظهورِنور،مناظراهسن گیلانی،اسلامک پهلیکیشن سوسائش حبیررآ باد،اشاعت اوّل ربیج النور ۳۷ ۱۳ هه ۲۲ - فيآوي عزيز ي اردو،مترجم مولا ناعبدالواجد غازي يوري، ايم _ ايم _ سعيد تمپني كراجي،اشاعت ۸ • ۱۴ هه ۲۳ _ فیوض الحرمین اردو،مترجم پروفیسرڅریم در، ناشر دارالا شاعت کراچی ،اشاعت اوّل ۱۹۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء ۲۴ _گلدستهُ وعظ مرتب پنجاب رئیجیس یک سوسائشی ،انارکلی ، لا ہور ،سندا شاعت بارا وّل ۴۰۹۰ء ۲۵_مخ المعاني،ملفوظ_حامع ،شيخ زين بدر مطبع مفيدعام آگره ،اشاعت ۲۱ ۱۳ ۱ه/ ۱۹۰۳ء ۲۷ ـ مرقع دېلى،مرتب خليق الجم، ناشرانجمن ترقى ار د و پند، دېلى،سنه اشاعت ۱۹۹۳ء ۲۷_منتخب التواریخ،مترجم ڈاکٹرعلیم اشرف خال، قو می کونسل برائے فروغ اردوزیان، دبلی، ۸۰۰ ۲ء ۲۸ _میلا دشریف اورعلامها قبال،سیدنورڅر قاوری، ناشرمجلس خدام اسلام لا ہور،سنها شاعت ندارو

• ۳- جهاری تهذیبی تاریخ، پروفیسر سیومچرعزیز الدین، ناشراداره ادبیات دبلی،اشاعت اوّل ۱۱ • ۲ ء

۲۹ ـ وا قعات مشاقی، شیخ رز ق اللدمشاقی ، ناشر رضالائبریری ، رامیور ، اشاعت ۲۰۰۲ ء

صوفی ادب: ایک مختصر تاریخی تجزیه [عهد تدوین سے دسویں صدی ہجری تک]

الف-صوفی ادب کا پس منظر

کہتے ہیں کہ تصوف کا تعلق قال سے نہیں، حال سے ہے۔ تصوف پڑھنے کی نہیں برتنے کی چیز ہے۔ اس بات سے صوفیہ کا تحت الشعور بالعموم متاثر رہا ہے۔ اس کا متیجہ ہے کہ صوفیہ تحریر و قلم کی طرف نسبتاً کم متوجہ ہوئے اور تصوف بحیثیت فن کم متعارف ہوا یا اس پر فنی لحاظ سے دیگر علوم کے بالمقابل کم لکھا گیا۔ لیکن اس کے باوجود صوفی ادب کا نثر وظم میں ایسا گرال قدر ورشہ موجود ہے، جس کے بغیر اسلامی ادب کی لائبریری نصرف ناکھمل رہے گی، بلکہ جمالیاتی حسن سے محروم اور داخلی کیف سے یکسر خالی بھی ہوگی۔ عرصہ در از ہوا کہ صوفی ادب بحیثیت فن کے موجود ومتعارف اور تحقیق و بحث کا موضوع ہے۔

تاریخ اہل تصوف ہیں ابتدائی نام حسن بھری (۱۱۰ / ۲۲۸)، مجد بن سیرین (۱۱۰ / ۲۲۸)، مالک بن دینار (۱۳۰ / ۲۵۷)، ابوحازم سلمہ بن دینار مخزومی (۱۳۰ / ۲۵۷)، ابوہا شم کوفی (۱۵۰ / ۲۵۷)، ابراہیم بن ادہم (۱۲۰ / ۷۵۷)، رابعہ بھرید (۱۵۰ / ۲۹۷)، عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ / ۷۹۷)، معافی بن عمران (۱۸۵ / ۱۸۰)، فضیل بن عیاض (۱۸۵ / ۱۸۷) شقیق بنی (۱۸۹ / ۱۸۷) اور معروف کرخی (۱۸۰ / ۱۸۵) کے آتے ہیں، گو کہ فی الواقع اس کے ابتدائی نقوش اصحاب صفہ، بلکہ خود رسول کریم صلاح الیاج اور عام صحابہ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ حضرت اولیس قرنی (۲۳ هی) کا نام بھی اسی سیاق میں شامل کیا جانا چاہیے۔ البتہ عصر اول میں تصوف اور صوفیہ کی اصطلاح قائم نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے عام مورخین کی موافقت میں مذکورہ بالا اشخاص کوعرفی طور پر تاریخ تصوف کے مردان اولین کہا جا سکتا ہے۔ امام قشیری نے لکھا ہے کہ بالا اشخاص کوعرفی طور پر تاریخ تصوف کے مردان اولین کہا جا سکتا ہے۔ امام قشیری نے لکھا ہے کہ

تصوف اورصوفیہ کی اصطلاح • • ۲ھ سے پہلے تک مروج ہو پچی تھی۔ گم رہی اور دنیا طلبی کے بازار میں حق پرست خواص اہل سنت اس نام سے متعارف ہوئے۔ بیخواص عہد رسالت میں صحابی، بعد ازاں تابعی اور اس کے بعد رقع تابعی کے نام سے معروف تھے۔ (۱) ابن خلدون کے بقول زہدو ہوئے ، وہ صحابہ وتا بعین میں موجودتھی ، لیکن دوسری صدی میں زہدو ہوئی ، جو تیفوں کا میلان بڑھا تو ان زاہدین کے لیے صوفیہ کی اصطلاح وضع ہوئی، جو پنج مراسلام سانتھا ہے اور العین کے طریقے پرقائم تھے۔ (ابن خلدون: ا/۱۱۱)

تضوف کی اصطلاح کے ساتھ حقائق تصوف کی اصطلاح سازی بھی ضروری تھی، کیول کہ ہرفن کے اپنے ماہرین ہوتے ہیں اوران ماہرین کی اپنی لفظیات اوراصطلاحات ہوا کرتی ہیں۔اس اصول سے ارباب تصوف بھی مشتیٰ نہیں تھے، اس لیے علم الفقہ کے بالمقابل (Parallel) علم النصوف کی ایجاو ممل میں آئی،جس میں مجاہدہ، محاسبہ اور احوال و مقابات زیر بحث آئے۔(۲) تصنیف کتب تصوف کی ایجاو ممل میں آئی،جس میں مجاہدہ، محاسبہ اور احوال و مقابات زیر بحث آئے۔(۲) تصنیف کتب تصوف کے ایم منظر میں میہ بات بھی ذکر کی جاتی ہے کہ جب صوفیہ نے نااہلوں کی کثرت دیکھی تو اضول نے اپنے اسرار ورموز کو اہل تک پہنچانے اور نااہلوں سے چھپانے کے لیے خاص اصطلاحات وضع کمیں اور مخصوص زبان و پیرائے میں اپنے اسرار و معارف کو چھپادیا۔ (۳) اور اس طرح تدوین تصوف کا ممل رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا تشیری (۲۵ میں ۲۸ میں ۲۰ اور کا کا رسالہ، غزالی (۵ میں ۱۱۱۱) کی احداد میں بیاء العلوم اور سہ وردی (۲۳۲ ہی ۲۳ اور ابن خلدون: ا/ ۱۲۳ میں معرف علم سینی ہیں۔

عرب اسلام سے تین سوسال پہلے سے تحریر سے واقف تھے، اگر چہاس کاغلبۂ عام نہیں ہوا تھا، اسی تناظر میں انہیں امقامیة کہا گیا۔ عہدرسالت میں کاتبین کی تعداد پچاس بینی گی اور حکم نبی سے وحی الٰہی کے علاوہ بھی سیاست ومعیشت اور دین و دنیا کے بہت سے امور لکھے گئے۔ تاریخ ادب اسلامی کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ پیغیر اسلام ساتھ آلیے تج اپنے ہی روبروقر آن کی تحریر و کتابت اور ترتیب و تدوین پر پوری توجہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں عہد نبوی کے آخری ایام میں بعض اصحاب کو جمع احادیث کی اجازت مل گئی تھی۔ (۳) اس سیاق میں مورضین نے صحابی رسول میں بھی بھی دوسیالی سول

⁽١)الرسالية القشيرية: ١/٣٣، دارالمعارف، قاهره

^(*) ابن خلدون: ا/۲۱۳، دارالفكر، بيروت ۱۹۸۸ ملخصاً ومفهوماً

^{(&}quot;)الرسالية القشيرية ، بابتفسيرالفاظ تدور بين بهذه الطائفة ،ص: • ٣

⁽٣) تفصيل كي ليريكهي: كتابة الحديث النبوي في عهد النبي صلى الله عليه و سلم بين النهي و الإذن

عبدالله بن عمروک صحفے کا خصوصاً ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد صحابہ وصحابیات کے پاس ایخ تحریر کردہ صحائف حدیث موجود ہے۔ (۱) حضرت عمر (۲۳ / ۲۳۳) نے اس کو باضابطہ مدون کرنا چاہا کیکن حتی فیصلہ تب سب سے پہلے معروف اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۱۰۱ / ۲۰۷) نے لیا (۲) اور ان کے حکم سے امام زہری (۱۲۳ / ۲۰۷) نے تدوین حدیث کا آغاز کیا۔ جس کا تکمیلی ظہور دوسری صدی میں امام مالک (۱۷۹ / ۲۵۹) کی موطا اور تئیسری صدی میں امام عبدالرزاق (۲۱۱ / ۲۷۷)، امام ابن افی شیبہ (۲۳۵ / ۸۹۷)، امام بخاری تئیسری صدی میں امام مسلم (۲۲۱ / ۲۵۸)، امام ابن ماجہ (۸۲۲ / ۲۵۳)، امام ترمذی وقع تالیفات سے ہوا۔

سیرت پیمبر پر پہلی معروف کتاب ابن اسحاق (۱۵۱/۲۸۷) کی کتاب المغازی ہے، اگرچہ اس موضوع پر عروہ بن زبیر (۹۴ه)، ابان بن عثمان (۱۰۱ه)، عامر بن شراحیل (۱۰۴هه)، ماضم بن عمر (۱۱۹ه)، شرحبیل بن سعد (۱۲۳هه)، موکل بن عقبه (۱۹۰هه) اور سلیمان بن طرخان (۱۹۳هه) کی تالیفات کا ذکر بھی ماتا ہے اور آخر الذکر واقدی کی مغازی کے ساتھ مطبوع اور دستیاب بھی ہے۔ (۳)

تفییر کی اولین تصانیف سفیان توری (۱۲۱ه/ ۷۵۸) (۴)، ابن قتیبر (۲۷۱ه/ ۸۸۹) و فرا (۷۲/۲۵ هر ۸۸۹) و بین البته معنوی طور پر پوراذ خیرهٔ سیرت فرا (۸۲۲/۲۰۷) اور بهل تستری صوفی (۸۹۲/۲۸۳) کی بین، البته معنوی طور پر پوراذ خیرهٔ سیرت و سنت اور جزوی و فقه کاسهراامام البو و سنت اور جزوی و فقه کاسهراامام البو حنیفه (۱۵۰/۲۰۲) امام ما لک (۱۷۹/۷۹۵)، امام شافعی (۲۰۰/ ۲۰۷) اور امام احمد بن حنبل حنیفه (۱۵۰/۲۰۷) کے سرجا تا ہے۔ اس طرح جم و کیھتے بین که تمام اسلامی علوم صحابہ کے بعد ہی مدون جو کے اور دوسری یا تیسری صدی میں ان کی تحمیل ہوئی ہے۔ تصوف کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

⁽۱) منها جالمحدثین فی القرن الأول الهجری وحتی عصر نا الحاضر علی عبد الباسط مزید (۲) کہاجاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے والدامیر مصرعبد العزیز بن مروان (۸۵ھ) نے سب سے پہلے ظیم تابعی کثیر بن مرہ حضری سے باضابطہ دویں صدیث کی گذارش کی تھی الیکن تاریخی طور پراس کا ثبوت نہیں ملتا کہاں پر عمل ہوا بھی یانہیں۔ منها جالمحدثین فی القرن الأول الهجری وحتی عصر نا الحاضر بس :۱۱۱ میں مردالعلماء فی تصنیف السیرة النبویة فی القرندین الشامن والتاسع الهجریین ص:۸۰۸ (۳) پیشیر مولانا المیاز علی عرقی کی بازیافت ہے اور ان کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ ۱۹۲۵ میں شائع ہو پی ہے۔ (منا بھی المفسر بن بس :۵۱)

عیں یر دورور یودون کی جائے ہوتا کی اور پارسائی کے باوجود یہ بات

ایکن صوفیہ کی تمام تر ہے اعتبائی ، زہدوتوکل ، ہے ریائی اور پارسائی کے باوجود یہ بات

بھیبسی ہے کہ تصوف کا آغاز پہلی / ساتو میں صدی سے کیا جائے (۳) اورصوفی ادب کا آغاز دوسو

سال بعد تیسری / نویں صدی سے فرض کیا جائے ۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوفی ادب ہے

کیا ؟ اس سے متعلق بھی چند با تیں عرض کردی جا کیں ، تا کہ صوفی ادب کی تاریخ کے تعین میں مزید

آسانی ہو۔ اتحاد گتا ہے مصر (Egypt Writers Union) کے صدر حامد ابوحامد کے بقول

صوفی ادب عابدوں اور زاہدوں کے افکار کی زائیدہ دہ مختلف تحریریں بیں جن میں فلسفیانہ گہرائی

کے ساتھ انسانی وجود سے متعلق گفتگو ہوتی ہے اور جن میں دنیا کی محبت اور اس کی رنگینیوں سے

⁽¹)A Literary History of the Arabs, p: xxii

⁽٢) احياء العلوم، المبلكات، ذم الدنيا

^{(&}quot;) تصوف کے آغاز اور ماخذ کے حوالے سے مورخین اصحاب صفہ صحابہ رسول، خصوصاً حضرت حذیفہ اور ابوذ ررضی الله عنہما کاذکر کرتے ہیں اور ابوہاشم صوفی (۵۵ مرھ) اور جابرین حیان (۵۰۰ / ۸۱۵) کو پہلے متعارف صوفی کے طور پردکیھتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے: اردود ائر ومعارف اسلامیہ نصوف، ج:۲، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۲۲ء

نفس وروح کی تطهیراوران کی تسکین ہوتی ہے۔اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں،مثلاً منظوم قصا کد اور دکش نثری شہ پارے۔صوفی ادب کے مختلف اقسام ہیں،مثلاً نعتیہ اشعار،مقامات مقدسہ کا طرب انگیز بیان،عارفانہ شاعری، تنی نصوف اورفلسفی تصوف _(۱)

صوفی اوب کی تعریف و توشیح کے سلسلے میں حامد ابوحامد کی مذکورہ تشریحات کو سامنے رکھے تو اسلامی تاریخ کے اولین زاہدین کی ان تحریروں کوبھی صوفی اوب کا لازمی حصہ کہا جانا چاہیے جو زہدیات کے نام سے متعارف و متداول ہیں۔ اہل علم نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ دیگر علوم اسلامی کی طرح صوفی ادب کا ماخذ بھی کتاب و سنت ہے۔ نہدو بے ریائی ، حقیقت دنیا اور فکر آخرت کی گرہیں کھو لئے والے قرآنی وحدیثی نصوص صوفیہ کوسب سے پہلے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اس سیاق نے نصوص کو جمع کرنے کا رجحان تقریباً اس عہد میں شروع ہو گیا تھا، جس عہد میں دیگر علوم اسلامی کی تدوین و تشکیل کا عمل جاری ہوا تھا۔ ہم و کھھتے ہیں کہ زہدیات کے عنوان سے ایک اخلاقی وروحانی لٹریچر کی تدوین و تشکیل کا عمل جاری ہوا تھا۔ ہم و کھتے ہیں کہ زہدیات کے عنوان سے ایک اخلاقی وروحانی لٹریچر کی تدوین و تشکیل کا عمل جاری ہوا میں شروع ہے۔ اس الٹریچر کوصونی ادب کے ابتدائی نقوش کے بطور دیکھا جاسکتا ہے۔ اس بات کی تصدیق میں شروع ہے۔ اس الٹریچر کوصونی ادب پر گفتگو کرتے ہوئے تصوف کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے ، تصوف سلوکی اور تھر تصوف سلوکی کو متعادی کی تعدید ورسلمانوں کے کودوحصوں میں تقسیم کیا ہے ، تصوف سلوکی اور تھر تھا میں ایمان و بھین اور مسلمانوں کے صور واحتساب کوشامل مانتے ہوئے اس کا اولین ماخذ زہدیات اور رقائق پر مشمل کتابوں کو بتایا ہے اور متایا ہے۔ ور

صوفی ادب کے آغاز کے تعلق سے ایک نیا تصور ڈاکٹر فوادسز کین (Fuat Sezgin) سے نہدیات (پیش کیا ہے۔ سزکین کے مطابق دوسری صدی ہجری کے نصف سے زہدیات پر کتا ہیں سامنے آنے لگی تھیں، البتہ ان سے پہلے صوفیہ کے مثلف اقوال نے متنقبل میں پیدا ہونے والے صوفی ادب کے لیے راہیں ہموارکیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم حضرت حسن بھری کے اقوال ہیں۔ نیز حضرت حسن بھری سے منسوب دقتح پر س بھی زہدیات با ابتدائی صوفی ادب میں اولیت کا

^{(&#}x27;)lalwafd.orgالأدب الصوفي أهم أدب إسلامي أثر في الثقافة العالمية

www.alimbaratur.com/index.php?option=com_content&id=2642/ مقامات السالكيين ،مولفه ثيمه بن ابراجيم افرا كينى حروى (۴۱۸ هه)/منازل السائرين ،مؤلفه ابوساعيل عبدالله بن مجمه انصاری هروی (۴۸۱ ه ه)

درجہ رکھتی ہیں۔ایک الاربع والخمسون فریضۃ ہے اور دوسری عبدالرجمان بن انس رمادی کے نام ایک مکتوب ہے۔ یہ مکتوب ہے۔ یہ کن ریم (Ritter) کے مطابق اس میں زہد وتقویٰ کے مضامین بھی شامل ہیں۔ اسی طرح اخلاقی اور تربیتی مضامین پرمشمل تمام نثری عربی تحریروں میں حضرت حسن بھری کے اقوال شامل ہوتے ہیں۔ (تاریخ التراث العربی، جلداول، جزچہارم، میں:۹۲۹) واضح رہے کہ حضرت حسن بھری عصر تابعین کے ان زہا و ثمانیہ میں شامل ہیں، جن کے اقوال بعد کے صوفیہ کے یہاں منقول اور موثر ہوئے۔ وہ زاہدین حسب ذیل ہیں:

۱-،هرم، ق حیاق حبری اردی بستر ۲۰ (۲۰ ۱ ۲ ۲ ۱۲) ۲-اویس قرنی مرادی بیمانی (۲۳۷/ ۲۵۷) ۳-عامر بن عبدالهمتیمی ،ابن عبد قیس (۲۰/ ۲۸۰) ۴-ربیع بن خشیم کوفی (۲۲/ ۲۸۲)

۵ – ابومسلم خولانی شامی دارانی (۶۲/ ۲۸۲) ۲ – مسروق بن اجدع بهدانی وادعی کوفی (۶۳/ ۲۸۳) ۳ – خند سر

۷- اسود بن برید بن قیس شخعی (۷۵/ ۱۹۴۷)

۸ حسن بن ابی الحسن بصری (۱۱۰/۲۲۸)

آخر کے چار کا شارفتہا کے زمرے میں بھی کیا جاتا ہے۔ان زاہدین کے اقوال صوفی اوب میں تواتر سے کوٹ کیے گئے ہیں۔البتہ سب سے پہلے س کے اقوال نقل کیے گئے ، یہ اب تک طخبیں ہوسکا ہے۔ان میں بدحیثیت مولف صرف حسن بھری جانے جاتے ہیں،اس لیے انہی سے صوفی اوب کا آغاز کیا جائے ، تو یہ بات بڑی حد تک قابل فہم ہوگی۔البتہ ابوسلم خولانی کے پاس بھی ایک کا پی موجود تھی،جس میں ان کے علوم ومعارف محفوظ تھے۔(!) یہاں لازم ہے کہ امام زین العابدین (۹۲ / ۱۰۷) کے صحیفہ سجادیہ کا بھی فرکر کیا جائے ، جو اہل تشیع کے یہاں متواتر کا درجہ رکھتا ہے اورا خت القرآن اورز بورآل محمد کہلاتا ہے، جو امام زین العابدین کی زاہدانہ دعاؤں اور درجہ رکھتا ہے اورا خت القرآن اورز بورآل محمد کہلاتا ہے، جو امام زین العابدین کی زاہدانہ دعاؤں اور عابدانہ النجاؤں پر مشتمل ہے۔کیا عجب اگر اسے حسن بھری کی تخریروں پر بھی مقدم رکھا جائے۔(۱) ان کتابوں کو بھی شامل رکھا گیا ہے، جن کا موضوع ز ہدوتھونی نہیں ہے۔

⁽۱) تاریخ التر اث العربی، جلداول، جزچیارم، فواد مزکین، مترجم جمود نبی بخیازی، ص: ۹۳

⁽۲) آج کل عرب وایران کے متعدد ناشرین نے اسے شائع کر دیا ہے۔

(الف)امام ابن سيرين (١١٠/٢٩)ا _منتخب الكلام فى تفسير الاحلام، ٢ تعبير الرؤيا، ٣- كتاب اللولوة فى تعبير المنام، ٣ تسمية العبير فى علم التعبير

ن با ابو حازم سلمہ بن دینار(• ۱۳۰۷ / ۷۵۷) ا ۔ ایک مخطوطہ آپ کی طرف منسوب ہے، جو مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہے۔ ۲۔ آپ کے مختلف اقوال منقولہ کے علاوہ امام زہری کے نام ایک مکتوب کا بھی ذکر ماتا ہے۔

(ح) معافی بن عمران (۱۸۵/۱۸۵) ای کتاب الزېد، ۲ مدیث، ۳ متاریخ الموصل (د) فضیل بن عیاض (۱۸۷/۱۸۷) ایجاب الاقطار

(٥)معروف كرخي (٢٠٠ / ٨١٥) ا - حديث (١)

دوسری صدی کے نصف آخر میں زہدیات کا جولٹریچر سامنے آیا، اس میں درج ذیل کتابوں کواولیت حاصل ہے:

الزهدثابتبن دينار كوفي (٥٠١هـ)

الزهدأبو عبدالرحمن عبدالله بن المبارك ($| \Lambda |$ هـ $| \Gamma |$ المرقائق أبو عبدالرحمن عبدالله بن المبارك ($| \Lambda | \Gamma |$

الزهد، أبو مسعو دالمعافى بن عمر ان الموصلي (١٨٥هـ)

الزهد، أبوسفيان وكيعبن الجراح الرؤاسي (١٩٤ هـ)

دوسری صدی کے عربی لٹریچ میں مشہور اویب ابن المقفع (۱۳۲ه) کی دو کتابیں الادب الصغیر اور الا دب الکبیر کے نام بھی ملتے ہیں (۳) جن کا موضوع ادب اور اخلاق ہے۔ چوں کہ ابن المقفع کا زہد ہی نہیں ، اس کا اسلام بھی شک کے دائر ہے میں ہے، اس لیے اس کی شخصیت سے قطع نظر، اس کی ان کتابوں پرضر ورغور کیا جانا چاہیے کہ آئھیں صوفی ادب میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ابن المقفع الا دب الصغیر میں ایک جگہ لکھتا ہے:

⁽۱) یہ ساری معلومات فواد سرکین کی تاریخ التراث العربی جلداول جزچہارم سے مستفاد ہے، مزید تفصیلات کے لیے کتاب ذکور کی طرف رجوع سیجیے۔

⁽۲) حبیب الرحمان اعظمی کا اندازہ ہے کہ بیز ہدیات کے باب میں پہلی تصنیف ہے۔(الزہد، ابن مبارک، دارالکتب العلمیہ ، ۴۰۰۴ء، ص: ۱۳۳) لیکن فواد سز کمین کی تحقیق کے مطابق میہ پہلی موجود کتاب الزہدہے۔تحریر کے اعتبار سے ثابت بن دینارکی کتاب سب سے پہلی ہے، جو دستیا بنہیں ہے۔(تاریخ التراث التر بی جلداول: ۴/۵۰۱) (۳) بید دنوں کتابیں دارصا دربیروت سے جیسے چکی ہیں اور مکتبہ شاملہ پر دستیاب ہیں۔

وَعَلَى الْعَاقِلِ أَنْ يَذْ كُرَ الْمَوْتَ فِي كُلِّ يَوْمِ وَلَيْلَةٍ مِرَارًا، ذِكْرًا يُبَاشِرُ بِهِ الْقُلُوبَ وَيَقْنَعُ الطِّمَاحَ، فَإِنَّ فِي كَثْرَةِ ذِكْرِ الْمَوْتِ عِصْمَةً مِنَ الْأَشَرِ، وَأَمَا تَابِإِذُنِ اللهِ مِنَ الْهَلَعِ. عقل مند پرلازم ہے کہ ہرروز بار بارموت کواس طرح یاد کرے، جو براہ راست اس کے دل کومتا تڑ کرے اوراس کے طول امل کومٹاوے موت کوکٹرت سے یاد کرنے سے انسان لا پروائی سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ کے فضل کو پاکر بے خطر ہوجا تا ہے۔(الا دبالصغیروالا دبالکبیر ص: ۲۰) بېركىف!زېديات كاپيىلىلەا كلى صديوں ميں بھى تىلىل كے ساتھ جارى رہا۔اس سياق میں تنسری/نویں صدی میں کاصی جانے والی درج ذیل کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں: الزهد،أبو سعيداً سدين موسى الأموى البلقب بأسد السنة (212هـ) الزهدابوعيدالله احدين حربين عيدالله (المتوفى: 234هـ) الزهدأيو عبدالله أحمدين عهدين حنيل الشيباني (المتوفى: 241هـ) الزهد، أبو السَّري هَنَّا دبن السَّري الدار في الكوفي (المتوفي: 243هـ) الرقائق، ابو احما محمد بن احماعسال اصفهاني (249هـ) الزهدابراهيم بن عبدالله بن جنيد ختلي بغدادي (270 تقريباً) المحبة لله،ابر اهيمربن عبدالله بن جنيد ختلى بغدادي (270 تقريباً) الزهد،أبوداودسليان بن الأشعث الأزدى السَّجسْتاني (275هـ) الزهد، همين إدريس الرازي (المتوفى: 277هـ) الزهد،أبو بكر عبدالله البغدادي المعروف بابن أبي الدنيا (281هـ) الزهد،أبوبكربن أي عاصم أحمد بن عمرو الشيباني (287هـ)(١) اسی طرح کتب حدیث کی اولین مولفات میں بھی زہدور قائق کے متعقل ابواب شامل

⁽۱) زہدیات کی تمام کتابوں اور مصنفین کی تفصیلات مکتبہ شاملہ ہے لی گئی ہیں۔ عبداللہ ابن مبارک کی کتاب الزہد پر حبیب الرحمان اعظمی کے مقدمے ہے جبی استفادہ کیا گیا ہے۔ زہدیات پر تصنیف کا سلسلہ چوتھی صدی ہیں جبی جاری رہا ہے۔ ان میں شعیبی نیشا پوری (۷۵سے)، آجری (۲۰سے)، ابن شاہین (۳۸سے) اور ابن الدباغ جاری رہا ہے۔ ان میں شعیبی نیشا پوری (۷۵سے)، آجری (۲۰سے)، ابن شاہین کی ۴سے زائد مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس کا سلسلہ آنے والی صدیوں میں جبی قائم رہا۔ (دیکھیے ابن مبارک کی کتاب الزہد پر حبیب الرحمان اعظمی کا مقدمہ)

ہیں۔امام عبدالرزاق (۲۱۱ھ)،امام ابن شیبہ (۲۳۵ھ)،امام بخاری (۲۵۲ھ)،امام مسلم (۲۲۵ھ)،امام مسلم (۲۲۵ھ)،امام مسلم (۲۲۵ھ)،امام ابن ماجہ (۲۷سھ)،امام ترمذی (۲۷سھ) اورامام نسائی (۴۰سھ) وغیرہ نے اپنی مولفات حدیث میں زہدورقائق کے لیے خاص ابواب قائم کیے ہیں فوادسز کمین کی تحقیق کے مطابق اس سیاق کی سب سے قدیم کتاب حدیث جس میں زہدیات کے متلف فصول قائم ہیں،معمر بن راشد (۱۵۳ھ) کی جامع ہے۔اس میں انبیا،صحابہ اور زاہدین کے زہد کے لیے کی مختلف فصول بھی ہیں۔(تاریخ التراث الترابی،جلداول، جزیجارم مین:۱۰۵)

مذکورہ بالا کتابوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات بہ آسانی کہی جاسکتی ہے کہ اہل اسلام قرآن کی جمع ویدوین اور اشاعت سے فراغت کے بعد سب سے پہلے جمع حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سلسلے میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سب کی کوششیں شامل رہیں ۔ ابتدا میں صرف جمع حدیث کار جمان رہا، رسول اور اصحاب رسول سے جس کو جو ملا، اس نے اسے جمع کرلیا، دوسری صدی جمری میں اس میں فنیت آئی اور تصنیف و تدوین کا آغاز ہوا، اس کے ساتھ ہی موضوعاتی احادیث کا انتخاب شروع ہوا، اس ضمن میں زہدیات کا وقیع لٹریچر معرض وجود میں آیا اور بہی وہ لٹریچر سے جے صوفی اوب کانقش اول سجھنا چاہیے۔

ب: صوفی ادب کا تاریخی ارتقا

صوفی ادب تیسری/نویں صدی میں

رسالہ قشیر میہ اور تاریخ آبن خلدون کے حوالے سے بیہ بات گزر چکی کہ دوسری صدی میں صحابہ و تابعین کے طریق زہدوعبادت پر قائم لوگوں کے لیے تصوف اور صوفیہ کی اصطلاح مروئ ہو چکی تھی۔ دوسری صدی میں حسن بھری (۱۱۰/ ۲۲۸)، ابوہاشم کوفی (۱۵۰/ ۲۵۷)، ابراہیم بن ادہم (۱۲۰/ ۲۵۷)، رابعہ بھر یہ (۱۲۰/ ۲۵۷)، فضیل بن عیاض (۱۲۰/ ۲۵۷)، ابراہیم بن ادہم (۱۲۰/ ۲۵۷)، رابعہ بھر یہ (۱۸۰/ ۲۹۷) فضیل بن عیاض (۱۲۰/ ۲۵۷) و حوالے سے متعارف بھی نظر آتے ہیں، مگراس کے باوجوداس عہد کے صوفیہ پر زہدوعبادت اور تعلق باللہ کا ایسا شفاف رنگ ہے، جس میں دوات وقلم کے وجود سے بھی شہرت و ناموری کی آلودگی اور دنیا داری کی بوجھوں ہوتی ہے۔ اس کے باوجوداس عہد کے صوفیہ سے تصنیف و تالیف کی بالکلیے نئی نہیں کی جانچے ہیں۔

تیسری/نویں صدی میں علم تصوف میں تصنیف و ْتالیف کا آغاز ہو گیا۔اسے اس طور پر بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس صدی سے تصوف بہ حیثیت فن مدون ہونے لگا۔اس صدی میں آتے آتے فقہا اور مشکلمین کے بالمقابل صوفیہ نمایاں طور پرسامنے آئے۔حارث محاسبی (۲۴۳س)، ابوالحسین نوری بغوی (۲۹۵ھ) اور جنید بغدادی (۲۹۸/ ۹۱۰) جیسے اکا برصوفیہ اس عہد میں پیدا ہوئے اور عملی اظہار کے ساتھ تصوف کوعلمی اور فنی شاخت ملی۔ بید حضرات اس عہد کے صاحبان حال وقال اور ارباب فکر وقلم صوفیہ کے سرخیل ہیں۔اس عہد میں تصوف پر بے شار کتا ہیں امتیازی شان کے ساتھ جلوہ افر وز ہوئیں، جن میں حارث محاسبی کی کتاب الرعایة ، آواب النفوس، التوہم فی احوال الآخرة اور رسالة المستر شدین، ابوالحسین نوری کی مقامات القلوب اور جنید بغدادی کی محامات القلوب اور جنید بغدادی کی محامات العالی کرہیں۔

تیسری/نویں صدی میں بطور خاص تصنیف و تالیف کے حوالے سے حارث محاسی کی جو شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ذہبی نے انھیں صاحب التصانیف الزہدیہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ آپ کو تیسری صدی ہجری کا سب سے بڑا صوفی مصنف مانا جاتا ہے۔ (۱) زہدوتصوف کے علاوہ اصول دین اور محتزلہ وروافض کے ردمیں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ (۲) بعض مورخین نے آپ کی تصانیف ہیں۔ (۲) بعض مورخین نے آپ کی تصانیف ہیں۔ (۳) فواد سزکین نے آپ کی ۲۳۲ کتابوں کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔

آپ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سب سے زیادہ حسن بھری سے متاثر ہیں۔آپ کو پہلاسی صوفی مصنف سمجھا جاتا ہے۔آپ کی تحریروں میں متکلمانہ انداز واضح نظر آتا ہے۔ آپ کی تحریروں میں متکلمانہ انداز واضح نظر آتا ہے۔ بعض مورغین نے آپ کو امام ابوالحسن اشعری کا پیش رواور سی علم الکلام کے بانیان میں بھی شار کیا ہے۔ (") تصوف آپ کا آخری پڑاؤ ہے۔ اس سے پہلے آپ حدیث، فقداور کلام کے علمی میدانوں سے گزر چکے تھے۔ (") اس لیے آپ کی تصنیفات کا دائرہ تصوف تک محدود نہیں ہے۔ تاہم آپ کی صوفیا نہ تحریریں سب سے ریادہ نمایاں ہیں۔ صوفی ادب کی سب سے معروف و مقبول تصنیف امام غزالی کی احیاء العلوم کو مجھا جاتا ہے، جب کہ احیاء العلوم میں امام غزالی نے یہ اعتراف کیا ہے کہ حارث می سب علم المعاملہ میں چبر الامقہ ہیں۔ نیز عیوب نفس، آفات اعمال اور

⁽١) التصوف: الثورة الروحية ، ٢١٢ ، بحواله مقدمه حسين قو تلي ، كتاب لعقل وفهم القرآن للحاسبي ، ص: ٦١

⁽۲) سيراعلام الشبلاء، ۱۲ / ۱۱، موسسة الرسالة ، ۱۹۸۵ء

^{(&}quot;)العقد المذبب في طبقات حملة المذبب من ٢١٩، ابن الملقن شافعي مصرى (٨٠٠ هـ)

^{(&}quot;) تاريخ التر اث العربي، جلداول، جزج پارم، فوادسز كبين، مترجم: محمود فبمي حجازي، ص: ١١٣١

^(°) دیکھیے امام محاسبی کی کتاب العقل وفہم القرآن پرحسین قو تلی کا تفصیلی مقدمہ، دارالفکر اے19

اسرارعبادات میں سب سے پہلے انہوں نے ہی گفتگو شروع کی ۔(۱) دل چسپ بات بیہے کہ احیاء العلوم زیادہ تر ابوطالب کلی کی قوت القلوب پر مبنی ہے، جب کہ قوت القلوب خودمحاسی کی کتاب الرعامیائل فی اعمال القلب والجوارح سے مستفاد ہے۔(۲)

ذوالنون مصري (۲۲۵ه) حارث محاسي (۲۲۳ه) کے معاصر ہیں۔آپ حارث محاسي کی طرح صاحب فلم تونہیں ہیں، تاہم کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ نے ہی احوال و مقامات پر گفتگو مقامات پر گفتگو مقامات پر گفتگو شروع کی تو جاہلوں نے آپ پر زندیقیت کی تہمت لگائی۔(۴) ذہبی نے علا کی مخالفت کی ایک شروع کی تو جاہلوں نے آپ پر زندیقیت کی تہمت لگائی۔(۴) ذہبی نے علا کی مخالفت کی ایک وجہ یہ محلک امام ما لک کے تنجع تھے۔آپ کو اپنی صفائی کے لیے امیر مصر کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔ امیر مصر آپ سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد آپ کو پند و موعظت کے لیے متوکل کے دربار میں طلب کیا گیا۔آپ کے مواعظ سننے کے بعد متوکل آپ کے عشاق میں شامل ہو گیا۔(۵) ذوالنون مصری تالیفات کے میدان میں امتیازی شان کے حامل نہیں ہیں۔ انہوں نے تصنیف کتاب سے زیادہ تعمیر شخصیت پر زور دیا، تاہم ان سے بھی بعض رسائل منقول انہوں ۔ ان کا ایک مختصر رسالہ صفۃ المومن والمومنۃ اہل ایمان کی شخصیت سازی میں بڑی اہمیت کا حامل سے بحل رسائل کی تفصیلات دی ہیں، حامل ہے۔(۲) فواد سرکین نے آپ کے چھوٹے بڑے ہے۔

(تاریخ التراث العربی، جلداول، جزچبارم، ص: ۱۲۱) ابوالحسین نوری (۲۹۵ هه) اور جنید بغدادی (۲۹۷ هه) جم زمان صوفی جیں فرطیب بغدادی نے آپ کو کشرت اجتہاد سے یا دکرتے ہوئے سلمی کے حوالے سے اسرار صوفیہ میں اعلم العراقیین کہاہے۔(۲) جنید بغدادی آپ کا احترام کرتے تھے اور جب آپ کا انتقال ہوا تو جنید

⁽١) احياءعلوم الدين: ٣ / ٢٦٣ / ١٠ دارالمعرفة ، بيروت

^(*) ديكھيے امام محاسبي كى كتاب لعقل وفهم القرآن پرحسين قو تلى كا تفصيلى مقدمه، دارالفكرا ٨٨٠١٩٧

^{(&}quot;)التصوف:الثورة الروحية ،٢١٢، بحواله مقدمة سين توتلي، كتاب العقل وفهم القرآن للمحاسبي، ص:ا٢

⁽٣) سيراعلام النيلاء، ١٢ / ١١٠، موسسة الرسالة ، ١٩٨٥ء

⁽⁴⁾ العقد المذبب في طبقات حملة المذبب من ٢١٩٠، بن أملقن شافعي مصري (٩٠٨ هـ) ة، بيروت، ١٩٩٧ء

⁽٢) ديكييامام محاسبي كى كتاب العقل وفهم القرآن پرحسين توتلى كاتفصيلى مقدمه، دارالفكرا ١٩٧

⁽٤) تارخ بغدادوذ بوله: ۵ / ۳۳۸، دارالکتبالعلمیه ، بیروت ۱۲ اء

بغدادی نے کہا کہ آج نصف علم فنا ہوگیا۔(۱) آپ کی تالیفات میں مقامات السلوک کا نام ملتا ہے، جوہنوز مجھے دستیا بنہیں ہو تک ہے۔(۲)

تیسری/نویس صدی کاسب سے متازنام جنید بغدادی کا ہے، جنمیں امام الطائفتین ، یعنی جماعت صوفیہ اور جماعت فقہا کا امام کہا جاتا ہے۔تصوف کی انفرادیت کے ساتھ بعض ذہنوں میں اس کی علاحدگی کا جوتصور پنپ رہاتھا، جنید بغدادی نے اپنی معتدل پیش کش سے اس کا ازالہ کیا۔آپ نے بتایا کہ تصوف عین شریعت اور روح شریعت ہے۔وہ پابند شریعت ہے۔شریعت سے باہر کی کوئی چیز نہیں ہے۔

سلطان العارفین بایزید بسطامی (۲۲۱/۸۷۵) اسی صدی کے ہیں، جن کے ہم مشرب صوفیہ کے نعربات کے ہم مشرب صوفیہ کے نعربات مستانہ اور بعض مستصوفہ کی گمراہیوں کے سبب تصوف یک گونہ مطعون ہوگیا تھا۔ جنید بغدادی نے اصل بنیادوں پرتصوف کی نشاۃ ثانیہ کی اور اعتدال کی راہ نکالی۔ آپ کی علمی عظمت کا ندازہ الوالقاسم کعبی کے اس بلیغی بیان سے ہوتا ہے:

میری نگاہوں نے ان جیسانہیں دیکھا۔ان کی بارگاہ میں اہل ادب الفاظ کے لیے، فلاسفہ لطافت معنی کے لیے اور متکلمین علمی گیرائی کے لیے حاضر ہوتے ، جب کہ ان کاعلم سب کے فہم و ادراک سے ماورا تھا۔ (سیراعلام النبلاء: ۱۲/ ۸۸)

کہا جاتا ہے کہ ابوہاشم (* 10 / 272) سب سے پہلے صوفی لقب سے ملقب ہوئے، ذوالنون مصری (۸۲۰/۲۴۵) نے سب سے پہلے صوفی نظریات کی تشریح کی (۳)، جنید بغدادی (۹۱۰/۲۹۸) نے سب سے پہلے اضیں معظم کیا، جب کہ شبلی (۹۳۳ه ۱۵/۵۴۹ء) نے سب سے پہلے عوام کے محضر میں ان کا اعلان کردیا۔ (۳) لیکن اس کے باوجود تصنیف و تالیف میں حضرت جنید کا وہ مقام نہیں ہے، جو آیے کے استاذ حارث محاسی کا ہے۔ تاہم آیے سے متعدد کتب ورسائل

⁽۱) سيراعلام النبلاء/ ذهبی: ۱۴ / ۲۳، موسسة رساله، ۱۹۸۵ء

^(*) اسے قاسم سامرائی نے اپنی تحقیق سے دارا لوراق سے شائع کردیا ہے۔ اس کے ساتھ ابوالقاسم قشیری کی ترتیب السلوک اور جمم الدین کبرئی کی الاصول العشر ہجھی ہے۔ تنیوں کے مجموعے کوالتصوف البغد ادی والخراسانی کا نام رکھا ہے۔ اس کا مخطوطہ مرکز الملک فیصل للبجوث والدراسات الاسلامیہ، ریاض میں موجود ہے۔ نمبر ۴/ ۲۸۹۳۔ دوسرامخطوطہ مکتبہ جامعہ لبنان میں ہے جس کا نمبر ۲/ ۸۴۳ ہے۔ (خزانة التراث فہرس مخطوطات) مبیا کہ امام ابوضیفہ نے سب سے پہلے فقہ کی توضیح وقشرے کے کی۔

(۳) جیسا کہ امام ابوضیفہ نے سب سے پہلے فقہ کی توضیح وقشرے کی کے۔

^(*) A Litterary History of Persia, Edward G. Browne,p: 298

منقول ہیں،جن میں زیادہ تر بہت ہی مخضر ہیں۔(۱)

جنید بغدادی کی مولفات کی فہرست میں فواد سزکین نے ۲۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔
ساتھ ہی سات ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے، جوغلط طور پران سے منسوب ہیں۔(۲) ڈاکٹر محمد مضطفیٰ
نے اپنی کتاب تا ج العاد فین: در اسات عن الجنید البغدادی (۳) میں حضرت جنید بغدادی
کی کتابوں کو ۲ مختلف خانوں میں بانٹا ہے اور ہر خانے میں الگ الگ کتابوں کا تفصیلی ذکر کیا
ہے۔ذیل میں ہرخانے کی صرف کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں:

الف:مطبوعه محققه كتب، جن كااتكريزي ترجمه وچاہے۔

ا _ كتاب دواءالا رواح ، ٢ _ رسالة الى بعض اخوانه ، ٣ _ رسالة الى يحيى بن معاذ الرازى ، ٣ _ رسالة الى يحيى بن معاذ الرازى ، ٣ _ رسالة الى يعيف بن حسين ٢ _ رسالة الى بعض اخوانه ، ٥ _ كتاب الى عمر و بن عثمان المكى ، ٢ _ كتاب الى يوسف بن حسين الرازى ، ٧ _ كتاب الفناء ، ٨ _ كتاب الميثاق ، ٩ _ فى الالوصية ، ١ - فى الفرق بين الاخلاص والصدق ، ١١ _ باب آخر فى التوحيد ، ١٢ _ مسالة اخرى فى التوحيد ، ١٣ _ مسالة اخرى فى التوحيد ، ١٢ _ مسئلة اخرى فى التوحيد ، ٢ _ مسئلة اخرى فى التوحيد ، ١٤ _ مسئلة المرى فى التوحيد ، ١٨ _ مسئلة المر

ب: ڈاکٹر محر مصطفیٰ کی شخفیق کردہ کتابیں۔

⁽۱) رسائل الجنید کے نام سے حضرت جنید بغدادی کے مکتوبات اور رسائل کا ایک جموعہ میر سے پیش نظر ہے۔ اسے دار الکتب المصرید نے کہ ہے۔ اس میں شیخ دار الکتب المصرید نے کہ ہے۔ اس میں شیخ کے چار مکا تیب اور سات دیگر مختصر رسائل ہیں۔ محقق کے مطابق ان کا مخطوط صرف استانبول میں موجود ہے۔

(۲) تاریخ التراث العربی، جلداول، جزچہارم، فواد مزکمین، مترجم بمجمود فہمی تجازی، ص: ۱۳۱ سے ۱۳۵ (۳) اصل کتاب میر سے پیش نظر نہیں ہے۔ اس کی ساری با تیں حضرت جنید بغدادی کی کتاب السرفی انفاس الصوفیے، مطبوعہ دار جوامع الکلم، قاہرہ، ۲۰۰۳ پر واکٹر عبدالباری مجمد واود کے مقد سے مانو ذہیں۔

(۳) عربی میں کتاب جب الی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی مکتوب کے آتے ہیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی اس کے بغیر بھی کتاب مکتوب کے تھیں گئیں۔ کبھی کبھی کتاب مکتوب کے تھیں۔ کبھی کتاب کہ کبھی کتاب کہ کتوب کے معتبی میں آتا ہے۔

ا قصيدة صوفية ، ٢ ـ رساله بلاعنوان ، ٣ ـ الوصايا

د: ناپیدکتابوں کے ٹکڑے/اقتباسات

اس ذیل میں دس مختلف کتابوں/مکاتیب کے حوالے، اقتباسات، قطعات کا ذکر کیا ہے۔ ہ: وہ کتابیں جوکلیۂ ناپید ہیں۔

ا _ كتاب امثال القرآن، ٢ _ كتاب رسائل، ٣ _ منتخب الاسرار في صفات الصادقين الا برار، ٣ ل تصحيح الا رادة، ۵ _ كتاب الى ممشا دالدينورى، ٢ _ كتاب الى اقوام من اهل اصهمان، ٤ ـ رسائل في الروعلى من زعم رؤية الحق في الدنيا

و: وه كتابيں جو شيخ سے غلط طور پرمنسوب ہیں۔(ا)

ا _ رسالة الى يوسف بن الحسين ، ٢ _ كتاب في السكر والا فاقة ، ٣ _ كتاب القصد الى الله، ٣ _ معالى الله ، ٣ _ معالى الله ، ٣ _ معالى الله في الطلاسم ، ٣ _ تدبير الحجر المكرم ، ٧ _ طريقة الجنيد التى اخذ هاعن الحن البصري في التقطير والحل ، ٨ _ السر في انفاس الصوفية (٢)

تيسرى صدى كے بعض ديگر صوفيه كي تحريرات پر بھى ايك نظر ڈالتے ہيں:

(الف)منصور بن ممار (ابتدائی تیسری صدی) ا ۔ آپ کی کتابیں مجالس کے عنوان سے تھیں ، جوضائع ہوگئیں ۔

(ب)احمد بن عاصم انطا کی (۸۳۵/۲۲۰)۱ - انشبهات، ۲ - دواء داءالقلوب ومعرفة همم انتفس و آ دابها

(ج)بشرالحافي (۲۲۷/۲۲۷)ا-كتاب التصوف (الزبد)

(و) ابوجعفر محمه بن حسين برجلاني (۸۵۲/۲۳۸) ا _ كتاب الكرم والجود وسخاء النفس

(ه) حاتم اصم (۲۷/۲۷۱) ایثمانی مسائل، ۲ _الفواید والحکایات والاخبار

(۱) فوادسز کین نے اس ذیل میں کتاب الشکراور رسالۃ فی الفاقۃ کو بھی شامل کیا ہے، جب کہ السر فی انفاس الصوفیۃ کوان کےمولفات کے ذیل میں دوسر نے نمبر پر رکھا ہے۔اس طرح کے اور بھی جزوی اختلافات ہیں۔ (تاریخ التر اٹ العربی، جلداول، جزچہارم، فوادسز کین، مترجم جمحود فہمی تجازی، ص: ۱۳۴)

(۲) ان تمام کتابوں کی تفصیل کے لیے ڈاکٹر محمصطفیٰ کی کتاب تا جالعاد فین: در اسات عن المجنید المبغدادی اور حضرت جنید بغدادی کی کتاب المسو فیہ پر ڈاکٹر عبد الباری محمد داود کا مقدمہ دیکھیے۔ ڈاکٹر عبد الباری محمد داود نے اس کتاب کو اپنی تحقیق اور مقدمے سے شائع کیا ہے اور متعدد دلائل سے بی ثابت کیا ہے کہ بید کتاب حضرت جنید بغدادی کی طرف خلط منسوب سیحھتے ہیں۔

کتاب حضرت جنید بغدادی کی ہے، جب کہ ڈاکٹر محمصطفیٰ اسے حضرت بغدادی کی طرف خلط منسوب سیحھتے ہیں۔

(و) ابوحامداحد بن خصروبیانی (۲۴۰/۸۵۴) ایسلمی نے ان کی بہت سی کتابوں کا ذکر کیاہے، کیکن کسی کا نام نہیں لیاہے۔

(ز) ابوعبيد البسري (١٢٥٥/ ٢٨٥١) اكتاب قوام الاسلام،٢ كتاب الطبيب، ٣ ـ الامالي

(ح) يحلى بن معاذرازي (۸۵۲/۲۵۸) اركتاب المريدين

(ط) ابوجعفر سار (۲۲۰/۲۷۰) ا - كتاب ذم إلد نيا والزهد فيها

(ى) ابواسحاق ابرا بهم حتلى (٢٦٠/ ٨٥٨) ا _ كتاب الحجبة للد٢ _ كتاب الاولياء سركتاب الزبد

(ك) بايزيد بسطامي (٨٤٥/٢٢١) الشطحات (آپ كے حالت سكر كے اقوال كو

کسی نے مرتب کیا ہے)، ۲ رسالۃ فی احکام القصنا والقدر، ۳ رمسائل الرہبان

(لُ) ابوسعید الخراز (۸۹۲/۲۷۹) - کتاب الصدق، ۲-کتاب الصفات، ۳-کتاب الضیاء، ۴-کتاب الکشف والبیان، ۵-کتاب الفراغ، ۲-کتاب الحقائق، ۷-کتاب معیار التصوف و مابیته، ۸-کتاب السر

(م) ابوبگر الوراق (۲۸۰ / ۸۹۳) ا ـ العالم ولمنتعلم

(ن) سهل تسترى (۸۹۲/۲۸۳) ـ التفسير، ۲ ـ كتأب المعارضه والردعلى ابل الفرق وابل الدعاوى فى الاحوال، ٣ ـ كلمات سهل بن عبدالقد تسترى (مجموعه اقوال)، ٣ ـ رسالة فى الحكم والتصوف، ۵ ـ رسالة فى الحروف، ٢ ـ مناقب ابل الحق ومناقب ابل الله عزوجل، ٧ ـ لطائف القصص فى قصص الانبياء، ٨ ـ مقالية فى المنهيات (١)

تیسری/نویں صدی میں کھی جانے والی صوفیہ کی صوفیا نہ اورغیر صوفیا نہ تحریروں کی ایک جھلک کو ویسے کے بعد بیا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس عہد میں صوفیہ کے بہاں تصنیف و تالیف کا رواج کتنا بڑھا ہوا ہے۔ پہلی اور دوسری صدی کے صوفیہ اور زاہدین نے اگر بالعموم تصنیف و تالیف سے فاصلہ بنار کھا ہے، تواس کے برعکس تیسری صدی کے صوفیہ بالعموم صاحب قرطاس وقلم ہیں۔ اس عہد کے صوفیہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ تصوف کے علاوہ دوسرے میدانوں میں اشہب قلم دوڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۔ تیسری صدی میں تصَوف اور صوفیہ کے یہاں جوعلمی قلمی تبدیلی آئی وہ کوئی خلاف تو قع نہیں تھی۔ ایسا ہونا فطری تھا اور بیرمعا ملہ صرف تصوف کے ساتھ خاص نہیں ، دیگر علوم وفنون کا بھی

⁽۱) میساری معلومات فواد سرکین کی تاریخ التراث العربی جلداول جزچهارم سے مستفاد ہے، مزید تفصیلات کے لیے کتاب مذکور کی طرف رجوع سیجیے۔

یبی حال ہے۔ ہم ویکھتے ہیں کہ اسی عہد میں صحاح ستہ مرتب ہور ہی ہیں۔ اسی زمانے میں ائمہ مجتبدین کے تلامذہ کے ہاتھوں فقہ کی بحمیل ہور ہی ہے۔ اسی زمانے میں علم الکلام کی تدوین ہور ہی ہے۔ اسی زمانے میں علم الکلام کی تدوین ہور ہی ہے۔ اسی دور میں مسلم دنیا میں یونانی علوم کی درآ مد ہوتی ہے اور علم کلام پر اہم تصنیفات سامنے آرہی ہیں۔ اسی دور میں مسلم دنیا میں یونانی علوم کی درآ مد ہوتی ہوتی ہے اور مسلمان اپنے شاداب اور کھلے ذہن وگلر سے جدید علوم وفنون کی آب یاری کرنا شروع کرتے ہیں۔ اس عجبد میں ایرانی ، فارسی اور ہندی کتا بول کے ترجیحے ہوئے اور اجنبی افکار و خیالات خصوصاً اشراق یونانی اور زبد ہندی سے اہل اسلام آشا ہوئے۔ اس منظمی ،فکری اورقلمی انتقلاب سے اہل تصوف کا متاثر ہونا بھی ناگزیرتھا اور وہ متاثر ہوئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تیسری صدی میں صوفیہ کے بہاں موضوعاتی تبدیلی بھی آئی۔اب اہل تصوف کا قلم زہدوورع سے متعلق احادیث اور اخلاقی باتوں تک ہی محدود نہیں رہا۔ تیسری صدی میں اہل تصوف کے موضوعات کا دائرہ وسیع ہوا۔ قبلی احوال ومقامات پر گفتگوشر وع ہوئی۔فس کی بیچید گیاں زیر بحث آئیں۔فناوبقا پر خامہ فرسائی شروع ہوئی۔مسلم معاشرہ کہیں نہ کہیں جنمی ماحول اور یونانی افکار سے متاثر ہوا۔اس عمومی ظاہر ہے سے صوفیہ بھی باہر نہیں سے۔ایسا ہونا نہ صرف ان کے لیے ممکن نہیں تھا، بلکہ جائز بھی نہیں تھا۔اسلام کی عمومی تعلیمات میں بیہ بات شامل ہے، کہ اہل زمانہ کو جانا جائے اور ان کی نفسیات، لفظیات، طبائع اور ضرور توں کو مدنظر رکھ کر گفتگو کی جائے اور اس کی رعایت تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ صوفیہ نے کی ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت میرا طویل اور فرصوف کے غیر اسلامی عناصر سے ماخوذ ہونے یا نہ ہونے کی طرف نہیں ہے۔ یہ بحث طویل اور فرصوف ہونے کے بائہ ہونے کی طرف نہیں ہے۔ یہ بحث طویل اور فرصوف ہونے کے ساتھ اس وقت میر سے اصل موضوع سے غیر متعلق ہے۔

دوسری صدی (۱۳۲ / ۵۵۰) میں ہی عباسی حکومت قائم ہوگئ تھی ۔ عہد عباسی کو اسلامی
تاریخ کا عبد زریں کہا جاتا ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ عہد عباسی کاعلمی انقلاب ہارون رشید (۱۵۰ – ۱۹۳ ملاا سے ۱۹۳ سے ۱۹۳ سے شروع ہوکر مامون (۱۹۸ – ۱۹۳ / ۱۸۳ – ۱۹۳۸) کے عہد میں اپ شہبی شاب پر پہنچ گیا۔ تیسری صدی ہجری میں اس علمی انقلاب اور دیگر سیاسی سمابی ، فکری ، فطری افر یاتی ، فدہبی اور مسلکی وقعہی مسائل سے تصوف اور اہل تصوف بھی متاثر ہوئے اور ان کے اثر ات صوفی اوب پر بھی فطری طور پر پڑے ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر دوسری صدی میں اسلامی علوم وفنون عمر ابن عبد العزیز کی سادگی ، اتباع سنت ، جمع حدیث اور زید وورع سے متاثر ہیں تو تیسری صدی میں ان کے اندر ہارون مامون کی فلسفہ دوتی ، علم پروری ، وسعت پندی اور تجد د مزا ہی کے سبب تبدیلی ، توسیع اور عقلانیت و خل انداز ہور ہی ہے۔ صوفی اوب بھی اس کلیے سے خارج نہیں ہے۔

احدین عاصم انطاکی (۲۲۰هه) تیسری صدی کے پہلے بزرگ ہیں جن کے بارے میں

مورخین نے لکھا ہے کہ انھوں نے مراقبہ وات اور احتساب نفس کی بنیا در کھی جس پر حارث محاسبی

(۲۳۳ ھے) نے اپنی تعبیر مکمل کی۔ (۱) حارث محاسبی کے بارے میں یہ بھی کہاجا تا ہے کہ وہ پہلے صوفی ہیں جن کی تحریروں میں علم الکلام کارنگ پختہ نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے بعض مورخین نے اخصیں امام ابوالحن اشعری کا پیش رومت کلم اہل سنت شار کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیفات میں معتز لد کے جدلی نہج کی پیروی کی جس میں مخالف کے شہبات پیش کر کے ان کا از الد کیا جاتا ہے۔ (۲) میدوہ نہج تھا جس کے سبب حارث محاسبی کے معاصر معروف زاہدو فقیدا مام احمد ابن خبل نے ان پر اعراض کیا اور اپنی ناپسند میر گی کا اظہار کیا۔ امام احمد کا ماننا تھا کہ اس طرح سے اہل صلال کی گرا ہیاں زیادہ عام ہوں گی۔ (المنقد من الضل ل الم عمر غزالی میں ۱۵۹۰)

قوالنون مصری (۲۴۲ه) یونانی علوم جیسے طب، کیمیا اور نیزنجات وغیرہ سے واقف سے استفادہ سے تھے۔ تحصیل علم وعرفان کے لیے خوب سیر دنیا کی اور مختلف کتابوں اور اشخاص سے استفادہ کیا۔ زاہدین اور محدثین کی صحبتیں اٹھا کیں۔ راہبوں سے ملاقا تیں کیں۔ کہتے ہیں کہ سب سے کہا۔ زاہدین اور محدثین کی صحبتیں اٹھا کی اور صوفیہ کے احوال ومقامات سے بحث کی ۔ مجاہدہ اور نشل شی کی تعلیم دی اور معرفت کے معنی بتائے۔ دوسری طرف آپ راشخ الاعتقاد سنیت کے وکیل تھے جس کی پاداش میں اُٹھیں معزلہ کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن میہ بات بھی مجیب ہے کہ آپ کی صوفیانہ تعلیمات آپ کی کتابیں مختوظ نہیں رہیں۔ آپ کی تعلیمات آپ کے معاصر حارث محاسی اور دوسرے مصنفین کی تحریروں میں ملتی ہیں۔ (۳) فواد سز کین کے بقول معاصر حارث محاسی اور دوسرے مصنفین کی تحریروں میں ملتی ہیں۔ (۳) فواد سز کین کے بقول دوالنون مصری اسلامی تصوف کی روایت میں غناسطیت (Gnosis) کے بانی ہیں۔

(تاریخ التراث العربی، جلداول، جزیجهارم، مین: ۱۲۰)

ذوالنون مصری کے دوست بایز پدبسطا می بھی اس عہد کے نامورصوفی ہیں۔ آپ کے شخ
ابوعلی سندی تھے جوعربی سے ناوا قف تھے۔ انھوں نے ہی حضرت بسطا می کو وحدت سری سے
متعارف کیا۔ بعض مورخین نے ان کے تصوف کو وحدۃ الوجود سے جوڑا ہے۔ (۳) اگر چیان کی
حیثیت بھی بطور مصنف مسلم نہیں ہے، تاہم ان کے اقوال وارشا وات اورخصوصاً شطحات نے بعد

⁽١) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزيهارم، فوادسز كيين، مترجم بمحمود فبني حجازي، ص: ١١٠

⁽٣) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزچهارم، فواد مزكين، مترجم بمحمود فبمي حجازي،ص: ١١٣ – ١١٣

⁽٣) اردودائرُ وُمعارف اسلاميه: ١٠ / ٦٣ ، دانش گاه پنجاب، لا بهور، ١٩٧٣

⁽٣) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزجِهارم، فوادسز كين، مترجم بمحمود فبمي عجازي، ص: ١٢٥

کے صوفی ادب کو بے پناہ متاثر کیا۔ پانچ سو کے قریب ان کے اقوال منقول ہیں۔ ناقلین میں بڑا نام ان کے شاگرد اور جیتیج ابوموسیٰ (اول) عیسیٰ بن آ دم کا ہے۔ جنید بغدادی نے ان سے ہی حضرت بسطامی کے بعض اقوال نقل کیے ہیں اور پھران کی شرح فرمائی ہے۔

(اردودائرة معارف اسلامية: ١/٩٣٢)

ابوسعیداحمد بن عیسی خراز (۲۷۹هه) تیسری صدی ججری کے ایک بڑے صوفی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تصوف میں فنا وبقا کی گفتگو اور اس کی عقلی تعبیرات کا آغاز آپ نے ہی کیا۔ان کے رسالہ کتاب السرسے بغداد میں کافی ہنگامہ ہوا، جس کے بعد آخیس بغداد جچوڑ نا پڑا۔ وہاں سے بخاری اور پھر قاہرہ پہنچے جہاں ذوالنون مصری اور جنید بغدادی سے ملاقاتیں ہوئیں۔

(تاریخ التراث العربی،جلداول،جزچهارم،ص:۱۲۷)

سہل تستری (۲۸۳ ھ) اس عہد کے پہلے صوفی ہیں ، جن کی صوفیا نہ تفسیر موجود ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تیسری صدی میں تفسیر تستری سے صوفی ادب میں تفسیر اشاری کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ آپ زبردست مشکلم بھی تھے۔ آپ کی مشکلمانہ آرا کو آپ کے شاگر دا بوعبداللہ محد بن سالم (۲۹۷/۹۰۹) نے مرتب کیا ، جس سے ایک منفر دتصوف آمیز کلامی مسلک سالمیہ کی بنیا دیڑی۔ (تاریخ التراث العربی ، جلداول ، جزچہارم ، ص: ۱۲۹)

سیدالطا کفه امام جنید بغدادی (۲۹۸ / ۹۱۰) تیسری صدی کے وہ ناموراور مقبول صوفی ، فقیہ اور شکلم ہیں ، جن کا تصوف ابن تیمیہ اور دیگر ناقدین تصوف کے نز دیک بھی معتبر وسلم ہے۔ (۱) اس کی وجہ جنید بغدادی کا وہ اسلوب بیان ہے جو کتاب وسنت سے موکدوموید ہے۔ سری سقطی ، حارث محاسبی اور ابوجعفر قصاب آپ کے شیوخ میں آتے ہیں فوادسز کین نے آپ کے اسلوب نگارش کو انتہائی پیچیدہ اور تجریدی بتایا ہے ، جس کو بعد میں صلاح نے مزید میتقل کیا۔

(تاریخ التراث العربی، جلداول، جزیبارم،ص:۱۳۱)

الخقر، م دیکھتے ہیں کہ تیسری/نویں صدی میں تصوف پر باضابطہ کافی پی کھ لکھا گیا۔ تفسیر وصدیث اور فقہ وکلام کی طرح تصوف کی فنیت وانفرادیت مسلم ہوگئ۔ مزید بہ کہ اس عہد میں صوفی ادب اس زمانے کے کلامی، فلسفیانہ، بونانی، ہندی، تجریدی اور منطقی انثرات سے بھی متاثر ہوا۔ صوفیہ کے بہاں سریت اور پر اسراریت کے ساتھ شطحات کا وجود بھی سامنے آیا اور ان پر بحثیں شروع ہوئیں۔ اس عہد کے صوفی ادب میں توحید وجودی کے ابتدائی نقوش بھی سامنے آئے اور اس سے

آ گے بڑھ کربعض بے شریعت صوفیہ میں حلول واتحاد اور الحاد ولادینی کے انژات بھی پیدا ہوئے جن کا علمی ردجنید بغدادی جیسے اصول پیندا کا برصوفیہ نے کیا۔اسی عہد میں تفسیر اشاری کی ابتدا ہوتی ہے، جس کانقش اول سہل تستری کی تفسیر القرآن ہے۔ یعنی بیدور صوفی ادب کا زرخیز اور پر بہار دور ہے۔ صوفی ادب چوھی/ دسویں صدی میں

چوتھی/ دسویں صدی میں تصوف میں نیا انقلاب آیا۔ یہ انقلاب ابوالمغیث حسین بن منصور الحلاج (۹۲۲/۳۰۹) کے تختہ وارسے وابستہ ہے۔ حلاج تاریخ تصوف میں وحدة الوجودی تصوف کے سب سے بڑے علم بردار ہیں، جن کا الحاد اور عرفان ہمیشہ موضوع بحث رہے گا۔ ابن ندیم نے حلاج کی تالیفات میں ۲۷ کتابوں کے نام شار کرائے ہیں(۱)، جن میں کتاب الطواسین بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ بہر کیف! حلاج کی لفظیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں صوفی ادب میں رمزیت، وجودیت، شطحیت اور عنوسیت (Gnosis) اپنے شاب پر بڑنج بھی ہے۔ جنید بغدادی کی دعوت کتاب وسنت اور حلاج کی مصلوبیت اسی بڑھتے ہوئے ابہام کوروئے کی کوشش تھی جس سے عوامی غلط فہمیوں اور ملاج کی مصلوبیت اسی بڑھول واتحاد اور الحاد ولاد بنی کی راہیں کھل رہی تھیں۔

چوشی صدی کے ربع اول (تقریباً ۲۳۰/ ۹۳۲) میں وفات پانے والے ایک معروف صوفی حکیم تر ذی بھی ہیں جن کی کتاب ختم الولایت صوفی ادب کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب پر بھی بڑا ہنگا مہ ہوا۔ کہا گیا کہ حکیم تر ذی انہیا پر اولیا کی فضیلت کے حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب پر بھی بڑا ہنگا مہ ہوا۔ کہا گیا کہ حکیم تر ذی انہیا پر اولیا کی فضیلت کے ماں بیں ۔ اس کی وجہ سے ان کی تلفیر ہوئی اور آخیں شہر بدر ہونا پڑا، جب کہ کمی اور بی نے اس میں تاویل کی راہ نکالی ہے اور بیکہا کہ لوگ ان کا معاسم جھڑ ہیں سکے۔ (۲) ان کے علاوہ ابن عربی اور دیگر اکا برصوفیہ ان کے مداح ہیں۔ ماسینیون کے مطابق افھوں نے یونانی عرفان کی سنی صوفی تفسیر اور دیگر اکا برصوفیہ ان کے مداح ہیں۔ ماسینیون کے مطابق افھوں نے یونانی عرفان کی سنی صوفی الرسول، المنہیات، الفروق نیس الموحدین، الریاضة وادب النفس، غور الامور، المناہی، شرح الصلاق، المنہیات، الفرق نیس المکنونی نے ۵۰ مطبوعات الوکیاس والمغترین، بیان الفرق میں الصدر والفل والموری اور العمل اہم ہیں۔ فواد سرکین نے ۵۰ مطبوعات القل والفؤ اد واللب، العقل والہوئی اور العمل اہم ہیں۔ فواد سرکین نے ۵۰ مطبوعات الولیات

⁽١) الفهرست/ ابن نديم ،ص: ۲۳۸ ، دارالمعرفة ، بيروت ، ۱۹۹۷ ء

⁽٢) طبقات الشافعية الكبرى/ السبكي :٢ ٢ ٢ ٢، جرللنشر والتوزيع مصر، ١٣ ١٣ هـ

^{(&}quot;) تاریخ التر اث العربی، جلداول، جزچِهارم، فوادسز کین،مترجم جمحودفنجی حجازی جس: ۱۴۴۳

مخطوطات کی تفصیلات فراہم کی ہے۔

چوقی صدی میں صوفی ادب میں ایک نئی شروعات صوفی تذکروں سے ہوتی نظر آتی ہے۔

ہے۔اس سلسلے میں پہلا نام شیخ ابوسعید بن اعرابی (۴۰ م ۹۵۲/۳۴) کالیاجاسکتا ہے، جوغالباً پہلے صوفی ہیں جس نے طبقات النساک کے نام سے صوفی کا باضابطہ تذکرہ لکھا، جس سے بعد کی تاریخ میں ابوقیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں استفادہ کیا۔ پہلے آپ کا شخف حدیث، فقہ اور تاریخ سے تھا، بعدازال تصوف سے تعلق ہوا اور جنید بغدادی اور ابوالحسین نوری کی صحبتیں اٹھا کیں۔ صوفی تذکرے کی طرف میلان کا باعث، تاریخ اور حدیث سے ان کا سابقہ تعلق رہا ہوگا۔اس کے علاوہ حدیث، فقہ، تاریخ اور تصوف میں بھی متعدد کتابیں آپ سے یادگار ہیں۔ آپ ایک عظیم محدث اور طریق جنیدی کے حامل صوفی شے۔ آپ کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ آپ ایک عظیم محدث اور طریق جنیدی کے حامل صوفی تھے۔ آپ کی تصنیفات میں المجم، تاریخ البصر ق، الاختصاص، الاخلاص ومعانی علم الباطن، العمر والشیب، معانی الزہد میں المجم، تاریخ البحد، معانی الزہد واقوال الناس فیہ وصفۃ الزاہدین، المواعظ والفوائد وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی تالیف کتاب الوجد ایٹ موضوع پر پہلی کتاب سے، جس کے اقتباسات کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب المح میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں المجس میں المح میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب اس وقت ناپید ہے۔ (کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب المع میں موجود ہیں، اگر چواصل کتاب المع میں موجود ہیں، اگر کو موجود ہیں، اگر خواصل کتاب کتاب المع موجود ہیں، اگر کو موجود ہیں کا کو موجود ہیں موجود ہیں، اگر کو موجود ہیں کتاب کو موجود ہیں کتاب کی کتاب کو موجود کتاب کی کتاب کی کو موجود ہیں کتاب کی کتاب کو موجود ہیں کتاب کو

آپ ہی کے معاصر ایک دوسرے صوفی ابوجید جعفر خلدی (۹۲۹/۳۴۸) نے تذکر ہ صوفیہ پرایک دوسری کتاب حکایات المشائخ لکھی ،جس کے اقتباسات ابونھر سراج کی مصارع العثاق میں ہیں۔ زہداورتصوف پرجھی آپ کی دو کتا ہیں موجود ہیں۔اسی عہد میں ایک یمنی بزرگ ابوعبداللہ بن منیک ہیں جن کی طرف اخبار نامی کتاب منسوب ہے،جس میں صوفیہ کے اقوال و عبارات جمع ہیں۔ (تاریخ التراث العربی ،جلداول ، جزچہارم ،ص ۱۵۸۰)

ابوعبدالرحمٰن سلمی اور حاکم نیشا پوری کے شیخ ابوالعباس محمد بن الخشاب مخرمی (۲۳ م/ ۹۷۱)
مجھی اسی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ تذکر ہُ صوفیہ پر ایک کتاب حکایات آپ سے بھی منسوب ہے،
جس کے اقتباسات سلمی کی طبقات الصوفیہ میں موجود ہیں۔(۱) سلمی کے ایک دوسر سے شیخ ابوالفرح
عبدالواحد بن بکر ورثانی (۲۷ م/ ۹۸۲) ہیں، جن کی کتاب طبقات الصوفیہ کا ذکر ماتا ہے۔ سلمی
نے اپنی طبقات صوفیہ میں ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ابوقیم اصفہانی اور قشیری
کے یہاں بھی اس کتاب کے اقتباسات موجود ہیں۔(۲) سلمی کے ایک اور صوفی تذکرہ نگار استاذ

⁽۱) تاریخ التر اث العربی، حبلداول، جزچهارم، فواد سز کمین، مترجم بمحمود فنجی حجازی، ص: ۱۵۹ (۲) تاریخ التر اث العربی، حبلداول، جزچهارم، فواد سز کمین، مترجم جمود فنجی حجازی، ص: ۱۹۴

ابوبکر بن شاذان رازی (۹۸۶/۳۷۲) ہیں، جن کی کتاب الحکایات الصوفیہ سے سلمی نے سب سے زیادہ استفادہ کیا۔(۱) ایسامحسوس ہوتا ہے کہ چوتھی صدی کے اندر تذکرہ صوفیہ کھنے اور پڑھنے کا عام رواج ہوگیا تھا اور ایسا فطری بھی تھا؛ کیوں کہ اس وقت تک اسلام اور تصوف پر تین صدیاں گزر پھی تھیں۔اصول وفروع پر کافی بحثیں ہو پھی تھیں۔علوم اسلامی اپنے کمال کو پہنچ بھے تھے۔ خارجی اثرات کی تا ثیرو تاثر کا کمل پورا ہو چکا تھا۔اب ایسے میں مسلمانوں کے اندر قرون اولی کے زاہدین وعارفین کے احوال سے باخبری کا اشتیاق پیدا ہونا عین متوقع تھا۔

چونگی/ دسویں صدی کے صوفی ادب میں سب سے زیادہ معروف مقبول اور تاریخی اہمیت کی حامل اپنی نوعیت کی منفرد کتاب شخ ابونصر سراج (۹۸۸/۳۷۸) کی کتاب اللمع ہے۔ کہتے ہیں کہ تصوف پرید پہلی جامع اور کمل کتاب ہے، جوتصوف کوبطور ایک علم کے پیش کرتی ہے اور اس کے مختلف پہلووں سے بحث کرتی ہے۔ تو حیدومعرفت، احوال ومقامات بتفسیر باطنی اوراس کے آ داب،مقام نبوت،عرفان صحابه،آ داب صوفيه، ارشادات ومکتوبات صوفیه،صوفی شاعری،مراقبه و مشاہدہ،صوفیانہ وصایا،ساع، وجد، کرامت، ہرطرح کے مباحث تصوف کا پہلی بار جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔اس میں کتاب وسنت سے صوفیہ کے منہج استنباط کو پہلی باربیان کیا گیا ہے۔ اس میں پہلی بارصوفیدی لفظیات سے بحث کی گئی ہے اور مصطلحات تصوف کی وضاحت کی منگئ ہے۔اسی طرح مصنف نے بسطامی کی قطحات کی جنیدی تشریحات سے استفادہ کرتے ہوئے شطّحات صوفیہ پرعلمی گفتگواوران کی تاویل بڑی تفصیل اور تحقیقَ سے کی ہے۔ نیز ابن الاعرابی کی كتاب الوجد ئے مباحث كوآ كے بڑھا يا ہے، اگر جداس كى پنجيل بعد ميں غزالي كى احياء العلوم ميں ہوئی۔عقائدصوفیدی وضاحت اور اس تعلق سے غلط فہمیوں کا ازالہ بھی سلیقے سے کیا گیا ہے۔ تاہم انھوں نے اس کتاب میں بونانی اور عجمی افکارومنا ہج سے اعراض کرتے ہوئے اصولی طور پرمنہج جنیدی کی پیروی کی ہے اور ہر بات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھا ہے اور شریعت مے منحرف مستصوفین کی جم کرخبر لی ہے۔اس سیاق میں حلول واتحاد جیسے غیراسلامی نظریات کوردکرتے ہوئے تصوف سے ان کا یکسر اخراج کردیا ہے۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب اللمع نے صوفی ادب کا ایک مثالی منج متعین کرویا ،جس کی پیروی بعد کے زمانے میں ویرتک کی جاتی رہی۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود اور طہ عبدالباقی سرورنے کتاب المع کو تاریخ کا سب سے بڑا صوفی انسائیکلوپیڈیا اوراس کے مصنف کوسب سے بڑا صوفی مورخ لکھا ہے۔اسی طرح کتاب وسنت پر

⁽١) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزيجبارم، فوادسز كيين، مترجم؛ محمودفبني حجازي، ص: ١٦٧

قائم تصوف کے دو مدارس کا ذکر کیا ہے، پہلا جنیدی مدرسہ جس نے منبر ومحراب کے لیے صالح افراد تیار کیے اور دوسراا بونصر سراج کا مدرسہ، جس نے تصوف میں تالیف وتصنیف اور شرح و بیان کا ایک نیاب کھولا، جس نے فلسفیا نہ انحرافات کی راہ کو تنی سے مسدود کر دیا۔ اس طرح شنخ ابونصر سراج بعد کے تمام صوفی موفیین کے استاذ اور ان سب میں عظیم ترکھ برے۔ جبویری (۲۱۵ / ۲۵۲) نے کشف المجوب میں انہی کی پیروی کی طبقات صوفیہ کے مولف سلمی (۲۱۲ / ۲۱۲) انہی کے شاگر دہیں، جن کے شاگر دہیں، جن کے شاگر درسالہ قشیری کے مولف امام قشیری (۲۱۵ / ۲۷۲) ہیں۔ (۱) گویا چوشی صدی کے نصف آخر میں معرض وجو دہیں آنے والی یہ کتاب نصرف یا نچویں صدی ہجری کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی، بلکہ بعد میں ظاہر ہونے والی بیراصوفی ادب بھی اس سے متاثر ہوا۔

نیکلسن (R. A. Nicholson) کی تحقیق کے مطابق شیخ ابونصر سرائ نے اپنی اس علمی ، فکری ، تجزیاتی اور تاریخی کتاب میں زبانی روایات کے علاوہ درج ذبل تحریری مآخذ سے بھی استفادہ کیا:

" کتاب نامعلوم/ابوترابخشی (۸۵۹/۲۴۵) ۲ ـ اخبار مکه ، جوغالباً محمد بن عبدالله از رقی (۲۵۰/۸۵۸ تقریباً) کی ہے۔ (۲) ۳ ـ کتاب اسنن/ابوداود سجستانی (۸۸۸/۲۷۵) ۵ ـ آ داب الصلا ة/ابوسعیدالخراز (۲۹۱/۹۰۷) ۲ ـ کتاب المشاہدات/عمرو بن عثمان کمی (۲۹۷/۴۹) ۷ ـ کتاب المناجات/جنید بغداد کی (۲۹۸/۱۹) ۸ ـ شرح شطحیات البسطامی/جنید بغدای (۲۹۸/۱۹) ۹ ـ کتاب الوجد/ابوسعیدابن الاعرابی (۴۵۰/۲۹۸)

کتاب اللمع کے بعد اس صدی میں ایک دوسری مایہ ناز کتاب تصوف، قوت القلوب معرض وجود میں آئی۔اس کے مصنف ابوطالب مکی (۹۹۲/۳۸۲) ہیں۔اس کے بارے میں

⁽۱) کتاب اللمع / ابونصر سراح بخقیق: ڈاکٹر عبدالحلیم محمود اورط عبدالباقی ،مقدمہ از محققین (۲) زرکلی نے اسے ازرقی کی تصنیفات میں ہی شامل کیا ہے۔

^(*) The Kitab al-Luma fi l-Tasawwuf by Abu Nasr al-Sarraj, Introduction by R. A. Nicholson, p: xi, xii

نکلسن کا خیال ہے کہ بیرکتاب اللمع ہے بھی زیادہ حسن ترتیب وتجزید کی حامل ہے۔(۱)اس کی دوسری خوبی ریجھی ہے کہ تصوف کو زندگی بخشنے والی تاریخ تصوف کی سب سے معرکه آرا کتاب احیاءالعلوم بنیادی اعتبار سے اس پر مبنی ہے۔اس کی مقبولیت ومحبوبیت کا بیرعالم ہے کہ آنے والی صديوں ميں څمه بن خلف بن سعد اندلسي (۴۸۵ / ۱۰۹۲)، در ديش عبدالكريم بن على (دسو س صدی عیسوی) اورحسین بن معن (۸۷۰/۱۴ ۱۴) نے مختلف ناموں سے اس کی تلخیص کی۔ (۲) چوتھی/ دسویں صدی کی آخری سب ہے بڑی کتاب تصوف، تاج الاسلام ابوبکر کلایاذی (۹۹۰/۳۸۰) کی کتابالتعرف لمذهب اهل التصوف ہے، جوایخ طرز کی پہلی اورمنفرو The Doctorine of the Sufis في (J. Arberry) كتاب ہے۔ آربری نام سے اس کا انگریزی ترجمه کیا، جو ۲ ۱۹۳۰ میں کیمبرج سے شائع ہوا، جب کہ ڈاکٹر عبد الحلیم محمود اور طہ عبدالیا قی نے اس کی تحقیق کر کے قاہرہ سے ۱۹۲۰ء میں شائع کیا۔ بعد کے زمانے میں اہل علم صوفیہ نے اس کی متعدد شروحات لکھیں، جن میں اساعیل بن محمستلی (۱۰۴۳/۳۳۳) کی نور المريدين وفضيحة المدعين اورعلي بن اساعيل قونوي (١٣٢٦/٤٢٤) كي حسن التصرف في شرح التعرف اہم ہیں۔شیخ کی دیگرتصنیفات میں معانی الآ ثار/معانی الاخبار/ بحر الفوائد اکسمی بمعانی الاخبار کے مختلف مخطوطے بھی موجود ہیں۔ (تاریخ التراث العربی، جلداول، جزچہارم، ص: ۱۷۴) چونھی/ دسویں صدی کے چندا ہم صوفی مصنفین اوران کی کتابیں حسب ذیل ہیں: ا ـ ابي بكر محمد بن خلف بن المرزبان (٩٠ ٣٠هـ)/المروءة ۲_ابوبکرمحرین دا ؤ دیارسا (۳۲ ۱۳ هـ)/اخبارالصوفیه ٣- ابوحاتم محمد بن حبان تميمي الدار مي بستى (٣٥٣هـ)/روضة العقلاء ونزمة الفضلاء ٣- ايوعبدالله محمد بن عبدالجيارنفري (٣٥ ٣هه)/المواقف والمخاطبات ۵_ابوبکرمجر بن حسین بن عبداللّه آئجري بغدادي (۱۰ سره)/اخلاق العلماء ۲ ـ ا بوځمرعبداللّه بن محمرانصاري م (۲۹ سرھ)/التو بیخ والتنبه ے۔ابواللیث نصر بن محمر سرقندی (۳۷س)/تنبیه الغافلین ، بستان العارفین ۸ _ابوسلیمان تمدین محربستی خطایی (۸۸ سه ۱۰)العزلیة ،شان الدعاء

⁽¹)The Kitab al-Luma fi l-Tasawwuf by Abu Nasr al-Sarraj, Introduction by R. A. Nicholson, p: xiii

⁽٢) تاريخ التراث العربي، حبلداول، جزچِبارم، فوادسز كين، مترجم بمحمود فهي حجازي، ص: • ١٧

9 ـ ابوبه بلال الحسن بن عبدالته عسكرى (۳۹۵)/الحث على طلب العلم والاجتها د في جمعه • ا ـ ابوالعباس احمد بن محمد نسوى صوفى (۳۹ سرهه) / طبقات الصوفيه اا على بن محمد بن حسين بستى (• • ۴) / قصيدة عنوان الحكم ۲۱ ـ عبدالله بن احمدا بن روز به بهمانى (چوقى صدى) / التبصر والتذكر فى التصوف ساا على بن يجيى زندويستى (چوقى صدى ججرى) / روضة العلما ونزبهة الفضلاء، الاسئلة والا جوبة فى الحكمة

چوقی/دسویں صدی کی اہم کتب تصوف کے اس اجمالی تعارف و تجزید سے اس بات کا بہ آسانی اندازہ لگا یا جاسکتا ہے کہ تیسری صدی میں خارجی اثر ات کے سبب تصوف میں جوحد سے زیادہ رمزیت، شطحیت اور ابہامیت پیدا ہو گئی تھی، جس کے سبب ایک طرف باطنیت اور انحرافات کا دروازہ کھل رہا تھا تو دوسری طرف تکفیر مشائخ کا ماحول بنایا جارہا تھا، پیروش تیسری صدی کے اوائل اواخر میں جنید بغدادی کی دعوت کتاب وسنت اور تاویل اقوال و شطحات اور چوتھی صدی کے اوائل میں منصور حلاج کی مصلوبیت سے تقریباً رکسی گئی۔ چوتھی صدی کے ربع اول میں رمزی تصوف میں منصور حلاج کی مصلوبیت سے تقریباً رکسی گئی۔ چوتھی صدی کے ربع اول میں رمزی تصوف کے آخری آثار حکیم تر مذی کی تصنیفات میں ملتے ہیں، فقہا ہے وقت کی طرف سے جن کی تکفیر کے بعد صوفی ادب میں بیروش تقریباً نا پیدسی ہوجاتی ہے۔ اس کے معابعد صوفی تذکروں کا آغاز ہوتا ہو حدار طرف سامی دور تا کی کہ اگر چواس کی تحکیل آنے والی صدی میں ابو عبد الرحمٰن سلمی (۲۲۱ / ۲۱۷) کی طبقات الصوفیہ اور ابوئیم اصفہانی (۲۳۰ / ۲۰۱۱) کی طبقات الصوفیہ اور ابوئیم اصفہانی (۲۳۰ / ۲۰۱۷) کی حلیتہ الاولیاء وطبقات الصوفیہ میں تاریخی ، تحقیقی ، تجزیاتی اور جدید میں کتابیں معرض وجود میں آئیس جن سے علم تصوف میں تاریخی ، تحقیقی ، تجزیاتی اور جدید علم مضوف میں تاریخی ، تحقیقی ، تجزیاتی اور جدید علم منہ کی کا آغاز ہوااور اس کے ساتھ ہی صوفی ادب کا دوراول مکمل ہوگیا۔

صوفی ادب کا دوسراعهد

صوفی اوب کا دوسراعهد پانچوی/ گیار ہویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔اس صدی کی شروعات میں وفات یا فتہ صوفیہ میں عبدالملک خرکوثی (۷۴ م/ ۱۰۱۲)، ابوعبدالرحمٰن سلمی (۱۲ م/ ۱۲) بطور خاص قابل ذکر ہیں۔خرکوثی اپنے رنگ کے منفر دصوفی تھے۔ آپ کا تعلق نیشا پورسے ہے۔ آپ کا شارشافعی فقتها میں ہوتا ہے۔ تصوف اور صوفیہ کے حوالے سے تہذیب الاسرار اور سیر العباد والزبالاتھی۔ کتاب البشارة والنذور اور شرف المصطفیٰ بھی آپ سے یادگار ہیں۔ (۱) گو یا علامہ

⁽١) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزج بارم، ص: ١٤٥ / الاعلام للزركلي: ٣ / ١٩٣٠

خرکوشی بھی صوفی ادب کی اسی روش سے متاثر نظر آتے ہیں جس کی ابتدا گذشتہ صدی میں ہوئی تھی، میرا مطلب تذکرۂ مشائخ سے ہے جس کی تکمیل یانچویں صدی میں ابوعبدالرحن سلمی کی طبقات الصوفیہ اور ابوقیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء سے ہوجاتی ہے۔سلمی کے ایک دوسرے معاصر ابوسعید النقاش اصفهانی (۱۴ / ۱۰۲۳) کی کتاب بھی طبقات الصوفیہ کے نام سے ہی ہے جس کاذکر ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے۔فوادسز کین کی کتاب اس کی تفصیلات سے خالی ہے، بظاہرجس کے سیر معنی ہیں کہ بیکتاب آج وست یاب نہیں ہے۔ (تاری اُلتراث العربی، جلداول، جزچہارم، ص:١٨٦) ملمی کی دیگر تصنیفات میں ذکر النسوۃ المتعبدات الصوفیات (بیطبقات الصوفیۃ کے ساتھ چھتی ہے)، حقایق التقبیر (تقبیر ملمی)، کتاب الزہد (تراجم الصحابة والتابعين وتابعيم الزامدين)،مناجج العارفين، جوامع آ داب الصوفيية كتاب عيوب النفس ومداوا تقا،رسالة الملامتية ، درجات المعاملات، آواب الصحبة وحسن المعاشرة، آواب الفقر وشرائطه ،الفرق بين علم الشريعة والحقيقة، مسالة ورجات الصالحين، غلطات الصوفية، بيان زلل الفقراء ومواجب آوابهم، كتاب الفتوة سلوك العارفين، مقدمة في التصوف، بيان احوال الصوفية ،تهذيب الناسخ والمنسوخ في القرآن لا بن الشهاب الزهرى،الردعلى امل الكلام، الاربعون فى (اخلاق) الصوفية، آداب الصوفية ، كتاب الساع اور مقامات الاولياء بھى خاصى آہم ہيں _مورخين نے آپ كى تصنيفات كوسو ہے متجاوز بتایا ہے۔ان کتابوں کے عنوانات پرایک نظر ڈالنے سے ہی علامہ ملمی کے عظیم مصنف ومولف ہونے کا واضح اندازہ ہوجا تاہے۔ ڈاکٹر محمرسید حسین ذہبی (۹۸ ۱۳ ه) ککھتے ہیں: علامه تلمی خراسان میں صوفیہ کے شیخ اور امام تھے۔تصوف علم شریعت اور طریق سلف کے بڑے واقف کار تھے تعلیم طریقت اپنے والد سے حاصل کی علم الحقائق اورمعرفت راہ سلوک ہے بطور خاص نوازے گئے تھے۔اس کے ساتھ علم حدیث میں بھی ان کا پایہ بلند ہے۔ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ انھوں نے چالیس سال سے زائدعرصے تک املا اورمطالعے کے ذریعے خدمت حدیث کرتے رہے۔نیشا پور،مرو،عراق اور تجاز میں حدیثیں کھیں۔اہل خراسان کے لیے کتب احادیث تالیف کی۔ ابوعبداللہ حاکم نیشا پوری اور ابوالقاسم قشری جیسے حفاظ حدیث نے آپ سے روایت کی۔ سو سے زائد کتابیں یادگار حچوڑیں۔ان میں سے بعض علم قر آن سے متعلق ہیں،بعض تاریخ سے متعلق ہیں تو بعض حدیث اورتفسیر ہے متعلق ٰ لیکن اپنی تمام ترعظمت شان اور اپنے تلبعین کے درمیان محبوبیت و مقبولیت کے باوجود دیگر صوفیہ کی طرح سلمی بھی نقد وجرح سے

محفوظ نہیں رہ سکے خطیب بغدادی نے محد بن یوسف نیشا پوری قطان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ملمی غیر ثقہ ہیں، وہ صوفیہ کے لیے حدیثیں گڑھتے تھے لیکن خود خطیب بغدادی اس نقد سے متفق نہیں ہیں۔اس قول کوفل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن کا مقام ان کے اہل شہر کے بیج بہت عظیم ہے۔وہ ایک معتبر محدث ہیں۔ابن سکی نے بھی طبقات الشافعیہ میں خطیب کے اس قول کوہی تھے قرار ویا ہے ادراس کے بعد ریکھا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن ثقہ ہیں،ان کے متعلق اس قسم کی تنقیدات بے اعتبار ہیں۔ (التفیر والمفسرون، ڈاکٹر محمد سید حسین ذہی، ۲۸۲/۲۸۲ مکتبہ و ہہ، قاہرہ)

سلمی کے بارے بیں علامہ ذہبی کے بیالفاظ ہیں: شیخ الصوفیة و صاحب تاریخهم و طبقاتهم و تفسیر هم (۱) سلمی نے ایک طرف تذکر ہ صوفیہ کو کمال بخشا تو دوسری طرف تفسیر صوفی کی ابتدا کی۔ ان سے پہلے تفسیر تستری کا ذکر ماتا ہے، جس کے مولف سہل تستری صوفی کی ابتدا کی۔ ان سے پہلے تفسیر تستری کا ذکر ماتا ہے، جس کے مولف سہل تستری ہے کہ بیکوئی باضابط تصنیف نہیں، بلکہ مختلف آیات قرآنیہ سے متعلق حضرت سہل تستری کے اقوال کا مجموعہ بیکوئی باضابط تصنیف نہیں، بلکہ مختلف آیات قرآنیہ سے متعلق حضرت سہل تستری کے اقوال کا مجموعہ جے ابوبکر محمد بین البلامی نے جمع کیا ہے۔ (۲) اس طرح سلمی کو تصوف کا پہلامفسر کہا جاسکتا ہے۔ اس صدی کے دوسرے متاز صوفی مورخ و محدث، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء کے مولف ابوقیم اصفہانی (۲۳۰ / ۱۳۳۸) ہیں، جن کی صوفیا نہ، مورخانہ اور محدثانہ عظمت یکسال مسلم مولف ابوقیم اصفہانی (۴۳۰ / ۱۳۳۸) ہیں، جن کی صوفیا نہ، مورخانہ اور اوراء ہو ان نے سب سے پہلے قرار دیا ہے۔ ابن خلکان سے سیجی پہنے جاتا ہے کہ ابوقیم اصفہانی کے دادا مہران نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، جو کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب کے غلام شے۔ اسلام قبول کیا تھا، جو کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جو کمار می ابوطالب کے غلام شے۔

(وفيات الاعيان دانباء الزمان: ۱/۹۱) د من مستمل عبر عبر عبر المستمل عبر عبر

حلیۃ الاولیاء اپنے انداز کی بالکل منفر و کتاب ہے۔ دس جلدوں پرمشتمل ہے عہد بہ عہد بر اللہ بن ومتصوفین کی تاریخ و تذکرہ کے ساتھ ان کے اقوال اور مرویات کا مجموعہ ہے۔ اس کے سبب تالیف کے حوالے سے مولف نے لکھا ہے کہ جمارا مقصد صوفیہ کی عظمت کی حفاظت اور ان کے لباس میں ملبوس متصوفہ و ملاحدہ کی باطل پرتی کا اظہار ہے۔ (۳) اسی لیے اضوں نے مقدمۃ

⁽١) ميزان الاعتدال في نقذالر جال بثم الدين ابوعبدالله مجمه بن احمد ذهبي، ٣/ ٥٢٣

⁽٢) التفسير والمفسرون، ڈاکٹرمحمد سيرحسين ذہبي، ٢٨٢/٢، مکتبه وہبه، قاہرہ

⁽٣) ديكھيے حلية الاولياء كامقدمه

الکتاب میں صوفیہ کی عظمت واحوال اور اوصاف وعلامات کوآیات واحادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس کے بعد مہاجرین ، اہل صفہ ،صحابیات ، تا بعین اور دیگر زاہدین ومتصوفین کا عہد بہ عہد ذکر کیا ہے اوران کے اقوال ومرویات کوفقل کیا ہے۔اس سیاق میں انھوں نے انصار کے ذکر سے اعراض کیا ہے ،جس کی وجہ راقم کومجھ میں نہیں آسکی۔

پانچوی / گیار ہوئی صدی کی صوفی اوب کی تاریخ نامکمل رہے گی اگرشخ ہجویری اسکا دام میں اسکا دونوں کتا ہیں نمایاں مقام کی حامل ہوں گی ۔ رسالہ قشیر یہ کے مولف امام ابوالقاسم قشیری ہیں جن کو دونوں کتا ہیں نمایاں مقام کی حامل ہوں گی ۔ رسالہ قشیر یہ کے مولف امام ابوالقاسم قشیری ہیں جن کو علامہ تاجی الدین بھی نے زینت اسلام، امام مطلق، بلندا قبال، ہنم ثاقب، امام المسلمین، مقتدا ہے علامہ تاجہ اور جامع العلوم جیسے مات، امام الائمہ، رہ نما ہے۔ (ا) ابن خلکان کے الفاظ ہیں: کائ عَلامہ فی الفقه و التفسیر و الحدیث و الأحدیث و الأحدی و الکتابة و علم التصوف ۔

(وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان: ٣٠٥/٣)

آپ صاحب طبقات الصوفیہ ابوعبد الرحمٰن سلمی کے تلامذہ میں آتے ہیں۔ آپ کا شار تصوف کے بڑے مصنفین میں ہوتا ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے آپ کی مولفات میں رسالہ قشیریہ کے علاوہ ان کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے: ایفیر قرآن، ۲ نحو القلوب، ۳ لطائف الاشارات، ۲ کتاب الجواہر، ۵ کتاب احکام السماع، ۲ کتاب آواب الصوفیة، ک کتاب عیون الاجوبة، ۸ کتاب المناجات اور ۹ کتاب المنتہ کی ۔ (۲) مولا ناعبد المما جدوریا باوی رسالہ قشیر ہے تعلق سے لکھتے ہیں:

کتاب کا پورا نام رسالۃ (الرسالۃ) القشریۃ فی علم التصوف ہے۔سال تالیف حسب تصریح حضرت مولف کے ۳۳ میں ہے۔ رسالہ کے مخاطب اصلی مما لک اسلامیہ کی معاصر جماعت صوفیہ ہے، جس کے ارکان کے نام بدرسالہ گویا (بہ اصطلاح موجودہ) بہطور کھلے خط کے شائع کیا گیا ہے۔ چنا نچہ مخاطبین سے اکثر صیغہ جمع عاضر میں خطاب ہے۔ غرض تصنیف یہ بیان کی ہے کہ صوفیہ متقدمین صیغہ جمع عاضر میں خطاب ہے۔غرض تصنیف یہ بیان کی ہے کہ صوفیہ متقدمین

⁽١) طبقات الشافعية ،علامة تاج ة الدين بكي ، ٥ / ١٥٣

⁽۲) تصوف اسلام، ص: ۳ ۲ م، بحواله بستان المحدثين مولفه شاه عبدالعزيز محدث وبلوي، ص: ۲ ۷ ، لا بهور

دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کے طریقے بھی ان کے ساتھ ناپید ہوگئے، اب بجائے ان کے جولوگ ان کی نیابت کے مدعی ہیں، ان پرحرص وہوا غالب ہے، وہ مجاہدات و عبادات کے تارک ہیں اور غفلت و شہوت میں مبتلا۔۔۔ جب ان نام نہا دصوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گزرگئی، عبادت و طاعات میں انہا ک کے بجائے ان کے ساتھ استخفاف شروع ہوگیا، شریعت کے اتباع کے بجائے اس کی خلاف ورزی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھنے لگے، روحانیت سے کوئی واسطہ نہ رہا اور سرتا سرنفسانیت غالب آگئ تو مخافین کو حقیقت پر اعتراض کے مواقع حقیقت تیراعتراض کے مواقع کثر ت سے ملنے لگے، ایس حالت میں مصنف کو ضروری معلوم ہوا کہ اس جماعت کی خدمت میں ایک رسالہ پیش کیا جائے جس میں سلف کے صوفیہ جماعت کی خدمت میں ایک رسالہ پیش کیا جائے جس میں سلف کے صوفیہ کاذکر ہو۔ (تصوف اسلام، من ۱۵۰۲ کے اخلاق، عبادات، عقائد ومعاملات وغیرہ کاذکر ہو۔ (تصوف اسلام، من ۱۵۰۲ کے

گویاا مام قشیری نے احیائے تصوف کے لیے قلم اٹھایا، تا کہ تصوف پر جو دبیز پر دے پڑ چکے ہیں ان کو اٹھایا جائے اور تصوف کے روشن چہرے کی رونمائی ہو۔مولانا شبلی نعمانی نے بجا طور پر بید کھا ہے کہ امام غزالی سے پہلے تصوف میں سب سے زیادہ جامع اور علمی پیرا بید میں جو کتاب کھی گئی تھی، وہ امام قشیری کارسالہ تھا۔ (الغزالی مین: ۱۵۸)

امام قشیری کے معاصر اور ان کے شاگر دشیخ علی بن عثان ہجو یری نے بھی انھیں مقاصد کے تحت روئے تصوف سے تجابات کو اٹھانا ضروری سمجھا اور کشف انججو ب لکھا۔ آنامیری شمل (Annemarie Schimmel) کے بقول صوفی ادب میں یہ فارس کا پہلا ہڑا کام (Treatise) ہے۔(') داراشکوہ کے بقول فارس ادبیات تصوف میں کوئی کتاب کشف انججو ب کاہم پلے نہیں کھی گئی۔(۲) حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، وہ کشف کاہم پلے نہیں کھی گئی۔(۲) حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، وہ کشف انجو ب کامطالعہ کرے مرشد کو پالے گا، میں نے خور بھی اس کا بہتمام و کمال مطالعہ کیا ہے۔(۳) شخ ہجو یری نے کشف انجو ب کے علاوہ بھی متعدد کتا ہیں کھی ہیں، جن کا ذکر خود اس کتاب میں موجود

⁽¹)Mystical Poetry in Islam, :51

⁽۲) نصوف اسلام، عبدالماجد دريابا دى، ص: ۳۱، دارالمصنفين ، اعظم گرُه، يو بي ، بحواله سفينة الاولياء، ۱۶۳ (۲) نصوف اسلام، ص: ۳۱، بحواله در رنظامى، مرتبه شيخ على محود جاندار زنيخة قلى مملوكه سيديليم الدين، درگاه سلطان المشائخ

ہے، مگروہ کتابیں آج ناپید ہیں۔البتہ صرف اسی ایک کتاب سے ان کی عظمت شان اور جلالت تصنیف و تالیف صاف ظاہر ہے۔مولا ناعبدالما جدوریا بادی کشف الحجوب اور رسالہ قشیر میکا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

کشف المحجوب تصوف کی قدیم ترین کتابول میں ہے اور فاری زبان میں تواس سے قدیم ترکسی کتاب تصوف کا راقم سطور کو علم نہیں مصنف رحمۃ الله علیہ اس میں اپنی متعدد ابتدائی کتابول اور اپنی سکونت لا ہور کا ذکر کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف آخری عمر میں فرمائی ہے۔ یعنی یا نچویں صدی ہجری کے وسط میں۔ اس کتاب کے تقریباً ہم عمرامام ابوالقاسم قشیری کا عربی رسالہ قشیر ہیہ ہے۔ موضوع اس کا بھی تصوف ہی ہے۔ لیکن دونوں کے طرز تحریر میں فرق ہی ہے۔ کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقد مین کے دونوں کے طرز تحریر میں فرق ہی ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقد مین کے دونوں کے طرز تحریر میں فرق ہی ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقد مین کے دونوں کے طرز تحریر میں فرق ہی ہے کہ امام موصوف نے ذیادہ تر متقد مین کے حکوم کی میں ایک محققانہ و مجتبدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، واردات، مکاشفات و مجاہدات وغیرہ کو تھی قام بند کرتے جاتے ہیں اور مباحث سلوک پر ردوقد ح کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے ۔ ان کی کتاب کی حیثیت محض ایک محتمد محکوم کا بیات وروایات کی نہیں، بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔ محموم کو کا بیات وروایات کی نہیں، بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔

پانچویں صدی کا ایک بڑا نام، پیر ہرات شیخ الاسلام عبداللہ انصاری (۱۰۸۹/۴۸۱) کا بھی ہے جو ایک ممتاز صوفی محدث، مورخ، زاہداور صلح ہیں۔ متعدد کتابیں آپ سے یا دگار ہیں، جن میں منازل السائرین خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگا یا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن قیم الجوزی نے اس کی مفصل شرح مدارج السالکین کے نام سے کھی۔ منازل السائرین کے علامہ ابن قیم الجوزی نے اس کی مفصل شرح مدارج السالکین کے نام سے کھی۔ منازل السائرین کے علامہ دوریگر کتابوں میں علم کلام کے ردمیں ذم الکلام وابلہ، صفات باری میں الفاروق، کتاب الارتعین فی التو حدید، کتاب الارتعین میں الفاروق، کتاب الارتعین التہ کہ آپ نے سلمی کی طبقات الصوفیہ کا قدیم ہراتی زبان میں ترجہ بھی کیا تھا، جس کا نام امالی/ طبقات الصوفیہ ہے۔ بعد میں جامی (۱۳۹۲ء) نے نفیات الانس کے نام سے اس کا اضافی اڈیشن تیار کیا۔ (۲)

⁽١) الاعلام للزركلي: ٣/ ١٣٢، داراتعلم للملايين، ٣٠٠٢ء

⁽r)Mystical Poetry in Islam, :52

اس کے بارے میں بی بھی کہاجا تا ہے کہ بیفاری زبان میں پیر ہرات کا ملفوظ ہے۔ (۱)

اس صدی کی دیگر ادبیات تصوف میں ابوسعدا حمد بن محمد انصاری مالینی (۱۰۲۲/۲۱۲)
کی کتاب الاربعین فی شیوخ الصوفیة ، ابن سینا (۲۸/۱۰۳) کی کتاب الاشارات فی فصول التصوف (۲) اور اساعیل بن محمد بخاری معروف به مستملی (۳۳۴ه) کی فاری زبان میں شرح التعرف لم التعرف لم بیار۔

تصوف بلکہ علوم اسلامیہ اور امت مسلمہ کے حوالے سے پانچویں اسلامیہ اور امت مسلمہ کے حوالے سے بانچویں اسلامیہ اور امت سب سے عظیم شخصیت، اتفاق سے جس کی وفات چھٹی/بار ہویں صدفی کے اوائل میں ہوئی وہ ججة الاسلام امام محمد الغزالی (۵۰۵/۱۱۱۱) کی ہے۔ تاریخ اسلام کی یہی وہ عبقری شخصیت ہےجس کی کتاب احیاءالعلوم اہل تصوف کامنشور بنی تصوف کی تاریخ کا یہی وہ سنگ میل ہےجس سے ماضی و حال دو خصول میں بٹتے ہیں اور صحیح معنوں میں اس سے تصوف کے عہد ثانی کا آغاز ہوتا ہے۔اخلا قیات پراب تک کا جولٹر پیرتھاوہ یا توفلسفیانہ تھا، جواہل مذہب کے قہم وذوق سے پر ہے تھا یا خالص مذہبی رنگ میں تھا، جوفلسفیانداورعقلیت پینداذہان کومتا تر کرنے سے قاصرتھا۔ پہلی صف میں فارابی کی آراء المدینة الفاضلة ، ابن سینا کی کتاب البروالاثم اور ابن مسکویی تهذیب الاخلاق كوركها جاسكتا ہے، جب كه دوسرى صف ميں حضرت حارث محاسبى كى الرعاية لحقوق الله، ا بوطالب مکی کی قوۃ القلوب اور راغب اصفہانی کی الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ کو۔احیاءالعلوم کی سب ہے بڑی خاصیت ہے ہے کہ بیدونوں اسالیب کی جامع ہے،جس کا نتیجہ بیہے کہ بقول علامشکی نعمانی احیاءالعلوم میں پیخاص کرامت ہے کہ جس مضمون کوا دا کیا گیاہے، باوجود شہل پیندی، عام فہمی اور ول آویزی کے فلفہ و حکمت کے معیار سے کہیں اتر نے نہیں یا یا۔ یہی بات ہے کہ امام رازی سے لے کر ہمارے زمانہ کے سطحی واعظ تک اس سے یکسال لطف اٹھاتے ہیں۔ (الغزالی من : ۵۲) امام غزالی کی عبقریت کا اندازہ ، شرط تسلیم کے بغیر، مانٹ گری واث . W) (Montgomery Watt کے اس قول سے رگا یا جاسکتا ہے کہ علائے مخرب اور علمائے اسلام دونوں ہی امام غزالی کو عظیم ترین ماہر دینیات اور پیغیبر محمد ساتھ الیا کے بعد عظیم ترین مسلم تسلیم کرتے

⁽۱) تصوف برصغیر میں، ۳ ۴ ۴ ، مقاله: تصوف اسلامی پرایک مهندوستانی کتاب لطا کف اشر فی ، از وحید اشر ف

⁽۲) ابجد العلوم: ۱/۳۲۹، دارا بن حزم، ۲۰۰۲ ء

^{(&}quot;) مدية العارفين اساءالموفين وآثارالمصنفين: ا / ۲۱۰

(¹)"Al-Ghazali has been acclaimed by both western and Muslim scholors as the greatest Islamic theologian and indeed as the greatest Muslim after Mohammad".(Islamic Phylosophy and Theology, P:85

(٢) الغزالي،علامة بل نعماني،ص:١٥٤،مطبعه معارف، أعظم كرْهه،١٩٢٨ء

(٣) وصار علم الشريعة على صنفين: صنف مخصوص بالفقهاء وأهل الفتيا وهى الأحكام العامّة فى العبادات والعادات والمعاملات، وصنف مخصوص بالقوم فى القيام بهذه المجاهدة ومحاسبة التفس عليها والكلام فى الأذواق والمواجد العارضة فى طريقها وكيفيّة الترقي منها من ذوق إلى ذوق وشرح الاصطلاحات الّتي تدور بينهم فى ذلك. فلها كتبت العلوم ودوّنت وألف الفقهاء فى الفقه وأصوله والكلام والتفسير وغير ذلك. كتب رجال من أهل هذه الظرقة فى طريقهم فمنهم من كتب فى الورع وهاسبة التفس على الاقتداء فى الأخذ والترك كما فعله القشيري فى كتاب الرسالة والسهروردي فى كتاب عوارف المعارف وأمثالهم. وجع الغزاليّ رحمه الله بين الأمرين فى كتاب الإحياء فدوّن فيه أحكام الورع والاقتداء ثمّ بيّن آداب القوم وسننهم وشرح اصطلاحاتهم فى عباراتهم وصار علم والاقتداء ثمّ بيّن آداب القوم وسننهم وشرح اصطلاحاتهم فى عباراتهم وصار علم التصوّف فى الملّة علما مدوّنا بعد أن كانت الظريقة عبادة فقط وكانت أحكامها إنّما تتلقي من صدور الرّجال كما وقع فى سائر العلوم الّتي دوّنت بالكتاب من التفسير والحديث والفقه والأصول وغير ذلك. (٣٠ ريّ ابي غلون المراح) الله وقع فى سائر العلوم الّتي دوّنت بالكتاب من التفسير والحديث والفقه والأصول وغير ذلك. (٣٠ ريّ ابي غلون المراح)

کا بھی ذکر کیا ہے: ا۔کیمیائے سعادت، ۲۔ المقصد الاقصیٰ، ۳۔ اخلاق الابرار، ۴۔ جواہر القرآن، ۵۔ جواہر القدس فی حقیقة النفس، ۲۔مشکاۃ الانوار، ۷۔منہاج العابدین، ۸۔معراج السالکین، ۹نصیحة الملوک، ۱۰۔ ایہا الولد، ۱۱۔ بدایۃ البدایۃ، ۱۲۔مشکاۃ الانوار فی لطائف الاخیار۔واضح رہے کہ بیکوئی حتی فہرست نہیں ہے۔

۔ ب رہ سے مدیدرہ میں ہر سے میں ہے۔ چھٹی / بار ہویں صدی کے متاز ومعروف داعی وصلح اور مرشد ورہبر شیخ عبدالقاور جیلانی ہیں، جو یانچویں صدی کی نصف ۵ ۲ م / ۱۰۷۸ میں پیدا ہوئے اور ۵۲۱ (۱۲۲ میں تقریباً نو ہے سال کی عمر میں اپنے ما لک حقیقی سے جاملے۔امام غزالی ۰۵۰/۴۵۸ میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵/۱۱۱۱ میں واصل بخق ہوئے۔اس طرح شیخ عبدالقادر جبلانی امام صاحب سے ۲۰ سال حچوٹے ہیں اور ان کوامام صاحب کے ساتھ تقریباً ۳۵ سال کی معاصرت حاصل ہے۔مورخین کے مطابق تاریخ کا بیست اتفاق ہے کہ جب امام غزالی ۸۸ م دمیں ۳۸ سالی کی عمر میں تلاش حق میں بغداد چھوڑ رہے ہیں، اس سال شیخ جیلانی ۱۸ سال کی عمر میں تلاش علم کے لیے بغداد میں داخل ہورہے ہیں۔ (اُ)ادھرامام اپنی تلاش حق کے متیج میں احیاء العلوم کی شکل میں امت کو اصلاح فکروا عقاد کا ایک دستورالعمل عطا کرتے ہیں،ادھر شیخ پنجیل علم کے بعد اصلاح احوال کے عملی کام میں مصروف ہوتے ہیں۔اس طرح اگرچہ بید دونوں شخصیتیں علم عمل کے لحاظ سے بام عروج پرہیں،مگراصلاح کےمعاملے میںاگرایک کی حیثیت تقیوری کی ہے تو دوسرے کی پریکٹیکل كى _ چِنانچة تاريخ تصوف ميں اول الذكرصوفي اوب كا تاج وار ہے تو ثأني الذكرصوفي تربيت كا تاج دار۔ اس کا دوسرا پہلویہ ہے کھملی تربیت میں امام غزالی کا پلیہ ہلکا نظر آتا ہے، توصوفی ادب میں شیخ جیلانی کا پیلومغلوب وکھتا ہے، اگر چیا مام صاحب نے بھی عملی اصلاح کے میدان میں بڑا کام کیا اوراسی طرح شیخ جیلانی ہے بھی متعدد کتابیں یادگار ہیں ، جن میں غدیۃ الطالبین، الفتح الرباني ، فتوح الغيب اورالفيو ضات الربادية معروف ومتداول بين _

تاریخ نصوف میں بعض کتابیں آرہی بھی لکھی گئیں، جن کی حیثیت، متنی ہے، ان میں شیخ احمد الغزالی اور شیخ عبد القادر جبیلانی کے مستر شد شیخ عبد القاہر ابونجیب سہرور دی (۵۶۳/۱۱۲۸) کی کتاب آ داب المریدین سرفہرست ہے۔ شیخ ابونجیب سہرور دی کے ہی جیشیج اور تلمیذ شیخ شہاب

⁽١) تاريخ وعوت وعزيمت: ا / ١٩٤٨ مجلس تحقيقات ونشريات اسلام بكهيئو، ١٠١٠ ء

⁽۲) آپ سہرورد میں ۹۰ م ھ میں پیدا ہوئے ،اس طرح آپ شیخ عبدالقادر جیلانی سے ۲۰ سال چھوتے ہیں اور وہ امام غزالی سے ۲۰ سال چھوٹے ہیں۔وفات ۵۶۳ھ میں شیخ جیلانی کی وفات کے دوسال بعد ہوئی۔

الدین سہروردی (۱۳۳ / ۱۳۳۷) ہیں، جن کی کتاب عوارف المعارف، آ داب المریدین کی شرح و تفصیل اور بعد کے صوفیہ کے لیے دستورالعمل بن گئی۔ یہ کتاب ہندوستانی ادبیات تصوف پر بہت اثر انداز رہی ہے۔ بابا فرید، جو ہندوستان میں چشتیت کے ارکان اربعہ میں شامل ہیں، یہ کتاب ان کے نصاب تصوف کا حصیتی ۔ اپنے ممتاز مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین اولیا اور دوسر کے خلفا کو اسے پڑھایا بھی۔ چنانچہ بعد کی تصنیفات تصوف میں اس کے کشرت سے حوالے ملتے ہیں۔ ہم یہ کی ہیں تو شاید تی تو جوالے ملتے ہیں۔ ہم یہ کی ہیں تو شاید تی جوارف المعارف ساتویں صدی کی اور عوارف المعارف ساتویں صدی کی تصوف کے باب میں سب سے بڑی کتابیں ہیں۔

آپ جانتے ہیں کفلسفی اور رمزی تصوف نے تصوف کے عہداول میں حسین بن منصور الحلاج(۹۰۲/۳۰۹) كودارورس تك پهنچاد يا توبسطا مي (۸۷۵/۲۲۱)اورتر مذي (تقريباً ۰ ۹۳۲/۳۲) جیسے کتنوں کو تکفیر کے گھاٹ اتارویا، جس کے بعد بیسلسلہ ایک طرح ہے رک سا گیا۔لیکن سچی بات پیہے کہ بیہ چنگاری بجھی نہیں تھی۔مشاہدہ حق کی گفتگو باوہ وساغر کے بغیر بنتی بھی کب ہے۔ ساتو یں اُنیر ہو یں صدی میں شیخ ابن عربی (۲۳۸ / ۱۲۴۰) نے فصوص اُفکم اور فتوحات مکیہ جیسی تصنیفات کے ذریعے اس چنگاری کوشعلہ جوالہ بنادیا، جس کے نتیجے میں کہیں امام المكاشفين كےلقب سے سرفراز ہوئے تو کہیں امام الملحدین جیسے کلمات سے نوازے گئے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ این عربی کی تصنیفات نے تصوف کور مزیت معرفت اور جدال کے نئے دور میں داخل کردیا نظریۂ وحدۃ الوجودشیخ کی طرف منسوب ہوااوراس نظریے کے سبب وہ انتہائی مدوح اورانتہائی مذموم تھہرے نیکلسن نے انہی دونوں کتابوں کی بنیاد پر انھیں مسلم صوفیہ میں سب سے اعلیٰ مقام کا حامل بتا یا ہے۔ (A Literary History of the Arabs p: 393) ہم ابن عربی کی اوبیات تصوف کو تاریخ کا وہ موڑ بھی کہہ سکتے ہیں،جس کے بعد اہل اسلام کی نما پان طور سے دورا ہیں کلیں ؛ ایک حمایت تصوف والی اور دوسری مخالفت تصوف والی ، یا دوسر کے فقطوں میں ایک وہ طبقہ جس نے جنید و بایزیداور جیلانی وابن عربی سمیت تصوف کوایک کل کی شکل میں قبول کیا، جب کہ دوسرے نے تصوف کو دوحصوں میں تقسیم کر دیا؛ اسلامی تصوف، جس کا سرا جنید بغدا دی اور شیخ جیلانی پرختم ہوجا تا ہے اورغیر اسلامی تصوف ،جس میں بسطا می اور ابن عربی جیسے متانول کی ضربیں ،فلسفات اور شطحات ہیں۔

او پریہ بات گزر چکی ہے کہ تصوف کے عہداول کی ادبیات تصوف میں تفییر اشاری بھی شامل ہے۔اس سیاق میں پہلا نام سہل تستری (۸۹۲/۲۸۳) کی تفییر تستری کا اور دوسرا ممتاز نام ابوعبدالرحلٰ سلمی (۱۰۲۱/۳۱۲) کی حقایق التفییر (تفییر سلمی) کا ہے۔تصوف کے عہد ثانی کی اہم تغییرات اشاری میں شیخ روز بہان بقلی (۲۰۲/ ۱۰۰۱) کی تغییر عرائس البیان کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس عہد کی بیہ مقبول ترین تغییر اشاری ہے۔ اس کے اندر مصنف نے تغییر ظاہری ہے بالکلیہ اعراض کیا ہے۔ اس عہد کی دیگر تفاسیر میں شیخ بخم الدین داید (۱۲۵۲/ ۱۲۵۲) اور شیخ علاء الدولہ سمنانی (۲۳۱/ ۱۳۳۱) کی مشترک اور وقع تغییر التاویلات النجمیہ بھی بہت ہی اور شیخ علاء الدولہ سمنانی (۲۳۱ میں ہے۔ چار جلدیں شیخ نجم الدین دایہ کی ہیں، جوسورہ ذاریات کی آیت نمبر ۱۸ پرختم ہوجاتی ہیں۔ پانچویں اور آخری جلد شیخ علاء الدولہ سمنانی کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے شروع میں ایک جامع مقدمہ بھی لکھا ہے، جس کا سمجھنا، بقول ڈاکٹر محمد ذہبی کے، تصوف نا آشا حضرات کے لیے مشکل ہے۔ (۱) اس عہد کی تیسر کی تغییر اشاری شیخ ابن عربی کے، تصوف نا آشا حضرات کے لیے مشکل ہے۔ (۱) اس عہد کی تیسر کی تغییر اشاری شیخ ابن عربی کے۔ رائشیر والمفسرون کے مولف کے مطابق حتی نہیں کے۔ (التقیر والمفسرون کے مولف کے مطابق حتی نہیں کے۔ (التقیر والمفسرون کے مولف کے مطابق حتی نہیں

المختصر! یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ادبیات تصوف کا عہد ثانی اخلاقی وتربیتی جہت سے سہروردی (۱۲۳۸/ ۱۲۳۸) کی عوارف،معرفی اورفلسفی جہت سے ابن عربی (۱۲۳۸/ ۱۲۳۸) کی فتو صات وفصوص اورتفسیری جہت سے وائس البیان اور التاویلات النجمیہ پرکمل ہوجا تا ہے۔ سے فنادے کا شعری پیکر

⁽۱) التفسير والمفسرون، دُا كَتْرْمُحْمُ سيرحسين ذہبي: ۲ /۲۹۱، مكتبه و بهبه، قاہره

⁽r)Mystical Poetry in Islam, p:13

شاعری کی طرف مسلمانوں کی کم توجہی کے اسباب ہیں۔(۱) یہاں میں پروفیسرنیکلسن کی اس رائے کو ذکر کروں گا کہ تصوف کو عرب سے زیادہ اہل فارس سے تعلق رہا ہے۔(۲) البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر آل موصوف کی مرادصوفی ادبیات پرخامہ فرسائی سے ہے تو یہ بات صرف تصوف ہی حوالے سے بھی درست تھہرے گی۔ ہاں شاعری کی تخصیص کے ساتھ اگر بات کی جائے تو یہ بات صرف تصوف درست تھہرے گی۔ ہاں شاعری کی تخصیص کے ساتھ اگر بات کی جائے تو یہ بات صرف تصوف سے حت میں مورف تصوف ہی ایک ایسافن ہے جس کے شعری سرمائے کا غالب حصہ فارسی زبان میں ہے۔تصوف کی شعریات میں عربی زبان یا کوئی دوسری مرمائے کا غالب حصہ فارسی کا مقابلہ نہیں کرتی۔ ہم اس بات کو دوسری طرح یوں بھی کہ سکتے ہیں کہ فنون اسلامیہ میں تصوف کے پاس ہی شعری لٹر یچر ہے، جو غالباً فارسی میں ہے، ویگر علوم کا شعری ضرورت اور ماورائی لطافت ہے، جن کے لیے فارسی زبان میں پوری وسعت اور پوری استعداد ضرورت اور ماورائی لطافت ہے، جن کے لیے فارسی زبان میں پوری وسعت اور پوری استعداد موجود ہے۔

خوب کی زمین جابلی عہد میں شعروشاعری سے لہریزرہی ہے۔ عرب کے تفاخرات میں ادب وشاعری کو بنیادی حیثیت حاصل تھی ۔ لفظوں سے تھیلنے اور معانی کے حسن تعبیر کے سبب شعرا کی بڑی پذیرائی تھی۔ شاعرا پنی طومار بیا نیوں پر مشتمل شاعری کی ساحری سے عوام کو مسور رکھتا۔ ان کے لسانی طلسم کو تو ٹرنے کے لیے جب قرآن کا کلام بلاغت نظام نازل ہوا، تو اس کی وقیقہ شجی اور گہری اثر آفرینی پر اول اول بعض ذہنوں پر شاعری کا گمان گزرا، جس کوقرآن نے سختی سے رد یا۔ (۳) اور یہ واضح کیا کہ پیغیم خدا کی باتیں بتاتا ہے اور اس کے پیرونیک، صالح ، عملی اور ساجی انسان ہوتے ہیں، جب کہ شعرائے چیچے شور وشغب کرنے والے، بندگی ، زندگی اور حقائق بندگی وزندگی سے گریزاں افراد چلتے ہیں۔ وہ بے سرویا باتیں کرتے ہیں اور قول و عمل میں تفناد کا شکار ہوتے ہیں۔ (۳) یہ بات یہیں رک جاتی تو اسلامی و نیا میں شعروشاعری کا داخلہ ہمیشہ کے شکار ہوتے ہیں۔ (۳) کے بات کی بیری رک جاتی تو اسلامی و نیا میں شعروشاعری کا داخلہ ہمیشہ کے شکار ہوتے ہیں۔ (۳)

⁽¹)Mystical Poetry in Islam, p:13

⁽r)A Literary History of the Arabs, p: 393

^{(&}quot;)القرآن،الحاقة:اس

⁽۴) القرآن، الشعراء: ۲۲۲-۲۲۴

لیے بند ہوجا تا لیکن اس کی تو قع الله بحمیل و یُجِبُ الْبَحَمَال (۱) کے نظریے کے حامل اللہ کے ہمالیات پیند دین سے نہیں کی جاسکتی۔ قرآن نے صاحبان یقین، باعمل اور زندگی کی صالح قدروں کو برتنے والے شعرا کو مشتیٰ قرار دیا۔ (۲) صوفی شاعری اسی مشتیٰ باب سے متعلق شاعری ہیں ماتی ہے۔ جس کا نقش اول اصحاب رسول کی نعتیہ شاعری میں ملتی ہے۔

مدی خبوی کے بعددوسری صدی ہجری میں اسلامی شعریات کے اندر زہدیات کی شاعری کا آغاز ہوا، جوآ گے چل کرصوفیانہ شاعری میں تبدیل ہوگئ مجم عبدالرحیم انخطیب اپنے مقالے [نظوات فی الشعو المصوفی] میں لکھتے ہیں کہ جس طرح تصوف؛ زہدوندین کے جامے سے نکلا، پھر رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوئی، یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں اس کا مخصوص و پنی و فکری نظم قائم ہوگیا، اس طرح صوفی شاعری کا بھی ظہور ہوا۔ روحانی، دینی اور شاعرانہ جذبات نے اس کی ابتدائی بنیادیں قائم کیں، پھر ترقی کرتے ہوئے تیسری صدی میں اپنی فنی وادبی منزل تک پہنچ گئی۔اور اس طرح سے تصوف اور صوفیانہ شاعری کا سفر دومتوازی خطوط پر صدیوں جاری رہا۔ (")

محمد عبدالرحیم الخطیب نے یہ بھی لکھا ہے کہ روحانی شاعری کالمس لبید بن ربیعہ (۱۳/ ۱۲۲) اور دیگر جابلی شعرا کے یہاں بھی ملتا ہے اور یہ سیخی اور خفی برا نہیں عابدوں کے زیرا شرہے۔ مسیحی شعرا میں عدی بن زید (۳۵ ق ھ/ ۵۸۷ء) اور نعمان بن منذر (تقریباً ۱۸۲/ ۵۹۵ء) اور برا نہیں شعرا میں اسعد ابوکر جمیری (۴۳۰ء)، ورقہ بن نوفل (تقریباً ۱۳ ق ھ/ ۱۱۲)، زید بن عمرو بن نفیل (۱۹ ق ھ/ ۲۱۵ء)، ابواقیس را بہ (اھ/ ۲۲۲ء) اور امیہ بن افی الصلت (۸ھ/

زہدیات کے اولین ناموں میں سابق البریری (دوسری صدی کا رابع اول) کوشامل کیا جاسکتا ہے۔ ابن عساکر نے تہذیب میں آپ کے ۸۰ زاہدانداشعار نقل کیے ہیں۔ (۵) زہدیات کے ابتدائی شعرامیں حضرت عبداللہ بن مبارک (۱۸۱/ ۲۹۷) اور امام شافعی (۲۰۴/ ۲۰۸)

⁽١) صحيح مسلم: ١/ ٩٣٠ ، داراحياء التراث العربي ، بيروت

⁽٢)القرآن،الشعراء:٢٢٧

^(*)http://:tawaseen.com/?p=1839

^{(&}quot;)http://:tawaseen.com/?p=1839

⁽۵) تاریخ التر اث العربی، جلداول، جز چبارم، فوادسز کمین، مترجم جمحووفنمی حجازی، ص: ۱۰۱

کے اسابھی شامل ہیں۔ اس سیاق میں ابونواس (۱۹۸/ ۱۹۸) کا نام بھی نا قابل فراموش ہے۔
حضرت بہلول دانا (۱۹۰/ ۹۰۸) کی طرف بھی ایک زاہدانہ قصیدہ منسوب ہے، جسے قصیدہ بہلولیہ
یا قصیدہ ابن عروس یا قصیدہ فیاشیہ کہا گیا ہے۔ (۱) تا ہم اس روایت کی شکیل
ابوالعقا ہیہ (۸۲۲/۲۱۳) پر ہوئی۔ (۲) ابوالعقا ہیہ نے صوفی شاعری کے عصر اول میں زہدیات
کے باب میں بہت سے اشعار کے ہیں۔ (298) (۹) ابوالعقا ہیہ نے صوفی شاعری کے عمر اول میں زہدیات
تیجی بات ہے کہ جسے باضابطہ عرفانی شاعری کہا جاسکتا ہے، اس کا نقش اول ہمیں
دوسری/آ ٹھویں صدی کے اواخر میں ہی حضرت رابعہ بھر یہ (۱۸۰/ ۹۹۷) کے یہاں دیکھنے کو ملتا
ہے۔ کہا جا تا ہے کہ خالص صوفیا نہ وعار فانہ شاعری تیسری صدی میں شروع ہوئی، دوسری صدی کی شاعری پر زہد
شاعری در حقیقت زہدیات کی شاعری ہے، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت رابعہ کی شاعری پر زہد
سے زیادہ عشق کا رنگ غالب ہے۔ فرماتی ہیں:

حبيب ليس يعدله حبيب وما لسواه في قلبي نصيب حبيب غاب عن بصري وشخصي ولكن عن فؤادي ما يغيب(٣)

آنامیری شمل کہتی ہیں کہ رابعہ کی شاعری میں جذبات، فنیت پر غالب ہیں۔اسی طرح رابعہ بھر بیہ کی معاصر رابعہ شامیہ نے بھی عارفانہ شاعری کی اور اس طرح سے عارفانہ شاعری کی مختلف اصناف واندازنویں صدی میں ارتقا پذیر ہو گئیں۔ (۴) صوفیانہ شاعری زہد وعرفان کے مثلف اصناف واندازنویں صدی میں ارتقا پذیر ہو گئیں۔ یہ شاعری الی مقبول ہوئی کہ کم یا رنگ کے ساتھ خالص متعزز لانہ آ ہنگ میں بھی کی جانے لگی۔ یہ شاعری الی مقبول ہوئی کہ کم یا زیادہ ہر شاعر نے اس میدان میں طبع آزمائی کی کوشش کی ، چنانچہ ان لوگوں نے بھی صوفیانہ شاعری کی جن کا زہد وقسوف سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ (۵)

⁽١) تاريخ التراث العربي، جلداول، جزچيارم، فواد سر کين، مترجم جمحود فنجي حجازي، ص: ٧٠ ا

^(*)http://:tawaseen.com/?p=1839

⁽۳) وہ ایسامحبوب ہے،جس کی طرح کوئی دوسرامحبوب نہیں اور نہ ہی اس کے سواکسی اور کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ ہے۔وہ محبوب نگاہوں سے غائب ہے،لیکن میرے دل میں موجود ہے۔ شاعرات العرب فی الجاہلیة والاسلام ہمں: ۱۵۲

^{(&}quot;)Mystical Poetry in Islam, p:18

⁽a)http://:tawaseen.com/?p=1839

آنامیری شمل علی صفی حسین کے حوالے سے ذوالنون مصری (۸۲۰/۲۲۵) کوعارفانہ عشقیہ شاعری کا پہلا شاعر قرار دیتی ہیں۔ اسی طرح اس عصر کے دیگر صوفیہ نے بھی شاعرانہ زبان میں اپنی واردات کا اظہار کیا ہے، جن میں سری تقطی (۲۵۳ ھ/۲۵۷ء)، جنید بغدادی (۲۹۸ میں ۱۹۹) اور منصور حلاج (۴۹ ھ/۲۹۰) جیسے اساطین بھی شامل ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ صوفی شعریات کی تاریخ میں ان اکابر کی مستقل شاعرانہ شاخت نہیں بن سکی ، گو کہ حلاج کی شاعری عرفانیات کے حوالے سے بہت ہی اعلی اور موثر شاعری ہے، جس سے بعد میں رومی جیسا نابخہ عصر بھی متاثر ہوا۔ (۱) ابو تراب خشی (۴۵ سے)، ابو بحزہ خراسانی (۴۹ سے)، سمنون المحب کھی متاثر ہوا۔ (۱) ابو تراب خشی (۴۵ سے) بھی اس عہد کے اکابر صوفیہ میں آتے ہیں جن کی صوفیانہ شاعری قابل ذکر ہے۔

نیکلسن کا خیال ہے کہ معروف صوفی شاعر ابوسعید ابوالخیر (۴۴ م/۱۰۴۹)علامتی (Allegorical) صوفی شاعری کی پہلی مثال ہیں۔ (۲) ابوسعید ابوالخیر ایک طلسماتی شخصیت ہیں۔ باکرامت، باجلالت، منفر درنگ و آ ہنگ۔ ان کے احوال کا اولین ماخذ اسرار التوحید فی مقامات البی سعید ہے، جے ان کے پر پوتے شنخ محد منور نے لکھا ہے۔ اس کے مطابعے سے ان کے منفر درنگ کا ادراک ہوتا ہے، جس میں فقر وغنا اور سادگی و پر کاری نے قوس وقزح کی صورت اختیار کرلی ہے۔ رباعیات ابوالخیر بھی ان کی شخصیت کی طرح ہی فارتی ادب میں ایک بالکل ہی انگ انداز کی شاعری ہے۔ سمندر کی موجوں کی طرح ، سیر وسلوک، طرب واضطراب ، محویت و فنائیت میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ، رواں وواں اور جاری وساری۔

شیخ کی جادوئی شخصیت اورمستانه شاعری فقیهان حرم کے فقووں سے نہیں نج سکی۔علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ شخصیت اورمستانه شاعری فقیہان حرم کی تنقیدات سے نہیں نج سبکی۔ابن حزم نے ان کے اعتقاد کے تعلق سے ناروا تبصرے کیے اور پھرانہی کی تقلید ہمارے شیخ علامہ ذہمی نے کرڈالی۔ (طبقات الشافعیة ،علامہ تاح ۃ الدین بکی، ۵/۵/۵)

فارسی صوفی شعریات کی تاریخ میں عبداللہ انصاری (۱۰۸۹/۴۸۱) کی مناجات کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، جو ہزاروں دلوں کی آواز بن گئی اور جس نے بعد کے عہد میں سعدی (۱۹۰ھ/۱۲۹۲ء) اور دیگر اہل اوب کو متاثر کیا۔عبداللہ انصاری کے بعدا گلانام ستائی (۵۳۵ھ/

⁽١) الثهر ست/ ابن نديم ، ص: ٢٣٨ ، دار المعرفة ، بيروت ، ١٩٩٧ ء

⁽r)A Literary History of the Arabs, p: 394

ا ۱۱۱ء) کا آتا ہے، جس نے ہے خانۂ تصوف و معرفت میں قدم رکھنے کے بعد پہلی صوفی مثنوی کسی۔ بعد میں نظامی گنجوی (۲۰۷ه ﴿۱۲۱ء) نے اس کوارتقا کی منزلوں ہے ہم کنار کیا اور عطار (۲۰۷ه ﴿۱۲۲ه ﴾ ۱۲۲ه) نے تواس فن کواور شاعرانہ عرفان کوآخری صد تک پہنچادیا۔ نیز سعدی نے (۲۹۰ ﴿۱۲۹۶) بھی اپنے گلدستۂ اخلاق بوستاں میں اس طرز کی پیروی کئی سائل مطاراور روئی کو عصراول کے فارت کی۔ براؤن (Edward G. Browne) نے سنائی، عطار اور روئی کو عصر اول کے فارت عرفانی شعرا میں عظم مرین قرار دیا ہے۔ Persian Mystical poets.

منصور حلاج (۹۰ ۳ مر) ۱۹۲۹ء) کے بعد کی صدیوں میں عربی صوفی شاعری کے حوالے سے کوئی بڑا نام نظر نہیں آتا۔ یہ عہد سیاسی اور ساجی ادبار کا عبد ہے۔ اس کے بعد پھر ہم چھٹی ابارہویں صدی میں آتے ہیں جہاں صوفیا نہ شاعری میں عشقیہ مضامین کے علاوہ فاسفیا نہ مضامین شامل ہوتے ہیں۔ اس روایت کی ابتدا شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین سہرور دی مقتول شامل ہوتے ہیں۔ اس روایت کی جاسکتی ہے۔ شیخ ابوالحسن الصباغ القوصی (۱۱۲۱۲ ۱۱۳۱) نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ آپ کی شاعری عشق الہی اور وحدة الوجودی رنگ میں ڈوئی ہوئی ہے کہا اس کے باوجود آپ زمانے کے ظلم سے غالباس لیے محفوظ رہے؛ کیوں کہ آپ صعید مصر کے رہنے اس کے باوجود آپ زمانے کے ظلم سے غالباس لیے محفوظ رہے؛ کیوں کہ آپ صعید مصر کے رہنے والے تھے، جو محفوظ خطہ تھا۔ (اعلام نی التاریخ الاسلامی نی مصر: ۲۳۱)

اس عہد کا یک دوسر نے عربی صوفی شاعر عمر بن الفارض (۱۲۳۵ / ۱۲۳۵) ہیں، جن کو صوفیہ سلطان العاشقین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ نیکسن کا خیال ہے کہ عربی زبان میں صرف عمر بن الفارض (۱۲۳۵ / ۱۲۳۵) ایسے ہیں جن کو فارس صوفی شعرا کی صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ (۲) آٹامیری شمل (Annemarie Schimmel) نے ان کی شاعری کو روایتی عربی عرفانی شاعری کا نقطہ کمال (Climax) قرار دیا ہے۔ (۳) زرکلی نے آئییں تصوف کا سب سے بڑا وحدہ الوجودی شاعر کہا ہے۔ (۴) ابن خلکان لکھتا ہے کہ وہ صاحب دیوان ہیں۔ ان کی شاعری لطافت سے لبریز ہے۔ اسلوب دل نشیں اور جاذب ہے۔ انھوں نے صوفیہ کا منہج

⁽¹)A Litterary History of Persia, p: 437

⁽r)A Literary History of the Arabs, p: 394

^(*) Mystical Poetry in Islam, Annemarie Schimmel, p:5 الاعلام للزركلي: ۵/۵۵، وارائعلم للملايين ۲۰۰۲ء

اختیار کیا ہے۔ان کا ایک قصیدہ چھسوا شعار پر مشتمل ہے،جس میں انھوں نے صوفیہ کی اصطلاح اور اسلوب میں شاعری کی ہے۔(۱) آپ کے قصائد میں قصیدہ تائیہ اور قصیدہ خمریہ معروف اور منازع ہیں۔ابن الفارض کے قصیدہ خمریہ میں پہلی بارع بی شاعری میں شراب محبت کا بھر پور ذکر ہوا ہے۔(۲) ذہبی نے میزان میں عجیب وغریب بات کھی ہے۔ایک طرف وہ یہ لکھتے ہیں کہ ابن الفارض کی شاعری میں اتحاو صریح کا مفہوم ہے اور اس کے نیچے خطرناک اڑو ہے ہیں ، جب کہ دوسری طرف صوفیہ سے حسن طن رکھنے اور جلد بازی سے بیچنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ (۳) یہی علامہ ذہبی سیراعلام النہلاء میں مزیدر قی کرکے کہتے ہیں کہا گرابن الفارض کے قصیدہ تائیہ میں الحاد نہیں مزیدر قی کرکے کہتے ہیں کہا گرابن الفارض کے قصیدہ تائیہ میں الحاد نہیں ہے۔

(سيراعلام النبلاء:٣٩٨/٢٢)

صوفیہ اور خصوصاً صوفی شعرا کا ذکر جب ہوتا ہے تو اُفق ذہن پر بالعموم ایک غیرعلمی تصور ابھرتا ہے، جب کہ اکثر معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ابن الفارض بھی شاعر محض نہیں تھے۔ اس سے پہلے وہ ایک عالم روز گار اور زاہد شب زندہ دار تھے۔ آپ نے فقہ شافعی میں درک حاصل کیا۔ اس کے بعد علم حدیث میں ابن عسا کر کا تلمذاختیار کیا۔ تصوف کا مرحلہ اس کے بعد پیش آیا۔ جبل مقطم میں مدت تک عبادت وریاضت میں مصروف رہے۔ پھر والدی وفات کے بعد حرم مکہ دوانہ ہوئے اور وہاں ۱۵ سالوں تک مشغول ذکر وفکر اور مصروف مجاہدہ وعبادہ رہے۔ پیبس آپ کی طبیعت میں شاعری رہی ہی ۔ جب واپس مصر آئے تو اہل مصرفے شاندار استقبالیہ دیا۔ عقیدت میں شاعری رہی ہی ۔ جب واپس مصر آئے تو اہل مصرفے شاندار استقبالیہ دیا۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم لگ گیا جن میں سلطان ابو بی بھی شامل تھا۔ ان کی شاعری بڑی مقبول ہوئی اور درجنوں ادبا اور مفکرین نے اس کی شرعیں لکھیں۔ (مجم اعلام شعراء المدح النہ ین: الرام ۲۷۴۲)

نواب صدیق حسن خان بھو پالی، جواگر چیصوفیہ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن نہیں رکھتے ، ،گراس کے باوجودانھوں نے شیخ ابین الفارض کومر دصالح اور صاحب خیر کثیر جیسے کلمات سے یاد کیا ہے۔نواب صاحب نے شیخ کوشاعر بے مثال تسلیم کیا ہے اور بتایا ہے کہ شیخ پر ہفتہ عشرہ تک غشی طاری رہتی۔ جب ہوش آتا تو بے تکلف اشعار الملا کراتے چلے جاتے اور پھراسی سابقہ حالت پر لوٹ جاتے ۔ان کے دیوان کی متعدد شروحات کھی گئیں ۔ بعض لوگوں نے تکفیر کی تو بعض نے اس

⁽۱) وفيات الاعيان: ۳/ ۵۴/۴ دارصادر، بيروت

⁽r)Mystical Poetry in Islam, p:42, 43

كا وفاع كبا_(التاج المكلل من جوابر مَا ثر الطراز الآخر والاول: ٣٠٦)

عشق وعرفان اور وجودی فلنے کی روایت کوجس شخصیت نے بام عروج پر پہنچایا وہ گروہ صوفیہ کے سب سے بڑے فلسفی عارف شخ ابن عربی (۲۳۸ / ۱۲۴۰) ہیں، جن کی ترجمان العشاق نے عرفانی شاعری میں استعارات کی نئی جہتیں پیدا کیں اور سلمی اور لبنی جیسے الفاظ، جن سے جابلی عہد میں محبوب عجازی کوخطاب کیا جاتا تھا، ان کے پردے میں محبوب حقیقی کو یا و کیا جانے لگا۔ یہ عہد فارسی عرفانی شاعری کا بھی عہد شاب ہے، جس میں سب سے نمایاں رومی (۲۷۱ء) کی شاعری ہے۔ اسی عہد میں سلاسل طریقت کی تشکیل ہوئی، جن کے توسط سے تصوف مراکش کی شاعری ہے۔ اسی عہد میں سلاسل طریقت کی تشکیل ہوئی، جن کے توسط سے تصوف مراکش سے لے کر ماوراء النہ کی اورانا طولیہ سے لے کر بگالہ تک چھیل گیا۔

ساتویں/ تیر ہویں صدی کے دیگر بڑنے عربی عرفانی شعرامیں شنے عفیف الدین تلمسانی (۱۲۹۷ھ/ ۱۲۹۵ء) کے نام خاص طور سے قابل و کر ہیں۔ بیصدی صوفی شاعری کے حوالے سے سب سے بڑی صدی مانی جاتی ہے۔ اس کے بعد کے عہد میں عرفانی شاعری کے اندر کوئی خاص ارتقا نظر نہیں آتا۔ (ا

د: مندوستان میں صوفی ادب

معروف محدث و زاہد، تبع تا بعی ابوحفص ربیع بن مبیع سعدی (۱۲۰/۷۷۷) کونواب صدیق حسن خال نے اسلام کا پہلامصنف بتایا ہے، (۲) اگر چیہ پید مسئلہ تاریخی جہت سے مختلف فیہ ہے۔ (۳) چوں کہ ان کی وفات سندھ میں ہوئی ،اس لحاظ سے ہندوستان کے پہلے مصنف بھی وہی کھنہرے۔ مگر نواب صاحب نے ان کی کتاب کی تفصیل نہیں دی ہے، جس سے اس کے موضوع کا صحیح طور سے تعین کہا جا سکے۔

تصوف کے حوالے سے بات کریں تو ہندوستان کی پہلی صوفی شخصیت شیخ علی ہجویری الصوف اللہ علی المحمل اللہ تصوف اللہ علی کتاب تصوف ان کی کشف الحجو بہت ہدوستان میں شیخ علی ہجویری نہصرف تصوف کی علمی روایت کے سب بڑے امین ہیں بلکہ تصوف کی علمی روایت کے ہمی نقاش اول ہیں۔ کشف الحجو ب کھے کرانہوں نے تصوف کو ہندوستان اور دنیائے عجم میں پہلی بارمگر انتہائی علمی اور عالمانہ انداز میں متعارف کرایا لیکن عجب اتفاق ہے کہ اس کے بعد طویل عرصے

^{(&#}x27;)http://:tawaseen.com/?p=1839

⁽۲) ایجدالعلوم: ۳/ ۲۱۵، دارالکتبالعلمیه ، بیروت ، ۱۹۷۸ء

⁽٣) نزبهة الخواطر: ا / ٣٥، دارا بن حزم، بيروت، ١٩٩٩ء

تک تصوف کی علمی دنیا میں خاموثی رہی۔ یہ وقفہ ڈیرٹر صدیوں پر محیط رہا۔ اس کی وجہ اس ملک

کے سیاسی ساجی ، نہ بمی اور روحانی اسباب ہے۔ سلطنت واقتد ار علم و تہذیب اور مذہب واخلاق

اپنی تاسیسی مراحل سے گزرر ہے تھے۔ شخ علی جویری کے بعد ہندوستان آنے والی قابل ذکر
صوفی شخصیت خواجہ صاحب اور ان کے رفقا ہیں۔ اس لیے تصوف اور ادبیات تصوف کا باضابطہ
آغاز جمی انہی کی آمد کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شف الحجوب کے تقریباً ڈیرٹر صوسال بعد
عرفان وحقائق کے حوالے سے قاضی حمید الدین ناگوری (۱۲۳۲ ھے/۲۲۲ ء) کی دو کتابوں طوالح
الشموس اور العشقیة کا ذکر ملتا ہے۔ اس عہد سے متعلق خواجہ عثمان ہارونی (۱۲۳۷ و) کا ملفوظ
انسی الارواح مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی (۲۳۲ ھے/۲۲۳ ء) بھی ہے۔ ہندوستان میں
ادبیات تصوف کے ذیل میں ملفوظات کے بعد تیسرا مرحلہ شروحات کا ہے۔ اس سیاق میں پہلا
ادبیات تصوف کے ذیل میں ملفوظات کے بعد تیسرا مرحلہ شروحات کا ہے۔ اس سیاق میں پہلا
مام عوارف پر بابا فرید (۲۲۲ / ۲۲۷ ء) کی تعلیقات کا لیا جاسکتا ہے۔ سلوک وطریقت اور
ملتوبات کے باب میں صوفی حمید الدین سوالی (۲۲۲ / ۲۲۷) کی اصول الطریقة اور مکتوبات

مندوستان میں صوفی ادبیات کا پہلا دور

اگرچہ شیخ علی ہجویری (۳۲۵ / ۲۷۲) نے پانچویں /گیار ہویں صدی میں کشف المجو بہتی مایہ ناز کتاب تصوف ککھ کر ہندوستان میں صوفی او بیات کی شاندارا ہندا فرما دی ، تاہم اس میدان میں تصنیف وتالیف کی تحریک بہت بعد میں برپا ہوئی ، اس لیے کشف المجوب کی اولیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ او بیات تصوف کا باضا بطہ دور ساتویں / تیر ہویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔

ساتویں/ تیرہویں صدی میں لکھی جانے والی کتب تصوف میں عرفانیات کے حوالے سے قاضی حمیدالدین ناگوری کی طوالع الشموس اور العشقیة ، باباصاحب کے خلیفہ شیخ جمال الدین ہانسوی کی المہمات، سلوک و طریقت کے باب میں صوفی حمید الدین سوالی کی اصول الطریقة ، شرح و تعلیق کے ممن میں عوارف پر باباصاحب کی تعلیقات ، مکتوبات کے ذیل میں صوفی حمید الدین سوالی کے مکاتیب اور ملفوظاتی ادب میں خواجہ عثمان ہارونی کا ملفوظ انیس العارفین مرتبہ خواجہ صاحب، خواجہ صاحب، صوفی حمید الدین سوالی کا ملفوظ اسرار الاولیاء مرتبہ شیخ بدر الدین اسحاق اور شیخ صدر الدین ماتانی (۲۸۲/ ۲۸۴) کا ملفوظ کوز الفوا کدمر تبہ خواجہ ضیاءالدین اہمیت کے حامل ہیں۔

آٹھویں/چودہویں صدی میں وفات پانے والے علاومشائخ کی او بیات تصوف میں عرفان وحقائق کے ذیل میں شخ محمد نظام الدین بہرائجی (۲۷۷ھ/۱۷۰۰ء) کی المحجوب فی عشق المحطلوب،حضرت سلطان جی کے مرید شخ علی جاندار دہلوی کی خلاصة اللطائف،سلوک و تربیت میں شخ ضیاء الدین بدایونی (۵۱ / ۱۵سا) کی سلک السلوک اور چہل نامہ،حضرت مشس الدین بیخی (ف:۷ م ۲ م ۱۳ م ۱۳) کی شمس المعارف، شیخ رکن الدین کا شائی کی شائل مشس الدین بیخی (ف:۷ م ۲ م ۱۳ م ۱۳ م) کی شمس المعارف، شیخ ابواتحن شرف الدین وہلوی (۷۹۷ / ۱۳۵۵) کی شروح الدین دہلوی (۷۹۷ / ۱۳۵۵) کی شروح الدین میں سیدعلی بن شباب ہمدانی (۷ م ۲ م ۱۳ م ۱۳ م) کی شروح الرسالة المکیہ اور شرح آداب المریدین۔

مکتوبات کے ذیل میں بوعلی شاہ قلندر (۲۲ م / ۱۳۲۷) بھیم صدرالدین دہلوی (عہد طلبی) اور شخ شرف الدین یجی منیری کے مکتوبات اور ملفوظات کے ذیل میں حضرت سلطان جی (۲۵ م ساماء) کے ملفوظات فوائد الفوائد، تحفقة الا برار وکرامة الاخیار، مجموع الفوائد، انوار المجالس جن کی ترتیب علی الترتیب شیخ حسن علا سجزی در امیر خسر و،عزالدین دہلوی عبد العزیز دہلوی اور محمد ابن اسحاق دہلوی نے دی ہے، حضرت بربان الدین غریب (۲۳۸ ہے العزیز دہلوی اور محمد ابن اسحاق دہلوی نے دی ہے، حضرت بربان الدین غریب العرائب اور اخبار الاخیار، جن کی ترتیب بالترتیب شیخ رکن الدین کا شانی، شیخ محمد الدین کا شانی، شیخ محمد بن الدین کا شانی، شیخ محمد الدین کا شانی، فوائدر کنی، لطائف المعانی، منخ المعانی، خوان پر نعمت اور زادالفقیر (ان محمد کی سے بیشتر کی ترتیب شیخ زین الدین بدر نے فرمائی ہے) اور سید جلال الدین شاہ بخاری میں سے بیشتر کی ترتیب شیخ زین الدین بدر نے فرمائی ہے) اور سید جلال الدین شاہ بخاری میں دہلوک المعانی، دوبلوک المعانی مرتبہ شیخ احمد بن یعقوب اور جامع العلوم مرتبہ شیخ علاوالدین دہلوک المعانی دوبلوک المعانی مرتبہ شیخ احمد بن یعقوب اور جامع العلوم مرتبہ شیخ علاؤالدین دہلوک المعانی دوبلوک المعانی میں دہلوک المعانی دہلوک دہلوک دی سے دی دہلوک دی سے دین المعانی دہلوک دی سے دہلوک دہلوک دی سے دہلوک دہلوک دی سے دہلوک دہلوک دی سے دہلوک دی سے دہ

مندوستان مين صوفى ادبيات كاعهدعروج

ساتویں اورآ کھویں صدی ہجری میں ادبیات تصوف کا سفرنسبتاً سست رفتار رہا۔اس عہد میں حضرت نظام الدین اولیا کا ملفوظ فوائد الفواد اور ان کے اور شیوخ وخلفا کے احوال پرمشتمل

⁽۱) بحرز خار، وجیبالدین اشرف، مرکز تحقیقات فارسی، دانشگاه علیکره، ۱۲۰۲-۹،ص: ۴۴۲۱

کتاب سیر الاولیاء بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ فواکد الفواد کو ہندوستانی ادبیات تصوف کا سنگ میل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت نصیر الدین محمود کے ملفوظات خیر المجالس اور صحائف السلوک بھی بہت اہم ہیں۔ آٹھویں صدی کے صاحب تصنیف صوفیہ میں حضرت شرف الدین بھی منیری اور حضرت جلال الدین بھاری امتیازی حیثیت کے مالک ہیں، بلکہ حجے معنوں میں انہی حضرات سے ہندوستان میں علمی تصوف کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ ان کے قلم سیال نے او بیات تصوف کو غیر معمولی عروج بخشا۔ تصنیف و تالیف، شرح و بیان اور مکتوب و ملفوظ کا ایک غیر متنا ہی سلسلہ چل معمولی عروج بخشا۔ تصنیف و تالیف، شرح و بیان اور مکتوب و ملفوظ کا ایک غیر متنا ہی سلسلہ چل شرف کی عبد کر وہ کے معنوں میں او بیات تصوف کا عہد عروج کہا جاسکتا ہے۔

نویں/پندرہویں صدی کی ادبیات تصوف میں حقائق تصوف کے ذیل میں مخدوم اشرف کچھوچھوی (۸۰۸ھ/۵۰،۱ء) کی مرآ ۃ الحقائق اور کنز الدقائق، حضرت بندہ نوازگیسو دراز (۸۲۵ھ/۱۳۲۱ء) کی اساءالاسرار، حدائق الانس، رسالۃ فی بیان المعرفۃ، رسالۃ فی شرح تعبیر الوجود بالازمۃ الثلاثۃ، رسالۃ فی اشارات ابل المحبۃ، رسالۃ فی تفسیر دایت دبی فی احسن صورۃ، شیخ علی مہائی (۸۳۵/۸۳۵) کی النور الاظہر فی کشف سرالقصاء والقدر، اور الصوء الازہر فی شرح النور الاظہر اور اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید، شیخ مسعود بیگ دہاوی الضوء الازہر فی شرح النور الاظہر اور اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید، شیخ مسعود بیگ دہاوی کی الحضرات الحسن من معز بلخی (۸۳۸/۱۳۵) کی الحضرات الحسن بن معز بلخی (۸۵۸/۱۳۵) کی لطائف کی الحضرات الحسن السرار شرح الحضرات الحسن می البوی (۸۲۲ھ/۱۶) کی لطائف المعانی وارنی میں السرار شرح الحضرات الحسن شیخ ابوالفتح کالبوی (۸۲۲ھ/۱۶) کی بحر المعانی، وقائق المعانی اور کاشف الاسرار شرح الحضرات الحسن میں المعانی، وقائق المعانی اور کاشف المعانی اور گات بہت ہی نمایاں ہیں۔

نویں صدی کی کتب تصوف میں احسان وسلوک کے حوالے سے شیخ اشرف جہاں گیر کچھوچھوی کی بحر الاذکار، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد، بشارۃ الذاکرین، تنبیہ الاخوان، ارشاد الاخوان، بشارۃ الذاکرین، شیخ نورالدین احمد چشتی (۸۱۸ / ۱۲۵) کی مونس الفقراء الاخوان، بشارۃ المریدین، حجۃ الذاکرین، شیخ نورالدین احمد چشتی (۸۱۸ / ۱۲۵) کی مونس الفقراء اور انیس الغرباء، حضرت بندہ نواز کی کتاب فی آ داب السلوک، رسالۃ فی بیان الذکراور رسالۃ فی الاستقامۃ علی الشریعۃ ، شیخ عبداللہ شطاری (۸۳۲ سے منہاج العابدین کافاری ترجمہ، شیخ قوام الدین کھنوی بیسف ایر چی (۱۲۳ / ۸۳۴) کی ارشاد المریدین، معیار التصوف اور اساس الطریقۃ ، شیخ حسام الدین مانک پوری (۱۲۳ / ۸۹۴) کی افسی العاشقین، شیخ محمد بین قاسم اودھی (۸۵۲ / ۱۲۹۰) کی آ داب

السالكين اورسيدخوا جگی كروی (۸۹۸/۸۹۲) کی مرادمرید قابل ذكر پیپ_

نویی/پندر مویی صدی کی شروحات تصوف میں سید اشرف کچھوچھوی کی شرح فصوص الحکم اور شرح عوارف المعارف، شخ حسین بن محد بن یوسف گلبر گوی (۸۱۲ / ۹۰ / ۱۵ (۱) کی شرح الملعقط اور شرح السوائح ،خواجه بنده نواز کی شرح عوارف ،شرح قشیر بیه،شرح الرسالة از ابن عربی، شرح السوائح از علی شیر شطاری ،شرح تمهیدات از عین القضاق مهدانی ،شرح الرسالة از ابن عربی، شرح التعرف اور حاشیه برقوت القلوب اور شخ علی مهائی کی شرح عوارف اور فریدالدین عراقی کی شرح بهت کتاب اللمعات کاعربی ترجمه ، جام جهال نما کاعربی ترجمه مرآ ة الحقائق اور اس کی شرح بهت نمایال بین -

اس عہد کے مکتوباتی وملفوظاتی ادب میں سید اشرف کچھوچھوی (۸۰۸ھ/۵۰ ۱۹۱۰)، شاہ نورالحق پنڈوی (۸۰۸ھ/۵۰ ۱۹۱۱)، شخ حسین بن معزبلخی (۸۴۴ / ۸۲۱۱) شخ حسین بن معزبلخی (۸۴۴ / ۸۲۱۱) شخ حسین بن معزبلخی (۸۴۴ / ۸۲۱۱) شخ حسین بن معزبلخی (۸۴۴ هے/۱۹۲۸) شخ حسام الدین مانک پوری (۸۵۳ هے/۱۹۲۸) اور شخ عبدالقدوس گنگوہی (۴۳۴ هے/۱۵ هے) اور شخ عبدالقدوس گنگوہی (۴۳۸ هے/۱۵ هے) اور شخ عبدالقدوس گنگوہی شخ اشرف سمنانی کا ملفوظ لطائف اشرفی مرتبہ شنخ نظام الدین بمنی، شخ حسین بن معزبلنی کا ملفوظ تحفظ المجالس مرتبہ شخ کا ملفوظ تحفظ المجالس مرتبہ شخ حسام الدین مانک پوری کا ملفوظ رفیق العارفین مرتبہ فرید بن سالار عراقی اور تحد بن علاء منیری کا ملفوظ منا بھی الشطار اہم ہیں۔

نویں / پندرہویں صدی کے صاحبان لوح وقلم صوفی علما میں سید اشرف کچوچھوی اور تیخ علی مہائی (۱۳۲۸ھ/۱۳۲۱ء) اور تیخ علی مہائی مہائی ۱۳۲۸ھ/۱۳۲۱ء) اور تیخ علی مہائی مہائی اور مقبول ہیں اور حضرت سید اشرف کچوچھوی کی اطائف اشرفی کوسب سے زیادہ تمایاں اور مقبول ہیں اور حضرت سید اشرف کچھوچھوی کی اطائف اشرفی کوسب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ تاہم اس عبد کاصوفی ذخیرہ بہت ہی گراں قدر (Rich) ہے۔ اس فخیر ہے کا بڑا حصہ اب بھی شنہ تحقیق ہے۔ گذشتہ کے بالمقابل عہد حاضر میں صوفی اور بہت کے حوالے اہل علم اور ارباب خانقاہ کی دل چسپی بڑھی ہے اور بہت پچھ کام ہوا ہے، لیکن ابھی بھی بہت سے کام کرنے کے ہیں۔ شخ سعد الدین خیر آبادی (۹۲۲ھ/۱۹۲۱ء) کی مجمع السلوک اور بیات تصوف کاس عبد شباب کی تصنیف ہے۔ اس کے مقد ہے سے پیتہ چپتا ہے کہ انہوں نے ۸۸۹ھ یعنی نویں / پندرہویں صدی کے اواخر میں مجمع السلوک کی تصنیف

⁽۱) آپ خواجہ بندہ نواز کےصاحب زادے ہیں۔ باپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔

شروع کی تھی۔ (۱) کتاب کے مطالعے سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتاہے کہ شیخ سعدنے اپنی اس تصنیف میں تمام جدید وقد میم اور ہندی وغیر ہندی مصادر و مآخذ سے بھر پوراستفادہ کیا اور علمی بحث وتحقیق کے ذریعے دستیاب صوفیانہ مواد کا عطر مجموعہ کشید کرنے کی کوشش کی۔

حرف اختام

دسویں صدی تک صوفی ادبیات کی بیا یک اجماً لی تصویر ہے۔ بیموضوع مستقل علمی کام کا متقاضی ہے۔ بیمخضر تحریر نہ صرف ہیر کہ اس وسیع موضوع کے لیے تحمل نہیں، بلکہ اس میں یقیناً بہت سی حق تلفیاں بھی ہوگئ ہوں گی اور بہت سے اہم کام ذکر سے رہ گئے ہوں گے۔ تاہم اس اجمال کے پردے میں اس بحر کی بیکرانی کی ایک جھلک اور اس کے آغاز تدوین سے عہدعو وہ تک کی ایک سرگذشت قارئین کی نگاہوں میں ضرور آجائے گی۔ اللہ نے چاہا تو بھی اس اجمال کی تفصیل بھی ہوجائے گی۔

آخر میں بطور خلاصه اس بات کا ذکر کروں گا کہ صوفی ادب کاعلمی ذخیرہ ، استنا و عقلیت کے لحاظ سے ذخیرہ فقہ و حدیث سے کسی قدر کم سہی ، عرفانیات و جمالیات ، اصلاح و تربیت اور کمیت و کیفیت کے لحاظ سے کسی طرح کم نہیں ، بلکہ کیا عجب کہ بعض جہات سے فائق ہو بہر کیف! میدایک گراں قدر علمی ذخیرہ ہے ، جواسلامی واخلاقی ذہن کی پیدا وار اور دینی وعلمی مکا تب وادبیات کا لازمہ وافتخار ہہے۔

مصادر ومسسراجع

ا – القرآن الحكيم

۲ – ابجد العلوم، دارا بن حزم، ۲ • • ۲ ء

٣-احياءعلوم الدين، دارالمعرفة ، بيروت

٣ ـ اردودائرُ ه معارف اسلاميهِ، دانش گاه پنجاب، لا بهور، ١٩٢٢ء

۵ – اعلام في التّاريخ الاسلامي في مصر، سامح كريم، الدارالمصرية اللبنانية ، قام ره، ١٩٩٧ء

۲ - الا دب الصغيروالا دب الكبير، دارصا در، بيروت

۷ – الاعلام للزركلي، دارالعلم لملايين، ۲۰۰۲ء

٨-التاج المكلل من جواهر مَاثر الطراز الآخر والاول، مُحد صديق حسن خان بهو پالى، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامية ،قطر، ٧٠٠٤ء 9 _التفسير والمفسرون، ڈاکٹر محد سيد حسين زہبي ، مکتبہ وہبہ، قاہرہ

• ا – الرسالة القشيرية ، دارالمعارف ، قاهره

١١ ـ الزيد، ابن مبارك، وارالكتب العلميه ، ٩٠ • ٢ ء،

١٢ – العقد المذبب في طبقات حملة المذبب، ابن الملقن شافعي مصرى، دارالكتب العلمية ، بيروت، ١٩٩٧ء

۱۳ - الغزالي، علامة بلي نعماني، مطبعه معارف، اعظم گڙھ، ١٩٢٨ء

١٩٧ –الفهر ست،ابن نديم، دارالمعرفة ، بيروت، ١٩٩٧ء

10 –المنقذمن الضلال، امام محمّر غز الى، دار الكتب الحديثة ،مصر

۱۷ - بحرزخار، وجیدالدین اشرف، مرکز تحقیقات فارس، دانشگاه علیکره، ۱۲۰۲۰

۷۱ ـ تاریخ این خلدون ، دارالفکر ، بیروت ۱۹۸۸

١٨ - تاريخُ التر اث العر بي ،فواد سر كبين،مترجم ،مجموفنجي حجازى، جامعة الامام محمه بن سعودالاسلامية ،رياض،١٩٩٩ء

١٩ - تاريخ بغدادوذ بوله، دارالكتب العلميه ، بيروت ١٧ ١٣ ء

• ٢ - تاريخ وعوت وعزيت مجلس تحقيقات ونشريات اسلام بكهيئو، • ١ • ٢ ء

٢١ _ نصوف اسلام،عبدالماجد دريابادي، دارالمصنفين ، اعظم گرهه، يويي

۲۲ _تصوف برصغير مين، خدا بخش اورينثل پېلک لائبريري، پيشه، ۱۹۹۲

٣٣ -جهود العلماء في تصنيف السيرة النبوية في القرنين الثامن والتاسع الهجريين عبد

الحميدبن علي فقيهي مجمع الملك فهدلطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة

٢٢ - حلية الأولياء وطبقات الأصفياء الوقيم اصفهاني السعادة , بجو ار محافظة مصر ٢٩ ١٣ هـ

٢٥ - خزانة التراث، فهرس مخطوطات، مركز الملك فيصل، رياض

٢٦ ـ رسائل الجنيد تحقيق: ۋا كىرغلى حسن عبدالقادر، دارالكت المصرية، ١٩٨٨ء

٢٧ - سيراعلام النبلاء، موسسة الرسالة ، ١٩٨٥ء

٢٨ ـ شاعرات العرب في الحابلية والإسلام، بشيريموت، المكتبة الاولي، بيروت، ٣ ١٩٣٣ء

۲۹ – محیج مسلم، داراحیاءالتر اث العربی، بیروت

• ٣- طبقات الشافعية الكبرى، تاج الدين السبكى ، ججرللنشر والتوزيع ،مصر، ١٣ ١٣ هـ

١٣١ - كتاب السر في انفاس الصوفيه، نقتريم: ذا كثرعبدالباري محمد داود ، مطبوعه دارجوامع الكلم ، قاهره ، ٣٠ • ٢

٣٢ - كتاب العقل وفهم القرآن للمحاسي ، دارالفكر ١٩٤١

٣٣٠ - تتاب اللمع ، ابونصر سراح بتحقيق: ذ اكثر عبد الحليم محمود/ طه عبدالباقي ، دارالكتب الحديثة ،مصر، • ١٩٧٠ ء

٣٣- كتاب اللمع ،ابونصرسراج ،اردوتر جمه ،سيداسرار بخاري ،تصوف فاؤندُيش ،لا بهور ، • • • ٢ ء

٣٥- كتابة الحديث النبوي في عهد النبي صلى الله عليه وسلم بين النهي والإذن, حسناء

بنت بكري نجار مجمع الملك فهدلطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة

٣٦_مجمع السلوك،شاه صفى اكيثرى،خانقاه عارفيه،سيدسراوان،الهآباد،١٦٠٠ء

٤ ٣- مجموع الفتاوي مجمع الملك فبمرلط باعة المصحف الشريف،المدينة النبوية المملكة العربية السعو وبيه ١٩٩٥ء

Λ "مجم اعلام شعراءالمدح النيوي مجمدا حدور نيقه، دارومكتبة الهلال،مصر

٩٣-منا بيج المفسرين،ص:١٥، دارالكتاب المصري، بيروت، • • • ٢

٣٠ - منهاج المحدثين في القرن الأول الهجري وحتى عصرنا الحاضر على عبد الباسط مزيد الهيئة المصرية العامة للكتاب

۷۱ - میزان الاعتدال فی نقد الرجال بشس الدین محمد بن احمد ذہبی ، دارالمعرفة للطباعة والنشر ، بیروت ، ۱۹۶۳ء ۷۲ - نزیمة الخواطر ، مولا ناعبدالحی رائے بریلوی ، دارا ہن حزم ، بیروت ، ۱۹۹۹ء

۳۳ - وفیات الاعیان دانیاءایناءالزمان بشس الدین احمد بن څیرمعروف بها بن خلکان ، دارصا در ، بیروت ۴۲۶ - بدینة العارفین اساءالموفقین و آثار المصنفین ، اساعیل بغدا دی ، دارا حیاءالتر اث العربی ، بیروت

- 45_A Litterary History of Persia, Edward G. Browne, T Fisher Unwin, Lonodon,1909
 - 46-A Literary History of the Arabs, R. A. Nicholson, New York, 1907
 - 47_Islamic Phylosophy and Theology, Edinburgh, 1985
- 48₋Mystical Poetry in Islam, Annemarie Schimmel, Columbia University Press, New Yorh, 1982
- 49_Sufism: The Formative Period, Ahmad T. Karamustafa, Edinburg University Press, 2007
- 50-The Kitab al₋Luma fi l₋Tasawwuf by Abu Nasr al₋Sarraj, Introduction by R_. A_. Nicholson, E_. J_. Brill, London, 1914

51_http^{//:}www.alimbaratur.com/index.php?option=com_content&id=2642 52_http^{//:}alwafd ora الأدب الصوفي أهم أدب إسلامي أثر في الثقافة العالمية ما الإدب الصوفي أهم أدب إسلامي أثر في الثقافة العالمية الماتين الماتي

53_http^{//}:tawaseen.com[/]?p=1839

000



حامعه عارفیے کی تعلیمی ، تربیتی اورفلاحی خدمات کے ساتھ مختلف موضوعات پر اسکالرس کے بیانات سننے کے لیے بوٹیوں پر ہمار ہے چینل الاجسان منحاما كو العندين 🗗 كرس

www.youtube.com/c/Alehsanmedia)

فیس بک صارفین جامعہ عارفیہ/ خانقاہ عارفیہ کی تمام ترعلمی وروحانی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے ہمارے فیس بک بیج کو 💷 کریں اوراس کو 📰 کر کے دوسروں تک ہمارے پیغام کی ترسیل میں تعاون کریں۔









(A)AlehsanMedia



♠/Khangahearifia ♠/jamiaarifia1993

زاويي

تشیخ عبدالحق محدد د و بلوی کی شخصیت، افکار اور خسد مات پرخصوصی گوشه

آئينة حيات

شيخعبدالحقمحدث دهلوي

نام:عبدالحق کنیت:ابوالحبد نسبت: بخاری _ دہلوی نسب: عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ بن فیروز بن ملک موسی بن ملک معز الدین آغامجمرترک بخاص جقی ولادت: محرم الحرام ۹۵۸ رحمطابق ۱۵۵۱ ءُ' شیخ اولیا''ان کی تاریخ ولادت برآ مدہوتی ہے۔ عقیدہ:اہل سنت و جماعت/ ماتریدی مسلک: حنفی مشرب: قادری مثافیل القابات: محدث وہلوی شیخ محقق ، شیخ اولیاء فخر العلما

مشابیراسا تذه: شیخ سیف الدین وہلوی (والد ماجد،م: ۹۹ه ۵)، شیخ محمقیم، شیخ عبد الوہاب متقی، شیخ عبد الدین وہلوی (والد ماجد،م: ۹۹۰ ۵)، شیخ محمقیم، شیخ عبد الوہاب متقی، شیخ علی بن جاراللہ کی، شیخ ابوالحرم مدنی، شیخ حمیدالدین بن عبدالله سندی، شیخ سیف الدین (والد ماجد،: ۹۹۰ ۵)، شیخ موسی بن شیخ حامد قادری گیلانی، شیخ عبدالوہاب متقی، خواجہ باتی بالله نقشیندی، سیدخیرالدین ابوالمعالی لا موری میں شیخ میں بیاتی بالله نقشیندی، سیدخیرالدین ابوالمعالی لا موری

خُلافْت واجازت: (سلسله قادر به میں) شَخ موی قادری گیلانی، شِخ عبدالوہاب متقی سلاطین کاعبد: شہنشاہ اکبر (۲۵۵۱ء۔۵۰۱۶ء) محد جہاں گیر (۵۰۲۱ء۔۱۹۲۷ء) کمالات: مجدد مجقق محدث ،صوفی ،فقیه ،متکلم ،اصولی ،مدرس ،مصنف ،صلح ،مربی ،شاعر متاز تلام**زه وخ**لفا

(۱) شیخ نورالحق دہلوی [۲۷۰۱ه] (۲) شیخ ہاتشم (۳) رضی الدین ابوالمنا قب شیخ علی محمد (۴) شیخ ابوالبرکات (۵) ولی الدین عبدالنبی (۲) شیخ بوالسعا دت کمال الدین ابوالرضا با بارتن بن اساعیل دہلوی [۷۰۰ه] (۷) مولا نامجمد حیدر دہلوی (۸) شیخ محمد سین خافی نقشبندی (۹) خواجه خاوند معین الدین بن خواجه خاوند محمود المعروف بحضرت ایشاں (۱۰) خواجه حیدر بن خواجه فیروز کشمیری [۲۵۰ه ه] (۱۱) شاه طیب ظفر آبادی (۱۲) مخدوم دیوان جی شاه محمد رشید بن مصطفی جون پوری [۲۵۰ه ه] (۱۳) مولا ناشاه عبد الجلیل الله توری (۱۵) شیخ عبد القادر مفتی (۱۲) شیخ عنایت الله بن الهداد صدیقی بلگرامی (۱۷)

خدمات وکارناہے: دہلی میں تبلیغ دین اور اشاعت حدیث کے لیے مدرسے کا قیام، مجالس ذکر ووعظ ،تصنیف کتب،ترسیل خطوط، درس و تدریس، اصلاح افکار، روبدعات، تجدید دین معروف تصانیف

اخبار الاخيار في احوال الابرار، اشعة اللمعات في شرح المشكؤة، تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف ، تكميل الايمان و تقوية الايقان، تنبيه العارف بما وقع في العوارف، جذب القلوب الئ ديار المحبوب، جواب بعض كلمات شيخ احمد سرهندي، زاد المتقين في سلوك طريق اليقين، شرح سفر السعادات، شرح فتوح الغيب، لمعات التنقيح في شرح مشكؤة المصابيح، ما ثبت بالسنة في ايام السنة، مدارج النبوة، مرج البحرين و جامع الطريقين، وصيت نامه، هداية الناسك الئ طريق المناسك.

تصانيف كافن وموضوعات

تفسیر، حدیث، فقه، عقائد، تصوف، تاریخ، اخلاق، منطق، فلسفه، نجو، سیر، اعمال،خودنوشت، خطبات، مکاتبیب، شعروشخن، وصایا ونصائح، قر اُت و تجوید، بلاغت ومعانی اورلغت وغیره و مصاید مرکز است و مرک

ماد حین ومعتر فین: سلاطین زمانه، وزرائے مملکت، درباری فضلا و دانش وران ،علائے عصر و مابعد،مورخین ہند،صوفیہ ومشائخ

وفات: دوشنبه ۲۳ر بیج الاول ۵۲ اهر ۱۶۴۲ و (حوض تقمسی دبلی) خلیفه و جانشین: شیخ نورالحق د بلوی (م: ۲۷ - ۱۵ سر ۱۹۲۳ ء)

شخ محدث عبدالحق دېلوي : حيات وخدمات

يسمنظر

ہندوستان کی سیاسی ، سابھی ، تھرنی اور علمی تاریخ کے عروج وارتقا میں سولہویں اور ستر ہویں صدی عیسوی کونمایاں مقام حاصل ہے۔اس زمانے میں اگرایک طرف پرانی بنیاویں منہدم ہوئیں تو دوسری طرف فکر ونظر کی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں اور علوم وفنون کی دنیا میں نئی جہتیں منہدم ہوئیں آوروسری طرف فکر ونظر کی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں اور علوم وفنون کی دنیا میں نئی جہتیں مشھیں اور بعض معاندانہ فکر وعمل اور اصول ونظریات کے نکر او بمل اور روغمل کے نتیجے میں ہرسطے پر تحقیں اور بعض معاندانہ فکر وعمل اور اصول ونظریات کے نکر او بمل اور روغمل کے نتیجے میں ہرسطے پر ختی تنجد میلیاں روغما ہوئیں۔ سیاسی وسابھی اور مذہبی سطح پر سب سے زیادہ انزات مرتب ہوئے ، مغلوں کا عروج ہوا مگر اکبر (۲۲ ماہ اء۔ ۱۹۰۵ء) کا وین الٰہی اسلام اور مسلمانوں کے لیے چینئی مغلوں کا عروج جو میں آئی ، جس سے اسلامیان ہند کے شیرازہ میں انتشار بیا ہوا ، معروف تحریک وجود میں آئی ، جس سے اسلامیان ہند کے شیرازہ میں انتشار بیا ہوا ، حضرت مجدوالف ثانی شیخ احد سر ہندی (م م ۱۹۰۳ھ۔ ۱۹۲۳ء) نے اکبر کے غیرشرعی اعمال کا شخق سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے ممتاز امراکوا پنا ہم نوا بنالیا اور ہندوستان میں دین اسلام کو نئی زندگی عطافر مائی۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی کی تحریک خالص مذہبی تحریک تھی جو حکومی علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی کی تحریک خالص مذہبی تحریک کے ذریعے حکومی عمل وخل سے باہررہی۔آپ نے تمام علوم دینیہ کواپنی حکمت بالغہ اور نصر ان سینوں میں مثبت طریقے پر منتقل کرنا شروع کیا، جومسلمانوں کے تمام طبقات کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنا، ارباب حکومت سے تصادم نہ ہونے کی وجہ سے اس شحریک کے اثرات بہت گہرے ہوئے اور ہندوستان میں دینی واسلامی علوم کے احیاء وتر و ترج کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔

اس میں کوئی شک وریب نہیں کہ سولہویں اور ستر ہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی علمی اور روحانی تربیت، تجدید دین اور احیائے ملت کا سہرا حضرت مجد دالف ثانی اور شخ محقق کے سر ہے جنہوں نے ہر سطح پر درآئی بدعات وخرافات کے خلاف آواز بلند کیا۔ اور عملی طور پر اپنے لٹر بچ اور افراد کے ذریعے دین وملت کے منتشر شیرازہ کو متحد کرنے کی کوشش کی اور کامیا بی بھی حاصل ہوئی۔ اس زمانے کے حالات اور شیخ محقق کے علمی انقلاب پر روشنی ڈالتے ہوئے مشہور مؤرخ خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں۔

''یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا پرتی کی اعنت نے عزم وراسی کی روح کومر دہ کردیا تھا۔ مذہبی
گمراہی کے سوت، محلول سے پھوٹ کر جھونپڑوں میں بہہ رہے تھے۔ مذہب
''کرمک شب تاب' کی صورت ہو چکا تھا، شریعت وسنت سے بےاعتنائی بڑھ رہی تھی، علما کے دامن ہوئی وحرص میں آلودہ تھے، صوفیہ دنیا پرسی میں غرق تھے، سرمایہ ملت منتشر ہور ہاتھا، قر آن وحدیث سے رابط ٹوٹ چکاتھا، الحادوزند قد حکمت واجتہاد کے دل فریب عنوان سے پھیلا یا جا رہا تھا۔ غرض فنتوں کی شوریدہ سری ایک رنگ لارہی تھی کہ تجازے ایک حضر طریقت اور منبی علم وضل بزرگ حضرت شخ عبدالوہاب منتی نے اپنے حلقہ تلامذہ سے ایک ہونہار ہندوستانی طالب کو سے ہمہ کر کھڑا کردیا۔
متی نے اپنے حلقہ تلامذہ سے ایک ہونہار ہندوستانی طالب کو سے ہمہ کر کھڑا کردیا۔
''بہ دیلی واپس رفت زیرا کہ دیلی برفراق شمانالاں است۔'' دہلی واپس جانا چاہیے کیوں کہ دہلی تھاری جیں نالاں ہے''۔

، (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مص: ۴)

اس شخص کا ہندوستان آنا گویا ایک علمی انقلاب کا رونما ہونا تھا۔علوم دینی جن پرعرصہ سے مردنی چھائی ہوئی تھی اس کی مسیحائی سے جلا پاگئے، کتاب وسنت کی روشن میں وعوت واصلاح کا ایک نیا دور شروع ہوا۔خوداس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد احیا ہے علوم دین اور ترویج شریعت کو قرار دیا اور پکار کراعلان کیا:

ایس بنده ماموراست که جزد را بواب دین وملت که باعث ترویج و تجدید شریعت وموجب حفظ عقائد واحکام سنت باشد کلم مکند واز دائره اعتدال وحیطهٔ احتیاط بیرول نیفتند به بنده تجدید و ترویج شریعت اور عقائد اسلام و احکام سنت کی حفاظت وصیانت پر مامورکیا گیاہے۔ دین وملت کے ان موضوعات کے علاوہ کسی اور موضوع پر کلام کی گنجائش نہیں ، ساتھ ہی شرعی گفتگو میں حداعتدال اور دامن احتیاط سے باہر جانے کی بھی گنجائش نہیں ۔ (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، از خلیق احمد نظامی ، ص: ۱۹)

یبہاں لفظ مامور میں وہی رعب وطنطنہ اور اعلان واظہار نظر آتا ہے جو حضرت مجد دالف ثانی کے اس جملے میں پنہاں ہے:

''اے فرزند! باوجود یکدایں معاملہ کہ بنطقت من مر بوط بودہ است، کارفائی عظیم دیگر

بمن حوالہ فرمودہ اند' (وفتر دوم، مکتوب نمبر ۲ بحوالہ حیات شخ محدث وہلوی ص ۲)

حقیقت ہے ہے کہ توفیق الہی اور تقدیر از لی کچھا لیے نفوس کا انتخاب ازخود کر لیتی ہے جن

سے اسے بڑے کام انجام دلانے ہوتے ہیں۔ شخ محق کی زندگی کا مطالعہ ہمیں بہ آسانی اس نتیج

تک پہنچا تاہے کہ وہ در اصل کارخانہ قدرت اور توفیق پر دانی کا عظیم دریگانہ سے، جن سے
احیاے دین وشریعت، احکام وعقائد اور سنتوں کی پاسیانی کا کام لینا تھا۔ شخ کا مذکورہ بالا
ہیرا گراف خود آپ ہی علمی دنیا میں ان کے مقام و مرتبے کا تعین کرنے کے لیے کافی ہے اور ساتھ
ہیرا گراف خود آپ ہی علمی دنیا میں ان کے مقام و مرتبے کا تعین کرنے کے لیے کافی ہے اور ساتھ
اعتدال و حیط احتیاط ہیروں نیفتد'' کا جملہ آپ کے پورے 'دعلمی منہے'' پرروشنی کے لیے کافی ہے۔
اعتدال و وسطیت کا اندازہ کچھائی کو ہوسکتا ہے جنہوں نے ان کے علمی ذخائر کا محیط
مطالعہ کیا ہو، دوران مطالعہ ہر طالب علم کواندازہ ہوجائے گا کہ انہوں نے کس طرح شریعت کے
مطالعہ کیا ہو، دوران مطالعہ ہر طالب علم کواندازہ ہوجائے گا کہ انہوں نے کس طرح شریعت کے خاموشی
کے ساتھ شیخ نے جوانقلاب ہر پاکیا، اس نے نظام زندگی کارخ بدل دیے اور ناموافق حالات ساز
گار ہونے لگے، اور رہتی دنیا تک بے شار انسانوں کے قلوب، شریعت وسنت کے احترام سے
گار ہونے لگے، اور رہتی دنیا تک بے شار انسانوں کے قلوب، شریعت وسنت کے احترام سے
گار ہونے لگے، اور ہوتے رہیں گے۔

نقوش حيات

ذیل کے صفحات میں ان کی زندگی ،خدمات اور کارناموں پر مختفرروثنی ڈالی جائے گی۔ اس امید کے ساتھ کہ شیخ کی ہمت وروحانیت ہماری یاوری کرے اور ہمیں بھی اس راستے کاراہی بنا ہے جس بیوہ خود جادہ پیا تھے۔

نام ونسب

حضرت شیخ کانام عبدالحق، کنیت ابوالحجد پخلص حقی اور محدث د ہلوی کے عرف سے مشہور ہیں۔ آپ کا شجر نسب درج ذیل ہے:

عبدالحق بن سیف الدین بن سعد الله بن فیروزین ملک موسی بن ملک معز الدین آغامجمه ترک بخاری _ شیخ محدث ایک ذی حشم اور ذی علم خاندان سے تعلق رکھتے تھے نسلاتر ک تھے، آپ کے مورث اعلیٰ آغامحد ترک بخارا کے رہنے والے تھے۔ علاء الدین خلجی (۱۲۹۲ء-۱۳۱۱ء) کے دور میں اپنے اعزہ واقربا کے ساتھ بخارا سے دہلی تشریف لائے ۔سلطان نے حسب مراتب آپ کی عزت افزائی کی اور اعلیٰ مناصب پر فائز کیا، اسی زمانے میں وہ باوشاہ کے ساتھ وقتی گجرات کی مہم میں شریک ہوئے، اللہ نے ان کوعزت وفراغت اور دولت وثر وت سے خوب نوازاتھا، ایک سوایک بیٹے متھے، مگر ایک جا نکاہ حاد شد میں بڑے بیٹے ملک معز الدین کے علاوہ سبھی فوت ہوگئے۔ آغاترک پراس حادثے کا غیر معمولی اثر پڑا۔ساراعیش ونشاط ختم کر دیا اور ماتمی لباس کہن کرشنے صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ میں مقیم ہوگئے۔

ایک مدت کے بعد شخ نے ان کواہل وعیال کے پاس واپس جانے کی ترغیب دی اور بیہ بشارت سنائی کہ ان شاء اللہ اس ایک باقی ماندہ فرزند سے تمہاری نسل قیامت تک باقی رہے گ۔ چنانچے اللہ نے ملک معز الدین کو پوری طرح سے نوازا، ایسامعلوم ہوتا تھا کہ تنہاان کی ذات میں فوت ہونے والے تمام فرزندوں کی خوبیاں جمع ہوگئی ہیں۔

(تذكرة المحدثين، جلدسوم، ص: ۱۷۴)

ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا، آپ کے فرزند شیخ ملک موسی نے اپنی شرافت و و جاہت کی و جہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ فیروزشاہ تغلق (۲۵ ۱۱ ۱۳ ۵۱ء ۱۳ ۵۸ ۱۳ ۱۰ کا عہد تھا فیروز کے انتقال کے بعد ملک میں بنظمی پھیلی اور حالات نا گفتہ بہ ہو گئے تو ملک موسی و بلی چیوڑ کر ماوراء النہر چلے گئے ، مگر امیر تیمور گوگان کے لشکر کے ساتھ پھر و بلی تشریف لائے۔ شیخ موسی کئی بیٹے موسی کئی بیٹے موسی کئی فنون شیخ موسی کئی بیٹے موسی ان میں شیخ فیروز سب سے ممتاز اور جامع کمالات شخص تھے، کئی فنون پر غایت مہارت کی وجہ سے خاندانی و جاہت و حشمت میں چار چاندلگاد ہے۔ ۲۸ ھ میں ملک فیروز بہرائج کسی معرکے میں گئے اور و ہیں جام شہادت نوش کرلیا۔ اس وقت ان کی بیوی حاملہ فیروز بہرائج کسی معرکے میں گئے اور و ہیں جام شہادت نوش کرلیا۔ اس وقت ان کی بیوی حاملہ و میا تھے اور اپنے مورثین کے کمالات کے فیق وارث و جانشین سے شخص معداللہ کو اللہ کے بیو کی دات ظاہری وار باطنی گونا گوں خوبیوں سے آراست تھی اور دوسر نے شیخ سیف الدین بیشیخ سعداللہ کے بیوٹ کے اور باطنی گونا گوں خوبیوں سے آراست تھی اور دوسر نے شیخ سیف الدین بیشیخ سعداللہ کے جیوٹے بیٹے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے والد ماجد تھے۔ ۴۳۰ ھر ۱۵۱ ء میں پیدا ہوئے۔ ایک بیٹے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے والد ماجد تھے۔ ۴۳۰ ھر ۱۵۱ ء میں پیدا ہوئے۔ ایک طافت وظر افت کی وجہ سے معروف شیخ گرکوئی ان کے باطنی احوال و کمالات سے واقف نہیں ہولئے اختابیں ہو

یا تا۔ بہ قول شیخ محقق بیر حضرات اخفائے حال بہت کرتے تھے۔اپنے باطنی معاملات کسی پر کھلنے۔ نہیں دیتے تھے۔

شیخ محدث نے اخبار میں لکھا ہے کہ شاعری علم ،مقبولیت ، ذوق وشوق ،ظرافت ، زہد ، پاکیزگی دل ،حضور قلب ، اور نکتہ شنجی میں بے مثال تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدث ان کے متعلق کہھتے ہیں :

ميرے والدشيخ سيف الدين كوفقر وغنا اور توحيد و تجريد كا كافى حصه ملاتھا، وہ تصنع و تكلف سے بالكل پاك تقے، نگاہ ميں ايسا اثر تھا كہ جس پر توجه كى خالى نہ گئى اوراس كوحسب استعداد فائدہ پہنچايا۔ (رسالہ وصيت قلمى / بحوالہ اشعة اللمعات، ج،اول، ص: ۲۳)

شیخ محدث نے ان کی نظر کیمیا اثر کاوالہانہ ذکر کیا ہے، شیخ سیف الدین فرماتے ہیں: '' درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا بیرحال ہو گیا ہے کہ انسان کے احوال کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں اگراندھیری رات میں بھی کسی سے ملوں توامیدہے کہ اس کی حقیقت دریافت کرلوں'' (اخبار الإخبار فارسی ،ص:۲۰ س)

حضرت شیخ سیف الدین کوم شد کامل کی شکل میں راہ طریقت،مست مئے تو حید و معرفت حضرت شیخ امان الله پانی پتی۔ (۹۵۷ه کا ملے، شیخ پانی پتی نے انہیں اجازت و خلافت سے نوازا،اوران کے جذب وشوق کی دنیا میں مزید بوقلمونی پیدا کردی، شیخ محدث و ہلوی لکھتے ہیں: میرے والد پر خاص عنایت فر مائی اور خرقۂ خلافت عطا کیا اور خلافت اپنے وست خاص سے لکھ کردیا۔ (اخبار الا خبار ص: ۰۰ میر

آخرى ايام ميں شيخ سيف الدين عجيب كيفيت سے دو چارہنے گئے۔استغراقی عالم طارى رہتا،خوف وخشيت كازيادہ غلبہ ہوگيا، وصال كےوقت شيخ كى خشيت اچانك سے ذوق و شوق ميں بدل كئ اورا پنے فرزندول بندشيخ عبدالحق سے فرمايا:

''تمام عمر میں جومیرامطلوب تھااب حاصل ہوا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے، تمام عمر میں نے بید دعا کی تھی کہ آخر وقت میں ذوق وشوق کے ساتھ اس جگہ سے جاؤں، اس مراد کا جمال ہزار ہاحسن کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔اگر اس حالت میں اپنے سامنے بلائے گاتو اس کی انتہائی عنایت اور کرم ہوگا''۔ (اخبار الاخیار ملخصا ،ص : ۲۰۵)

٢٧ رشعبان ٩٩٠ ه كويه عاشق صادق اپنے محبوب حقیقی سے جاملا۔

ولادت

محرم الحرام ۹۵۸ ه مطابق ۱۵۵۱ء کوشیخ محدث دبلی میں پیدا ہوئے'' شیخ اولیا''ان کی تاریخ ولادت برآ مدہوتی ہے۔ تا

كعليم وتربيت

محدث وہلوی کی ابتدائی تعلیم و تربیت، ان کی صالح فکری نشودنما اور ان کے اندراوصاف حمیدہ پیدا کرنے میں پدر بزرگوارشیخ سیف الدین کا بنیا دی کردار ہے۔ ولا دت کے بعد ہی سے انہوں نے فرزند کی تربیت و تہذیب پر توجہ دین شروع کردی تھی۔ شیخ فرماتے ہیں:

رات دن میں ان کی آغوش عاطفت میں تربیت حاصل کرتا تھا۔ والد بزرگوار کی پیرانہ سالی کے ایام گذررہے تھے۔اور دوست واحباب کی جدائی کی وجہسے بیٹے ہی کی طرف زیادہ متوجہ رہتے اور شب وروز مجھے آغوش رحمت میں لے کر برسوں کی ریاضت اور قبلی کیفیات سے آشا کرارہے تھے۔خود شیخ رقم فرماتے ہیں:

والد ما جدا پی پیری اور کمزوری کے زمانے میں میری طرف اکثر متوجد ہے تھے۔ جوانی ختم ہوجائے اور دوستوں کے رحات کر جانے کی وجہ سے ایک سخت بیاری میں بتلا ہو گئے، اس وقت میری عمر تقریبا چار سال کی تھی، اس وقت میں آپ کی خدمت کرتا اور دلدہ کی کیا کرتا تھا۔ آپ ہمہ وقت مجھ پر شفقت و عنایت فرما یا کرتے تھے۔ انہی فنوں جب کہ میں بچی تھا صوفیوں کے اقوال سناتے اور ان کے ارشادات میرے قلب میں ڈال کرمیری تربیت بھی کرتے تھے۔ میں خود بھی فطرتا ان باتوں کا دلدہ تھا۔ وہ جب ذراد یرکے لیے خاموش ہوتے تو میں بھی خود فراموثی کی حالت میں ہوجا تا اور پھر واقفان حال کی طرح ان حقائق کو دوبارہ بیان کرنے کے لیے کہتا۔ اس زمانے کی بعض با بیس میرے حافظ خیال میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ اور اس سے بجیب تربات بیہ پخض با بیس میرے حافظ خیال میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ اور اس سے بجیب تربات بیہ کہفتے روز ہو کے وقت کی با تیں بھی اس طرح یاد ہیں، گو یا بیکل کی با تیں ہیں موالانکہ اس وقت میری عمر دوڈھائی برس کی رہی ہوگی۔ (اخبار الاخبار: ص ک ۲۰)

شیخ کی ابتدائی تعلیم خودان کے والد نے عجیب نرالے انداز سے دی۔ اور لکھنے کی مشق و ممارست بھی انو کھے انداز سے کرائی۔ شیخ محدث نے ابھی قواعد بھی نہیں سیکھے تھے کہ والد ماجد انہیں قرآن حکیم کی پچھ سورتیں لکھ کریا دکرنے دے دیتے تھے۔ اور پھر کمتب کی کرامت سے ظاہر ہوئی کہ دوتین مہینے کے اندرقرآن یاک پوراختم کرلیا۔خود لکھتے ہیں:

' دبغیر سابقہ تعلیم اور قواعد تھی کے جوعام بچوں کے پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ ہے پہلے قرآن مجید کے دوئین جز بلکہ اس سے بھی کم کی تعلیم دی، وہ سبق لکھ دیتے سے اور میں پڑھ لیتا تھا۔ قرآن حکیم کی بہی مقدار میں نے ان سے سبق پڑھی، اس کے بعدان کی تربیت وشفقت سے اس قدراستعداد ہوگئ کہ روزانہ قرآن کی ایک مقدار خود سے پڑھتا اور جومقدار پڑھتا اسے ان کے سامنے دہرا دیتا، اس طرح میں نے دوئین ماہ میں قرآن مجید تم کردیا۔ معلم جس طرح بچوں کو سبق رٹا کے یاد کراتے ہیں وہ میں نے نہیں کیااور نہ بیمفید ہے۔

والد بزرگوار نے مجھے بچوں کے طریقے پر فا اور قاف تک تحتی ککھائی تھی ،اس کے بعد تھوڑی مدت میں اگرایک ماہ کہوں توجھوٹ نہ ہوگا، کتابت اور انشا کا سلیقہ بیدا ہوگیا، اللہ تعالی نے ان کوتو جہاور نظر میں ایسااٹر اور الیں خاصیت رکھی تھی کہ غنی اور قوت اخذ و استعداد میں بہت کم شخص بھی ان کی توجہ اور تربیت سے چیک اٹھتا تھا اور اس کی مخفی صلاحیتیں بہت ظاہر ہونے لگی تھیں۔ مجھے جو بچھ بھی ملاوہ انہی کی توجہ اور عنایت کا اثر و نتیجہ ہے، ان کے پدری اور تعلیم و تربیت کے تمام حقوق اس نامراد کو خمہ شابت و سلم ہے' ۔ (اخبار الا خیار: ص ۲۰۸)

شیخ سیف الدین نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت کسی بندھے شکے نصاب کے تحت نہیں کی بلکہ مروجہ نصاب سے جٹ کرجس کی ضرورت واہمیت محسوس کی اسے پڑھا دیا، بہت کم عمری ہی میں نظم کی گئی کتابیں پڑھا دیں، شیخ محق بے حد ذبین تھے، طلب علم کاسچا جذبہ نفس کی پاکیزگی اور توفیق پزوانی الیمی مددگارتھی کہ جس علم کی طرف توجہ کرتے ، لگتا کہ اس علم کے جواہر پارے ان کے سینے میں بیوست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بوڑھا باپ سرا پا جوان بن کر بیٹے کی ذبانت اور سعی پہیم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار ستعبل کا نقشہ اس کے ذبان میں ہوتا اور اپر حجذ ہے کہ ساتھ بیٹے کو ایک سے ایک تعلیم خود دیتا۔ شیخ محقق کلھتے ہیں:

''انہوں نے اپنے پورے حقوق پدری میری تعلیم وتربیت میں صرف فرمائے بوستال و گستال دیوان خواجہ حافظ اور نظم کی مروجہ کتا ہیں خود پڑھا نمیں بجپپن سے لے کر قرآن کریم ختم کرنے تک اور اس کے بعد میزان منشعب سے لے کر کافیہ کی بھی خودہی تعلیم دی۔ پڑھانے کے زمانے میں اکثر و میشتر فرما یا کرتے ، ان شاء اللہ تم جلد عالم بن جاؤگے، اور اس تصور سے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب اللہ تعالی تم کو درجہ کمال عطا

کرے گااور میں تمہارے دائرہ درس وافادیت پراپنے بڑھا ہے میں تکیے کروں گا مجھی چند کتابوں کے نام لے کرفر ماتے بس بیہ کتابیں پڑھلوعالم ہوجاؤگے۔فرماتے ہرعلم کی تھوڑی تھوڑی کتابیں پڑھوجوتمہارے لیے کافی ہیں اوراس کے بعدان شاءالتہ برکت وسعادت کے درواز ہے کھل جائیں گے۔اورتم تمام علوم بلاتکلف حاصل کرلو گے،ان کے ان یا کیزہ جملوں نے وہ اثر کیا کہ کتب متداولہ ومروجہ میں نے جلدی جلدی پڑھیں اور کم مدت میں زیادہ سے زیادہ علوم حاصل کےعلوم کی وسعت سےمعلوم ہوتا ہے کہ سالہاسال اور بہت عرصہ تک تعلیم کے حصول میں زندگی بسر ہوئی ہے۔ علومنحومیں کا فیر،لب الالباب اورارشا دوغیرہ کے بعض اوقات ایک نشست میں سولہ سولهُ صفحے برُّھ حِاتااورشوق کا بیرحال تھا کہ جب کوئی حاشیہ والی کتاب ل جاتی تواسے استاد سے نہ پڑھتا بلکہ اکثر اوقات اسے خود ہی پڑھ کر سمجھ لیتا۔ ہاں اگر کوئی مشکل باب ہوتا تواہے لاز مااستاد کے روبرویڑھ کر سمجھتا تھا، البتہ اتنا یاد ہے کہ کتاب کی اصل عبارت اس کے حاشیہ کے ذریعہ بخو لی سمجھ لیتا تھا میرے ہاتھ جو کتاب پرٹی ، میں اس کے اول وآخر کا لحاظ کیے بغیر اسے کھول کر آخر تک پڑھ لیا کرتا۔مطالعہ کو ضروری اورمقدم سمجھتا، کیوں کے علم کاحصول میرانصب انعین تھا، بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسید اور شرح عقا ئذ سفی پر تھی اور پندرہ سولہ برس کی عمر میں مختصر معانی اور مطول خُتم کی اورلوگوں کے خیال سے بیس سال کی عمر میں فلسفداد ب اور فقہ وحدیث و غیرہ پڑھ چکا تھا، اور اللہ کا لا کھ لا کھ شکر ہے کہ اس کے بعد ایک سال کچھ دنوں میں قرآن كريم جى حفظ كىيا اوركلام الله كى محافظت مين آيا اوروه نعمت يائى جس كايك حرف کاشکریے بھی سوسال میں اوانہیں کرسکتا ،غرض کہ تمام کتب مروجہ پر میں نے عبور حاصل كيا"_(اخبار الاخيار خاتمهُ كتاب ملخصاً من ١٠٨_٩٩٢) علمائ ماوراءالنهر سيخصيل علم

آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے ہندوستان کے علاوہ عالم اسلام میں اس وقت جس خطے کا بول بالا تھا وہ ان کا اور مطالعہ کتب میں مشغول رہے ، خود لکھتے ہیں:

'' پھراد ب فلسفہ علم کلام وغیرہ میں مہارت اور پڑھانے کی مشق کے لیے ماوراء النہر
گیا، اور وہاں تحصیل علوم میں اتنا مشغول رہا کھیل ومطالعہ کتب سے شب وروز
میں دو تین گھٹہ کی فرصت ملتی تھی ، جب اسا تذہ کرام کے روبروا ثنائے سبق میں
انوکھی بحث کرتا ۔ مفید بات کہتا تو وہ فرماتے اے عزیز! ہمتم سے استفادہ کرتے

ہیں اور تمہارے شکر گزار ہیں، خدا جانے وہ کیا شوق تھا اور وہ کیسی طلب تھی اگرا تنا ذوق وشوق طلب الہی اور باطن کی صفائی کے لیے ہوتا تو نہ معلوم کس مقام پر پہنچتا۔' (اخبار الاخیار خاتمہ کتاب: ص ۲۰۹)

شوق علم، ذوق مطالعه

شیخ محدث وہلوی کی مذکورہ بالاخودنوشت سے بخو بی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ والد ماجد کی توجہ اورسلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے کس قدر ارجمندی کے آثار ہویدا تھے۔ا پنے شوق علم ، ذوق مطالعہ اورغیر معمولی انہاک وول چسپی پرروشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

زمانہ طفولیت ہی سے مجھے پیتے نہیں کہ کھیل کود کیا چیز ہے؟ نیند کیسی ہوتی ہے؟
مصاحبت اور لطف کس کو کہتے ہیں، آرام وآ ساکش کیا ہے اور سیر وتفری کیا ہوتی ہے؟
شب خواب چے، وسکون کدام است خودخواب بعاشقال حرام است
روزانہ بخت ٹھنڈی ہوااور گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں دوبار دبلی کے مدرسہ میں جاتا
تھا جو غالبا میرے گھر سے دومیل کے فاصلے پرتھا۔ دوپہر کو گھر میں بس چند لقم
کھانے کے لیے رکتا تا کہ جم وجان میں حرکت وقوت باقی رہے۔ اس سے زیادہ
اس وقت گھر پر نہ رہتا، ایک مدت تک صبح ہونے سے پہلے ہی مدرسہ پہنچ جاتا اور
چراغ کی روشنی میں ایک جز لکھ لیتا اس سے بھی عجیب بات میتھی کہ گوسارا وقت
مطالعہ اور پڑھی ہوئی کتا بول کی بحث و تکرار میں گھرار ہتا تھا گراس کے باوجود میں
ان شروح وحواثی کو جونظر ومطالعہ سے گزرتے تھے لکھ لینا بھی ضروری سمجھتا تھا،
رات کا زیادہ حصہ اور دن کا پچھ حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا تھا اور رات کا تھوڑ ااور

میرے والدین برابراس کے آرز ومندرہے کہ تھوڑی دیر محلہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل کو دیاس شریک ہوجاؤں اور رات کو وقت پر سوجایا کروں ، میں ان سے عرض کرتا کہ آخر کھیل کو دکا مقصد دل کو خوش کرنا ہے اور میرا دل اس سے خوش ہوتا ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں ، عمو ما ماں باپ اپنے بچوں کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کے لیے تاکید اور تنبیہ کیا کرتے ہیں ، اس کے برعکس مجھے کھیل کو دکی تاکید کی جاتی تھی بھی اثنائے مطالعہ میں آدھی رات ہوجاتی تو والد ماجد پکار کر فرماتے مابا کیا کرتے ہو؟ اتنا کچھ کرنے اور حصول تعلیم کے بعد بھی شوق و ذوق کی پیاس بچھی نہیں ، جملہ با کیا کہ حضیل سے فارغ ہونے اور حصول علم کے دوران صد درجہ کیسوئی اور گئن کا مظاہرہ کرنے کے باوصف ابھی بھی مزید مہارت وعبور کے لیے ہمہ دم کوشاں تھے لکھتے ہیں:

ادب وتربیت اور منطق وکلام کی کتابول پرعبور اور مکمل دستگاہ حاصل کرنے کے بعد سات آٹھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک ماوراء النہری علما کے حلقہ درس میں اس طرح شریک رہا کہ شب وروز میں شاید دو تین گھنٹہ کے لیے مطالعہ، غور وفکر اور علمی اشتخال سے فرصت ملتی تھی۔ (ماخوذ از خاتمہ اخبار الاخبار ص ۲۰۹۔ ۲۱) مشاہم اساتذہ

شیخ محد کے طلب علم اور طلب معرفت الہی میں حددرجہ تریص واقع ہوئے تھان کی خود نوشت اوران کی کتابوں سے عیاں ہے کہ وہ جس جگہ گئے اور وہاں جو بھی عارف و عالم نظر آیا، اس سے استفادہ کی کوشش کی ، خاص طور پر مشائخ و فقر ا ، اور عرفا سے ان کوخصوصی ول چسپی تھی ، بیہ حقیقت ہے کہ علمی و نیا کی صدر شینی اوران کی رہنمائی کے لیے جس ریاض ،لگن اور خون جگر صرف کرنے کی ضرورت در کارتھی آپ نے اس میں کوئی کسرنہ چھوڑی ۔ تلاش وجتجو کے بعد جن اسا تذہ کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

ا - شيخ سيف الدين (م: ٩٩٠) والدما جدشيخ عبدالحق _

۲-شیخ محمد مقیم بیامیر مرتضی شریفی کے شاگر دیتھ (نزمة الخواطر، ج۵،ص:۰۱) آپ نے مدرسه دبلی کے بعد ماوراءالنہر کے علاسے استفادہ کیا اور ایک طویل زمانہ وہاں گزرا،خودشیخ نے اپنی سوانح میں وہاں کا ذکر کیا ہے مگر اسا تذہ کے اساء نہیں بتائے ہیں۔اس کے بعدشیخ حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں کئی شیوخ اور علما اور عرفا سے اکتساب فیض کیا۔ جن میں سے چندنا م بیرہیں:

٣-شيخ عبدالوماب متقى (م:١٠٠١ه)

یہ شیخ علی متنقی (م ۵۴۵ سے) کے ماہیہ ناز شاگر داور خلیفہ و جانشین تھے۔ شیخ نے ان کی صحبت سے علم اور عرفان دونوں حاصل کیا۔ دوسال ان کی خدمت میں گذار سے اور شریعت و طریقت ، معرفت وحقیقت کے اسرار و رموز سے بخو بی آشائی حاصل کی ، زاد استقین اور دیگر کتابوں میں ان کا اور اینے دادا شیخ علی متقی کا بالتفصیل تذکرہ کھاہے۔

مكه ومدينه كے چندو يكرشيوخ واساتذه

٣ ـ شيخ على بن جارالله قرشي خالدي مخز ومي مكي

۵۔شیخ ابوالحرم احد مدنی: (ان سے علم حدیث کی اجازت تھی) فقیرعبدالحق سے بڑی محبت وکرم فر ماتے ، بار ہا دوران درس فر ما یا بخدا میراتم سے استفادہ تمہارا مجھ سے استفادہ کے بہ نسبت کہیں زیادہ ہے۔(زادامتقین فی سلوک طریق الیقین ،ص:۲۹۸–۲۹۹) ۲ - شیخ حمیدالدین بن عبدالله سندی: شیخ حمیدالدین سندی سے مشکوة کی اجازت کا ذکرخودشیخ عبدالحق نے المجات شرح مشکاة کے دیپاچہ میں کیا ہے۔ (نزصة الخواطر، ۲۰۲، ۴۰۰۰)

کے شیخ کھے ہیں: سیرجعفر: نیڈ مدینہ کے باعزت علامیں سے مسجد نبوی میں منبر شریف کے قریب جمرہ شریف کے قریب جمرہ شریف کے قریب جمرہ شریف کے برابر بیٹے درس دیتے تھے اور شیخ بخاری آخرتک پڑھاتے تھے۔ پچھ دنوں بیار ہوگئے مگر ریڈ فقیر مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ فی الجملہ صحت یاب ہو چکے سے انشریف میں امام مالک کے مقام پر بیٹھ گئے اور شیخ بخاری کا باقی حصہ رہ گیا تھا ، اس کو پورا کیا۔ فقیراس کی ساعت سے مشرف ہوا اور اس کی اجازت سے بہر مند ہوا ، اگلے روز آپ کی وفات ہوگئی۔ (زاد آستین میں : ۲۰۰۷)

مذکورہ ہستیوں کے علاوہ شیخ نے زاد المتقین میں مکہ ومدینہ کے بہت سے فقرا، مشاکُخ اور عرفا کا ذکر کیا ہے، جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بالواسطہ یا با واسطہ ضروران کے مشاکُخ وعلا کے فیض وکرم سے مستفید ہوئے ہوں گے۔ مگران تمام میں مرکزی شخصیت عبدالوہاب متقی قدس سرہ کی تھی، جس سے آپ نے بہرطور کسب فیض کیا، جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

شيخ محدث بحيثيت طالب علم

شیخ عبدالحق محدث وہلوی نے نواب مرتضی ، شیخ فرید کو' طلب صادق'' کی نوعیت بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ہرد ہے کہ زندو ہرقد ہے کہ نہدہ حصول مطلوب وحضور مجبوب پیش چشم دارد
انسان جوسانس لے اور جوقدم رکھے ،حصول مطلوب وحضور مجبوب پیش نظر ہونا چاہیے۔
ان کے بجیبن سے لے کروفات تک طلب علم کا یہی شوق ہمیشہ ان کے ساتھ رہا، ان کی
زندگی کی ساری دل چسپیاں سمٹ کرشوق علم اور حصول مطلوب میں جمع ہوگئ تھیں، نہھیل کود، نہ
آ رام وآسائش، نہ مصاحبت، نہ سیر وتفریح محنت و جانفشانی انہاک ومشغولیت کا بیالم کہ بارہا
عمامہ اور بالوں میں آگ لگ گئ، اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ درج ذیل اشعار میں اپنی زندگی کو
شیخ نے بیان فرمادیا ہے۔

چددودہائے جرائے کددردماغ زفت کدام بادہ محنت کہ درایاغ زفت
کدام خواب و چہ آسائش و کجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغ زفت
بحیرتم ز دل خود کہ عمر رفت و لے نہ کئج عمکدہ ہر گز بہ سخن باغ زفت
چراغ کے کون سے دھویں ہیں جودماغ تک نہ پنچے بحنت کی وہ کون می شراب ہے جو پہانے میں نہ آئی ۔کیسا سونا،کیسی آسائش، کہاں کا آرام، زندگی کے وہ کون سے کا نئے ہیں جو بستر فراغ پر

نہیں پہنچ، مجھے تواپے آپ پر حمرت ہے کہ عمر گزرگئ، نغم خانہ سے بھی ٹکلااور نہ تحن باغ میں پہنچا۔ بے محنت پہیم کوئی جو ہرنہیں کھلتا دوشن شرر تبیشہ سے ہے خانہ فرہاد آغاز تدریس

اخبار الاخبار اور دیگر چند حوالوں کی روشنی میں بیدواضح ہوتا ہے کہ ماوراء النہر کے علما سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ محدث وہلوی نے ۹۸۵ ہے میں حجاز روائلی سے پہلے ہی وہلی میں تدریس کا آغاز فر ماویا تھا۔ آپ کے والدگرامی نے حصول تعلیم کے دوران ہی سلسلہ قادر بید کے مشہور بزرگ مخدوم شیخ سید حامد گیلانی (م ۹۷۸ ہے / ۱۵۰ هے) کے فرزند وخلیفہ شیخ موسی گیلانی سے بیعت کی تھی۔ شیخ موسی نے ۹۸۵ ہے میں شیخ محدث کو بیعت سے سرفراز فر مایا شیخ نے ان کا بہت والہانہ ذکر کیا ہے۔ اخبار الاخبار میں شیخ محدث اپنی تدریبی خدمات کے آغاز کا اشارہ دیتے ہوئے کہ سے بہن

مچھ مسکین وغریب کو اللہ کے فضل نا متناہی اور اس کی توفیق کے تحت کافی نعتیں ملی ہیں اوراب بھی حضرت غریب نواز کے فیض سے، پہلے سے زیادہ محنت و ریاضت اور تعلیم وافادہ ہی نہیں بلکہ تعلیم واستفادہ میں بسر کرر ہا ہوں۔

(اخبارالاخبار، ص: ۲۹۳)

عبدالحمید لا ہوری نے اپنی کتاب بادشاہ نامہ میں حجاز جانے سے پہلے ہی شخ کے درس و تدریس کاذکر کیا ہے۔ اس تعلق سے اگلے صفحات میں تفصیلی ذکر آر ہاہے۔ شخصہ میں اس میں معمد

شیخ محدث د ہلوی در بارا کبرمیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی طبعاً نجیب وشریف اورخالص علم وعرفان کی دنیا ہے ول چسپی رکھنے والے عاشق صادق تھے، کنج خمولی، گوشہ نشینی اور اخفائے حال ان کی شخصیت کے لازمی جھے تھے، وہ میل ملاپ اور مخلوق کے ساتھ اختلاط پیندنہیں کرتے تھے جس سے ان کی جمعیت خاطر اور سکون روح منتشر ہوجائے۔

شخ محقق کا دورا کبر کا دور تھا، اس کے درباری علا کے چربے اور دارالسلطنت کی سرگرمیاں ہرطرفء وج پر تھیں، فیضی سے شخ کے تعلقات پہلے سے استوار تھے۔ غالبا انہیں کی تحریک سے آپ فتح پورسیکری گئے، دربارا کبری میں آپ کا پر تپاک خیر مقدم ہوا، ملاعبدالقادر لکھتے ہیں:

'' شیخ کا فیضی سے قدیم تعلق تھا، مرزا نظام احمد اور فیضی سے ان کی مصاحبت رہی ، کچھ عرصہ تک وہاں رہے، اس زمانے میں میں بھی ان کی صحبت سے فیض یاب ، کچھ عرصہ تک وہاں رہے، اس زمانے میں میں بھی ان کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔'' (منتخب التواریخ مترجم، ص: ۱۱۳، مطبع غلام علی پر نتر زلا ہور)

در بار سے غایت بے رغبتی

شیخ کودربار کا ماحول اور دربار بوں کے رویے راس نہ آئے ، جلد ہی متنبہ ہو گئے کیوں کہ شیخ نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی اس سے اکبری دربار کے ماحول کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ مولانا آزاداس پرروشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علم و اصحاب علم کا مرکز ہمیشہ دبلی مرحوم ہی رہا علی الخصوص وہ علائے حق جو باوشاہی تعلقات کی ابتلاؤں سے بچنا چاہتے تھے اور حرص وطع اور دنیا کی آلودگی سے پاک دامن تھے۔اس گوشہ کے سکون کو دار الحکومت کے شور وغوغا پرتر جیج دیتے تھے، حضرت شاہ عبد الحق محدث اسی عہد میں تھے، فرماتے ہیں:

حقی از گوشهٔ د، بلی مذہم پاپیرول خود گرفتیم که ملک گجراتم داد ند لیکن جب خاندان مبارک کودر بارا کبر میں عروج ہواا در دربارشاہی کی مذہبی حالت دگر گوں نظر آئی تو ہندوستان سے قطع تعلق کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔' (تذکرہ ساہتیہ اکا دمی میں: ۳۳)

س**فرحجازی تیاری** خود شیخ عبدالحق نے بھی اپنے پیر ومرشد سے ہندوستان کے کرب ناک حالات کواس طرح بیان فرمایا ہے:

''سیدی صغر سی ہی سے عبادت اور علم کی محنت و ریاضت میں میری نشو و نما ہوئی۔
میں نے عام لوگوں کے اختلاط اور ان کے میل جول سے اپنے آپ کو دور رکھا اور
جب فضل خداوندی سے علم کا خاصہ حصہ ل گیا اور میں نے بہاں کی اپنی ضرور تیں
پوری کر کی تو بعض اہل حقوق نے مجھے ارباب و نیا کی طرف بلایا۔ چناں چہ میں
بادشاہ وقت (اکبر) اور امراکے بہال گیا۔ انہوں نے میری طرف تو جہ کی اور میری
شان ومرتبہ بڑھا یا اور سے ارادہ کیا کہ میر ہے ذریعے اپنی جماعت بڑھا کیں اور مجھ
نا تو ال سے اپنی قوت و حکومت مشتکام کریں۔ مگر اللہ نے میری حفاظت کی اور اس
نا تو ال سے اپنی قوت و حکومت مشتکام کریں۔ مگر اللہ نے میری حفاظت کی اور اس
نیدا کیا جس نے اس مقام شریف تک پہنچا یا۔' (المکا تیب والرسائل ، ص: ۲۷۹)
پیدا کیا جس نے عبد الحق محدث و ہلوی ص: ۹۲)

چناں چہاسی جذبہ سے سرشار ہو کرشنخ غالبا ۹۹۵ ھامیں جج کے اراد ہے سے دربارا کبری کو حجیوڑ کرروانہ ہو گئے۔ درمیان میں انہول نے گجرات میں بھی قیام کیا حضرت شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے سلسلۂ قادر بیر میں چنداوراد وواشغال کی اجازت بھی حاصل کی اور پھر وہاں سے حجاز کے لیےروانہ ہو گئے اور ۹۹۲ ھ میں حجاز پہنچے۔

ملاعبدالقادر بدايوني نے لکھاہے:

''جب زمانہ اور ابنائے زمانہ کی فتنہ سامانی اور مکروہات نیز واقف آشنالوگوں کی وضع وروش سے بالکل تنگ آگئے اور فلاں فلال اشخاص کی صحبت سازگار نہ دکھائی دی تو کعبہ شریف کی توفیق ان کے شامل حال ہوگئی ۔وہ شوق کے عالم میں بغیر ساز و سامان کے دہلی سے مجرات روانہ ہوگئے۔وہاں مرز انظام احمد کے مہیا کردہ زادسفر سے جہاز میں بیٹھ کرحجاز روانہ ہوگئے۔'(منتخب التواریخ،ص ۲۲۵)

شيخ محدث حجاز ميں

مروی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث وہلوی ۹۹۲ ھ میں مکہ مرمہ پنچے اوراس سال فریضہ جج اداکیا تقریباایک سال یہاں تھہرنے کے بعد ع99ھ میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔اور رجب ٩٩٨ ه كے اخير تك وہيں مقيم رہے۔اس كے بعد دوبارہ مكم معظمہ تشريف لائے اور دوبارہ فج كيا_شعبان٩٩٩ه وييس حفرت عبدالله بن عباس كى مرقداطهر په حاضرى كے ليے طائف تشريف لے گئے، پھر مکہ معظمہ میں پچھ مدت تک اصحاب فضل و کمال سے اکتساب فیض کرتے رہے۔اس کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی کے علم سے ہندوستان کے لیےروانہ ہوئے۔ (نزبہۃ الخواطر، ج:۵،ص:۲۰۲) حجاز پہنچنے کے بعد شیخ عبدالحق محدث وہلوی کی شخصیت میں علمی ،عرفانی ،مشاہداتی بلکہ ہر پہلو سے عروج اور ترقی ہوا۔خاص طور پر وہاں انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جیدعلائے حدیث اور اصحاب معارف مشائخ وعرفا سے علم وفضل کی پیمیل کی اور احسان وسلوک کے منازل طے کیے۔ ہندوستان میں انہوں نے جس قشم کی وحشتِ دل اوراضطرابِ و بیزاری کا سامنا کیا تھا وہ سکون وسکیپنہ میں بدل گیا۔وہ کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کے انوار وبر کات ہے مستفیض ہونے کے لیے جس قدر ہے تاب سے اس کو قرار ال گیا۔ وہاں کے مشائخ میں قطب مکہ حضرت شیخ عبدالو ہاب متقی کوشیخ محدث وہلوی کی زندگی کی اہم کڑی قرار دیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ شیخ محدث نے دراصل ان کی صحبت میں ہی اینے علم وعرفان کے سونے پر سوہاگ چڑھا یااور حضرت شیخ عبدالو ہاب نے بھی غایت تو جداور بے پناہ فیوض و برکات سے نو از کر ہندوستان کوسنت نبوی زندہ کرنے اور شریعت مصطفوی کو پھیلانے کے لیے ایک دریگانہ اور انسیر ہدایت عطافر مایا۔حضرت تیخ نے آپ سے کئ کتب حدیث کا درس لیا خاص طور پر مشکا ۃ المصافیح کا اور بھی دیگر کتب ا حادیث کا درس و ہاں کے دیگرا کا برمحد ثین سے حاصل کیا خود لکھتے ہیں: ''تمام کتب احادیث اورسارے علوم دینیہ حجاز کے علائے کرام سے حاصل کیے خصوصا حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذ لی قدس اللّٰدروحہ سے ذکر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت سے بہت نعمتیں حاصل کی اور حصول انوار وبرکات وترقی درجات اور علوم دینی کی نشر واشاعت میں استقامت کے متعلق بہت بیا بنا تیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کووالیس ہوا۔''

(تاليف قلب اليف قلمي، بحواله اشعة اللمعات مترجم، ج:١،ص: ٨٢)

شیخ محدث وہلوی نے حجاز کے بہت سارے علا، محدثین، عرفا اور مجاذیب فقرا کا ذکر اپنی کتاب ' نزاد المتقین ''میں کیا ہے۔خاص طور پراپنے شیخ حضرت عبدالوہاب متقی اور اپنے داداشیخ علی متقی قادری شاذ لی مدنی چشتی کے احوال ، ان کے روحانی تجربات ، آ داب ، اخلاق ، عبادات و ریاضات کمالات واوصاف اور ملفوظات و کرامات وغیرہ کو فقصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ یہ کتاب کئی اعتبار سے دل چسپی کا مرکز ہے ؛ کیوں کہ مرید صادق اور شیخ کامل کے احوال و آثار ، جن کو شیخ نے قیام حجاز کے دوران اپنے مرشد کی صحبت میں خاص طور سے حاصل فرمایا ، ان کے بہت سے نمو نے اس کتاب میں موجود ہیں۔

ان میں سے چنداہم باتیں درج ذیل ہیں:

علم ظاہر کوجس طرح پڑھا تھااس کومزیدا دربہتر طور پر پڑھا۔ علوم دینیہ کومبر ہن بالکتاب والسنة کے ذریعہ جلا بخش ۔ خاص طور پرعلم حدیث کی تحصیل کی طرف توجہزیا دہ ہوئی۔

ہندوستان واپسی کے بعد حرمین شریفین کے درس پر ہی اپنی درس گاہ مرتب کیا اور کتا ہیں بھی اسی طرز پرککھی۔ ہاقی علوم عقلیہ پرعبور شیخ کو پہلے سے تھا۔

مرشٰد کامل کی نگرانی میں سلوب ومعرفت کی منزلیں طے کی۔

فقہ حنفی پر کامل عبور حضرت شیخ عبدالوہاب کے فیضان اور ان کے علمی افکار کے ذرایعہ حاصل ہوا۔

روحانی معاملات مثلاً بشارتیں، زیارتِ رسول صلی الله علیہ وآلہ وسلم اور دیگر بے شار تجربات ان کووہیں پرحاصل ہوا۔

ت العباد کا صحح تصور شخ عبدالو ہاب متقی کی صحبت نے پیدا کیا۔

ہندوستان واپس ہو کرعلم حدیث اور عرفان وسلوک کی تروج واشاعت کا کام انہی کی س حکم کے شہر نہاوں ا

تحریک اور حکم کی وجہ سے آپ نے انجام دیا۔

ہندوستان واپسی

علم وعمل کی تمام وادیوں کی سیر کرنے کے بعد شیخ محدث کوشیخ عبدالوہاب متی نے ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی مگروہ بالکل اس کے لیے تیار نہ تھے۔ شیخ محدث نے ہندوستان میں جس قسم کی وحشت و نا موانست کا سامنا کیا تھا اس کی وجہ سے وہ دل برواشتہ تھے اور واپسی کا کوئی اراوہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ بار ہاا پنے شیخ سے عرض گزار ہوئے کہ یا تو جھے بہیں رہنے ویں یا بغداد جانے کی اجازت عنایت فرما نمیں۔ اس سلسلہ میں شاگر دواستاد اور پیرومر بدکی جوگفتگوہ وہ بغداد جانے کی اجازت عنایت فرما نمیں۔ اس سلسلہ میں شاگر دواستاد اور پیرومر بدکی جوگفتگو ہو ہو محدول چپ اور سبتی آموز ہے۔ صفحات کی تنگی کی خاطر ہم یہاں اس مکا لمے کو الاری ترج ہیں۔ البتہ حاصل گفتگو بہہ ہوشخ عبدالوہاب نے آپ سے فرما یا کہ حق شرع تم پر مقدم ہے، اس کے پیش نظر تم کو ہندوستان واپس جانا ضروری ہے اور غوث یاک کی روحانیت و یاوری ہم اس تھے۔ شیخ کشائش میں مبتلا ہوئے کیوں کہ شیخ کے سامنے زیادہ گفتگو کر کے سوءادب کا شکار نہیں ہو سکتے تھے اور تکمیل علم میں کوتا ہی نہیں کر سکتے تھے لیکن جب نہا ہوتے اور واپسی کے شکار نہیں ہو سکتے تھے اور تکمیل علم میں کوتا ہی نہیں کر سکتے تھے لیکن جب نہا ہوتے اور واپسی کے بارے میں سوچتے توطبیعت گھرانے لگتی ، اس تی تھی وٹم میں سے کہ شیخ عبدالوہاب نے ایک دن فرما یا:

''اکٹول فائدہ شمادر یں است کہ بوطن خود برویدواہل حقوق را ابرملا قات خود مسرور

مازید،این نیزعبادت است ـ' (زادامتقین ،ص:۲۳۹)

''اب تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے وطن واپس جاؤ اور حق واروں کو اپنے ویدارسے مسرور کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔''

پھر فرمایا (شیخ عبدالوہاب متقی) کہتمہاری فطری استعداد کا جومقتضی تھاوہ تم ہماری صحبت سے اس ویار میں حاصل کر بچے ہو، رہا اس کا نتیجہ تو وہ آئندہ ظاہر ہوجائے گا ، آخر کار جو پچھ تمہارے نصیب میں تھاوہ سبتم کول گیا جو ہاقی ہے وہ آئندہ ظاہر ہوجائے گا۔ شکرادا کروالجمدللہ حق تعالیٰ نے تمہیں ان مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف فرمایا اور شیح سلامت و تندرست بہرہ مند فرما کروا پس وطن بھیج دیا۔ تم کوجو پچھتو فیق الہی سے میسر ہوا بہت ہے۔''

(زادامتقین بص:۹۳۹)

یدکلمات اوراس طرح کے دیگرارشادات فقیر کی ثابت قدمی ،استقامت اورسکونِ خاطر وتسلی کے لیے فرمائے نیز بیجھی ہدایت دی کہ:

'' فخلوق سے میل جول بعض اوقات ضروریات سے ہے۔۔۔ نیک کاموں میں لوگوں کے ساتھ شریک رہے اور برائی میں پر ہیز کرے۔'' (زادام تقین میں بسر کہ ۲۳۹)

وفات

علم ومعرفت کا یہ پیکر آ دھی صدی سے زیادہ اصلاحی ودینی خدمات انجام دینے کے بعد دوشنبہ ۲۳ رئیچ الاول ۱۰۵۲ ھکواس دنیا کوخیر باد کہہ گیا۔فخر العالم سے تاریخ وفات لگلی ہے۔دم وفات آپ کی عمر ۹۴ سال تھی۔وصیت کے مطابق فرزنددل بندشنخ نورالحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوض شمسی کے اولیا کے پہلومیں فن کیے گئے۔

سلوك وتصوف مين شيخ كامقام ومرتبه

شخ کے ابتدائی حالات میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ وہ نجین ہی سے طلب علم اورعبادت و ریاضت سے دل چسپی رکھتے تھے۔اس میں سب سے بڑا کر دارگھر کے روحانی ماحول کا تھا، آپ کے والد ماجد شخ سیف الدین بطور مربی و مرشد اول اپنے فرزند کی فطرت کے اقتصا کے مطابق تربیت فرمار ہے تھے۔وظائف، شب بیداری، زہد و ورع ،صلاح وتقوی اور دعا ومناجات جیسے اہم اوصاف ان کی امتیازی شخصیت کے ساتھ متحد تھے۔ شخ کے بیداوصاف و کمالات زندگی کے سی حصے میں جدانہ ہوئے بلکہ دم واپسیں تک اس روحانی رنگ میں کامل و کمل ہوتے چلے گئے۔عبد

''نوے برس کی عمر ہوجائے کے بعد بھی اطاعت الٰہی میں انہاک اورعبادات کے التزام کا وہی عالم تھا اور اسی شان سے ریاضت و ورد میں مشغول رہتے تھے جس طرح جوانی میں مشغول رہتے تھے'' (باوشاہ نامہ، ج:۱،حصہ دوم،ص: ۴۴۷، بحالہ تذکرۃ المحدثین، ج:۳۴ص: ۴۴۷)

گویا حضرت شیخ کے قلب میں قدرت کی جانب ہی ہےسلوک واحسان کی نعمت ودیعت فرمادی گئی تھی ۔ ظاہر ہے انہیں جس عظیم منصب کے لیے چنا جانا تھا اور جس طرح ہندوستان میں کتاب وسنت کی تعلیم کا احیا کرنا تھا اس کے لیے توفیق الہی نے انہیں منتخب فرمالیا تھا اور قدرت خود ایٹ بندے کی تربیت کررہی تھی ۔ تصوف وسلوک کے رنگ میں توان کا پورا خاندان پہلے ہی سے ذوبا ہوا تھا اس لیے وہ اس بادہ مئے الست کی لذت سے سرشار ہوکر پیدا ہوئے تھے۔

میں نے شروع میں عرض کیا کہ شیخ کی طبیعت و فطرت ہی میں صوفیانہ مضامین سے دل چسپی اوراس کے عملی پہلوؤں سے حد درجہ لگا و تھا۔ تو حید ومعرفت کے اصول و نکات سے بچپپن ہی میں ان کے کان آشا ہو چکے تھے۔ حقائق و دقائق کی معرفت کے متعلق والد ماجد نے فرما یا تھا: ابھی تہمیں جوشبہات پیدا ہوتے ہیں رفتہ رفتہ تجابات اٹھ جا کیں گے اور حق تم پرخودعیاں ہوجائے گا۔ بس کوشش کرتے رہواور اسی میں غور و فکر اور اپنی طلب و محنت جاری رکھو۔ یقینا ہوا بھی گا۔ بس کوشش کرتے رہواور اسی میں غور و فکر اور اپنی طلب و محنت جاری رکھو۔ یقینا ہوا بھی ایسا ہی ۔ چناں چہشنے کی کتابیں شاہد عدل ہیں کہ انہوں نے حقائق و معارف کے دریا جس طرح بہائے ہیں اور اسلام کے روحانی پہلوؤں کوجس خوب صورتی سے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس پر مزید سونے پر سوبا گہ ہے کہ حقائق کی وضاحت و شرح میں دامن احتیاط اور میزان اعتمال کو کہیں جھے نہیں دیا ہے۔

صوفیہ کے شطحات وہفوات کا باب ہو یا ساع یا دیگر سلوک وطریقت کے مسائل ہوں ان پرشیخ نے محققانہ و فاضلانہ بحث کرنے کے ساتھ طریقۂ بحث میں حداعتدال کوخاص طور پرملحوظ رکھا ہے ربع

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف وار نہیں

یکی وجہ ہے کہ شیخ محدث دہلوی ہر گروہ کے لیے جبت اور دلیل ہیں۔خواہ صوفیہ ہوں یا فقہا ،محدثین ہوں یا متکلمین ۔ کیوں کہ وہ اصلا محقق ہیں اور تحقیق میں حقائق کو انصاف واعتدال کے ساتھ پیش کرنا ہی محقق کا منصب ہے۔ بجین ، جوانی اور بوڑھا پاسارے مرحلے اس دشت کی سیاحی میں گزار دیے ۔ شیخ کی تصانیف ،ان کی سیرت ،سرگذشت سب میں روحانی رنگ ہواور جس طرح کے اکا برعلما اور مشائخ کے ساتھ تعلقات ور وابط اور اخذ واستفادہ کے معاملات شےوہ سب روحانی دنیا کے شہروار شتے ۔ شیخ نے تو اصلا کتاب وسنت کے احکام ومسائل اور اصول و ضوابط کی نشر واشاعت کی ہے گرمن جملے تمام تصانیف میں اسلام کے روحانی پہلوکو ضرور پیش کیا ہے ۔ ان کے ذاتی احوال وکوائف پر مشتمل کتب مثلاز ادام تقین ،رسالہ وصیت نامہ ، مکتوبات اور دیگر رسائل کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ شیخ کی اصلاول چسپی تصوف وسلوک کی دنیا سے تھی ۔ جس

کی تا کیدان کے والدگرامی نے عمر کے ابتدائی حصہ میں کر دی تھی: ''ملائے خشک و ناہموار نہ بودی''

اسی نصیحت پرتا دم واپس قائم ودائم رہے۔

ذیل کے سطروں میں ترتیب واران ہستیوں کے ناموں کوذکر کرر ہاہوں جن سے انہوں نے احسان وسلوک کی منزلیس طے کی تھی:

(۱) والد ماجد شخ سيف الدين: آپ نے سب سے پہلے بلکہ اصلاً سب پچھا پنے والد سے حاصل کيا۔ رسالہ وصيت ميں لکھتے ہيں:

'' والدم را برمن حق پدری واستاذی و دوئتی و پیری جمع است '' (وصیت نامه، قلمی ، بحواله اشعة اللمعات ، ج:۱،ص:۸۹)

مجھ پرمیرے والد ماجد کے پدری،استادی،دوستی اور پیری کے تمام حقوق جمع ہیں۔ گویا والدگرا می ہی اصلا پیرصحبت اور پیرتر بیت تھے۔

(۲) شیخ موی بن شیخ حامد قادری گیلانی سے باضابطہ سلسلۂ قادر پیمیں آپ کے والد نے بیعت کرائی اور شیخ موکل نے آپ کوخلافت واجازت سے نواز ا۔

(۳) شیخ عبدالوہاب متقی سے سلسلۂ قادریہ، شاذلیہ، مدنیہ اور چشتیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔

(۴)خواجه باقی بالله نقشیندی (م:۱۲۰۳ه) سے نقشیندی سلوک کی پخمیل کی۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م:۹۹۸هه) سے طریقیهٔ قادریہ کے بعض اذ کاروا شغال کی اجازت حاصل کی۔ شیخ ابوالمعانی لا ہوری سے بھی بڑاتعلق خاطرتھا۔

. حضرت شیخ کوسلسلۂ قادریہ سے خصوصی نسبت حاصل تھی بالخصوص سیدنا شیخ عبدالقاور جیلانی سے حد درجہ والہانۂ شق تھا۔ شیخ نے خودلکھا ہے:

'' مجھے خواب میں حضرت شیخ عبدالقا در جیلانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے برمرید کیا تھا''

(زبدة الآثارة لمي بحواله حيات شيخ عبدالحق من: ١٣٢)

شخ محقق کوغوث پاک ہے اس قدر لگاؤتھا کہ اخبار الاخیار میں ہندوستانی صوفیا کی سیرت وسوانح لکھی ہے اور عقیدت کی بنا پر اس کتاب کا آغاز حضرت غوث الثقلین سے کیا ہے۔

شیخ محدث کا یہی وہ فضل و کمال ہے جس کا تمام تذکرہ نگاروں اور مورخین نے اعتراف کیا ہے۔ نورالدین جہال گیرکا بیان ہے کہ: 'ایک مدت سے شیخ عبدالحق دبلی کے ایک گوشہ میں توکل

وتجرید کے ساتھ زندگی گزاررہے ہیں ، بزرگ آدمی ہیں ،ان کی صحبت بے ذوق نہیں۔'(بادشاہ نامہ،اول، دفتر دوم،ص:۱ ۳۴، بحوالہ تذکیرة المحدثین، ج: ۳۴،ص:۲۲۵)

طبقات شاہ جہانی کےمصنف رقم طراز ہیں:

'' شیخ عبدالحق سے طلب علم کرنے والے اور دبلی کے عام وخاص عارفین ان کے متبرک انفاس سے مخطوظ ہوتے متھے۔۔۔ان کی ذات فیض حق کامظہراورنور مطلق کامہرط ہے'' (عمل صالح ، ج: ۳،ص:۷۷۷)

تصوف میں اس قدراونچامقام ہونے کے باد جود شیخ اخفائے حال کرتے تھے۔ملاعبدالقادر بدابونی نے تو بہاں تک کھا ہے کہ درس وتدریس سے اشتغال شیخ نے اس لیے اختیار کیا تھا تا کہ احوال وکیفیا ہے مخفی رہیں اور سلوک واحسان میں ان کی برتر کی سے ناوا قف رہیں۔وہ کھتے ہیں:

" "ستر حال خویش با فاده واستفاده علوم رسمیه می کند" (منتخب التواریخ مترجم، ص: ۱۲۴)

اینج احوال کوفنی رکھنے کے لیخود کوعلوم رسمیہ کے افاده واستفاده میں مشغول رکھتے ہیں۔

ملا صاحب کا تبھر ہ اپنی جگہ مگر شخ محقق در اصل مجمع البحرین تھے، وہ نثر یعت وطریقت دونوں کو جامع تھے۔ نیتو وہ خشک ملا تھے اور نہ ہی بے راہ رومتصوف تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے تفقہ پر تصوف کا رنگ چڑھایا ہے اور تصوف کو تفقہ کے زیور سے آراستہ کیا ہے۔ اور ہر مقام پر افراط و تفریط سے گریز کرتے ہوئے اعتدال کی روش اختیار کی ہے۔ شخ کی روش کی بدایات کارفر ما کی روش کے پس پردہ در اصل ان کے مرشد و مربی شخ عبد الوہا ب متقی کی ہدایات کارفر ما تھیں خہ دکھت ہیں :

''ہمارے شیخ نے اس کی وصیت فرمائی کہ دین وملت کے مسائل وابواب اور ان امور میں بحث و کلام پر اکتفا کروں جن سے دین کی ترویج ،شریعت کی تجدیداور عقا کد دینیہ کی حفاظت ہوتی ہواور اس معاملہ میں دائر ہ احتیاط واعتدال اور جاد ہ استقامت سے باہر قدم نہ رکھوں'' (فوائد جامعہ ،ص:۲۲ تا ۲۲، بحوالہ تذکرة الحدثین ،ج:۳۶،ص:۲۲ کا

شيخ محدث کی دینی واصلاحی خدمات

مسلمانوں کی رہنمائی ،ان کی اصلاح اور ملت بینما کی تجدید واحیا کا فریضہ جن پاک ہستیوں نے انجام دیاان میں حضرت مجد دالف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث کا نام سرفہرست ہے۔ دونوں شخصیتوں کے طریقۂ دعوت واصلاح میں فرق ہونے کے باوجود دونوں ایک نقطے پر متحد

ہیں۔ دونوں کی کوششوں کا مرکز دین محمدی کا احیاء شریعت مصطفوی کی ترویج ، بدعات وخرا فات کا قلع قمع كرنا ، بإطل افكار ونظر يات كى ترديد ، فتنول اور گمراهيول كاسد باب اورمسلمانول كوعلمى ، اخلاقى اورعملى لنريج فراتهم كرنا تقا_البنة شيخ عبدالحق محدث كي طبيعت وفطرت معتدل وسكون بيند تھی۔ان کی تحریک خالص مذہبی تحریک تھی ،جس کا تعلق صرف اور صرف سنت وشریعت کے موضوع سے تھا،اوراسی سنت وشریعت کی تروج کواشاعت کے لیے انہوں نے اپنے آپ کواور ا پنے ماننے والوں کووقف کر دیا تھا۔ بیر ماننے والے ان کی اولا د،ان کے شاگرد، ان کے احباب اوران کے متعلقین ومریدین تھے۔ شیخ کا پیکارنامہ حددرجہ منظم ومرتب تھااورانہوں نے اول دن ہی سے بیفیلہ لیا کہ: " ہمیں اس بات پر مامور کیا گیا ہے کہ سوائے سنت وشریعت کے سی موضوع پر گفتگو نه کریں۔''چنال حیان نی تمام علمی وفکرنی عملی وساجی اور انفرادی و اجتاعی سر گرمیول کا مرکز ومحورشر یعت وسنت ہی رہا۔اس طرح کی تحریک و تنظیم اپنے آغاز میں خاموش اور سرد ہوتی ہے مگر اپنے اثرات کے اعتبار سے بے حدوسیع اور ہمہ گیر ہوتی ہے۔ شیخ نے انتہائی خاموثی سے درس گاہ سنت وشریعت سے افرادسازی شروع کی ۔اس وقت شالی مند بلکہ مجم کے اکثر علاقوں میں فلسفیا نہ علوم کا غلغلہ تھا، انہیں سے علما کی دلّ چسپیا ں زیادہ تھیں ، شیخ نے روٰشِ زمانہ سے ہٹ کر کتاب وسنٹ کے علم کو پھیلا نا شروع کیا اور علوم عقلیہ کو علام نقلیہ کی ترسیل و تفہیم کے لیے استعمال کیا۔ شیخ کا میکام ہندوستان کے علمی حلقوں میں تجدید واحیا ہے کم نہ تھا، یہی وجیھی کہ جوق ورجوق طلبہ آپ کے مدرستہ وہلی میں آنے لگے، اور علم وین وشریعت کا شور بلند ہونے لگا۔ دوسری طرف آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے دینی علوم کی ترویج شروع کی اور اپنے تمام تصانیف میں ہرموضوع پر گفتگو کرتے ہوئے منہعلم اور طریقیہ بحث کوملی سطح پر متعین کردیاتیسری طرف اکبر کے دربار سے منسلک وہ لوگ جو شیخ سے محبت رکھتے تھے مثلا مرتضیٰ خان وغیرہ انہیں اپنے خطوط ومکا تیب کے ذریعے دین محمدی اور اسلام کی درست تصویر سے واقف کرایا اور انہیں دوسرول تک اس کی تبلیغ وترسیل کی ہدایت کی تا کہ سیاسی منظر نامہ میں تبدیلی آئے اور دین محمدی کے محوشدہ نقوش پھر سے زندہ ہوجائیں شیخ نے اس کام کے لیے حکومت وقت سے براہ راست کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ خاموثی کے ساتھ معروضی نقطۂ نظر کے مطابق اسلام کے پہلوؤں کو کتب ورسائل اور احباب وافراد کے ذریعے پہنچانا شروع کیا۔شیخ عبدالحقِ محدث ٰ دہلوی کے کارناموں کوہمیں اسی نوعیت سے دیکھنا چاہتے بھی جا کرہم ان کے کارناموں کی صحیح جہت کا تعین کر سکتے ہیں۔ شیخ کی فقہی ، اعتقادى اورحديثى خدمات ، درس وتدريس ،تصنيف وتاليف ،خطوط ومكاتنيب اور ديگرتمام سرگرميول كامقصدصرف اورصرف اعلائے كلمة الحق،احیائے شریعت محمدی،اشاعت سنت نبوی اور بدعات و خرافات کی اصلاح تھا۔انہوں نے کتاب وسنت کی تعلیم و تعلم کا نظام قائم کر کے لوگوں میں روح محدی کو بیدارکیا اور باطل افکارونظر بات کے فروغ کوروک دیا۔ ڈاکٹرسیر معین الحق لکھتے ہیں:

'' شیخ عبدالحق ان بزرگول میں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اکبری عبد کے الحاد کو روک نے کی کوشش کی ،اس سلسلہ میں ان کی تصانیف ہی اہم نہیں ہیں بلکہ ان کے مکا تیب بھی قابل ذکر ہیں ،جوانی میں آپ کواس گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کی مکا تیب بھی قابل ذکر ہیں ،جوانی میں آپ کواس گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کی کئی جس کی سرکردگی ابولفضل کرتا تھا لیکن باوجود بلکہ آپ کے فیضی سے ذاتی تعلقات تھے آپ نے اس پیش کش کو قبول نہ کیا اور ساری زندگی درس و تدریس اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقف کر دی۔مسلمانان برصغیر کی دینی اور معاشرتی تاریخ میں شیخ عبدالحق کی شخصیت بہت نمایاں مقام پرنظر آتی ہے۔''

(حاشيه آثارالصناديد)

ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات اور اصلاحی کارناموں کامختصراً جائز ہ پیش کیا جائے گا:

امراوسلاطین کی اصلاح

شیخ محدث طبعا عزات پیند شے،البتہ شیخ عبدالوہاب متی نے بغرض اصلاح، کلوق سے تعلق رکھنے پر زورد یا تھا، ہندوستان واپسی کے بعد شیخ کی زندگی کے اس پہلو میں تبدیلی آئی، گر اس حد تک کہ بنیادی طور پر انہوں نے اپنا رشتہ علمی ذوق وشوق اور تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں سے رکھا۔ان کو ویسے بھی درباری ماحول سے وحشت اور بیزاری بہت پہلے سے بی سقی اوراب بھی قائم تھی مگر اب شیخ نے اپنی حکمت عملی بدل کر حکومت سے منسلک وہ لوگ جو نرم سخی اوراب بھی قائم تھی مگر اب شیخ نے اپنی حکمت عملی بدل کر حکومت سے منسلک وہ لوگ جو نرم برا محیفی قائم تھی مگر اب شیخ نے اپنی حکمت عملی بدل کر حکومت سے منسلک وہ لوگ جو نرم برا محیفی قائم تھی مگر اب شیخ نے اپنی حکمت عملی بدل کر حکومت سے منسلک وہ لوگ جو نرم برا محیفی قائم تھی دائل ہے جن کے مخلصان نہ روابط شے ، انہیں شیخ عبدالحق خال میں اور میان الربی خال موابد میں اللہ میں اللہ میں اللہ میں اللہ میں حضرات سے اپنے مرکا تیب اور رسائل کے ذریعے اصلاحی سرگر میاں ظاہر فرما میں اللہ تہ تمام طرح کے تعلقات اور ان سے گفت وشنید میں حزم واحتیاط اور اعتدال ومیانہ روی کو قائم رکھا اور اپنی شخصیت اور دین کا وقار کہیں مجروح میں حزم واحتیاط اور اعتدال ومیانہ روی کو قائم رکھا اور اپنی شخصیت اور دین کا وقار کہیں مجروح میں دیا۔

شیخ تکی کوشش رنگ لائی فیضی اور ابوالفضل کی موت کے بعد الحاد اور بے دینی کا اثر و

رسوخ کم ہونے لگا اور اکبر کے دین الہی کی گرم بازاری سرد ہوگئ نواب مرتضیٰ خان شخ کے خیالات سے متاثر ہوئے ،وار الحکومت میں اس شخص کا خاص اثر تھا، جہاں گیر کی تخت نشینی میں نواب صاحب نے بنیادی کر دار اوا کیا، شخ محدث وہلوی نے تخت نشینی کے بعد ہی نواب مرتضیٰ خاں کو مکتوب کھے کر جہاں گیر کے لیے آئیں سلطنت اور خاں کو مکتوب کھے کر جہاں گیر کے لیے آئیں سلطنت اور قواعد حکمرانی ترتیب و بینے کی خاطر ''نوریہ سلطانیہ''نامی رسالہ تصنیف فرما یا۔ جہاں گیر نے تزک میں جس انداز سے شنخ کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے شنخ سے عقیدت تھی اور وہ ان کی عظمت ، بزرگی ،اور علمی بلندی کا معترف تھا اور ان سے متاثر ہو کر ملاقات کے وقت اس نے بہت سی عنایات اور نواز شات کے ماتھ رخصت کیا اور جا گیر کے طور پر ایک گاؤں بھی نذر کیا۔''

جہاں گیرکے بعد شاہ جہاں تخت نشین ہوا ان کی رہنمائی اور نیر خواہی کی خاطر ایک رسالہ 'تر جمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین' تصنیف کیا قرآن وحدیث کی روشی میں رموز حکم انی اور اسرار جہاں بانی ہے آگاہ کیا۔ آخر عمر میں داراشکوہ (۱۲۵۹ء) شہزادہ شاہ جہاں جو آپ کے بے حدم عقد سے ،ان کی فرمائش پرغوث پاک کی مستند سوائح عمری ''بہت الاسرار''کا خلاصہ'' زبدۃ الآثار''کے عنوان سے مرتب فرمایا بعض مورضین کے بیان سے میکی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کو جہاں گیراور شاہ جہاں کے دربار میں اس قدر مورضین کے بیان سے میکی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کو جہاں گیراور شاہ جہاں کے دربار میں اس قدر قدر ومنزلت حاصل تھی کہ وہ بادشا ہوں سے فقرا ومساکین کی ضرور تیں بھی پوری کرایا کر تے شھے۔ ڈاکٹر سلیم کھتے ہیں:

'' جہال گیراورشاہ جہال کے زمانے میں چول کدان کو بڑی مقبولیت حاصل تھی اس لیے اکثر فقراومسا کین کی ضرورتول کے لیے ان لوگول کی خدمت میں عرض گزار ہوتے اور ان کی حاجت روائی اور مطلب برآری کرتے۔ شخ زندقہ والحاد کو رفع کرنے کے لیے بہت کوشال رہتے تھے'' (مقدمہ نوریہ سلطانیہ، ڈاکٹر سلیم اختر ،ص: ۱۲۲)

شخ کے زمانہ میں فلسفہ اور عقلیت پیندی عروج پرتھی، اور اس کا سہارا لے کر دین کے بنیا دی نصوص کی غلط تعبیر و تاویل کی جارہی تھی بلکہ تحریف و تلبیس کا سلسلہ بھی چل پڑا تھا، کتاب و سنت کی تعلیم کو یکسر نظر انداز کیا جارہا تھا۔ اس پر سب سے بڑی شہادت یہ ہے آپ نے اکبر کے درباری علما اور فلسفیوں کا براہ راست سامنا کیا تھا جس کی وحشت و بیزاری نے آپ کو حجاز جانے پر مجبور کر دیا عقلیت پیندی کے نتیج میں گونا گوں افکار ونظریات وجود میں آئے، اور

متعدد خرابیاں اور طرح طرح کی بدعات وخرافات رونما ہوئیں، کتاب وسنت سے انحراف اور فلسفہ کا زوراس قدر بڑھا کہ امت کا وحدت پارہ پارہ ہوگیا اور لوگ شریعت محمدی کو بھولنے لگے گئے می رنگ آمیزیوں اور فلسفہ کی موشگا فیوں نے علما کے دامن کو بھی داغ وار کردیا۔ شیخ محقق نے اس فلسفیا نہ رنگ آمیزیوں اور دین سے دورعقلیت پیندی کی زبروست تر دیدی اور دین کی حقیقی تصویر کو کتاب وسنت کے ذریعے مزین کر کے اہل زمانہ کے سامنے پیش کیا۔

اس موقع يرمرح البحرين سان كي تحرير كابيا قتباس بهت مفيد ب، وه لكهت بين: ''سا لک کے لیےضروری ہے کہ وہ علوم فلسفہ میں مداخلت اور ان میں اشتغال کو حرام جانے، زیادہ بحث ومباحثہ سے بازر ہے، دلائلِ کلامیہ سے اجتناب کرے، بحث ومباحثة كرنے والوں كے قبل وقال كى تفصيل ميں نہ پڑے،صرف اہلِ سنت و جماعت اوران کے اجمالی دلائل پراکتفا کرے۔۔۔،اس عقیدہ کوخود سے درست كرك اسيخ دل ميں راسخ كر لے عقل كوشر يعت اور كتاب وسنت كے احکام میں دخیل نہ بنائے بلکہ اس کومعزول کر دے منقول کومعقول کے تابع نہ كرے _ _ _ عقل كى تخليق توصرف اس وجد سے ہوئى كداس كے ذريعے اوامرو نواہی کوسمجھا جا سکے اور تکالیفِ شرعیہ کی بارِ امانت کو اٹھا یا جا سکے۔ کیوں کہ احوالِ آخرت کی تفصیل ، اسرارا عمال کی کیفیت ، اعمال کے مقد ار اور ان کے بینات کاعلم اوراوقات کی تعیین اوران کےخصوصیات کا ادراک، وحی آ سانی کے بغیرعقل نہیں کر سکتی ہے۔۔۔ایمان کےمعاملات میں تو بہت ساری الیمی چیزیں ہیں جو کشف اور وجدان سے بھی معلوم نہیں ہوسکتی جہ جائیکہ عقل موجودات عالم میں سب سے زياده ظاهراشيامحسوسات بين اورمحسوسات مين سب سيهزياده ظاهروبا هراجسام بين لیکن سارے متکلمین اور حکما کی عقلیں ان کی حقیقت کا پبتہ لگانے سے عاجز رہ گئی، ان کے عقول اس معاملے میں حیران وششدر ہیں اور آج تک اس حقیقت کا پیۃ نہ چل سکا کہ جسم کی حقیقت کیا ہے؟ اور کن اجز اسے اس کی تر کیب ہوئی ہے،انسان سے سب سے زیادہ قریب چیزاس کی اپنی ہستی ہے اور اس کا اپنالطیفہ انانیت ہے جس کی طرف وہ لفظ ''میں'' سے اشارہ کرتا ہے اور ''میں نے کیا'' '' میں نے کہا'' اور 'میں نے ویکھا' جیسے جملے کہتا ہے،آج تک کوئی بھی اس کی حقیقت نہیں جان سکا کہ بیکون ہے؟ اور کیا ہے؟ جو بیہ کہہ رہاہے کہ''میں نے کیا'' یا''میں نے کہا''۔ اسی مقام پر کہا گیاہے

آن که خود را شاخت نه تواند آفریدنده را کبا داند تو که در ذات خود زبون باشی عارفِ کردگار چون باشی چوشخص خود کونهبیس پیچان سکتا ہے، وہ اپنے خالق کو کیسے جان سکے گا، جب تو خود کی معرفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔'' (مرج البحرین، وصل سوم)

مُدکورہ گفتگو سے شیخ کی دینی عقیدت وحمیت اور دین میں فلسفہ و کلام کی بے جا رنگ آمیز بوں سے بےزاری کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ کا ماننا ہے کہ اس سے اسلام کا فائدہ نہیں بلکہ سراسرنقصان ہے۔

عقیدہ نبوت ورسالت پراکبری دور میں براہ راست حملہ کیا گیا، وحدت اویان کا فلسفہ بروئے کارلانے کے لیے عقیدہ رسالت کی بنیادوں پر تیشہ چلایا گیا، اکبرکا واضح تصورتھا کہ اصل ایمان تو خدا پر ہے، جمش تو حید کے عقیدہ کو مان لینے سے ایمان پورا ہوجا تا ہے۔ رسالت کی چندال ضرورت ہی نہیں ہے۔ شیخ اپنی تصنیف مدارج النبوۃ میں رسالت، حقیقت رسالت ، حقق رسالت ، حقق رسالت اور دیگر متعلقہ موضوعات پر سیر حاصل بحث کرکے بتایا ہے کہ اسلام و ایمان کی تحمیل صرف عقیدہ تو حید بی بلکہ رسالت محمدی پر بھی ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

اس زمانه میں صوفیوں کالبادہ اوڑ ہے ہوئے بعض شعبدہ بازوں نے بھی اسی عقیدہ کو بنیاد بنا کر اور وحدۃ الوجود کا سہارا لے کرشریعت کے احکام وقوانین سے آزادی اور اباجیت پسندی اختیار کرلی صوفیہ، تصوف، ولایت، سالکین ومجذوبین اور شطحات وہفوات کی حقیقت ونوعیت سے متعلقہ تمام عناوین پر مختلف کتابوں میں مفصل بحث کی ہے اور تحریفات وتلبیسات کو واضح کرکے رکھ دیا ہے ۔خاص طور پر تعمیل الایمان، مرج البحرین، زبدۃ الآثار، رسالہ وجودیہ، زاد استعین، تنبیہ العارف، کا الحقیقۃ اور دیگر تصانیف میں تصوفانہ مضامین پر محققانہ المتعین، تنبیہ العارف، کی طرف داری کے بغیراسلام کے معتدل نظریے کا اثبات کیا ہے۔

اس طرح اسی دور میں سیدمحمد جون پوری کی طرف منسوب مہدوی تحریک نے ذریعے عقید ہونبوت پر ضرب پڑ رہی تھی ، ثنخ کے زمانہ میں بیرتحریک عروج پر تھی اور اس تحریک کے پیروکاروں کےعقائدونظریات میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھی۔

استحریک کے خلاف کئی ا کا براورائمہ نے مخالفت کی جن میں حضرت شیخ کے اساتذہ و شیوخ بھی شامل تھے۔ شیخ نے بھی اس کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر حداعتدال کو مدنظر رکھتے ہوئے علمی انداز سے اس تحریک کی بے اعتدالیوں کی تر دید کی ۔ان کے علاوہ شیخ نے رد بدعات ومنکرات پرعلمی انداز سے تحریریں لکھیں۔ بعض متصوفین کے اعمال واشغال پرشخ نے تقدید کی ہے۔ فقہ وفتا و کی میں شیخ حنفی تصاور خالص مقلد نہیں بلکہ محقق حنفی تصے۔ اپنی کتابوں میں عقلا و نقلا ہراعتبار سے اختلافی مسکوں میں مسلک حنفی کو مرج قرار دیا ہے۔ شیخ نے اس زمانہ کی اندھی تقلید سے ہٹ کر مسلک و مذہب کی تائید میں قرآن وسنت کے دلائل و براہین سے بات کی ہے۔ وہ گر چہاحناف کے مسلک کو ترجیح قرار دیتے مگر دوسرے ائمہ و مجتهدین کی تنقیص بھی نہیں کرتے بلکہ حدد رجہ ادب واحترام سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں جومعتدل علمائے کرام اور اسلاف عظام کی روش رہی ہے۔

ہم نے شیخ کی تصانیف میں چنر غیر معمولی اور حساس مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلائی ہے ورنہ مذکورہ موضوعات کے علاوہ فقہ وحدیث اور تفییر واصول ہرفن میں علوم دینیہ سے متعلق گونا گول موضوعات پرشخ نے سیر حاصل گفتگوفر مائی ہے۔ شیخ کی تصنیفات علمی اور تحقیقی نقطہ نظر سے بہت بلندمعیار پرفائز ہیں۔ انہوں نے جس موضوع پرقلم اٹھایا ہے جق اواکر دیا ہے۔ ان کے مطالعہ میں اس وقت تک عالم اسلام کی کتابوں کا ایک معتد بوذخیرہ موجودتھا۔ جن کتابوں کوہ ہجاز سے ہندوستان واپسی میں ساتھ لائے شے اور انتہائی قیتی اور نایاب ذخیرہ اپنی پس اکھا کرلیا شا۔ تمام کتب ورسائل میں آپ نے معیاری کتابوں سے موادکشید کیا اور دین کے ختلف گوشوں پر کھا جہا ہما میں اس دور کے میلانات ور بھانات اور شکوک وشبہات بھی موجود ہیں۔ ساتھ میں ان کے جوابات بھی ۔ شیخ کوعر بی اور فاری دونوں زبان پر کیساں مہارت حاصل ہیں۔ ساتھ میں ان کی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کرنے سے ان کے ذوق ، تنوع و تالیف اور ذہانت و متانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ طرز تحریر بھی اتنا دل نشیں اور ادبی ذوق و لطافت سے پر اور ذہانت و متانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ طرز تحریر بھی اتنا دل نشیں اور ادبی ذوق و لطافت سے پر عمرا ملاکوئی ما ورائی ہمتی کر اربی ہے۔

آپ کی تصانیف تین طرح کی ہیں۔(۱)طبع زاد تصانیف(۲)شروح و حواثی (۳) ترجیے۔

شخ نے اپنی کتاب'' تالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرسۃ التوالیف' میں اپنے بہت سے تصانیف اور رسائل کا ذکر کیا ہے۔ مرآ ۃ الحقائق کے مصنف نے تالیف قلب الالیف کے بعد بھی بہت ہی تصانیف شار کرائی ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب''حیات شخ عبدالحق محدث دہلوی' میں اکثر مصنفات پر تعارف و تبصرہ کردیا ہے۔ ذیل میں ہم صرف آپ کی تصانیف و رسائل کی ایک فہرست و سے ہیں جومرآ ۃ الحقائق اور دیگر کتا ہوں سے ماخوذ ہے:

(١) اجازة الحديث في القديم و الحديث (٢) اجوبة اثنا عشر في توجيه الصلوة على سيد البشر (m) احوال ائمه اثنا عشر خلاصه او (m) اخبار الاخيار في احو ال الابر ار (۵) آداب الصالحين (۲) آداب اللباس (۷) آداب المطالعه والمناظرة [مثنوي] (٨) اسماء الاستاذين (٩) اسماء الرجال والرواة (١٠) اشعة اللمعات في شرح المشكوة (١١) افكار الصافية في ترجمة كتاب الكافية (١٢) انتخاب المثنوي المعنوي (۱۳) انوار الجلية في احوال مشايخ الشاذلية (۱۳) بناء المرفوع في ترصيص مباحث الموضوع (١٥) تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف (١٦) تحقيق الاشارة الي تعميم البشارة (١١) ترجمة زبدة الآثار منتخب بهجة الاسرار (١٨) ترغيب اهل السعادات على تكثير الصلوة على سيد الكائنات (١٩) تسلية المصاب لنيل الاجر والثواب (٢٠) تعليق الحاوى على تفسير البيضاوي (٢١) تكميل الايمان و تقوية الايقان (٢٢) تنبيه العارف بما وقع في العوارف (٢٣) جامع البركات منتخب شرح المشكوة (٢٣) جذب القلوب الي ديار المحبوب (٢٥) جمع الاحاديث الاربعين في ابواب علوم الدين (٢٦) جواب بعض كلمات شيخ احمد سرهندي (٢٧) حاشية الفوائد الضيائية (٢٨) حسن الاشعار في جمع الاشعار [ديوان] (٢٩)الحدرة البهية في اختصار الرسالة الشمسية (٣٠)درة الفريد في قواعد التجويد (٣١)ذكر ملوك [تاريخ سلاطين هند] (۳۲) رساله شب برأت (۳۳) رساله صلوة (۳۳) رساله عقد انامل (۳۵) رساله نو رانیه سلطانیه (m)رساله اقسام حدیث $(^{m}$)رساله و ظائف (٣٩) زاد المتقين في سلوك طريق اليقين (٣٠) زبدة الآثار منتخب بهجة الاسرار $(| \gamma)$ شرح سفر السعادات $(\gamma \gamma)$ شرح شمسیه $(\gamma \gamma \gamma)$ شرح صدور تفسیر آیت نور $(\gamma \gamma)$ شرح فتوح الغیب $(\gamma \Delta)$ صحیفة المودة $(\gamma \gamma)$ فتح المنان في تائید مذهب النعمان (٣٨) فصول الخطيب (٣٨) فهرس التو اليف [تاليف قلب الاليف] هدایة الناسک الی طریق المناسک $(6 \,)$ لمعات التنقیح فی شرح $(6 \,)$ مشكوة المصابيح (١٥) ما ثبت بالسنة في ايام السنة (٥٢) مدار ج النبوة (٥٣) مرج البحرين و جامع الطريقين (٥٣) المطلب الاعلىٰ في شرح اسماء الله الحسنيٰ (٥٥) مطلع الانو االبهية في الحلية النبوية (٥٢) نكات الحقو الحقيقة (٥٤) نكات العشق والمحبة (٥٨) وصيت نامه_ شیخ کی تصانیف پر براحسین تیمره پروفیسرخلیق احمد نظامی نے کیا ہے:

''جب اس چیز پرغورکیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے پیختلف النوع تضانیف نکلی ہیں اور ان سب کاعلمی معیار نہایت اعلیٰ ہے توشیخ محدث کےعلمی تبحر کاغیر فانی نقش دل پرقائم ہوجاتا ہے اور ایسامحسوس ہوتا ہے کہ:

يك چرغ است دريس فايدكه از پرتو آل ' ہر كا مى نگرى المجمنے ساختہ اند

درس وتدريس

شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی خدمات اور کارناموں میں میری نظر میں عظیم ترین کارنامہ درس و قدرلیں اور مدرسہ کا قیام ہے۔ یوں تو تجاز سے واپسی کے بعد دین وشریعت کے حوالے سے گونا گول خدمات انجام دیں، تصغیفات و تالیفات اور خدمت خلق،اصلاح امراوسلاطین اور دیگر مختلف النوع قسم کی خدمات سے اسلامیان ہند پراحسان فرمایا، مگرز مینی سطح پراورگراؤنڈ روٹ میں تبدیلی لانے کے لیے بنیا دی طور پرافرا داور ہم نوال جال نثاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چوں کہ شخ کی تحریک خاص مذہبی، دینی اور علمی تحریک تھی جس میں شور شراب کے بجائے خاموقی،مستعدی، انہاک اور دل جمعی کے ساتھ مشن سے وابستگی تھی۔اس کے لیے وہ اپنے تلامٰدہ اور خلفا کو ذہنی تربیت و تعلیم اس طرح دیتے رہے جس سے دعوت و تبلیغ اور تعلیمی کام کرنے کی طرف ان کار جحان بنا حالی سے مباحثہ، تفوق و برتری کا مزاح اور عیش وعشرت کی تعلیم و تعلم سے وابستہ رکھنا مقصد قرار دیا۔ نداس کے پروے میں نہ کسی جاہ ومنصب کی طلب اور نہ وظا کف کی چاہت تھی۔ مقصد قرار دیا۔ نداس کے پروے میں نہ کسی جاہ ومنصب کی طلب اور نہ وظا کف کی چاہت تھی۔ مقصد قرار دیا۔ نداس کے پروے میں نہ کسی جاہ ومنصب کی طلب اور نہ وظا کف کی چاہت تھی۔ حیات حیات کی میں دریں مقصد قرار دیا۔ نداس کے پروے میں نہ کسی جاہ ومنصب کی طلب اور نہ وظا کف کی چاہت تھی۔ حیات مقصد قرار دیا۔ نداس کے پروے میں نہ کسی جاہ ومنصب کی طلب اور نہ وظا کف کی چاہت تھی۔

حجاز جانے سے پہلے بھی ماوراءالنہ کے علیا سے استفادہ سے واپسی کے بعد وہلی میں درس وتدریس کی بساط بچھا دی تھی، پھر فتح پورسیکری آئے اور بہال کے دین بے زار ماحول سے وحشت زدہ ہوکر حجاز ہی میں پناہ لی۔واپسی کے بعد ۵۲ سال مسلسل شخ درس و تدریس کے مشغلے سے پوری میسوئی کے ساتھ منسلک رہے۔اس کے لیے اس وقت جو آپ نے مدرسہ قائم کیا تھا وہ عام اور رائح حلقہ ہائے درس سے میسر مختلف تھا جہال کا نصاب تعلیم اور مواد تعلیم دوسرے مراکز سے جداشے،اس پر گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے عام اور رائح نصاب تعلیم اور طریقے پرایک سرسری نگاہ ڈالیں۔

ہندوستان میں اس دور میں ایران اور ایشیائی ممالک کے ذریعے جوعلوم وفنون پہنچے سختے ان میں محقولات کا زیادہ حصہ تھا۔ سندھ اور ملتان وغیرہ سے عربوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب غزنوی اور غوری سلاطین برسر اقتدار آئے تو ان کے زمانہ میں ایران، خراسان، اور ماور النہرکے علاقوں سے جوار باب علم ہندوستان آئے ان میں قرآن وحدیث کے بجائے نجوم، فلکیات، ریاضی، فلسفہ اور منطق پر تو جہزیادہ تھی۔

دین علوم میں فقہ پرزیادہ زورتھا، وہ بھی تقلیدی زیادہ اور تحقیقی کم، حدیث سے متعلق کم ما کئی کا اندازہ اس سے لگائے کہ حدیث کی امہات الکتب کے بجائے امام صغانی کی مشارق الانوار درس میں شامل تھی، کہیں کہیں مشکوۃ المصابح اور مصابح السنة للبغوی کا حوالہ بھی مل جاتا الانوار درس میں شامل تھی، کہیں کہیں مشکوۃ المصابح اور مصابح السنة للبغوی کا حوالہ بھی مل جاتا ہجہ ۔ گویا حدیث و تفسیر اور قرآنی علوم کی طرف توجہ کم تھی ۔ غالبا یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں فقہی جزیات اور فلسفیانہ موشکا فیوں میں زیادہ الجھے رہنے کا رواح تھا۔ علم کے بلا واسطہ حوالوں تک ان کی رسائی نہ تھی جتی کہ حال بیتھا کہ وہ نصوص کو ائمہ کے اقوال پر تولیق تھے نہ کہ ائمہ کے اقوال کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر۔ چنال چے ٹھر بن تغلق کے دربار میں جب محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیا کوساع کے اوپر دلیل وینے کے لیے بلایا گیا تو آپ نے احادیث رسول سے اس مسئلہ کا استنباط کیا، دربار کے علما بکار اٹھے، ''قولِ امام بیار''خواجہ نے جبرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں حدیث رسول پیش کررہا ہوں اور تم مجھ سے امام کا قول طلب کررہے ہو۔''یہاں ایک کہ تھاتان ملاحظہ کے جو۔''یہاں ایک اقتباس ملاحظہ کے جھے:

''حدیث سے بے اعتنائی و بے رغبتی اور منطق وفلسفہ سے غیر معمولی شغف کی ایک وجہ بیتھی ہوئی کہ ایران سے آنے والے علی نے علوم عقلیہ کو خاص طور پر بڑا روائ اور فروغ ویا ، شیخ فتح اللہ شیرازی نے متاخرین علیائے ایران محقق دورال میر صدر الدین ، میرغیاث الدین ، مصور اور مرز اجان وغیرہ کی تصانیف کو ہندوستان مدارس کے نصاب میں داخل کر کے ان کی نشروتر و تئے گی ۔ چنال چیطلہ اور متعلمین انہیں کا درس دینے اور انہیں میں الجھے رہنے کی بنا پر قر آن وحدیث کے علوم سے نا آشا اور بخیر رہتے ، ان کی ساری زندگی حکما وفلاسفہ کے نظریات کے مطالعہ و تحقیق میں بسر ہوتی ، صوبہ گجرات کے مشہور زمانہ عالم وفاضل ابوالفضل گازرونی اکثر و بیشتر طوس کی التجرید ، شیخ بوعلی سینا کی شفا و اشارات اور بطلہ وس کی مجسطی کا درس دیا کرتے کی التجرید ، شیخ بوعلی سینا کی شفا و اشارات اور بطلہ وس کی مجسطی کا درس دیا کرتے سے طلبہ ان کے پاس سفر کر کے آتے تھے ، پنجاب میں علامہ کمال اللہ بن شمیری اور ان کے شاگر د ملاعبہ ان کے پاس سفر کر کے آتے تھے ، پنجاب میں علامہ کمال اللہ بن شمیری اور ان کے شاگر د ملاعبہ انکیم سیالکوئی کے درس کا غلغلہ مجیا ہوا تھا ، یہ دونوں بزرگ

مختلف علوم کا درس دیتے تھے مگر نہ مدارس کی اصلاح کر سکے اور نہان کے نصاب میں حدیث کو داخل کر سکے۔'(المحدثان،ص: اتا ۵، ڈاکٹر محمد احمد صدیقی، بحوالہ تذکرۃ المحدثین، ج: ۴۳،ص: ۲۱۲_۲۱۲)

اس زمانہ کے امراوسلاطین ویگر مسائل میں الجھے ہوئے تھے، ان کی ول چسپیاں بھی اس طرف نہیں تھیں۔ ان کی علم دوسی اس حد تک تھی کہ اگر کوئی نا در گو ہزل گیا، کوئی ذی صلاحیت عالم وفاضل مل گیا تو اسے نذرو نیاز اور جا گیرسونپ وی جاتی ۔ باقی رہاعلوم وفنون کی اشاعت کے لیے باضابطہ حکومتی سطح پر اداروں کا قیام تعلیم وتعلم اور تصنیف و تالیف سے متعلق غور وخوش یا علمی سرگرمیاں، سواس میدان سے ان کا کوئی باضابطہ واسطہ نہ تھا، جب کہ اسی دور میں پورب جدید ترقی کے لیے ہمیرتن کوشاں تھا۔

اسی طرح کے حالات تھے کہ اللہ نے پردہ غیب سے ایک دانائے راز کوظاہر کیا اور مجمی فلسفہ اور عربی اسلامی وراثت سے خاطر خواہ بہرہ ور کرنے کے بعد بے سروسامانی کے عالم میں خالص دین وشریعت کے احیائے جذبہ سے سرشار فرما کرمملکت دبلی میں درس و تدریس کی بساط بچھانے کی توفیق ارزاں فرمائی اورا یک تنگ و تیرہ ماحول میں ' چراغ علوم شریعت مصطفوی'' روشن کرنے کاموقع عنایت کیا۔

یہ ستی فخر العالم، دلیل الاولیا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذات ستودہ صفات تھی ، جنہوں نے علما کو کج بختیوں ، تکفیر ونفسیق اور معقولات کی واویوں میں بھٹکنے سے نکال کر کتاب وسنت کی طرف بلایا اور فلسفہ کی موشکا فیوں میں الجھے ہوئے وانشمندوں کو حرمین شریفین کی وراشت سے متعارف کرایا۔ تنہاایک شخص نے نصاب، نظام، مواقعلیم اور دیگر شعبوں میں یکسر تبدیلی کا مظاہرہ فرمایا، جن کواس بات کی قطعا کوئی پرواہ نہیں تھی کہ اہل زمانہ مجھے کیا کہیں گے۔ یا اہل زمانہ کا لذاق کیا ہے؟ بلکہ حال بیتھا کہ:

کوئے جاناں سے خاک لاتے ہیں اپنا قبلہ الگ بناتے ہیں وہ صدیث وقر آن کی جوخوشبودار مٹی حرم سے لے کرآئے تھے چاہتے تھے کہاس کی عطر بیز یوں سے سیسرز مین مہک اٹھے اور اس ملک میں وہ علوم عام ہوں جنہیں اللہ ورسول نے بطور وراثت عطا فرمائے ۔اس اعتبار سے دہلی میں آپ کو، آپ کے مدرسے کو اور آپ کی تصنیفات کو مرکزیت اور اولیت حاصل ہے کہ اس سرز مین پہ باضا بطرقر آنی اور حدیثی علوم کی ترویج واشاعت کا سہرا آپ کے سربندھتا ہے۔ آزاد بلگرا می فرماتے ہیں:

'' فج سے واپسی کے بعد ۵۲ سال تک استقلال ودل جمعی کے ساتھ درس وتدریس

کے مشغلہ میں منہ مک رہے، اپنے فرزندوں اور دوسر سے طلبہ کو پڑھاتے رہے، علوم و فنون بالخصوص حدیث کی ترویج واشاعت کا کام انجام دیتے رہے، انہوں نے تعلیم و تدریس کا نیا انداز اور ایسامنہج اختیار کیا جس کومما لک مجم کے متقد مین و متاخرین علما نے بھی ہاتھ نہیں لگا یا تھا، ان کا طریقۂ درس امتیازی خصوصیات کا حامل تھا اور مدرسہ عام مدرسوں سے متاز وستنی تھا'' (ما ثر الکرام ، ج: ا، ص: ۱۰۲)

اس مدرسہ سے پینکٹر وں طلبہ اور اساتذہ ملک کے مختلف حصوں سے وابستہ تھے، ذیل میں ہم محض ایک فہرست و سے رہے ہیں۔ تذکرۃ المحدثین کے مصنف ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے ان کے تلامذہ کی فہرست مختلف کتابوں سے جمع کیا ہے اورسب پرقدر سے تبعرہ بھی کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ان کی طرف رجوع کریں۔ تلخیص ملاحظہ کریں:

تلامذه

(۱) شیخ نورالحق دہلوی[۲۳-۱ه](۲) شیخ باشم (۳) رضی الدین ابوالمنا قب شیخ علی محمد (۴) شیخ ابوالمرکات (۵) ولی الدین عبدالنبی (۲) شیخ ابوالسعادت کمال الدین ابوالرضا با با رس بن اساعیل دہلوی (۸) شیخ محمد حسین خافی نقشبندی رس بن اساعیل دہلوی (۸) شیخ محمد حسین خافی نقشبندی (۹) خواجه خاوند محمود المعروف بحضرت ایشال (۱۰) خواجه حیدر بن خواجه فیروند شمیری [۲۵-۱ه](۱۱) شاه طیب ظفر آبادی (۱۲) مخدوم دیوان جی شاه محمد رسید بن مصطفی جون پوری [۲۵-۱ه](۱۱) مولا ناشخ ابواحمه سلمان کردی [۱۲۱اه] (۱۲) مولا ناشاه عبدالحلیل الله آبادی (۱۵) شیخ عبدالقادر مفتی (۱۲) شیخ عنایت الله بن الهداد صدیقی بلگرامی عبدالحلیل الله آبادی (۱۵) شیخ عبدالدین حنی دہلوی [۱۳-۱ه]

علمی اور حدیثی خدمات کا تجزیه

تیخ عبدالحق کواصلا دینی علوم سے شغف تھا، حالاں کہ زمانہ کے اعتبار سے آپ نے انہیں علوم کوزندہ کرنے اوران کی تروی واشاعت کے لیے پوری توانا کی کا اظہار فرمایا، دینی علوم میں بھی علم حدیث کی طرف ان کی توجہ زیادہ ہوئی ۔ گو کہ ان کوتمام علوم پر مہارت حاصل تھی ، عقید وکلام، تفییر وعلوم قرآن ، فقہ اوراصول فقہ ، تصوف اوراصول تصوف ان سب پران کو دستگاہ حاصل تھی ۔ تفییر وعلوم قرآن ، فقہ اوران کی نوع بہ نوع تحریریں شاہد ہیں ۔ سلوک و تصوف پر تو ان کو مجھی پر ان کی تضافیف اوران کی نوع بہ نوع تحریریں شاہد ہیں ۔ سلوک و تصوف پر تو ان کو Athority حاصل تھی ۔ اس کی بنیادی وجہ ہے کہ وہ ان کی ذاتی دل چسپی اور خاندانی وراشت و امانت تھی ، اس میدان میں وہبی اور کسی دونوں اعتبار سے وہ مالا مال تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ

(سبحة المرجان،ص:۵۲، بحواله مذكرة المحدثين، ج: ۳٫۰ ص:۲۳۱)

حدیث کے میدان میں گونا گوں خدمات اور کارناموں ہی کی وجہ سے انہیں واراشکوہ نے''امام محدثان وقت'' کہا اور بھی تمام مورخین وعلمانے آپ کو''شیخ محقق''اور''شیخ محدث دہلوئ'' کے آ داب والقاب سے یاد کیا ہے۔

شیخ محدث دہاوی سے پہلے بھی ہندوستان میں حدیث اورعلم حدیث سے متعلق علاء موفیہ اور محدثین موجود سے سندھ، گجرات اور دوسر ہے ساحلی علاقوں میں علم حدیث کا چرچا تھا تھی کہ احادیث کی شرحوں اور خلاصوں کا کا م بھی ہور ہاتھا۔ شالی ہند میں مشارق الانوار اور مصابیج السنة کے حوالے شیخ محدث دہلوی کے ماقبل علما اور صوفیہ کی کتابوں میں بکثر سے ملتے ہیں ۔ دسویں صدی ہجری میں دہلی ، یوپی اور پنجاب کے علاقوں میں دو محدثین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں: حاجی ابراہیم قادری محدث اور مولا نا اسماعیل لا ہوری خلیق احد نظامی کی تحقیق کے مطابق ابراہیم قادری محدث نے مصر، بغداد اور مکم معظم ہین تھی کرعلم حدیث حاصل کیا ، مصر میں چوہیں سال درس قادری محدث نے بین کے نام خاص کیا ، مصر میں چوہیں سال درس ویا ، بعد میں بوری زندگی ہندوستان میں بسر کی اور بہیں پر حدیث وتفییر کی محفل گرم کی ۔ محدث

اساعیل لا ہوری نے بھی ایران سے سند حدیث حاصل فرمائی تھی۔اسی عبد میں بنگال کے بادشاہ علاءالدین کو ثمر بن یز دال خواجگل شیروانی نے صحیح بخاری کانسخه پیش کیا جو تین جلدول پر مشتمل ہے اور بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔' (حیات شیخ عبدالحق ،ص: ۲ م

خليق احمد نظامي مزيد لكھتے ہيں:

''گرات میں میرسدعبدالاول (۹۲۸ه) نے سیح بخاری کی شرح فیض الباری کے نام سے کھی تھی، شیخ عبدالملک عباس نے سیح بخاری کااس قدر مطالعہ کیا کہ پوری کتاب ان کو حفظ ہوگئی، شیخ عبد الملک عباس نے سیح بخاری کااس قدر مطالعہ کیا کہ پوری سے کھی اور مشکوۃ کی لغات پر رسالہ فی لغات المشکوۃ تصنیف فر مایا۔ گرات کے ایک اور عالم شیخ ناصر ہمیشہ مشکوۃ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے، بر ہان پور میں شیخ طیب نے مشکوۃ پر حاشیہ کھا۔ سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر شیرازی گجراتی (۵۰۰ه می) نے رسالہ سود نامہ تیار کیا جس میں تمام اقسام حدیث کو نہایت سلیقہ سے جمع کیا گیا تھا۔ تھیم عثمان صدیقی شاگرد شیخ وجیہ اللہ ین علوی نے سیح بخاری کی شرح کی۔' (حیات شیخ عبد الحق محدث د ہلوی ، نظامی ، ص: ۲۲)

سوال بیہ ہے کہ جب ساحلی علاقوں میں اس قدر کام ہور ہاتھا، ثالی ہند کا علاقہ علم حدیث اور محد ثین سے کیوں خالی تھا؟اس کے تاریخی اسباب پرروشی ڈالتے ہوئے خلیق نظامی لکھتے ہیں:

''مجمہ بن تعلق نے جب علما و مشائخ کو ملک کے دور دراز حصوں میں بھیج دیا تو شالی ہندوستان میں علمی مخفلیں سرد پڑ گئیں۔ فیروز تعلق نے اس بھری ہوئی مجلس کو سمیٹنے

کی کوشش کی لیکن اس کے بعد جو سیاسی اہتری پیدا ہوئی اس سے تنگ آ کر علما صوبوں میں چلے گئے،ادر بیعلاقہ علاقہ علی ہوگیا۔ تیمور کے جملے نے تباہی مکمل کر دیا، سکندر پوری نے اس بزم کو پھر رونق دینی چاہی لیکن سیاسی انتشار اور غیر شینی حالات کے باعث زیادہ کا ممیا بی نہ ہوئی، پھرا کر کی بے راہ روی سے متاثر ہو کر اکثر علما و مشائخ اس علاقہ سے ہٹ گئے۔انہوں نے حرمین شریفین کی راہ لی یا پھر دارالسلطنت سے دور ساحلی علاقوں میں اقامت اختیار کرلی'' (حیات شخ محدث دہلوی، جن بہر)

ال سلسلے میں ایک تیسری وجہ بھی قابل ذکر ہے جسے خود شیخ محدث نے مرج البحرین اور دیگر کتا ہوں میں ذکر فرمایا ہے کہ اس عہد میں اہل علم و دانش کی عمومی توجه عقلی علوم کی طرف زیادہ تھی، جب سے عباسی خلفانے فلسفہ کی کتا ہوں کوعر نی میں منتقل کیا تب سے اہل علم کی عمومی توجہ اس

طرف رہی علم العقائد والکلام میں فلاسفہ کے انڑات واضح طور پرمحسوس کیے جاسکتے ہیں ،اسی وجہ سے متکلمین تو حیداور دیگر متعلقہ موضوعات پرعقلی دلائل کی طومار با ندھ دیتے ہیں۔ تاہم وہ اسلامی عقائد متکلم کے قلب وروح میں بھی اتر گئے ہول بیشاید باید ہی کسی کے ساتھ ممکن ہے۔ تو حدیث سے بے اعتمال کی کا ایک بنیا دی وجء تقلی علوم سے غایت ورجہ ول چسپی بھی تھی۔

بہرکیف جب شیخ محدث وہلوی نے باضابطہ درس وتدریس کی بساط بچھائی اورتصنیف و تالیف کا آغاز کیا تواس وقت شالی ہند کی علمی صورت بہت دگر گوں تھی شیخ محدث وہلوی بالقصداس پر مامور وماذون ہوئے کہ منظم و مرتب طور پردینی علوم کی الیی شمع روثن کریں کہ جس سے ہندوستان منور ہوجائے اور یہی ہوا بھی نے وخلیق نظامی لکھتے ہیں:

''درس حدیث کا ایک نیا سلسله شالی ہندوستان میں جاری ہوگیا علوم دین خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل گجرات سے منتقل ہوکر دبلی میں آگیا۔گیار ہویں صدی ہجری کے شروع سے تیر ہویں صدی کے اخیر تک جبتی کتابیں ہندوستان میں کھی گئیں ہیں ان کا بیشتر حصد دبلی یا شالی ہندوستان میں کھا گیا ہے۔ یہ سب شخ عبدلحق محدث دبلوی کا اثر تھا۔'' (حیات شخ عبدالحق محدث دبلوی میں ۳۲)

تجاز مقدس سے مختلف علوم وفنون میں انتہائی قیمتی ذخیرہ ہندوستان لائے اور اپنے ذاتی کتب خانہ سے اہل علم کوفائدہ پہنچایا۔ آپ کے بعد آپ کی اولا دوا مجاد نے گئ نسلوں تک اس کتب خانہ سے استفادہ کر کے اہل ہند کوعلمی سر ماہیہ سے نواز ا۔ شیخ کا کتب خانہ بڑا وسلیح ، ہیش قیمت ناور و نایاب کتابوں پر مشتمل تھا۔ آپ کے خاندان نے کئی پشتوں تک اس سے اشتغال برقر اررکھا ہمیکن نایاب کتابوں پر مشتمل تھا۔ آپ کے خاندان نے کئی پشتوں تک اس سے اشتغال برقر اررکھا ہمیکن اٹھار ہویں تو مرہٹوں ، سکھوں اور جاٹوں کی مسلسل مشور شوں سے یہ کتب خانہ بھی تباہ و ہر باد ہوگیا۔ شیخ محدث کے پر یوتے شیخ الاسلام نے اپنی شرح بخاری کے خاتمہ پر کتب خانہ کی بربادی کا جو حال کھا ہے وہ بے حدافسوں ناک ہے:

''اس ہنگامہ، لوٹ مار اور غارت گری کے زمانہ میں ہنگامہ پر دازوں اور سرکشوں نے پر انی دبلی کو تاراج کیا اور وہ قدیم وجد بدکتب خانہ بھی ضائع ہوگیا جس کی اکثر کتا ہیں اس علاقہ میں کم بیاب اور نا باب ہیں، ان میں ہے بعض کتا ہیں تو ایسی تھیں جوشنے المحد ثین، شنخ اجل محقق وہلوی کی تھیجے و تحشیہ سے مزین تھیں اور انہوں نے ان کا درس بھی دیا انا للہ و انا المیہ و اجعون ۔ اپنے گھر کے اندر گوشوں میں چند کتا ہیں شکتہ اور خستہ حالت میں پڑی رہ گئی ہیں۔' (شرح بخاری، قلمی نسخہ، پلنہ لائبریری، بحوالہ تذکر کو شنخ عبد الحق محدث وہلوی، ص ۲۰۲۰۲۰)

شیخ محدث د ہلوی کی چندامتیازی خصوصیات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تمام خدمات اور کارناموں کو بالتفصیل چند صفحات میں سمیٹا نہیں جاسکتا، درج بالاصفحات میں صرف چند پر مختصراً گفتگو کی گئے ہے، مقالے کے اختتام پرشیخ کی چندمنفر دامتیازات کوذیل میں تحریر کررہا ہوں تا کہا ندازہ ہوجائے کہ اس عظیم ہستی نے ستر ہویں صدی عیسوی میں مسلمانان ہند پر جس قدر علم وفضل کی بارش برسائی ہے اس سے آج تک اسلامیان ہند مستفیض ہورہے ہیں اوران کے منت شاس ہیں۔

ا جیسا کہ آپ نے خود فر ما یا ہے'' مجھے تر وزیج وین وشریعت پر مامور کیا گیا ہے اور صرف اس کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بٹھا یا گیا ہے'' ۔ چناں چپشخ نے اپنی پوری زندگی خدمت وین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف کر دی۔

۲۔انہوں نے لگا تار ۵۲ سال تک تدریس وتعلیم اورتصنیف و تالیف میں وقف کیا اور خالص علمی کام کرتے رہے۔

سائے مانہ کے منہاج ورواج سے ہٹ کر مدر سے اور تصانیف میں شرعی علوم بالخصوص حدیث کو باضابطہ داخل نصاب کیا۔علوم فلسفہ کی طرف تو جہاس عہد کا روش تھا، شیخ نے یکسران سے جدامواد پڑھنے پڑھانے کے لیے شامل فرمایا۔

سم۔انہوں نے دینی اور شرعی علوم خاص کرعلم حدیث کو پھیلانے کی غرض سے علمی سرگرمیوں کا مظاہرہ فرمایا۔

۵۔ ہندوستان میں باضابطہ درس وافاد ہُ حدیث اور منظم نشر واشاعت میں آپ کواہم ترین مقام حاصل ہے خاص طور پرشال ہند میں علم حدیث کے احیا کا سہرا آپ ہی کے سربندھتا ہے۔ آپ نے پہلی بار د ہلی کوعلم حدیث کا مرکز بنایا اور ہندوستان کے اہل علم کی توجہ اب دوسری طرف سے آپ کی طرف مبذول ہوئی۔

۲۔ آپ نے عربی زبان میں جو دینی علوم کا ذخیرہ تھا ان کوتر جمہ، شروح اور طبع زاد تصانیف کے ذریعے فارس میں منتقل کرنا شروع کیا اور خودعر بی زبان میں بھی آپ کی کئی تصانیف وجود میں آئیں۔

ے بعض محققتین کے مطابق دینی علوم وفنون میں با ضابطہ منظم تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی آپ ہی سے شروع ہوتا ہے۔

٨ تصنيف وتاليف اور درس وتدريس سے لے كر مكاتيب وملفوظات بلكه مرتحرير ميں

اعتدال اور احتیاط کے حدود کو ملحوظ رکھا ہے۔جس کے پیش نظرآ پ واقعۃ محافظ حدود شریعت و طریقت تھے۔

9 _شعروشن سے بھی خاصا ذوق تھا،ان کو کئی زبان پرعبور حاصل تھا،انہوں نے نثر میں ادبی اور فنی ذوق کا مظاہرہ فر ما یا اور برمحل اشعار کے ذریعے نثر کی شیرینی بڑھادی ہے۔قا درا اکلام شاعر تھے حقی خلص تھا۔

•ا۔حدیث کے علاوہ عقائد وتصوف میں ان کی خدمات بے حدا ہم اور معتبر ہیں۔ متکلمین کی موشگافیوں سے ہٹ کرنفس عقائد کو دلائل سے مزین فرمایا، متکلمانہ بحثوں میں تصوفانہ رنگ وآ ہنگ کے ذریعے عقائد کو دل میں اتار نے کی کوشش کی ہے۔

اا۔تصوف، اصول تصوف اور تواعد تصوف میں ان کو یدطولی حاصل تھا اور اعتدال پیند نظر ہے کے حامل تھا اور اعتدال پیند نظر ہے کے حامل تھا اور اپنے معتدل نظریات ہی سے سروکارر کھتے تھے، باقی وہ بہت پر بی اور زولیدہ بحثوں اور نظریات سے گریز کرتے تھے۔ یون تو اکثر کتابوں میں رنگ تصوف کا اظہار ماتا ہے مگر خاص طور پر تصوفانہ منہج پر لکھی گئی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصلاً صوفی تھے اور صوفیانہ مضامین ہی سے ان کی طبعی اور فطری دل چسپی تھی ، بیدا لگ بات ہے کہ حدیث شریف اور دیگر علوم پر کام کرنے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔

۱۲ ۔ شیخ کے اسلوب بیان میں وقار ، متانت ، لطافت ، رشافت اور ادبیت اور کمال کی قادر الکامی تھی ۔ بے حدشیریں نثر کھتے تھے۔ زبان صاف ستھری علمی اور ادبی ہوتی ہے۔قاری ان کی نثر سے بھی خوب مزہ یا تاہے۔

ہمہ جہت شخصیت

حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی تاریخ اسلامی ہند میں گونا گوں خوبیوں اور اوصاف و کمالات کی جامع شخصیت ہیں۔

انہوں نے متعددعلوم وفنون پر علمی یادگاریں چھوڑی ہیں، درجنوں موضوعات پر کتابیں تصنیف فرمائی، ہندوستان کی سرزمین میں منظم طریقے پر دینی درس گاہ کا قیام کیا اور خالص دین سے متعلق سرگرمیوں سے اپنے آپ کو وابستہ رکھا۔

اپنے معتدل انداز فگر اور اپنی علمی حیثیت میں بلند پایہ ہونے کی وجہ سے معاصرین پر فاکق تھے اور متاخرین کے لیے شعل راہ بنے ۔ان تمام دینی علوم نیز شعر وادب اور تاریخ و تذکر ہ پر دستگاہ حاصل تھی ۔ جودت طبع، ذہانت و فطانت، وسعت علم، تقوی و طہارت شخصی وقار ومتانت اور دیگر اوصاف و کمالات میں یگانہ تھے۔اپنی متنوع خوبیوں اور علمی گہرائیوں اور مخلصانہ خدمات کی وجہ سےان کوغیر معمولی شہرت وقبولیت حاصل تھی۔

حضرت شیخ محدث وہلوی واحدوہ ذات ہیں جن کے فضل و کمال کا اعتراف تمام مورخین اور علما و مشاکح کرتے رہے ہیں۔ سلاطین وامراعلما وفضلا اور صوفیہ اور مشاکح سبھی ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں جتی کہ ان کی تقویل وطہارت علمی رسوخ اور طبیعت کی شاکستگی کا اعتراف ان کے اساتذہ نے بھی کیا ہے۔

دراصل وہ اللّہ کی جانب سے نادرالمثال جوہر تھے جواہل ہند کو بطورا مانت عطا کیا گیا ورنہ دنیا میں علما وفضلا کی کمی نہیں رہی ہے، ہاں ان جیسے لوگ صدیوں بعد بہشکل دانائے رازغیب سے باہر آتے ہیں اورخودکوفنا کر کے لاز وال ہوجاتے ہیں۔

مولا ناعبدالحی نے ان کے اساتذہ کا نام گنانے کے بعد لکھا ہے کہ: ''ان سب نے ان کی تعریف و تحسین کی ہے اور شیخ علی بن جار اللہ قرشی خالدی نے خاص طور پران کی بہت ستائش کی ہے۔''

(نزبة الخواطر،ج:۵،ص:۲۰۲)

شیخ جارالله کا تا شرخودشیخ محقق نے اپنی کتاب زاد المتقین میں نقل فرمایا:
''اس زمانه میں اگر مکه معظمه میں کوئی شخص سیح جناری کا درس پورے کمال واختیاراور
اس کے افاوہ وفیضان عام کے ساتھ و سینے کا مستق ہے تو وہ صرف آپ (شیخ جارالله
قدس سرہ) ہی کی ذات ہے فقیر (عبدالحق) سے بڑی محبت و کرم فرماتے ۔
پار ہادوران درس فرمایا بخدا میراتم سے استفادہ کی بہنسبت
کہیں زیادہ ہے ۔ واللہ استفادتی منے کا کثر استفادتک منی ۔

یهی نہیں بلکہ سبن میں شامل طلبہ آگر بھی فقیر سے مسابقت لے جانے کی کوشش کرتے تو فرماتے اربے تم کیا کہتے ہوئم کہاں ہو؟ میں تواس جیسے کی ہم نشین چاہتا ہوں اور اسے باعث برکت جانتا ہوں ۔ یا قوم ماذا تقو لون و این انتم؟انا ارید مجالسة مثل هذا لو جل و اشرف به۔

آپ نے فقیرکو جوسندعطا فرمائی اس میں تحریر فرمایا: افاد اکثو مما استفاد (اس نے فاکدہ اٹھانے کی بنسبت فاکدہ زیادہ پہنچایا ہے)''

(زادانمتقین مترجم، ناشرمسعودانورعلوی،ص: • • ۳۰–۱ • ۳)

مصادرومسراجع

ا _ آثارالصنا ويدبهرسيداحدخان،اردوا كادمي دبلي

۲ ـ اخبارالاخیار، شیخ عبدالحق محدث و ہلوی، او بی ونیا، ۱۰ ۵ شیامحل، و ہلی

٣- اشعة اللمعات، شيخ عبدالحق محدث د بلوي، جبلاني بكثه يو، مُبياتك، جامع مسجد، دبلي

٣-الاحسان ٣(اله آباد)، شاه عنى اكبيرى، سيد مراوال، اله آباد، ١٢٠٠ء

۵ - تذکره بمولا ناابوالکلام آزاد،ساہتیها کا دمی ، دبلی

٢- تذكرة على على عند (مترجم) مولوى رحمان على ، پاكستان بسار يكل سوسائش ، كراچى

۷- تذكرة المحدثين (حصه سوم) مضياءالدين اصلاحي ، دار المصنفين شبلي اكيثري اعظم گزه

٨-جامع تاريخ مند ، محمر حبيب ، تومي كونسل فروغ ردوز بان ، ي د بلي

9 - حیات شیخ عبدالحق محدث د بلوی خلیق احد نظامی، مکتبه رحمانیه ارد و باز ارلا مور

۱۰ ـ رودکوژ ،مولوی مجمرا کرام،اد بی د نیا،شیامحل، د ہلی

۱۱ ـ زادالمتقین ، شیخ عبدالحق محدث د ہلوی ، مترجم و ناشرمسعودا نورعلوی ، اشاعت ، ۹ ۰ ۲ ء

١٢ _ سبحة المرجان، غلام على آزاد بلگرامي

٣٠ - سكينة الاوليا ، شهزاده محمد دارا فنكوه ، الفيصل ناشران وتاجران كتب ،اردو بإزار، لا بهور

١٩٧ - سات الاخيار،مولا ناعبدالمجيدرشيدي،شاه عبدالعليم آسي فاوندُيثن وبلي

۱۵ ـ مرأة الحقائق منثى بركت على مطبع عزيزي، رياست رامپور

١٧ - مرج البحرين، شيخ عبدالحق محدث د الوي (زيرطبع) شاه هفي اكيدمي ، اله آباد

ے ا کا -مکتوبات شخ عبدالحق محدث دہلوی، مدینه پبلیشنگ کمپنی، بندردوڈ، کرا جی

١٨ - منتخب التواريخ، ملاعبدالقادر بدايوني، ناشرغلام على ايندُ سنرلم يثيدُ پبليشر ز، لا ہور

19 - نزيمة الخواطر،مولا ناسيرعبدالحي، دارابن حزم، • 199ء

شخ عبدالحق محدث د ہلوی: مینار پختیق وتصنیف

مختلف موقعوں پرالگ الگ انداز میں بہی سندھ کی سرز مین پر بہی افغانستان کے راتے پنجاب کی دھرتی پر اور بھی لا ہور سے آ گے بڑھ کر د تی کے تخت تک مسلمانوں کے پہنچنے کی داستان تاریخ ہند کا ایک نا قابلِ فراموش باب ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی بیرآ مرجھی ذاتی اغراض و مقاصد کے زیرا ثر جہاں بانی اور حکمرانی تک محدود رہی اور تبھی خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوکر جہان آب ویگل کوخوب سے خوب تربنانے کی کوششوں کا سبب بنی۔ تاریخی ترتیب سے سیر داستان څمرین قاسم مجمودغز نوی،شهاب الدین غوری مملوک سلاطین خلیوں اورتغلقوں سے گز رکر بالآخر ۲۰/ پریل ۱۵۲۷ء کو یانی پت کے میدان تک پہنچی ہے جہاں ابراہیم لودھی کوظہیرالدین محمد بابر کے ہاتھوں شکست ہوتی ہے اور ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی داغ بیل پڑتی ہے۔ ۵۳ ء میں باہر نے وفات یائی اوراس کی جگہ نو جوان اور نرم دل ہمالیوں تخت تشیں ہوا۔ دس سال کے قلیل عرصے میں شیرشاہ سوری نے ایک معمولی جا گیردار کے عہدے سے تر قی کر کے د ہلی کے تخت پر قبضه کرلیا اور ہما یوں کو ایران میں پناہ ملی۔شیرشاہ سوری (مدت ِ حکومت تقریباً یا نچ سال)اوراس کےاہل خاندان کے دورِ حکومت (کل پندرہ سال) کے بعدایک بار پھر ہمایوں دہلی اور آ گرے پر قابض ہوا اور اس قبضے کے ساتھ ہی ایران سے ہندوستان کے تعلقات مزید استوار ہوئے۔ایرانی امرااورعلا کی دتی میں آمدورفت بڑھی۔ ۱۵۵۲ء میں ہمایوں کے بیٹے جلال الدین محرا کبر کی تخت نشینی کے بعد مغلیہ سلطنت کو مزید وسعت حاصل ہوئی۔ کاروبارِ سلطنت میں راجپوتوں کاعمل خل بڑھااور' طریق صلح کل' 'بادشاہ وقت کا مزاج قراریایا۔

مورخین نے سیاسی لحاظ سے اکبر کی حکومت کو متحکم قرار دیا ہے لیکن مذہبی مُعاملات میں

مادشاہ کی غیرضروری مداخلت علما ہے حق کے نز دیک بہر حال قابل گرفت تھی۔

مغلوں سے بل، ہندوستان کی سرز مین مسلمانوں کی حکومت کے کئی زرّ س ادوار دیکھیے چکی تھی اور ہزاروں صوفیا ہے کرام کے احوال ہے آئکھیں روثن کر چکی تھی۔اس نےصاحبان تخت کا جاہ وجلال اور حسنِ انتظام بھی ملاحظہ کیا تھااوراس کے پہلو بہ پہلوایسے روثن ضمیر درویش بھی دیکھے تھے جوفرش پر بیٹھتے تھے،جھونیر میں سوتے تھے، روکھی سوکھی کھاتے تھے اور دلوں پرحکومت کرتے تھے،شاہان ۔ زمانہ کی فتح وشکست کے فیصلے لکھتے متھے۔ان میں سے بعض اہلِ ول خصوصاً چشتی سلسلے کے بزرگوں نے امراسے دوری کواپنا شعار بنار کھا تھا اور بعض مردانِ خدا بالخصوص سُبروردی سلسلے کے شیوخ اصلاحِ حال کے لیے درباراورمعاملات ِحکومت سے سروکاربھی رکھتے تھے، مگراس طرح کہ یانی میں رہ کربھی دامن ترنہ ہو۔ بہر حال طریق کار کے فرق کے باوجود حکومت، مُعاشر ہے اور نہاں خانہ ول ہر جگہان کی عمل داری تھی ۔خلق خدا کے ظاہراور باطن دونوں کے تڑ کیے کی ذمہ داری انھوں نے سنجال رکھی یر شمالی مند ہے دکن تک ان کا دور دورہ تھا۔خواجہ عین الدین چشتی ،خواجہ بختیار کا کی ، بابا فریدالدین عَنِج شَكر، حضرت نظام الدِين اوليا، حضرت نصيرالدين چراغِ دہلي، ثَيْخ شرف الدين يحيل منيري، حضرت بہاءالدین زکریا ملتائی، شیخ حمیدالدین نا گوری،خواجہ بندہ نواز گیسودراز اور دوسرے بہت سے لائق صداحترام بزرگان دین جھوں نے مختلف سلسلوں سے فیض پایا تھا، اور خلقِ خداکی ہدایت کی ذھے داری قبول کی تھی، ماضی میں ملک کے گوشے گوشے کو چراغ بذایت سے منو ارکرتے رہے تھے۔اس چراغاں میں طریقت کے نورِ باطن اور شریعت کے علم نافع دونوں کا حصہ تھا۔ا کبراوراس کے زمانۂ مابعد میں بھی اہل ول اوراہلِ علم کو پیفریضہ انجام وینا تھااورانھوں نے بیٹسن وخو کی پیضدمت انجام دی۔ ا کبرے دورِ آخراوراس کے بعدعہدِ جہاں گیری (۱۷۰۵ء۔۱۹۲۸ء) میں جن بزرگوں نے اصلاحِ معاشرہ ، تزکیهِ نفس اور اِشاعت عِلم میں نما یاں کردار ادا کیا ، ان میں محققِ علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی اورمجد دالف ثانی حضرت شیخ احمدسر ہندی کے اسا بے گرا می کئی لحاظے قابلِ ذکرہیں۔(۱)

⁽⁾ اس عہد کے دیگر معروف علما اور مشائخ حسب ذیل ہیں: ملّاعبد القادر بدایونی (وصال ۴۰۰ه)، حضرت مولانا عبد الله انصاری (۱۰۰۵ه)، حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی (۱۰۱۵ه)، حضرت شیخ محمد جون پوری (۱۰۲۳ه)، حضرت شیخ نظام الدین تقامیسری (۲۲۰ه)، شیخ عیسی بن قاسم سندهی (۱۳۰۱ه)، مولانا شکر الله شیر ازی (۲۲۰ه)، حضرت شیخ تاج الدین سنجملی (۲۵۰ه)، حضرت شیخ محب الله الله آبادی (۵۳۰ه)، حضرت سید میرعبد الجلیل بلگرامی (۱۵۵ه)، حضرت سید شبهاز محمد بحالی پوری (۲۰۱ه)، حضرت طیب بن معین بناری (۲۲۰ه) وغیره وغیره واضح بوکه بینهرست ناکمل ہے تبرکا اور برسبیل مذکره چندنام درج کیے گئے ہیں۔

شخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ ہے/۱۵۵۱ء بہمقام دہلی) کے اجداد میں سے ایک بزرگ آغا محمد ترک اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے (۱۲۹۷ء۔ ۱۳۱۷ء) میں ہندوستان آئے تھے۔ سلطان علاء الدین کے حکم سے گجرات پر فوج کشی (۱۲۹۸ ہے/۱۳۹۸ء) میں آغا محمد ترک بھی شامل تھے۔ فتح گجرات کے بعد انھوں نے وہیں بودوباش اختیار کی۔ اللہ نے انھیں ایک سوایک بیٹے عطا کیے تھے کیکن ایک ہولناک حادثے میں بڑے لڑے ملک معز الدین کے علاوہ کوئی نہ بچا۔ آغا محمد کا دل دنیا کی طرف سے اچائے ہوگیا اور وہائی کہاں کہین کرد بلی لوٹ آئے۔ ملک معز الدین ان کے ہمراہ تھے۔

سلطان فیروزشاہ کے عہد میں ملک معزالدین کے فرزند ملک موکی دبلی کوخیر باد کہہ کر ماوراءالنہر چلے گئے۔ پچھ دِنوں بعدامیر تیمورگورگان کے ساتھ دبلی لوٹے اور پھریہیں قیام فرمایا۔
اسی خاندان کے ایک بزرگ شخ سعداللہ تھے جوشنج محم منگن کے مریداور حضرت محدث دبلوی کے داوا تھے۔ محدث دبلوی کے والدشنج سیف الدین بخاری بھی صاحب نسبت بزرگ تھے۔ شخ امان پانی پتی سے آھیں شرف بیعت حاصل تھا اور وہ اپنے مرشد کے زیراثر، نظریۂ وحدت الوجود کے قائل تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''اخبارالاخیار' میں اپنے خاندان کے حالات درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ بچپن سے ہی انھیں مطالعے کا بے پناہ شوق تھا، کھیل کود سے مطلق رغبت نہ تھی۔ ذہانت اور محنت رنگ لائی۔ کم عمری میں ہی شیخ عبدالحق محدث وہلوی نے علوم متداولہ پردسترس حاصل کرلی اور فتح پورسیکری (جوائن ونوں اکبرکا دارالسلطنت تھا) بہنچ کردرس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ پہیں فیضی سے ان کے مراسم ہوئے کیکن محدث دہلوی کے سفر حجاز کے بعد، فیضی کے اِشتیاقی ملاقات کے باوجود تعلقات سرد پڑگئے۔

ا پئے شفر حجاز کے متعلق خودشؓ خمد ًدو دہلوی کا بیان ہے کہ ۹۹۲ھ / ۸۸۔ ۱۵۸۷ء میں ایک روز یکا یک ول میں ایسی وحشت پیدا ہوئی کہ سی پیشگی تیاری کے بغیر روائگی کا قصد کرلیا۔ (۱) اس اچپا نک روائگی کی وجہ ملاعبدالقاور بدا یونی نے ان لفظوں میں بیان کی ہے:

''جب اہلِ زمانہ کی وضع میں (جواوقات میں نخل اور مکروہات پر مشتمل ہے) فرق آیا اور ملنے والوں کے حالات اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلال و فلال کی صحبت سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریف جانے کی توفیق رفیقِ حال ہوئی توشیخ جذبے کے عالم

⁽۱) شیخ عبدالحق محدث د بلوی: زا دارشتنین (اردوتر جمه: پروفیسرمسعودانورعلوی) ص: ۷۳، علی گڑھ، ۴۳۰، ھ

یے سروسامانی کے ساتھ د ہلی ہے گجرات کوروانہ ہو گئے ۔''(ا)

ذہلی کے گجرات کے رائیے شیخ عبدالحق دہلوی ۹۹۲ھ/۸۸۔۱۵۸۷ء کو مکہ معظمہ پنچے اور ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء تک سرزمینِ حجاز میں مقیم رہ کر، ایک ہندوستانی عالم شیخ عبدالوہاب متقی سے دینی اور باطنی علوم حاصل کیے اور اس کے بعد وطن واپس لوٹ کر وہلی میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہوئے۔

آپ کے رسائل اور تصافیف کی تعداد بعض مورخین کے نز دیک سویااس سے بھی زیادہ ہے لیکن خلیق احمد نظامی کی رائے ہے کہ:

''اس اندازے میں مورخین نے غلطی کی ہے۔انھوں نے وہ مضامین ورسائل بھی علا صدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جوحقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزوہیں۔

(حات شیخ عبدالحق محدث وہلوی ہیں: ۱۵۹)

بہرحال الف بائی ترتیب سے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بعض اہم کتابوں اور رسالوں کی فہرست درج ذیل ہے۔

• آواب الصالحين (فارس): پيرساله اصلاً حضرت امام غزالي کي کتاب احياء العلوم کے چند ابواب کا فارسي خلاصه ہے۔ رساله اور اس کا اردوتر جمه (ہادی الناظرین۔مترجم: قطب الدین خال وہلوی) دونوں علا حدہ علا حدہ شائع ہو کيے ہیں۔

اخبارالاخیار فی احوال الابرار (فارسی): به ہندوستانی علمااور مشاکح کا تذکرہ ہے جس کے آغاز میں تبرکا حضرت شیخ عبدالقا ورجیلانی ٹاکے احوال بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب کئ بار شائع ہو چکی ہے۔ اس کے اردو ترجی (مترجمین: سیدیسین علی۔ اقبال الدین احمد۔ وغیرہ) بھی حجیب کے ہیں۔

اشعة اللمعات فی شرح المشکوة (فاری): حیسا که نام سے ظاہر ہے، بیرحدیث کی مشہور کتاب مشکوة شریف کی مشہور کتاب مشکوة شریف کی شرح ہے اور محدث وہلوی کی چیسالہ محنت (۱۰۱۱ ۱۳۵۹ ۱۳۵۹ ۱۳۵ کا مشہور شرح ہے۔ پارجلدوں میں بیرکتاب مطبع نول کشور کھنوسے کے ۲۲ ھیں شائع ہوچکی ہے۔ مسلم کتاب کتاب منت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بیرسالہ کئی بار چیسے چکا ہے۔ اس کا اردو میں عقا کر اہل سنت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بیرسالہ کئی بار چیسے چکا ہے۔ اس کا اردو

ترجمه بھی شائع ہو چکاہے۔

⁽۱) منتخب التواريخ جلد سوم ص: ۱۱۳، به حواله خليق احمد نظامي: حيات شيخ عبد الحق محدث د ملوي ص: ۹۲، د ، ملي ، ۱۹۵۳ء

توصیل المریدالی المراوبہ بیان احکام الاحزاب والاوراد (عربی فاری مخلوط): سلسلهٔ قادریہ کے اورادووظا کف اوراصول وقواعد پر بنی اس تالیف کا اردوتر جمہ بھی منظرعام پر آچکا ہے۔ اصل متن ۱۲۹۹ ھیں مطبع مفیدعام آگرہ سے شائع ہوا تھا۔

جذب القلوب الى ديار المحيوب (فارسى): شيخ عبد الحق محدث وہلوى كى مشہور اور مقبول كتابوں ميں اس كا شار ہوتا ہے۔ اس كے كئى ايڈيشن شائع ہو چكے ہيں، اردوتر جمے (''مرغوب القلوب''۔'" تاریخ مدینہ'') بھی حجیب چكے ہيں۔ اس ميں مدينه منورہ كى تاریخ بيان كی گئى ہے۔ اس كا بيش تر مُواد سيرنور الدين على كى تصنيف وفا الوفا با خبار دار المصطفیٰ ہے مستعار ہے۔

زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین (فارس): بیشخ عبدالحق محدث وہلوی کے سفر تجاز اور قیام مکہ کی روداد ہے۔ اس میں شخ علی متقی اور بعض دوسرے مشائخ کے حالات اور ارشادات بھی درج کیے گئے ہیں۔ حال ہی میں اس کے دوار دوتر جیے شائع ہوئے ہیں، جن میں پروفیسر مسعود انور علوی کا ترجمہ (سنہ اشاعت ۲۰۰۹ء) قابل و کر ہے۔ اصل کتاب تادم تحریر غیر مطبوعہ ہے۔ صولت لائبریری رام پور، خانقاہ کاظمیہ قلندر میں کا کوری، آصفیہ حیدر آباد، برٹش میوزیم وغیرہ میں اس کے لکمی نسنے موجود ہیں۔

زبدة الآثار منتخب بہجة الاسرار (فارس): يه شخ نورالدين ابوالحسن على بن يوسف كى مشہورِ زمانة تصنيف بجة الاسرار (عربي) كافارس ميں خلاصہ ہے۔ بجة الاسرار كوغوث الاعظم سيدنا عبدالقاور جيلانی گے حالاتِ زندگی كے متند اور قديم ماخذكی حيثيت حاصل ہے۔ اس لحاظ سے محدث صاحب كی تاليف زبدة الآثار نهايت اہم علمي كاوش ہے۔ بيمبئی (ممبئی) سے ۱۹ مساويس طبع ہو پچكی ہے۔ کی الابصار كے نام سے اس کار دوتر جمہے کا الم نظركي آنكھول سے سرمہ بن چكا ہے۔

شرح فقوح الغیب (فارس): بید حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے عربی رسالے فقوح الغیب کی شرح ہے۔ اس میں آپ کے اصبر مواعظ حسنہ ہیں۔ محدث دہلوی نے حضرت شاہ ابوالمعالی قادری کی فرمایش پر ۲۳۰ اصبی اس رسالے کی شرح لکھی اور ''مقاح فتوح الغیب'' نام تجویز کیا لیکن علمی حلقوں میں عام طور سے ریہ کتاب ''شرح فقوح الغیب'' کے نام سے معروف ہے۔ اصل متن کے ساتھ محدث دہلوی کی بیشرح ۲۸۳ اصبی لا ہور سے اور پھر ۲۹۸ اصبی فول کشور تکھنؤ سے طبع ہوئی۔ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

کی المعات التنقیح فی شوح مشکو ة المصابیح (عربی): بیع بی مشکوة شریف کی شرح ہے۔ اس کا مقدم مشکوة کی متن کے ساتھ، اور علا حدہ صورت میں بھی شائع ہوچکا ہے۔

ہو چکا ہے۔

اکرم سلی اللہ علیہ و مراتب الفقو ق (فاری): بارہ سوسفیات کی اس ضخیم کتاب کا موضوع رسول

اکرم سلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت طبیہ ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن شاکع ہو چکے ہیں۔ منہا ج

النہو ق (مترجم: خواجہ عبد المجید) کے نام سے اس کا اردوتر جمہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

مرج البحرین فی المجمع بین المطریقین (فاری): اس رسالے میں محبت و نیا و

مافیبها ، عقل وعلم ، ذکروفکر ، قطابی شریعت وطریقت ، ہفوات اولیا ، حکا یات صوفیہ صافیہ

وغیرہ پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ''وصل سیز دہم' ، میں شخ سید احمد مغربی فاس کی کتاب

قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعة والحقیقة کے مضامین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ محدث

قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعة والحقیقة کے مضامین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ محدث

وہلوی کا بیر رسالہ ۲۵۲اھ میں کلکتے سے ، اور ۱۳ اسا ھ میں مطبع نامی تکھنؤ سے شاکع

ہو چکا ہے۔ اس کا اردوتر جمہ وصال السعد بن (مترجم : غوث مجمد) بھی جھپ چکا ہے۔

دکات المحق و المحقیقة من بیاب معارف المطریقة (فاری): تصوف سے متعلق سے

رسالہ ۱۸۹۱ء میں مطبع احتشامہ مراد آباد سے شاکع ہوا۔ ''لطائف الحق'' کے نام سے اس

کا اردوتر جمہ بھی جھپ چکا ہے۔

مندرجہ بالاکتابوں/رسالوں کےعلاوہ عربی، فارسی میں آپ کے تحریر کردہ متعدور سائل اور مکا تیب کا ذکر ملتا ہے جن میں سے بعض قلمی صورت میں موجود ہیں، بعض نایاب ہیں اور بعض نہایت مختصر مثلاً سورہ و العادیات کی فضیات پر ڈھائی صفح کا ایک رسالہ 'تحصیل الغنائم و البو کات به تفسیر سورة و العادیات'' ہے جوآپ نے فارسی میں تحریر فرمایا تھا۔ بیر محدث دہلوی کے 'الکا تیب والرسائل' میں شامل ہوکر منظر عام پرآچکا ہے۔

آپ کی ایک اور فاری تحریر' رساله اصول حدیث' ہے جس میں اصولِ حدیث بیان

کے گئے ہیں۔ یہ جھی مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔ آپ کا ایک فاری رسالہ ' تحصیل البر کات فی
بیان معنی النحیات' ' بھی حچپ چکا ہے۔ اس میں درود شریف کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔
فتح المنان فی تائید مذھب النعمان (عربی) کے قطی نسخ ٹونک، راجستھان، اور
آصفیہ، حیر آباد میں موجود ہیں۔ یہ رسالہ بھی طباعت کی منزل سے گزر چکا ہے۔ جیسا کہ
نام سے ظاہر ہے، یہ اُن احادیث پر شممل ہے جن سے فقہ فی ثابت ہوتی ہے۔
نام سے ظاہر ہے، یہ اُن احادیث پر شممل ہے جن سے فقہ فی ثابت ہوتی ہے۔

- تحقیق ماثبت بالسنة من الاعمال فی ایام السنة (عربی) بھی شائع ہو چکا ہے۔
 اس میں اسلامی مہینوں کے الگ الگ اور ادوظا نَف درج کیے گئے ہیں۔
- روضات (فاری) کااردوتر جمه ثعث متن منظرِ عام پرآ چکا ہے۔اس رسالے میں شریعت اور طریقت کے باہمی ربط پرروشنی ڈالی گئی ہے۔
- تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف (عربی) میں بھی شریعت اور طریقت کے تعلق کی وضاحت کی گئی ہے۔ بیرسالہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ رضالا تبریری رام پوراور موراور میں اس کے تعلق موجود ہیں۔
- جامع البوكات منتخب شوح مشكوة (فارى) كنام سے رضالاتبريرى رام اور ملكوة في المحتور على مسلوقة في المحتور المحتور على مسلوقة في المحتور الم
- ا سماء الرجال والروات المدكورين في كتاب المشكونَة (عربي) بهي ايك غير مطبوعه رساله ہے۔اس كے خطى نسخ مولانا آزادلائبريرى على گڑھ،اورخدا بخش خال اور ينثل پېلك لائبريري پيٹنه ميں موجود ہيں۔
- تاریخ حقی (فاری) سلطان معزالدین سے جلال الدین محمدا کبر کے چالیسویں جلوس تک کے حالات پر بنی ہے اور مطبوع شکل میں موجود ہے۔ یہ ' ذکر ملوک' اور ' تاریخ سلاطین ہند' کے نام سے بھی معروف ہے۔

رسائل اوربھی ہیں مگراب اس تذکرے کو مختصر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔البتہ محدث وہلوی کے مکا تیب کا ذکر کیے بغیر چار ہٰہیں۔ان میں بھی علم وحکمت کا بحرِ زخّارموجزن ہے۔

تفسیر، حدیث، عقائد، نصوف، تذکرہ، تاریخ، فلسفہ وحکمت وغیرہ پرحفرت کی گرال قدر نصائیف اور تراجم سے آپ کے مطالعے کی وسعت اور تجرعلمی کا اندازہ لگا پاچاسکتا ہے۔ آپ کی کتابوں اور رسائل میں درج اشعار سے آپ کے مطالعے کی وسعت اور تجرعلمی کا اندازہ لگا پاچاسکتا ہے۔ آپ کی کتابوں اور رسائل میں درج اشعار سے آپ کے شاعر ہونے کا بھی علم ہوتا ہے۔ قی تخلص تھا۔ کثیر النصائیف مصاف بالخصوص عالم ، محدث اور حقق کے علاوہ ، صاحبانِ طریقت میں بھی آپ کا شار ہوتا ہے۔ آپ نے کئی مشاف بالخصوص حضرت سید موئی گیلانی قادری، شخ عبدالو ہا ہم تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ نقش بندی سے کسب فیض کیا، کیکن قادری نسبت آپ پر غالب رہی۔ چورانو سے سال کی عمر میں خنج شنبہ ۲۱ ررئیج الاؤل کی عمر میں خنج شنبہ ۲۱ ررئیج الاؤل کے عمر میں ان کی عمر میں خنج واشاعت آپ پر غالب رہی۔ لیے ہندوستانی مسلمان ہمیشہ آپ کے ممنون رہیں گے۔ آپ کی عظیم الشان دینی خدمت ہے جس کے لیے ہندوستانی مسلمان ہمیشہ آپ کے ممنون رہیں گے۔

شخ عبدالحق محدث د الوى كاايك ناياب مجموعة تحريرات الفتوحات المكية و الفيوضات المدنية

بيه ضمون اس سے بہلے سه ماہی فکر ونظر ، اسلام آباد ،صفر -رہیج الثانی ۱۵ ما اصر جولائی

۔ تغبر ۱۹۹۳ء ، صفحات ۲۵ ـ ۷۸؛ سالنامہ المصداق ، حیدرآباد ، سندھ ، ۱۹۹۱ء ، صفحات ۲۸ ـ ۷۸؛ اور میر ہے مجموعہ مقالات نفذ عمر (اور میٹل پہلی کیشنز ، لا ہور ، کہ ۵۰ عاصفات ۲۵ ـ ۲۵ ، صفحات الممکیه اصلاح کی گئی ہے۔ سابقہ اشاعتوں میں کتاب کا نام فتو حات الممکیه والفیو صات الممدنیه ورج ہوتا رہا ۔ درست نام ''الفتو حات الممکیه والفیو صات الممدنیه ، ہے جو زیر نظر اشاعت میں اختیار کیا گیا ہے۔ ''استدراکات' میں بھی کچھاضافے ہوئے ہیں۔ (عبارت نوشایی) سیرمضان ۱۲ امراز وری ۱۹۹۳ء کی بات ہے ۔ دراقم الحروف کو ایک شب کے لیے حضرت پیرابوالخیرعبداللہ جان نقشبندی مجدّ دی مظلہ العالی کے کتب خانہ خیر یہ محلہ مرشدآباد ، پشاور جانے کا موقع ملاتو عشاءاور سحر کے درمیان شخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۹۵۹ – ۱۳۵ اھ) کی کتاب الفقو حات الممکیہ والفیو صات الممدنیہ کے خطوطے کی ورق گردانی کرتا رہا۔ اس کا ہرورق اور تحریراس قدراہم تھی کہ میر ہے لیے اس سے سرسری آگے گذر جانا ممکن نہ تھا۔ میں نے جبی ارادہ کرلیا تھا کہ اس کتاب کہ میر ہے لیے اس سے سرسری آگے گذر جانا ممکن نہ تھا۔ میں نے جبی کتب خانہ سے ورخواست کی کہ وہ یہ نیز چندروز کے لیے مستعار مجھے مرحت فرما عیں تاکہ میں لیورے اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کرسکوں ۔ حضرت موصوف نے کمال مہر بانی فرماتے پورے اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کرسکوں ۔ حضرت موصوف نے کمال مہر بانی فرماتے پورے اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کرسکوں ۔ حضرت موصوف نے کمال مہر بانی فرماتے

ہوئے قلمی نسخہ پشا ورسے اسلام آباد بھیج دیا اور میں بیمضمون لکھ سکا۔ بیکل نہ صرف حضرت موصوف کی خدمت میں اظہارا متنان وتشکر کا ہے بلکہ اس امر کے اعتراف کا بھی ہے کہ اشاعت علم ودانش کے خدمت میں آئی ہے وہ عصر حاضر کے دیگر سجاوہ نشینوں میں خال خال ہی پائی جاتی ہے۔

نسخ کی کیفیت

یہ بڑی تقطیع پر تین سو چؤتیس صفحات کامخطوطہ ہے اور مجلد ہے۔ مرورز مانہ کے ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ کی جڑء بندی ڈھیلی پڑتی جارہی ہے۔ بینسخہ پہلے محدث وہلوئ کے اخلاف کے پاس نسلاً بعد نسل محفوظ چلا آرہا تھا، جبیسا کہ صفحہ اول پر نیلی روشائی سے کھی گئی اس معاصر اردویا دواشت سے واضح ہوتا ہے:

''کتأب ہذامیں بعض جگہیں توشیخ نورالحق بن شیخ محقق عبدالحق کی لکھی ہوئی ہیں اور اس کے بعد جب ہمارے۔۔۔(ایک لفظ پڑھانہیں گیا) کے جداعنی مولینا عصمت اللہ صاحب براورشیخ محب اللہ جن کی مہر کتاب بذامیں لگی ہوئی ہے، بوجہ سیر علاقہ ہذا میں آئے ، باقی دو برادران واپس چلے گئے اور بیہ کتاب ان کے پاس رہ گئی۔اس میں خالی جگہوں میں ان کی (تحریریں) موجود ہیں۔انوارالحق بن غلام ربانی''۔

انوارالحق مذکور محدث دہلوگ کی اولا دہیں سے تھے۔ان کا نتجر ہ نسب جومحدث دہلوگ تک منتہی ہوتا ہےان کے دیگر بنیا عمام کے ساتھ اس یا دواشت سے ماقبل صفحہ پر موجود ہے۔ نسخے کے صفحۂ اول پر''محب اللہ ۴۰۱۱'' کی مہر ثبت ہے۔ میڈننخ نوراللہ بن شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث وہلوگ کے بیٹے تھے۔

یہ کتاب ان تحریروں کا مجموعہ ہے جوشنخ عبدالحق محدث دہلوئ نے ۹۹۹ ھا میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران نقل کی تھیں۔البتہ پچھتحریریں ہندوستان سے تجاز جاتے ہوئے راستے میں نقل کیں اور بعض اقتباسات حجاز سے ہندوستان واپس پہنچ کر لیے۔

۹۹۸ – ۹۹۹ ھیں شیخ محدث دہلوئ کا حرمین میں قیام کرنا دیگر مآخذ سے بھی ثابت ہے۔ حییہا کہ محدث دہلوئ نے اپنی تصانیف جذب القلوب اورز ا دامتقین میں اس کا ذکر کیا ہے۔

محدث دہلوگ نے اس مجموعہ تخریرات کا نام بجاطور پر الفقوحات المکیہ والفئوضات المکہ والفئوضات المدنیدر کھاہے کیونکہ اس میں انھوں نے نہصرف ان کتابوں کے اقتباسات نقل کیے ہیں جوانھیں حرمین شریفین میں دستیاب ہوئیں بلکہ اس ارض مقدس میں مشائخ طریقت سے انہیں بعض اور ادو اشغال پڑھنے کے جواجازات حاصل ہوئے وہ بھی نقل کر دیے ہیں۔صفحہ اول پرمحدث دہلوگ

كالم ساا محرم اسم الصوتح يركره ميه يا دواشت كتاب كنام اوركيفيت پروشى و المحية و النميقة الكريمة مسماة بالفتو حات المكية و الفيوضات المدنيه مسطورة اكثر ها في هذين المقامين الشريفين و البلدتين الكريمتين على يد الفقير الملتجى الى فضل الله و حرمه و الى جناب رسول الله و كرمه الفقير الحقير المسكين عبدالحق بن سيف الدين و هو بحر مقاج و نور و هاج يتموج بامواج انواع علوم الدين و يتنور بانوارها قلوب اهل اليقين اجزت بها بطريق الوجاده للولد الاعز الاكرم و النور الابهى الاتم نور الحق تذكره منى عنده و موهبة من يدى عليه نفعه و حياة و بارك عليه في دنيا و آخرة و و فقه بفضله و كرمه بما يحب و يرضاه حررت هذه الاسطر صبحه يوم الثلثا الحادى عشره من يحب و يرضاه حررت هذه الاسطر صبحه يوم الثلثا الحادى عشره من متشرح و قلب متنور بنور عين اليقين [۱۳۰۱] في وقت طيب و صدر متشرح و قلب متنور بنور عين اليقين ـــالخ" ــ

صفحہ کا پر شیخ حمید بن قاضی عبداللہ سندی مدنی کے ہاتھ سے ککھا ہوا درود بزبان عربی ہے جسے پڑھنے کی اجازت افھوں نے محدث دہلوگ کو دی تھی۔محدث دہلوگ جب ٩٩٧ھ میں ہندوستان سے حربین شریفین جارہے تھے تو احمد آباد میں شیخ حمید سے ملے تھے۔اس درود شریف کے اختتام پرمحدث دہلوگ نے میریا دواشت کھی ہے:

"بخط الشيخ العالم العامل بقية السلف تذكرة المحدثين الشيخ حميدبن الشيخ الخميد الشيخ النافي الشيخ النافي الشيخ النافي الشيخ النافي الشيخ النافي المحمو التوجه المالية الله الله الله المحمو الموامو كان اول ما كتب في هذه المجموعه هذه الاسطروكان ذلك في آخر وبيع الاول او اول وبيع الآخر من الشهر المذكورة و الله اعلم"

صفحہ ۳ پر کتاب کے مندرجات کی فہرست ہے۔ ایک اور فہرست مندرجات صفحہ ۱۳۰۰ تا ۲۰۰۳ مندود ہے۔ تا ۲۰۰۳ مندود ہے۔

اب ہم صفحہ بہ صفحہ کتاب کے مندرجات کا ذکر کرتے ہیں۔ اکثر تحریروں کے خاتمے پر محدث دہلوگ نے اپنے دستخط کے ساتھ مقام تحریر، وقت تحریر اور تاریخ تحریر درج کی ہے۔ ہم نے یہاں صرف چندو سخط قبل کرنے پراکتفا کیا ہے:

ا - احاديث في فضل الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم منقوله من بعض كتب

- الحديث ،مثلاً شيخ احد بن الى بكر بن محد الزواد صوفى محدث كى كتاب سے ص٥
- م دعاالفر جمن الامام جعفر الصادق سلام الله عليه و على آبائه الكرام ص ٢
 - س_ رسالة احمد بن محمد طوسى _ س
- ۵ صيغ الصلوات منسوبه الى حضرت سيدى الشيخ محى الدين عبدالقادر
 رضى الله عنه ، ص∠
 - ٢ دعوأت ماثوره مجموعه من كتاب حصن الحصين جمعها الكاتب، ٩٨
- ے۔ حزب البحر مع اسنادہ و اجازته من حضرت الشیخ ابی الحسن علی شاذلی للفقیر الحقیر قرأة، ص ۹-۱، محدث دہلوگ نے بیرزب بروز جمعہ ۲ شوال ۹۹۹ ه خانه کعبہ میں نقل کیااور مکہ مشرفہ میں شیخ عبدالوهاب بن ولی التدمحب حنی بہندی کے سامنے پڑھا۔
- ۸۔ الحزب الکبیر المعروف بحزب البر للشیخ الامام ابی الحسن الشاذلی رضی الله عنه مجاز قرأة، ص ۱۰ ـ ۲۱ ـ محدث و بلوگ نے بیرزب ۷ شوال ۹۹۹ سے کو کعبر المشرف میں نقل کیا اور بی بھی شخ عبد الوهاب بندی کے سامنے پڑھا، محدث و بلوگ لکھتے ہیں: "وقد قرأته علی الشیخ سلمه الله و اجازة من بقو أته و روایة و الحمد بله او لا و آخرا"۔
 - 9- صلوة على رسول الله لسيد عبد القادر الجيلاني ، ١٢ ١٨
 - ١٠ بدرقة الايمان لشيخ عبدالقادر الجيلاني، ١٩ ١٩
- اا۔ حزب سیدی محمد عبدالقادر الحسنی الجیلانی علی المتعارف بین فقراء القادریه بمکة المشرفه، شا۲۔ آخر میں محدث وہلوگ نے اپنے و شخط ایوں کے ہیں:

 کتبه الفقیر الحقیر الملتجی الی باب الله العلیم القدیر عبدالحق بن سیف الدین بمکة المشرفه و سمعت من السید الصالح الموفق السید اسماعیل بن الشیخ السید السند جمال الدین زین مجالس الذکر الشیخ محی الدین المکی القادری بمکة المشرفه سنه ثمان و تسعین و تسعمائة۔
- 11 دعاء سيف الله من احز اب سعد الدين الحموى يقر اءيوم الجمعه اجازة للكاتب من بعض الصالحين بطريقه في آخره، ٣٨ ـ ٢٧
- ۱۳ حزب الشيخ العارف بالله ابي الحسن البكري و ولده العارف الكامل محمد البكوي م ۲۸ ـ ۱۳

- ۱۳ حزب الفقر الملقب بحزب الفتح ،۳۲ س
- 10 منقول من محاسن المجالس لشيخ ابى العباس احمد بن موسى بن عطا الصنهاحي المعروف بابن عريف [م ٥٣٨ه] حرره بالمدينه، ٣٣٠٠٠
- ۲۱ منقول من تأیید المنه بتأیید تألیف الشیخ محمد بن الشیخ ابی الحسن البکری الشافعی الاشعری، ۳۵-۳۳
- الحرام ۹۹۸ بمكة المشرفه، سمكة المسرفة مورخه غره ذى الحجه الحرام ۹۹۸ بمكة المشرفه، سمكة المشرفة المشرف
- ۱۸ الفصل الرابع فى فضل الذكر و آدابه من مختصر الرسالة القشيريه كتاب مختصر مسمى بمنهج السالك الى اشرف المسالك ، اجازه قرأة ، مورخ جمادى الاولى 9 9 9 بمكه المشرفه ، ١٨٥ ـ ١٨٨
- 19_ رساله لشيخ ابى عبدالرحمن السلمى فى بيان علم اليقين و عين اليقين و حق اليقين ، ٣٢ م
- السلمى قدس سره، ص ٣٠- ٣٣، الله من كلام ابى كلام ابى عبدالرحمن السلمى قدس سره، ص ٣٠- ٣٣، الله رسال كاتر قيم حسب ويل عن اليقين و الوسالة فى بيان الذكر و الفكر والتى قبلها فى بيان علم اليقين و عين اليقين و حق اليقين فى الحرم الشريف تجاه الكعبة المكرمه او اخر شهر رمضان سنة تسع و تسعين و تسعمائة منقولة من النسخة المكتوبة من نسخة الشيخ المؤلف و الله اعلم و تاريخ كتابة نسخة الاصل فى نحو سنة ستين و حمسمائة بما مكتوب فى آخر الرسالة صورة سماع المشايخ من الرسالة الشيخ الامام ابى عبدالرحمن السلمى رحمة الله عليه بو اسطة و بدو نها و نصه.

صورة سماع الشيخ الامام الحافظ ناصر السنة ابى صالح بن عبدالملك رحمة الله عليه على ظهر الجزو سمع الجزء كله بلفظ الشيخ ابى عبدالرحمن السلمى رحمة الله اسمعيل بن ابى سعد الشعسى [كذا] و ابو سعيد الحشاب و ابو صالح احمد بن عبد الملك المؤذن فى ذى القعد سنه ثمان و اربعمائة صورة سماع الصدر الشهيد امام الائمه ظهير الدين شمس الاسلام ركن الشريعه قدوة الامه معنى الفريقين ناصح الملوك و السلاطين او حد الزمان عدة الخلافه ابى سعد اسمعيل بن الامام ابى صالح رضى الله عنهم

سمع جميع هذه المسئله من صفات الذاكرين و المتفكرين من الشيخ الحافظ ابى صالح احمد بن عبدالملك المؤذن ولده اسمعيل و اولاد الاستادالامام ابى القاسم عبدالكريم بن هو ازن القشيرى ابو نصر و ابو المظفر و ابو الحسن على بن ابى القاسم العرال و ابو الحسن على بن حمز ه الطوسى و ابو القاسم سليمان بن ناصر و على بن ابى محمد الطبرى و صالح بن ابى نصر الجيلى بقر أة عبدالرحمن بن الحسن بن محمد الفارسى فى ذى القعده سنه ستين و اربعمائه، مسم

- 11_ رساله احمد بن حسين بيهقى في مناقب الامام ابي الحسن الاشعرى امام اهل السنة و الجماعة، ٣٥-٣٥ مناقب المناقب المن
- ۲۲۔ کتاب النورین فی اصلاح الدارین فی الدعو ات المأثورة تالیف الشیخ العلامه جمال الدین محمد بن عبدالله عمر بن عبدالله الجیشی الوصالی، ص جمال الدین محمد بن عبدالله کو اس کے پڑھنے کی بھی اجازت تھی۔ بیرسالہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۹۹۹ کو کرم شریف مکہ میں تحریر ہوا۔
- ۳۳ شرح حزب البحر لسيدى الشيخ العارف بالله ابو العباس احمد بن محمد بن عيسى البرنسى عرف زَرَوْق الفاسى، مورخ ١١ شوال ٩٩٩ يوم الوداع من البيت الشريف ، ٣٧٥ ٢٢
- ۲۳ رساله تبیین الطوق الی الله تعالی لشیخ علی بن حسام الدین متقی و فو اید التی و جدن بخط المؤلف علی ظهر الرسالة، ۲۷ ۲۷ _ محدث و بلویؒ نے نہ صرف ﷺ علی متقی کارسال نقل کر دیا ہے بلکہ رسالے کے شروع میں بخط مصنف (علی متقی) جوافا دات کھے پائے تھے، وہ بھی نقل کر دیے ہیں ۔ محدث و بلویؒ نے بیرسالہ ﷺ متقی کے شاگر داور فلیف تن عبد الو ہاب کے متقولہ نسخ سے قل کیا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: انا نسخة من خط تلمیذہ و خلیفة الشیخ عبد الو هاب سلمه الله ۔
- 7۵_ رساله التحذير عن الوقوع في الهلكه و البليه لمن شرع في علم الحقايق اهلية تاليف على بن حسام الدين متقى، ص 26-20، يرساله غالباً بخط محدث و بلوى نہيں ہے۔
- ۲۷_ رساله في بيان قاعده طريق الفقر المحمدى لشيخ احمدبن ابر اهيم الو اسطى الحزامى و فو ايد تناسب موضوع الكتاب، مورخ ۲۳ ذى الحجه ۹۹۸ مركه المعظمه، ۲۸ ۱۵

- 27_ كلام في تحقيق معنى القبض و البسط، نقله من خط على المتقى قدس سره، ص
- ۲۸ فایده من بیان قبایل الیمن و اخری فی فضل اهل الحدیث و اخری ذکرها
 السیو طی ، ۹۸ ک
- 79 رساله فی معنی الغربة مسماة ببشارة الحبیب فی فضل الغریب لسیدی الشیخ عبدالوهاب بن ولی الله قدس سره ،ص ۸۳ ۸۳ ، احادیث نبوی پر بنی به رساله المجامع الکبیر مولفظی بن حمام الدین متقیس ہے۔
- ٣- عبد الوهاب بن ولى الله كاعر في رساله في بيان امكان الوصول الى الله مع الاهل و العيال و الاسباب مصنف نے اس رسالے كے تين نام ركھ بيں: 1) الاصل الاصيل في امكان الترقى للمقبت و المتاهل و المعيل: ٢) ترقيه الاحوال مع السكونه في الاسباب و الاهل و العيال: ٣) فتح الابواب في امكان الوصول الى الله مع الاهل و العيال و الاسباب، ٣٠ ٨٠ ٨٠
- ٣٣ ـ شفاالعليل في فضائل التهليل لشيخ عبدالوهاب بن ولى الله ،مورخ ٢ شوال ١٩٣ ـ شفال ١٩٩ هـ في الحرام الشريف الكبرى، ١٩٣ ـ ١٩٣
- سخه اجازة خرقة التصوف من الشيخ الولى العارف بالله سيدى الشيخ عبدالوهاب المتقى المكى السندى الحنفى القادرى الشاذلى للفقير الى الله عبدالحق بن سيف الدين بن سعد الله عفى عنه ـ اس كَ آخر ميس محدث و الموكّ ني وسيّط كي بين: حررت انتسخه الاصل مصنف ليلة الثالث عشر من شهر جمادى الاحروه سنه احدى و الف ببلدة دهلى _ اورشّخ كى تاريّخ وفات يولكس ب: وفات سيد الشيخ عبدالوهاب المتقى ثانى عشو ربيع الاول سنه الف و اثنى وفات سيد الشيخ عبدالوهاب المتقى ثانى عشو ربيع الاول سنه الف و اثنى

- عشر _ص96_4
- ٣٥ ـ اسطر معدودة في انتخاب احياء العلوم و خلاصه مافيه، ٩٨ م
- ٣٠ نسبة خرقة الشيخ الأجل محمد بن العربى الى حضرة القطب الربانى الشيخ عبد القادر الجيلانى رضى الله عنه منقو له من رساله عنه منقو له من رساله مفرده لشيخ في نسبة الخرقه و شوطها ٩٩ ٩٩
- ٣٧ رساله كتبها الشيخ محى الدين بن عربي الى الامام فخر الدين الرازى قدس سرهما ، ١٠١ ا
- ۳۸ مكتوب مولانا شيخ شيوخ الاسلام شهاب الدين السهرور دى الى امام فخر
 الدين الرازى ، ۱۰۱ الدين الرازى ، ۱۰ الدين الرازى ، ۱۱ الدين الرازى ، ۱۰ الدين الرازى ، ۱۱ الدين الرازى ، ۱۱ الدين الرازى ، ۱۰ الدين الرازى ، ۱۰ الدين الرازى ، ۱۰ الدين الرازى الرازى الدين الدين الرازى الدين الدين الرازى الدين الدين الرازى الدين الد
 - ٩٣٠ ايضاً من كلام الشيخ السهروردى في بيان الفناو البقاو الخواطر ، ١٠٢٠
- ۴ فتوح سرّ لاح في وضع اليمين على الشمال و جعلهما في سمت المعده بين
 الصدر و السرّ ه لشيخ المذكور ، ٣٠٠٠
 - اسم ايضاً من كلامه قدس سره في الروح و العقل م ١٠٣٠
 - ٣٢ ايضاً من وصايا الشيخ قدس سره، ٢٠٥ ١٠٥
 - ٣٦ من فتوحات الشيخ يسمى كتاب السير و الطير ، ٢٥ ا
- ۳۳ ـ ایضاً من کلامه رحمه الله علیه فی بیان طریق السلوک الی الله، ۱۰۸ ـ بیتحریر مسجد الحرام میں نقل کی گئی ـ
- ۵ م. احادیث فی خصال الایمان و فیه فضل الشهدا فی البحر لسیوطی، حرم شریف مین نقل کی گئیں، ص۱۰۹_
- ٣٦ الدرر المنظم في الاسم الاعظم من رسايل الشيخ جلال الدين السيوطي، ١١٠ ١١
 - ٢٨- رساله بديعه نافعه في غفر ان ما تقدم من الذنوب ما تأخر ٥،٥ اا ١١٢
- ٨٧ ـ رساله في توجيهات قوله تعالى "ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك و ما تأخر" ليبوطي، مكتوبه ٩٩٩ هـ، كعبه، ص١١٢ _ ١١٣
 - ٩٩ ـ رساله اخرى في العمامه و ارسال العذبه له (سيوطي) رحمة الله ، ص١١٣ ـ ١١٣
 - ٥ ـ رساله بلوغ المآرب في قص الشارب لسيوطي ، ٢٠٠٠
 - اهـ التقاطنقطالمرجان في احكام الجان لسيوطي، ص١١٥ ـ ١١٥
 - ۵۲ تنزيه الانبياء عن تسفية الاغبياء لسيوطي، ١١٨ ا-١١٩

- ۵۳- الحبل الوثيق في نصرة الصديق لسيوطى، ص19- ۱۲، مصنف نے اس رسالے ميں قرآن مجيد كى آيت و سيجنبها الاتقى (الليل / ۱۷) كى تفسير بيان كى ہے اور اس سے مراد حضرت ابو بكر صديق رضى الله عند ليے ہيں۔
 - ۵۴ رفع الاساعن النساء ليوطى ، ۱۲ ۱۲ ا، رؤيت النساللباري تعالى كے موضوع پررساله ہے۔
- ۵۵۔ القول المنجلی فی تطور الولی لسیوطی، ص۱۲۱–۱۲۳، سیوطی نے اس رسالے میں بیثابت کیا ہے کہ ولی اللہ مختلف شکلیں اختیار کر کے مختلف مقامات پرظاہر ہوسکتا ہے۔
 - ۵۲ كلام من بعض المحققين في تقسيم الادراك و اثباته للجمادات, ٣٣٠٥
 - ۵۵ رساله المعانى الدقيقه في ادر اك الحقيقه منها، ص ١٢٨ ١٢٥
- ۵۸_ من قلاید العقیان فی توجمة ابی حنیفة النعمان لشیخ ابن حجو ،مورخ ۲ شعبان ۹۹۹ه فی حرم کی م ۱۲۷-۱۲۹
 - ۵۹_ قول الجلى في حديث الولى لسيوطى، ص ١٣٣
- ٠٢- تحفه المهتدين باسماء المجددين ، قصيده لسيوطى فى اسماء مجددى المائة و ادعاء التجديد لنفسه فى المائة التاسعة ، ١٣٣٠
- الا_ صواعق عن النواعق_ ترقيم الول به: تمت الرساله في بستان زيمة في طريق الحجاز الى مكّه المعظمة التاسع و العشرين من شعبان سنه تسع و تسعين وتسعمائة وانا الفقير الحقير عبدالحق بن سيف الدين غفرالله ولوالديه و لجميع اسلافه و اخلافه اجمعين من ١٨٣ ١٨٣
 - ٢٢ ـ رسالة لسيوطي في اقامة الله السلطان و فضايله بالاحاديث ، ١٣٢ م
 - ٣٢_ رساله مسماة بالنضر ه في احاديث الماء و لرياض و الخضرة، ٣٥ ا
- ۱۲۳ فی ذکره صلی الله علیه و سلم فی التورته نقل من کتاب الو فابا خبار المصطفی لابن الجوزی مختص الاسانید ، محدث د بلوگ نے پیسطور غره محرم الحرام ۱۹۰۰ هیں بندرو یوش کصیں جب وہ مکه مکرمہ سے بندوستان والیس آرہے تھے۔ ص ۱۲-۲۲۱
- ٢٥ في ذكر فضله صلى الله عليه وسلم على الانبياء عليهم السلام من الكتاب
 المذكور ٣٠٠/١١ ـ ١٢٤
- ۲۷۔ رسالةزوراءلجلال الدين محمددو انبي، شخ وہلوئ نے بيرسالہ ۲۷رجب ۱۰۰۴ھ کوربلی میں نقل کیا ص ۱۷۹–۱۸۰
 - ٧٧ في مجعوليه الماهيات من شرح الزوراء وحاشيه التجريد، ا ١٨١

- ٧٨ ـ رساله لابي البركات في ظهور الكوكب ليلاو خفايها نهار الم ١٨٢
- ۲۹ باب المناهى من كتاب الجامع الصغير لسيوطى ، مورخ ١ ١ شوال ٩٩٩ه
 بكعبه المشرفه ، ١٨٣ ا ١٨٨
- ۵ نقد الصحیح لما اعرض علیه من احادیث المصابیح شیخ مجدالدین محمد
 بنیعقوب الفیروز آبادی مکتوبی کمتوبی جمادی الآخر ۱۴ ای و اللی اسلامی ۱۸۸ میلادی محمد
- اك_ رسالة في الاحاديث المتواترة لشيخ على المتقى مختصره من رساله قطف الازهار المتناثر ه. ١٩٠٠
 - ١٩٢ ثلاثيات البخارى اجازه قرأة ، ص ١٩١ ١٩٢
- ساك الكلام في التراويح و الوتر من الشيخ قاسم (بن قطلوبغا) الحنفي احد العلما المتأخرين في مصر ، ص ١٩٣
 - ٧٤ رسالة في وصل التطوع بالفرضيه لشيخ قاسم ١٩٥ ١٩٦
- ۵ ـ _ رساله لسيوطى فى صلوته صلى الله عليه وسلم التر اويح عشرين ركعة، ص
- ۲۷ الكلام في القراآت و تو اتوها وحد القرآن العظيم ، مكتوبه ١١ جمادي الاول ٩٩٩ همكة
 معظم بص ٢٠٠١ ٢٠٠
- الكلام على الحشيشة التي يا كلونها المسماة بالقنب لابو عبدالله محمد بدر
 الدين بن عبدالله زركشي شافعي مصرى ، متوب عثوال ٩٩٩ هـ، ٢٠٢ ـ ٢٠٨
 - ٨ ـ ـ الكلام في المعاريج لبعض العارفين ، ص ٢١٣
- 94_ اسرار بیت الله و حجه لشیخ محیی الدین بن عربی ، کنو برمضان ۹۹۸ هکته ، م ۲۱۵
- ٨٠ ذكر امية بن ابى الصلت و قوله صلى الله عليه و سلم فيه آمن شعره و كفر قلبه ، ٣١٢
- ا٨٠ بيان عالم الملكوت و الجبروت و الشهادة من جواهر القرآن لغزالى ـ تقيم حسب زيل ب: من جواهر القرآن لامام الهمام ابى حامد محمد الغزالى حررت هذه السطور ظهرة يوم الاحد الرابع و العشرين من رمضان المبارك في الحرام الشريف من البلد الحرام قريب باب الصفا تجاه الكعبه زادها الله تعظيمها و تشريفها سنه تسع و تسعين وتسعمائة ، وانا الغريب المنكسر
 - عبدالحق حقى الدهلوى، ص٢١٧
 - ۸۲_ نصایح حکمای یونان، فارس، ۵۰ ۸۲

^^_ رسالة لشيخ نور الدين عبد الرحمن الاسفر اينى الى احدمن سلاطين الوقت فى التنبيه عن حقيقة السلطنة و كيفية نقلها عن الدوحة المباركه الميمونة الاسلاميه، فارى، ص ٢٥١ ـ ٢٥٣

۸۴_ مكتوبات شيخ نجم الدين احمد خيوقي الى نجم الدين على جاجرمي و مكتوبات شيخ احمد غز الى ، فارس ، ۲۵۳ – ۲۵۳

صفح ۲۰۹ پركى متاخركاتب فـ"الاحاديث الموويه عن الشيخ ابى الرضا رتن الهندى رضى الله عنه الفهاور تبها الشيخ الكبير قدوة ارباب الكشف علاء الدوله السمنانى قدس الله سره العزيز فى عشرة ابواب "القل كى بين ـ

صفحہ ۲۲۳-۲۲۵ پرفاری میں خط کی پیدایش کی خضرتاری ، خطوط ستہ کے نام اور اُن کے مختر عین اور اسا تذہ کے نام ہیں۔ آخر میں خط سنتعلق کا ذکر ہے اور بی ضمون اس جملے پر اختام پذیر ہوتا ہے: ''و امروز جادو رقمی که صاحب نفس [کذا: نقش؟] دلپذیر توان گفت، مولانا محمد حسین کشمیری است که برکاتبان روزگار چیره دستی می کند''۔

اس مجموعے میں متاخر کا تبوں کی مزید الحاقی تحریریں بھی ہیں جن کا ذکر ہم نے اس مقالے میں نہیں کیا ہے۔

اگراس مجموعے کی عکسی اشاعت کا اہتمام ہوجائے تو نہ صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خط محفوظ ہوجائے گا بلکہ بہت سے نا یاب رسائل کے متون اورا قتبا سات بھی منظرعام پر آ جا ئیں گے۔

استدراكات

الفتوحات المكيه والفيوضات المدنيه كاليمخطوط، پہلے بھی پاکستانی علاقوں میں تھا۔اس كے ایک پرانے ما لک عبدالحق ولد محمد بی آخوند زادہ ساكن شوہال واله كی اردوز بان میں ملكیت كی تحریر بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۹ هے/۱۹۰۴ء شروع میں موجود ہے۔شوہال نام سے موجودہ ضلع مانسہرہ میں دوبستیاں شوہال نجف خان اور شوہال معز اللہ ہیں۔ نسخے کے جلدسازمیاں نظام الدین امام مجد كا گل علاقہ گرھی حبیب اللہ خان ، تحصیل مانسہرہ ضلح ہزارہ تھے۔

بعد میں پیسخہ جاجی عبداللہ مرحوم ، ۲۱ اے نور الدین لین ، کلکتہ (کول کتہ) کے کتب خانے میں موجود تھا۔ جنوری ۱۹۲۳ء میں پیسخہ سیّر صغیر حسن معصوی صاحب نے وہیں دیکھا اور اس کے مندر جات پرایک مضمون ' شیخ محدث دہلوگ کی ایک نادر و نا یاب بیاض' ککھ کر' ڈاکٹر اشتیاق حسین قریثی یا دگاری مجلّد ہ' (اردو) ، شائع کردہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریثی اکا دی ، کراچی ، اشتیاق حسین قریثی اکا دی ، کراچی ، ۱۹۸۲ء ، صفحات اس ۲۳ میں چھوا یا۔ معصوی صاحب نے اپنے مضمون میں اس بیاض کا نام ' نبر رقتہ الا یمان' نبایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شخ محدث دہلوگ کو شخ عبدالقادر جبیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بے حدعقیدت ہے اور انھوں نے بیاض کے ورق ۱۰ پرشخ جبیلانی کی مشہور دعا مرحمتہ اللہ علیہ سے بے حدعقیدت ہے اور انھوں نے بیاض کے ورق ۱۰ پرشخ محدث دہلوگ کے اپنے برموجود ہے جس میں انھوں نے صاف طور پر کتاب کا نام ہاتھ کی تحریر نسخے کے پہلے صفحے پر موجود ہے جس میں انھوں نے صاف طور پر کتاب کا نام الفقو حات المکیہ والفیو ضات المدنیہ مقرر کیا ہے اور سیاس بیاض کے مندرجات کے مزاج کے الفقو حات المکیہ والفیو ضات المدنیہ مقرر کیا ہے اور سیاس بیاض کے مندرجات کے مزاج کے عین مطابق ہے کیوں کہ اس میں حواضوں نے حدود کیا ہے بیان ہو چکا ہے۔ شخ نے وہ رسائل اور تحریر سیج عین مطابق ہے کیوں کہ اس میں مارور ان سے فیضیاب ہوئے۔

ہمارے اس مضمون اور معصوی صاحب کے مضمون کے مندرجات تقریباً کیسال ہیں۔
دونوں مضامین کوسا منے رکھ کر کتاب کے مندرجات کی فہرست کی کمل تفصیل سامنے آتی ہے۔
شیخ محدث دہلوگ نے اپنے شیوخ طریقت شیخ علی متقی گجراتی (م ۱۹۷۵ھ) اور شیخ
عبدالوہاب متقی گجراتی (م ۱۴۱۲ھ) کے بعض رسائل اور ان سے حاصل کردہ اجازت نامے
الفقوحات المکیہ میں فقل کیے ہیں۔ شیخ محدث دہلوگ کی ایک دوسری فاری کتاب زاد المتقین فی
سلوک طریق الیقین میں ان شیوخ کے مفصل حالات ، حرمین میں ان سے ملاقاتوں کی فصیل ، ان
کی تصانیف کے کوائف اور شیخ عبدالوہاب سے ملنے والا خلافت نامے کا متن درج ہوا ہے۔ شیخ
محدث دہلوگ جن دیگر علاء مشابخ سے حرمین میں ملتے رہے ان کا حال بھی زاد المتقین میں درج کیا

ہے اور الفتوحات المکیہ میں ان میں سے بعض مشائ کے رسائل شامل کیے ہیں۔ دونوں کتابیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ زاد المتقین کا فاری متن ہمارے دوست ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا ہے صاحب (راول پنڈی) نے تھے وتعلیقات کے ساتھ کئی سال سے اشاعت کے لیے تیار کر رکھا ہے لیکن ہنوز حلی طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ تاہم زاد المتقین کے دوار دوتر آجم چھپ چکے ہیں: پہلا ترجمہ ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی، کراچی، ۱۹۱۹ھ مر ۱۹۹۹ء؛ دوسرا ترجمہ مسعودا نورعلوی، کاکوری، ۱۹۰۹ء)۔

ڈاکٹر محمود الحلیم چشتی، کراچی، ۱۹۱۹ھ مر ۱۹۹۹ء؛ دوسرا ترجمہ مسعودا نورعلوی، کاکوری، ۱۹۰۹ء)۔

ڈاکٹر محمود الحلیم چشتی، کراچی ہو تھا۔ اللہ اللہ اللہ دوران شائع ہو چکے ہیں۔

ایک فارسی رسالہ التجر یب الوافی فی الحبر الصافی راقم السطور کو پیشل آرکا تیوزاف پاکستان کے ذخیرہ مفتی (شارہ ۱۹۸۳اش) میں شالع کرواد یا تھا۔ بیدرسالہ روشائی سازی کی بہت تجربہ تھا۔ ای طرح احقر نے شخ کا ایک اور عربی رسالہ نعم المعیار روشائی سازی کا بہت تجربہ تھا۔ ای طرح احقر نے شخ کا ایک اور عربی رسالہ نعم المعیار والمقیاس لمعوف فہ مواتب الناس اپنے خاندانی اور استبول کے ایک خطوطی کی مدد سے مرتب کر کے استبول سے شابع ہونے والے پر چقصوف، شارہ ۳۵ ساسال ۲۰۱۵ء میں شابع کیا۔

کر کے استبول سے شابع ہونے والے پر چقصوف، شارہ ۳۵ ساسال ۲۰۱۵ء میں شابع کیا۔

کر کے استبول سے شابع ہونے والے پر چقصوف، شارہ ۳۵ ساسال ۲۰۱۵ء میں شابع کیا۔

السندی الاز بھری نے مرتب کر کے شابع کروا یا ہے (ناشر: دار الاحسان، قاہرہ ۱۲۰ ء میں النبی السندی الاز بھری نے مرتب کر کے شابع کروا یا ہے (ناشر: دار الاحسان، قاہرہ ۱۲۰ ء میں المحادی کے دستول سے ابوالبر کات حقل النبی دوسائل ہیں:

ا _هدايةربى عندفقدالمربى (شرحسلوك الطريق اذافقدالرفيق)_

٢_سلوك الطريق اذا فقد الرفيق_

التحذير عن الوقوع في المهلكة و البلية لمن شرع في علم الحقايق بلااهلية_

٣ ـ تذكار النعم و العطايا في الصبر و الشكر على الفقر و البلايا ـ

۵_نعم المعيار و المقياس لمعر فةمر اتب الناس_

٢_الغاية القصيافي معرفة الدنيا_

شخ عبدالی محدث د ہوی کی ایک اہم غیر مطبوعة صنیف زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

ہندوستان کے معاصر اور بعد کے تمام مورخین اس امر پر ایک رائے ہیں کہ نویں اور دسویں صدی ہجری میں جس شخصیت نے ہندوستانی مسلمانوں کے بھر ہے شیرازہ کو منظم کیا اوران میں علم حدیث کا خصوصا اور تمام اسلامی علوم کا عمو مااحیا فر ماکران کی فکری صلاحیتیں ابھاریں ، مسلم معاشرہ میں ایک نئی روح پھوئی ، مقصد حیات سے انجان لوگوں کو تیقی عرفان عطاکیا اور گم گشتگا نِ راہ کو صراطم منتقیم پرگامزن کیا وہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ذات ہے۔ ان کے اس ابدی احسان اور مسلمانوں میں سیاسی ، مذہبی ، علمی اور سیاجی اصلاحات کا ہندوستانی مسلمان بھی حق اوا نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ایسے نازک وقت میں پورے اسلامی معاشرہ کے نظم ونتی اور صالح شیخ عبد الحق کے اجداد میں آغا محد رک بخاراکے باشدہ شخے، وہ منگولوں کی قبل و غارت شری سے دل برداشتہ ہو کر ترکوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ نکل کر سلطان علاء الدین گلبی (۱۲۹۲ء۔ ۱۲۱۳ء) کے دور میں ہندوستان آئے۔ سلطان نے ان کی بڑی پندرگاہوں کی فتح پر مامور ملکی راموں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ گجرات اوراس کی بندرگاہوں کی فتح پر مامور اکا بر امرا کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ گجرات اوراس کی بندرگاہوں کی فتح پر مامور مونے۔ گجرات کی فتح کے بعدوہ و ہیں قیام پندیر ہوئے۔

مگرشیخ کے پرداداد، ملی آگئے اس وقت سے ان کے اخلاف کا مستقریمی رہا۔ شیخ نے اپنی مشہور تصنیف اخبار الاخیار کے خاتمہ میں اپنے اور اپنے خاندان کے حالات تفصیل سے درج فر مائے جواپنی جگہ استناد کے حامل ہیں۔ان حالات سے ان کے مسلک ومشرب کا بھی پینہ چلتا ہے۔ والد ماجد کی تعلیم و تربیت اور اپنی تحصیل علم کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ 'والد ماجد اپنی پیری و کمزوری کے زمانہ میں میری طرف اکثر متوجہ رہتے تھے۔جوانی ختم ہوجانے اور دوستوں کے انتقال کی وجہ سے آپ ایک مرتبہ خت بیمار پڑے ،اس زمانہ میری عمر تقریبا چارسال تھی ۔ میں آپ کی خدمت و دلد ہی کیا کرتا تھا آپ ہمہ وقت مجھ پر شفقت وعنایت فرمایا کرتے اور میری باطنی تربیت کرتے ، میں بھی ان باتوں کے سننے کا فطری طور پر شایق تھا۔ آپ باتیں کرتے کرتے خاموش ہوکر بالکل از خودر فتہ ہوجاتے تھے۔

جس ز مانه میں میری عمر دوڈ ھائی سال کی ہوگی اس وقت کی اکثر یا تیں اب تک مجھے یا د ہیں ، میں نے بغیر حروف جھی پڑھے پہلے دونتین پارے قر آن کریم کےاس طرح پڑھے کہ والد ما جد مجھے ایک ایک سبق لکھ کر دیتے اور میں پڑھتا جاتا،اس کے بعدان کی تربیت وشفقت کا بیا ثر ہوا کہ روز انہ جتنا قر آن کریم پڑھتا وہ ان کوسنا دیا کرتا تھا۔اس طرح دوتین ماہ کے اندر میں نے پورا کلام مجید پڑھ لیا اورجس طرح معلم صاحبان مدرسہ میں اپنے شاگردوں کورٹاتے ہیں میں نے رٹانہیں ٔ والد ماحد نے مجھے' ف' یا' ُ قٰ' یک تختی لکھائی تھی ،اس کے بعد شایدایک مہینہ میں مجھے لکھنے پر قدرت حاصل ہوگئ ۔انہوں نے گلستاں ،بوستاں ،دیوان خواجہ چافظ اورنظم کی مروجہ کتابیں خود پڑھائیں نیز میزان منشعب سے لے کر کافیہ کی بھی خود ہی تعلیم دی۔علوم نحو میں كافيه،لب الالباب اورارشاد وغيره كے بعض اوقات ايك نشست ميں سوله سفحے پڙھ جاتا اور شوق کا پیحال تھا کہ جب کوئی حاشیہ والی کتاب مل جاتی تواسے استاد سے نہ پڑھتا بلکہ اُکٹر اوقات اسےخود ہی پڑھ کرسمجھتا تھا۔ کیوں کہ علم کا حصول میرا نصب انعین تھا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسیه اور شرح عقائد نسفی پرهیس اور پندره سوله برس کی عمر میس مخضر معانی اور مطول ختم کی ،لوگوں کے خیال سے ہیں برس کی عمر میں فلسفہ،اوب،فقہ وحدیث وغیرہ پڑھ چکا تھااوراللّہ کا لا کھ لا کھ شکر ہے کہ اس کے بعد ایک سال کچھ دنوں میں قرآن کریم بھی حفظ کرلیا اور اس کی محافظت میں آیا اور وہ نعمت پائی جس کے ایک حرف کا شکریے بھی سوسال میں اوانہیں کرسکتا _غرض کہ تمام کتب مروجہ پر میں ننے عبور حاصل کیا ۔ پھر ادب ،فلسفہ علم کلام وغیرہ میں مہارت اور یڑھانے کی مشق کے لیے ماوراءالنہر گیااوروہان تحصیل علوم میں اتنامشغول رہا کے تعلیم مطالعہ کتب ہے شب وروز میں دوتین گھنٹہ کی فرصت ملی تھی'۔

عرض کہ آپ نے کم عمری میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل و پخیل کی اس کے بعد ۹۹۲ھ/ ۱۸۵۷ء حرمین شریفین روانگی تک وہ درس و تدریس اور افادہ میں مشغول رہے۔ د، ہلی کے قیام کے ساتھ ہی وہ کچھ صدفتے پورسیکری اور آگرہ میں بھی مقیم رہے فیضی کے ابتدائی دور میں اس سے آپ کے بڑے مراسم تھے اور وہ بھی آپ کا معتقد اور چاہنے والاتھا، وہ اپنی ہرتصنیف آپ کی خدمت میں جھیجنااور آپ کی گراں قدررائے کامتمنی رہتا تھا۔اس کے بعد ملک کے نا گفتہ ہاوردگر گوں حالات ،علمائے سوء کے ذریعہ جوافسوس ناک صورت حال پیدا ہوئی تھی اس میں بڑے بڑوں کا یہاں رکنامشکل ہو گیا تھا۔خلوت گزینوں کے لیےان کی عافیت اور گوشنشین کی جگہبیں ننگ ہو چکی تھیں ، دہلی آ گرہ اوران کے قرب وجوار کی فضاسب سے زیادہ متاثر ومسموم ہو چکی تھی ۔شیخ نے اس کی صراحت فر مائی اور لکھا کہ:

''چارہ گر بیارگال وراہ نمائے آوارگال مرابہ جانب خودطلبید ومن بے خانما را سلسلة شوق درگردن افکن وبهسوئے خانة خود کشیده من نامرا درابیدمنزل مرا درسانید لینی بدرگاه حبیب خوصلی الله علیه وسلم جائے داد'' (اخبار الاخیار: ۱۳۳۷) (بے کسوں کے مددگار، پریشان حالوں کے رہنمانے مجھے اپنی طرف بلالیا اور مجھ بے خانمال کی گردن میں زنجیر شوق ڈال کراپنے گھر کی طرف تھینچ لیااور مجھ نامراد کو منزل مرادتك يعني اپنے حبيب صلى الله عليه وسلم كى بارگاہ ميں پہنچاديا۔)

شیخ نے درس وتدریس اور رشدو ہدایت کی مسند پر فروکش ہوتے ہوئے تصنیف و تالیف کی طرف خصوصی توجہ کی اور بہ کنڑت محققانہ وعالمانہ کتب ورسائل تصنیف فرمائے ۔انہوں نے ا بيخ ايك رسالهُ " تاليف قلب الاليف بكتابية فهرسة التواليف " مين ا بيخ بهت سے رسائل و كتب کی فہرست درج فرمائی ہے جومجلس شیخ عبدالحق محدث وہلوی۔حیدر آبا دسندھ سے نگلنے والے مجله مصداق ۲۰۰۵ء میں شا کغ بھی ہوچکی ہے۔

پروفیسرخلیق احد نظامی مرحوم نے ۵۹ رسائل وکتب کی فہرست' حیات شیخ عبدالحق' میں حروف تبجی کے اعتبار سے درج کی ہے۔

زير نظر تصنيف "زاد المتقين في سلوك طريق اليقين "(فارى) اب تك غير مطبوعہ ہے۔ ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں اس کی خطی نسنج موجود ہیں۔

ُجیسا که عرض کیا گیا ہے شیخ کا حافظ غضب کا تھاا یک بار جو چیز پڑھ لی یاس لی وہ ذہمن میں بالکل نقش ہوجاتی تھی۔ان کا طرزِ تحریرخواہ وہ عربی زبان میں ہویا فارسی میں ان کی پروقار اور عالمان شخصیت کا نصرف آئینددار ب بلکه عربی سے فارس ترجمه میں تومعلوم موتا ہے کہ فارس تحریر طبع زاد ہے، خیالات اور زبان میں الی مما ثلت کہ ترجمہ پراصل کا دھو کہ ہوتا ہے۔

زاد المتنقین میں شیخ نے حرمین شریفین کے قیام کے دوران وہاں کے چیثم دید

حالات، علماومشائخ ،فقرا ومجاذیب اور صاحبان باطن کے حالات قلم بند فرمائے ہیں۔ بکثرت واقعات ایسے ہیں جن کا اولین اور بنیادی ماخذیبی تصنیف ہے۔اس سے حضرت شیخ کی فکر اور اصلی مشرب ومذہب کا بھی صحیح علم ہوتا ہے۔

دیباچ میں حمد و نعت کے بعد رقم طراز ہیں: 'اے خدا، اے پیدا فرمانے والے، اے بھے ہوؤں کوراہ دکھانے والے، اے غریبوں کے مونس وغم خوار، اے تلاش کرنے والوں کوان کی منزل مقصود تک پہنچانے والے، اے بے کسوں کی پرورش کرنے والے، اے نخوت پرستوں کے غرور کو خاک میں ملانے والے، نیاز مندوں پر کرامت کی بوچھار کرنے والے، تمام کم کردہ راہ تیرے متلاش ہیں ۔اے بخشش کرنے والے تنی ! زمانہ کی زبان تیری نعتوں کے شکر کی اوا کیگی سے گنگ ہے، تواپنی شناسائی کا نور ہمارے ول میں بھیر دے۔ اور آشنائی کا سرمہ آٹھوں میں لگادے تاکہ تجھے بہجان سکیں اور تجھ سے آشا ہو شکیں اور تجھے اپنادوست بنالیں۔ الخ''

بارگاہ رسانت صلی التدعلیہ وآلہ وسلم کے بعدان کا اشہب قلم جس ذات گرامی کی تعریف و توصیف میں رواں ہوتا ہے وہ سید نا حضرت شیخ عبدالقا در جبیلانی قدس سرہ ہیں۔

شیخ نے کتاب کی وجہ تصنیف کے بعد لکھاہے کہ اس وقت جب کہ ۱۰۰ ھے ہیں نے سب پچر تفصیل سے لکھا اور اس کا نام' نزادالمتقین فی سلو ک طریق الیقین''رکھا۔اگر صراط متنقیم اور منج قویم بھی اس کا نام رکھوں تو مناسب ہے اور اگر اس کا لقب میزان عدل اور دین حق کروں تو بھی بجاہے۔گمان ہے اگر کوئی سالک اس راہ پر چلے تو وہ منزل مراو تک پنچے اور اگر حاکم وقت اس کو دستور الحال بنائے تو راہ سے بے راہ نہ ہوگا ،

بيمفيدوا مم كتاب تين مقاصد پرترتيب وي گئي ہے:

پہلامقصد: حضرت شیخ علی متقی برہان پوری صاحب کنز العمال (۹۷۵ھ) کے احوال و آثار اور مقامات کے بیان سے تعلق ہے۔

ووسرامقصد: حضرت شیخ عبدالو ہاب متقی کےحالات ومنا قب کے شمن میں ہے۔ تیسرامقصد: حرمین شریفین میں مقیم بعض عربی و تجمی مشائخ وفقرا کے احوال و آثار میں۔ ان تمام بزرگوں اور مشائخ وفقرا کے حالات و وار دات کے بیان کے ذیل میں بہت سے ایسے واقعات بھی درج ہیں جن کا واحد ماخذ یہی تصنیف ہے۔ یہ بھی پیتہ چاتا ہے کہ حرمین شریفین میں اس زمانہ میں تصوف اور ارباب تصوف کا دور دورہ تھا۔

حضرت شیخ علی متقی (۹۷۵ھ) کے بیشتر وا قعات اور کیفیات کے ناقل شیخ عبدالوہاب متقی ہیں۔ بیمقصد دراصل پانچ ابواب پرمشتمل ہے: پہلا باب آپ کی ولادت، نام ونسب، کتاب عین العلم، گجرات آمد، آپ کی از دوا جی زندگی،سلطان مظفر بہادر شاہ کی حاضری، حاکم مندر دیو کی آمد، شیخ ابوالحسن مکری سے آپ کا تلمذ، شیخ ابن حجربیتی کمی، آپ کی وصیت وغیرہ سے متعلق ہے۔

دوسرے باب میں شیخ علی متقی کے بعض طور طریقے ،آ داب و عبادتیں،ملاعلی قاری،احادیث وسنن سے شیخ متقی کا غیر معمولی لگا ؤ،آپ کی قلت غذا،عرسوں کے مواقع پرآپ کا طریقہ، ترکی کے امراو حکام سے غرباو مساکین کے لیے وظائف مقرر کرانا،احباب کے ہمراہ حج کا سفر، خریط معتقبہ کا بیان وغیرہ ہیں۔

تیسرا باب آپ کے ارشادات وبعض واقعات سے متعلق ہے اس میں شیخ رحمت اللہ سندی کی مسالک الحج کا بیان اور مواہب لدنیہ کی وجہ سے آصف خان سے آپ کی ملاقات، مسند قضا پر آپ کا فروکش ہونا اور دومغر نی بزرگوں کا تذکرہ ہے۔

چوتھاباب آپ کے بعض خوارق وکراہات کے شمن میں ہے۔ آپ پر حالت سکر کا طاری ہونا اوراس میں مہدویت کا دعوی کرنا نیز اس کے ذیل میں بعض واقعات ، آپ کے مزار میں بارہ سال بعد بھی آپ کا جسم جوں کا توں مع کفن کے ویساہی رہنا اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہاوی کا آپ کے مزاریریا بندی سے حاضر ہونا بیتمام امور درج ہیں۔

پانچویں باب میں آپ کے بعض آخری حالات ، وصال کا واقعہ، آپ کی حیات ظاہری ہی میں وفات کی خبرمشہور ہوجانا ، اخیر وفت میں جنوں کی آمد، آپ کے ان کے نام دوخط نیز موت اختیاری کی پھیل اور مکہ معظمہ کی سیر وغیرہ کا بیان ہے۔

اسی باب میں آپ کی اہم عربی تصنیف رسالہ تبیین الطرق درج ہے (تصوف وسلوک میں اس ہم رسالہ کی شرح تنویرالافق کے نام سے آج سے تقریباً سواسوسال قبل حافظ شاہ علی انور قلندر علوی کا کوروی (۱۳۲۴ھ) نے فر مائی تھی اور ان کے خلف اوسط مولا نا شاہ تقی حیدر قلندر کا کوروی (۱۳۵۹ھ) (راقم کے حقیقی جدامجہ) نے اس رسالہ اور شرح کا سکیس اردوتر جمہ فر ما یا تھا جو ۳۳ سار میں طبع ہوا تھا ۱۲ منہ)

دوسرامقصد حضرت شیخ عبدالو ہاب متقی کے احوال وآ ثاراور کوائف سے متعلق ہے۔اس میں بھی ابواب اورفصول ہیں۔

اس میں آپ کے حالات، والدین، تلاش حق میں سیاحت، مکہ معظمہ آمد، خط نشخ و نستعلیق میں آپ کی مہارت، زود نولیی، شیخ علی متقی (آپ کے شیخ) کی ذات میں مکمل فنائیت، مشائخ وقت کا آپ کی فضیلت و بزرگ پر مکمل انفاق، فتوحات ونذور اور اعراس و فواتح بزرگاں کی

یا بندی، نذر سے حاصل کردہ رقم رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے خرچ کرنا، آ ہے کی اولا د، آپ کے طور طریقے ،تصوف وسلوک میں آ داب وارشادات نیز حضرات صوفیہ کے شطحیات، آپ کا مسلک وموقف ،فتوحات مکیہ،انسان کامل نیزشخ اکبروشیخ عبدالکریم جیلی کے متعلق آپ کی آرا ، ساع غنا،فقراومسا کین کی تحقیر سے آپ کا اجتناب بعلیم و تدریس کا طریقه، وعائے سیفی کی اجازت، مشائخ ہے توسل واستمداد ، حضرت غُوث الثقلین شیخ عُبدالقا ورجیلانی رضی الله تعالی عنه کے مرتبہ ومقام کی عظمت اور آپ سے عقیدت و محبت مسلوۃ الاسرار، رساله فقر محدی ياوررسول ومشائخ دونوں ئے توسل، پچھلے بزرگوں کا اصلاح وتربیت کا طریقه اور آپ کا ان کی ا تباع و پیروی کرنا،اوراد ووظا کف کا خاص اوقات میں التزام اوران کے طریقے ،مرید کرنے کا طریقہ،عرس کی اہمیت وحیثیت اور معنویت ، شیعہ اور مہدوی میں فرق ، آپ کے کتب ورسائل، حضرت بنده نوازگیسو دراز قدس سره کی زیارت اورتصرف،ان عجائب وغرائب کابیان جوشیخ عبد الوہاب متقی نے سفروسیاحت کے دوران ملاحظہ فرمائے یا ہے، ایک راجہ کا بیٹا ہونے کے لیے آپ ۔ سے تعویذ لینااور ولاَ دت کے بعد شکرانہ میں معد نیات کی کان کا پروانہ پیش کرناوغیرہ درج ہیں۔ یانچویں باب میں شیخ عبدالحق (مصنف) کی آپ کی خدمت میں حاضری،آپ سے اجازت وخلافت یانا، نیز آپ کی نگاه میں شیخ کا مقام و مرتبہ، جج اور مزولفہ میں حضرت علی کی زیارت، مدینه طیبه میں حاضری، اس کے آ داب، نیز حضرت شیخ عبدالحق کا نعتبہ قصیدہ (مع اردو ترجمه) شیخ علی متنقی کا فرموده درود شریف،سرور کا ئنات صلی الله علیه وآله وسلم کی مصنف کو زيارت، شيخ عبدالو ہاب كاشيخ عبدالحق كوَ مندوستان واپس جانے كاتھكم ، مونز الذكر كا دوسراجج ،حضور صلی الله علیه وآله وسلم کی زیارت،حضرت امام حسین کی زیارت جمکم کبیر ،فقر محمدی اورتیبین الطرق کا شیخ عبدالو ہاب سے درس لینا،حضرت عبداللہ ابن عباس کے مزار پرطا کف میں حاضری، دعائے حزب البحر اور حزب البركي سند، حضرت غوث الثقلين كے ايک شعر کی تشریح، ان کی عظمت و بزرگی ، شیخ عبدالحق کورخصت فرماتے وقت تبرکا حضرت غوث التّقلين شيخ عبدالقادرجيلاني كاخرقه مبارِ که عطا فرمانا نیز ہندوستان واپسی پرخواب میں برابرآپ (شیخ عبدالوہاب متقی) کی زیارت اور شیخ موصوف (عبدالحق) کوتعلیم وتر بیت فرمانا۔رخصت ہوتے وقت انہوں نے شیخ کو ایک طویل اجازت نام بھی عرنی میں عطافر مایا تھاوہ بھی اس میں (مع اردوتر جمہ) درج ہے۔ مذکورہ کتاب کا تیسرا مقصد اس دیار پاک کے بعض مشائخ ونقرا کے حالات پرمشممل ہے۔اس میں شیخ محمد بن عراق ، شیخ علی بن محمد بن عراق ، رحمت الله سندی ، شیخ ابوالحس بکری شافعی مصری نیزشخ مصری اورشیخ علی متق کے باہمی روابط ،شیخ کری کا شیخ متق کی قدر ومنزلت پر اظہار

خیال،شیخ محمہ بن طاہر پٹنی کا شیخ علی متقی ہے بیعت کرنا،شیخ محمہ بن شیخ ابوالحسن بکری کی حقایق ومعارف کے بیان پر قدرت ،حرمین شریفین میں محفل وعظ کا انعقاد،ان کی مجلس میں شیخ ابن حجر کی ہیتی کی کیفیت، شیخ محمر بکری کی بارگاہ رسالت میں حاضری منظوم عربی اشعار، شیخ زین العابدین وحضرت علی مرتضى سےخصوصی نسبت وعقیدت ،ستجاب الدعوات شیخ ابو بکر خطاب،شیخ شہاب ابن حجر کمی ہیتی ،شیخ عبرالحق محدث وہلوی کوحرم نبوی میں تدریس و درس کا حکم، شیخ اکبرمجی الدین این عربی کی کعبہ شریف ے گفتگو،مواہب لدنید کی تصنیف کا واقعہ سیاہ فام درویش، دیوانہ، گونگا نابینا فقیر، مکم عظمہ کے ایک دوسرے محذوب کا حال، یمنی عورت، ہندوستانی عورت، مدینه طبیبه میں محذوبوں کی کمی اور اس کا راز، مدینهٔ منوره میں تر کاری بیچنے والے کے عقیدت مندانه الفاظ، بارگاه رسالت صلی الله علیہ وآلہ وسلم میں حاضری، شفاعت، دعا نیز جنازوں کو آپ کے آستانہ مبارکہ پر لے جانا اور عرض واشت پیش ً كرنا،مولانا شيخ حاجى نظر الله بذحشى ،ايك مجذوب كى ان سے مبارزت كى دعوت اوران كى ہمت و جرأت اور مجذوب كى گرفت،اس مجذوب كے نعرہ اور مبارزت كى اصل حقیقت، مكم معظمہ كے ایک اہل ٹروت احمد راوی مجذوب نیز ان کی کعبۃ اللہ شریف کی قندیلوں کوتوڑنے کی وجہ،ان بزرگوں کی حضرت شيخ عبدالحق موصوف پرخصوصي عنايات ونواز شات اورمولا نانصرالله شيرازي، شيخ حبيب الله قادرى شيرازى،مولاناعبدالله سندهى،مولاناعبيدالله سندهى،شنخ رحت الله سندهى،فقيه محمرنائت،ميال خدا بخش دکھنی وغیرہم کے تذکرے ہیں۔میاں خدا بخش دکھنی کی بہت پہلے سے دوشنبہ کو جج ہونے کی پیشن گوئی اور اس کا سچ ہونا مندرج ہے۔ شیخ عبدالوہاب متقی کی سیاحت وسفر کے دوران متعدد واقعات، چیثم وید حالات علم کیمیا وسیمیا وریمیا سے متعلق بیانات ایسے ہیں جوبعض صاحبان کے ذہنوں میں خلجان پیدا کریں اوران کے ردوقبول میں تر دوہو گرجس طرح آج سے دس ہیں سال قبل جارے ذہن اور عقلیں سائنس وٹیکنالوجی کے ذریعے آج کے پیدا کردہ بہت سے معاملات اور امور پر انگشت جرأت دردہن کر کے انہیں قبول کر لیتی ہیں اس طرح روحانیت اور اس دنیا کے بیشتر معاملات کواسی تناظر میں قبول کرنے میں ردوقدح کی ضرورت نہیں۔

پهر بقول سرمد:

زیں گونہ کہ تو محرم اسرار نئہ می پندار می کہ دیگرال نیز نمینعہ اگرتم اپنی عدم صلاحیت وکور بختی کی وجہ سے محرم اسرار ومعارف نہیں ہوتو یہ کیوں سمجھتے ہو کہ دوسرا بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

یدا ہم تصنیف راقم سطوراحفر کے ترجمہا در مقدمہ کے ساتھ ۴ م ۱۳ صفحات ومتو سط تقطیع پر حال میں شائع ہوکر منصۂ شہود پر آئی ہے۔و ماتو فیقی الابالله علیه تو کلت و الیه انیب۔

يحميل الإيمان-اعتقاديات اسلام كي معتدل تفهيم

كتاب كأمنيج

حضرت شیخ عبدالحق محدث وہلوی قدس سرۂ (۵۲۰ھ) کی پھیل الایمان فارسی زبان میں عام لوگوں کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔ آپ نے اس کے لکھنے کی وجہ اور اسلوب کوخوو بیان فرما باہے:

اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کی روش پر عقائد اسلام اور مذہب برحق کے توانین بیان کیے گئے ہیں، اس کے اندر عظیم فوائد اور لطیف معانی کو واضح انداز میں اس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے کہ ان شاء اللہ تعالی دل میں اتر جائے گا اور باطن میں نور یقین پیدا ہو جائے گا۔ میں نے اسے ہرمومن اور طالب صادق کے لیے تحریر کیا ہے۔ گراہ ہے۔ حجے اقوال کو بیان کرنے اور مذہب حق کو ثابت کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ گراہ مذاہب اور اقوال باطلہ کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ ہی بحث وجدال اور قبل وقال کی راہ اختیار کی ہے۔ نیز عقلی دلائل اور فلسفیانہ موشکا فیوں سے اسے دور رکھا ہے تا کہ طالب حق شک واضطراب کے دلدل میں پھش کر کہیں مقصد سے دور زدورہ وائے۔

جب آپ اس کتاب کومطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ کتاب کسی عربی رسالہ کی شرح ہوگا کہ یہ کتاب کسی عربی رسالہ کی شرح ہے حالال کہ ایسانہیں ہے، بلکہ شخ نے خودا یک متن تیار کر کے اس کے ذیل میں عقائد بیان کیے ہیں، ہرمقام پرمتن کا وضاحتی وتشر بحی ترجمہ کیا ہے، اور پھراخیر میں پورے متن کو یک جا لکھ کراس کا قارتی میں ترجمہ کیا ہے، وارس کیا گا گا ترجمہ کیوں کیا؟ اس کا جواب آپ خودہی فم فرماتے ہیں:

اس رسالہ کو عربی زبان میں لکھنے کے دومقصد تھے:

پہلا ہے کہ کلمات مشائخ سے تبرک وتیمن حاصل ہو، تا کہ بدرسالہ معتمد اور اصل

ہوجائے اوراس کے اتباع میں جولکھا جائے اس کی فرع اور طفیلی ہو۔

دوسرامقصد حفظ واختصار ہے تا کہ ان الفاظ کو حفظ کر کیس اور اپنا وظیفہ بنالیں ، اس سے بہتر کون سا در دہوگا جو کہ دین کا اصل اصول ہے ادر ایمان کا نقذ وسر ماہیہ۔ جب ان الفاظ کا مجموعہ اجمالاً یا دہوجائے گا تو اس کے تمام معانی وتفاصیل اس کے ضمن میں ملحوظ ومتصور ہوں گے۔

چوں کہ اس رسالے کوعر بی کتاب کی بعض عبارتوں سے اختلاط وامتزاج کرنے میں ابہام کا اختال اور شبہ کا امکان پیدا ہو گیا تھا اس لیے رسالہ کے آخر میں الگ سے عربی الفاظ کوتھ پر کردیا گیاہے۔

شیخ نے ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ شیخ نے کتاب کو مہل اسلوب میں عوام الناس کے لیے عام فہم بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے، کتاب کو دلائل نقلیہ اور فلسفیانہ مباحث سے دور رکھا ہے، گمراہ فرقول کے عقائد اور ان کے استدلال وجواب سے کتاب کو پاک رکھا ہے، لیکن کتاب کے اندر کچھا لیے موضوعات بھی ہیں جن کوشیخ نے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے بدواضح ہوجا تاہے کہ شیخ وہلوی نے اعتدال ، اسلوب تحقیق منہجیت اور موضوعیت کا دامن ہاتھ سے جوانے نہیں دیا ہے بلکہ بعض مسائل میں معروضیت کو بھی خوب نبھایا ہے۔

ترتيب كتاب

شیخ محدث نے کتاب کی ترتیب عقائد کی عام کتابوں کی ہی ترتیب پررکھی ہے، ایمان باللہ، ایمان بر ملائکہ، ایمان بر کتب ساوی، ایمان بررسولان عظام، ایمان بر آخرت۔اس کے علاوہ بعض ان مسائل کو بیان کیا ہے جوامتیازات اہل سنت کے طور پر جانے جاتے ہیں، عام طور سے کتب عقائد میں مذکور بھی ہیں اورا خیر میں بعض کفریات بھی ذکر کیے ہیں۔

یہاں پر چندمسائل بطورخاص افادیت کے پیش نظر قارئین کے دوق کے حوالہ کیا جارہاہے: ایمان فرعون اورشیخ ابن عربی

فرعون کے تعلق سے جمہور علّما کا موقف میہ ہے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے، شیخ وہاوی نے اسی موقف کو ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے موافقین جیسے علامہ عبد الرحمن جامی، علامہ جلال الدین دوانی ، مخدوم اشرف جہال گیرسمنانی ، مخدوم علی مہائمی وغیرہ کی طرف سے پیش کی جانے والی تمام دلائل کا جواب دیا ہے، راقم السطور نے حاشیہ میں ان جوابات کو ایک اجمالی شکل میں پیش کر کے ان پر بھی کلام کیا ہے۔ اس حاشی کو بہال ذکر کرنا دکچیس سے خالی نہ ہوگا: صاحب کتاب شیخ عبد الحق محدث وہاوی نے اس باب میں این عربی کی نظریئر

ایمان فرعون کا چندوجوہ سے رد کیا ہے: (۱) ایمان پاس مقبول نہیں۔(۲) فرعون کے کفریر اجماع ثابت ہو چکا ہے۔ (۳) وہ صرف توحیدیر ایمان لایا اور صرف توحید پرایمان نجات کے لیے کافی نہیں۔ (۴) قرآن میں جہاں جہاں آل فرعون کے عذاب کا ذکر ہے اس میں فرعون واخل ہے۔ (۵) احادیث، آثار صحابہ اور اقوال سلف میں فرعون کے کفر وسرکشی کوضرب اکمثل کے طور پرپیش کیا گیا ہے۔ (٢) بيه سئلفقهي ہے،اس باب ميں كشف جحت نہيں،اس ميں ولائل نقليه اور قياس سے گفتگو ہوتی ہے۔ دوسرے مجتہدین کی طرح شیخ ابن عربی سے بھی ایک دومسئلے میں خطا کا امکان ہے، اس سے ان کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ابتدا کی تین دلیلیں ہی اہم ہیں اس لیےان پرروشنی ڈالنامناسب ہے۔ یاس کی تعریف مصنف علیہ الرحمۃ نے بیفر مائی ہے: موت کے وقت سختی اور تکلیف کا ملاحظہ کرنا اور احوال آخرت کا مشاہدہ کرنا ہے۔اس تعریف کےمطابق سوال ہیہ پيدا موتا ہے كه ﴿ حَتَّى إِذَا آذَرَكَهُ الْغَرِّقُ ﴾ سے ياس كيے ثابت كيا جاسكتا ہے؟ کیوں کہ مرنے والا بی صحیح معنوں میں بیہ بتاسکتا ہے کہاں پرنزع کی حالت طاری ہوگئ ہے،احوال آخرت کااس نے مشاہدہ کرلیا ہے۔ورنہ بیعام مشاہدہ ہے کہ کتتی غرق آب ہوجاتی ہے،اس پرسبھی سوار ڈوب جانے ہیں لیکن بھی کعض کو بحالیا جا تا ہے، کچھ بامراللہ خود ہی ساحل ہے ہم کنار ہوجاتے ہیں،مگراس صدمہ سے برآ ور نہیں ہوتے اور کچھ دنوں کے بعداس دار فانی کوچھوڑ دیتے ہیں۔اب یہ کیسے تعین ہوکہ کون ﴿ تَضَّى إِذَا آذَرٌ كُهُ الْغَرَقُ ﴾ كے بعد بھى موت كوشكست دے گا اور كون نہيں دےگا؟ جونہیں دے پائے گااس پر حالت نزع طاری ہوگی، اب بیتو مرنے والا ہی بتایائے گا کہ کس وقت اس پرنزع طاری ہوئی۔ ممکن ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کوآسانی کے ساتھ دریاعبور کرتے ہوئے دیکھا تواس نے بھی اس امید میں کہ میں بھی اگر بنی اسرائیل کی طرح القدرب العزت پر ا یمان لے آیا تو نجات یا جاؤں گا اوران کے ساتھ میں بھی دریاعبور کر جاؤں گا، کیوں کہاس حادثے میں فرعون اوراس کے فوجی جھی غرق ہو گئے اگر بہا بمان نزع کے عالم کا ہوتا توجس طرح عذاب اورخلود نار کے وقت قر آن میں آل فرعون کا ذکر

آیا ہے یہاں بھی ذکر ہوتا ، اس لیے کہ حالت نزاع میں فرعون کی کیا تخصیص

سار ہے فوجی بلکہ سار ہے کا فرایمان لے آتے ہیں۔والتداعلم

کفر فرعون پرمصنف کی ایک دلیل اجماع بھی ہے۔اس سلسلے میں عرض پیہ ہے کہ کیا فرعون کے کفر پر مرنے کی خبر احکام وعقا کد ہے ہے یا اس کا تعلق قصص امم ماضیہ اور تاریخی حقائق سے ہے، اگرا دکام وعقائد سے ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ جس نص سے اس کا ثبوت ہوا ہے اس کے معنی وولالت پراجماع ہے یا قیاس کے قبیل سے ہے تو کہا جاسكتا ہے كداس پراجماع قائم ہوچكا ہے،اس كى مخالفت كرنا ورست نہيں _كيكن فرعون كا عالت كفر ميں مرنے كاتعلق تاريخ سے بہسى تاریخي حاوث پراتفاق دلیل شرعی نہیں ہوسکتی ،احکام شرع پراتفاق واجماع دلیل شرعی ہے۔ یہاں بیسوال بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ کافر کو کافر نہ ماننا بھی کفر ہے۔اس کا جواب بیہ کہ جس کے نز دیک کفر ثابت ہووہ کا فر کہے اور جس کے نز دیک ایمان ثابت ہووہ ایمان کا قول کرے۔ہمارے کا فر کہنے یا نہ کہنے سے اللہ کے نز دیک کوئی کا فرنہیں ہوتا، ہاںجس پر جوظاہر ہواس کا حکم لگانے میں کسی کوکوئی اعتراض نہیں ہونا جا ہے۔ مصنف کی ایک دلیل بہجھی ہے کہ فرعون نے صرف توحید کا اقرار کیا،نجات کے لئے ا تناايمان كافئ نہيں ہے۔اس كا جواب بيہ كہميں سيسليم نہيں كدوه موسى عليه السلام يرايمان نهيس لايا كيول كماس في سيكها كميس اس ذات يدايمان لا تا مولجس يدين اسرائیل ایمان لائے۔اس سے موتی علیہ السلام پیدایمان لانے کی تفی کہاں ثابت ہوتی ہے جب کہ بنی اسرائیل موسی علیدالسلام کی تبلیغ ہی سے اللہ یدایمان لائے تواس توحید پدائیان ہی موی پدائیان لانے کے مترادف ہے۔ برسبیل تسلیم ہم مان لیت ہیں کہاس نے صرف تو حید ہی کا اقر ارکیا ہے تو اس سلسلے میں شفاعت کے شمن میں ہم نے حاشیہ میں یہ بات بیان کی ہے کہ توحیدیرا بمان بھی نجات کے لئے کافی ہے۔ به بات ملحوظ رہے کہ عذاب فرعون کے تعلق سے نصوص کثیرہ میں اشارات موجود ہیں جب کہ ایمان کے بارے میں صرف ایک مقام پیصراحتاً ذکرہے اور دونوں میں سے کوئی محکم نہیں،البتہ جمہورای کے کفر کی طرف گئے ہیں،اصل علم اللہ کے پاس ہے۔ میرے نزویک اس مسلے کا تعلق باب اعتقاد سے زیادہ تاریخ سے ہاس لئے اس مسككى وجهسيكسى كى تكفير قضليل يأب جابحث وجدل مناسب نهيس والله اعلم شیخ دہلوی نے اپنے موقف کومضبوط براہین و دلائل سے مزین کرنے کے باوجود شیخ محی الدین این عربی اور ان کے موافقین پر ملاعلی قاری کی طرح کوئی کلام نہیں کیا ہے، نہ تکفیر کی نہ

تصلیل، بلکهاس مسلکومجتهدین کی خطائی طرح شخ ابن عربی کی ایک خطاشار کیا ہے۔

كفار ومشركين كے خلود ناركا مسئلہ اور ابن عربي كاموقف

شیخ محدث دہلوی مسلہ سابقہ پر گفتگو کرتے نہوئے ایک مقام پرابن عربی کے ایک اور خطا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اتن بات تومسلم ہے کہ آ دمی سہوونسیان سے پاک نہیں ہے اور انہیا صلوۃ اللہ علیم اجعین کے سوا خطا و خلل سے کوئی بھی بشر معصوم نہیں ہے۔ جیسے خود شخ نے فتو حات میں یہ بات نقل کی ہے جس کوان کے تبعین بھی نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں کوئی آ یت خلود عذاب کے بارے میں نہیں آئی ہے، اگر ہے تو خلود نار کے بارے میں ہے اور جب دخول نار عذاب کو مستاز م نہ ہوگا۔ حالاں کہ قرآن یا کے میں چندم تعامات پر خلود عذباب کا فرآن یا کے میں چندم تا اس کے خلود عذباب کا فرآن یا ہے۔

بسیار جنتجو کے باوجود شیخ محدث کا بیدوعوی که' شیخ این عربی نے بیدکہاہے کہ خلودعذاب پر کوئی آیت نہیں ہے۔' نہیں پاسکا جو یا یااس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

جن لوگون کی موت نفروشرک پر ہموئی،ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اتنی بات تو سب کوتسلیم ہے،مگر سوال پیہے کہ ان کا عذاب دائمی ہے یا تکلیف وعذاب کی مدت گذار نے کے بعد انہیں دائمی راحت نصیب ہوگی اورا خیر میں جہنم سے نکال کرعذاب کوختم کردیا جائے گا،چاہے وہ جنت میں جائیں یا نہ جائیں؟

خلود نار کا مسکلہ اختلافی مسائل میں سے ہے، اس سلسلے میں علما سے اسلام کے سات اقوال ہیں جن کوعلامہ ابن ابی العزنے شرح طحاوی میں تفصیل نے قتل کیا ہے ان ہی مواقف میں سے ایک مشہور موقف شیخ محی الدین اہن عربی کا بھی ہے جس کوانھوں نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم میں کئی مقامات پرذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اہل ناری دوقتمیں ہیں:

(۱) گنہگار: جن کے جہنم سے نکالے جانے پر اہل سنت اور اس میں موافقت کرنے والے تمام فرقوں کا کوئی اختلاف نہیں۔اب ان کا نکالا جانا یا توسز اکی مدت پوری ہونے کے بعد ہوگا یاکسی شفاعت کے ذریعے یامحض اللہ عزوجل کے فضل واحسان سے ہوگا۔

(۲)وہ اہل نارجن کی موت کفروز ندقہ اورشرک پر ہوئی اور ان پر اللہ کی ججت قائم ہو پھکی بیلوگ جہنم سے بھی نہیں نکا لے جائیں گے۔

یکی اہل سنت وجماعت اور اکثر اسلامی فرقوں کا عقیدہ ہے کہ وہ جہنم سے نہیں نکالے جائیں گے بلکہ بغیر کسی تخفیف ورعایت کے اسی میں ہمیشہ طرح طرح کے عذاب دیے جائیں گے۔ اس مقام پر جمہور اہل سنت سے اختلاف کرتے ہوئے شیخ ابن عربی نے یہ دعوی کیا ہے کہ ایک معین مدت تک آخیس عذاب دیا جائے گا پھرائی آگ سے وہ لطف اندوز ہوں گے اور ان کا عذاب عذوبہ (مشاس) میں بدل جائے گا اور ہمیشہ ہمیش اسی حالت میں جہنم میں رہیں گے ہمی نہ لکالے جائیں گے اور میڈمت ایسی ہوگی کہ اگر آخیس جہنم سے نکلنے کا اختیار بھی و یا جائے تو وہ انکار کر دیں گے۔ جائیں گے اور خود ان کے تبعین دوگروہ میں مشاکخ اہل سنت اور خود ان کے تبعین دوگروہ میں سے ہوئے ہیں بھی نے اس قول کی تائید وتو شق کی ہے اور بعض نے بیر کہا ہے کہ سرے سے میں عربی کا یہ نظرینے ہیں ، ان کی کتاب میں دسیسہ کا ری گئی ہے۔

ہم یہاں ان دونوں نظریہ کے حاملین میں سے ایک ایک بڑے متندعالم وعارف کا کلام پیش کرتے ہیں۔

پہلاموتف: ابوالمواہب اما م عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) اپنی کتاب 'الیو اقیت و الحواهر فی بیان عقائد الا کابر میں موت کو ذرج کرنے کے سلسلے میں ابن عربی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

می الدین ابن عربی نے کہا: معلوم ہونا چاہیے کہ جب جہنم کے درواز ہے بند کرد کے جائیں گے، اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، وہ کھولتا ہوگا جس سے او پر کا حصہ نیجے اور شخو کی اور بی وجائے گا اور مخلوق کی حالت بھڑتی آگ میں رکھی ہانڈی کے کھولتے گوشت کی مانند ہوگی اور اہل نار کے عذاب کی یہ کیفیت بہت طویل ہوگی۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ جس نے بھی شخ ابن عربی کے بار ہے یہ شہور کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے بھی شخ ابن عربی کے بار ہے یہ شہور کیا کہ وہ اس سے نکالے جائیں گا ان رجواسی کے اہل ہیں وہ بھی مدت تعذیب کے بعد جہنم سے نکالے جائیں گا اس نے شخ پر جھوٹ گڑھا اور افتر اکیا ہے۔ اس طرح فصوص اور فتو حات میں دسیسہ کاری کی ہے جس نے بیہ ہا کہ شخ ابن عربی اس بات کے قائل ہیں کہ اہل دوز خ آگ سے لذت حاصل کریں گے، اگر انھیں اس بات کے قائل ہیں کہ اہل دوز خ آگ سے لذت حاصل کریں گے، اگر انھیں جہنم سے نکالا جائے گا تو استغاثہ کرتے ہوئے دوبارہ جہنم کی طرف لوٹنے کی جہنم سے نکالا جائے گا تو استغاثہ کرتے ہوئے دوبارہ جہنم کی طرف لوٹنے کی دیا جہنم سے نکالا جائے گا تو استغاثہ کرتے ہوئے دوبارہ جہنم کی طرف لوٹنے کی دیا جہنم سے نکالا جائے گا تو استغاثہ کرتے وقت میں اس نظر بیہ کو ایسا ہی خواہش کریں گے۔ میں نے بھی مجھ سے بتایا کہ لوگوں نے بہت سے باطل شخ شمس الدین شریف مدنی نے بھی مجھ سے بتایا کہ لوگوں نے بہت سے باطل کرد ہے ہیں۔ جوشخ سے منقول نہیں ہیں ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے داخل کرد ہے ہیں۔ جوشخ سے منقول نہیں ہیں ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے داخل کرد ہے ہیں۔ جوشخ سے منقول نہیں ہیں ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے داخل

جب شخ ابن عربی اہل طریقت کے نزدیک بالا جماع اکمل العارفین ہیں اور رسول اللہ سات کہ کرسکتے ہیں جو اصول شرع کے اللہ ساتھ آلیا ہے دائی ہم نشین ہیں تو الی بات کب کرسکتے ہیں جو اصول شرع کے ایک گوشہ کو منہدم کردے، جو جملہ ادبیان باطلہ اور دین حق کے درمیان دعوہ مساوات کو متازم ہو، اہل جنت اور اہل نار دونوں کو برابر کردے ۔ بیعقیدہ شخ کے مساوات کو متازم ہو، اہل جنت اور اہل نار دونوں کو برابر کردے ۔ بیعقیدہ شخ کی میری عقل ماری گئی ہوگی ۔ لہذا اے عزیز! ایسے شخص کی تعمل سے دبی رکھے گا جس کی عقل ماری گئی ہوگی ۔ لہذا اے عزیز! ایسے شخص کی سمت و بھر اور قلب کی حفاظت کرو، یہی میری نصیحت ہے، اللہ محصی سلامت رکھے ۔ سمت و بھر اور قلب کی حفاظت کرو، یہی میری نصیحت ہے، اللہ محصی سلامت رکھے ۔ سمت و بھر اور قلب کی حفاظت کرو، یہی میری نصیحت ہے، اللہ محصی سلامت رکھے ۔ سی جماعتیں جنمیں شریعت کے مسائل میں تبحر نہیں تھا، انھوں نے شیخ ابن عربی کی طرف سے مشہور مسئلہ دائی جہنم کے سختی کا جہنم سے نکلنے سے رجوع کیا، پہلے یہی طرف سے مشہور مسئلہ دائی جہنم کے مستحق کا جہنم سے نکلنے سے رجوع کیا، پہلے یہی لوگ اسی عقید ہے کو اپنوں کے مابین راز دارانہ طور پر بیان کرتے شے، اب انھوں نے تو یہ کرایا ہے، فالحمد لللہ د ب العالمین۔

(ص: ۲۴۲ ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت)

اس عبارت سے چند باتیں واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں:

امام شعرانی نے یہاں شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب دوسکے ذکر کیے اور ساتھ ہی اپنا میر موقف بیان کیا کہ دونوں میں سے کوئی بھی ان کا قول نہیں ہیں بلکہ ان پرافتر او بہتان ہے۔
پہلامسکہ یہ کہ جودائی اہل دوزخ ہیں وہ بھی ایک مدت کے بعد جہنم سے نکا لے جا ئیں گے۔
دوسرا مسکہ یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد دائمی اہل نار کے لیے عذاب عذوبہ کی صورت میں مدل جائے گا۔

جب کہ پہلامسلہ جس سے امام شعرانی نے ابن عربی کی برات ظاہر کی ہے وہ ان کی دونوں کتاب میں نہیں ہے لیکہ یہ توابن قیم جوزی کا ایک قول ہے۔ (دیکھیے ابن قیم کی یہ کتابیں: حادي الارواحي شفاء العليل الصواعق المرسلة)

ہاں! دوسرامسکلہ ابن عربی کی کتاب میں ہے کہکن امام شعرانی کہتے ہیں کہ دونوں ہی ان کی طرف غلط منسوب ہیں اور دونوں عقیدے باطل ہیں۔

ووسراموقف: امام عبدالغنى بن اساعيل نابلسى (١١٣٣ه) نے فصوص الحكم كى شرح فرمائى ہے،جس ميں انھوں نے بيسليم كيا ہے كہ ابن عربی نے اس مسئلہ كواپٹى اس كتاب ميں صراحتاً و كنايتاً كئى بار ذكر فرما يا ہے۔ امام نابلسی نے امام شعرانی کی طرح ابن عربی کی ان عبارتوں کوان کی کتابوں میں نہ ہی دسیسہ کاری کہا ہے اور نہ ہی اس عقیدہ کوشریعت کے خالف تھہرا کرتاویل کاراستہ اختیار کیا ہے بلکہ مزید توثیق وتصدیق فرمائی ہے۔فصوص کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب کفار اہل وعیر قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوجا ئیں گے تو وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اسی میں طرح طرح کے عذاب ویے جائیں گے، لیکن جبار کے وضع قدم کے سبب ان سے کفر کا وہم ختم ہوجائے گا اور خود ان پر حقیقت منکشف ہوجائے گی ، حدیث میں جبار کے وضع قدم کا ذکر اس طرح ہے: لا یزال النار یلقی فیھا وتقول: هل من مزيد, حتى يضع الجبار فيها قدمه, ثم تقول: قط, قط جَبْم میں جہنمیوں کو ڈالا جا تارہے گا اور وہ مزید طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ جباراس میں اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ بولے گی کہ بس بس یعنی اس قدر کافی ہے۔ (البخاري كتاب تفسير القرآن ٨٨٨م مسلم كتاب الجنةو صفتها ٢٨٨٨) جیار کے وضع قدم سے کفارا پنی طبیعت ومزاج کےمطابق جہنم میں ہی لذت محسوں کرنےلگیں گے، یہایک الگ ہی نعت ہوگی جو جنت نعیم اور جنت خلد سے مختلف ہوگی ، کیوں کہ ہر قوم کے لیے ایک ایسی نعمت ہوگی جودوسروں سے الگ اوران کے مرتبہ ومزاج کےمناسب ہوگی ،اہل ناراوراہل جنت کےسلسلے میں امرالٰہی ایک ہی ہے، ایک ہی امر کے شہود کے اعتبار سے دونوں فریق کے لیے الگ الگ نعمت و لذت ہے، کیوں کہ امداد کرنے والا ایک ہی ہے جس نے کہا ﴿ کُلَّا نُمِّدُ لَهُ وَلاَّ ءِ وَ هَوُّلاَءِ﴾ (اسرا: ۲۰) ہم اِنھیں بھی اوراُنھیں بھی مدوکرتے ہیں۔ لیکن بچلی خداوندی جنتی اورجہنمی میں سے ہرایک کے لیے الگ الگ ہوگی۔

ین و طداوندی می اور سی میں سے ہرایات سے پیالات اللہ ہوں۔ جہنمیوں پر جنی کی صورت وہی ہوگی جس کی طرف حدیث وضع قدم میں اشارہ کیا گیا یعنی ان کے نعمت کی کیفیت بختی وعذاب، زنجیرو بیڑیاں اور کھولتے پانی ہی کی شکل میں ہوگ۔ جب کہ اہل جنت کی نعمتوں کی کیفیت حور وقصور، ولدان وغلمان اور مختلف اقسام کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی صورت میں ہوگی، اہل نار کی نعمت روحانی ہوگی، اہل جنت کی نعمتیں جسمانی ہوں گی۔۔۔

وہ باطن جس میں رحمت ہے وہ مجلی ہوگی اور ظاہر میں عذاب ہوگا۔اس طرح عذاب عذوبہ میں بدل جائے گااورابدالآ بادتک بظاہر جیسے جہنم میں تھے ویسے ہی باقی رہیں گے۔ ابل نار کے عذاب کو [اب بھی] عذاب اس لیے کہا جارہا ہے کہ اب یہ العذوبة سے مشتق ہے یعنی اب یہ جوعذاب ہے اس کا ذا نقہ میشا ہوگا ،اگر چہ ظاہر میں بعینہ معاقب اور بھوک کی صورت میں باقی رہے گا۔۔

لیکن بیمسکلہا بسے اسرار ورموز میں سے ہے جس کی طرف اہل عقل وفکر کے لیے کوئی راستہ نہیں۔

اس کے باوجود بیمسکدظاہراحکام شرع سے بالکل ہی متصادم و مخالف نہیں ہے، نہ بظاہراس میں علائے بشری میں جکڑے بطاہراس میں علائے نشری میں جکڑے ہوئے لوگوں سے مستورہی ہوتے ہیں۔

(جو اهو الفصوص في حل كلمات الفصوص، فص اساعيلى، ا/ ۱۳۳۱، دار الكتب العلميه) اس كتاب كي دوسر مقام پرامام نابلسي فرماتے ہيں:

جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھے گا جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ سب ایک دوسرے کے قریب ہوجا تمیں گے اور کہیں گے بس بس ،اور بیاشارہ اس بات کی طرف کہ ان کے او پر بھی ذات الٰہی کے قرب کا غلبہ ہے اس قرب کے غلبہ میں جہنمی وجنتی سب شامل ہیں اور سب کے اندر اس عرفان کا غلبہ راشخ ہے ، اس مجلی خاص لیمنی وضع قدم کے وقت عذاب کے بعینہ تکلیف دہ ہونے میں باقی رہنے کے باوجود بھی اس عذاب سے آخیں لذت حاصل ہونے لگے گی جس کا ذکر شخ ابن عربی نے اپنی اس کتاب اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی ذکر فرما یا ہے۔اللہ کا شکر ہے اس انعام پر کیوں کہ ہے مسئلہ خاص فتوح میں سے ہے۔ (اللہ ۲۰۱۷)

امام نابلسي كى اس شرح وبيان سے چند نتائج سامنے آتے ہيں:

ا۔امام نابلسی میہ بالکُل ہی تسلیم نہیں کرتے کہ اس قسم کی عبارتیں شیخ کے خلاف ان کی کتابوں میں بطورسازش داخل کی گئی ہیں بلکہ وہ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ ابن عربی نے اپنی کتاب میں عذاب کوعذ و بہ میں بدل جانے کا ذکر کہیا ہے۔

۲۔ امام نابلسی ہی بھی اعتراف نہیں کرتے کہ بیٹ عقیدہ شریعت کے خلاف ہے بلکہ اہل ظاہر پراس اسرار کو نہ سجھنے کی وجہ سے وہ طعن کرتے ہیں کہ ان کا باطن مجوب ومستور ہے اور وہ بشری تقاضوں کی زنجیروں میں مقید ومحصور ہیں۔

سا۔امام شعرانی کے برخلاف امام نابلسی کے نزدیک بیعقبیدہ بدستور شریعت کی موافقت میں ہے بیا لگ بات ہے کہ بیاسرار ورموزعقل وفہم سے بہت دور ہیں۔ ۳۔ یہ عقیدہ یعنی عذاب کا عذوبہ میں بدل جاناامام نابلسی کے نز دیک فقوحات الہیہ سے ہے اوراس انعام پر یعنی اس اسرار کی معرفت پر انھوں نے اللّٰہ کاشکر بھی ادا کیا ہے۔

۵۔ اس سے یہ جھی شمجھ میں آگیا کہ ابن عربی نے عذاب کے دائمی ہونے یا اس سلسلے میں کسی آیت کے نہ ہونے بیان فر ما یا ہے، بلکہ کسی آیت کے نہ ہونے کا دعوی نہیں کہا ہے جیسا کہ عبد الحق محدث وہلوی نے بیان فر ما یا ہے، بلکہ ایک مدت مدیدہ کے بعد عذاب کی صورت باقی رہتے ہوئے جلی الہی کی وجہ سے اہل نار کا ذوق بدل جائے گا۔ وہ اسی میں رحمت محسوں کریں گے۔

يجزيي

ایمان فرعون اور خلود عذاب جیسے مسائل میں ابن عربی کے تعلق سے علما و مشائخ کی آرا مختلف ہیں: بعض نے ان جیسے مسائل کو اسرار ورموز سے ثمار کرایا ہے اور اہل ظواہر کے اعتراض کو کا لعدم قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے ان مسائل کو ابن عربی کی کتابوں میں دسیسہ کاری کہا ہے اور ان کو ان تہتوں سے بری قرار دیا ہے۔ جب کہ بعض نے دوقدم آگے بڑھ کر ان مسائل کی وجہ سے ابن عربی کو دوسرے برعتیوں کی طرح ضال مضل بلکہ کا فرتک کہددیا ہے۔

ہارے پاس دوراستے ہیں:

ایک راستہ عام لوگ؛ طالبین ومریدین اور اہل ظواہر کے لیے ہے کہ وہ ابن عربی اور ہندوستان میں سیرخوث علی قلندر پانی پتی جیسے لوگوں کو پڑھیں ہی نہیں، کیوں کہ یا تو وہ خود گمراہ ہول گے اور کم فہمی کی وجہ سے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے یا ان خاصان خاص پر نفذ کر نے فتنہ کا دروازہ کھولیں گے یا کم از کم تکبر میں مبتلا ہوکرا پنے آپ کومعرفت کے دروازے سے دوررکھیں گے جوان کے لیے محرومی کا باعث ہے۔

دوسراراستہ اصحاب ممکین اور اہل تاویل کے لیے ہے کہ وہ ابن عربی کی کتابوں کوخوب پڑھیں، ان سے حظ اُٹھا تیں، جہاں تک ممکن ہوسکے ان کی ان باتوں کو جوظا ہر شرع کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، ان کی تاویل کریں اور سے مجھیں کہ ابن عربی کی ان باتوں کے چیچھے ایسے معانی پوشیدہ ہیں جے ہم نہیں جان پائے، ایسے اسرار ہیں جوہم پراٹجی تک نہیں کھلے ہیں، ان کا مسلہ اللہ رب العزت کے سپر دکر دیں اور ان پر بے جانفذ کرنے سے اپنے آپ کو بچا تیں۔

اس کے ساتھ ان اسرار کو نہ جائنے پر ملول بھی نہ ہوں ؛ کیون کہ اصل بندگی ہے، صبر ورضا ہے ، اخلاص وللّہیت ہے، کیوں کہ بیاصحاب اسرار ومعارف اور اصحاب کشف وکرامت بہت سارے سادہ لوح صدیقین کی گرد راہ بھی نہ ہوں گے۔اس کی مثال حضرت موہی اور خضر کے واقعے میں بھی تلاش کی جاسکتی ہے۔ كيااصحاب رسول امت ميں سب سے افضل ہيں؟

جب میں نے حضرت عبد العلیم آئی غازی پوری کا بیشعرسنا اور پڑھا تھا:

یو چھتے ہو شہ جبلال کے فضائل آئی

ہر فضیات کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

اسی وقت اس بات کا خدشہ لگنے لگا تھا کہ جمہور کے برخلاف علا کی ایک جماعت الیمی مضرور ہوگی جنھوں نے عام صحابہ پر، جن کے متعلق صحابیت کے علاوہ کوئی مزید فضیلت وار ذہیں، بعض علا اور مشائخ کی افضلیت کا قول کیا ہوگا لیکن اس حوالے سے بھی کوئی بات نظر سے نہیں گزری۔اچا تک تکمیل الایمان کے مطالعے کے دوران شیخ محقق کی بیعبارت و یکھنے کوئی:

صحابہ کرام کا تمام امت سے افضل ہونے کے موقف سے سب سے پہلے جس نے اختلاف کیا ہے وہ الوعمر بن عبد البر ہیں، جوشہور علمائے حدیث میں سے ہیں۔ افھوں نے ہی بیجا تزقر اردیا کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے بعد بھی کوئی ایسا شخص آئے جو مرتب میں ان کے برابر ہویاان سے بڑھ کر ہو۔ اس مسئلے میں افھول نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ الْمُعَطِّو لَا يُدُدَى أَوَّ لَهُ خَيْدَ أَوْ آخِونُ وُ (۱) میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم اس کا اول بہتر کہ آخر۔

اس عبارت کے بعد شیخ محدث نے اس گروہ علما کے پیش کردہ دلائل کوا جمالی طور پر نقل کیا اوراخیر میں فیصلہ کن انداز میں ان کے موقف کار دکرتے ہوئے لکھا:

لیکن تحقیق اور مختار مذہب وہی ہے جو جمہور علما کا موقف ہے۔ رہی افضلیت و برتری جو بعدوالوں کے لیے ثابت کی گئی ہے وہ ایک خاص وجہ کی بنیاد پر ہے یعنی بغیر و یکھے ایمان لانے کی وجہ سے ہے۔ لیکن کلی فضیلت صحابہ کرام کے لیے ہی ہے اور جزوی فضیلت کلی فضیلت سے معارض نہیں ہوتی۔

جب کہ شیخ کے جواب میں اس گروہ علما کی طرف سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اصل فضلیت عرفان الٰہی، اخلاص وللہیت، زیادتی عمل اور کثرت ثواب ہے، نہ کہ فقط جسمانی صحبت، کیوں کہ مشائخ عظام کو بھی معنوی صحبت حاصل ہے، ہاں! جو صحابہ ان تمام خصوصیات کے حامل رہے ہیں، ان کی افضلیت میں کوئی شک و شہبہ نہیں بلکہ قرآئی آیات میں جتنے فضائل وارد ہیں سب آجیس کے لیے ہیں۔ فضلیت میں کوئی شک و شیخ نے اس اہم سوال کا جواب بھی ان الفاظ میں دینے کی کوشش کی ہے:

⁽۱) سنن الترندي، ابواب الامثال (۲۸۲۹) منداحمه، از انس (۱۲۳۲۷) حدیث صحیح ہے۔

کیکن صحیح میہ ہے کہ جمال مصطفی صابعیاً ایکی کے دیدار پر انوار کے سبب حاصل ہونے والى معرفت نسے بڑھ كركوئى بھى فضيلت، كوئى بھى مرتبہ اور كوئى بھى كرامت نہيں، اگر جداولیا کو آمخضرت سانتین کی محبت معنوی حاصل ہے پھر بھی وہ اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے ۔واللّٰداعلم ۔

خلافت ابوبكركا ثبوت أورابل تشيح كاعتراضات كاجواب

شیخ نے خلفا سے راشدین کی خلافت کو صحابۂ کرام کے اجتہادوا جماع سے ثابت مانا ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی نص کے صری کی قطعی الدلالة ہونے کا انکار کیا ہے لیکن اہل تشیع کی طرف سے سب سے زیادہ حضرت ابو برصدیق رضی التدعنہ کی خلافت پر اعتراض کیا گیاہے اور بیثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ غاصبانہ طور پر حضرات صحابہ نے امر خلافت کو حضرت ابو بکر کے سپر دکر دیا ہے،اسی لیے شیخ نے ان کے ہراعتراض کااختصار کے ساتھ کمل جواب دیا ہے، بلکہ کوشش کی ہے کہ ان کی ہی معتمد شخصیات کے اقوال سے ان کار دکیا جائے تا کہان کے پاس تسلیم کے سواکوئی چارہ نہ ہو۔

حضرت الوبكراورسيد ناعلي كي خلافت كے دعوى قطعيت كا حائزه

بعض اہل سنت کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں بیروعوی کیا جاتا ہے کہ آپ کی خلافت نص قطعی سے تابت ہے، اسی طرح شیعہ حضرات کی طرف سے بیدوعویٰ کیاجا تا ہے کہ سید ناعلی رضی اللہ عنہ کی خلافت پرنص قطعی موجود ہے۔ شیخ محقق نے جانبین کے ولائل کے جائزہ سے پہلے ہی اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے

تحریرفر مایا ہے: محققین کے زو یک مختار ہے ہے کہ کسی بھی جانب نص قطعی نہیں ہے، یعنی پیغیبر صلی تفالیکر نام قطعہ میں مساور نے ہی مولا کے سے نہ خلافت ابو بکرصدیق کے بارے میں نص قطعی وارد ہے اور نہ ہی مولائے کا ئنات کی خلافت کے بارے میں کوئی نص قطعی منقول ہے۔

اس کے بعد طرفین کے دلائل کا جائزہ پیش کیا ہے اوران کےمسکت جواب دیے ہیں۔ اخیر میں دوبارہ ایناموقف ذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حق بہ ہے کہ خلافت ابو بکر ،صحابہ کے اجتہاد واجماع سے ثابت ہوئی تھی اور اجماع کے لیے سی بھی طرح کی نص چاہیے اگر حیدوہ نص طنی غیر قطعی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ

اصول فقد میں بیان کیا گیاہے۔ صحابہ میں سے کسی کی بھی افضیلت قطعی نہیں

صحابہ کے درمیان افضلیت کے سلسلے میں احادیث متعارض ہیں، جمہور نے افضلیت بر

ترتیب خلافت کوتسلیم کیا ہے لیکن شیخ وہلوی نے اس موقف کے ساتھ اس سلسلے میں وارد ہونے والے تمام اقوال وآرابھی نقل کیے ہیں جیسے ؟

لا امام مالک سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: مَا أَفَضِلُ عَلَیٰ بِصْعَةِ مِنَ النّبِيّ مَلَى اللهُ عَلَیْ بِصْعَةِ مِنَ النّبِيّ مَلَى اللهُ عَلَیْ اللهُ عَلَیْ اللهُ عَلَیْ اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَمَ أَحَدًا۔(۱) میں جگر پار ہَ رسول سائٹ الیّلِ پر کسی کوجی فضیلت نہیں ویتا۔

الله عنها کا ایک قول بیان کیا ہے، آپ فرماتی ہیں: مَا رَأَیْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ عَنْوَ أَبِیْهَا (۲) میں حضرت فاطمہ سے ان کے والدنی اگرم سائٹ ایک تیا وہ کسی کو افضل نہیں یاتی۔

√ بعض فقہائے محدثین نے کہا کہ خلفاے اربعہ کی افضلیٹ اولا دیپغیبر کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے بعنی اولا درسول سب سے افضل ہیں۔

افضلیت کے سلسلے میں ان کے علاوہ بھی کئی دوسری آرا ہیں لیکن اصل مسکلہ افضلیت بر ترتیب خلافت اور مولی علی کی علی الاطلاق افضلیت کا ہے اور افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کی در تکی کا ہے؟ جمہور اہل سنت جو افضلیت برتر تیب خلافت کے قائل ہیں، ان کے بالمقابل ہم بہاں پر حضرت علی کی افضلیت کے سلسلے میں متقد مین ومتاخرین علما کے اقوال پیش کرتے ہیں: قاضی ابو بکر محمد بن طیب باقلانی بھری (۱۳۳۸ھ - ۲۰۲۸ھ) جو ایک عظیم اصولی اور متعظم ہیں، جنھیں چوتھی صدی ہجری کا مجد دبھی کہا جاتا ہے، اپنی کتاب 'منا قب الائمة الاربعہ' میں لکھتے ہیں:

⁽۱) ملاعلى قارى/مرقاة المهفاتيح. كتأب المهناقب والفضائل، باب مناقب الل بيت النبي (٩/ ٣٩٢٥) (۲) طبراني، المحجم الاوسط (٢٧٢)

تفضیل حضرت علی کا قول کثیر صحابہ کرام کے نز دیک مشہور تھا جیسا کہ عبداللہ بن عباس، حذیفه بن بمان عمار بن باسر -جابر بن عبدالله انصاری - ابی الهیثم بن تیمان اوراس کےعلاوہ دوسر بےاصحاب سے بھی بہ قول روایت کیا گیا ہے۔... روایت ہے کہصحابہ کی ایک جماعت حضرت ابو ہکر کے زمانے میں اوران کے مابعد بھی مولاعلی کی افضلیت کاعلی الاعلان اظھار کیا کرتی تھی۔ان میں سے ایک نام عبراللدا بن عباس رضي الله عنه كالجهي ہے۔انھوں نے خوارج سے كہا تھا: ''ميں تمھارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر اور قبول اسلام میں سب سے مقدم ہے۔ حابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: الله کی قشم حضرت علی رسول الله سالین ایلیا کے بعد خیر البشر ہیں ۔حضرت حذیفہ اورعمار رضی اللّه عُنهما کی رائے بھی اسی طرح تھی ، یہ دونوں حضرات کہا کرتے تھے کہ حضرت علی اسلام میں سب سے مقدم ہیں اور دین الی کا سب سے زیا دہ علم رکھتے ہیں اور امت اور اس کے رسول اللہ صافیۃ اللہ کے معاملہ میں صحابہ میں سب سے ز بادہ حقدار ہیں ،اوران کےعلاوہ بھی صحابہ کرام سے بہالفاظ منقول ہیں ۔ ابوالہیثم التیمان سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: اے لوگوں ہم نے عثان کی وفات کے بعد خلافت کی باگ دوڑ اس شخص کوسو نیی جوسب سے بڑھ کررسول اللہ صالته الله کے قریب اسلام میں سب پر مقدم علم میں سب سے بڑا اللہ کے وین کا سب سے بڑا فقیہ اور امت کا سب سے بڑا خیرخواہ ہے۔ پس اللّٰدتم پر رحت فرماے،اینے امام کی طرف قدم بڑھاو۔ایہا ہی قول عمار بن یاسر،زید بن صوحان، قعقاع بن عمرو، حجر بن عدی اور مولاعلی کے پیروکاروں کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے۔بعض روایات کے مطابق عمار رضی اللّہ عنہ نے کوفیہ میں اپنے قیام کے آخری آیام میں فرمایا: ' 'نہیں اسلام میں الیی سبقت نصیب ہوی جو كسى كونه بهوى لهذاتم ان كى طرف قدم برُ هاؤ ـ' (ص: ۲۹۴ ، داراكمنتخب العربي) علامه ابن حزم ظاہری (۴۵۲ھ)نے اپنی کتاب''الفصل فی الملل والأهواء والنحل "كى بحث" الكلام في وجوه الفضل والمفاضلة بين الصحابة "(٩٠/٣) مين صحابہ کے درمیان افضلیت کے سلسلے میں تابعین اورائمہ مجتہدین کے دس سے زیادہ اقوال نقل کیے

بي، ان مين سے پهلاقول مولى على كرمدالله وجهدكى افضليت كواس طرح بيان كيا ہے: اختلف الممسلمون فيمن هو أفضل النّاس بعد الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام فَذهب بعض أهل السّنة وَبَعض أهل الْمُعْتَز لَة وَبَعض المرجئة وَجَمِيع الشّيعَة إِلَى أَن أفضل الأمة بعدرَ سُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلَيْ بن أبي طَالب وَقدروينَا هَذَا القُول نصاعَن بعض الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم وَعَن طَالب وَقدروينَا هَذَا القُول نصاعَن بعض الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم وَعَن جماعَة من التَّالِعين وَالْفُقَهَاء مسلمانول نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ انبیا کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ بعض المسنت، بعض معتزله بعض مرجیه اور تنبیا کے بعد امت میں تمام شیعہ اس قول کی طرف گئے ہیں کہ مولاعلی نبی کریم سائن ایک ایک سب سے افضل ہیں اور یہ قول ہمیں بعض صحابہ سے اور تابعین اور فقہا کی ایک مجاعت سے صراحتا منقول ہے۔

عالم عرب کے معاصر محقق علامہ مجمد حسین ذہبی بعض صحابہ کے موقف ؛ افضیلت سیدناعلی اوران ہی حضرات کی جانب سے خلافت سیدنا ابو بکر کی بیعت کے مسئلے کو بہت ہی اچھے انداز میں تطبیق کی کوشش کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ويظهر لنا أن هذا الحب لعلى وأهل بيته, وتفضيلهم على من سواهم, ليس بالأمر الذي جَدَّو حدث بعد عصر الصحابة, بل وُ جِدَمن الصحابة من كان يحب علياً ويرى أنه أفضل من سائر الصحابة, وأنه أولى بالخلافة من غيره, كعمَّار بن ياسر, والمقداد بن الأسود, وأبى ذر الغفارى, وسلمان الفارسى, وجابر بن عبد الله... وغيرهم كثير غير أن هذا الحب والتفضيل لم يمنع أصحابه من مبايعة الخلفاء الذين سبقوا علياً رضى الله عنه, لعلمهم أن الأمر شورى بينهم, وأن صلاح الإسلام والمسلمين لا بدله من شمل متحدو كلمة مجموعة.

(التغییروالمفرون،الشیعة ومقفهم من تغییرالقرآن الکریم،۲۰) یه بات ہم پر ظاہراور واضح ہے کہ سیدناعلی اور اہلبیت کی محبت کو اور مولی علی کی تمام صحابہ پر افضلیت کا مسئلہ کوئی الیمن نئی بات نہیں جو عبد صحابہ کے بعد وقوع پزیر ہوئی ہو بلکہ بہت سے اصحاب ایسے ہیں جو کہ مولی علی سے محبت رکھتے تضے اور ان کوتمام صحابہ سے افضل اور خلافت کے لیے اولی سمجھتے تنصے جیسے کہ عمار بن یا سم ،مقداد بن اسود، ابوذ رغفاری، سلمان الفارسی، جابر بن عبداللد انصاری وغیرہ ... کیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے بھی حضرت علی سے پہلے تینوں خلفا کی بیعت سے انکار نہیں کیا کیوں کہ انتہاں کے مشورے پر نہیں کیا کیوں کہ انتہاں کے مشورے پر نہیں کیا کیوں کہ انتہاں کے مشورے پر نہیں کیا کیوں کہ انتہاں کے مشورے پر

موقوف ہے اور اسلام ومسلمانوں کی صلاح وفلاح کے لیے اجتماع واتحاد ضروری

ان تمام اقوال سے واضح ہو گیا کہ بہت سے صحابہ، تابعین اورسلف صالحین افضلیت علی کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس عقیدہ کو بھی بھی بدعت یارفض سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

افضلیت کا مسکه شروع سے مختلف رہا ہے ، کیوں کہ اس باب میں کوئی نص صرح نہیں ہے ، فضائل صحابہ کی احادیث متعارض ہیں ،جس نے بھی جو پچھ کہاظن و تخصینداور قباس واجتہا دسے کہا ہے ،اسی لیے سی بھی منصف مزاح نے اپنی رائے کوقطعیت کا جامنہیں پہنایا۔

علامه ابن جَرَكَى (٣٥٩ه) جوحفرت الوبكركى افضليت پراجماع ك قائل بين، اپنى الصواعق المحرقة على اهل الرفض و الضلال و الزندقة "مين فرمات بين:
وَمِمَّا يُؤَكِدُ أَنه هُنَا ظَنِي أَن المجمعين أنفسهم لم يقطعوا بالأفضلية
المُذُكُورَة وَإِنَّمَا ظنوها فَقَط كَمَا هُوَ الْمَفْهُوم من عِبَارَات الْأَئِمَّة
و إشار اتهم و سبب ذَلك أَنَّ المُمْشَأَلَة الْجَتها دِيَة

وہ بات جواس باب میں اجماع کوظنی بتاتی ہے یہ ہے کہ خود اجماع کے قاملین نے ہی کبھی افضلیت مذکورہ کوقطعی نہیں مانا ہے، انھوں نے افضلیت کا قول صرف ظن و تخمینہ سے کیا ہے، یہ بات ائمہ کی عبارات اوران کے اشارات سے واضح ہے، اس کا سبب میہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہا دی ہے۔ (ص: ۱۲۲)

اس عبارت کے بعد علامہ ابن حجر کمی کی ہی بات کوشیخ وہلوی نے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے کہ اس باب میں افضلیت کا معنی کثرت ثواب ہے اور کثرت ثواب کا دار ومدار اسباب و طاعات پر ہی منحصر نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی مشیت کے تابع ہے جس کا ہمیں حتی علم نہیں اس لیے اس سلسلے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جاستی اور نہ ہی ہم اس کے مکلف ہیں ۔ شیخ کی عبارت کو بغور ملاحظہ کریں:

جان لوکہ مسئلہ افضلیت اس قبیل سے ہے کہ اس میں جزم ویقین کی کوئی گنجائش نہیں ہے، عقل کے لیے افضلیت بمعنی کثرت ثواب کی معرفت کا بطریق استدلال کوئی راستہ نہیں ہے، اس کی دلیل نقل اخبار کے سوا پچھنہیں ہوسکتی اور پیمسئل عمل سے متعلق بھی نہیں کہ مض ظن پراکتفا کیا جا سکے بلکہ پیمسئل توعلم واعتقاد سے ہے جس میں جزم ویقین ہی مطلوب ہے طرفین کی جانب سے ذکر کردہ فصوص آپس میں متعارض ہونے کی وجہ سے طور پر پچھ بھی دلالت نہیں کرتے۔ان فصوص کی اختصاص پر دلالت کرنے کی

وجہ کشرت ثواب کے اسباب کا زیادہ ہونا تو ہوسکتا ہے لیکن کشرت ثواب کے اسباب کا زیادہ ہونا تو ہوسکتا ہے لیکن کشرت ثواب کے اسباب کا زیادہ ہونا زیادہ ہونا زیادہ ہونا نیادہ بھی صاصل ہوتا ہے، کسی سبب سے متعلق نہیں ہوتا۔ اللہ سجانہ وتعالیٰ اگر چاہے تو غیر مطبع کوثواب و سے اور مطبع کونہ دے، جیسا کہ پہلے ہی عقائد کے باب میں معلوم ہواہے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ شیخ نے وسعت قلبی اور توسط واعتدال کا ثبوت دیتے ہوئے افضلیت کے باب میں کسی کے قول کو بھی قطعیت کا درجہ نہیں دیا ہے، اگر چہ جمہور کے مسلک ؛ افضلیت برتر تیب خلافت، ہی کی تائید وتوثیق کی ہے۔

اسی سے بہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ خلافت راشدہ کا منکر گمراہ ہے کیوں کہ خلافت اجماع سے ثابت ہوئی ہے کیکن افضیات کے سلسلے میں صحابہ ہی میں اختلاف رہا ہے جبیبا کہ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوجا تا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ان اقوال میں سے سی قول کی بنیاد پر کسی بھی صحابی کو افضل قرار دیتا ہے تو ہم اس پر کوئی تھم نہیں لگا نمیں گے مگر شیخین پر تیمرا کرنے والے کی ضرور تفسیق وضلیل کریں گے، البتہ تکفیر نہیں کریں گے؛ کیوں کہ عام صحابہ بلکہ خلفا ہے راشدین کی تکریم بھی ضروریات دین سے نہیں، جبیبا کہ فاضل بریلوی نے اسی کومسلک مختاط شار کرایا ہے۔
تکریم بھی ضروریات دین سے نہیں، جبیبا کہ فاضل بریلوی نے اسی کومسلک مختاط شار کرایا ہے۔
(فاوی رضویہ ۱۱/ ۱۹۵۳، بور بندر، گجرات)

افضلیت علی الاطلاق کے اختلاف کے درمیان علامے کرام اور صوفیہ عظام کی ایک جماعت نے ایک تیسری رائے قائم کی ہے جس کو یہاں پیش نہ کرنے کی وجہ سے بیہ بحث ناقص رہ جائے گی: مخدوم شیخ سعد (۹۲۲ ھے) اپنی کتاب مستطاب میں ارشاوفر ماتے ہیں:

حضرت سیر محمد گیسودرازر حمة الله علیہ کے ملفوظ میں خلافت کے سلسلے میں لکھاہے کہ نبی کریم میں پہلے ہے کہ فیکر کی میں اور (۲) خلافت میں کریم میں پہلے ہی خلافت کی دو تسمیں ہیں: (۱) خلافت کیری اور (۲) خلافت صغری ، خلافت کا بری المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے اور اس پرامت کا اجماع ہے۔خلافت صغری کے سلسلے میں امت میں اختلاف ہے، اہل سنت کا اجماع ہے کہ خلافت صغری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہے، جب کہ رافضی شیعہ کے تمام گروہ اپنے تمام طبقات کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے۔ (جمع السلوک، ۲/ ۱۵۸)

امام ربانی مجد دالف ثانی (۱۰۳۴ هه) اپنے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں: وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والی ہیں ، دو ہیں ؛ ایک وہ راہ جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے علی اربابہاالصلاۃ والسلام اوراصل الاصل تک پہنچانے والی ہے، اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اوران کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کوبھی اس دولت سے نوازیں اگر چہوہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔

اوراس راہ میں توسط وحیلولت نہیں ہے جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی کے وسلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کی راہ میں حاکل نہیں ہوتا۔

اورایک وہ راہ ہے جوقر بولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب واوتا داور بدلا و نجبا اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں اور راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیاولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سر دار اور ان کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہدالکریم ہیں اور بیعظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سریر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہ میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیرا پنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماوی شخے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں، اور جس کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی؛ کیوں کہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے مزد یک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے۔

(مكتوبات امام رباني، دفتر سوم، حصد دوم، مكتوب نمبر: ۱۲۳، ۱۲۵)

اعلیٰ حضرت مولا نااحمد رضاخان فاضل بربیلوی نے جمہور اہل سنت اور صوفیہ دونوں کے موقف تسلیم کرتے ہو کے اس میں یون تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابو بکر کی افضلیت علی الاطلاق ہے من کل الوجوہ نہیں ، بعض صحابہ کوالیہا خاص امتیاز حاصل ہے جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ، اسی طرح حضرت علی کوقرب و ولایت میں وہ مقام حاصل ہے جوکسی کونہیں لیعنی آپ علوم باطنی میں بلافصل خلیفہ و نائب رسول ہیں ، ان کی عبارت ملاحظ فرمائیے:

سنیت اس صراط منتقیم کا نام ہے جس میں ﴿لھ یجعل له عوجاً ﴾طرفین افراط و تفریط کی طرف میلان بحمہ القدحرام ہے،لہذا ہم جس طرح ان تبصرات میں اپنے

مخالف اول یعنی فرقر تفضیلیہ کے خیالات باطلہ واوہام عاطلہ کی بیخ کنی کرتے آئے ہیں واجب کہ کچھ دیراوپر سے باگ پھیر کردو جارباتیں ان حضرات ہے بھی کرلی جائمیں جنہوں نے بعض متاخرین ہند کے بعض کلیات زور آ زمائی دیکھ کر بداہت عقل وشہادت نقل کو مالائے طاق رکھااور حضرات شیخین یا جناب صدیق اکبررضی اللّه عنهما كي تفضيل من جميع الوجوه كا دعويٰ كرديا كهجس طرح وه فرقه متفرقه همارے طريق مرادييں سنگ راہ ہے،ان لوگوں كى خلش بھى چشم انصاف ميں خار دامان نگاہ ہے۔جبطرفین کے شبہات کا علاج ہوجائے گاتو ہم انشاء اللہ تعالی اپنے نزدیک جومعنی تفضیل ہیں ان کے چہرہ تحقیق سے نقاب اٹھائیں گے کہ مقصود اعظم ان مباحث ہے وہی ہے، و بالله التو فیق اب ذراتیمر و اولی کی تقریر پر دوبار ونظر ڈالیے کہ جس طرح اس سے میدامر منصر وضوح پر جلوہ گر ہو چکا کہ مجرد کسی فضیلت ہے اختصاص مناط افضلیت وا کرمیت نہیں ورنہ تناقض بین لازم آئے کہ صحابہ میں ا کثر حضرات فضائل خاصہ سے ممتاز تھے جوان کی غیر میں نہ پائے جاتے ،اور بہمیں وجه بُعضَ آحاد صحابه خلفائے اربعہ سے افضل قرار پائیں اور وہ خلاف اجماع ہے ۔اس طرح سیمقدمہ بھی انجلائے تام یا چکا کدان حضرات میں ایک کودوسرے سے بہ جميع وجوه افضل اورتمام افرادمحامد مين أعلى والمل نهين كهه سكته ، ورنه خصائص خصائص شربين، كما لا يخفى ... (مطع القرين، ص: ٢٢)

اس کے بعد فاضل بریلوی نے حضرت علی کرمہ اللہ کے فضائل ومنا قب احادیث سے پیش کر کے لکھتے ہیں:

اعزیز! صوفیہ کے دل سے پوچھ جواحسانات ان پراس جناب آسمان قباب کے ہیں۔خدا تک وصول بے ان کا دامن پکڑے محال، اور راہ سلوک میں قدم رکھنا بے ان کی عنایت و اعانت کے خام خیال، تھمیل و ارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزم عرفاں کے سرگھہرا غوث وقطب و ابدال و او تا د اسی سرکار کے محتاج، اور طالبان وصل المہی کواسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج۔

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے علی ہے ہال علی ہے ہاں علی ہے

الله تبارك وتعالى كى نيابت عامه وخلافت تامه حضور سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه وعيهم اجمعين كوحاصل، عالم علوى وسفلى مين ان كانتهم جارى، فر مال روائح كن كو ان کی زبان کی پاسداری، تدابیر و تصرف کی باگیس ان کے ہاتھ میں دی گئیں، اور کاروباہِ عالم کی تنجیاں ان کے قبضہ اقتدار میں رکھی گئیں، منشور خلافت مطلقہ و تفویض تام کاان کے نام نامی پر پڑھا گیا، اور سکہ و خطبان کا ملاءاد فی سے عالم بالا تک جاری ہوا، دنیا و دین میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں: اعطیت مفاتیح کل شیء۔ مجھے ہر چیز کی تنجیاں دی سکئیں۔ اور فرماتے ہیں: او تیت مفاتیح کل شیء۔ مجھے ہر چیز کی تنجیاں عطا ہوئیں۔ علائے کرام فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم خزانة راز ہیں اور ہوئیں۔ علی کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہوا ور نہ سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہوا ور نہ ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہوا تاہم میں کوئی ان کے ارادہ و مشیت کا بھیر نے والائمیں۔... پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کار خطیر و منصب جلیل حضرت مولی علی کرم اللہ و جہدالکر یم کو مرحت ہوا، تمام اقطاب عالم اس جناب کے زیر حکم مد برات الامر میں ، ہر وروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل و نصب وعطاوم نے وکن وکن وکن انہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت مندان عالم اسپے مطالب و اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت مندان عالم اسپے مطالب و مقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستان فیض نشان پر ہرارادت و در حرتے ہیں، یہاں اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت مندان عالم اسپے مطالب و مقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستان فیض نشان پر ہرارادت و در حرتے ہیں، یہاں مقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستان فیض نشان پر ہرارادت و در حرتے ہیں، یہاں

العجائب'' کاغلغلہ سمک سے ساک تک پہنچا۔ (مطلع القمرین میں:۷۶،۷۵) علما ومشائخ کے ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ باطنی امور، جذب وعرفان اورروحانیت و ولایت کے میدان میں بلاسبقت غیر ، بلافصل مولی علی کرم (اللم ازجم ساجماعاً وا نفا قاً افضل ہیں ، خواہ اس افضلیت کومن وجہ کہیں ، یااس خلافت کوخلافت کبر کی یا خلافت باطنی کہیں ۔

تك كدعرف مسلمانال مين مولى مشكل كشااس جناب كانام همراء اور "فاد عليا مظهر

خلافت ظاہری،خلافت نبوت وشریعت میں جمہوراہل سنت کے نز دیک حضرت ابو بکر افضل واعلی ہیں،خواہ اس افضلیت کوعلی الاطلاق سے تعبیر کریں یااس خلافت کوصغریٰ یا کبریٰ جوہمی نام دیں، بیاختلاف گفظی یااصطلاحی ہے،اصل کے اعتبار سے تمام اہل سنت متنفق ہیں۔

حضرت معاویہ اوران کے ہم نوا دُوں پرلعن طعن جائز نہیں؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عند کے خاطی اور باغی ہونے کے سلسلے میں ہمیشہ سے علما کے مواقف مختلف رہے ہیں، مگر شیعہ اور مغلوب محبین اہل ہیت کے بالمقابل علما ہے اہل سنت نے بھی موقف محبی اور سب وشتم کی زبان اختیار نہیں کی ہے۔ اس سلسلے میں بھی شیخ دہلوی اپنا واضح موقف

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بالجملہ معاویہ ، عمر بن العاص اور مغیرہ بن شیبہ اوران جیسے دیگر حضرات اسلام اور سنت کے دائرہ سے باہر نہیں ہیں ، جو شخص بھی مشائخ اہل سنت و جماعت کا اتباع کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان حضرات پرسب وشتم اور لعن طعن سے زبان کورو کے ، اگر چہ ان حضرات سے چھا لیسے امور صا در ہوئے ہیں جسے ارباب سیر وتو ارت نے نقل کیا ہے اور مجموعی طور پر تو ارت کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں جن کے تصور سے ہی دل میں وحشت اور طبیعت میں کدورت پیدا ہوتی ہے ، اس کے باوجود چشم پوشی اور کف لیان میں ہی سلامتی ہے۔ ...

علما ہے اہل سنت فرمائتے ہیں کہ معاویہ اوران کے ہم مثل لوگوں کاعمل امام برحق ، خلیفۂ مطلق علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے خروج و بغاوت کہلائے گا۔

حدیث عمار بن یاسر جومعنی مشهوراور متواتر ہے: سَمَتَقُتُلُك الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تَلْدُعُوْ هُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْ نَك إِلَى الْنَادِ (١) اے عمار! شمیس باغی گروه شهید کرے گا،تم آمیس جنت کی طرف بلا و گے اوروہ شمیس آگ کی طرف بلائیں گے۔

ا یں جست کی طرف بلا و کے اوروہ سیں اسی طرف بلا یں ہے۔ بیرحدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ معاویہ اور ان کے ہم نواباغی ہیں لیکن یہ چیز موجب کفر اور مستق لعنت نہیں ہے، اسی لیے علمائے ہم تہدین اور سلف صالحین میں سے کسی سے بھی ان پر لعنت منقول نہیں ہے۔ ورحقیقت یہی تواہل سنت و جماعت کی روش ہے کہ وہ سب وشتم اور لعن طعن نہیں کرتے۔

شاہ عبدالعزیز محدث وہلوی (۱۲۳۹ھ) کے فتاوی سے ایک اقتباس یہاں پرنقل کررہا ہوں، تا کہعن وطعن کرنے والوں کی زبان بند ہو سکے:

(۱) شیح ابخاری، کتاب الصلاق، باب التعاون فی بناءالمسجد (۷۴۷) بیرحدیث حضرات صحابه میس سے قبادہ بن نعمان،ام سلمہ، ابوہریرہ،عبداللہ بن عمرو بن العاص،عثمان بن عفان،حذیفہ،ابوالیوب،ابورافع،خزیمہ بن ثابت، معاویہ،عمرو بن العاص،ابوالیسراورخود حضرت عمار سے مروی ہے رضی الله تنهم اجمعین ۔

اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں۔اس روایت متواتر کی موجود نگی میں اگر کوئی شخص خبر احاد وہ بھی صعیفہ بلکہ واہیدو باطلہ کی بنیاد پراس یاغی گروہ کے کسی بھی فرد کے فضائل ومنا قب بیان کرتا ہے وہ ناصبی اور گمراہ ہے، کیوں کہ نبی اکرم صابق آلیے بڑے انھیں صرف باغی ہی نہیں کہا بلکہ جہنم کی طرف وعوت دینے والا بھی بتایا ہے،کیکن نسبت صحابیت کی وجہ سے لعن وطعن نہیں کرنا چاہیے،ان کے حق میں سکوت ہی بہت بڑی بات ہے۔ علما ہے ماوراء النہر، مفسرین اور فقہا کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علی سے ہوئی تھی وہ صرف خطاوا جتہاد کی بنیاد پرتھی لیکن محققین اہل حدیث نے بعد تنبع روایات دریافت کیا ہے کہ بیحرکات شائب نفسانی سے خالی نہ سخے اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان کے معاملہ میں جو تعصب امویہ قریشیہ میں تھا اس کی وجہ سے بیحرکات حضرت معاویہ سے وقوع میں آئے جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کمیرہ اور باغی قرار دیئے جائیں۔ وَ الْفَاسِ فَى لَيْسَ بِاَهُلُ اللَّعُن یعنی فاسق قابل لعن نہیں۔

تو مرادا گر[حضرت معاویه کو] برا کہنے سے اسی قدر ہے کہ ان کے اس تعل کو برا کہنا چاہیے تو بلا شبہ اس امر کا ثبوت محققین پر واضح ہے۔ اگر برا کہنے سے مرادلعن وشتم ہے تو معاذ اللہ کہ اہل سنت میں سے کوئی بھی شخص اس گناہ کا ارتکاب کرے۔

(فتاوی عزیزیه، ص: ۲۵۱،۲۵۱)

محبوب اللى سلطان الاوليا حضرت نظام الدين اوليا قدس اللدسره سي بهى اس بابت دريافت كيا كيا توآب نفرمايا:

اومسلمان بود، ازصحابہ بود، وخسر پورۂ رسول بودعلیہ السلام۔ (فوائد الفواد: ۱۰ ۳) وہ مسلمان تھے، صحابہ میں سے تھے، اور رسول اللّه سَائِنَةَ اللّهِمْ کے برادرنسبتی تھے۔ اسی سلسلے میں بطور خاص حضرت عبدالرحن جامی (۸۹۸ھ) کے چندا شعار ملاحظ فر مائمیں:

سلک دین نبی نیافت نظام جز به تعظیم سوئے شان منگر ول ز انکار شان به یک سوکن به تعصب مزن در آنجا دم دین خود رابیگان ز دست مده در خلافت صحابی دیگر در خلافت صحابی دیگر جنگ با او خطا و منکر بود لیکن از طعن ولعن لب در بند نیست لعن من و تواش در خورد (بند نیست لعن من و تواش در خورد (بند نیست لعن من و تواش در خورد

ان سے یں دون س رک ہوا دی ہوا دی ہوا دی ہوا دی ہوا دی ہوا دی اس نان جز بہ احترام مبر ہمہمہ را اعتقاد نیکو کن ہر خصومت کہ بود شان با ہم ملا میں انگشت اعتراض منہ حکم آن قصہ با خدای گذار وان خلافی کہ داشت با حیدر مود مین در آنجا بہ دست حیدر بود آن خلاف از مخالفان میسند گر کسی را خدای لعنت کرد

ا ۔ آل رسول اور اصحاب رسول کے بغیر دین کا نظام چست ودرست نہیں ہوسکتا۔ ۲ ۔ آل واصحاب کے نام تعظیم و تکریم کے بغیر نہلو۔

۲-آل واصحاب کے نام تعظیم و تکریم کے بغیر نہ لو۔ ۳- تمام اصحاب کے ساتھ اچھا گمان رکھو، دل کوان کی عظمت کے انکار سے دور رکھو۔ ۴- ان اختلافات کے متعلق جوان کے درمیان ہوئے، تعصب وعناد سے بچو۔ ۵- کسی پرجھی حرف اعتراض نہ رکھ، اپنے دین کوخودا پنے ہی ہاتھ سے ہر باونہ کر۔ ۲- ان اختلافی معاملات کواللہ پر چھوڑ دو، بندگی کرو، تسمیس فیصلہ کا کیاحق ہے؟ کے -وہ اختلاف جوعہد مرتضوی میں حضرت علی کرم اللہ وجبہ الکریم اور ایک دوسر سے

صحانی کے درمیان واقع ہوا۔

۸۔اس میں حضرت علی ہی حق پر تھے، آپ کے ساتھ جنگ کرنا خطاومعصیت تھا۔ ۹۔حضرت علی سے نخالفت کرنے والوں کے اختلاف کو ہر گزیپندنہ کرولیکن اپنی زبان کو لعن وطعن سے دوررکھو۔

ا-اگراللہ نے کسی پرلعن وطعن کیا ہے توہمیں یاشمیں ایسا کرنے کاحق نہیں ہے۔ مجد دسلسلہ چشتیصفو بیقطب عالم حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی (۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷ء) کے مابیہ ناز خلیفہ حضرت مولا نا شاہ محمد عزیز اللہ عزبیز صفی پوری قدس اللہ اسرارہم (۲۳ ساھ/ ۱۹۲۸ء) فرماتے ہیں:

لامحالہ اُن کی رائے نے خطا کی، جبیبا اہل سنت کا مذہب ہے اور اسی سے امام نسائی (جامع صحیح نسائی) کا قول ان کے باب میں ہے کہ معاویہ کی فضیلت یہی بہت ہے کہ نجات یا جائیں۔(۱)

بہتیرے علّماس پر ہیں کہ انہوں نے یہ با تیں جان کر نہیں کیں اور اس خطا کو خطا کہ خطا ہے گا اور اس خطا میں خاطی پر گناہ نہیں اور با وجود خطا، تو اب سے محروم نہ رکھا جائے گا اور ایسے خاطی کو خطی کہتے ہیں۔

بعضے اہل سنت ادھر گئے ہیں کہ وہ خاطی تھے اور جان بو جھ کریہ سب باتیں کیں۔ اس خطامیں نواب نہیں اور اندیشۂ مواخذہ بھی ہے اور امید عفو بھی ہے۔حضرت

⁽۱) بستان المحدثين، شاه عبدالعزيز محدث د ملوى (ص: ۲۹۷)؛ ابن کثير/البداية والنهاية (۱۱ / ۱۲۴) به الفاظ: أَهَا يَكُفِي معاويةَ أَن يَلْدهب رأسا بو أس حتى يو وى له فضائل

جامی رحمة الله عليه كامذبب يهى ہے۔ وه فرماتے بين:

حق در آل جا بدست حیدر بود جنگ او با خطائے منکر بود

[اس موقع پر حق مولی علی کی جانب تھااوران سے جنگ خطا ہے منکر تھی۔]
میرا دل بھی اس بات میں اس طرف ہے، کسی طرح اوھر نہیں آتا کہ وہ بیسب پچھ
کرتے رہے اور پچھ نہ سمجھے۔ إلاَّ اس کے ساتھ ہی دل سے بقین رکھتا ہوں کہ سب
معاف ہوجائے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہدر گزر فر ما نمیں گے۔...(ص: ۱۹)
خلاصہ بید کہ اگر کوئی شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو خاطی کہے تو بیہ کہنا کہاں سے کمی کرتا
ہے؟ اس سے آگے بڑھنا اور دل کو ان کی طرف سے زیادہ خراب کرنا ، اہل سنت کا
مذہب نہیں ہے اور اگر چہ ان کی بغاوت ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے
فرمانا اور ہے۔ وحضرت علی کا
فرمانا اور ہے۔ وحضرت علی کا

اہل قبلہ کی تکفیر

امت مسلمہ کوجس نے سب سے زیادہ پریشان کیا وہ کفیرازم، اور فرقہ واریت ہے، ایسا نہیں ہے کہ سلف صالحین کے دور میں عقیدے یا عمل میں بدعات کا دور شروع نہیں ہوا تھا، ایسے لوگ موجود سے جفوں نے صحابہ و تابعین عظام کے برخلاف عقائد گڑھنے شروع کر دیے سے، فدر بہ اور خارجیہ کی پیدائش عہد صحابہ کے اخیر زمانے میں ہو چکی تھی کیکن حضرات سلف نے ان میں مبتدعین کے خلاف تا دبی اور تہدید کی کاروائی ہی پراکتفا کیا، تکفیر سے ہمیشہ بچتے رہے، ان میں سے کسی پر ارتداد کا تھم نہیں لگایا اور آھیں اہل قبلہ میں ہی شار کرتے رہے، جب کہ اس کے بر خلاف گروہ مبتدعہ سواد اعظم اور سلف صالحین کی ہی تکفیر کرتے رہے اسی لیے سلف صالحین نے بالی قبلہ کی ہی تکفیر کرتے رہے اسی لیے سلف صالحین نے ملاق قبلہ کی تکفیر کرتا اہل بدعت کی عادات سے شار کرایا ہے، اسلام کے دعوے دار جتنے فرقے ملیس کے وہ سواد اعظم ، سلف صالحین ، اتمہ جبتہ دین اور اولیا ہے، اسلام کے دعوے دار جتنے فرقے ملیس کے دو ان کی تکفیر کرتے ہوئے نظر آئیس سنت کا روبہ ان کے ساتھ مصلحانہ اور داعیا نہ رہا ہے ، اہل سنت کا روبہ ان کے ساتھ مصلحانہ اور داعیا نہ رہا ہے ، اہل سنت کا روبہ ان کے ساتھ مصلوب کیا ہے ، اہل سنت کا روبہ ان کی تکفیر کے باوجود اہل سنت کا روبہ ان کی حقائد کو جبور ڈویں تو ہمیشہ سے اہل سنت کا موقف اہل بدعات کے سلسلہ میں یہی رہا ہے کہ وہ ان کی تکفیر کرنے رہے ہیں۔

عرب وعجم میں حالیہ دنوں تکفیر کا جو بازار گرم ہے اس پس منظر میں حافظ ابن حجرعسقلانی

شیخ محقق نے بھی اس مسئلے کوعقا ئد کی تمام کتا بوں کی طرح اپنی کتاب میں جگہ دی ہے آپ فرماتے ہیں:

اہل قبلہ یعنی جولوگ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں، کتاب
وسنت کودلیل بناتے ہیں،شہاد تین کا تلفظ کرتے ہیں آھیں کا فرنہیں کہنا چاہیے،اگرچہ
ان کے بعض کلمات سے کفر لازم آتا ہو، کیکن جب تک اس کا التزام نہ کریں یالزوم
بالکل واضح نہ ہوتکفیرنہ کرنا چاہیے۔ جہاں تک ممکن ہواس کی توجیہ کرنا چاہیے اور
مسلمانوں کے حال کی اصلاح کرنا چاہیے، تکفیروتخلیظ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہیے۔
اس مسکلے کی ممل تفصیل عقائد کی بڑی کتابوں میں مذکور ہے کیکن یہاں پرامام غزالی کی وو
عبار تیں نقل کر کے اپنی بات ختم کردیتا ہوں۔

امام غزالی نے 'فیصل المتفرقة بین الاسلام و الزندقة ''میں کھاہے:

''تکفیر میں توخطرہ ہے، کیکن سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔'(ص:۱۲)

''اصل ایمان تین ہیں: اللہ پرایمان، رسول پر ایمان اور آخرت پر ایمان۔ اس کے علاوہ فروع ہیں۔ جاننا چاہیے کہ فروع میں اصلاً کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، سوائے ایک مسئلے کے اور وہ یہ کہ کوئی شخص اصول دین میں سے کسی چیز کا جورسول اللہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو، انکار کرے۔'(ص:۲۱، ۲۱، دار البیر و تی، ۱۱ مااھ)

اپنی ایک دوسری کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں امام غزالی نے کھاہے:

اپنی ایک دوسری کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں امام غزالی نے کھاہے:

'غالم کے لیے مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے تکفیر سے بیچ کیوں کہ ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر نماز اداکر نے والے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محدرسول اللہ

کی شہادت دینے والے کے خون اور مال کومباح قرار دینا خطاہے، غلطی سے ایک ہزار کفار کوچھوڑ دینا بیاس کے مقابلے میں ہلکاہے کفلطی سے ایک مسلمان کا خون بہایا جائے۔''(ص: ۱۳۵، دار الکنب العلمية، ۱۳۲۳ھ)

فاسق اور گمراه کی اقتدا

حدیث میں ہے:صَلُّوْا حَلْفَ کُلِ بَوَ وَ فَاجِوٍ ۔ ہر نیک وبد کے پیچھے نماز اوا کرو۔ (۱) فاسق وفاجر دوطرح کے ہوتے ہیں: اے ملی،۲۔اعتقادی

(۱)عملی فاس : یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض و واجبات میں کوتا ہی کرتے ہیں یا حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ان کے پیچھے بہا تفاق نماز ہوجائے گی کمپکن ان سے افضل کے ہوتے ہوئے ان کوامام بنانا درست نہیں۔

ُ (۲)اعتقادی فاس : بیدوہ لوگ ہیں جن کے عقا کد درست نہ ہوں ، انھیں بدعتی یا مبتدع کہتے ہیں ۔ان کی بھی دونشمیں ہیں :

ا -جوا پنے عقا ئد کفرید کی وجہ سے دائر ہ اسلام سے خارج ہو چکے ہوں، جیسے نصیریہ۔ ۲ -جن کے اعتقادا ہل سنت کے خلاف ہوں، کیکن حد کفرتک نہ پہنچے ہوئے ہوں، جیسے معتزلہ، مرجیہ (۲)

(۱)سنن الدارقطني. كتأب العيدين. بأب صفة من تجوز الصلاة معه:۲/۵۵، ح:۱۰/بيهةي. السنن الكبري، كتأب الجنائز: ۱۹/۳

ائی طرح مجعض وہ مسائل جن کوفقہانے کفریات میں ثار کرایا ہے، حالاں کہ ان مسائل کا تعلق ضروریات دیں سے نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں بھی تکفیرنہیں کی جائے گی اور نہان مسائل کی وجہ سے ان کی اقتدا، جنازہ اور ان سے شادی بیاہ کومطلقاً نا جائز کہا جائے گا۔

⁽۲) حد کفر: اہل قبلہ کی تکفیر کے ذیل میں ہیں بتایا جاچکا ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا کفرہے، دوسر لے فقطول میں ہم یول کہہ سکتے ہیں کہ جن باتول کے افرار سے کوئی مسلمان ہوتا ہے، انہی میں سے کی ایک کے انکار سے وہ کا فر ہوگا۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس انکار کا اقرار کرنے والا ہویا اس کے خلاف ایسے شواہد ہوں جواس کا فر ہوگا۔ وہ بھی طور پر دلالت کرتے ہوں اور وہ ان تصریحات وشواہد کے گزرجانے کے بعد بھی تو بہذ کرتا ہو۔ مثلاً کم سے نے کوئی ایسی بات کہی جس کا ایک پہلوگتا فی کی طرف جاتا ہولیکن جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کس نے کوئی ایسی ہات کہی جس میں گتا فی کا پہلو نہ ہوتو ہمیں اس کی تاویل کو تسلیم کرلینا چاہیے کیوں کہ لاز م المہذھب لیس ہمذھب۔ جوعبارت کا معنی ظاہر ہوتا ہو، ضروری نہیں کہ وہ اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوا ور تکفیرا عقاد المہذھب لیس ہمذھب۔ جوعبارت کا معنی ظاہر ہوتا ہو، ضروری نہیں کہ وہ اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوا ور تکفیرا عقاد میں ہوتا ہو، نہ رہوتا ہو، نہ دواس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوا ور تکفیرا عقاد

بدعتیوں کی پہلی جماعت کی اقتدامیں کسی طرح نماز اوانہیں ہوگی۔ دوسری جماعت اہل قبلہ سے ہے،ان کے پیچیے نماز کراہت کے ساتھ ہوجائے گی لیکن کراہت صرف اسی وقت ہے جب کہ بدعتی امام کے علاوہ بھی مسجد ہو جہاں جمعہ،عیدین اور جماعت قائم ہوتی ہواور وہاں کا امام صالح اور متی ہواور اگر ایسی جگہ ہے کہ جہاں اس کے علاوہ جمعہ وعیدین یا جماعت کا حصول ممکن نہ ہووہاں بلاکر اہت نماز ہوگی۔

الم م كاساني حنفي (١٥٥٥ هـ) بدائع الصنائع ميس لكصة بين:

''مہوئی پرست اور بدعتی کی امامت مکروہ ہے جبیبا کہ امام ابو یوسف نے امالی میں فرمایا ہے، کیوں کہلوگ اس کی افتد اکرنا پیند نہیں کرتے ہیں۔'' یہ سے س

آ گے لکھتے ہیں:

''ہمارے بعض مشائخ نے بدعتی کی اقتد اکوجائز نہیں مانا ہے ، منتقی میں ایک روایت امام ابوصنیفہ سے بھی اس طرح منقول ہے ، کیکن صحیح میہ ہے کہ اگر اس کی بدعت حد کفر تک پہنچ چکی ہوتو ناجائز ہے ور نہ جائز ہے۔''

(فصل وامابيان من ہاحق بالامامة ، ا / ١٥٧)

مشہور حنی عالم علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) نے بھی حفرت حسن بصری کا قول متصل سند کے ساتھ فقل کیا ہے کہ آپ سے اہل بدعت کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان کی افتد امیں نماز ادا کروان کی بدعت ان کے ساتھ ہے۔

(عدة القارى: كتاب الا ذان، باب امامة المضون والمبتدع، ۵/ ۲۳۰)

شیخ محقق نے بھی اپنی اس کتاب میں بڑے واضح انداز میں اسی بات کوتھ یرفر مایا ہے:
نماز با جماعت نہیں چھوڑ ناچا ہے، متقی اور پر ہیز گار امام کاالتزام نہیں رکھنا
چا ہے، اس کی وجہ سے جماعت جوآنحضرت سائٹیآئیڈ کی مؤکدہ سنتوں میں سے
ہے، اس کا ثواب ترکنہیں کرنا چا ہے کیوں کہ جس قدرآنحضرت سائٹیآئیڈ نے
جماعت کے التزام واجتمام کی تاکید فر مائی ہے دوسری چیزوں کے بارے میں
نہیں فر مائی ، ہاں اگر مردصالح اور متقی امام ہوتو بہتر ہے ورنہ جو بھی امام میسر آئے
اس کی اقتدا میں نماز اداکر نا چا ہے، چا ہے جیسا بھی فاسق ہو بشرط کہ اس کافسق
کفرتک نہ پہنچا ہو، نماز کے ارکان واحکام کاعلم رکھتا ہواور بقدر ضرورت جس سے
نماز ہوجائے قرآن یا دہو۔

ايكخلجان

علا ے متقد مین کی ان صراحتوں کے آئینہ میں حر مین طبیبین میں جماعت بنج گانہ عیدین میں جماعت بنج گانہ عیدین و جعد کے تعلق سے علیا ہے جند و پاک کا ایک گروہ کا رویہ وعمل کو دیکھا جائے تو ایک بجیب سا تضاو محسوس ہوتا ہے؟ معاصر ائمہ محر مین کے تعلق سے بلا تحقیق سے مان لیا جائے کہ سب کے سب وہا پی بیں اور وہا بیت کے بارے میں محققین علیا کا رجحان تکفیر کا نہیں ہے؛ کیوں کہ وہا بیت کے سرخیل این تیسیہ، ابن قیم اور ابن عبد الوہا ب میں سے کسی کی تکفیر الترامی و کلامی نہیں کی گئی ہے، انھیں گراہ، سخت ترین فاسق ہی کہا گیا ہے، تو ان کے تبعین کی اقتدا میں نماز اوا کرنے سے گریز کیوں؟ کراہت کے ساتھ ہی ہی جماعت کے تو اب سے محروی تو نہ ہو، وہ بھی حرمین طبیبین میں؟ کیوں؟ کراہت کے ساتھ ہی ہی جماعت کے تو اب سے محروی تو نہ ہو، وہ بھی حرمین طبیبین میں؟ اللّٰہ علیم و کیم سے دعا ہے کہ میں شریعت بیضا کے مقاصد کی تیجے معرفت عطافر مائے اور امت محمد ہیں کے نودان کے افراد کو اور لیطور خاص ہم لوگوں کو فتند کا سبب نہ بنائے۔ اللّٰہ نہے آمین بِ بِجَاہِ سَیّدِ الْمُن سَلِیْنَ وَ بِھِ مَمَ مَشَائِخَا الْمُک تَوْمِیْن !

مصادر ومسسراجع

۱۵ – ہفت اورنگ ،عبدالرحن جاگی ،https://ganjoor.net/jami/7ourang/7-1/sd12/sh21/

ا – القرآن الكريم ۲ – صحيح بخارى ، محمد بن ساعيل بخارى ، دارطوق النجاق ، ۲۲ ساھ سام صحيح مسلم ، مسلم بن مجابح ، دار حياء التراث العربي – بيروت ۲ – سنن الدارقطنى ، محمد بن عيسى ترفذى ، مثر كنة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبي ، مصر ۲ – سنن بيبقى ، احمد بن الحسين ، جامعة الدراسات الاسلامية ، كراچى ، پاكستان ، ۱۳ ه اه هـ ۷ – عمدة القارى ، بدرالدين عين ، داراحياء التراشات الاسلامية ، كراچى ، پاكستان ، ۱۳ ه هـ ۸ – الاستيعاب في معرفة الاصحاب ، ابوعمر يوسف معروف بدا بن عبدالبرنمرى قرطبى ، دارالجيل ، بيروت ۹ – منا قب الائمة الاربعه ، قاضى ابويمر مجمد بن طيب با قلانى بصرى ، دارالهنتجب العربى ۱۱ – الفصل فى المملل والاهواء وانتحل ، ابن حزم ظاهرى اندلى ، ممكتبة الخانجى – القاهرة ۱۱ – فيصل النفر قد بين الاسلام والزندقد ، غزالى ، دارالهيروقى ، دشق ، ۱۳ ساھ ۱۲ – فيصل النفر قد بين الاسلام والزندقد ، غزالى ، دارالهيروقى ، دشق ، ۱۳ ساھ ۲۱ فوائدالفواد (ملفوظات سلطان جی) جامع: امیرحسن علا بجزی، ایم، آر، پرنشز، بی و بلی ، ۷۰۰ ۲

ا مجمع السلوك، شيخ سعد خير آبادي، شاه عني اكيدي ١٨٣٨ هـ

۱۸ - اليواقيت والجواهر في بيان عقائدالا كابر عبدالوهاب شعراني ، داراحياء التراث العربي ، بيروت

١٩ - مکتوبات امام ربانی مطبوعه مدینه پبلیشنگ کمپنی بندررودُ کراچی

• ٢ - جواهرالفصوص في حل كلمات الفصوص،عبدالغني نابلسي، دارالكتب العلمية ، بيروت

٢١ _الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة ،ابن حجربيتي مكي ،مؤسسة الرسالة ،لبنان ، ١٧ ١٣ هـ

۲۲ ـ بدائع الصنائع،علاءالدين،ابو بكرين مسعود كاساني، دارالكتب العلميه ،۲۰ ۱۴

۲۳ فآوی عزیزیه، شاه عبدالعزیز د بلوی سعید کمپنی، کراچی، یا کستان

۲۴ - فتا وی رضوبیه، فاضل بریلوی، پور بندر، گجرات

٢٥ مطلع القمرين في ابانة سبقة العرين، فاضل بريلوي، امام احدرضاا كيدي، بريلي ١٣٣٣ هـ

۲۷ - التفسير والمفسر دن، ڈاکٹر محمد سيد حسين ذہبي،مكتبة وہبة ، قاہرہ



مرج البحرين-تعارف وتجزيه

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہاوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش دہلی میں ۱۵۵۱ھ ۱۵۵۱ء میں ہوئی۔آپ کاپورانام شیخ ابوالمجبہ عبدالحق بن سیف الدین وہلوی بخاری ہے۔آپ مغلیہ دور میں ہندوستان کے ایک عظیم حقق اور محدث تھے۔ ہندوستان میں علم حدیث کی ترق کے واشاعت آپ کانا قابل فراموش احسان ہے۔آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد نے بڑی محبت اور محنت ہے کی۔آپ نے اٹھارہ سال کی عمر ہی میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد ماجد سے ماصل کر لیے۔اس دوران آپ نے مختف علی کے کرام سے بھی اکتساب علم کیا۔ ۹۹۲ھ میں 1۵۸۸ء میں جاز کارخ کیا اور کئی سال تک حربین شریفین کے علی سے استفادہ کیا۔ باخصوص شیخ عبدالوہاب متقی طیفہ شیخ علی مقال کے کرام ہے کان حقل میں تھا تھا احسان میں کیا۔ ۱۹۵۹ھ کی کے ساتھ ساتھ احسان طیفہ شیخ علی مقی کی صحبت سے آپ نے کافی حظ اٹھا یا، شیخ نے آپ کومشکا ہ کے ساتھ ساتھ احسان وسلوک کا درس و یا۔ ۱۵۲۲ھ میں دہلی میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت شیخ محدث وہاوی نے مختلف علوم وفنون میں مختلف کتابیں تصنیف فر مائی ۔زیرِ مطالعہ کتاب ' مرح البحرین' تصوف میں آپ کی گراں قدراور مایہ نازتصنیف ہے۔ یہ کتاب مشاکخ صوفیہ کے اقوال، افعال اوراحوال کی سیخے تعبیرات اورتصوف کے اصول وقواعد پر مشمل ہے۔امعان نظر سے دیکھا جائے تو شیخ نے جہال یہ کتاب ان علائے ظاہر کی تفہیم کی خاطر تالیف کی ہے جوصوفیہ پر بے جاطعتہ وشنیع کر کے ان کو گمراہ، فاسق، کا فریا مرتد قرار دیتے ہیں وہیں ان مستصوفین کے لیے بھی یہ کتاب مشعل راہ ہے جن کا تصوف سے دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے شیخ خود فرماتے ہیں:

"بندهٔ ناچیزفقیرعبرالحق بن سیف الدین قاوری وہلوی عرض گزار ہے کہ: بیرسالہ بنام"موج البحوین و جامع الطویقین"الی کتاب ہے جوفقہ وتصوف کو جامع

شریعت وطریقت کوشامل، ظاہر و باطن کا مجموعه، صورت ومعنیٰ کی تعبیر، پوست اورمغز کا آئینه، قال وحال کا گنجینه صحووسکر کا داعی ، مذہب ومشرب کار ہنمااور عقل وعشق کا نمائندہ ہے۔

اگراس کتاب کانام' صراطِ متنقیم' اور' طریق قویم' جویز کیاجائے تو بے جانہ ہوگا۔' وین خالص' ' ' دسبیلِ اسلم' ' ' وعوتِ حق' ' ' ' منجِ رشاؤ' ' ' میزانِ عدل' اور' وستورالعمل' جیسے القاب سے بھی اس کتاب کو یا دکیا جائے تو بجا ہوگا۔ یہ کتاب فقہ اکو تصوف کے انکارسے بازر کھتی ہے اور صوفیہ کو دائر و فقہ کے اندر رکھتی ہے۔ وہی شخص اس کتاب سے فائدہ اٹھ اسکتا ہے جوفقیہ عاشق ،صاحبِ حال، صوفی محقق اور باعمل ہو۔ راوح ت سے دور اور اپنے موقف میں غلوسے کام لینے والا خشک فقیہ اس کتاب کے فیض سے محروم رہے گا۔' (مرح البحرین ، فارسی مونی) دیکتاب ایک مقدمہ تیرہ وصل اور ایک خاتمہ پر شتمال ہے:

تقدمه

مقدمه کی شروعات شیخ نے اس حدیث سے کی ہے:

عن أبى هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله والله وا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول سالیٹھائیلیہ نے فرمایا: عنقریب میری امت ۷۲ فرقوں میں تقلیم ہوجائے گی، جن میں ایک کے سوا سب جہنی ہوں گے۔ دریافت کیا گیا: حضور وہ ناجی جماعت کون سی ہوگی؟ فرمایا: جو ہمارے اور ہمارے صحابہ کے طریق پر ہوں گے۔

اس حدیث سے شیخ نے اہل سنت کے موقف کواجا گر کیا ہے کہ امت محمدی میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے بہتر فرقے جہنم میں جا کیں گے اور گراہی ، بدعقید گی اور بری بدعتوں کی وجہ سے اس وقت تک عذا ہے جہنم میں گرفتار ہیں گے جب تک کہ اللّہ رب العزت انہیں ان نجاستوں سے پاک نہ کردے اور جنت میں واخل نہ کردے ۔ لینی وہ جہنم میں داخل ہوں گے ہیکن خلود نار کے سخت نہیں ہوں گے ۔ ان تہتر فرقوں میں سے ایک گروہ جہنم میں نہیں جائے گا ، اور صحتِ عقیدہ کی وجہ سے سخقِ عذا بہتر فرقوں میں نے ایک گروہ جہنم میں نہیں جائے گا ، اور صحتِ عقیدہ کی وجہ سے مستحقِ عذا بہتیں ہوگا ، اس فرقہ ناجیہ کو ابل سنت و جماعت کہتے ہیں جب کہ ان کی وجہ سے مستحقِ عذا رہے از اسلام نہیں بہتر فرقوں کو گراہ ، بدعتی ، اہل ہوا اور اہلِ قبلہ کہتے ہیں ، اور اہلِ قبلہ کو کافر اور خارجے از اسلام نہیں

قرار دیناچاہیے کیوں کہ فرقۂ ناجیہ کے ساتھ ان کااختلاف ہرجگہ نہیں ہے بلکہ بعض مسائل وعقائد میں بیلوگ مختلف ہیں جن میں ان سے خطاہوئی ہے اور ظواہر نصوص میں تاویل وتبدیلی کرنے کی وجہ سے وہ راور است سے بھٹک گئے ہیں۔

گواہل قبلہ کی تکفیز نہیں کی جائے گی ، گمرابی اور بری بدعتوں کی وجہ سے وہ وخول نارکے مستحق تو ہوں گے لیکن انہیں خلود نار نہیں ہوگا۔ پھر شیخ نے اہل قبلہ اور اہل سنت و جماعت کے اختلاف کوایک بہترین مثال سے سمجھایا ہے۔

پېلاوصل

شیخ نے اس وصل میں ان اسباب کوذکر کیا ہے جن کی وجہ سے لوگ دین سے بیز ار ہونے لگے اور ان کے دلوں کے ایمان ولیقین کا نور مدھم ہونے لگا اور مومنوں کے احوال میں اختلاف اور تبدیلی کے اسباب کوبھی بیان کیا ہے۔شیخ فرماتے ہیں :

زمانہ نبوت سے دوری ، مرکز حقیقت سے بُعد ، انواروی کے وروداورنزولِ قرآن کے وقت غیر حاضری کی وجہ سے لوگوں کے قلوب سے ایمان ویقین کا نور بجھ چکا ہے جس کی وجہ سے لوگ تر ددوشہات اور ظن وَتُمین کی تاریک وادیوں میں جنگ رہے ہیں، جس پر دنیا کی محبت جس قدر غالب آتی گئی وہ اس قدر اللہ سے دور ہوتا گیا۔ چناں چہ کسی کو دنیا کی محبت کا فربنادی ہی ہے توکسی کو قرائض وسنن اور نوافل کی ادائیگی سے غافل کردیتی ہے توکسی کوان میں استقامت سے دور کردیتی ہے۔ یہ نفس کی خاصیت ہے کہ کسی بھی صورت میں اپنا نقصان برداشت نہیں کرتا ہے، اپنی فاکسی وغیوب کو وفع کرنے کے لیے معاصی کواپنے لیے طال کر لیتا جب برائیوں کو اچھا سمجھتا ہے، اپنی کا مول کی تحسین اور اپنی فکر درائے کوفر وغ و سے کے لیے دلائل قائم کرتا ہے اور اپنی رائے اور خواہشات کے خالف جس چیز کو بھی پاتا ہے اس میں تاویل کرتا ہے اور اپنی درائے اور خواہشات کے خالف جس چیز کو بھی پاتا ہے اس میں تاویل کرتا ہے یا درائی درائے دور اور جاتم اس کا ٹھکا نہ بن جاتا ہے۔ نعو ذباللہ من ذالك

مومنین اورمقر مین بارگاہِ الہی کے احوال ان کے افعال و کیفیات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں ۔ لوگوں کے نیبیت وحضور کے احوال میں فرق و تفاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن ہی ظاہر ہوگیا تھا، چنال چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رحلت فرماگئے اور جمال نبوت کا آفتاب پردہ خفا میں چلا گیا، اسی دن سے ہماری حالت متغیر ہوگئی اور ہمارے دلوں میں ایک ایسا پردہ رونما ہوگیا جس

کی وجہ سے معرفت کارشتہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا اور نوریقین میں کی آنے لگی۔ (۱) شیخ نے اس بات کو اور واضح کرنے کے لیے حضرت حنظلہ کاوہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت حنظلہ نے حضرت ابو بکر صدیق سے عض کیا تھا کہ 'نافق حنظلہ '' اور پھراپنا پوراواقعہ ان کو بیان کیا، پھروہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی کیفیتیں گوش گرار نبوت کے۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کیفیات کے احتلاف سے مومنوں کے احوال مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

کھرفرہ اتے ہیں کہ صحابہ کے احوال میں فرق و تفاوت اس وجہ سے نہیں ہوتا تھا کہ ان کے اصل ایمان یا اصل اعتقاد میں کوئی کی تھی بلکہ یہ اختلاف و تفاوت جاب کی کثافت و لطافت اور شہود و حضور کی کیفیت میں فرق کی وجہ سے ہوتا تھا۔ پھراس شبہہ کا از الدفر ماتے ہوئے شخ خود فر ماتے ہیں:

'' جملاو ہ شخص جو محبوب کے ساتھ ہمیشہ کیساں رہتا ہے، ان کو یہ سب جابات سے کیا فرض ؟ چاہے شب تاریک ہو یارو زِروش ، ان کے یقینِ قلبی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ ہاں یقین کی کہ جب صحبح صادق نمود ار ہوتی ہوتی ہے، آفاب نکل آتا ہے، اس وقت انہیں ایک عجب حال اور مشاہدے کی ہوتی ہے، آل وقت انہیں ایک عجب حال اور مشاہدے کی ایک انگہ وہ جو ل کا توں برقر ارر ہتا ہے ، چناں چہ اہل کشف ویقین کے تاج دار ، امام بلکہ وہ جو ل کا توں برقر ارر ہتا ہے ، چناں چہ اہل کشف ویقین کے تاج دار ، امام الاصفیا ، سلطان الا ولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: '' لو محشف المعظاء ما اذ حدت یقینا '' (۲) یعنی اگر پر وہ ہٹا بھی و یا جائے تو اس سے میر بے المعظاء ما اذ حدت یقینا '' (۲) یعنی اگر پر وہ ہٹا بھی و یا جائے تو اس سے میر سے لیقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا ، خواہ پر دہ ہو یا نہ ہو میر ایقین کیساں رہتا ہے ، حضرت لیقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا ، خواہ پر دہ ہو یا نہ ہو میر ایقین کیساں رہتا ہے ، حضرت مولائے کا نئات نے اینے اس تول سے نہیں باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جواو پر مولائے کا نئات نے اپنے اس تول سے نہیں باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جواو پر مولائے کا نئات نے اپنے اس تول سے نہیں باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جواو پر مولائے کا نئات نے اپنے اس تول

⁽۱) اسروایت کوامام احمد بن شبل نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے "قال أنس فمار أیت یو ماقط أنور و لا أحسن من یوم دخل رسول الله صلى الله علیه و سلم و أبو بكر المدینة و شهدت و فاته فمار أیت یو ماقط أظلم و لا أقبح من الیوم الذي تو في رسول الله صلى الله علیه و سلم فیه "إسناده صحیح على شرط مسلم (مسند أحمد باب مسئد أنس ابن مالك، جلد: ۲۱۸ من ۲۲۳ : حدیث: ۱۲۲۳۳)

⁽۲)) طبقات الشافعية الكبرى، جلد: ٢، ص: ٢١ _ وفيات الاعيان: جلد: ٢، ٣ هـ امام قشيرى رضى الله عنه نه اس تول كورسالية قشيريه ميس لعض صالحين كى طرف منسوب كيا ہے _ چنال چيده فرماتے ہيں: '' فَالَ بَعْض المسلف: لو كشف الغطاء مَا از ددت يقينا'' _ (باب الشكر جلد: ١، ص: ٣١٨)

بیان کی گئیں ہیں ایعنی اگر چہ درمیان میں تجاب ہے لیکن اس کے باوجود میں پردے کے اندر سے اس طرح مشاہدہ کرتا ہوں گویا پردہ ہی نہیں ہے'۔ روسراوسل

علوم فلسفہ کا عروج وارتقا اور علوم وین میں ان کا داخل ہوجانا ہی امتِ مجمد بیصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نزاع واختلا فات اور فتنوں کے ظہور کا سب سے بڑا سبب بنا۔ جب اس علم کا ظہور ہوا تو خلفائے عباسیہ میں سے سی خلیفہ کے زمانے میں عربی میں اس کا ترجمہ کیا گیاہے جس سے وشمنان اسلام کوقوت مل گئے۔ بعض لوگ تو حرص علم کی وجہ سے اس کو سیجھنے لگے جب کہ پچھ لوگ اصول وین اور عقائد اسلام کومنہ دم کرنے کی غرض سے اس میں دل چسپی لینے لگے۔

چوں کہ اس زمانہ میں اس کارد کرنااس کوسیکھے بغیرناممکن تھا،اس لیے ضروریاتِ وقت کے پیشِ نظر بالتفصیل ان علوم کا حصول علمائے وقت کے لیے ناگزیرتھا، چناں چپھلانے دین وسنت کی حفاظت اور عقائد اسلام کی پاسانی کی خاطر اس علم میں کچھ کتا ہیں کھیں۔ شخ فرماتے ہیں:

پھر علوم فلسفہ کا عروج وار تقاخوب ہونے لگا، کلام وجدال اور قیل وقال کا دائرہ وسیع ہونے لگا، کت ومباحثہ کا بازارگرم ہوگیا، علم کلام میں ماہر علما اہلِ باطل کی تر دیداور اہلِ حق کی حمایت کی غرض سے علوم فلسفہ میں مداخلت کرتے گئے، کیکن اس کے خمن میں ان کو بہت بڑا خسارہ یہ ہوا کہ فلسفہ اصول دین اور عقائید اسلام میں تذبذب کا سبب بن گیا جس کی وجہ سے شکوک وشہبات کا دروازہ کھل گیا۔ بہت کم ایسے اشخاص ہیں جوعلم کلام میں داخل ہونے کے بعد حیرت کی وادی سے مجے سلامت واپس آئے ہیں اور ایمان ویقین کی دولت ان کے ہاتھ حیزت کی وادی ہے۔

تبسراوصل

راہ معرفت کے سالک کے لیے بیضروری ہے کہ وہ علوم فلسفہ میں مشغولیت کو حرام جانے ، قبل وقال، بحث ومباحثه اوردلائل كلاميه سے اجتناب كرے ،صرف اہل سنت وجماعت كے اجمالي ولائل یرا کتفا کرے،شکوک وشبهات اورتاویلات کےدروازوں کو بند کردے،اعتقاد واتباع کوہاتھ ت جانے نہ دے عقل کو کتاب وسنت کے احکام میں بالکل دخیل نہ بنائے اور نہ ہی منقول کو معقول ے تابع کرے اوراپنی ناقص عقل پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیوں کہ جو بھی ضلالت وہلاکت کی وادی میں گراہے اپٹی عقل پراعتماد کرنے اورا پنی فکرورائے کواچھا سجھنے کی وجہ سے ہی گراہے۔احوالی آخرت کی تفصیل ،اسرارِاعمال کی کیفیت ،اعمال کی مقداراوران کے میہات کاعلم اوراوقات کی تعیین اوران کی خصوصیات کا ادراک وجی آسانی کے بغیر عقل نہیں کرسکتی ہے،اس مقام پر توکشف اور وجدان بھی حیران ہے چہ جائیکہ عقل ان چیزوں کا ادراک کر سکے جس طرح جس مدرکات عقل کاادراک نہیں کرسکتا ہے او تعقل اسرار کشف سے واقف نہیں ہو مکتی ہے، اسی طرح کشف بھی وجی اور ایمان کے اسرار کی معرفت سے عاجز وقاصر ہے۔ایمان کےمعاملات میں توبہت ساری الیی چیزیں ہیں جوکشف اور وجداًن ہے بھی معلوم نہیں ہوٹلتی چہ جائیکہ عقل موجودات عالم میں سب سے زیادہ ظاہراشیا محسوسات ہیں اورمحسوسات میں سب سے زیادہ ظاہر و باہر اجسام ہیں کیکن سارے متحکمین اور حکما کی عقلبیں ان کی حقیقت کا پیته لگانے سے عاجز رہ گئی ،ان کے عقول اس معاملے میں حیران وششدر ہیں اور آج تک اس حقیقت کا پیدنہ چل سکا کہ جسم کی حقیقت کیا ہے؟ اور کن اجزاسے اس کی ترکیب ہوئی ہے، انسان سے سب سے زیادہ قریب چیزاس کی اپنی مستی ہے اور اس کا اپنالطیفهٔ انانیت ہے جس کی طرف وہ لفظ ''میں'' سے اشارہ کرتا ہے اور'میں نے کیا''''میں نے کہا''اور'میں نے ویکھا''جیسے جملے کہتا ہے، آج تك كوئى بھى اس كى حقيقت نہيں جان سكا كه بيكون ہے؟ اور كيا ہے؟ جو بيكهدر باہے كه ميس نے

عقل کی مثال اس چراغ کی ہے جس سے کنوال کا راستہ معلوم ہوجا تاہے، اور چراغ کا کام بھی صرف اتنائی ہوتا ہے کہ وہ راہ دکھا دے اور اس راستے کے ان نشانات کی نشان دہی کردے جنہیں دیکھ کر اور جن نشانات پر چل کرلوگ منزلِ مقصود کی طرف جاتے ہیں، چراغ کا ہر گزید کا منہیں ہے کہ وہ خود کے ایجا دسے راستہ پیدا کرلے، راستہ تو مقرر شدہ ہے اور اس کے نشانات وہی ہیں جو دِ کھر ہے ہیں اس کے علاوہ دوسر نے نہیں ہو سکتے۔

اگرعقل کونقل کے تابع مان لیا جائے پھراس کے بعد جو پچھ بچھ میں نہ آئے اور عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے ،اس میں خود سے تاویل کیا جائے ، پھراس تاویل کے مطابق قول نہ بھی کیا جائے اور نہ ہی تاویل کا اعتقادر کھا جائے اور اس تاویل میں اس کی نیت نیک بھی ہو پھر بھی پیہ تکذیب اور ا نکار ہی ہوگا۔ پھر ایمان کہال گیا ؟ اسلام کہال رہا؟ جس کا مطلب ہی انقیاد وطاعت ہے، کہو' لا إله إلا الله'' ذره آفتاب سے برابری کا دعویٰ کرے، قطرہ دریا سے مساوات کا چیننج کرے، جزکل کومقالیے کی دعوت دے مجکوم اپنے حاکم سے مکسانیت چاہے اور بندہ اپنے پروردگار تعالیٰ سے ہمسری کا اظہار كرے اور بيك كو كون ہے؟ اور كياہے جومين نہيں ہوں؟ صد ہاافسوں اليى عقل وسجھ پر۔

اُس وصل میں شیخ قدس سرہ نے دوبا تیں بیان کی ہے:ایک تو پہ کہ معرفت میں عقل کو بھی یک گونہ دخل ہےالبتہ حق الیقین کے مرتبے تک رسائی کے لیے عقل مطلقاً دخیل نہیں ہے۔ دوسری بات بيرے كه حديث 'أول ما خلق الله العقل ' ' كالتيج مفهوم كيا ہے؟ شيخ كسے بين:

'''چول کہ بغیرغور وفکر کے کوئی راستہ نہیں کھلٹا ہےاور نہ ہی کچھواضح ہوتا ہےاورغور وفکر كرنا توعقل كابى كام ب، لبذااس سے يہ متيجہ برآ مد ہوتا ہے كہ عقل بھى الله رب العزت كى معرفت ميں بدورجه اتم دخيل ہے۔ليكن يبال بير بتانامقصود ہےكہ تق الیقین کے مرتبے تک رسائی کے لیے عقل مطلقاً ذهیل نہیں ہے اور نہ ہی وین کے معاملات میں علی الاطلاق عقل کو دخل ہے۔ بلکہ وجی اور تھم شارع کے بالمقابل توعقل کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ہاں شارع علیہ السلام کی تعلیم دینے کی بنیاد پر عقل کوضرورمعرفت حاصل ہے۔لہذاعقل کی تعریف میں اُوگوں کوغور وَکَر کرنا جانبے اور حديث: 'أول ما خلق الله العقل' '(ا) مين جوعقل كي فضيلت بيان كي كن كن آ داب اورطورطریقوں کالحاظ رکھتے ہوئے بیفر ما یا گیا ہےاس تعلق سے بھی غور وفکر کرناچاہیے۔ کیوں کمخفقین اور مقلدین کے مراتب میں نفاوت اب تک باقی ہے۔ ''أو لُ ما ُخلق اللهُ العقل'' والى حديث مين عقل سےمراد مُثلوقِ اول اورموجو دِ ثَانَی ہے، جے عقلِ اول، روحِ اعظم اور قلم اعلیٰ کے نام سے یادکیاجاً تاہے۔مشائخ کے کشف اوراہل ایمان کےعقیدہ کےمطابق اس سےمرادعین حقیقت محمدی اور نبی كريم صلى التدعليه وآله وسلم كى روح مقدس ہے جوروح اس وقت عالم امريس تمام انبیا کے لیے نبی اور تمام ارواح کی مربی تھی۔ اِس عالم مثال کی تخلیق کے بعدوہی جوہر کل آپ کےجسم منور ہے تعلق ہوگئ، پھرسارے اہلِ عالم کی سکمیل

⁽١) مندالفر دوس، عا كشصد يقه، ج:١١،ص: ٣-حلية الاولياوطبقات الاصفيا، ج:٧،ص: ٣١٨

وارشادکا کام اس سے سرانجام یا یا۔سارے ارواح اورکل کا ئنات کی عقلیں اسی عقل کل اور روحِ اعظم سے مشتفیض و مستنیر ہیں جوانو اروتجابیات کامنبع ومخزن ہے بلکہ حقیقت توبیہ ہے کہ سارے عالم کے عقول وارواح اسی روح کے نورکی شعاعیں ہیں'۔

يانجوال وصل

اس وصل میں شیخ نے ایک شبہہ کا از الد کیا ہے اور وہ یہ کہ عقل کا ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے ذریعے نبی کی نبوت کی سچائی کے بارے میں تفکر کیا جا سکے اور ان کے مجزات کے تعلق سے غور وفکر کیا جا سکے۔ چول کہ عقل کے علاوہ کسی اور طریقے سے ان سب با توں کے بارے میں غور وفکر نہیں کیا جا سکتا ہے لہذا عقل ہی اصل ہے۔ شیخ اس شبہہ کے جواب میں فرماتے ہیں:

د دنہیں خدا کی قشم ایسانہیں ہے ب^نقال ہی سے ساری چیزیں نہیں وریافت کی جاتی ہیں بلکہ مذکورہ بالا چیزوں کے لیے ہدایت اورنو رِتُو فیق ہونا ضروری ہے جس کے ذ ریعے منزل مقصود تک رسائی ہوتی ہے۔ورنہ تو اگرصرف عقل ہی کا وجو دضروری ہوتا اور ساری چیزیں اس کے ذریعے معلوم ہو سکتی تھی تو بتایا جائے کہ بہت سارے کفار بہت عقل مند تھے اور اپنے کاموں میں خوبعقل مندی دکھاتے تھے، وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح واضح معجزات ویکھنے کے باوجووان کی نبوت کی سیائی کواپٹی عقل کے ذٰریعے کیوں نہیں جان سکے؟ اوراگر جان بھی لیے تو تکبر،حسد اور عناد کی وجہ سے کفر اختیار کر بیٹھے اور نبی کی نبوت کی تکذیب کربیٹے، وہ لوگ اپنی عقل کے ذریعے کبر، حسد اور عناد کی برائی اوران کے انجام کو کیوں نہیں سمجھ سکے؟اور پھران باتوں سے اجتناب کر کے کفر و تکذیب کو کیوں نہیں چپوڑے؟ نیز اپنی عقل کی معرفت سے خود ان لوگوں نے ایسا کوئی قانون کیوں نہیں بنایا جس سے وہ اپنے آبا واجداد کا دین بجاسکیں جس دین پر ا یک مدت تک انہوں نے اپنی زندگی گزاری؟ پیران کفار کے علاوہ خودان کے ز مانے اوران کے بعد کے دور کے وہ شیر ہُ آ فاق سلاطین وام اجن کی سلطنت کا د بدبهاطراف عالم میں ہرسوتھاوہ ظہوراسلام کے لیےرکاوٹ کیوں نہیں بن سکے؟ اوراگِران میں سے بعض امرااپنے غرورِنفس اورخواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بیہ محال فکر لے کر پچھ تو اعد و تو انبین بنامجھی دیے تو وہ اب تک باقی کیوں نہیں رہے؟ اوروہ قوانین حاری کیوں نہیں کیے گئے؟

عقل ایک ایسی نعت ہے جس کاشکرادا کرناضروری ہے،اور نعمتِ عقل کاشکریہ ہے کہ بغیر کسی تر دو تفکر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی جائے اور کی ہو،ان کے خلاف کسی قسم کی بات بھی زبان ودل پر نہ لائے اور ایمان کی سعادت سے محروم نہ رہے۔

ہائے محروی! اگر مختلف قسم کی نعمتوں کا وستر خوان کسی کے سائنے پیش کیا جائے اور وہ اس قسم کے شک و تر دداور بحث و فکر میں گرفتار ہو کہ اس کھانے کی حقیقت کیا ہے؟

کون اس کولا یا ہے؟ بیہ کہاں سے لا یا گیا ہے؟ اس سے سیری ہوگی یا نہیں؟ اس کی کوئی حقیقت ہے بانہیں؟ اس کی دوسر بے لوگ آئیں اور ان نعمتوں کو خوب مزہ سے کھاجا تعین اور وہ محروم رہ کر بھوکا مرجائے ۔ یا پھر اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ سورج طلوع ہوجائے اور اپنے نور سے کھا اطراف عالم کو منور کر دیا اور کوئی خض اپنی آ تکھوں کو بند کر کے اس بات سے کل اطراف عالم کو منور کر دیے اور کوئی خض اپنی آ تکھوں کو بند کر کے اس بات کی حقیق و فقیش و فقیش میں لگ جائے کہ یہ واقعی سورج کی روشنی ہے یا نہیں؟ یہ حقیقت ہے یا صوف میر اخیال؟ اس طرح وہ اس نور سے روشنی نہ حاصل کر سے جو پور سے یا میں ہر سومحیط ہے ،ظلمت کدہ میں ہی بھٹاتا پھر بے اور حسرت وافسوس میں اپنی جیان کو ادے ۔ ایسی عقل کس کا م کی ہے؟ اس سے تو دیوانگی بہتر ہے۔'

حقائقِ اشیا کے ادراک میں عقل کوذرہ برابردخل نہیں ہے، اگر عقل حقائق کے ادراک اور موجودات کے احوال کی معرفت کے تعلق سے مستقل ہوتی اوران اشیامیں عقل کو مطلقاً دخل ہوتا تو پھر پوری دنیا کے عقلااشیا کی خاصیتوں کے اسباب بیان کرنے میں کیوں عاجزرہ گئے؟ مثلاً کاہ ربامیں شش اور سقمونیامیں اسہال ہونے کا سبب کیا ہے؟

بالآ خرعقلاال طرف گئے ہیں کہ وہ کشش اور اسہال ان چیزوں کی صورتِ نوعیہ کا تقاضا ہے، پھر بھی وہ لوگ اس کی تعیین و تشخیص ہے بھی عاجز رہے۔اب بس اتنا کہہ دوتو کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کو ایسے ہی پیدا کردیا ہے اور اس میں بیخاصیت رکھ دی ہے۔اگر اس تعلق سے تمہارے پاس اس کے سی فرستا دہ کی طرف سے کوئی خبر آئے تو اس کو پڑھوا ور اس پراعتقا در کھو اور عقل در کھو اور تا توں کو چھوڑ دو۔ جس طرح تم نے یہاں اپنی نادانی اور بے بسی کا اعتراف کیا ہونے کو مصنف نے مختلف مثالوں اور روایتوں سے واضح کہا ہے۔

ساتواں وصل

نورِحقیقت کودل کی آکھوں سے ہی ویکھاجاسکتا ہے، سرکی آکھوں سے اسے دیکھنامکن نہیں ہے لیکن غلبۂ حال میں ایسالگتا ہے کہ گویا سرکی آکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اسی مقام پر پچھ مجوبانِ اہل زمانہ کوشبہہ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم حقیقت کواپنے سرکی آکھوں سے دیکھتے ہیں اور دوسروں کوبھی ویکھتے ہیں۔ اسلاف میں سے کسی نے بھی اس طرح کی بات نہیں کی ہے۔ در حقیقت بات تو وہی درست ہے جوار بابِ شمکین مشائے نے کہی ہواوتانون بنادیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی سب یا تو غلبہ حال ہے یا پھر محض دعوی ہے، چنال چہ یہ فرمایا گیا ہے:

د کیم یک تھوں سے دیکھ اللہ تعالی مَرئی پالبَصَوِ فی الدُنیا الاشِر ذَمَةٌ قَلِیلَةٌ مِنَ المُتَصَوِ فَةِ لائِعبَا بِهِم ''یعنی اللہ تعالی مَرئی پالبَصَوِ فی الدُنیا الاشِر ذَمَةٌ قَلِیلَةٌ مِنَ المُتَصَوِ فَةِ لائِعبَا بِهِم '' یعنی اللہ تعالی کو بے شل وہ انداس دنیا میں سرکی آگھوں سے دیکھنے کا وقول مشائخ طریقت میں سے کسی نے نہیں کیا، لیکن چندا پیاوگوں نے اس بات کا قول کیا ہے جو اس راوطریقت کے دعویدار ہیں جن کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

یہ حضرات بیفرماتے ہیں کہ اس راہ کاسا لک ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ بھر و بصیرت ایک ہوجاتی ہے، ظاہر وباطن کیسال ہوجاتا ہے اور صورت اور معنی کا متیاز در میان سے ہٹ جاتا ہے۔ اب اس وقت چاہے میہ کہاجائے کہ '' میں دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں'' یا پھر یوں کہاجائے کہ '' میں سرکی آنکھوں سے دیکھتا ہوں'' دونوں جملوں کا حاصل اور مطلب ایک ہی ہے۔ شخ فرماتے ہیں:

ان مشائ کے کاشارات کواللہ ہی بہتر جانتا ہے اوران جملوں کی حقیقت کاعلم انہیں کو ہے جن حضرات نے اس کا قول کیا ہے ، لیکن میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ اس مقام و مرتبہ کا وجود بہت کم ہے اورا یسے مقام کے لوگ کمیاب ہیں ۔ کو کی شخص وحدت الوجود کی مشائ کے کے مذہب پرخض اعتقادر کھتے ہوئے اور تو حدید کا معنی بیان کرنے میں ان مشائ کی باتوں کو سیحضے کے بعد کسی نتیجہ پر بھنی کراس طرح کی کسی بات کا قول کر دیتا ہے کہ حال کے نگر کی صفائی اور باطن کی نورانیت کی وجہ سے ایسے مقام تک بھنی جاتا ہے کہ حال کے ہمر چشمہ سے بچھ قطرات اس کے اوپر گرجاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس طرح کا وقوی کر دیتا ہے۔ بیسب آسان ہے ، کیکن جو بات غلبہ حال اور (سلطانِ وقت) وقت کے دید ہے ۔ بیسب آسان ہے ، کیکن جو بات غلبہ حال اور (سلطانِ باوجود حق وہی ہے جو حقین اور اربابِ جمکین مشائ نے کہا ہے جن کے مام وحال کی باوجود حق وہی ہے جو حقین اور اربابِ جمکین مشائ نے کہا ہے جن کے مام وحال کی باوجود حق وہن اور اربابِ جمکین مشائ نے کہا ہے جن کے مام وحال کی باوجود حق مزاجیہ اعتدال حقیق پر بہنی چکی ہے ، جو احوال ومقامات کے نگہبان ہیں۔

آ گھواں وصل

معرفتِ اللّی میں محض عقل دخیل نہیں ہے۔سالک کوچاہیے وہ عقل کوقل کا تا بع کردے۔شریعت اور دحی آسانی کی تعلیم کے بغیرا یمان کے اسرار ورموز کاعلم، آخرت کے احوال وکواکف کا اور اک ،اللہ رب العزت کے اوامرونو اہی کی حقیقت کی سمجھ اور اس کے ملک وملکوت (عالم اجسام اور عالم ملکوت) کے عجائب وغرائب کی معرفت عقل کے اختیار سے باہر ہے، اس لیے درست طریقہ یمی ہے کہ عقل کوقل کا تا بع بنایا جائے،صرف عقل پر بالکل اعتماد نہ کیا جائے اور کسی طرح کی بحث و ججت سے پیش نہ آئے بلکہ بندہ ہے اور تسلیم ورضا کا پیکر ہوجائے۔

نوال وصل

غلبہ حال اور فرطِ مجت میں جھی بھار بعض صوفیہ کی زبان سے پھا سے کلمات اور اشارات نکل جاتے ہیں جواہلِ ظاہر حضرات کے ہم سے بالاتر ہوا کرتے ہیں مثلاً: ''أنا المحق''، 'سبحانی''، ''لیس فی جبتی سوی اللہ'' ''أنا ھو و ھو آنا'' اور اس طرح کی دیگر با تیں۔مشائخ کی اس طرح کی باتوں کوشطیات یا ہفوات کہتے ہیں۔اس طرح بعض مشائخ سے پھھالیے افعال وحرکات ظہور پزیر ہوتے ہیں مثلا واڑھی مثدانا، کپڑے پھاڑئا، دراہم کی شیلی پانی میں ڈال دینا، اور اپنے فس کو طرح طرح کی مشقوں اور ہلا کتوں میں ڈالنا،مشائخ کے شیلی پانی میں ڈال دینا، اور اپنے فس کو طرح طرح کی مشقوں اور ہلا کتوں میں ڈالنا،مشائخ کے جوابے لیے خاص وضع قطع کا اہتمام کرتی ہے،مثلار باط بنانا،خرقہ بیشی،سرمنڈ وانا، ان کے اپنے ہوا ہوتے ہیں۔انہوں میں خوت شینی اور ساع کی مخطوں کا انعقاد وغیرہ۔جس طرح فقہامسائلِ فقہ میں اجتہاد کرکی کیفیتیں،خلوت شینی اور ساع کی میں اجتہاد کے شرائط اور سنت و بدعت کی تحقیق کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔اس میں مقتبالوں صوفیہ کی مقال ہوا کو سنے ہوا کرتے ہیں۔ان سی بحث کی جاتی ہے۔اس میں مقتبالوں صوفیہ کی مقال ہوا کا ورسنت و بدعت کی تحقیق کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔اس میں مقتبالوں صوفیہ ودون کر ایک الموال سے ہے۔اس میں فقہالوں صوفیہ ودون کر ابر ہیں۔ ہاں اصل کے وجود اور دلیل کی صحت کا مطالبہ دونوں سے کیا جائے گالیکن پہلی قسم کا تعلق غلبہ احوال سے ہے۔

حالتِ سکراورغلبۂ حال میں ان صوفیہ سے جواقوال وافعال سرز دہوجاتے ہیں ان میں اسلم اوراحوط طریقہ بہی ہے کہ تسلیم کیا جائے۔ا نکارواعتراض نہ کرےاور نہ ہی ان کے اقوال و افعال کی تقلید یا پیروی کرے۔کیوں کہا تباع توشریعت وطریقت کے احکام واصول میں کیا جاتا ہے جن کی بنیادعلم پر ہے۔ذوق وشوق اور وجدوحال میں کسی کی پیروی نہیں کی جاتی ہے کیوں کہ ان امور کا دارو مدار حال پر ہے۔

مشائخ کےغلبۂ احوال اوران کے شطحیات کے سلسلے میں لوگ تین طرح کی جماعتوں میں ہے ہوئے ہیں:

ا پہلے گروہ کا تعلق فقیہانِ خشک اور علمائے ظاہر سے ہے جوان مشائخ کے شطحیات، موہمات اور مہمات کا انکار اور ان کی تر دید کرتے ہیں، انہیں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان مشائخ کو معذور سیحقے ہیں ۔ پھر سے فقہا بھی دوگروہ میں بٹے ہوئے ہیں: ایک گروہ کے لوگ حقیقی طور سے ان مشائخ کا انکار کرتے ہیں، ظاہر وباطن میں ان کے باطل ہونے کی تہمت ان پرلگاتے ہیں، فتنہ وفساد کی نسبت ان کی طرف کرتے ہیں اور ان مشائخ صوفے کو جائل اور مجنون کہتے ہیں۔

۲۔ فقہا کا دوسرا گروہ بظاہر عوام کے لعن وطعن کے خوف اور سدِ ذرائع کی وجہ سے مشائخ کے ان اقوال وافعال کی تر دید کرتے ہیں۔ ردوا نکار میں پیلوگ بہلی جماعت کے ساتھ ہیں گین پیلوگ دل کوزبان کے موافق نہیں کرتے ہیں اور باطن میں مشائخ کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ ان دونوں گروہ نے مشائخ کے حق میں افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ بس دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرے گروہ کے مشائخ کے حق میں افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ بس دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرے گروہ کے لوگ غلوا ورافراط کو اختیار کرتے ہیں سب حق سے خواہ دوہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوبلکہ شریعت وہی ہے جو بیلوگ کرتے ہیں۔

اس جماعت کو جاہل صوفیہ کہتے ہیں اور پہلی جماعت کے لوگوں کو فقیہا نِ خشک کہتے ہیں یہلی جماعت کے فقہا اگر چہ جمود و تعطل میں بے حد بڑھے ہوئے ہیں لیکن دوسری جماعت کے لوگ جہالت اور گمراہی میں پہلی جماعت سے ایک قدم آگے ہیں ۔ دونوں میں فرق صرف اتناہے کہ پہلی جماعت کے لوگ بے معرفت ہیں جب کہ دوسری جماعت کے لوگ بے ایمان ہیں ۔ پہلے گروہ کے لوگ معرفت میں بھی قدم نہیں رکھے جب کہ دوسرے گروہ کے لوگ وائر ہُ اسلام سے خارج ہوگئے۔

سامشائخ کے ان اقوال وافعال کے سلسلے میں بہترین اور احوط طریقہ تسلیم ہی ہے۔ چناں چہا کیا ہے: '' اُسلِم تسلِم '' تسلیم کرلو، مان لو، محفوظ رہو گے تسلیم کا مطلب بیہ ہے کہ لوگ بیجان لیس کہ ان افعال واقوال کے صدور کا منشادرست حالت ، چیج نسبت اور سیجی نبیت ہے کیکن حال اور وجد کے غلبہ کی وجہ سے ثبات قدمی جاتی رہی، ضبط واختیار ختم ہونے لگا یہاں تک کہ شرعی لحاظ سے بظاہروہ فعل براگئے لگا، بے نودی میں وہ برائی بھی نظر سے ساقط ہوگئی اور صرف معنی اور روحِ عمل لینی حضور واخلاص پر نظر جم کررہ گئی جس کی وجہ سے سید چیراہ سے قدم لغزش کھا گیا۔

مشائخ کے اقوال وافعال میں تسلیم کا ایک واقعہ شیخ نے اسی کتاب میں تیرہواں وصل کے قاعدہ نمبر: ۱۳ میں ذکر کیا جس کو یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں:

''مشائخ طريقت ميں سے كسى بزرگ سے بوچھا گياكه: مَا تَقُولُ في إِبنِ العَرَبِي؟ شیخ محی الدین ابن عربی کے تعلق ہے آپ کی کیارائے ہے؟ ان کے بارے لوگوں كا اختلاف ہے،ان كے متعلق آپ كا كيا اعتقاد ہے؟ انہوں نے جواب ديا: هُوَ أَعرَ فُ بِكُلِّ فَنَ مِن أهلِ كُلِّ فَن ـ وه مرفن اور مرحكم كواس فن اورعكم ك مامرين سے زیادہ جائے تھے، لوگوں نے کہا: مَاسمَلْنَاك عَن هذَا؟ آپ سے جماراسوال اس تعلق سے نہیں ہے،ان کے علم ومہارت اور فضل و کمال کے بارے میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہم تو آپ ہے ان کے عقیدے کے بارے میں سوال کررہے ہیں کہ ایمان وا تباع اور ہدایت کے باب میں ان کے کیا عقائد تھے؟ فرمایا: أُختُلِفَ فِيهِ مِنَ الكُفرِ إلى القُطبَانيَة ان كَتعلق سَكُفر سِ قطبيت تك لوگوں کا اختلاف ہے، اُیک جماعت ان کو کا فر مانتی ہے، جب کہ دوسری جماعت ان کوقطب مانتی ہے۔ پھرلوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کس طرف ہیں اور آپ ك نزديك ان ك تعلق سے كون ساتول رائح ہے؟ فرما يا:أسلِم تسلِم ميرا مذہب تسلیم ہے، اور سلامتی اس میں ہے کہ تسلیم کیا جائے نہ تو مانے میں غلو کیا جائے اور نہ ہی نہ ماننے میں افراط سے کام لیا جائے۔اس لیے کہ تکفیر میں بہت خطرہ ہے اورا گر تعظیم میں مبالغہ سے کام لیا جائے تو یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ عوام الناس ان کے مبہمات وموہمات کی اتباع کرنے لگیس جس کے نتیجِ میں م^نقصد کی ^خقیقت تک نارسائی کی بنا پر کوئی دوسراراسته اختیار کرلیں۔''

مرشد گرامی حضور سیدی سرکار داعی اسلام ادام الله ظله علینا طالبین کو یہی نصیحت

فرماتے ہیں۔ چناں چِرآپ مثنوی نغمات الاسرار فی مقامت الا برار میں فرماتے ہیں:

خلق کی بے جاملامت سے نہ ڈر شیخ کی صحبت میں ہے مطلق حرام تجھ پہ لازم ہے کہ توایمان لائے رو اور انکار میں جلدی نہ کر بلکہ ساکت رہ کہ من سکت نجا اتباع حال سے خود کو بچا جس طرف وہ حکم فرمائے توجا ما نہاکہ عنہ اے دل فانتھوا

اس کی ہر آگ بات کوتسلیم کر اعتراض وشک و انکارو کلام گو سمجھ میں تیرے آئے یانہ آئے اس کی جو بھی بات سن اے بے خبر اور نہ ہی تقلید میں جلدی دکھا جب تلک کہ تھم مرشد کا نہ پا جس سے وہ روئے تورک جا باخدا ہیں اشارہ یاد رکھ ہر لحظہ تو

دسوال وصل

اس وصل میں شیخ نے انبیا کے زلات اور اولیا کے مفوات پر مفصل گفتگو کیا ہے، اسی وصل میں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تول: إنّه لَیْغَانُ علی قَلبِی وَ إِنی لأستغفر الله کل یوم سبعین مرة (صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منه ۴/ ۲۰۷۵) کی مختلف توجیہات مشاکخ نے نفل کیا ہے، اور یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اولیائے کرام کے مفوات کو انبیاعیہم السلام کے زلات کی طرح سمجھنا چا ہیں۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

مشائخ کے ہفوات کا وہی تھم ہے جوانبیاعلیہم السلام کے زلات کا ہے۔ یہ بات صرف بہ طور تمثیل اور تشبیہ ہے؛ ورنہ توانبیاعلیہم السلام کے احوال اور ان کے مقامات قرب میں کسی کوسی قشم کی مشارکت حاصل نہیں ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ولایت نبوت کا سایہ ہے اور جوصفات شخص میں ہوا کرتی ہیں وہی چیزیں سایہ میں بھی پیدا ہوجاتی ہیں الیکن فرع اوراصل ، تابع اور متبوع ، آدمی اوراس کا سایہ برابز ہیں ہوتے ہیں ۔ اولیا کو جو کمالات بھی حاصل ہوتے ہیں وہ انبیا علیہم السلام کی متابعت و پیروی سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مشاکخ قدس اللہ اسرار ہم فرماتے ہیں کہ: مومنوں کی ارواح اولیا کی ارواح سے روشنی حاصل کرتی ہیں اور اولیا کی ارواح سے روشنی حاصل کرتی ہیں اور انبیا کی ارواح جو متاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی روح اللہ بیاک روح اقدس سے متنفیض ہوتی ہیں اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی روح اللہ رب العزب کی ذات یا کہ سے مشفیض ہوتی ہے۔ اس لیے مشاکخ کے ہفوات کو انبیا کے زلات کی طرح سمجھنا چاہیے۔

گیار ہواں وصل

مشائخ سے مفوات اور موہمات غلبہ حال اور فرطِسکر کی وجہ سے صادرہوتے ہیں۔غلبہ حال اور فرطِسکر کی وجہ سے صادرہوتے ہیں، اس کی کچھ مثالیس شخ حال اور بخودی میں مشائخ سے جواقوال وافعال صادرہوتے ہیں، اس کی کچھ مثالیس شخ نے اس وصل میں بیان کیا ہے، چناں چہشنخ نے اس سلسلے میں حضرت شیخ شبلی، شیخ ابو مخر و خراسانی، حضرت دوالنون مصری، شیخ ابولسن نوری، حضرت ابولسا بہ انصاری، حضرت بلال، حضرت عمر بن خطاب، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت معاذین جبل رضی اللہ عنہم وقدست اسرارہم اوران کے علاوہ دیگر بزرگوں کے غلبہ کال اور فرطِ سکر کے پچھ حکایات نقل فرمایا ہے۔

بارہواں وصل

مشائخ عظام کا اینے نفس کومشقتوں میں ڈالنا،نفس اورخواہشات کی مخالفت کرنا،اسباب کا استعمال نہ کرنا،اورخودکوسختیوں میں مبتلا کرنا خلاف سنت نہیں ہے بلکہ پیسب ان کے مجاہدات میں سے ہیں۔ خلاصہ بیہ ہے کہ وہ صاحبانِ حال جوراہِ الہی میں صادق ہیں، بارگاہِ الہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں، جن کاعلم وتقوی اور دیانت معلوم ہے ان کے اقوال وافعال میں توقف اور سلیم کرناسب سے زیادہ محفوظ اور درست طریقہ ہے۔ اس باب میں کسی مصلحت اور ضرورت کے بغیرر دوا ٹکار کے ذریعے غور وفکر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔'' آسلِم تسلِم'' مان لوحفوظ رہوگے۔ اس جماعت کے تعلق سے سب سے اونی ورجہ کا اعتقادیہ ہے کہ برابری کاعقیدہ رکھا جائے'' نہ روکیا جائے اور نہ ہی اقر ارکیا جائے ، اس سے اگر تمہیں پھے کہ فائدہ نہیں ہوگا تو نقصان بھی نہیں بہنچ گا۔

تير ہواں وصل

اس وصل میں شیخ نے صوفیہ اور فقہا کے مابین کچھ تنفق علیہ تو اعد کوذکر کمیا جو شیخ نے حضرت احمد مغربی برنسی معروف بہ شیخ زروق قدس سرہ کی کتاب تو اعدالتصوف سے نقل کیا ہے۔ شیخ نے قواعدالتصوف سے کل پندرہ قواعد ذکر کیے ہیں ؛ جو پچھاس طرح ہیں:

قاعدہ: افقہ ساری مخلوق کے لیے عام ہے جب کرتصوف صرف مقربین کے ساتھ خاص ہے۔ قاعدہ: ۲: صوفیہ بے حدمحتاط ہوتے ہیں اور فقہا کے مختلف اقوال میں سے احوط اور اسلم

قول پڑمل کرتے ہیں۔

قاعدہ: ۳۔ کتاب وسنت ہی جت ہے اور صرف شارع ہی متبوع حقیقی ہے۔ قاعدہ نمبر: ۷۔ :صوفیہ کے کلام میں ابہام واشکال کے اسباب۔

قاعده نمبر: ۵ _صوفیه صافیعلم اور حال دونوں طرح سے گفتگوفر ماتے ہیں۔

قاعدہ :۲۔غلبۂ حال کی کیفیات سے باہرآنے کے بعدصاحبانِ وجدوحال پراحکامِ شرعبہ کی قضاواجب ہے۔

قاعدہ: کے فضیلت وکمال کا ثبوت احکام شرعیہ اور حدودِ شرعیہ کے سقوط کو مشکر منہیں ہے۔ قاعدہ: ۸۔ بشریت کے قص سے کوئی بھی شخص پاک نہیں ہے اور عصمت صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے۔

قاعدہ: 9۔کسی ناپبندیدہ امرہے بچنے کے لیے یا فتنہ وفساد کے خوف سے کسی بھی حرام کام کاار تکاب جائز نہیں ہے۔

قاعده: ـ • احق كي موافقت مقصود ہےنه كەمخالفتِ نفس ـ

قاعدہ:۔اا۔الفاظ ومعانی کی رعایت ٰلازم ہے۔

قاعده: ١٢ ـ بات چيت اورمعاملات ميں كتاب دسنت كى پيروى واجب ہے۔

قاعدہ: ۱۳۔شبہہ اوراشکال کے مقامات میں توقف مجمود ہے۔ قاعدہ: ۱۴۔صوفیہ صافیہ کی جماعت پراعتراض دا نکار کے اسباب۔ قاعدہ: ۱۵۔صوفیہ کے ردمیں کھی جانی والی کتا بول کے مطالعہ کے شرا کط۔ شیخ نے شیخ زروق قدس سرہ کی تالیف کر دہ قواعد کو آئبیں کے الفاظ میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ وضاحت کی خاطر آئہیں خوب چھیلا کرمختلف مثالوں سے مزین اورموزوں دلائل سے مبر بن کر کے بالتفصیل رقم کیا ہے۔

خاتمه

عقائدگی کل تین فصلیں ہیں(۱)اللہ کی ربوبیت پراعتقاد کہ: اللہ کو ہرعیب ونقص سے پاک جانے اور بیاعتقاد رکھے کہ وہ کسی کی طرح نہیں ہے اور نہ کوئی اس کی طرح ہے۔ کمال کی ہر صفت اس کی ذات میں موجود ہے۔ جو متشابہات اور مشکلات وارد ہوئے ہیں ان پرایمان لائے یاان کو اللہ کے سپر دکر دے کہان کی مراد اور حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

(۲) نبوت پراعتقاد: نبوت کو ثابت مانے، انبیاعلیہم السلام کو معصوم جانے، ان کوعیب ونقص سے منزہ جانے اور ہراس علم عمل اور حال سے پاک جانے جوان کے مرجبہ کمال کے شایانِ شان نہیں ہے اوران کی مشکل اور منشا بہ اقوال وافعال کو انہیں کے سپر دکر دے۔

(۳) آخرت پراعتقاد: انبیاعلیهم السلام نے آخرت کے بارے میں جوخبریں دی ہیں ان ساری خبروں پراعتقا در کھے، بغیر کسی تغیرو تبدل کےان خبروں کوسچ مانے اوران کی تفصیل و تا میں منہ جائے۔

شیخ نے خاتمہ میں انہیں تین باتوں کواس لیے بیان کیا کیوں کہ انہیں تین چیزوں پر ایمان کی بنیاد ہے۔ایمان کے اثبات کے لیے صرف اتناہی کافی ہے۔اس کے علاوہ باتی سب فروع ہیں۔اسی بات کوامام غزالی قدس سرہ نے اپنی کتاب فیصل التفر قد بین الاسلام والزندقیہ میں اس طرح سے ذکر کیاہے:

''اصل ایمان تین ہیں۔اللہ پرایمان،رسول پرایمان اور آخرت پرایمان۔اس کے علاوہ سب فروع ہیں ۔جاننا چاہیے کہ فروع میں اصلاً کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی سوائے ایک مسئلے کے اور وہ میہ کہ کوئی شخص اصول دین میں سے کسی چیز کا جورسول اللہ سے اللہ عالم کے اور وہ میہ کہ کوئی شخص اصول دین میں سے کسی چیز کا جورسول اللہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہوا نکار کرے۔'' (ص:۲۱ میں ۲۱ ہے۔ دار البیر وتی ،۱۲ مارھ) شیخ قدس سرہ کی میہ کتاب نہایت جامع ہے۔ جو تصوف اور صوفیہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ جہاں میہ کتاب صوفیہ کے ذوق وشوق ، وجد وحال ،مہمات ،موہمات ،شطحات ، مفوات ،تصوف

کے اصول و تواعد اور صوفیہ کے اصطلاحات سے آشا کرتی ہے وہیں فقہا اور علائے ظاہر کو افراط و تفریط سے بازر ہنے اور توسط واعتدال کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاہے کہ مولی تعالیٰ ہمیں ہمیشہ صوفیہ صافیہ کے دامن سے وابستہ رکھے اور ان کے برکات کا فیضان ہم پر فرمائے۔ آمین بجاہ سیرالم سکین علیہ وآلدافضل التسلیم۔

مصادرومسراجع

ا - منداحمدا بن حنبل ، احمد بن حنبل الوعبد الله شيباني ، ناشر : مؤسسه قرطبه ، قاهره ۲ - جامع ترمذي ، محمد بن عيسى ترمذي ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی مصر

ساحلية الاولياء وطبقات الاصفياء، ابوقعيم احمد بن عبدالله اصبها ني (• ١٣٣٥ هـ)، السعادة بجوارمحافظة مصر، ١٣٩٣ هـ ٢ ٢- رسالة قشيرية ، عبدالكريم بن بهوازن بن عبدالملك قشيري (٢٤٨ه هـ) دارالمعارف، قاهره

۵-مىندالفردوس،ابوشجاع شيروىية بن شهردار بن شيروىيدىلىي، (۹۰ ۵ ھ) دارالكتب العلمية ، ۲۰ مار ھ ۲-فيصل النفر قة بين الاسلام والزندقة ،غزالى، دارالبيروتى، دشق ۱۳ سام ۱

ے -طبقات الشافعیة الکبریٰ، تاح الدین بن علی سکی ،هجر للطباعة والنشر والتوزیع ۱۳۱۳ هه ۸-وفیات الاعبان ،ابوالعباس ثمس الدین احمد بن محمد برقی اربلی (۲۸۱ هه) ، دارصا در بیروت

000



مجلهالاحسان يقيناً تصوف پرايك منفردكي تخقيقي اور دعوتي مجله ہے!

دُ اکثر عارف نوشا،ی (اداره معارف نوشاهیه، اسلام آباد، پاکتان)

احوال بخیر! الاحسان کا کتابی سلسله - ۸ مجی ڈاکٹر معین نظامی کی وساطت ہے موصول ہوا۔ اس سے پہلے کے ثمارے ایک بار مکرم عزیز صاحبزادہ حسن نواز شاہ نے پڑھوائے تھے۔ یعنی احقر اب تک اس کے تمام شارے ، جو شایع ہو چکے ہیں ، دیکھ اور پڑھ چکا ہے۔ اس کتابی سلسلے کے بارے میں ، جس کا نام الاحسان ہے ، راقم السطور کا مجموعی تاثر اس کی پیشانی پرتحریری اعلان تصوف پر علمی ، حقیقی ووعوتی مجله کی تائیدوتو ثیق ہے اور بینشریداس وقت برصغیر میں اپنے موضوع پر شاکع ہونے والے دیگر رسائل کے درمیان اپنے اعتدال اور میانہ دوی کی وجہ سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی کی ہدایت اور اپنے رفقا کی مدواور لکھنے والوں کی ہمکاری سے اس نشریے کونہ صرف جاری رکھیں بلکہ اس کا معیار بلند تر ہو۔ آمین!

شارہ - ۸ کے چند مضامین میں نے ترجیحی ول چسپی سے پڑھے ہیں:

ا_مشائخ چشت کاساع مزامیر

۲ عبدعالمگیری کاایک اہم صوفی مخطوطہ

٣ ـ شيخ سعدالدين خيرآ بادي: حيات وخدمات

مهمه رساله ذكر بالحبر

۵_الرسالة المكيه اوراس كےمولف

بيسب مضامين بلند تحقيقي معيار كےحاملي ہيں۔

مشائخ چشت کے ساع مزامیر پر جو تحقیق کی گئی ہے، وہ اتنی مبسوط ہے کہ اسے الگ کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیے مضمون نگار نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ ااور بے جا قیاس آرائی سے کامنہیں لیا۔

۔ گئج رشیدی کاسیر حاصل مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں صاحب ملفوظات شیخ محمد رشید جو نیوری کے مزید تعارف کی اس مقالے میں ضرورت تھی۔ فاصل مضمون نگارنے اپنی کسی دوسری سختین کی طرف ارجاع دیا ہے، جس تک اس قاری کی دسترس نہیں ہے۔ ہمارے ہاں اسلام آبادسے شائع ہونے والی فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارس پاکستان مرتبہ احمد منزوی کی تیسری جلد ہفتہ ۱۵۸۸ میں ایک فارسی رسالہ سوال وجواب کا اندراج ہواہے، جس کی تشریح میں لکھا گیا ہے کہ یہ میرزامحمد رضا پلی میں ایک فارسی رسالہ سوال وجواب کا اندراج ہواہے، جس کی تشریح میں لکھا گیا ہے کہ یہ میرزامحمد رضا پلی کے سوالات اور شیخ عبدالرشید جو نپوری معروف بیشس الحق ، متخلص بیشسی (وفات: ۸۸ منا ہجری) کے سوالات اور شیخ عبدالرشید جو نپوری معروف بیشس الحق ، متخلص بیشسی (وفات: ۸۸ منا ہجری) کے

جوابات ہیں۔ تمام سوالات صوفیانہ ہیں۔ اس رسالے کا قلمی نسخہ میرے ایک عزیر شفیق الرحمان نوشاہی نے تقریباً چاہیں سال پہلے پاکستان میں اسلامی فنون لطیفہ کے تفق ڈاکٹر محمد عبداللہ چنتائی کے ذاتی کتب خانے (لا ہور) میں دیکھا تھا۔ اسے محمد قلی تسلیم نے ۱۳۳۳ اجری میں کتابت کیا اور یہ ۱۲ صفحات کیر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر چنتائی کا ۱۹۸۳ء میں انتقال ہوگیا۔ مجھے نہیں معلوم یہ نسخہ ان کی وفات کے بعد کہاں ہے؟ اور آیا یہ اطلاع آپ کے فاضل مضمون نگار کے لیے کسی ندرت کی حامل بھی ہے؟

۔ الرسالۃ المكيہ والے مضمون میں فاضل مضمون نگارنے ایک جگہ مخدوم جہانیاں جہال گشت کی کتاب جا مع العلوم کے اردوتر جے کا ذکر کیا ہے اور غالباً اس کا حوالہ بھی دیا ہے (حواشی صفحہ ۱۹ م) اس کا پورا نام خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم ہے۔ اسے پہلے قاضی سجاد حسین نے مرتب کیا اور مرکز علام سرور نے مرتب کیا اور مرکز تحقیقات فارسی ایران ویا کتنان ، اسلام آباد سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔

۔ شیخ ابن عربی کے احوال و آشاروا لے مضمون میں نصوص الحکم کے ۱۸ ہندوستانی شار حین کا نام لیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ مضمون نصوص کی ہندوستانی شروح پر کوئی بالاستقلال مضمون نہیں ہے اور نہ ہی تحقیق کا نقاضا تھا کہ سب شار حین کا ذکر اس مضمون میں کیا جاتا الیکن راقم السطور کے خیال میں ہندوستان میں نصوص کی شرح کا دائر ہاس سے کہیں وسیح ترہاور گذشتہ چند برسوں میں شائع ہونے والی فہارس مخطوطات میں کئی دیگر شارحین کی شروح کا ذکر ہوا ہے۔ ہندوستان میں فصوص کے ردّ وقبول پر جداگا نہ تحقیق ہونی چاہیے۔ والسلام!

مجلهالا حمان نے علقة اہل سنت كى ايك برى علمى ضرورت كو پوراكيا!

مولاناسيد بطين حيدر بركاتي (خانقاه بركاتيه،مار هره مطهره،ايطه)

تسلیمات وافرہ! جواب دینے میں بعض وجوہات کی بنا پر تاخیر ہوئی۔معذرت چاہتا ہوں۔آپ کے ادارہ عارفیہ،سیدسراواں شریف کی اکیڈی سے شائع ہونے والے مجلہ 'الاحسان' کا سرسری مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ! مضامین اور قلم کاروں کا بے مثال امتخاب ہے اس مجلہ میں۔ جدید تقاضوں کے مطابق اشاعت کا اپنایا گیا اسلوب یقیناً جاذب نظر ہے۔مزید سونے پرسہاگا کی مصداق آپ حضرات کے خلوص نے اس کی تا ثیر میں چارچا ندلگا دیے ہیں۔

یه کام فابل تقلید ہے۔ اہل سنت کے حلقوں میں خصوصاً ایسے کام کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اللّٰہ کا احسان کہ بیسہرا آپ حضرات کے سرر ہا۔ شیخ ابوسعید صفوی صاحب مدخلہ کی خدمت میں بعد سلام اس عظیم کارنامہ پردلی مبار کباد! دعا نے خیر میں یا در کھیں۔ والسلام!

مجله الاحمان اسلام كي فائي حقيقت كاتر جمان إ!

پروفیسر *تعور محمد لوسف ایین* (شعبه علم الادویه طبیه کالج، علی گڑھ مسلم یونی ورشی، علی گڑھ) محترم مدیر الاحسان ! السلام علی م

'الاحسان' کی سب سے بڑی خوبی، جود یگر کسی تحقیقی اسلامی جرید نے میں نظر نہیں آتی، وہ ہر تحقیقی عنوان یا سوال کواسلام کی غائی (Ultimate) حقیقت لیعنی ابدیت' کے حوالے سے دیکھنا ہے۔ چونکہ اُمّتِ مسلمہ کے اہل علم اور اہل ول کے سواوا عظم کا عمل اسی 'ابدیت' پر مرکوز ہے، اس لیے 'الاحسان' وگر اسلامی جرائد کے علی الرغم مسلمانوں کی تاریخ اور روایت سے پوری طرح میل کھا تا ہے، اُن کا کا اللہ تر جمان اور رمز شاس نظر آتا ہے۔ چوں کہ قر آن وسنت کی نمائش گونج یہی تر اکر ابدیت' ہے، چنانچہ الاحسان' کے استدلال اور استنباط قر آن وسنت کے کامل اور جامع حقیقت کے ہر ہر پہلوکوسموئے ہوئے و نظر آتے ہیں۔ نہ کوئی پہلوچھوٹنا ہے، نہ کوئی تناسب مجروح ہوتا ہے۔ 'الاحسان' کے اس امتیاز کی وجہجھنا نیادہ مشکل نہیں ہے۔ کسی جرید ہے کی بنیاد حکومت ہے، کسی کی وعوت، کسی کی اجتہاد، کسی کی اصلاح تریادہ مشکل نہیں ہے۔ کسی جرید ہے کی بنیاد حکومت ہے، کسی کی وعوت، کسی کی اجتہاد، کسی کی اصلاح ہیں۔ ایک میں اور اسلام کا حصہ بیں لیک گوئی بیانہ جہات اپنی اپنی جگہ سے جھی اور اسلام کا حصہ ہونا ناگز پر ہے۔ 'الاحسان' کی بنیاد اسلام کا کوئی حصہ نہیں بلکہ خود حصے کوئل بنالیا جائے تو نظی اور مین کی ایس اسلام کا حصہ بین نظر تر ہے۔ 'الاحسان' میں ہرموضوع کے تعلق ہے جمیس وہ تمام جہتیں اور تفصیلات بالکل اُسی تناسب میں نظر آتی ہیں جیسا کہ ہمارا قرآن و سنت کا علم جمیس بتا تا ہے، یا جیسا کہ ہمارا دل تصد بین کرتا ہے کہ قرآن و سنت میں یوں بی ہوگا اور جیسا کہ تواتر کے ساتھ ہر دور کے اخیار اور اساطین بتا تے رہے۔

(۲) اسی سے متعلق دوسری چیز جو الاحسان کے معتد بید مضامین میں نظر آتی ہے، وہ اساطین کے وہ حوالے ہیں جو کہ دیگر جراید کے حققین کے علم سے نکل چیے ہیں اور جو کہ الاحسان کے استدلال واستنباط کی تائید کرتے ہیں۔ بید دوسری چیز غالباً الاحسان کے روح روال حضرت ابوسعید کے مراجع اسلام کے وسیح مطالعے اور اُن کے مربوبین کی اس معاملے میں اُن کی کثیر المطالگی کی اقتدا، نیز جامعہ از ہر میں تعلیم کا نتیجہ نظر آتے ہیں۔ اگر ہم دورحاضر کی اصطلاح استعال کریں تو یہی بات یوں کہی جاسکتی ہے کہ الاحسان میں ہرموضوع پر آگے بڑھنے سے پہلے اسلام کے جوموقفات موجود ہیں، اُن کا صحیح اور جامع ' اور جامع ' اور جامع ' Review of Literature ' نظر آتا ہے، جو کی طرف توجہ ہی نہیں کی جائد میں منفر د بنا تا ہے۔ چونکہ دیگر اسلامی جرائد میں یا تو ماسبق کے Review کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی ہے، یا وہ ناقص اور نا قابل اعتماد ہوتا ہے۔

اب یہ بات ذہن میں رکھے کہ کسی موضوع کی تحقیق میں اس وقت تک حقیق پیش قدمی ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ یہ تحقیق موجودہ علم کے کامل Reivew پراستوار نہ ہو۔ وہ اس طرح کہ Review کے ذریعہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی موضوع کی معلوم شدہ تفصیلات کے دائر ہے میں سقم یا خلا یا نیا سوال کیا ہے۔ ورنہ غیر متعلق سوال پر ہونے والی تحقیق خود بھی زیادہ وقیع نہیں ہوتی اورموجودہ علمی تفصیلات کا حصہ نہ بغنے کی وجہ سے علم کو آگے بڑھانے میں بے کار ثابت ہوتی ہے۔ اورموجودہ علی تفصیلات کا دائی ہوتی ہے۔ کہ اس کے ذریعے کہ اس کے ذریعے کہ کسی بھی موضوع پر پہلے سے موجود علم کی تذکیر اور ترسیل انجام پاتی ہے۔ یعنی مؤٹر who peivew کسی بھی موضوع پر پہلے سے موجودہ علم کی تذکیر اور ترسیل انجام پاتی ہے۔ یعنی مؤٹر ہوتی ہیں، بلکہ کے سبب، نہ صرف متعلقہ نئی تحقیقات کے ذریعے موجودہ علوم میں نئی تفصیلات شامل ہوتی ہیں، بلکہ زیادہ بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ موجودہ علم کی یا در ہائی ہوتی ہے اور معاشرہ کے رواں کا موں میں فائدہ انتا ہے۔ ورنہ متنقل Reivew انجام نہ پانے کے سبب ایک طرف موجودہ علوم ترک وخفا میں بڑجاتے ہیں اور دوسری طرف معاشرہ ان کے بغیر تعطل اور نج روی کا شکار ہوجاتا ہے۔

علوم اسلامیہ کے تعلق سے یہ بہت بڑا مسلکہ بنا ہوا ہے۔ موجودہ اسلامی جرائدرواں ضروریات سے متعلق پہلے سے موجود اسلامی علوم کا دسوال حصہ بھی زندہ نہیں رکھ پارہے ہیں،جس کی وجہ سے اُمت اور انسان کی اشد یدحرج ہورہا ہے۔ اس تناظر میں الاحسان کی Reivew میں کا میا بی کی خصرف پوری اہمیت سامنے آتی ہے، بلکہ اس مثال سے اُمت مسلمہ کی موجودہ تحقیق کا وشوں میں ایک کلیدی اصلاح کی ضرورت اور طریقہ کا ربھی سامنے آتا ہے۔

(۳) الاحسان کی تیسری خوبی ہے کہ نصرف موضوع تحقیق پر موجو وعلوم اسلامیہ کا جامع Reivew فراہم کیا جاتا ہے بلکہ اس کو عصری ذہن کے لیے قابل فہم اور قابل قبول بنانے کے لیے نئی توضیحات اور دلائل بھی دریافت کیے گئے ہیں۔ مثلاً متقد مین کی بیان کردہ الی احادیث جو متداول مجموعوں میں موجو ذہیں ہیں، ان کی درسگی کے احتمال کو ثابت کرنے کے لیے نئی توجیہ یہ کی گئ ہوں۔ ہے کہ ممکن ہے کہ بیروایات متقد مین تک قولی روایت سے پہنی ہوں اور ضبط تحریر میں نہ آسکی ہوں۔ اس اجتہادی صلاحیت کی اساس کیا ہے راقم نہیں سمجھ سکا لیکن ہر چیز کا سبب ہوتا ہے، چنانچہاس کا سبب بھی تلاش کیا جانا چا ہے اور عصری حققین کے استفاد ہے کے لیے سیامنے لایا جانا چا ہے۔

(۷) تحقیق کا ایک پہلو Reivew ہے، جس میں الاحسان کیتا اور ممتاز ہے۔ دوسر اپہلو نئے حقائق اور مسائل کی تفہیم ہے۔ اس دوسرے دائر ہے میں الاحسان کوآ گے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً الاحسان کے آٹھویں شارہ میں صوفی روایت میں خدمت کی عصری معنویت پر کلام کیا گیا ہے۔ اس کے تحت واضح کیا گیا ہے کہ صوفیہ کی خدمت میں انسانوں کی مادی ضروریات کی تحمیل کو شامل کیا گیا ہے۔ یہاں تک توبات ٹھیک ہے کہ عصری ذہن کے لیے خدمت کا مطلب انسانوں کی ماؤی ضرور یات کی تحمیل ہونے کے پیش نظر ، آئیس اسلام اورصوفیہ کا قائل کرنے کے لیے اِس پہلوکو نمایاں کیا جائے لیکن کیا بیتے ہے کہ صرف ماق می ضرور یات کی تحمیل کوئی خدمت سمجھا جائے؟ ایسا سمجھا خووا یک بہت بڑی گراہی ہے، جوجد پیرمغربی ماق ہی پستانہ جہاں بین سے پیدا ہوئی اورجس کی وجہ سے اسانوں کی اہم تر ضرور یات بیت ہو جوجد پیرمغربی کی جارہی ہے اور کروڑ وں لوگ ہلاکت میں مبتلا ہو وجہ سے اسانوں کی اہم تر ضرور یات میں صعودی ترتیب سے شامل پہلویہ یہ بین: جذباتی تسکین ، لایخل مسائل مثلاً لاعلاج بھاریاں یا بے اولادی وغیرہ ، میلغ علم کا دنیا تک محدود ہونا، انابت الی اللہ اور استحضاراً خرت کی عدم استعداد ، غضب الٰہی کا متوجہ ہونا (العیاذ باللہ) ۔ انبیا الیکی الکہ دعاؤں اورفیض باطن کے ذریعے باقی مائدہ احتیاجات اور مضرات شدیدہ کا مداوا بھی کرتی ہے۔ اور ان کے باطنی وارث ، پیلووں کو بھی سامنے لاتے تو نہ صرف عدری وہن ، ماؤی ضرور یات کی تحمیل کوشامل رہی ہے کہ خوالے سے صوفیہ کے خادم انسانیت ہونے کو سمجھتا ، بلکہ خدمت کے تعلق سے عصری ذہن کی فراہمی سے جو کروڑوں گنا محدود یہ بین کی اصلاح بھی ہوتی اورصوفیہ کی خدمت کو ماقی صرور یات کی فراہمی سے جو کروڑوں گنا زیادہ فیض بخشی اور مرتبہ حاصل ہے، وہ بھی واضح ہوتا۔

اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ عصری ذہن اور مشہودات (Phenomena) لینی تہذیبی امور، جوزیادہ تر مغربی مادہ پرست جہال بینی سے متعین ہیں، وہ کس درجہ محدود، ناقص اور مشخ ہیں۔ اس ذہن کو سمجھانے کے لیے یا موجودہ تہذیب (Phenomena) کی تدبیر مستخ ہیں۔ اس ذہن کو سمجھانے کے لیے یا موجودہ تہذیب (Managing) کی تدبیر مناتھ ہی معالی کے لیے اُن سے انہی کے مزاح کے مطابق خطاب کرنا تو ضروری ہے، لیکن ساتھ ہی ہرعلمی وعملی معاطلی جو وسیع تر اور صحیح التناسب شکل ہے، اس کوسامنے لا نااور ممکنہ حدتک علم وعمل کا حصہ بنانا بھی ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں تحقیق کے لیے عصری ذہن سے اُسی کی نبان میں بات کرنا تو ضروری ہے لیکن ساتھ ہی اُس ذہن کو سے اور جامع زبان سکھانا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے لیے کیا تدریح برتی ہے، کیا چاشی ڈالنی ہے، کیا تناسب اختیار کرنا ہے اور کیا کنا پیا ختیار کرنا ہے، ان تا میں اور کیا ختیار کرنا ہے، اور کیا

آس موقع پرفکر وعمل کوچی بنیادوں پرلانے اور قائم رکھنے کے کیے عصری فکر کی اصلاح کے ساتھ ہودوسرا پہلوہے اُس کو بھی سمجھنا چاہیے۔وہ بید کہ اِس وقت دنیا میں عصری فکر وتہذیب کے ساتھ ساتھ ابدیت پر استوار روایتی فکر و تہذیب بھی موجود ہے: اسلامی، ہندو، بودھ، تا وَاسٹ، نصرانی وغیرہ۔ اِس کاسب سے بڑا، طاقت وراور درست حصہ، اسلامی روایت پرمشمل تا وَاسٹ، نصرانی وغیرہ۔ اِس کاسب سے بڑا، طاقت وراور درست حصہ، اسلامی روایت پرمشمل

ہے۔ چنانچے دورِ حاضر میں صحیح فکر وعمل کی بحالی اور استقر ارکے لیے عصری فکر وعمل کی در سکی کے ساتھ روا بی فکر و فل کو باتی مطلب نہیں ہے کہ شکل وقالب کوڑک کر کے روح کو نیا قالب دیا جائے ، بلکہ روح وقالب دونوں کو مطلب نہیں ہے کہ شکل وقالب کوڑک کر کے روح کو نیا قالب دیا جائے ، بلکہ روح وقالب دونوں کو برقر ارد کھا جائے ۔ البتہ بعض قالبوں میں الگ الگ درج کی ترمیم ضروری ہوسکتی ہے۔ چنانچے تحقیق کے دودائر دوں، Review اور Engagement میں، موجودہ اسلامی علوم کے کا میاب جامع کے دودائر دوں، Review کے بعد ، عصری فکر وعمل سے تعرض (Engagement) کے ذریعے اُس کی اصلاح اور تحمیل بھی کی جائے اور ہر معاملے میں جو روا بتی متبادل ہے، اُس کی تقید بق بھی کی جائے ۔ لہذا اور شکیل بھی کی جائے دور ہر معاملے میں جو روا بتی متبادل ہے، اُس کی تقید بق بھی کی جائے ۔ لہذا اسلامی علوم کی بنیاد پر عصریت کی رہنمائی (Engagement) ، اصلاح ساتھ ساتھ روا بتی متوازیات شدیر (Parallels) سے تمیم (Parallels) سے تمیم (Complementation) بھی انجام دی جائے۔

ابش نمبر سم کی طرف رجوع کیجئے۔ یعنی جامع اسلامی علم وگرکی بنیاد پرعصری فکروکمل سے تعرّض (Engagement) کے ساتھ اُن کی محدود بت اور سے کی مکنہ اصلاح بھی کرنا۔ اِس کام کے لیے عصریت کی محدود بت اور سے کی محدود بیت اور مین کی محدود بیت اور مین کی المثال کام ہیں کہ دونیا نہ المثال کام ہیں ہے۔ کار زیافر اہم کرنے والی مغربی عصریت کی پوشیدہ محدود بیت اور مین کو بکڑنا آسان کام نہیں ہے۔ کسی بھی شے کی حقیقت کے ادراک کے لیے اُس شے کے وجود کی درجے کو بمجھنا ضروری ہوتا ہے اور وجود کی درجہ کو بمجھنا ضروری ہوتا ہے اور وجود کی درجہ کو بمجھنے کے لیے (جسمی یا ناسوتی [Spiritual محلاقی یا لاہوتی و صابوتی [Subtle]) کا پورانقشہ سامنے ہونا چاہے۔ یہ نقشہ اسلامی فلسفہ میں ''الحضرات الالہیۃ آئمس ''،''مراتب وجود'' موجودات' وغیرہ اسکیموں میں بیان کیا گیا ہے۔ اِن میں سے بیش ترکو بجھنے کے لئے عزیز کی مولاناڈیشان مصباحی کی بتائی ہوئی کتاب' سر دل برال' سے مدد کی جاسکتی ہے۔

عصری ذہن اور عصری موجودات ومشہودات (Phenomena) کی محدودیت اور تمسیخ کو بیجھنے کے لیے درجاتِ وجود کے خاکے کو بیجھنا اور پھراُس زیر مطالعہ عصری نظریہ یا مشہود کو اس خاکے پر پیش کر کے اُس کے وجودی درجہ کو طے کرنا ہوگا۔ پھر اِس درجہ وجود کے متقاضیات کے حوالے سے عصری شے کی محدود دیت اور مسیخ کو بیجھنا ہوگا۔ بعد از ال، اِس محدود اور مسیخ عصری نظریہ یا مشہود کے کامل اور صائب متبادل کو متعین کرنا ہوگا۔ اِس کے بعد وہ دو ہرا عمل تعرض نظریہ یا مشہود کے کامل اور صائب متبادل کو متعین کرنا ہوگا۔ اِس کے بعد وہ دو ہرا عمل تعرض مزعومہ ابعاد کے حوالے سے جانچنا اور خطاب کرنا اور ساتھ ہی اُس کے کامل اور صائب متبادل کو مدابعاد کے حوالے سے جانچنا اور خطاب کرنا اور ساتھ ہی اُس کے کامل اور صائب متبادل کو

مكنه حدتك اورضروري مصلحت كيثي كيساته ملانااورجوژنا ـ

یدایک کحاظ سے (پوری طرح نہیں) صدرِاوّل کی عصری فکریعنی بونانی فلسفہ کو اُسی کے نظرید کے مطابق قرآن وسنت کی بنیاد پر مخاطب کرنے الیکن ساتھ ہی قرآن وسنت کے مطابق فرھالنے کی عظیم علمی مہم کے مانند ہو، جوایک ہزارسال بعدا پنے انجام اور کمال کو پنچی ۔اب اُس وقت کی عالمی عصری فکریعنی '' (Ration/Reason) کی جگہ حتی مشاہدے وقت کی عالمی عصری فکریعنی '' (Empiricality/Positivism) نے لے لی ہے لیکن موجودہ عالمی عصریت قدیم عصریت میں دریدہ دہن ،شدیدالزعم اور وسیع عصریت سے بدر جہا باطل ، مسخ ، گنجلک اور انکارِ ابدیت میں دریدہ دہن ،شدیدالزعم اور وسیع الاطلاق ہے، بلکہ اب بیعصریت حدوث کو ابدیت کا مقام دے رہی ہے۔

دوسری طرف زمانہ نبوی ، علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے امّت کے بُعد میں بہت اضافہ ہو چکا ہے۔ نیجیًا ، ادراکِ حق کی استعداد کافی مضمل ہوگئ ہے۔ اِس لیے نئ عصری فکر اور تہذیب (مشہودات / Phenomena) کی محدودیت اور مین کو سیجھنے اور ممکنہ حد تک درست کرنے اور اعلیٰ اصولوں کا تابع کرنے اور روایتی متوازیات سے تمیم و تمیل دینے کے انتہائی دفت طلب اور فہم آزما کا م کو انجام دینے کے لیے ،عصریت کے گہرے اور نا قدانہ فہم کے ساتھ ، روایتی اسلامی فلفہ، خصوصاً مابعد الطبیعات کا گہرا علم ضروری ہے۔ یہ نئی عصریت کے قوی دجل اور خیر القرون سے دوری کی بنا پر پیدانے والے ادراکی نقص کا کرشمہ ہے کہ آج ، جب کہ تق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے میں انتہائی وشواری کی وجہ سے فلفہ از حدا ہم ہوگیا ہے ، فلسفہ بیزاری کی لے پ بہ ور ران خود گراہ اور ہلاک ہونے سے بچنے کے لیے اور اِس سانپ کا زہر نکال کر معصوم تر انواع ور اِن خود گراہ اور ہلاک ہونے سے بچنے کے لیے اور اِس سانپ کا زہر نکال کر معصوم تر انواع کے گردہ میں شامل کرنے کے لیے ، انابت الی اللہ اور علوم نقلیہ پر عبور کے ساتھ ساتھ ، روایت ہے۔ کے گردہ میں شامل کرنے کے لیے ، انابت الی اللہ اور علوم نقلیہ پر عبور کے ساتھ ساتھ ، روایت ہے۔ اسلامی فلسفہ کے کامل احیا اور وسیج استعال کی ناگزیر ضرورت ہے۔

(۵) اس سے بیکتہ بھی وابستہ ہے کہ مغرب کے سیاسی اورفکری تسلط کے دور میں مدارس کا عصری علوم سے اجتناب کرنا ، تاریک خیالی نہ ہو کرعظیم ربانی تدبیر ہے ، جس کی وجہ سے حقِ خالص باقی ہے اور ہر جاگئے والے اور رجوع کرنے والے کے لیے دستیاب ہے ، ور نہ عصریت کے گہرے تجزیاتی اور نا قدانہ علم کے بغیراً س کے پوشیدہ بطلان کے غیرشعوری اثرات سے اہلِ مدرسہ کا بھی وہی انجام ہوتا جو یونورس والوں کا ہوا۔ چنا نچہ اب ، جب کہ مدارس کے عصری علوم سے خت اجتناب کی وہبی حکمت ، نظری طور پر بھی سمجھ میں آ رہی ہے ، مدارس کوعلوم حقانی کی پناہ گاہ اور منبع بنائے رکھنا چاہیے اور اِس کی خاطر عصری علوم سے ضروری اجتناب کو پوری شدومہ کے ساتھ اور منبع بنائے رکھنا چاہیے اور اِس کی خاطر عصری علوم سے ضروری اجتناب کو پوری شدومہ کے ساتھ

جاری رکھناچاہیے۔ساتھ ہی روایتی اسلامی فلسفہ کی تعلیم کو مع اِس فلسفہ کے بیان نو کے ، پوری تن دہی سے پڑھا یا جانا چاہیے۔ اسی طرح مغربی فکر کا جو تجزیاتی اور نا قدانہ بیان ہو چکا ہے ، وہ بھی مناسب انداز میں پڑھا یا جانا چاہیے، تا کہ خصص کے بعد بینورسٹیوں میں جانے والے علما مغربی علوم کے نقائص اوراُن کی ممکنہ اصلاح وتحد بدکوزیا وہ کا میابی کے ساتھ بھے سکیں۔ اِن علوم اسلامیہ کا عصری فکر وعمل پر اطلاق کرنے کا کام بنیا دی طور پر یونی ورسٹی کے ذی علم اور متدین اوگوں کا ہونا چاہیے۔ البتہ ، روایتی اسلامی فلسفہ کے کسی حد تک احیا اور بیانِ نو نیز مادہ پر سانہ عصریت کے کسی حد تک تجزیاتی اور نا قدانہ مطابع کے بروے کار آ چینے کے پیشِ نظر ، اعلیٰ علمی استعداد اور تقوی کا رکھنے والے پختہ علما کو یونورسٹیوں میں بھیجا جا سکتا ہے لیکن چونکہ اِس عمل کا تجربہ ملا جلا رہا ہے ، اِس لیے بچروکی دکھانے والوں کے والوں کو واپس بلا لیا جائے اور نہ مانے والوں سے برائت ظاہر کر دی جائے۔ دوسری طرف یونی ورسٹیوں کے ذی علم اور متدین محققین کو علوم و بینیہ کے بالاستعاب جائے اور بررگ علما کے تابع رہنے پر ابھار اجائے۔

حضرت داعی اسلام کاعلمی وروحانی سلسله تاقیامت جاری رہے! مفتی انوار مالم رضوی (گانگی کش گیج، بہار)

خلاصة كا ئنات نى كريم صلى الله عليه وآله وسلم اوران كے صحابه و تابعين كے بعد اصل اسلام كى ہدايت و بين كا كام علمائے ربانيين تا قيامت كرتے ربيں گے۔ يہى حضرات صوفيه كرام عشہور ہيں۔ تصوف نام ہے ظاہر و باطن كرتوكيد كا خلا ہركى صفائى اسلام اور باطن كى صفائى روح اسلام ہے، جورب العالمين كوم طلوب و منظور ہے۔ فى زماننا ميرى معلومات كے مطابق تزكية ظاہر و باطن كى تعليم و تربيت كا ايك عظيم مركز خانقاہ عاليہ عارفيہ سيد سراواں الله آباد ہے، جہاں موجودہ سجادہ نشين حضرت محبوب رحمانی شیخ ابو معید شاہ احسان الله محمدى صفوى ادام الله ظله علينا كى سر پرسى بلكہ انہى كى تحريك و على كرنے ميں منہمك ہيں۔ انہى كى تحريك و على كرنے ميں منہمك ہيں۔ خانقاہ عارفيہ كے دامن ميں جامعہ عارفيہ كو غالباً حضرت شیخ نے ۱۹۹۳ء ميں اس جذبہ كے ساتھ قائم كيا كہ يہ ادارہ ايك طرف و يني درس گاہ ہوتو دوسرى طرف روحانى تعليمات كى آ ماجگاہ ہو۔ اور دونوں شعبوں ميں دين تعليم وروحانى تربيت رهك شريا و مربئ بن جائے۔ حضرت صاحب سجادہ ادام اللہ ظله علينا اپنی اس سعی و کاوش ميں اطمينان كی حد تک مکمل كامياب ہيں۔

شاہ صفی اکیڈمی کے زیرِ اہتمام الاحسان اردو، عربی اور ماہنامہ خضر راہ کی مسلسل اشاعت، تصوف کے دائرۃ المعارف مجمع السلوک شریف کی ترجمہ چقیق اور حواثی نافعہ کے ساتھ طباعت پرمیںاس کے جملہ اراکین ومعاونین کومبار کبادییش کرتا ہوں۔

الله خالق و ما لك البيخ اس ولى كامل بلكه غُوثُ وقت كى ان عظيم خانقا بى ودرسگا بى خدمات اوردينى وروحانى تعليم وتربيت كى انفراديت كوتا قيام قيامت روال ركھے اور خانقاہ و درس گاہ دونوں كو الله داجب الوجو ونظر بدسے محفوظ و مامون ركھے۔ آمين بجاہ سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم۔

يقيناً مجله الاحمان نے ایک برے علمی خلاکو پر کیا!

پروفیسر قمر الهدی فریدی (شعبه اردو، علی گ^و هرمه لیونی ورشی ، علی گ^وه)

کل آپ کا فون آیا تواپنی کوتا ہی کا احساس ہوا الیکن اُب تو بہت دیر ہوچکی ہے۔ پھر بھی کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی فر ماکش کی تغییل ہوجائے میمکن ہوا توایک دودن میں مضمون میل کر دوں گا، ور نہ بہ شرط حیات، پھر بھی۔امید ہے، تازہ شارہ حسب معمول خوب تر ہوگا۔

اس میں شبز بین کہ الاحسان نے ایک بڑے علمی خلا کو پر کیا ہے۔ میخض رسالہ نہیں ، ایک فیتی دستاو پر بھی ہے۔ علمی حلقوں میں اس کی غیر معمولی پذیر ائی اس امر کا ثبوت ہے۔ مبار کہا وقبول سیجیے۔

مجمع السلوك پراپنی نوعیت کابے مثال علمی کام ہواہے!

احمد جاويد (ريزيدُن ايديرُ: روزنامه انقلاب، پينهُ)

مكر مى! سلام وحمت

مزاج گرامی؟''اکیسویں صدی میں تصوف کی اہمیت ومعنویت' کے موضوع پر مقالہ حاضر خدمت ہے۔''الاحسان' کے معیار پر کھرااتر ہے اوراس کے قارئین کے لیے دلچسپ ومفید ہوتو شامل اشاعت کرلیں، ورنہ صرف ملاحظہ کرکے اپنے مفید مشور سے عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ بہر دوصورت ایک باراپنی گہری تنقیدی نگاہ ضرور ڈالنے کی زحمت گوارا کریں۔ حضرات اراکین مجلس ادارت، دیگر احباب اور حضرت داعی اسلام قبلہ مدظلہ العالی کی

خدمت اقدس میں سلام عرض کریں ۔صد شوق دید وشنید پیش فر مائیں ۔ خدمت اقد س میں سلام عرض کریں ۔صد شوق دید وشنید پیش فر مائیں ۔

حضور داعی اسلام کاعنایت کرده قیمتی تخفه، شاه صفی اکیڈمی کی بیش قیمت اشاعت اور آپ حضرات کی محنت و دیده وری کی خوب صورت کاوش' مجمع السلوک' سے لگا تار استفاده کرر ہا ہوں۔ زیرنظر تحریر کی تیار کی میں بھی اس سے روشنی حاصل کی ہے۔

آپ حضرات نے تصوف کے اس مستند تاریخی متن کی جس انداز میں جیسی عرق ریزی کے ساتھ جدید علمی طرز پر میکام کیا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تر جمہ وتخریج ہردو کام کی اس نوع کی کتب میں ایسی کوئی مثال کم از کم مجھے نظر نہیں آئی۔اس موقع پر ایسی کئی دینی وعلمی کتب

یا د آتی ہیں جن کی ترتیب و تدوین کا بڑا شہرہ ہے، بڑے نامی گرامی علیا سے منسوب ہے اور بڑے بڑے اداروں نے ان کوشائع کیا ہے، لیکن کاش ان کو آپ جیسے باسلیقہ ومحتاط محققین و مترجمین حاصل ہوتے۔

خیال تھا کہ تصوف کے اس انسائکلو پیڈیا کے تعلق سے ایک مبسوط مضمون کھوں ،لیکن ہائے بذھیبی کہ مصروفیات منصبی کے ہجوم میں ابھی تک پیکام نہ کرسکا۔ دعا کریں کہ جلد کرسکوں۔ بیہ میرے اویر قرض ہے۔

اللّه خانقاہ عارفیہ، جامعہ عارفیہ، شاہ صفی اکیڈمی اور آپ حضرات سے دین وملت کا بیش از بیش کام لے۔ آپ کے کاموں اور عمروں میں بے پناہ برکتیں عطافر مائے اور ہمیشہ اپنی راہ پر چلائے۔والسلام مع الاکرام!

مجلدالا حمال: ہر نیاشمارہ چھلے سے بہتر! نو شاد عالم چشی (میریکل روز علی گڑھ)

تصوف کا ترجمان کتابی سلسله الاحسان اله آباد کا آشواں ثارہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منظر عام پر جلوہ باربھی ہو چکا ہے اور جلوہ گربھی۔الاحسان کا ہر شارہ علمی ادارت کی خوب صورت کاوشوں کا ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کا قار کی کھونہیں جا تا ہے، بلکہ فنا ہوجا تا ہے۔ ہر شارہ اپنی ماقبل سے بڑھ کرعلمی وخفیق کشش رکھتا ہے۔ پیش نظر شارہ کا انتساب ہندوستان کے ایک ایسے شہباز شریعت وطریقت اورغواص حقیقت و معرفت کے اسم گرامی سے کیا گیا ہے جسے دنیائے تصوف میں ''حافظ حدود شریعت ،وارث الانبیا والمسلین حضرت مخدوم شخ سعد الدین خیر آباد کی قدس سرہ'' (۱۵ مھر ۱۲ ماء۔ ۲۲ میں میں محتاج تعارف نہیں۔ بقول مرتبین ،حضرت مخدوم خیروم بادی کی شخصیت برصغیر کے عوام وخواص میں محتاج تعارف نہیں۔ بقول مرتبین ،حضرت مخدوم ضاحب نے دسویں صدی ہجری میں تبلیغ وین ،فروغ علم ،اصلاح تصوف بحقیق وتصنیف مخدوم صاحب نے دسویں صدی ہجری میں تبلیغ وین ،فروغ علم ،اصلاح تصوف بحقیق وتصنیف اور تربیت و ترکیه کے ذریعے تحدید یددین کا فریضہ انجام دیا۔

حضرت مخدوم شیخ سعد خیراآبادی سے منسوب بیشارہ اپنی گونا گول خوبیول سے مالا مال ہے۔ اس شارے کے مشمولات کے سی بھی زاویے پر ایک نگاہ ڈالیس، اس کی وقعت کا بھر پور اندازہ قاری کو ہوجائے گا۔ بادہ وساغر میں پروفیسر معین نظامی کی فارسی زدہ اردو میں بہترین مرصع نعت شریف کا ایک ایک مصرع اپنے قاری کو بارگاہ رسالت سے توسل و استغاثہ اور حاضری و حضوری کی راہ سے وابستہ کردیتا ہے۔ داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کی حضرت

مخدوم شیخ سعد کی بارگاہ میں پیش کردہ منقبت انتہائی لاجواب اور دل کش ودل نشیں ہے، بطور خاص مقطع کا بیشعراحباب طریقت کے دلوں میں ایک خاص انداز سے دستک دے رہا ہے، جسے پڑھ کرواقعی دل جھوم جاتا ہے:

اگرہے مجمع السلوک کسی کی ذات بے شکوک تو بس فقط ابوسعید شیخ سعد شیخ سعد پروفیسر طلحہ رضوی برق (وانا پورپٹنه) کی منقبت' یا حضرت مینا سعد صفیٰ 'اپنے آپ میں ایک لاجواب اور پراٹر منقبت ہے۔احمد جاوید صاحب (لاہور) کی غزل کا بیشعر:

بیممکن ہے تم نے لیا ہی نہ ہودل ہمی سے کہیں نے خیاتی ہوئی ہو

تجابل عارفانہ کا بہت توب صورت منظر پیش کررہاہے۔اس شارہ کا ابتدائیدڈاکٹر ذیشان مصباحی نے لکھا ہے اور واقعی بیابتدائید اسلوب و پیش کش کے اعتبار سے ذی شان ہے۔افکارو نظریات کی تفہیم وتر سیل میں موصوف نے جس کمال فن کا بہت سادگی کے ساتھ مظاہرہ کیا ہے، وہ لائق تحسین ہے۔

بادهٔ کہند کے قلم کارصاحب زادہ حسن سعیر صفوی نے ''رسالہ ذکر بالجبر'' کاعلمی انداز میں محققانہ تعارف کرایا ہے۔ ضیاءالرحمٰن علیمی صاحب نے مخدوم سید جلال الدین بخاری کے فرمودات وافادات سے قارئین کو'' دنیا ایک سفر ہے'' کے عنوان سے بہت اختصار کے ساتھ سفر کرایا ہے، جو موصوف کا کمال فن ہے۔ تذکیر کے مذکرین نے اسپے موضوع کو کامیا بی کے ساتھ نبھایا۔

تحقیق و تنقید کے زمرے میں آٹھ مقالے درج ہیں تحقیق و تنقید دراصل میر الپندیدہ موضوع ہے، جی چاہتا ہے اس زمرے کے تمام مقالوں پر کھل کر گفتگو کروں مگرمیری مصروفیت اور وقت کی قلت کی وجہ سے ایسا کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔اس زمرے کے تین مقالے میری نظر میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ارواتی فلفهاور تصوف مطالعه و تجوید: پروفیسر محد بوسف امین ۲ مشائخ چشت کاساع مزامیر - ایک تاریخی مطالعه: مولا نا ذیشان مصباحی ۲ مشائخ چشت کاساع مزامیر - ایک تاریخی مطالعه: مولا نا ذیشان مصباحی ۱ کیامقام پر پروفیسر کنور محمد بوسف امین صاحب لکھتے ہیں: د حقیقت کے ادراک کے علاوہ فلسفہ کا دوسرا کام تمام ذیلی علوم کے اصول اور معیارات (Criteria) دریافت کرنا بھی ہوتا ہے، تا کہ علوم اور ان سے پیدا

ہونے والے نظریات عملی رو بوں اور اداروں کی صحت کی صفائت دی جاسکے۔مغربی فلسفہ علمی وعملی میدان میں صحیح رہنمائی فراہم کرنے میں بھی ناکام ہے۔ بلکہ خام علوم کو بے اصلاح چھوڑے رکھ کران سے پیدا ہونے والے بحرانات (Crises) مثلاً عالمی شخین (Global warming)،عدم معنویت وغیرہ کے لیے اصلاً یہی مادہ پرستانہ فلسفہ اور علوم ہی ذمہ دار ہیں۔''(ص: ۲۹، الاحسان ۲۰۱۸)

اس اقتباس میں فلسفیانہ تاریخ کی ایک الیں سچائی کا بیان ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
اس زمرے کا دوسرا بہت اہم مقالہ علامہ ذیثان مصباحی کا''مشائخ چشت کا سماع مزامیر: ایک تاریخی مطالعہ' ہے، جوالاحسان کے تقریباً ۵۷ صفحات پرمشمل ہے۔ علامہ مصباحی صاحب نے سب سے پہلے اپنے تحریر کردہ مقالے کے حوالے سے اس کا ایک پس منظر پیش کیا ہے، اس کے بعد'' فاصل بریلوی کا ایک فتو گی'' کے عنوان سے اپنی بات کو آگے بڑھا یا ہے۔ استفتا پر گفتگوکر تے ہوئے لکھتے ہیں:

''استفتاسا منے ہے،اس میں مزامیر کے سواکوئی الیمی چیز مذکور نہیں جس پرشر عی نقطۂ نظر سے کسی طرح کا کوئی کلام ہو سکے،لیکن اس کے باوجود جواب استفتا کا تیور دیکھیے اور صرف مزامیر کے سبب بلا تخصیص واستثناتمام شرکا پر گناہوں کی تقسیم کس طرح ہوئی ہے، ملاحظہ تیجیے۔'' (الاحسان،ص: ۱۳۷)

اس اقتباس کو بار بار پڑھیں، لطف اٹھا نمیں اور مقالہ نگار کے نہم وفراست پر داد دیں۔
مقالہ نگار نے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے برسوں غور وفکر کیا ہے اور اس کے مختلف مصاور
عک حتی الا مکان پہنچ کراسے بہجھنے کی کوشش کی ہے اور تب جا کر اس پر قلم اٹھا یا ہے۔ فاضل بریلوی
نے بلاکسی حوالے کے حضرت محبوب الہی سے منسوب کرتے ہوئے اپنی تحریر میں لکھا ہے:
''مزامیر حرام است'' مقالہ نگار نے فاضل بریلوی کے اس تحریر پر حاشیہ لگاتے ہوئے بہت اطمینان قلب اور کمال جرأت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

''مزامیر حرام است: تلاش بسیار کے باوجود حضرت محبوب الہی کا بی تول نہیں ملا'' (ص: ۱۳۸۸)

مقالہ نگارنے اس کے بعد اکابر مشائخ چشت اہل بہشت کے ذوق ساع کا بہ تدریخ تاریخی جائزہ لیتے ہوئے تفصیل سے کھا ہے۔''خلاصۂ بحث'' میں مقالہ نگارنے کمال فن کامظاہرہ کرتے ہوئے بڑی تحقیقی اور معلوماتی گفتگو کی ہے۔میرے نزدیک بیہ مقالہ مزید اضافے کے ساتھ الگ سے کتابی شکل میں شائع ہونا چاہیے۔

اس زمرے کا تیسرا مقالہ جوانتہا کی لائق توجہ ہے، وہ ناظم اشرف مصباحی کا مقالہ'' جاوید احمد غامدی کی تنقیدات تصوف کا تجزیۂ' ہے۔ جاویداحمد غامدی صاحب پاکستان کے معروف اسلامی اسکالر ہیں۔ناظم انٹرف مصباحی نے اپنے اس مقالے میں غامدی صاحب کی خوبیوں کے اعتراف کے ساتھ تصوف کے متعلق غامدی صاحب کے نقطۂ نظر پر دلیل کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اسشارے کا خصوصی گوشہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہ پر ہے۔اس گوشے میں کل آٹھ مقالات شامل اشاعت ہیں۔ ہرمقالدانتہا کی وقعے علمی وتحقیق ہے۔اہل قلم نے محنت سے کھا ہے۔ تاثرات میں بڑے بڑے اہل علم کے تاثرات شامل ہیں اور اتفاق سے اس کم علم کا تاثر بھی اس میں شامل اشاعت ہے۔

رسالہ الاحسان ہراعتبار ' ہے بھر پورعلمی و تحقیقی مجلہ ہے، جس کو بہت سلیقے ،محنت اور لگن کے ساتھ داعی اسلام کی سرپرستی میں اس کی ادارتی ٹیم نکالتی ہے، جوہم سب کی طرف سے لائق مبارک باد ہیں۔

برصغیر مندو باک کامنفرد ومعتبر محله تصوف ارشاد عالم نعمانی (انتاذ: مدرسه مالیة قادریه، بدایون، یوپی)

مجھے اس بات کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ سال نامہ الاحسان برصغیر ہندو پاک میں تصوف پر نہایت اہم تحقیقی وعلمی کتا بی سلسلہ ہے جوعلمی دنیا میں مختصر عرصے میں اپنی ایک منفر د شاخت بناچکاہے۔علمی حلقوں میں اسے قدر دمنزلت اور اعتبار کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور پوری دل چسپی سے پڑھا جاتا ہے۔تصوف کی اس اہم علمی خدمت پرمجلس ادارت ،علمی دنیا سے بجا طور پرخراج شخسین کی مستحق ہے۔

علمی دنیا میں کسی کے بھی نظریے یا فکر سے سنجیدہ علمی اختلاف سے انکارنہیں الیکن اس کے لیے حدود و آ دابِ اختلاف کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے مسائل آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں۔اس اہم سال نامہ کی تیاری واشاعت میں ممکن ہے کہ بھی کوئی فروگز اشت رہ جاتی ہوجس کے لیے سنجیدہ قارئین کو بے جاچراغ پاہونے کے بجائے براوراست مجلس ادارت سے رابطہ کرنا چاہیے یا اپناعلمی اختلاف سنجیدہ لب و لیج میں پیش کرنا چاہیے با اپناعلمی اختلاف سنجیدہ لب و

دعاہے کہ مولی کریم تصوف پرااس انفرادی کاوٹ کواپٹی بارگاہ میں قبول فر مائے اوراس کے فیوض و ہر کات کوعام و تام فر مائے ۔ آمین ۔

مجله الاحمال كي شاخت-علميت او تحقيق!

محمدناصرمصباحی (معهداسلامی،حضرت بور،رام بور)

الاحسان کا آٹھوال شارہ نظر نواز ہوا اور حسب توفیق الہی تہیں عمیق اور کہیں سرمری نظر سے مطالعے کی سعادت حاصل کر کے اطمینان کا احساس کیا۔ یقیناً پیشارہ بھی سابقہ شاروں کی طرح بے حطمی ثقابت اور عرفانی عظمت ہے آراستہ ہے۔ تحسین میں فکری بالبدگی اور اعتدالی سنجیدگی کی کمات بھی مستقلاً بڑھائے جاسکتے ہیں، جنہیں دورانِ مطالعہ قار کی بہت نما یاں طور پر محسوس کر تا کے کلمات بھی مشتقلاً بڑھائے جاسکتے ہیں، جنہیں دورانِ مطالعہ قار کی بہت نما یاں طور پر محسوس کر تا ہے، جب کہ مشمولات کی تہذیب و ترتیب کا کام جو کسی تصنیف و تالیف کا ایک فن ہے، شارہ ہذا میں بہت خوبی سے برتا گیا ہے۔

شارہ کے شروع میں منظومات شامل ہیں، جن میں لفظ و معنی ہراعتبار سے ہر کلام ایک سے بڑھ کرایک ہے۔ بڑھ کرایک ہے، البتہ ہمیں عرفان وروحانیت کا مشانہ واراحساس، حضرت شیخ ابوسعیداحسان اللہ دام ظلہ کے کلام میں زیادہ دل گیرلگا، جو ہماری عقیدتی کم زوری بھی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اپنے ملفوظات میں علم وعرفان کا فرق جو حضرتِ شیخ نے بیان فرمایا ہے، بہت ایمان افروز ہے جو منثورات کے بابِ تذکیر کی زینت ہے۔

تازه شاره میں اپنے مخصوص موضوع اوراُس پر بھر پور گفتگو کے اعتبار سے مولا نا ذیشان احمد مصباحی کی گران قدر تفصیلی تحقیق تحریر''مشائخ چشت کا ساع مزامیر: ایک تاریخی مطالعهٔ''ہمیں بہت اہم گی اور تحریر کے اندر کی اگر بات کریں توساع بالمزامیر اور بلامزامیر کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیا وہلوی اور مولا نا احمد رضا خال بریلوی کے پیچیدہ موقفوں سے متعلق جو مضاف بوقفدہ کشائی یا مشاطکی گئی ہے، وہ از حدتو جہینچی بلکہ پہلی بارہم جیسے قلیل المطالعہ اور بادی النظر افراد کی دُرست سمت رہ نمائی کرتی ہے۔ دونوں حضرات سے متعلق غیر جانب وارانہ بحث پڑھ کر جو تا ثر اُمجھنے اور سمجھانے پڑھ کر جو تا ثر اُمجھنے اور سمجھانے بیس بہت سے لوگوں نے جانب واری سے کام لیا ہے، جب کہ فاضل بریلوی سے متعلق اہلِ سماع مزامیر و بلامزامیر کے سماع نے کیسنجویگی ہے اور شکی گئی ہے، بشر طے کہ فاضل بریلوی کے مزامیر و بلامزامیر کے سامنے کُسنون راہ روثن کی گئی ہے، بشر طے کہ فاضل بریلوی کے روایتی عقیدت مندان اس کے لیے شجیدگی ہے ل رکھیں۔

فکری و تقیدی رنگ کی دوسری تحریر ' نجاویدا حمد غامدی کی تقیداتِ تصوف' از مولا نا ناظم اشرف مصباحی اِس جہت سے اہم ہے کہ اس کے ذریعے غامدی صاحب جیسے صاحبِ علم اور فکر و تعقل کے پتلے کی سطحیتِ فکر بہت افسوس ناک حالت میں بے نقاب ہوکر سامنے آئی ہے۔ جیرت ہے محقولی لوگ بھی ایسی غیر ذمہ داریاں برت جاتے ہیں۔ ہمیں تصوف کے حوالے سے غامدی صاحب کی بوگس تقیدات کسی بڑے حادثہ یا المہید سے کم ذبکیس۔

ای باب میں مولانا ضیاء الرحمن علیمی کی علمی تحریر میں بید مدل دعوی که علامدابن تیمید بھی خرقہ پوش شخصیت ہیں، محرر کی طرح ہمارے لیے بھی انکشاف ہے۔ تحریر میں شدید نا قدینِ تصوف اور خودسر مخالفینِ تصوف کے درمیان فرق کا اشارہ بھی بہت سول کا روایتی فکر کا قبلہ درست کرےگا، جب کہ حاصلِ مطالعہ میں مولانا اصغ علی مصباحی نے جو'المملامتية و المصوفية و اهل الفتو ق'نامی کتاب متعارف کرائی، اُس سے اِس ذوق کے صوفی کا تعارف ہوا۔

تازہ شارہ میں صاحب مجمع السلوک حضرت شیخ سعد خیر آبادی پرخصوصی گوشہ شامل ہے۔
مولا نا ضیاء الرحمن علیمی اور مولا نا فریشان احمد مصباحی صاحبان نے تو آفیشل یا غیر آفیشیل طور پر
کتاب اور صاحب کتاب پر پی ایج ڈی کرر کھی ہے، پھر بیہ حضرات کیوں اچھا نہ کھیں گے۔ علیمی
صاحب نے الرسالۃ المملیہ جس کی شرح مجمع السلوک ہے، کا مختلف جہوں سے جامع اور حسین و
محقق تعارف کرایا ہے، جب کہ مصباحی صاحب نے صاحب مجمع السلوک کی حیات وخد مات پر
شان دار تحریر قلم بند کی ہے، جس میں اس بات پرشکوہ کیا گیا ہے کہ امتِ مسلمہ کی تاریخ وعوت و
عزیمت کے اساطین کی فہرست سے نویں صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل
کی اس شخصیتِ عظیمہ کو خارج رکھا گیا ہے اور نہ صرف شیخ سعد کو خارج رکھا گیا بلکہ امتِ مسلمہ کی مصلحین و مجددین میں سے کسی کے ذریعے اس خلاکو پر بھی نہیں کیا گیا ہے۔

مصباحی صاحب کے شکوہ کا بین السطوریہ ہے کہ شاید فراموش کڑی حضرت شیخ سعد کی ذات ہی ہے۔حضرت شیخ سعد کی دات ہی ہے۔حضرت شیخ سعد خیر آبادی کی حدیثی وفقہی اوراعتقادی گیرائی اوربصیرت جوآپ کی اکلوتی دستیاب تصنیف جمع السلوک میں جملکتی ہے، گوشے میں تین مختلف فاصلین نے اسے بحس و خوبی واضح کیا ہے۔ مجموعی طور سے شیخ سعد پر بید گوشہ کافی ووافی ہے جس کے مطالعہ سے شیخ کا ضروری علمی تعارف حاصل ہوتا ہے اور معلوم پڑتا ہے کہ حضرت شیخ ایک عارف کامل ہی نہیں، ذمہ دارفاضل بھی ہیں۔

تازہ الاحسان بھی ابتدائیہ پر مشتمل ہے جس میں حسبِ ضرورت مختلف جہتوں سے ضروری وضاحتیں کی گئ اور مختلف با تیں رکھی گئ ہیں، تا ہم اس بار اُردود نیا کے عالمی شاخت رکھنے والے معروف ادیب وفقا ومحتر م شمس الرحن فاروقی کی حضرت داعی اسلام سے والہا نہ عقیدت اور ساتھ ہی اپنے نفس و ذات پرللہیا نہ احتساب اور ذکر وفکر آخرت کے فاروقی جذبات ہمیں لرزا گئے۔ آخر میں ہم اپنی پیشِ نظر سطور سے متعلق یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم نے تازہ الاحسان میں کچھ دور سے گئی ہوئی اور عموماً فکر و تقید سے بڑی باتوں کو ہی حالات کے تناظر میں خصوصی طور پر بھی کی اور خی ہیں کہ مجلہ کی اصل پیش کش یا چھاپ خالص علمیت و تحقیق ہے جس سے ہرصاحب تحریر بہرہ ممند ہے۔

احیاے تصوف کے سلملے میں الاحمان کاسلماہ!

سلمان عبدالصمد (رسرچ اسكالر: جواهرلال نهرو يونی ورشی نئی د ، لی)

یہ وضاحت سب سے پہلے کردوں کہ میں نے ''الاحسان'' کے کسی بھی شارے کا بالاستعاب مطالعہ نہیں کیا۔ البتہ گاہے ماہے جب بھی اس کے سی شارے پرنظر پڑی تو گئ ایک مضامین ضرور پڑھے؛ کیوں کہ اس کتا بی سلسلے میں نئے مضامین کا ایساسلہ نظر آتا ہے جو قارئین کوا پیٹ سلسلے' سے جو ٹتا ہی چلا جاتا ہے اور باول نخواستہ ہی سہی، پڑھنے والے چند مضامین پڑھ ہی لیتے ہیں ۔' گہرے تصوف سے بہت ہی کم لگا و رکھنے والے مجھ جیسے قاری کا بی حال ہے تو متصوفانہ معاملات پر'اکٹر' سوچتے رہنے والوں کے لیے بید کتا بی سلسلہ کی قدر محبوب ہوگا ، ازخود واضح ہوجا تا ہے۔ اس لیے بید کہنے میں تو مجھے کوئی جھجک نہیں کہ احیائے تصوف کے سلسلے' میں بید واضح ہوجا تا ہے۔ اس لیے بید کہنے میں تو مجھے کوئی جھجک نہیں کہ احیائے تصوف کے سلسلے' میں بید ماحول میں نہ صرف متصوفانہ خیالات کا فروغ لازمی ہے ، بلکہ ایسے مواد کی فراہمی بھی ضروری ہے ، ماحول میں نہ صرف متصوفانہ خیالات کا فروغ لازمی ہے ، بلکہ ایسے مواد کی فراہمی بھی ضروری ہے ، حوار میں کے لیے باعث شش ہو۔

جہاں تک رہی بات کتا ہی سلسلہ الاحسان (۸) کی تو یہ نہ صرف مواد کے لحاظ سے قابل قدر ہے، بلکہ اس میں تزئین وتر تیب کی دل کثی اور مدیرانہ ہنر مندی واضح نظر آتی ہے؛ کیوں کہ کسی بھی رسالے کی تر تیب میں جہاں فلسفیانہ افکار سے لبریز مضامین اور اصطلاحی مباحث کی ضرورت ہوتی ہے، وہیں سواخی اور تجزیاتی مضامین کی شمولیت بھی لازمی ہے۔ مدیرانہ بصیرت افروزی یہی ہے کہ رسالہ کو متوازن بنایا جائے۔ پیش نظر الاحسان (۸) کے زمرہ ''حقیق و تنقید' اور'' زاویہ' سے اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ ان میں اصطلاحی مباحث، تجزیاتی عناصر اور سوائحی معاملات پر مضامین شامل ہیں۔ فلسفیانہ بنیا واور نظری اعتبار سے پر وفیسر محمد یوسف امین کا مضمون قابل ذکر ہے، جب کہ سوائحی تناظر میں شاہد رضا نجمی کا مضمون قابل النفات ہے۔ اسی طرح تنقیدی یا تجزیاتی مضامین کے ممن میں بشمول ڈاکٹر ظفر انصاری ، کئی ایک مضمون نگار کے مضامین قابل مطالعہ ہیں۔ میں نے تمام مضامین نہیں پڑھے، اس لیے ہرایک پر دائے و بنا مناسب نہیں وارنہ ہی اس جنوبیں سے بیاں کی گنجائش ہے۔

اور نہ ہی اس چند سطری مکتوب میں اس کی گنجائش ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فارغین مدارس نہ صرف تحقیقی مزاج رکھتے ہیں، بلکہ وہ تحقیقی کام بھی کرتے ہیں، بلکہ وہ تحقیقی کام بھی کرتے ہیں، لیکن عموماً ان کی تحقیقات کو قابل اعتبانہیں سمجھا تا۔ اس کی ایک وجہ بیبجی ہے کہ ان کے تحقیقی کاموں کو پیش کیا جانا چاہیے، کی ختیقی کاموں کو پیش کیا جانا چاہیے، لیکن 'الاحسان' میں تنقیدی تناظرات بھی ہیں اور آخیس پیش کرنے کا انداز بھی دل چسپ ہے۔
اسی مقولے' تصوف پر ائے شعر گفتن خوب است' کی وجہ سے ادب اور تصوف پر لکھنے والے شاعری میں تصوف کی تلاش تو کرتے ہیں، تا ہم نثر کو بھول جاتے ہیں۔ حالاں کہ یادر کھنے والی بات سے کہ ابتدائی دور میں مصوفانہ معاملات کا فروغ جتنا شاعری کے ذریعہ ہوا، اُتنا ہی نثر کے ذریعے بھی ہوا۔ صوف ہے کہ ابتدائی دور میں مصوفانہ معاملات کا فروغ جتنا شاعری کے ذریعہ ہوا، اُتنا ہی نثر کے ذریعے بھی ہوا۔ سے ہی جو اُتی سے کہ ایکن آج کیا وجہ ہے کہ اوب سے تصوف کو جوڑنے والے تصوف کو فقط شاعری سے ہی جوڑتے ہیں۔ سے کہ 'الاحسان' احیائے تصوف کو جوڑنے والے تصوف کو فقط شاعری سے ہی جوڑتے ہیں۔ بہی سے کہ 'الاحسان' احیائے تصوف کو کام کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ (فکشن) نثر اور تصوف کے متعلقات وابعاد پر بھی تجزیاتی مضامین کھوائے۔ اس طرح تصوف کا دائرہ اور زیادہ وسیعے ہوگا۔

مجلدالا حمال کے ذریعے پوری دنیا میں حقائق تصوف عام ہو! مولانا منصورعالم برکاتی علیمی (جامعہ آل رسول،مار ہرہ،ایدے، یوپی)

تمام تعریفیں اللدرب العالمین کے لیے ہیں جس نے معرفتوں کا فتدیل اہل عرفان کے قلوب میں روشن فرما یا اور جن کی آئکھیں دلیل ویقین سے روشن ہیں۔ان کے لیے دین متین کی

راہیں ہموار کیااور شریعت کو ہدایت پانے والوں کا راستہ بنایا، تا کہ لمحدوں اور بے دینوں کی فریب کاریاں ان کے اردگر دنہ بہنچ سکیس اور ان کے لیے حقیقتِ حق کوظاہر و باطن کیا۔

ا الجمد لتدنصوف پرعلمی پختیقی و دعوتی مجله الاحسان کا آٹھواں شارہ ہماری نظروں کے سامنے ہمارے ہاتھ میں موجود ہے۔'' و نیاا یک سفر ہے'' کے عنوان سے محب گرامی حضرت ضیاء الرحمن سیمی صاحب نے مخدوم سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر کو پیش کیا ہے۔ اس میں حضرت جہانیاں جہاں گشت نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کی مشرح فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ بیہ ہے کہ جس طرح ایک انسان اپنے وطن سے دور رہتا ہے، پھر بھی اس کا ول اہل وطن کی طرف لگار ہتا ہے اور لگا بھی رہنا چاہیے، اسی طرح ہروقت مومن کو وہ عمل کرنا چاہیے جس میں اللہ تعالی اور س کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رضا ہو۔ اللہ تعالی جب مومنوں سے خوش ہوتا ہے توان کے لیے خوش خبری سنا تا ہے۔ رضی اللہ عنه و د ضوا عنه۔ میں مومنوں سے دوش ہوتا ہے توان کے لیے خوش خبری سنا تا ہے۔ رضی اللہ عنه و د ضوا عنه۔ میں مومنوں سے دوش ہوتا ہے توان کے لیے خوش خبری سنا تا ہے۔ رضی اللہ عنه و د ضوا عنه۔ میں مومنوں کی لو، جس جنت کی طرف لگی ہوتی ہوتی ہے، ان کا رب انہیں عطافر ما وہ بیا ہے۔

' اے ' علم اور عرفان کا فرق!' کے تحت محب گرامی ڈاکٹر مجیب الرحمن علیمی صاحب اپنے شخ حضرت ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ العالی سے استفادہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ' ' کسی چیز کاعلم ہونا اور بات ہے اور عارف ہونا اور بات ہے' اور آگے اس کی مثال بھی پیش کی ہے ۔ لکھتے ہیں: ' بسااوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم نے کسی چیز کاعلم حاصل کر لیا ہو گر اس کا عرفان حاصل نہ ہوا ہو۔' اس کے بعد انہوں نے ' ' تواضع وتکبر کی حقیقت: قرآن وحدیث کی روشنی میں' کے عنوان سے اہل علم اور ہم تمام قارئین کے لیے بہت ہی علمی خزانہ عنایت کیا ہے تواضع اور تکبر میں جوفرق ہے ، اس کو ہمارے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں ولیلوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔وہ اپنے آپ میں بے شل ہے۔

۳- جامعہ عارفیہ کے قابل استاذ مولا نا امام الدین سعیدی صاحب نے ''صوفی روایت میں خدمت کا نصور اور عصری معنویت' کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا ہے۔ اس کو انہوں نے آیات قرآ نبیہ سے مزین کیا ہے، پھراحادیث مبار کہ سے استدلال کیا ہے، پھر مشائخ کبار کے اقوال واحوال سے آراستہ و پیراستہ فرمایا ہے اور اس طرح سے اہل تصوف کی تعلیمات کو اہل علم وقار تین تک پیش کیا ہے۔

۳ علم حدیث کے ماہر استاذ مولانا غلام مصطفی از ہری صاحب نے ''اکابر صوفیہ پر محدثین کی تنقیدات کا اجمالی تجزیۂ' کے زیر عنوان داد تحقیق دی ہے۔انہوں نے اس عنوان کو دو

حصول میں تقسیم کیا ہے:

(۱) صحت وضعف کے اعتبار سے صوفیہ کی مستند، ومشدل احادیث کاتفصیلی جائزہ

(٢) ''روايات ِصوفيه پرمحدثين كي جرح اوراس كاتنقيدي جائزه

دونوں ہی عنوان بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں ۔ یقیناً پیختیق اہل علم کے لیے کافی مفید ثابت ہو گی ،ساتھ ہی قارئین الاحسان کو بھی اس سے بہت فائدہ پہنچے گا اوران کے علم میں اضافہ ہوگا۔

۵-ایخ ہوں یاغیر،سب کے دلوں میں جگہ بنانے والے اس دور کے نادرقلم کارمولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب' مشائخ چشت کا ساع مزامیر ۔ایک تاریخی مطالعہ' کے عنوان سے جس موضوع کوزیر بحث لائے ہیں، بیایک ایسا موضوع ہے جس پر اہل قلم نے بہت کم ہی لکھا ہے۔ اس دور میں کسی نے اس موضوع پر قلم اٹھا یا بھی ہے توخض اس کے رد میں ۔اس کے دفاع میں بہت کم لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی فہرست میں مولا نا موصوف بھی ایک ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ مولا نا موصوف بھی ایک ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ مولا نا موصوف بھی ایک ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ کوشش کی ہے۔

الاحسان شارہ - ۸ کے جملہ قلم کاروں کو اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے اور علم کی دولت سے بھی مزین کرے۔ وہ مسلسل دولت سے بھی مزین کرے۔ وہ مسلسل علمی تحقیقات اسی طرح اپنے قارئین تک پہنچاتے رہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام، رسول مقبول سائٹ اللہ اللہ کے احکام موروات اور اہل تصوف کے کردار کولوگوں تک کما حقہ پیش کرتے رہیں۔مرشد کریم حضور داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام طلہ العالی اور ان کے صاحبزادگان بلخصوص شیخ حسن صفوی کو سلامت رکھے، جو اپنے محبین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں اور کرم کی بارش برساتے ہیں۔اسا تذہ عامعہ عارفیہ اور طلبہ جامعہ عارفیہ، ومعاونین جامعہ عارفیہ پر اللہ کا کرم ہے کہ آئییں الیامشفق مجسن مربی کے ساتھ رہنا میسر ہور ہا ہے، جو اپنے محبین عارفیہ پر اللہ کا کرم ہے کہ آئییں الیامشفق مجسن مربی کے ساتھ رہنا میسر ہور ہا ہے، جو اپنے محبین اور ہم نواؤں کی بے لوث اصلاح کرتا ہے اور آئییں متی بنانے کی فکر میں لگا رہتا ہے علم کے دانی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ایسے مربی اب

اللّد تعالیٰ انپے فضل وکرم ہے انہیں سلامت رکھے اور ان کے اہل وعیال کوبھی سلامت رکھے اور ان کا سایۂ عاطفت ہم سب پر قایم رکھے ہمجلہ الاحسان کو پوری دنیا میں عام کرے اور تعلیمات صوفیہکو تام کرے ۔ آمین بجاہ خاتم النہیین علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم!

مجلهالاحسان: ترجمان تصوف، ره نماے طریقت مرید علیم میدون

محمد **ثاقب لیمی** (مظفر پور، بهار)

الحمد لللہ! ہرسال کی طرح سال گذشتہ بھی الاحسان کے آٹھویں شارے کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی۔ گذشتہ آٹھ سالوں سے بیعلمی، روحانی بخشق ووعوتی مجلہ س قدر اپنا مقام بنائے ہوئے ہے اور اپنی منزل کی رسائی میں کتنا کا میاب ہے، بیدالاحسان کے قارئین پر بخو بی واضح ہے۔ بیدسالیمی عملی اور حقیقی تصوف کے فروغ میں مسلسل روال دوال ہے اور سالکین راہ طریقت کے لیے ایک رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعض مقالات کہیں سالکین کو مہمیز کرتے ہیں تو کہیں مجبر وین کے لیے سامان سکون وراحت واقع ہوتے ہیں۔

الاحسان کا آٹھواں شارہ مشمولات کے اعتبار سے سات حصوں میں منقسم ہے: ا۔ بادہ و ساغر ۲۔ بادۂ کہنہ ۳۔ تذکیر ۴ تحقیق و تنقید ۵۔حاصل مطالعہ ۲۔زاوریہ ۷۔ تاثرات

باده و ساغر میں بالترتیب ایک نعت ، دو منقبت ، ایک غزل اور ابتدائیه شامل ہے۔ منظومات میں پروفیسر معین نظامی (لا مور) کی نعت کا پیشعرقابل ذکر ہے:

اے مطلع صبح آفرینش اے مقطع شام نا دمیدہ

اس کے بعدوارث الانبیا والمرسلین مخدوم شیخ سعد الدین نیر آبادی کی شان میں داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان الله محمدی صفوی وام ظلم العالی کی کھی ہوئی منقبت شامل ہے جس کا سیہ شعر مجھے بہت پیند آبا:

اگر ہے مجمع السلوک تسی کی ذات بے شکوک تو بس فقط ابوسعید شیخ سعد شیخ سعد اگر ہے مجمع السلوک تسی کی ذات بے شکوک اس کے بعد حضرت شیخ صفی ، شیخ سعد اور شیخ مینا کی شان میں حضرت پروفیسر طلحہ رضوی برق صاحب کی لکھی ہوئی منقبت بھی خوب ہے اور ساتھ ہی احمد جاوید صاحب لا ہور کی لکھی ہوئی غرب کبھی شاندار ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔

ہر بار کی طرح اس شارہ کا بھی ابتدائیہ بہت شاندارتھرہ کے ساتھ رونما ہوا ہے۔ابتدائیہ کا پیرحصہ دل کو چھو گیا:

'' تصوف حال بھی ہے اور قال بھی۔ جب بیرحال سے خالی ہوجا تا ہے تو''برائے شعر گفتن'' کام آتا ہے اور کچھ لوگ اس سے آگے بڑھ کراسے'' شکم پر کردن' کے لیے استعال کرنا شروع کرویتے ہیں۔ دوسری طرف اگر قال سے خالی ہوجائے تو پھر علمائے ظاہراہے جہل کا طعنہ دینے لگتے ہیں اور پھر آئہیں ہیں ہے جھانا مشکل ہوجا تا ہے کہ قرآن کے مجملات کی شارح احادیث نبویہ ہیں ،احادیث کی شرح وتفسیر علم الفقہ ہے اور علم الفقہ کے اسرار علم التصوف تصوف الگ سے پیچھ ہیں۔''

بادہ کہنہ کے تحت دومقائے ہیں؛ جن میں سے ایک مخدوم گرامی حضرت حسن سعید صفوی صاحب کا ہے، جس میں انہوں نے شیخ علم الدین سہر وروی کے رسالہ ذکر بالجبر کی تحقیق فرمائی ہے اور ترجمہ مولا نا ضیاء الرحمٰ علیمی صاحب نے کیا ہے اور دوسرا مقالہ' و نیا ایک سفر ہے' کے عنوان سے ہے، جو وراصل مخدوم سیر جلال الدین بخاری قدس سرہ کے افاوات ہیں، جس کا ترجمہ مولا نا علیمی صاحب نے بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔ ورحقیقت یہ دونوں مقالے الاحسان کی زینت کو دوبالا کیے ہوئے ہیں، جو بلاشہ ہدائق مطالعہ ہیں۔

تذکیر کے کالم میں تین مقالے شامل ہیں۔ بیتینوں مقالے بہت ہی اہم ہیں جوخالص تصوف اوراحسان کی دعوت دے رہے ہیں ،جس کی ترتیب کچھاس طرح ہے:

علم وعرفان کافرق/شیخ ابوسعید صفوی - تواضع و تکبر کانتیجه مفهوم،اس کے فوائد و نقصانات/ ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی ۔ صوفی روایت میں خدمت کا تصور اور عصری معنویت/مولانا امام الدین سعیدی

بیب او بی سے من رواد کی میں کل آئے مقالات الاحسان کوزینت بخشے ہوئے ہیں، جن میں سے ہرمقالد اپنی جگدگری اور تحقیق ہے، بالخصوص مولا ناضیاء ارحلٰ علیمی کامقالد ' چند صاحب خرقہ

تعظیم مفاله این جدیم مطالعهٔ اور مولا نافیشان احمد مصباحی کا مقاله 'مشائخ چشت کا ساع مزامیر: محدثین: ایک تاریخی مطالعهٔ اور مولا نافیشان احمد مصباحی کا مقاله 'مشائخ چشت کا ساع مزامیر:

ایک تاریخی مطالعہ'' قارئین کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔میرے خیال سے آخر الذکر مقالے کو کتا بی شکل میں شائع ہونا چاہیے، تا کہاس سے استفادہ عام ہو۔

حاصل مطالعہ کے کالم میں دومقالے شامل ہیں، جن میں پہلا''الملامتیة و الصوفیة

و اهل الفتو ة '' مولانا اصغر على مصباحى صاحب كا ہے اور دوسرا Mystical Dimention Of Islam كے عنوان سے خود راقم الحروف كا ہے۔ مولانا اصغر على مصباحى كا

مقالہ واقعی قابل مطالعہ ہے جو دراصل ڈاکٹر ابوالعلاعفیٹی کی کتاً ب کا تعارف وخلاصہ ہے۔

زاویہ کے کالم میں کل آٹھ مقالات شامل ہیں جن میں سے ہرایک مقالہ نوب سے نوب تر ہے، باخصوص'' شیخ سعد کے مشائخ، اسا تذہ اور فیض یافتگان'' / ڈاکٹر جہاں گیرحسن مصباحی اور''شیخ سعد خیر آبادی کی فقہی بصیرت'' /مولا ناغلام مصطفیٰ از ہری، پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

تا ٹرات کے کالم میں الاحسان اوراس کے کارکنان ، جامعہ عارفیہ ، خانقاہ عارفیہ اورخانقاہ عارفیہ کے زیر اہتمام شاہ صفی اکیڈمی سے نگلنے والی معرکۃ آرا کتاب'' مجمع السلوک شریف'' جو تصوف وسلوک کاانسائیکلو پیڈیا ہے، کے تعلق ہے کل ۱۲ علماومشائخ کے تا ٹرات شامل ہیں۔اس کالم میں ہر شخص نے اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا ہے جو الاحسان کے قارئین کے لیے فرحت بخش اور باعث سکون وطمانینت ہے۔

اللەرب العزت کی بارگاہ میں دعاہے کہ الاحسان کا بیسلسلہ اسی طرح رواں دواں رہے اوراس تحقیقی رسالے سے ہمیں حظ وافر لینے کی تو فیق عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین سالٹھی پیلم

مجلهالا حمان کی ملمی تحریرول کاانگریزی ترجمه بھی ہونا چاہیے! محمد یاسر (سری گرکشمیر)

الحمدالله تعالیٰ!الاحسان کا مطالعہ جاری ہے۔ جتنا پڑھتا جاتا ہوں اتناعکم ، ولی سکون اور حیرت میں اضا فہ ہوتا جار ہاہے۔

جیرت میں اضافہ اس وجہ سے کہ کیا ہمارے ہند میں ایک ایسا ادارہ ہے جو بیک وقت علمی ہیں ہے اور عرفانی بھی؟ اور اس ادارے میں اس قدر صاحبان علم وعرفان موجوہیں؟ اور وہ صاحبان علم اپنی خدا داد وصلاحت سے اس قدر تصوف اور صاحبان تصوف کی صحیح تعلیم کوعوام وخواص تک پہنچارہے ہیں اور تصوف اور صاحبان تصوف پر اٹھنے والے اعتراضات کا بڑی خوب صورتی اور دلائل کے ساتھ جواب دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ چیرت انگیز کام حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمد کی صفوی مدخلہ العالی کے صدق واخلاص کی برکات ہیں جس کا ظہور اس مبارک ادارے کی شکل میں ہوا۔

عرصے سے میری دل میں بیاحساس تھااور آج بھی ہے کہ جتنااس دور میں تصوف اور تعلیمات تصوف کو عام کرنے کی ضرورت ہے، شاید ہی کسی اور دور میں ضرورت تھی، اگر چہاس ضرورت کو علی اور دور میں ضرورت کی کا شرورت کو علی اور دور میں اور دور میں اگر چہاں ادارہ ان کا ایک تعداد ہے، مگر بیادارہ ان اداروں میں ایک ہے جن کی اہل علم خاص طور پر حاملین و داعیان تصوف کی تحسین و تا ئیر حاصل ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس منہ کی تقلید کی بھی ضرورت ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ الاحسان کی ان پر اثر تحریر یوں کو انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کیا جائے تا کہ وہ حضرات بھی اس سے فیض یاب ہوں جواں دو کے بجائے انگریزی میں دلچہیں رکھتے ہیں۔

آخر میں دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ادار ہے کو،اس کے رہبر حضرت داعی اسلام اوراس ادارے کے جملہ وابستگان کو خاص طور پر میرے کرم فر ما جناب مولانا فریثان مصباحی صاحب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اپنے فضل و کرم سے دن دگنی اور رات چوگنی برکتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بطفیل محمد وآل محمصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

مجمع السلوك پرمجله الاحمان كا گوشه قابل قدراور معلوماتی ہے!

مولانااختر تابش سعيدي (جامعهاز بر،قابره،مسر)

اس بات سے چیٹم بوٹی نہیں کی جاسکتی کہ تصوف کا ہر دور میں وجود رہاہے اور زیادہ تردین کی ترویج واشاعت میں صوفیہ کرام کا ہی ہاتھ دہاہے۔البتہ ہرصوفی کا طریق کا رضاف ہوا کرتا تھا لیکن سب کی منزل ایک ہوا کرتی تھی ۔موجودہ حالات کے تناظر میں اگریہ بات کہی جائے تو بے جانہ ہوگا کہ بید دور تصوف کا دور ہے ادر آج پھر سے صوفیہ کرام کے طریق اور ان کے لٹر پچر کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طریق صوفیہ صافیہ کو لیے کر سلسلہ چشتیہ، نظامیہ صفویہ کی ایک خانقاہ خانقاہ عالیہ عارفیہ ہے۔ اور دن بدن کا میابی کی طرف گا مزن ہے۔ نظام عادفیہ کی صوف کی صحیح تفہیم اور صوفیا نہ لٹر پچر کی نشر واشاعت کے لیے خانقاہ عالیہ عارفیہ کم موجودہ سجادہ فشین شخ ابوسعیر شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا کی سریر سی میں تصوف پر موجودہ سجادہ فشین شخ ابوسعیر شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا کی سریر سی میں تصوف پر ایک خلاط مفاہیم کی ہو وور انسانی قلوب کو سے غلط مفاہیم کی ہو وور انسانی قلوب کو سے غلط مفاہیم کی طرف موڑ احا سکے۔ اور علم تصوف کا فروغ ہو اور انسانی قلوب کو تصوف کی طرف موڑ احا سکے۔

مجمع السلوک شرح رسالہ ملیه علم نصوف میں ایک نایاب اور قیمتی تحفه تھا، جس قیمتی تحفه کواس سے قبل کبھی اشاعت کا موقع نہ ٹل سکا تھا۔ بیخدمت خانقاہ عار فید کے نصیبے میں آئی۔ شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی نے اپنی سرپرتی میں اس کے نسخوں کو تلاش کروا یا اور نسخوں کی فراہمی کے بعد جامعہ عار فیہ کے موقر استادمولا ناضیاء الرحمن علیمی نے اس کا ترجمہ اردو میں کیا، جس ترجمے کوشاہ صفی اکیڈی، سید سراواں الہ آباد نے ۱۲۰ ۲ء میں خانقاہ عار فیہ سے شاکع کرکے اپنی فہرست میں ایک بڑی اور عمدہ پیشکش کا سہراا ہے سربا ندھا۔

مجمع السلوک کی اشاعت کے بعد الحمد لله! سالنامه مجله الاحسان کا آٹھواں شارہ خاص طور پر مجمع السلوک کے زاویے پر مشتمل ہے، جو مجمع السلوک کی افادیت و معنویت کو اجا گر کرتا ہے ۔ اخیر میں مجمع السلوک کے خوالے سے موجودہ عہد کے نامور اور جید علائے کرام کے تاثر ات شامل ہیں۔ تاثر ات نویسوں میں حسب ذیل مشاہیر شامل ہیں: پر وفیسر داکٹر محمد طاہر القادری (پاکستان) پر وفیسر معین نظامی (پاکستان) مفتی آفاق احمد مجددی (تنوج) پر وفیسر آزری وخت صفوی (علی گڑھ) پر وفیسر علی احمد فاطمی (اله آباد) واله آباد) مولانا عبید اللہ خان اعظمی (العظم گڑھ) مولانا سیف الدین اصد ق چشتی (جمشید پور) اور نوشاد عالم چشتی (علی گڑھ)

الاحبان-اردو دنیا میں منفر دشاخت کا حامل علمی مجله

محمدعاصم (رسرج اسكالر: جامعه عارفيد، سيدسراوال، الهآباد)

یہ ایک تسلیم شدہ حقیت ہے کہ تصوف دین اسلام کے ایک حصہ کا ترجمان اور اس کا پاسبان ہے۔ یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ تصوف نام ہے عین اسلام، بلکہ کمال اسلام کا لیکن مقام افسوں ہے کہ جو چیز دین اسلام کی روح ہے، اس کی راہ سے بے شار غلط فہمیاں مختلف طرح کی گر اہیاں اور ترافات و نا جائز رسومات اس کا نئات ارض و سامیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی متعدد وجوہ ہوسکتی ہیں۔ انہی میں سے ایک بیہ ہے کہ تصوف کو شریعت کا مقابل یا اس کی ضد گمان کر لیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ تصوف کو شریعت کی استحد کی جدو جہد نہیں کی گئی یا لوگوں تک جو دوسری وجہ یہ کہ تصوف کو شجیع شہیہ پہنچنی چاہیے تھی وہ جا ہلا نہ رسومات و خرافات کی صورت میں موصول ہوئی، یا تصوف کے متعلق شجیح مواد فراہم نہیں کیا گیا، جو معلوماتی و آسان فہم ہونے کے ساتھ مستند و معتمد بھی ہو۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ قلوب کا اطمینان و سکون اللہ جل شانہ کے فرکروا فرکار اور تسجیح و نہیل میں ہے اور اس کے لیے ظیم شاہراہ تصوف کی تعلیمات وار شادات ہیں۔ اس کے ساتھ تصوف میں در آئی بات بھی مشاہراہ تصوف کی تعلیمات وار شادات ہیں۔ اس کے ساتھ تصوف میں در آئی

مجلہ الاحسان نصوف میں درآئی تمام خرافات کا قلع قمع کرنے کے ساتھ صوفیہ کی تمام تر علمی ، فکری ، روحانی تعلیمات ، ارشادات اور تحریکات کواسٹی کام بخشنے اور نصوف کی اصل شبیہ کو پیش کرنے میں مسلسل مصروف عمل ہے۔ تسلسل کے ساتھ نہ صرف جاری ہے بلکہ اپنے اہداف میں بری حد تک کامیاب بھی ہے۔ اب تک الاحسان کے مسلسل آٹھ شارے کامیاب طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزر کراہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

آٹھواں شارہ جواس وقت میر کے پیش نظر ہے، یہ بھی پنے نور بے رنگ وآہنگ کے ساتھ اشاعت پذیر ہوکرا پنے اہل علم اور تحقیق پہند قارئین کی ضیافت طبع کے لیے حاضر ہے۔ اس شار بے ککل موادکوسات خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے؛ بادہ وساغر، بادہ کہنہ، تذکیر تحقیق و تنقید، حاصل مطالعہ ، زاوید اور تا ترات ۔ پرشش وجاذب نظر سرورق ، عمدہ کاغذ اور پروف کی غلطیاں نہایت ہی قلیل ہونے کے ساتھ خوب صورت خطو کتابت سے سجایہ مجلے صور کی اور معنوی دونوں اعتبار سے معیاری مجلہ کے تمام تر تقاضے پورے کرنے میں کا میاب ہے۔ بہرکیف! س مجلے نے اردود نیا کی علمی و دینی اور سے تھی فضا میں جوایک اپنی شاخت قائم کی ہے، وہ اپنے آپ میں ایک بڑی کا میا بی ہے۔

اس شمارے کے خاص اہل قلم

- ع شخ **ابوسعید شاه احسان الله محمدی صفوی ، صاحب سجا**ده: خانقاه عالیه عارفیه
 - احمد جاوید، سابق چیرین: اقبال اکیدی، لا مور، پاکستان
 - ت داکٹر عارف نوشاہی ،ادارہ معارف نوشاہیہ،اسلام آباد، یا کستان
- 🕿 پروفیسرمسعودانورعلوی، ڈین: فیکلٹی آف آرٹ ، علی گڑھ شکم یونی ورشی علی گڑھ
 - 🛭 عاطف الاكرت،استاذ نقذ وبلاغت،كلية اللغة العربية، جامعهاز هر،مصر
 - سے پروفیسرقمرالہدی فریدی، شعبهٔ اردوعلی گڑھ سلم یونی ورشی علی گڑھ
 - احمد جاوید، ریزیژنث ایژیژ، روزنامه انقلاب، پینه
- ع داكثرمشاق تجاروى،اسسىيىك پروفىسر،شعبهاسلامكاسىدىز،جامعەملىياسلامىيەنى دىلى
 - کھ نوشادعالم چشتی، دودھ بور علی گڑھ، یو پی
 - امام الدين مصباحي، استاذ: جامعه چشتيه، ردولي، يوپي

الاحسانتيم

- 🗷 حسن سعيد صفوى ، مدير: مجله الاحسان 9559218070
- خیشان احدمصیاحی،شریک مرتب: مجله الاحسان 9910644086
 - 🗷 ضياءالرحل عليمي ،شريك مرتب:مجله الاحسان 7318263105
- 🗷 غلام مصطفی از ہرمی، شریک مرتب: مجلہ الاحسان 9696973121
- 🛭 ڈاکٹر مجیب الرحمٰن ملیمی ،شریک مرتب:مجلہ الاحسان 9026981216
 - 🗷 رفعت رضا نوري،معاون مرتب:مجله الاحسان 887451909
 - 🗷 حمادرضامصياحي،معاون مرتب:مجله الاحسان 9795174259
 - تھ محمدذ کی ،استاذ: جامعہ عارفیہ، سیدسراواں 8449705897
- 8009482382 ساجد الرحمن شرمصباحي، استاذ: جامعه عارفيه، سيد سراوان 8009482382